(۷۸۹)

تلک الایام نداولہا بین الناس

تاریخ خاندان آل عثمان

(۲) جلد دوم

سلطان سلیمان ثانی کی تخت نشینی یعنی سنہ [illegible] سے لیکر سلطان عبد العزیز شہید [illegible]
سلطنت عثمانیہ کی تاریخ کے مفصل حالات اور فتوحات مع نتائج و اسباب [illegible]
السلاطین سلطان عبد الحمید خان ثانی الغازی ایداللہ الی یوم الدین کے عہد سعادت مہد کے فتوحات اور
[illegible] کا ذکر بیست سالہ عہد حکومت و دیگر کتب متعلقہ میں نہیں ہوا۔ بالاجمال [illegible] کئے گئے ہیں

{مؤلفہ و مترجمہ}

مولوی محمد انشاء اللہ صاحب [illegible] انعام آباد [illegible] ضلع گوجرانوالہ

{ایڈیٹر وکیل امرتسر}

مطبع [illegible] روزانہ امرتسر میں باہتمام فاضل [illegible] شیخ غلام محمد مالک طبع ہوئی

سنہ ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء

(حسب ضابطہ رجسٹری کرا لی گئی)

طبع اول .. .. قیمت [illegible]

فہرست مضامین

تمام شد -

ترکی زبان سیکھنے کی کتاب

اس سے جامع اور

بسیط کتاب ابتک ترکی مین اردو کی تیار نہین ہوئی جو صاحب عربی زبان سے واقف ہون وہ ترکی زبان کے قواعد اس سے تھوڑے عرصہ مین کامل طور پر سیکھ سکتے ہین مقام استنبول مین ٹائپ کے واضح حروف مین نہایت نفیس اور دبیز ولایتی کاغذ پر چھپی ہوئی ہے حجم ۵۰۰ صفحون سے زیادہ ہے اس کے ساتھ علم ادب کی چند ابتدائی کتابین لغات کی مدد سے پڑھنے سے ذہین شائقین تین چار مہینون مین ترکی زبان مین نوشت و خواند کے قابل ہو سکتے ہین۔ اس غرض کے لیے لغات اور ادب کی کتابون کے بھی چند نسخے منگوائے گئے ہین جن کے نام و قیمت کتابون کے موصول ہونے پر مشتہر کیے جائینگے۔ سفینۃ الالفاظ کی قیمت فی جلد چھ (۶) روپیہ ہے جو اس کے فوائد اور حجم کے لحاظ سے اور ترکی گرامرون سے جو انگریزی مین تیار کی گئی ہین بہت ہی کم ہے۔ جن مین سے معمولی سی گرامر بھی اس قیمت پر دستیاب نہین ہوتی ٭

فیوچر آف اسلام یعنی اسلام کی حالت مستقبلہ

مسٹر ولفرڈ بلنٹ [illegible] اسلامی ممالک اور ہندوستان کی سیاحت کر چکے ہین بنظاہر [illegible] کے خیالات میں تحریر کی تھی مگر اصل انکا مدعا عثمانیہ سلطنت کو صدمہ پہنچانیکا تھا لیکن ہمارے خلیفۃ المسلمین کے ارتقا جمیدیہ [illegible] ہین کہ ان کا امر کی بری نیت کو نہ تو الا شخص اعلیٰ انکا اعتراف لیے بغیر نہین [illegible] کتاب کا ترجمہ کر دینا جب تک کہ مصنف کے خیالات اور رائے فاسد کی [illegible] تردید نہ کی جائے صرف نامناسب ہی نہین بلکہ سخت مضر ہے [illegible] انشاء اللہ صاحب سے بار انعام آیا دے کہ کسی کو پورا اگر [illegible] اکا اردو ترجمہ کر کے مسٹر بلنٹ کی نظامی کیا رو کی بخوبی قلعی کھول [illegible] یہ ایک درست اور خوشی میں اسکی تقریر کی تردید بھی کر دی ہے [illegible] ہے قیمت عہ

مضمون [illegible] آرمینیا ویجی حملی شرائط عہد نامہ جات [illegible] جس مین عہد نامون کی شرائط اور مفروضہ مظالم [illegible] بحث کر کے عیسائی طاقتون کی عہد شکنی خوش سلوکی۔ اور [illegible] بخوبی [illegible] کھول گئی ہے۔

قیمت مجلد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عہ

(وکیل)

اسلامی دنیا کی حالت کا آئینہ تازہ خبرون کا گنجینہ [illegible] ین کا میگزین معاملات روان پر اعلیٰ درجہ کا مستند ہیر اردو زبان کا مشہور [illegible]

اشتہار

قیمت

	سالانہ	ششماہی
خریداران ممالک بیرونی	۱ شلنگ	۵ شلنگ
عوام سے	۔۔۔ للعہ روپیہ	للعہ روپیہ
طلبا اور کم استطاعت صاحب سے بشرط تصدیق	۔۔۔ للعہ	عہ

بغیر ششماہی یا سالانہ چندہ پیشگی وصول ہوئے اخبار جاری نہ ہوگا۔ نمونہ کا پرچہ مفت ٭

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ خاندان عثمانیہ جلد دوم

باب ششم

سلیمان ثانی کی تخت نشینی۔ مسلسل بغاوتیں اور ترکی فوج کی متواتر شکستیں۔ روس پر غلبہ کوپرلی زادہ مصطفے کی وزارت۔ اوس کے اوصاف و تدابیر حسنہ اور عیسائی رعایا سے خوش سلوکی۔ کامیاب محاربہ۔ سلیمان ثانی کی وفات۔ احمد ثانی کی تخت نشینی۔ کوپرلی کی شکست اور شہادت بمقام سلان کیمان۔ احمد ثانی کا بدقسمت عہد حکومت۔ اور اوسکی وفات مصطفی ثانی تخت پر رونق افروز ہوکر خود فوج کی کمان لیتا ہے۔ ابتدا میں وہ کامیاب رہا۔ مگر آخر یوجین سے بمقام زنٹا شکست فاش اُٹھائی حسین کوپرلی کی وزارت۔ پطر اعظم کی فتوحات۔ آزاف مفتوح ہوگیا صلح کے لئے نامہ و پیام۔ عہدنامہ کارلووِتز۔

سلیمان ثانی کی تخت نشینی

محمد چہارم کے معزول ہونیکے بعد وزرا اور اعیان سلطنت اوس کے چھوٹے بھائی سلیمان کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ ۴۵ برس سے گوشہ تنہائی میں زندگی کے دن بسر کر رہا تھا اور ہر وقت ہلاکت کا اندیشہ اوسکی پیش نظر رہتا تھا۔ یہ تنہائی کا وقت اوس نے بدمعاشی اور عیاشی میں بسر نہیں کیا تھا۔ اوسکو دینیات اور دیگر علوم کا بہت شوق تھا اور یہی اوس کے مونس و غمگسار ہوتے تھے۔ اوس نے پہلے تو کتابوں کو چھوڑ کر تخت شاہی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا لیکن جب علماء نے اوس کے ذہن نشین کر دیا کہ محمد کو تخت پر بٹھا دینا اپنے ہاتھوں سلطنت کی بیخ کنی کرنیکے برابر ہوگا۔ اور نیز اوسے یہ بھی بتا دیا کہ رعایا۔ فوج۔ اور ارکان سلطنت کا عزم اب کبھی ٹل نہیں سکتا۔ تو اوس نے مجبورًا تخت قیصری پر رونق افروز ہونا منظور کیا۔ مگر غسل وغیرہ کرکے تخت پر بیٹھنے کے وقت تک اوسکی آنکھیں اپنے معزول بھائی کی طرف سے برابر خوفزدہ رہیں۔ اس سعادتمند کو بڑے اور بزرگ کا اس قدر ادب اور پاس ملحوظ تھا۔ اور اوسکی بزرگی اوسکے دل میں ایسی متمکن ہو رہی تھی کہ اوس نے عہدہ داران سلطنت اور متوسلین دربار کو صاف کہہ دیا تھا۔ کہ اگر میرا بھائی میرے سامنے

آگیا تو اوسکی بیہودگی یہاں تک پہنچی کہ تخت پر بیٹھیگا۔ یا ایسی کرتا تو کیا اوسکا [illegible] آلودنگاہ ہی میرا کام تمام کرنے کے لئے کافی ہے بعض سپاہی جو ضدین نے سلیمان کے انکار کا باعث [illegible] ہے لیکن اوسکی حالات مابعد اس قیاس کی تردید کرکے صاف بتارہے ہیں کہ محض سعادتمندی [illegible] اوسے مانع ہوا تھا۔ بادشاہ ہوکر اوس نے بہادری ہمیشہ زیادہ اولوالعزمی شجاعت اور قابلیت [illegible] ظاہر کی۔ اسی سے بعض مورخ بتا سکتے ہیں کہ اگر وہ پہلے سلطان بنایا گیا ہوتا تو غالباً سلطنت عثمانیہ اوس [illegible] سے جو اوس پر احمد کوپریلی کی وفات کے بعد سلطان محمد چہارم کی کمزوری اور اوسکی بدچلنی اور [illegible] قرہ مصطفی کی بداعمالی سے جس نے محض ذاتی اغراض کو پورا کرنے کے لئے اپنا پیشہ بنا ہی کرنیکی تحریک کی تھی [illegible] ہوئی تھی۔ لیکن افسوس فضول ہے۔ اول تو شاہزادی کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔ دوم سلیمان کے اوصاف [illegible] کے بادشاہ ہونیکے بعد معلوم ہوئے۔ اس سے پہلے اوسکے اچھے یا برے ہونیکا کسی کو علم نہ [illegible] محمد چہارم کی کمزوریوں نے اپنا رنگ دکھانا شروع کردیا۔ اوسکو فی الفور معزول کرکے سلیمان کو سلطان [illegible]۔ اس میں بھی خرابی کی جڑ شاہ شاہزادوں کی محبوسی تھی جو رسم افسوس ابتک برابر چلی آتی ہے۔ [illegible] خالی نہیں۔ ایک بڑا فائدہ یہی ہے کہ ملک اندرونی بغاوتوں اور شہزادوں کی سرکشی سے محفوظ [illegible] ایک یہی نقص سب فائدوں پر پانی پھیر رہا ہے کہ سلاطین کے عیب تو اب تخت نشینی سے [illegible] سکتے۔ اور جب معلوم ہوتے ہیں تو اونکا تدارک مشکل ہوگیا ہوتا ہے سلطنت اور قوم کی قسمت اچھی [illegible] طبیعت شاہزادہ وارث تاج و تخت ہوگیا اور اوس نے کچھ عرصہ محنت کرکے اسرار ملکداری سے واقفیت [illegible] جہانبانی میں مہارت پیدا کرلی۔ بڑے ہوئے تو کسی کمزور یا عیش پسند کے ہاتھ میں ملک کی قسمت کی [illegible] چلی گئی اور سلطنت میں خرابیاں اور زیادہ بڑھ گئیں۔

مسلسل بغاوتیں

سلیمان کو بیہودہ لہو و لعب اور عیاشیوں سے کمال نفرت تھی۔ اوس نے تخت پر قدم رکھتے ہی فوج کی اصلاح اور [illegible] امکان مسلسل [illegible] اور تباہی کے سیلاب بلاخیز کی پیشقدمی کو روکنے کے لئے صدق دل سے کوشش شروع کردی۔ مگر کچھ عرصہ تک وہ ینگچریوں کی شورہ پشتی اور وحشیانہ سرکشی کو روکنے سے بالکل عاجز رہا۔ یہہ پہلے باب میں بیان ہوچکا ہے کہ ینگچری فوج ابھی دارالخلافہ میں نہیں پہونچی تھی کہ سلطان محمد کا عزل اور سلیمان کی تخت نشینی وقوع میں آگئی تھی۔ اس انقلاب سے تھوڑے عرصہ بعد وزیر اعظم سیاوش پاشا مفسد فوج کو لئے ہوئے قسطنطنیہ میں پہونچ گیا۔ [illegible] سرکشی میں کمی ہونیکی بجائے اپنی خواہشوں کے پورا ہوتے جانے سے اور اضافہ ہوگیا تھا ینگچریوں اور سپاہیوں نے اب مطالبہ کیا۔ کہ تخت نشینی کے موقع پر سپاہ کو جو انعام ملتا ہے اوسکی مقدار بڑھا دیجائے اور فلاں فلاں وزیر اور سپاہی کو

جلاوطن کر دیا جاے۔ سلیمان نے اون کو منہہ مانگی رقم دیے جانیکا حکم دیکر دو سرغنہ باغیوں کو سلیبا اور جدہ کی گورنریاں پر مامور کر دیا۔ سلطان کی اس نرمی سے فوج اور دلیر ہوگئی۔ اودھر چند وزرا نے اوس کے مطالبات کی مخالفت کی۔ اس پر خوفناک فساد شروع ہوگیا۔ سپاہیوں اور ینگچریوں نے اپنے آغاؤں کو قتل کر کے تمام وزرا کے محلوں کو لوٹ لیا۔ اور پہر خود وزیر اعظم کے محل پر حملہ کر دیا۔ شہر کے تمام بدمعاش جن میں بلاتمیز مذہب یہودی عیسائی مسلمان سب شامل تہے مفسدوں کے ساتہہ شامل ہوگئے ہوئے تہے۔ سیاوش پاشا نے کمال دلاوری سے مقابلہ کیا مگر دوسرے دن باغی محل کے پہاٹک کو توڑکر اندر داخل ہوگئے۔ اور جو ملا اوسے تہ تیغ کر دیا۔ سیاوش پاشا اپنے معدودے چند باقیماندہ ملازموں کو ہمراہ لیکر حرم سرا کے دروازہ پر کہڑا ہوگیا۔ مگر کشتوں نے مذہب شریعت اور باہمی قومی و شخصی سب کی پابندیوں کو بالائے طاق رکھہ کر حرم سرا یعنی اوس حصہ پر جو عورتوں کی رہایش کیلیے مخصوص تہا حملہ کر دیا۔ مالک مکان نے آخری دم تک مردانہ وار مقابلہ کیا اور سوا اشقیا کو تلوار کی گہاٹ اتار نیکے بعد جام شہادت نوش کر کے حرم کی دہلیز پر بیجان گر گیا۔ راستہ صاف ہوتے ہی بدبخت بے تحاشا حرم میں گہس گئے۔ اور ایسی حرکات قبیح کے مرتکب ہوئے کہ الامان۔ متوفی کی ہمشیرہ اور اوسکی بیوی کی جو محمد کوپریلی کی لڑکی تہی سخت بیحرمتی کرنیکے بعد اونکے ہاتھہ پاؤں۔ اور ناک کان کاٹ دیے گئے اور پہر انہیں برہنہ تن بازاروں میں گہسیٹا گیا۔ کنیزوں کے ساتہہ بہی یہی سلوک کیا گیا۔

ان بے حیائیوں کو دیکھہ کر باشندوں کے رونگٹے کہڑے ہوگئے۔ اون کا غیظ و غضب مشتعل ہوگیا اور شخص ہر ایک کو یہہ خیال آگیا۔ کہ اگر ان بدذاتوں کو اسی طرح شتر بے مہار رہنے دیا تو کل ہمارا بہی یہی حال ہوگا۔ اودہر باغیوں نے دیگر محلات اور بازاروں و دکانوں کو لوٹنا شروع کر دیا جس سے اون کے اس خیال کو اور مضبوط کر دیا۔ جامع سلیمان اعظم کے بڑے امام اور دیگر علما نے کمر ہمت چست باندہہ لی۔ اون کے وعظ و نصیحت سے ایک طرف نیک نہاد باشندے ان خرابیوں کے دفعیہ پر تیار ہوگئے اور دوسری طرف اکثر ینگچری جو شہر کے بدترین شہدوں اور بدمعاشوں کی دیکھا دیکہی اور محض عارضی جوش سے مغلوب النفس ہوکر باغیوں کے ساتہہ شریک ہوگئے تہے فی الفور اپنی حرکات سے نادم ہوگئے۔ حضرت سرور کائنات کا علم سلطانی محل کے درمیانی پہاٹک پر نصب کیا گیا۔ اور مسلمان جوق در جوق آپنے رسول کے نائب اور خلیفہ کے ارشاد کی تعمیل میں اوس مقدس نشان کے گرد جمع ہونے لگ گئے۔ سرغنہ باغی اور قاتل گرفتار ہوکر قتل کر دیے گئے۔ باقی فوج بارکوں میں بند کر دیگئی۔ مفتی اعظم اور بعض دیگر بڑے علما جنہوں نے باغی ینگچریوں کی طرفداری کا میلان ظاہر کیا تہا۔ برطرف کر دیے گئے اور اونکی جگہہ سلامت رو اور مستقل مزاج آدمی مقرر کئے گئے۔ اس طرح دار الخلافہ میں فروری ۱۶۸۸ء میں کسی قدر امن قائم ہوگیا۔ مگر اوسکی قطعی بیخکنی نہ ہوئی۔ سرکشی اور شورہ پشتی کے پہر پہوٹ پڑنے کا دیر تک اندیشہ رہا۔

صوبجات میں بدامنی اور بدنسقی موجود تھی۔ آخر کار رفتہ رفتہ ان خرابیوں کا انتظام کر کے سلطان نے جون ۱۶۸۸ء کے آخیر میں جرار فوج تیار کر لی۔ اور اوسے سرحد ہنگریا پہ بھیجدیا گیا۔ اہالی آسٹریا اور اونکے رفقار نے سلطنت عثمانیہ کی ان اندرونی خرابیوں سے خوب سیر ہوکر فایدہ اٹھایا۔ صدر اعظم کا عہدہ سیاوش کے بعد معمر اسمعیل پاشا کی تحویل میں کر دیا گیا تھا۔ اوس بیچارہ سے بھی کچھہ نہ ہوسکا۔ دشمن سب طرف سے کامیابی پہ کامیابی حاصل کرتے چلے آتے تھے۔ آسٹرین فوج اب زمانہ کے تین قابل ترین جنگی ماہروں کے زیر کمان تھی۔ یہہ نامور جرنیل چارلس حاکم لورین۔ لوئیس والی بیڈن اور شاہزادہ یوجین تھے۔ ترکی فوج لائق سپہ سالار کی عدم موجودگی کے علاوہ باہمی نا اتفاقی اور شکستہ دلی کا شکار ہو رہی تھی۔ ۱۳ ستمبر ۱۶۸۷ء کو ہنگری کے مشہور قصبہ ازلا نے جو سو سال سے مسلمانوں کے زیر فرمان رہا تھا۔ آسٹریا کی اطاعت قبول کر لی ۱۶۸۸ء کے محاربہ کا نتیجہ سال ماقبل سے بھی بدتر رہا۔ اس کے بعد مقامات لتیا اور ہن کا کس بھی جنکو بچانیکے لئے ترکی کی ہوئی نے مردانہ مقابلہ کیا آسٹرین جرنیل کرفا نے فتح کر لئے۔ یہہ دونوں شہر بھی ہنگری میں واقع ہیں۔ بوسنیا کا سرحدی قصبہ گراد سکا بیڈن کے شاہزادہ لوئیس کے قبضہ میں آگیا۔ وہاں کی ترکی فوج غنیم کے آنے سے پہلی ہی اوسے خالی کر کے بھاگ گئی۔ مقامات ایلوک اور پیٹر وارڈن کی ترکی فوجوں نے بھی یہی کیا۔ اور قلعہ شاہ وسن برگ کا آسٹرین فوج نے محاصرہ کر لیا جس سے بلغراد کا رستہ مخالف کیلئے بالکل کشادہ ہوگیا۔ اس مقام کی حفاظت پر یگن عثمان نام ایک جرنیل کو مقرر کیا گیا۔ مگر جونہی آسٹرین فوج آگے بڑھی وہ بزدلی یا غداری سے شہر کو آگ لگا کر پیچھے ہٹ گیا۔ اوسکی فراری کے بعد آسٹرین فوراً ہی پہنچ گئے جنہوں نے آگ کو بجھا کر بلغراد کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کی ترکی فوج نے کمال دلاوری سے مقابلہ کیا۔ مگر آخر کار بیرونی کمک سے نا امید ہو کر اکیس دن کی مسلسل گولہ باری سے عاجز آکر اوسے مجبوراً ۲۰ اگست اور بقول بعض ۱۸ اگست ۱۶۸۸ء کو دشمن کی اطاعت قبول کر لینی پڑی۔ شاہ وسین برگ کو اہالی آسٹریا نے بتاریخ ۲ ستمبر لیکے کے نیوک سنگین فتح کر لیا۔ اور ان فتوحات سے بعد جب عیسائی اور آگے بڑھے تو یگن عثمان مقام سمندرا کو بھی آگ لگا کر بھاگ گیا۔ ڈلمیشیا میں وینشی جرنیل کورنارو نے مقام نن کو لے لیا۔ ادھر بوسنیا میں شاہزادہ لوئیس نے ایک ترکی جیش کا بالکل خاتمہ کر دیا۔ الغرض آسٹرین اور وینشی سپہ سالاروں نے جو صوبجات ٹرانسلوینیا۔ بوسنیا ہنگری اور ڈلمیشیا کے مختلف حصص اور اطراف و جوانب میں ہاتھ آئے یکے بعد دیگرے تقریباً تمام شہر ترکوں سے چھین لیے ۱۶۸۹ء کے محاربہ میں بھی ترکوں پر اسی طرح تباہی وارد ہوتی رہی۔ آخر میں سلطان نے بذات خود فوج کی کمان کا ارادہ کر کے دار الخلافہ سے قدم باہر نکالا۔ اور صوفیا تک بڑھا چلا گیا۔ ترکی عساکر کا ایک حصہ بطور ہراول قصبہ نیسا میں مقیم تھا۔ شاہزادہ لوئیس نے حملہ کر کے اس فوج کو ہزیمت فاش دی جسمیں

ترکوں نے نیسا کو خالی کر دیا۔ اور آسٹرین اوس پر قابض ہوگئے جب اس ہزیمت کی خبر ترکی فوج کے ہیڈ کوارٹر میں پہونچی تو سلطان گھبرا کر کوہ بلقان کو عبور کرکے تصد فلیپ پولی کو ہٹ گیا۔ قیصریہ افواج نے نیسا کے بعد ویدن، فلورنٹین اور فتح اسلام کو فتح کر لیا حتی کہ ۱۶۸۹ء کے ختم ہونے سے پہلے اون وسیع فراخ صوبوں میں جو دریائے ڈینیوب کے شمال میں ترکوں کے ماتحت تھے صرف دو مقام تیمسوار اور آراڈین کلاں اون کے تصرف میں رہ گئے۔ اور دریائے مذکور کے جنوب میں بھی بوسنیا اور سرویا کے بہتر حصہ پر فاتح آسٹرین کا قبضہ ہوگیا۔

سلطان نے ان ہزیمتوں سے تنگ آکر اب پہلی مرتبہ مصالحت کیلئے ذوالفقار آفندی اور یونانی اورکوڈاٹو کو قیصر آسٹریا کے پاس بھیجا۔ اور دس ماہ تک نامہ وپیام ہوتا رہا۔ مگر پولینڈ، آسٹریا۔ اور وینس نے ایسی کڑی شرطیں پیش کیں جو کبھی تسلیم نہیں کی جا سکتی تھیں قیصر فتح سے سرمست ہو کر خواب دیکھ رہا تھا۔ اور ترکی کو بالکل معدوم کر دینا اوسکو نہایت سہل نظر آرہا تھا۔ ادھر لیکس چہارم نے جرمن سے اعلان جنگ کر کے سلطان کو لڑائی کرنے کیلئے کہلا بھیجا چنانچہ لڑائی پھر شروع ہوگئی۔ مگر سلطنت کے یورپین حصہ کو جنوبی علاقہ میں بھی لڑائی کا پانسہ زیادہ تر سلطان سلیمان کے مخالف پڑتا رہا۔ وینشی جنرل موروسینی نے جسکی تعریف پہلے کیجا چکی ہے صوبہ موریا کو تمام وکمال فتح کرکے اوسے چار ضلعوں میں تقسیم کر دیا اور ان پر وینشی حکومت قائم کر دی۔ البتہ نیگرو پانٹ اور سالونیکا کے مقابل اوسے ترکی فوج سے شکست کھا کر پیچھے ہٹنا پڑا نیگرو پانٹ کے محاصرہ میں اوسکی فوج کا تیسرا حصہ ضایع ہوا۔ ان شکستوں کے علاوہ ترکوں کی خوش قسمتی سے وینشی افواج میں وبا پھیل گئی جس سے نہ صرف اونکی پیش قدمی ہی رک گئی۔ بلکہ اون کا دوسرا نامور جنرل کونٹ کونگز مارک بھی اوسکا شکار ہوگیا۔ مگر اوس ترکی فوج میں جو اوس نواح میں مامور تھی اس قدر ہمت اور طاقت نہ تھی کہ وہ اعدا کے ان نقصانات اور ناکامیوں سے فایدہ اٹھا کر مدافعانہ پہلو سے جارحانہ کارروائی پر آمادہ ہوسکے۔

روس پر غلبہ

اس تاریک مطلع میں جو اوس وقت ترکی پر چھایا ہوا تھا صرف ایک طرف کچھ روشنی کی جھلک نظر آرہی تھی یعنی پولینڈ اور وینس کے مقابلہ پر ترکوں اور اونکے رفقا تاتاریوں کو بھی نہیں کہ ہزیمتیں نہ اٹھانی پڑیں۔ بلکہ کسی قدر چیرہ دستی بھی نصیب ہوئی۔ عظمت غوری خان کریمیا اپنے ملک سے تاتاریوں کی جرار فوج لیکر پولینڈ پر حملہ آور ہوا۔ اور ۱۶۸۸ء میں اوسکے ایک حصہ کو پامال کر ڈالا۔ کامنیاک کی تاتاری فوج کو گرم کرکے جا پہونچا اور دریائے پتھ کے کنارہ پر پولوں کو سخت شکست دی۔ روسی جنرل گالٹزن نے کریمیا پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ اور روسی تاتاری فوج کے چند چھوٹے چھوٹے پیمانہ پر اور کچھ فتوحات بھی نصیب ہوئیں۔ مگر جب ۱۶۸۹ء کے موسم خزاں میں وہ خاکنا پریکاپ کی

طرف بڑھا تو اوسے معلوم ہوا کہ تاتاری فوج واپسی کے وقت میدانوں کے خشک گھاس کو آگ سے جلا کر
انہیں بالکل چٹیل میدان بنا گئی ہے جس پر جنرل ہیڈلر کو مجبوراً واپس لوٹ جانا پڑا۔ ۱۶۸۹ء میں روسی
فوج نے جب پیریکاپ پر پیش قدمی کی تو عثمانیہ فوج نے جو اب کریمیا کی حفاظت کیلئے وہاں متعین تھی۔
اوسے کامل ہزیمت دیکر منتشر کر دیا۔ مگر ان فتوحات کی کمزور کڑیوں سے وہ شکست ناکامی جو ہنگری اور یونان میں
پیش آئی تھیں اٹھانے سے ٹرکی بچ نہیں سکتی تھی۔ مگر وہ نہیں ہو سکتی تھی۔ نہ اسکا سپاہیانہ اور نہ سپہ سالاری
کی تلافی کر سکتی تھیں۔ اس بات کو ابھی سو برس ہی ہوئے تھے کہ ترکوں کی عالیشان فوج قرہ مصطفیٰ
کے زیر کمان کسی شخص تین ساعت میں ویانا کو غارت اور آسٹریا کو صفحہ ہستی سے معدوم کرنے کا بیڑہ اٹھا کر
شمال مغربی سرحد سے جو اوس وقت دور دراز مسافت میں پہیلی ہوئی تھی آگے بڑھی تھی۔ دور اب ہنگری اور
اوس کے معاون نیشنلٹی جنہیں تھوڑا ہی عرصہ پہلے کمال حقیر سمجھا جاتا تھا اور جن کی کینڈیا کریٹ [illegible] فتح کیا گیا تھا خاندان عثمان کی
یورپین سلطنت کے نصف حصہ پر قابض تھی [illegible] کا [illegible] بعد پہلی مرتبہ پرسیا کا [illegible] ہوا کہ [illegible] عیسائی اور
سلسلہ کوہ بلقان کو عبور کر آئیں گے۔ اور اس ترکی عظم [illegible] خیر الدین بربری اور فاتح علی کے زمانے میں بلاد
مشغول کا سرہ آب ہوا تھا اب بحیرۂ روم پر نام و نشان نہیں رہ گیا تھا۔ [illegible] کی موجودگی یا عدم
موجودگی سے قوموں کی قسمت پر جو اثر پڑتا ہے۔ اوسکی وضاحت جیسی اس [illegible] اور بیت عظیم
محاربوں میں ہوئی ہے عیسائیوں کی طرف سبی اسکی ییوجین۔ لوئیس۔ چارلس [illegible]
لڑے نہیں بلکہ اوس کے مالک تھے۔ مگر ترکوں کی طرف ایک بھی ممتاز شخص فوج کی سپہ سالاری پر یا
مجلس شوریٰ میں شریک تھا لیکن ترکی قوم بہادر اور عقلمند لوگوں سے خالی نہیں ہو گئی تھی۔ اوس میں ابھی
اشخاص موجود تھے۔ اور آخر مصیبتوں کے تواتر سے قوم کو ہوش آگیا اور [illegible]
سمجھا کہ واقعی قابل اور لائق شخصوں کیلئے اعلیٰ مدارج کا راستہ صاف ہو گیا۔

مصطفیٰ کوپرلی

وزیر اسمعیل تین مہینوں کے بعد برطرف ہو کر اوسکی جگہ تکفور مصطفیٰ ساکن
روڈوسٹو وزیر اعظم بنایا گیا تھا۔ مگر وہ بھی ناقابل ثابت ہوا۔ نومبر ۱۶۸۹ء
میں سلیمان نے ایڈریانوپل میں دیوان کا غیر معمولی اجلاس منعقد کر کے اپنے مشیروں سے صلاح پوچھی کہ
سلطنت کا انتظام کس شخص کے سپرد کیا جائے۔ اوس خطرۂ عظیم کے وقت خود غرضی [illegible] حسد اور
سازش کا کسی کو خیال نہیں رہ گیا ہوا تھا سب نے یک زبان ہو کر عرض کیا۔ احمد کوپرلی کے بھائی مصطفیٰ کوپرلی کو
دار الخلافہ سے بلا کر وزارت عظمیٰ کی خاتم نگین اوسکے سپرد کی جائے۔
کوپرلی زادہ نے جب وزارت کا اہتمام لیا اوس وقت اوسکی عمر باون سال کی تھی۔ اپنے باپ اور بھائی

محمد و احمد کوبرلی کے اپنے وزارت میں اوس نے فن تدبیر امور سلطنت میں کمال ملکہ حاصل کر لیا ہوا تہا چنانچہ ۱۶۷۶ء میں احمد کوبرلی کی وفات پا جانے پر ہر ایک کو امید اور توقع تہی کہ سلطان محمد چہارم اسی کو وزیر بنائیگا مگر عثمانیہ قوم کی بدقسمتی سے سلطان نے قوم و سلطنت کے مفاد پر خویش پروری کو غالب آ جانے دیا اور اپنے داماد قرہ مصطفی کو اس عہدہ پر مامور کر دیا۔ اور قوم کو بہی کوبرلی خاندان کی طرف توجہ نہوئی آخر جب تیرہ برس کی مسلسل نسبتی اور تباہیوں نے سلطنت کا تقریباً کام تمام کر دیا تو اوس وقت پہر اس نامور خاندان کی طرف رجوع کیا گیا اور اوسکے تیسرے رکن کو اوسکے باپ اور بہائی کے عہدہ یعنی سپہ سالاری افواج سلطنت عثمانیہ اور مجلس شوریٰ کی صدارت پر مقرر کیا گیا۔

مصطفی کے اوصاف اور اوسکی تدابیر حسنہ

مصطفی شریعت غراے محمدیہ کا سخت پابند اور عیاشی و بدچلنی کا جانی دشمن تہا۔ اوس کے یہ اوصاف کل ملک میں مشہور تہے۔ اس شہرت اور نیک نامی نے اوسکے اقتدار کے بڑہانے میں بڑی مدد دی عہدہ کا اہتمام لینے پر سلطان کی قدمبوسی کر چکنے کے بعد اوس نے سلطنت کے تمام اعلیٰ عہدہ داروں کو دیوان میں طلب کیا۔ اور ملک کی ابتر حالت پر اون سب کو طویل تقریر میں سخت ملامت کی۔ اوس نے اون کو بڑی سختی کے ساتھ وہ فرائض جو بحیثیت مسلمان اون پر عاید تہے اور نیز اون کے گناہ اور بداعمالیاں یاد دلا کر کہا کہ "خداوند کریم کی طرف سے تم کو جو سزا مل رہی ہے تم بیشک اسی کے مستحق ہو" بعد ازاں اوس خطرہ عظیم کی جس میں سلطنت مبتلا ہو رہی تہی وضاحت کر کے بیان کیا کہ اگر ہم اسی طرح کاربند ہوتے رہے تو دوسرے محاصرہ میں اعداء قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے پہونچ جائیں گے۔ لیکن اگر اب بہی تم سچے مسلمانوں کی طرح عمل کرو تو کچہ نہیں بگڑا۔ دشمن کو چوطرفہ تم کو نرغہ میں گہیرے ہوئے ہیں مگر ملک کی حفاظت کیلئے کمر ہمت چست باندہ لو اور دلوں کو مضبوط کرو۔ خداوند سبحانہ و تعالیٰ اپنا فضل و کرم کریگا۔" سلطنت کی حالت جیسا کہ ناظرین کو حالات صفحہ بالا سے معلوم ہو گیا ہوگا فی الواقع سخت ابتر ہو رہی تہی۔ اعداء مجتمع مسیحی افواج کے مقابلہ پر پاشا کے پاس صرف اوسان خطا کردہ اور ہزیمت خوردہ فوج موجود تہی۔ عالی ہمت وزیر نے عام اصلاح کا اہم کام شروع کر دیا اور اپنی نیک نیتی اور خلوص کی بدولت اون جہیب وسایل کو کام میں لانے کے بغیر جو اوس کے مرحوم باپ نے اسی غرض کیلئے استعمال کئے تہے تہوڑے عرصہ میں اپنے مدعا میں کامیاب ہو گیا۔

اعیان و ارکان سلطنت کو نصیحت کر چکنے کے بعد سب سے اول اوس نے مالی درستی کی طرف توجہ کی۔ تاکہ خزانہ کو معمور کر کے فوج کو مطیع فرمان بنا اور لوازمات حرب بہم پہونچا سکے۔ مگر اسکے ساتھ ہی اوس نے یہ بہی پختہ عزم کر لیا تہا کہ ناجائز طور پر ایک کوڑی بہی خزانہ میں داخل نہیں کریگا۔ مالی صیغہ میں سلطنت کے دیگر

شعبوں سے کچھ کم ابتری نہیں تھی۔ بری حالت امرا وزرا اور درباری خزانہ کو کمال لاپروائی اور بے رحمی سے لٹا دیا کرتے تھے بادشاہ بھی اپنے منظور نظر کو خراج معاف کر دیتے تھے۔ اور اس کی کسر نکالنے کے لئے دوسروں پر اندازہ سے زیادہ محصول لگا دیتے۔ اور جب کوئی جنگ شروع ہو جاتا تو دفتردار اور محصل جبر ستم اور ہر قسم کے حیلوں بہانوں سے رعیت کو لوٹ کھسوٹ کر خزانہ بھرنے کی کوشش کرتے جس سے ستائے ہوئے آہ و نالے ان جفا کاروں کو ان کے مکافات کا عوض دلانے کے لئے آسمان تک بلند ہو جاتے۔ وزیر نے ان خرابیوں کا تدارک مقدم سمجھا۔ اس نے ان تمام محالوں پر جنہیں اس سے پہلے وزرا اور صوبوں کے گورنروں بلکہ معمولی محصلوں اور کارداروں نے باختیار خود مالگذاری سے مستثنیٰ کر دیا تھا پھر محصول لگا دیا۔ کئی ایسے محصول جو معزول وزیر اعظم نے رائج کئے تھے اور جن سے آمدنی تو خاک نہ ہوتی مگر رعیت کو تکلیف بہت پہونچتی یک قلم موقوف کر دئیے لیکن ساتھ ہی اس نے ان عہدہ داروں سے جو سرکاری روپیہ تغلب کر کے اور رعیت کا خون چوس چوس کر موٹے ہو گئے تھے بھاری جرمانے وصول کئے۔ اور سب سے بڑھ کر جوانمردی کا یہ کام کیا کہ مساجد اور خانقاہوں کیلئے جو جائیدادیں یا نقد رقمیں وقف تھیں نقدی خزانہ میں داخل کر کے املاک کی آمدنی کو سرکاری آمدنی کا جزو قرار دیدیا۔ مفتی نے اس کارروائی کو غصب اور شریعت کی بیحرمتی تصور کر کے اس پر اعتراض کیا تو وزیر نے جواب دیا کہ جو دولت مذہبی کاموں کیلئے وقف ہوا اسکو لئے مذہبی لڑائیوں سے بڑھ کر موزوں اور کوئی مصرف نہیں۔ اسکو انہی پر خرچ کرنا لازم ہے مسلمانوں کی اغراض و بہبود متقاضی ہیں کہ شمشیروں اور لوٹیروں (یعنی کاہل و اپاہج مجاوروں اور متولیوں) کو موٹا کرنے کی بجائے اس کو ان لوگوں پر خرچ کیا جائے جو متبرک مقامات کے واقعی محافظ ہیں یعنی فوج پر خرچ کیا جائے۔ کاش کہ اسلامی حکومتوں میں وہاں کے اولیاء اللہ کو اور دیگر ممالک میں وہاں کے علماء اور متقدر مسلمانوں کو خداوند کریم اب پھر اس جوانمرد کی تقلید کرنے کی توفیق عطا کرے۔ اگر ایسا ہو جائے تو ابھی کروڑوں روپیہ کا سرمایہ قومی ضرورتوں کے لئے بہم پہونچ جاتا ہے۔ اس نے سلطانی محل کے تمام زاید طلائی و نقرئی ظروف جنگی خزانہ کی مصرف کیلئے ٹکسال میں بھجوا دیئے تاکہ دوسرے عہدہ داروں اور امراء دولت کے لئے نیک مثال قایم ہو اور وہ بھی قومی کام میں اسی طرح امداد کریں۔ اس نے اپنے تمام نقرئی برتن دارالضرب کے حوالہ کر دیئے۔ اور ان کے عوض آیندہ مٹی کے برتنوں کا استعمال شروع کر دیا۔ ان تدابیر سے جنگی اخراجات اور فوج کی مشاہرہ کے لئے کافی روپیہ بہم پہونچا کر اس نے اب شکستہ دلوں کے حوصلے بڑھانے کی کوشش کی یہ کوشش بھی اپنی نوعیت میں سابقہ کوششوں سے بالکل مختلف تھی۔ فوج کی فراہمی کے لئے کوئی سختی یا جبر نہ کیا گیا بلکہ صرف ایک فرمان صادر کرنے پر قناعت کی گئی جس کا ترجمہ ذیل میں دیدیا جاتا ہے۔

"مجھ جلالت مآب بادشاہ سلامت نے ازراہِ نوازش خسروانہ مجھکو وزارت کا منصب جلیلہ عطا فرمایا ہے اور میں نے
سچے ارادہ کرلیا ہی کہ اہالی جرمن کے مقابلہ پر جو فوج جائیگی اوسکی کمان اپنے سوا کسی اور کی تحویل میں نہیں دونگا۔
میں اس فرمان کے ذریعہ سے سب کو اطلاع دیتا ہوں۔ کہ میں فوج مذکور میں کبھی ایسے سپاہی کو ہرگز نہ لونگا۔ جو
بجبر بھرتی کیا گیا ہو۔ مجھے فقط ایسے آدمی درکار ہیں جو برضا و رغبت خلوص نیت اور سچے دل سے خدمت کرنیکے مشتاق ہوں۔
خدا کے نزدیک صرف خلوص نیت ہی مقبول ہے۔ اور اوسکا درجہ افعال سے کئی گنے زیادہ ہے۔ البتہ میں
مسلمانوں کو خدا اور اوس کے رسول کے اون احکام کے وجوب کی طرف توجہ دلادینا ضروری سمجھتا ہوں۔ جو
یہ حکم دیتے ہیں کہ جب شریعت محمدیہ کی حفاظت اور کفار کی بیخکنی کے لئے تلوار اٹھائی گئی ہو تو غزا و شہادت سے
ہرگز پہلوتہی نہ کرنا چاہئے اور فتح سے مایوس نہ ہونا چاہئے۔ پس ضرور ہی کہ ہر ایسا مسلمان جو ان احکام کو صدق
دل سے واجب التعمیل سمجھتا ہو۔ بہتر طبکہ وہ اپنے مذہب کیلئے ہر طرح کی مصیبت اٹھانے پر تیار ہو گھر سے نکلکر
فوج میں بھرتی ہو جائیگا۔ برعکس اسکے وہ شخص جسکو ان احکام میں شبہ ہو۔ یا جو شہادت سے ڈرتا ہو۔ بلکہ وہ لوگ بھی جنکو
ایسے ضروری معاملات درپیش ہوں جنکی وجہ سے وہ خدا کے نزدیک معذور سمجھے جاسکتے ہوں تو میں صلائے
عام دیتا ہوں کہ وہ بیشک اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔ اوس کو کوئی تعرض نہیں کریگا۔ اگر وہ گھر میں با امن و امان رہ کر
افواج سلطانیہ کی فتح و نصرت کیلئے دعا کرتا رہیگا۔ تو خداوند کریم اس حال میں بھی اوس سے خوشنود رہیگا۔ خواہ وہ
شخص سپاہی پیشہ ہی کیوں نہ ہو بہی نہیں کہ اوسے طلب نہیں کیا جائیگا اور نہ اوسے سزا دیجائیگی۔ بلکہ نوازش
سلطانی اوس کے حال پر برابر مبذول رہیگی اور اوس کو اوسی طرح تنخواہ ملتی رہیگی کہ گویا وہ فوج میں شامل ہے"۔

اس فرمان کا وہی نتیجہ ہوا جسکی وزیر کو توقع تھی۔ اوس نے کل سلطنت اور بالخصوص ایشیائی علاقہ کی سپاہیوں
اور مسلمانوں کے جوش تازہ کردیئے۔ مسلمانوں کو اونکی حمیت اور ناموس کا ہی نہیں بلکہ مذہب کا بھی واسطہ ڈالا
گیا تھا پھر ایسی صورت میں کون شخص معاصرین کی نگاہ میں بزدل یا کافر بننا گوارا کرسکتا تھا علاوہ بریں ترکوں کو اپنے
وزیر کے تقدس اور قابلیت پر بھی پورا اعتماد تھا۔ نئے رنگروٹ ہر طرف سے جوق در جوق آکر اوس فوج میں جو دارالخلافہ
کے قریب جمع کیجارہی تھی داخل ہو گئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں کوبرلی کے پاس اس قدر فوج جمع ہو گئی کہ
اوس کے قبل لشکر زجر و توبیخ اور دھمکیوں سے اوس سے آدھی بھی کبھی جمع نہ کرسکے تھے۔ نوجوانوں کی پرجوشی کا سبب یہ
عالم تھا تو اون آزمودہ کار جانبازوں سے جو سالہا سال تک تلوار سے اسلام کی خدمت کرنیکے بعد پنشن لیکر
گھروں کو چلے گئے تھے کب صبر ہو سکتا تھا۔ وہ بھی مومنین کی حمایت کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور مدبر وزیر نے
اون کو تازہ رنگروٹوں کی پلٹنوں میں حسب ضرورت تقسیم کردیا۔ عدالتوں کی حالت بھی ہر جگہ ناگفتہ بہ تھی۔ سو میں سے
ایک حاکم بمشکل ایسا تھا جو رشوت کا عادی نہ ہو۔ اور اکثر جگہ جھوٹی گواہی کی ایک طرح سے خود حکام کی طرف سے

عام اجازت ملی ہوئی تہی۔ کوپرلی زادہ نے ایسے بدطینت عہدہ داروں کو موقوف کر کے لائق و متدین اشخاص کو مقرر کر دیا۔ اور ہر جگہ ادنیٰ اعلیٰ سب کے برخلاف قانون کا نفاذ یکساں ہونا شروع ہو گیا۔ اس تغیر و تبدل کے ساتھ ہی اوس نے اہم ترین صوبوں پر ایسے گورنر مقرر کئے جن پر اوس کو کلی اعتماد تہا۔ بحری طاقت کی درستی کیلئے بہی قابل آدمیوں اور مناسب تدابیر سے کام لیا گیا۔ پیرلی زادہ ابراہیم جس نے نیگرو پانٹ میں مردانہ مقابلہ کر کے اہالی وینس کو پسپا کیا تہا بحیرہ روم کے ترکی بیڑہ کا سپہ سالار بنایا گیا۔ اور ایک اور بہادر و لائق البنیمی مسمی ہتروہ تو کو دریائے ڈنیوب پر چہوٹے جہازوں کا بیڑہ تیار کر کے اوس سے کام لینے پر مامور کیا گیا۔

عیسائی رعایا سے نیک سلوک

بقول مسٹر ایڈورڈ کریسی کوپرلی زادہ مصطفی کی سب سے بڑی قابلیت یہہ تہی کہ اوس نے معلوم کر لیا کہ بابعالی کو اپنی تقویت کیلئے عیسائی رعایا کے دلوں کو نرمی اور محبت سے مسخر کرنیکی سخت ضرورت ہے۔ صاحب موصوف لکہتے ہیں کہ گو وہ ایسا پکا مسلمان اور اپنے مذہب کے احکام کی ایسی پابندی کرتا تہا کہ معاصرین اوسے ولی سمجہتے تہے۔ اور ولیوں ایسا اوسکا ادب و احترام کرتے تہے تاہم تعصب کا اوس میں شائبہ تک نہیں تہا۔ اور وہ اس امر کو اچہی طرح سے سمجہتا تہا کہ عیسائی رعایا پر ظلم کرنے سے سلطنت جلد برباد ہو جائیگی۔ وہ دیکہہ رہا تہا کہ مسیحی حملہ آور جس صوبہ میں داخل ہوتے ہیں۔ وہاں کے عیسائی اونکی امداد پر کمربستہ اور اونکی فوجوں میں بطور مجاہد شامل ہو جاتے ہیں۔ عیسائی البانوی وینس کی فوج میں داخل ہو رہے ہیں سروی آسٹرین فوج کے ممد و معاون ہو کر بغاوت کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور کہ یونان میں موروسینی کی فاتحانہ پیشقدمی کا زیادہ تر باعث وہاں کے کوہستانی قبائل اور دیہاتی مینوٹیوں کی اطاعت اور عیسائی مجاہدین کی مساعدت ہے جو انہوں نے ترکی قلعوں کے محاصرات میں اوسکی کی تہی۔ کوپرلی زادہ درست تشخیص پر ہی قناعت کر کے نہ بیٹہ رہا۔ اوس نے ان خرابیوں کے باعث کو جو اوسے فی الفور معلوم ہو گئے تہے دور کرنیکے لئے عملی کارروائی کرنے میں بہی کچہہ تامل نہ کیا۔ اوس نے وزارت کا اہتمام لیتے ہی تمام پاشاؤں کے نام نہایت واضح اور سخت تاکیدی احکام جاری کر دئے کہ کوئی ترکی افسر نہ خود عیسائی رعایا پر جبر و ستم کرے اور نہ ہونے دے۔ جب فوج عیسائی رعایا کی دیہات سے گذرے تو رسد وغیرہ کی اوسی وقت بازاری نرخ کے مطابق نقد قیمت ادا کر دیجائے اور اس صورت میں بہی خلاف مرضی کبہی کوئی چیز نہ لیجائے۔ اور جزیہ[1] کے سوائے

---

[1] ترکی جزیہ کو خراج کہتے ہیں۔ اس خراج پر بعض مجہول کے مقابلہ پر جو مخالفین نے اسلام پر طعن کرنیکے لئے اوسکا بڑا زبردست آلہ بنا رکہا تہا لیکن جو خاص ٹیکس اور نیز خدمات ادا کرنی پڑتی ہیں انکا اس کتاب کی پہلی جلد میں مفصل ذکر ہو چکا ہے اور مولانا شبلی بہی اس مضمون پر اپنے رسالہ جزیہ میں پوری تشریح و بسط سے بحث کر کے مخالفین کو اعتراض کا موقع ہی نہیں بلکہ احسان فراموشی کو واضح کر چکے ہیں مولف

اون سے کوئی اور زاید محصول نہ لیا جائے جزیہ کی وصولی کے لئے اوس نے آمدنی کے لحاظ سے عیسائی رعایا کے تین درجے بنا کر متمول ترین یعنی اول درجے کے عیسائیوں کے واسطے بارہ لیونائن یا چار ڈوکٹ متوسط الحال جماعت کے افراد کے لئے دو ڈوکٹ۔ اور ادنےٰ درجہ والوں کے لئے ایک ڈوکٹ سالانہ خراج مقرر کیا۔ اس آئین کا نام نظام جدید رکھا گیا۔

ان انتظامات کے علاوہ کوپریلی نے دوراندیشی سے کام لیکر ایک عیسائی یونانی کو یونان کے صوبہ موریا کے علاقہ مینا کا گورنر بنا دینے کی بھی دلیری کر گذرا۔ اس شخص کا نام لائبری اس جیرات شاری تھا۔ اور وہ سات برس ترکی بیڑہ پر بحالت غلامی چپو کھینچنے کا کام دے رہا تھا۔ اوسے اب ہائی دیگر وینیشی حکام کے برخلاف جنہوں نے اپنی بیوقوفی اور مذہبی تعصب سے یونانیوں کو بہت کچھ برگشتہ خاطر کر دیا تھا۔ رعایا کو ترکوں کا طرفدار رہنا اچھا سمجھا گیا۔ وینیشی رومن کیتھولک مذہب کے پابند تھے۔ اور یونانی کلیسا یونانی کے۔ وینس کی یہ مدبرانہ چال پوری کارگر ثابت ہوئی صوبجات پیلوپونیسس اور اٹیکا کے یونانیوں نے اہالی وینس کا ساتھ ترک کر دیا اور اہالی مینا نے خود بخود بابعالی کی اطاعت کو تسلیم کر لیا۔ وان ہیمر لکھتا ہے کہ کوپریلی زادہ مصطفی نے اس معاملہ میں خود کو بحیثیت مدبر نہ فقط اپنے بڑے بھائی احمد سے جس نے قلعوں کی تعمیر اور جا بجا فوجوں کی تعیناتی سے موریا کے باشندوں کی اٹھتی ہوئی سرکشی کو دبانے کی کوشش کی تھی۔ بلکہ ذرا راجد سے بھی افضل ثابت کیا۔ آخر الذکر کے پاس جب موریا کو مالڈیویا اور ولیشیا کی طرح ریاست بنا کر وہاں کسی عیسائی کو گورنر مقرر کر دیئے جانیکی تجویز پیش کیگئی تھی تو اُنہوں نے اس کو بابعالی کے مرتبۂ شان سمجھ کر مسترد کر دیا تھا''۔

اوسوقت کے حالات کو مدنظر رکھنے پر بیشک ہر ایک صائب الرائے کوپریلی زادہ کی تدبیر کو درست تسلیم کر کے عیسائی مورخین کی رائے کی تائید کریگا۔ مگر ترکی مدارات کی پالیسی سے غیر مذہب و غیر جنس رعایا کے ہمیشہ مطیع فرمان رہنے کا بطلان خود مندرجہ بالا اقتباس کے ایک فقرہ سے ہوتا ہے۔ ناظرین نے اوس میں ایک جگہ دیہاتی میونسپلٹیوں کا نام پڑھا ہوگا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گو عملی طور پر بعد میں ترکی عمال نے کیسا ہی کیوں نہ ظلم و ستم کیا ہو۔ مگر اصولاً رعایا کو بہت بڑی آزادی حاصل تھی۔ ہندوستان پر انگریز بہت کچھ شائستگی سے حکومت کر رہے ہیں۔ بلکہ اکثر حکمران افراد کا دعویٰ ہے کہ وہ صرف ہماری بہتری اور رہنمائی کے لئے اور محض ہمدردی کے تقاضا سے ہندوستان پر سلطنت کرنیکی تکلیف گوارا کر رہے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے لوکل سلف گورنمنٹ کو یہاں رائج ہوئے ابھی تیرہ برس بھی نہیں ہوئے اور دیہات تو کجا اکثر قصبات میں بھی ابھی تک میونسپلٹی کا وجود نہیں پایا جاتا۔ برخلاف اس کے ترکوں نے جو ملک لیا اوسی وقت وہاں کے باشندوں کو اندرونی معاملات اور مقامی انتظام میں پوری خودمختاری دیدی۔ لیکن اس نرمی کے باوجود

ان لوگوں کے دلوں سے کبھی کدورت نہ گئی۔ اور جب موقع ملا انہوں نے فاتح قوم سے پوری آزادی حاصل کرنے اور اوسے ایذا پہونچانے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ اسی معاملہ کے متعلق ایک اور عیسائی مورخ لکھتا ہے کہ کوبرلی زادہ کو مالڈیویا کی نظیر سے موریا کے عیسائی صوبہ پر ایک عیسائی کو عامل مقرر کرنے کا خیال سوجھا تھا۔ کیونکہ مالڈیویا میں ترکوں سے کبھی بغاوت نہیں ہوئی تھی۔ اس سے اوس نے نتیجہ نکال لیا کہ عیسائی رعایا کو مطیع رکھنے کے لئے مسلمان کی نسبت عیسائی گورنر زیادہ موزوں ہے۔ مگر میں اس استدلال کی صحت کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ والیشیا کے ساتھ بھی تو یہی رعایت جاری تھی۔ وہاں کیوں ہر وقت فساد ہوتا رہا۔ اور بالآخر مالڈیویا بھی باوجودیکہ وہاں برابر عیسائی گورنر مامور ہوتے رہے۔ آخر آج دوسرے یورپی صوبوں کی طرح ترکوں کی اطاعت سے کیوں مطلقاً آزاد اور اوسکی کا ہم پلہ رقیب ہے۔ اسلام بیشک غیر مذہب رعایا سے منصفانہ برتاؤ اور نیک سلوک کئے جانیکی سخت تاکید کرتا ہے۔ اور انسانیت کا تقاضا بھی یہی ہے مگر فاتح قوم کی حکومت کی قیام کیلئے اس امر کی احتیاط لازمی ہے کہ کہیں یہہ برتاؤ حد اعتدال سے زیادہ نرم ہو جائے۔ تاریخ عالم کو غور سے دیکھا جائے تو ثابت ہو جائیگا کہ آخر کار یہی نرمی غالب اقوام کی بربادی کا باعث ہوتی رہی ہے۔ اس نرمی سے مفتوح قوم کا وجود ہی محفوظ نہیں رہتا۔ اوس میں بتدریج سکت و ہمت اور اوس کے ساتھ پھر آزاد ہونے کی امنگ پیدا ہو جاتی ہے۔ اودھر مرور زمانہ سے بالعموم فاتحین میں عیاشی۔ کاہلی اور دیگر قباحات عدیدہ پیدا ہوگئی ہوتی ہیں جو سب مل ملا کر مالک کو غلام اور غلام کو آقا بنا دیتی ہیں۔ اس سے میری یہہ ہرگز مراد نہیں کہ مفتوح قوموں کو جس طرح کہ ہسپانویوں نے مسلمانان اندلس سے کیا تھا۔ یا اب ٹرکی کی سابق باجگذار اور ماتحت ریاستیں اپنی اپنی مسلمان رعایا سے کر رہی ہیں بالکل معدوم کر دیا جائے یا اون کو انسان نہ سمجھا جائے اور اون پر جور و تشدد روا رکھا جائے۔ ایسا کرنے سے ہسپانیہ مسلمانوں کی طرف سے تو بیشک بالکل بے فکر ہو گئی۔ مگر کیا اوس کے ہم جنس اور ہم مذہب باشندے کبھی دس سال بھی آپس میں امن و امان سے رہے ہیں۔ انسانی طبیعت میں محبت کے ساتھ ہی بغض و عداوت کی خاصیت بھی ودیعت کیگئی ہوئی ہے جو اوسے کبھی نچلا نہیں بیٹھنے دیتی۔ اگر غیر نہ موجود ہوں تو پھر آپس میں ہی سر پھٹول ہوتی رہتی ہے۔ اس کل بحث کا لب لباب یہہ ہے کہ غیر مذہب اور غیر جنس رعایا کو نہ اس قدر منہہ لگاؤ کہ ہمسری کا خبط اوس کے دماغ میں پیدا ہو جاوے۔ اور پھر یہہ خبط فساد و بدامنی کا موجب ہو۔ اور نہ اوسے ایسا ذلیل و خوار بناؤ کہ وہ انسانی مرتبہ سے ہی نیچے گر جائے۔ یا تنگ آکر برسر مقابلہ ہو جائے۔ ایسی صورت میں غضب الٰہی کے دریا کا موجزن ہو جانا یقینی امر ہے اور وہ ضرور ظالم کو تباہ کر دیگا۔ اور ساتھ ہی کبھی نشۂ حکومت و جہانبانی سے مست ہو کر اپنی طاقت کو مضبوط بلکہ ہر وقت تیار رہنے سے غفلت نہ کیجائے اور سپہ گری۔ دور اندیشی اور معدلت گستری اور خلق اللہ کی فلاح جوئی کو ہاتھ

سے نہ چھوڑا جائے۔ ورنہ غیر مذہب رعایا یا ہمسایہ حکمران اقوام تو درکنار خود اپنی ہی ہم مذہب اور ہم قوم رعایا خودسر ہو کر کل شیرازہ پراگندہ کر دیگی۔

کوپرلی زادہ کی بے تعصبی اور اخلاقی جرأت کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ وہ جس طریق و رواج کو نامنصفانہ یا مضر سمجھتا تہا خواہ وہ کیسا ہی قدیم کیوں نہ ہوا دسے فی الفور موقوف کر دیتا۔ ترکی مفتیوں اور علما وقتے عرصہ دراز سے یہہ فیصلہ کر رکہا تہا کہ عیسائی اون گرجوں کو تو بیشک قایم رکہہ سکتے ہیں جن پر وہ قابض ہیں۔ مگر نئے گرجے نہیں بنا سکتے۔ نہ پرانوں کو وسیع کر سکتے ہیں۔ ایک دفعہ چند دہقانیوں نے اپنے گرجے کی مرمت کی اجازت ملنے کے لئے درخواست کی۔ کوپرلی نے درخواست منظور کر کے اوس اہلکار کو جس کے متعلق یہہ کام تہا۔ اجازت نامہ تحریر کرنے کا حکم دیا جس نے حسب دستور قدیم سند میں یہہ لکہہ دیا کہ مرمت پرانی عمارت کی ہی لکڑی چونہ اور اینٹوں سے کیجائے۔ دستخط کرنے وقت جب کوپرلی کی نظر اس فقرہ پر پڑی تو وہ بے اختیار پکار اٹہا۔ "جن لوگوں نے یہہ شرط قایم کی تہی وہ بیوقوف تہے۔ اور وہ اون سے زیادہ احمق ہیں جو اسکی پیروی کرتے ہیں۔ یہہ لوگ اپنے گرجا کی مرمت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ ایسا بوسیدہ ہو گیا ہے کہ مرمت ناممکن ہو گئی ہے۔ تو اون کو کیوں نئی عمارت کی اجازت دیجائے ہمیں صرف اس امر کی احتیاط کر لینی چاہئے کہ وہ یہہ عمارت مسلمانوں کے روپیہ سے نہیں بلکہ اپنے روپیہ سے تیار کرینگے جب تک یہہ لوگ خراج با قاعدہ ادا کرتے رہیں ہمیں اونکے ذاتی معاملوں سے کوئی سروکار نہیں ہو سکتا۔" اوس دن سے خواہ کہیں نئے گرجہ بنانے کی درخواست گذرتی وہ فی الفور منظوری دیدیتا۔ اس رعایت سے تہوڑے ہی عرصہ میں اون اضلاع میں جہاں پہلے مصیبت زدہ اور برگشتہ خاطر حربی ضیعوں کی قلیل التعداد جماعتیں منتشر طور پر رہائش پذیر تہیں بے شمار بارونق دیہات آباد ہو گئے۔

بے تعصبی کے فواید

ایک مرتبہ کوپرلی زادہ سرویا کے علاقہ میں سے گذرتا ہوا عیسائی رعایا کے ایک غیر آباد اور بے رونق سی بستی میں شب باش ہوا۔ وہاں نہ کوئی گرجہ تہا اور نہ کوئی پادری۔ مصطفیٰ نے حکم دیا کہ اس جگہ گرجا تعمیر کیا جائے اور امامت کرنیکے لئے ایک پادری بلایا جا کر یہاں متعین کر دیا جائے۔ اس لطف و کرم کے عوض میں جس سے غریب عیسائی دہقانی خوشی کے مارے کپڑوں میں پہولے نہ سماتے تہے۔ وزیر نے اون کو کہا کہ جب کبہی میں یہاں سے گذرا کروں ہر ایک خاندان ایک ایک مرغ سے میری تواضع کیا کرے۔ اوسوقت وہاں ترپن گہر آباد تہے۔ اوسی وقت اوس قدر مرغ حاضر کر دیئے گئے۔ دوسرے برس جو ملک کی بدقسمتی سے کوپرلی کی حیات کا آخری برس تہا۔ اوس کو اتفاق سے پہر اوسی موضع سے گذرنا پڑا۔ اس اثنا میں وہاں ۱۲۵ گہر آباد ہو گئے ہوئے تہے۔ اور

کل باشندہ وزیر کی رعیت پروری سے خوش خرم اور فارغ البال تھے۔ وزیر کی آمد کی خبر سنتے ہی بڑی خوشی سے کل خاندانوں کے بزرگ یونانی پادری کے پیچھے پیچھے ۱۲۵ امرغ لیکر وزیر کے استقبال کو راستہ پر کھڑے ہو گئے۔ کوپرلی نے اس جم غفیر کو دیکھ کر اپنے سٹاف کے ترک افسروں کو مخاطب کر کے کہا۔ دیکھو بے تعصبی کے پھل یہ ہیں۔ میں نے اس سے سلطان کی طاقت قوت میں نمایاں اضافہ کر دیا ہے۔ اور ان لوگوں کی زبان نے اوسکی حکومت کے حق میں دعائیں کرائی ہیں جو پہلے لعنتیں اور تبرے بھیجا کرتے تھے۔ سلطنت کی مسیحی رعایا کا یہہ عام مقولہ تھا کہ کوپرلی نے قیصر جسٹینین سے جس کا اوپر کی بلکہ کتبوں اور ان کا پہلے مفصل ذکر ہو چکا ہے۔ زیادہ گرجے اور معابد تعمیر کرائے ہیں۔ سر کریسی اس جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ "اگر وزرائے مابعد بھی عیسائی رعایا کے ساتھ کوپرلی کی پالیسی کے مطابق برتاؤ کرتے۔ تو سلطنت عثمانیہ کو آج صرف اپنی مسلمان رعایا کی ہی وفاداری اور شجاعت پر ہی بھروسہ کرنا پڑتا۔ بلکہ عیسائی بھی ویسے ہی اوس کے جان نثار خادم اور مددگار ہوتے۔ اور اوسکی اندرونی کمزوری کے اہم ترین بواعث عرصہ مدید کے کافور ہو گئے ہوتے" صاحب موصوف کا قیاس ممکن ہے درست ہو۔ مگر صفحات تاریخ سے زیادہ تر مثالیں اسی امر کی ملتی ہیں کہ جب فاتح قوم تن آسانی، غفلت، جہالت اور ہمچوں قسم اسباب سے کمزور ہو جاتی ہے تو غیر مذہب غیر دین رعایا خواہ اوس کے ساتھ کیسا ہی عمدہ سلوک کیوں نہ ہوتا رہا ہو۔ مدد دینا تو کجا گرتے ہوئے کو خود بھی دو چار ٹھوکریں لگا دینے سے شاذ و نادر ہی محترز رہتی ہے۔ کریسی صاحب کے بیان سے صاف مترشح ہو رہا ہے کہ کوپرلی کے بعد ترکوں نے بلا سبب محض تعصب کی وجہ سے عیسائیوں کے ساتھ مشفقانہ سلوک کرنا چھوڑ دیا۔ مگر ویسے ہی محقق اور مستند کئی دوسرے عیسائی مورخ اسکے برعکس تحریر کرتے ہیں کہ ترک ذاتی طور پر تو مسیحی رعایا سے ویسا ہی برتاؤ کرنے کے خواہشمند ہیں۔ مگر ××× ش۱ عیسائی سلطنتوں کی در اندازی اون کو اونکی منشا کے برخلاف مسیحی رعایا سے کبیدہ خاطر ہونے پر مجبور کرتی رہتی ہے۔ ان مورخوں میں سے بعض کی تحریروں کا ترجمہ کسی مناسب موقع پر بجنسہ دیدیا جائے گا۔

عابد پرہیزگار اور صدق دل سے اپنے مذہب کا فدائی ہونیکے ساتھ ہی بے تعصبی کا اعلیٰ وصف رکھنے کے علاوہ کوپرلی علوم جدید علم سیاست مدن میں بھی اپنے زمانہ میں فرد بلکہ ایک طرح سے اوس کے اہم اصولوں کا واضع تھا۔ آزادی تجارت کے فواید یورپ کی مہذب ممالک کو اب انیسویں صدی میں آکر معلوم ہوئے ہیں۔ مگر اوس نے آدم سمتھ ش۲ سے بھی جس نے سب سے اول اپنی کتاب "دولت اقوام" کے ذریعہ سے

ش۱ دیکھو تاریخ جنگہائے روم و ترکی مرتبہ اولیور۔ جلد ۱ صفحہ ۲۶۹ مصنف۔ ش۲ سکاٹ لینڈ کا مشہور فیلسوف سنہ ۱۷۲۳ء میں پیدا اور سنہ ۱۷۹۰ء میں فوت ہوا۔ مذکورہ صدر کتاب اوس نے ۱۷۷۶ء میں شائع کی تھی۔

اس اصول کو یورپین ممالک میں رائج کرنیکی کوشش کی ۷۶ برس پہلے اس کو معلوم کر لیا اور اوس پر عملدرآمد شروع
کر دیا تھا۔ حالانکہ یورپ و امریکہ میں ابھی آزادی تجارت کا رواج زیادہ تر اندرونی و شخصی تجارت ہی میں ہوا ہے۔
اکثر ممالک نے انٹرنیشنل یعنی ایسے بیچ بیوپار میں جو ایک ملک دوسرے ملکوں سے کرے اوسکے دائرہ کو زیادہ وسیع
نہیں کیا۔ برعکس اسکے ترکی میں انٹرنیشنل تجارت کو تو ابتدا سے ہی پوری آزادی حاصل تھی۔ مگر تقریبًا کل اشیا و اجناس
کی خورده فروشی کے لئے جا بجا مقامی نرخ سرکاری طور پر مقرر ہوتے تھے۔ کوپرلی نے اسی کی اصلاح کی۔ جدید پولیٹکل
اکونومی (سیاست مدن) کا بڑا اصول ہے کہ چند بہت ہی شاذ و نادر اور کمال مخصوص مستثنیات کے سوا وہ تجارت جو
ایک شخص دوسرے سے کرے سرکاری مداخلت سے آزاد رہنی چاہئے۔ یہی اصول کوپرلی نے پیش نظر رکھا۔ چنانچہ
جب ایک دفعہ اوس سے ایک شہر نے خرید و فروخت کی متعلق قواعد منضبط کئے جانیکے لئے اوس پر بڑے اصرار
سے تقاضا کیا تو اوس نے جواب دیا۔ "قرآن شریف اس بارہ میں کہ [illegible]
یعنی بایع و مشتری کے اپنی ہی منشا و مرضی پر چھوڑ دینا [illegible] اس استثنا سے ترکی گورنمنٹ کے تہ دل سے شکر گذار ہونگے
بعض چند اجناس کا نرخ سرکاری طور پر مقرر [illegible] احتیاج انسانی کے نرخ اور فروخت کو بھی تاجروں کے رحم پر چھوڑ دیا ہے اونکا
سے دولتیں چھینیں [illegible] اور انہیں [illegible] ہوں اپنی رعایا کی بربادی اور اوس کے لازمی ضمیمہ بدامنی و تباہی سے اپنی ناعاقبت
پسند نہیں کریگا۔ اور بنی نوع انسانی [illegible] منزل ہی ہے۔ کوپرلی کی اس آزادانہ وسیع خیالی اور عقلمندانہ پالیسی نے ممالک
جن ممالک کی گورنمنٹوں نے عیسائیوں اور یہودیوں کو زیادہ فایدہ پہنچایا۔ اور پہونچ رہا ہے۔ کیونکہ ملک کی تقریبًا کل اندرونی
ان انسانی درندوں سے [illegible] زیادہ تر انہی دونوں مذاہب کے معتقدین کے ہاتھ میں ہے۔ مگر اوس سے کوپرلی پر کوئی الزام عائد نہیں
اندیشی اور بیوقوفی کی [illegible] اگر اس شریف پیشہ سے معاش پیدا کرنیکو اپنی شان سے بعید سمجھکر یا کسی اور اسی طرح کے بیہودہ باعث سے
مسلمانوں کی [illegible] اس اصول سے مستفید نہ ہوئے اور نہ ہوں تو اونکی اپنی کوتاہی ہے۔
[illegible] تجارت [illegible] صاحب لکھتے ہیں کہ ترکی مورخین مصطفی کو کوپرلی فاضل لکھتے ہیں۔ مگر یہ درست نہیں۔ قوم نے فاضل کا خطاب
ہو سکتا [illegible] جس کے بڑے بھائی احمد کو دیا تھا۔ گو کئی باتوں بالخصوص دینداری اور اتقا میں مصطفی اوس پر بدرجہا فضیلت
[illegible] رکھتا تھا۔ ترکی مورخین کا بیان ہے کہ اوس سے کبھی کوئی جرم سرزد نہ ہوا۔ اور نہ کبھی ایک ہی بیفائدہ لفظ اوس کے
منہ سے نکلا۔ اوسکی بے حد سکوت اور خاموشی پسندی کا ایک واقعہ عام مشہور ہے۔ وزارت کے دوران میں ایک مرتبہ بغیر
علما جو پہلے قاضی عسکر رہ چکے تھے۔ اوس سے بھی ملاقات کرنے آئے۔ اور کچھ عرصہ بیٹھے رہے لیکن نہ

ہوا جس کر لیا ۱۶۹۰ء
ہو جس ع
۱۷۰۲ء [illegible]

نے اون کو ایک لفظ نہ کہا۔ اور آخر وہ یونہی اُٹھ کر چلے گئے۔ یہہ کیفیت دیکھہ کر اوس کے ڈپٹی سیکریٹری بنگاہی آفندی نے عرض کیا "حضور سے آقا۔ آپ اون سے کچھ تو بات چیت کرتے"۔ کوپرلی نے جواب دیا۔ "میں منافق نہیں ہوں"۔ اوسکی سادگی ریاضت اور جفا کشی کا یہہ عالم تہا کہ محاربوں میں وہ عموماً عام سپاہیوں کی طرح پیدل سفر طے کرتا۔ فوجی باجے کو ناپسند کرتا تہا اور شام سے پہلے بہت کم کوچ شروع کرتا۔ شاہی دربار ہو یا فوجی کیمپ۔ دوسرے افسروں اور عہدہ داروں کی زرق برق کی پوشاکوں کے جمگھٹے میں وزیر اعظم اپنے لباس کی سادگی سے ہر وقت پہچانا جاسکتا تہا۔ علم کا سچا شیدائی تہا۔ اور مطالعہ سے کبھی نہ اکتاتا تہا۔ میدان کارزار میں ہو تو خیمہ میں اور قسطنطنیہ میں ہو تو اپنے محل میں کتاب ہر وقت اوسکے ہاتھ میں رہتی تہی۔

ترکی مورخوں نے اوس کے جو اوصاف قلمبند کئے ہیں اون میں سے یہہ ابہی چند ایک ہیں۔ اوس کے تدبر کے عیسائی مسلمان کل مورخ مداح اور معترف ہیں۔ حالانکہ اوسے اپنی منتظمانہ لیاقت کے اظہار کے لئے بہت ہی مختصر سا زمانہ نصیب ہوا۔ وزیر ہونے سے دو برس کے اندر ہی وہ میدان جنگ میں شہید ہو گیا تہا۔ اوسکے معاصرین نے احمد کی طرح اوسکی نسبت بہی یہہ رائے قائم کی کہ وہ سپہ سالاری کی بجائے ایوان شوریٰ کے زیادہ مناسب تہا۔ لیکن مصطفیٰ کوپرلی کا جنگی زمانہ اوسکی شجاعت اور قابلیتوں کی پوری پوری تصدیق کرتا ہے یہہ درست ہے کہ اوسے آخر کار شکست اٹھانی پڑی۔ مگر اون فتوحات سے جو اوسے اوّل اوّل حاصل ہوئیں سلطنت عثمانیہ کو دشمنوں کے نرغہ سے ایسی مہلت اور فرصت مل گئی تہی کہ اوس کی اہمیت اور قدر و منزلت کا کچھ اندازہ نہیں ہو سکتا۔

کامیاب محاربہ

جب اوسے وزیر بنایا گیا تہا اُن دنوں قیصر آسٹریا کی حملہ آور افواج میں سے ایک لشکر شمالی مقدونیہ کے قصبہ اسکوب تک بڑہہ آیا ہوا تہا۔ سرویہ البانوی اور اونکا بطریق اوسکے ساتہہ شامل ہو گئے تہے۔ اور علاقہ مذکور کے ایک سردار سمی کارپوس نے قیصر مذکور سے سند سیاست قبول کرکے کرال کا یعنی شاہی خطاب اختیار کر لیا تہا اور قصبہ اگری پلنکہ کو خوب محفوظ کرکے اپنا صدر مقام بنا لیا تہا۔ اس علاقہ سے جو یورپین ٹرکی سے وہی تعلق رکہتا تہا جو قلب کو باقی جسم سے ہے۔ دشمن کو نکال دینا نہایت ضروری تہا۔ کوپرلی نے ایڈریانوپل میں جنگی کونسل کا اجلاس کیا۔ اوس میں سلیم غوری خان کریمیا اور تکلی (؟) ہنگرین جو سفر میں سرا بہی حاضر تہے۔ خواجہ خالد پاشا سرعسکر رومیلیا کو جو اوسکوب کا رہنے والا تہا جس قدر باقاعدہ ترکی فوج جمع ہو سکی دیکر مقام مذکور کی طرف روانہ کیا گیا۔ اور خان کریمیا کو بہی جو چرار تاتاری فوج لیکر آیا تہا اوس کے ساتہہ کر دیا گیا۔ ان کو جرمنوں ہنگرینوں اور البانویوں کے مجتمعہ متفقہ لشکروں پر جنہوں نے صلیبی مجاہدین کی طرح صلیب کا نشان اختیار کر لیا ہوا تہا یکے بعد دیگرے دو عظیم الشان فتحیں حاصل ہوئیں

تاتاریوں نے سٹرار کارپوس کو گرفتار کرکے اوسکوب کے پل پر پھانسی دیدیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ تمام مشہور قلعے اور مقامات جو حملہ آوروں اور اون کے باغی ہمراہیوں کے قبضہ میں چلے گئے تھے سلطانی افواج نے فتح کرلیے اور سلطنت کے اوس ضروری حصہ سے جہاں دشمنوں کا قیام سخت خطرناک اور مہلک تھا اعدا کو تقریبا بالکل خارج کردیا گیا۔ ان فتوحات سے دلیر ہوکر وزیر نے دوسرے محاربہ کی تیاریوں کو اور زیادہ سرگرمی سے مکمل کرنا شروع کردیا۔ ادہر لوئی چہاردہم شاہ فرانس نے جس نے قیصر جرمنی پر چڑہائی کردی ہوئی تھی ۱۶۸۹ء کے موسم سرما میں مارکوئس شاتونیف کو جو ایک ہوشیار مدبر تھا قسطنطنیہ بھیجدیا کہ وہ ترکوں کو آسٹریا کے ساتھ لڑائی جاری رکھنے کی صلاح دیتا رہے اور ساتھ ہی اوسے بشرط امکان پولینڈ اور ترکی میں صلح کرا دینے - باب عالی کو ولیم اورینج (ثالث)[1] کے شاہ انگلستان تسلیم کرنے سے باز رکھنے اور فلسطین کے رومن کیتھولک عیسائیوں کو مسیح کی قبر کا قبضہ دلانے کی کوشش کرنے کی جو کچھ عرصہ سے یونانی الطریق کی تحویل میں کردیگئی تھی ہدایت کیگئی تھی۔ یہ سفیر کوپرلی کے وزیر ہونے سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے آیا تھا۔ اوسے مندرجہ بالا مقاصد میں سے اول و آخر میں کامیابی ہوئی۔ آخری میں باب عالی کی رعایت سے اور اول میں اسلئے کہ نئے وزیر کا بھی خود بھی منشا تھا کہ آسٹریا کے ساتھ صلح نہ کیجائے۔ مگر ترکوں نے پولینڈ کے ساتھ جنگ ملتوی کرنے سے انکار کردیا اور تخت انگلستان اور شاہزادہ ولیم کے متعلق کوپرلی نے صاف جواب دیا کہ جس کو خود انگریزی قوم نے اپنا بادشاہ بنایا ہے اوسے ہم کیوں بادشاہ تسلیم نہ کریں۔ ہم ترکوں کو جو کئی دفعہ خود اپنے بادشاہوں کو معزول کرچکے ہیں یہ امر ہرگز زیبا نہیں کہ اگر کوئی دوسری قوم اسی استحقاق سے کام لیکر اپنے فرمانرواؤں کو بدل دے تو ہم اوس کے

---

[1] ولیم والی اورینج (فرانس کا شہر) چارلس اول شاہ انگلستان کی بیٹی میری اور ولیم والی اورینج کا بیٹا تھا۔ ۱۶۵۱ء میں بمقام ہاگ (ہالینڈ کا شہر) پیدا ہوا ۱۶۷۲ء میں ہالنڈ کی افواج کا سپہ سالار بنایا گیا۔ ۱۶۷۷ء میں اوس نے میری دختر جیمس ثانی شاہ انگلستان سے جو چارلس اول کا دوسرا بیٹا اور چارلس ثانی بڑے بھائی کے بعد ۱۶۸۵ء میں تخت نشین ہوا تھا شادی کی۔ انگلستان کے اکثر امرا نے جیمز ثانی سے جو رومن کیتھولک اور کینہ مزاج تھا برگشتہ خاطر ہوکر اوسکے داماد ولیم کو بلا بھیجا کہ آکر تخت انگلستان پر تصرف کرلے۔ ولیم معہ بیوی ۱۶۸۹ء میں ہالنڈ سے انگلستان داخل ہوا جیمس بے جنگ مقابلہ کرنے کے بغیر فرانس کو بھاگ گیا۔ اور ولیم اور اوسکی بیوی یعنی شاہ مفرور کی بیٹی نے تخت پر قبضہ کرلیا۔ اور اسی سال تاج پوشی کی رسم باضابطہ ادا کیگئی۔ شاہ فرانس نے ولیم کو بادشاہ تسلیم کرنے سے انکار کردیا مگر ۱۶۹۷ء کے معاہدہ ریسوک کے رو سے شاہ فرانس اور اوسکے رفقا نے اوسے بادشاہ انگلستان تسلیم کرلیا۔ اوسکی بیوی جو حسن صورت کے ساتھ ہی حسن سیرت سے بھی ممتاز تھی جب ۱۶۹۴ء میں فوت ہوگئی تو پارلیمنٹ نے اوسکی بادشاہی کو برقرار کیا۔ وہ ۱۷۰۲ء میں گھوڑے سے گرکر لاولد مرگیا۔ اور اوسکے بعد جیمز کی دوسری بیٹی این ملکہ انگلستان ہوئی جسکے عہد میں مارلبرا اعلیٰ درجہ کا سپہ سالار تھا۔

اس استحقاق کو تسلیم نہ کرکے اوس کے ساتھ تنازعہ کریں"۔

اگست سنہ ۱۶۹۰ء میں کوپرلی نے اون عثمانیہ افواج کی کمان جو بلگیریا اور شمالی البانیا سے اہالی آسٹریا کے مقابلہ کے لئے سرویا کی طرف تہیں اپنے ہاتھ میں رکھی۔ آسٹرین جنیل ہشتکن ڈورف جو صوفیا اور فلپا ڈنش) کے درمیان بمقام دراغومان خوب محفوظ موقع پر مقیم تھا۔ اوسے دونوں کی جانگداز معرکہ آرائی کے بعد شکست فاش دیکر بھگا دیا گیا۔ اوس کے بعد وزیر نے نسا کا محاصرہ کیا۔ اور وہاں کی آسٹرین فوج نے تین ہفتوں کے بعد ہتھیار ڈال دیئے۔ وزیر نے آسٹرین جنیلوں کو اس مقام کی مدد اور کمک کیلئے اپنی فوجوں کے بھیجنے سے روکنے کا پہلے سے انتظام کرلیا تھا۔ اونکی توجہ کو اس طرف سے ہٹانے کیلئے ہنگرین پناہ گزین تکلی کے ماتحت ایک ترکی لشکر اور والیشی کنٹنجنٹ ٹرنسلوینیا کو بھیجدیا گیا تھا۔ تکلی نے درہ کھر اس برگ کے راستہ صوبہ مذکور میں داخل ہوکر آسٹرین فوج کو مقام زرنشت کے قریب شکست فاش دیکر اوس کے سپہ سالار جنرل ہاسلر کو گرفتار کرلیا۔ اور پھر اپنے تئیں شاہ ٹرنسلوینیا اور سلطان کو وہاں کا شہنشاہ مشتہر کیا۔ نسا کے بعد وزیر اعظم نے سمندرا پر فوج کشی کی۔ جو چار دن کی جانثارانہ مدافعت کے بعد بلہ کرکے فتح کیا گیا۔ اور پھر ویدن بھی مفتوح ہوا۔ بعد ازاں بلغراد پر چڑھائی کی گئی۔ اور وہاں کا محاصرہ کرلیا گیا۔ بارہویں دن ترکی باتریوں سے ایک گولہ شہر کے بڑے میگزین کی چھت کو پھاڑ کر بارود میں جا پڑا جس سے کل میگزین یکبارگی اڑ گئے اور شہر آسانی ترکوں کے ہاتھ آگیا۔ اس فتح سے آسٹرین سرویا کے کل علاقہ سے خارج ہوگئے اور کوپرلی اس سرحدی شہر پر ایک مستحفظ متعین کرکے قسطنطنیہ کو واپس چلا گیا۔ جہاں اوسکی ویسی ہی عزت و قدر کیگئی جس کا کہ وہ مستحق تھا۔ اس قلیل المدت مگر شاندار محاربہ میں اوس نے حملہ آور کافروں کو دریائے مورادا اور دریائے نساوا کے کناروں سے دفع کیا اور ساوا کے کناروں پر ہٹاکر کئی وسیع اور زرخیز علاقوں پر پھر سلطانی تسلط قائم کردیا تھا۔ البتہ وینیشیوں کے مقابلہ عثمانیہ عساکر کو ایسی کامیابی نہ ہوئی۔ وینیشی فوج نے صوبہ ڈلمیشیا میں مقام والونا اور صوبہ موریا میں مقام نابلو ڈی مالوسیا فتح کرلیا لیکن میدان جنگ میں ترکوں نے اسکی کسر نکال لی۔ وینیشی فوج کو شکست فاش ملی اور اوس کے ۱۲ سو آدمی گرفتار کرلئے گئے جو بعد میں قتل کردیئے گئے۔ یہ لڑائی بھی سنہ ۱۶۹۰ء میں ہوئی تھی۔

سلیمان کی وفات - احمد ثانی کی تخت نشینی - اور کوپرلی کی شہادت

۱۰ مئی سنہ ۱۶۹۱ء کو سلطان سلیمان ثانی نے دوبارہ مقدس علم اپنے وزیر اعظم متقی مصطفی کے حوالہ کیا۔ لیکن محاربہ ابھی شروع نہیں ہوا تھا کہ سلیمان بمرض استسقا ۲۳ جون سنہ ۱۶۹۱ء مطابق ۲۶ رمضان سنہ ۱۱۰۲ ہجری تین سال نو مہینے حکومت کرکے دار جاودانی کو چلدیا اور اوسکی جگہ اوس کا چھوٹا بھائی احمد ثانی تخت نشین ہوا جسکی کمر سے دستور قدیم کے مطابق ۱۳ جولائی

کو شمشیر عثمانی باندہی گئی۔ سلیمان مرحوم کو باغوں اور مکانوں کی تعمیر کا بہت شوق تہا۔ اوسکی وفات کے بعد امراء نے حیاتی زادہ حکیم سلطانی کو مقید کردیا کہ اوسی نے آب نان بند کرکے سلطان کو جان سے ہلاک کیا ہے۔ نئے سلطان نے کوپرلی کو وزارت پر بحال رکہا۔ جو بلغراد جاکر فوج جمع کرنے اور دریا ساو پر پل بنانے میں مصروف ہوگیا۔ ان کاموں سے فارغ ہوکر وہ دریائے ڈینوب کے دائیں کنارہ کے برابر برابر اہالی آسٹریا کے مقابلہ کے لئے شمال کو روانہ ہوگیا۔ اُدہر سے آسٹرین بہی بیڈن کے شاہزادہ لوئیس کے زیر کمان پیٹرواردن سے جنوب کو چل پڑے۔ اور ۱۹ اگست کو دونوں لشکر بمقام سالان کیمان ایک دوسرے سے بالمقابل ہوگئے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کے بیڑوں میں بہی جو اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ ساتھ دریا میں بڑہتے رہے تہے اوسی وقت مقابلہ ہوگیا۔ ترکی بیڑہ کو کامل فتح نصیب ہوئی۔ مگر خشکی پر یہ دن خاندان کوپرلی اور نیز آل عثمان کے لئے نہایت نامبارک ثابت ہوا۔ تمام آزمودہ کار فوجی پاشاؤں کی صلاح تہی کہ ترکی لشکر مورچوں کے پیچہے رہ کر آسٹرین فوج کے حملہ کا انتظار کرے۔ وزیر نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔ عمر رسیدہ خواجہ خالد نے وزیر کو اوسکی تیزی اور شتابکاری پر طعن کیا تو وزیر نے جواب دیا "میں تجہے نمائش کیلئے نہیں بلکہ اسلئے ساتھ لایا تہا کہ تو اپنے تئیں مرد ثابت کریگا" کہن سال خالد نے پیشانی پر اپنی سفید داڑہی کو ہاتہ لگاکر کہا "میری عمر تو اب کوئی زیادہ نہیں ہوسکتی۔ اسلئے مجہے اسبات کی کوئی پرواہ نہیں کہ آج مرونگا یا کل۔ مگر کاشکے میں ایسا نظارہ اپنی آنکہوں سے نہ دیکہتا جس میں سلطنت کو بدنامی۔ اور مصیبت کے سوا اور کچہہ حاصل نہیں ہوسکتا" کوپرلی نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور غصہ میں آکر توپخانہ کو آگے بڑہانے کا حکم دینے کے بعد سپاہیوں کو لڑائی کے لئے خود صف آرا کیا۔ اور کمان کش پاشا نے چہہ ہزار کردی اور ترکمان بقاعدہ سواروں کو ہمرکاب لیکر عیسائیوں کے مورچوں پر حملہ کرنے سے لڑائی کا آغاز کردیا چلتے وقت کمان کش نے اپنے سواروں کو للکار کر کہا "شاباش میرے بہادرو۔ حوران جنت تمہارے انتظار میں ہیں" سوار اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے ہوئے بازوں کی طرح دشمن کی طرف جہپٹ پڑے۔ مگر عیسائیوں نے ثابت قدمی سے ایسی پے درپے باڑہیں چلائیں کہ اونکی صفوں میں کئی رخنے ہوگئے اور آخر اون کو واپس ہٹ آنا پڑا۔ سواروں نے پہر دوبارہ حملہ کیا۔ لیکن اس دفعہ بہی اونکی صفیں پراگندہ ہوگئیں کچہہ دشمن کی گولیوں کا شکار ہوگئے اور باقیماندہ بہاگ گئے۔ اب آسٹرین نے اوس طرف کو جہاں مسلمانوں کے لشکر میں مقدس علم لہرا رہا تہا بڑہنا شروع کیا۔ ادہر سے اسمعیل پاشا گورنر قرامانیہ ایشیائی افواج کو لیکر اونکے مقابلہ کے لئے آگے بڑہا۔ شاہزادہ لوئیس نے اپنے میمنہ کی حفاظت کیلئے درخت گراکر اونکی باڑ کردی ہوئی تہی۔ اسمعیل کے رسالے اس باڑ میں پہنس گئے۔ اور اسپر عیسائیوں کی متواتر باڑہوں نے سونے پر سہاگہ کا کام دیدیا۔ ایشیائی سواروں کے قدم ڈگمگا گئے اور وہ پسپا کر دیئے گئے۔ عیسائیوں کی قادراندازی ہر دونکی

چیدہ فوج میں بھی جو اوس کے گرد جمع تھی بہت نقصان ہوا تھا۔ یہہ کیفیت دیکھہ کر کوبرلی نے اپنے گارڈز (محافظہ باڈی کی فوج) کے افسروں سے دریافت کیا۔ "اب کیا کیا جائے؟" اونہوں نے جواب دیا "ہم دشمن سے گتھہ کر تلوار سے لڑائی کریں"۔ وزیر جو اوسوقت سیاہ پوشاک پہنے ہوئے تھا۔ اللہ کا نام لیکر شمشیر بدست دشمن کی طرف اٹھہ دوڑا۔ گارڈز بھی اوس کے ساتھہ آگے کو جھپٹ پڑے۔ اور سخت خونخوار اور جانگداز معرکہ آرائی شروع ہو گئی۔ مگر مسلمانوں کی بدقسمتی سے کوبرلی کو جبکہ وہ شیر نر کی طرح آسٹرین صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا جا رہا تھا۔ گولی آ لگی اور وہ شہید ہو کر فرش خاک پر لیٹ گیا۔ اوس کے گارڈز اپنے افسر کو گرا دیکھہ کر بے اوسان ہو گئے۔ اور شہادت کی خبر پھیلتے ہی کل عثمانیہ لشکر میں سراسیمگی اور پریشانی چھا گئی۔ مسلمان ابھی تو شیروں کی طرح کفار کی صفوں میں گھستے چلے جا رہے تھے کہ دفعتہً بے سر ہو جانے سے اسلامی لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے۔ عیسائیوں کو کامل فتح نصیب ہو گئی۔ اور کل ترکی کیمپ مع ایک سو پچاس توپوں کے فاتحوں کے ہاتھہ لگا۔ لیکن عیسائیوں کو یہہ فتح بہت گراں قیمت پر ملی۔ گو ترکوں کے ۲۰ ہزار شہید و فوت ہوئے۔ مگر فاتحین کے افسر اور سپاہی بھی اس تعداد سے کم ہلاک ہوئے تھے۔

اس شکست سے عثمانی ہنگریا سے بہر خارج کر دئیے گئے ٹوکلی کا ٹرانسلوانیا میں بھی انجام ہوا اور آسٹرین افواج نے اوس کو صوبہ مذکور سے باہر نکال دیا۔ سلیمان احمد نے تقریباً چار برس حکومت کی جس کے بدقسمت عہد میں ہزیمت و شکست کے سیلاب میں کوئی کمی نہ آئی۔ بلکہ کفار کی فتوحات کے ساتھہ ہی سلطنت آفات ارضی و سماوی اور اندرونی فتنہ و فساد کا آماجگاہ رہی۔

کوبرلی کے بعد علی پاشا وزیر اعظم بنایا گیا۔ اوس نے متواتر شکستوں سے تنگ آ کر شاہ فرانس کے اشارہ کے برخلاف انگلستان اور ہالنڈ کے سفراء کی اس درخواست کو کہ وہ فریقین میں صلح کرا دینے میں منظور کر لیا۔ ناظرین کو یہہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ کوبرلی نے شاہ ولیم کے متعلق لوئی چہاردہم کی درخواست کو مسترد کر کے آسٹریا کے متعلق اوسکے مشورہ کو قبول کر لیا تھا۔ مگر علی پاشا پر دربار انگلستان کا بہت رسوخ حاصل ہو گیا تھا۔ اور شاہ ولیم نہیں چاہتا تھا کہ اوس کے دشمن شاہ فرانس کو اوس کے معاون قیصر آسٹریا و جرمنی کے برخلاف ترکوں پر رسوخ حاصل ہو۔ لیکن آسٹریا نے ایسی سخت شرائط پیش کیں کہ باوجودیکہ اوس نے جنگ سالان کیمان کے بعد قصبہ واڈن کلان کو بھی فتح کر لیا تھا ترکوں نے ایسی ذلیل شرائط پر صلح کی گفتگو کرنی بھی منظور نہ کیا۔ تھوڑی مدت کے بعد علی پاشا جسکی بدمزاجی کی وجہ سے لوگ اوس سے متنفر ہو گئے تھے معزول ہو کر جزیرہ قبرس میں بھیجا گیا اور اوسکی جگہ حاجی علی پاشا والی حلب وزیر مقرر ہوا۔ اس اثنا میں موریا ڈلمیشیا اور ہنگری میں خفیف سی معرکہ آرائیاں ہوتی رہیں۔ اور تاتاریوں نے بھی پولنڈ پر چند مرتبہ یورشیں کیں۔ اسی دوران ایلہ

عظیم سے شہر کا حصہ کثیر منہدم ہو گیا۔ اور چند ماہ بعد ستمبر ۱۶۹۳ء (مطابق ۱۱۰۴ ہجری) میں قسطنطنیہ کا چوتھا حصہ آگ کی نذر ہو گیا۔ حاجی علی موقوف کیا گیا اور مصطفیٰ نام ایک اور شخص وزارت پر مقرر کیا گیا۔ قیصر نے ان اندرونی مصائب سے فائدہ اٹھا کر بلغراد پر بھی اپنی فوج بھیجدی جس نے اوس کا محاصرہ کر لیا۔ مگر دیوان نے غیر معمولی مستعدی سے کام لیکر ۵ ذیقعدہ ۱۱۰۴ ہجری کو وافر سامان رسد و دیگر جرار فوج قسطنطنیہ سے بلغراد کی کمک کو روانہ کر دی۔ جس کے قریب پہونچنے پر عیسائیوں نے محاصرہ اٹھا لیا اور محصورین کو کافی کمک پہونچ گئی بعد ازاں ترکی فوج نے پیشقدمی کر کے پیٹروارڈن کا محاصرہ کیا مگر ناکام واپس ہٹ آئی۔ پولنڈ اور ڈلمیشیا میں بھی ترکی عساکر کو مزید زکیں اٹھانی پڑیں ۱۶۹۴ء میں اہالی وینس نے بحیرہ مجمع الجزائر کے مشہور جزیرہ کیوس (ساقز) کو فتح کر لیا۔ اور محرم ۱۱۰۵ھ میں قسطنطنیہ کا کچھ حصہ پھر آتشزدگی سے خاک سیاہ ہو گیا۔ سلطان ان مسلسل تباہیوں اور مصیبتوں کے ہجوم کا زیادہ مقابلہ نہ کر سکا۔ بیمار وہ پہلے سے ہی تھا۔ مایوسی اور شکستہ دلی نے رشتہ حیات کو اور چھوٹا کر دیا اور وہ ۶ فروری ۱۶۹۵ء (مطابق یکم جمادی الاول ۱۱۰۶ھ) کو مرض استسقا اس دار فانی سے رحلت کر گیا۔ یہہ بادشاہ فاضل و خوشنویس اور تیر و شکار اور موسیقی سے بہت اُنس رکھتا تھا۔

قسطنطنیہ کی دوسری آتشزدگی کے بعد مصطفیٰ کی جگہ احمد پاشا وزیر بنایا گیا تھا۔ اس نیک بخت کو اون مشکلات عدیدہ کے نازک زمانہ میں صرف یہہ اصلاح نہایت ضروری معلوم ہوئی کہ مسلم و کافر میں تمیز رکھنے کے لئے نمایاں نشان مقرر کئے جائیں چنانچہ اوس نے قطعی ممانعت کر دی کہ کوئی نصرانی رنگین لباس۔ زرد پاپوش اور سمور کی ٹوپی نہ پہنے نہ گھوڑے پر سواری کرے۔ عیسائی سیاہ پوشاک پہنیں اور گدھے کی سواری کریں۔ ملک کی خوش قسمتی سے یہہ مدبر و فرزانہ دستور اعظم چند دنوں کے بعد ہی معزول کر دیئے گئے اور علی پاشا والی طرابلس و شام وزارت کی خدمت پر مامور ہوا۔

مصطفیٰ ثانی کی تخت نشینی اور اوس کا خود سپہ سالار بننا

احمد ثانی کے بعد معزول سلطان محمد چہارم کا فرزند مصطفیٰ تخت نشین ہوا۔ اور اوس نے ثابت کر دیا کہ وہ اس قابل تھا کہ اس تباہی و نکبت کے زمانہ کی بجائے کسی بہلے دنوں میں جہانبانی کرتا۔ تخت نشینی سے تیسرے دن بعد اوس نے خط شریف (فرمان سلطانی) صادر کیا اور اس میں تمام تباہیوں اور مصیبتوں کا الزام چند گذشتہ سلاطین کی دنو ہمتی پر لگا کر دستور قدیمہ کو از سر نو جاری کرنے اور فوج کی خود سپہ سالاری کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔

بقول جرمن مورخ ہال ہمر یہہ فرمان بیشک اسی قابل ہے کہ اوسکو بجنسہ درج کیا جائے۔ وہ حسب ذیل ہے:۔

خداوند کریم نے جو کل برکتوں اور بھلائیوں کا تقسیم کنندہ ہے مجھہ گنہگار کو کل عالم کی خلافت عطا فرمائی ہے جو

بادشاہ ہند بہ نفس عیش پرست اور کاہل کے غلام ہوتے ہیں۔ خدا کی مخلوقات کو اون کے ماتحت کبھی امن و آرام نصیب نہیں ہوتا۔ آج کے دن سے عیاشی، فضول سیر و تفریح اور بیکاری کو اس دربار سے خارج کر دیا گیا ہے۔ اون بادشاہوں نے جو ہمارے نامور باپ محمدؐ کے بعد حکمران رہے ہیں تن پرستی اور عیش و آرام کے سوا اور کسی کام سے سروکار نہ رکھا جس سے فائدہ اُٹھا کر ناپاک کفار نے بلاد اسلام کی چاروں سرحدوں پر فوج کشی کر دی اُنہوں نے ہمارے صوبے فتح کر لئے ہیں۔ پیروان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مال و اسباب کو لوٹ کھسوٹ لیا ہے۔ اور مومنوں اور اونکی بیویوں اور معصوم بچوں کو غلام و اسیر بنا لیا ہے۔ یہ کل باتیں جیسی کہ مجھے معلوم ہیں ویسے ہی تم سب کو اون کا علم ہے۔ پس میں نے بعون الملک الوہاب ان فرنج کے کندوں کفار ملاعین سے پورا بدلہ لینے کا عزم بالجزم کر لیا ہے۔ اور میں بذات خود اب اون کے ساتھ جہاد شروع کرونگا۔ ہمارا جد نامدار سلطان سلیمان (انار اللہ برہانہ و مرقدہ) اپنے ۴۴ سالہ عہد حکومت میں نہ فقط اپنے وزیروں کو ہی ناپاک عیسائیوں کے مقابلہ پر بھیجتا رہتا تھا۔ بلکہ خود بھی لشکر مجاہدین کی سپہ سالاری کیا کرتا تھا۔ اور اس طرح کفار سے وہ بدلہ لیا کرتا تھا جس کا خداوند کریم حکم کرتا ہے۔ اسی طرح میں نے بھی بہ نفس نفیس جنگ کرنیکا عزم کر لیا ہے۔ بنا بریں اے میرے وزیر اعظم۔ دیگر وزیرو۔ عالمو۔ اور میری فوج کے آغاؤ اور افسرو تم سب میرے سامنے جمع ہو کر میرے اس فرمان سلطانی پر غور و فکر کرو۔ اور صلاح و مشورہ کر کے مجھے اطلاع دو کہ آیا میں بذات خود قیصر آسٹریا سے محاربہ شروع کروں یا آپ اڈریانوپل میں ہی مقیم رہوں۔ ان دونوں باتوں میں سے اوسے اختیار کرو جو مذہب ملت۔ دولت و سلطنت اور عباد اللہ کے واسطے مفید تر ہوں۔ اور اپنا جواب جو سب آمیزشوں سے پاک اور بالکل سچا ہو پایہ عرش خلافت کے سامنے پیش کرو۔ والسلام"

دیوان نے اس فرمان پر تین دن تک خوض و فکر کیا۔ اکثر کی رائے تھی کہ سلطان کا فوج کے ساتھ جانا مناسب نہیں بعض کو یہ وہم ہو رہا تھا کہ بادشاہ نے صرف مشیروں کا عندیہ معلوم کرنے کے لئے یہ فرمان صادر کیا ہے۔ آخر سب نے باتفاق رائے یہ فیصلہ کیا کہ فوج کی سپہ سالاری لینے کے لئے سلطان کے جانے سے بھی نہیں کہ اوس واجب الاحترام وجود کو سخت تکلیف و جوکھم میں پڑنا پڑیگا۔ بلکہ اس سے خرچ بھی بے اندازہ بڑھ جائیگا۔ چنانچہ اسی فیصلہ کے مطابق دیوان نے سلطان کی خدمت میں عرض کر بھیجا کہ حضور ممدوح کو ذات شوکت سمات سلطانی کو محاربہ کے خطرات میں ڈالنا واجب نہیں۔ لڑائی کا اہتمام وزیر اعظم پر چھوڑ دیا جائے شیر دل مصطفیٰ نے اس بزدلانہ عرضداشت کا یہ مختصر جواب تحریر کیا "میں ضرور جاؤنگا" اس پر محاربہ کی تیاریوں کو سرعت تکمیل کرنے کے لئے کمال سرگرمی سے تدابیر لازمہ کو عمل میں لایا گیا۔ اور شروع شروع میں فتوحات سلطان کو اپنی بہادری کے صلہ میں پوری کامیابی نصیب ہوئی ۱۷۹۵ء کے موسم گرما میں وہ بلغراد سے

ٹمنیسو گیا۔ اور قران سبیس۔ لتپا اور لرگاس کے مشہور مضبوط قلعے اعداء سے پہر فتح کر لئے۔ ۲۲ ستمبر کو اوسکا آسٹرین فوج سے لوگاس کے قریب مقابلہ ہوا۔ سلطان کو کامل فتح ہوئی۔ اور آسٹرین سپہ سالار اسمی ڈیبی رانی اور اوسکی نصف فوج میدان جنگ پر کھیت رہی۔ مسٹر سٹرینڈ لکہتا ہے۔ کہ جنرل ڈیبی رانی زخمی ہوکر پکڑا جانیکے بعد قتل کیا گیا تہا۔ اس لڑائی میں ایک طرف سے ترکوں نے اور دوسری طرف تاتاریوں نے حملہ آور ہوکر عیسائیوں کو آتشباری کی دوہری بوچہار میں گہیر لیا تہا۔ جو اس دو طرفہ حملہ کی زیادہ تاب مقاومت نہ لا سکے اور جلد میدان سے بہاگ کہڑے ہوئے۔ اس فتح سے فارغ ہوکر تاتاریوں نے پولنڈ پر حملہ کیا۔ اور لمبرگ تک ملک کو تاخت و تاراج کرتے چلے گئے۔ اسی سال تیس ہزار فوج کٹاکر زار پیٹر اول کو آزاف کے محاصرہ سے دست بردار ہونا پڑا۔ اسکا مفصل ذکر آگے آئیگا۔ سنہ مذکور یعنی سال عثمانیوں کے لئے نہایت مبارک ثابت ہوا۔ ترکی عمرا امیر البحر میزو مورتو (حسین پاشا) نے جزیرہ ساقز اہالی وینس سے پہر واپس لے لیا اور دو دفعہ اون کے بیڑہ کو سخت شکست دی۔

مصطفیٰ کی ہمت

ان فتوحات سے مسلمانوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔ موسم سرما میں مصطفیٰ اور اوس کے مشیر شہر ادرنہ میں مقیم رہ کر سلطنت کی مالی حالت درست کرنے اور فوج کی تعداد بڑہانے اور اوس کے نظام و تربیت کو سنوارنے کے لئے لگاتار سعی بلیغ کرتے رہے۔ تمباکو حبشی غلاموں اور دیگر اسباب تکلف سامان تعیش پر بہاری محصول لگائے گئے۔ اور رعایا نے بہی خود بہی فوج کے اخراجات کے لئے معقول قرضے سے مدد کی۔ اکثر امراء نے سلطان کی نیک مثال سے متاثر ہوکر اپنے خرچ سے پلٹنیں تیار کیں اور خود اون کے کمانڈر بن کر سلطانی فوج میں آملے۔ سلطان نے قسطنطنیہ اور ایڈریانوپل کے شاہی محلات کے باغبانوں (بوستان جیوں) کے جم غفیر سے تین ہزار پیدل فوج کا لشکر تیار کیا تہا۔ اون کے لئے ایک علیحدہ وردی تجویز کی گئی۔ اور فوجی مشق و قواعد میں خوب طاق کرکے اون کی تین جمعیتیں بنائی گئیں۔ ان تیاریوں سے فارغ ہوکر سلطان نے جرار اور خوب قواعد دان فوج لیکر ۱۶۹۶ء میں پہر جنگ شروع کر دیا۔ ڈیوک آف سیکس کے زیر کمان آسٹرین فوج کو ٹمنیسو کے قریب بمقام اولاش شکست فاحش دے کر ٹمنیسو کو محاصرہ سے مخلصی دلوائی گئی۔ ڈلمیشیا میں اہالی وینس کی پیشقدمی روک دی گئی۔ اور پولنڈ کو جو اس سال جان سوبی اسکی کے مر جانے سے بے سر ہوگیا تہا۔ تاتاریوں نے پہر سیر ہوکر تاخت و تاراج کیا۔ ان فتوحات کی خوشی میں آزاف کے نکلجانے کا جس کو اسی سال پیٹر نے دوبارہ دو مہینے محاصرہ کرکے فتح کر لیا تہا کسی کو چنداں افسوس ہوا۔ مصطفیٰ ہنگری کے اون قلعوں میں جو ابہی تک ترکوں کے قبضہ میں تہے۔ فوج کی کافی جمعیتیں چہوڑ کر اپنی فتوحات اور کامیابیوں پر نازاں ایڈریانوپل واپس آگیا۔ اوس کا یہ فخر و ناز بیجا نہ تہا۔ لیکن سلطان سلیمان

اعظم جس کو اوس نے اپنا نمونہ بنایا تہا۔ غالبًا ایسے موقع پر جب تک شکستہ دل اور خوف زدہ دشمن کو خوب پامال نہ کر لیتا کبہی واپس جانے کا نام نہ لیتا۔ بہر حال ترکوں کے دل پہر مضبوط اور اونکی امیدیں دوبارہ تازہ ہونی شروع ہو گئی تہیں۔ لیکن عیسائیوں کی خوش قسمتی سے قیصر نے سنہ ۱۶۹۷ء میں شاہزادہ یوجین[1] کو آسٹرین افواج مقیمہ ہنگری کا سپہ سالار مقرر کر دیا۔ اور اوس کے سامنے ہلالی علم جلد سرنگون ہو گیا۔ سلطان مصطفیٰ اس نامرادی محاربہ کے لئے صوفیا میں عساکر عثمانیہ جمع کر کے بلغراد گیا۔ اور وہاں قیام کر کے متواتر جنگی کونسل کے اجلاس کئے۔ دریں ولا چند چہوٹے چہوٹے معرکوں میں ترک چیرہ دست رہے تمیسوکی ترکی فوج کو بلغراد سے کمک بہیجدی گئی۔ اور دریائے ڈنیوب کے کنارہ پر کئی قلعے فتح کر لئے گئے۔ مگر وہ امر جو فتح و ظفر کا اصل سرمایہ ہوتا ہے مفقود تہا۔ ترکی افسروں میں باہمی نا اتفاقی تہی۔ اور خود سلطان بہی کوئی پختہ رائے قایم نہیں کر سکا تہا کہ لڑائی کا کیا نقشہ باندھا جائے۔ وزیر اعظم الماس (جسے کبہی الماس محمد لکہا ہے) سے دوسرے پاشا ناراض تہے۔ اور انہوں نے متفق ہو کر اوسکی تجاویز کی مخالفت اور اوسکی تدابیر کو بیکار کرنے کی ٹہان لی تہی۔ اودہر خود وزیر بہی ایک خواب کی وجہ سے پژمردہ دل ہو رہا تہا۔ جسے سنا کر اوس نے اپنے رفقا کو بہی بے دل

[1] پورا نام فرینکواس یوجین۔ شاہزادہ سوائے[2]۔ وہ فرینچ وزیر مازارین کی ایک بہانجی اور کونٹ سواسونز کا بیٹا تہا۔ لوئی چہاردہم نے جب اوسکی ماں کو الزام سے جلاوطن کر دیا اور اوس کے خاندان کو اور بہی تکلیفیں پہونچائیں۔ تو وہ شاہ فرانس کے رقیب قیصر آسٹریا و جرمنی کے پاس وینا چلا گیا۔ اور آسٹرین فوج میں داخل ہو کر آسٹریا کے مخالفین یعنی فرانس کو ہمیشہ لوہے کے چنے چباتا رہا۔ ترکوں کو اس کے ہاتہوں جو ہزیمتیں اوٹہانی پڑیں اون کا مفصل ذکر اس کتاب میں درج ہے۔ سنہ ۱۷۰۱ء میں چارلس ثانی شاہ ہسپانیہ کے لاولد مر جانے پر آسٹریا اور فرانس میں جو جنگ ہوا۔ اوس میں انگلستان بہی آسٹریا کے ساتہ شریک ہو گیا تہا۔ محاربہ مذکور میں انگلستان کے مشہور جنرل ڈیوک آف مارلبرہ کے ساتہ ملکر یوجین نے فرانس کو متواتر شکستیں دیں۔ لیکن سنہ ۱۷۱۳ء میں انگلستان نے جب طویل محاربے سے تنگ آکر حسب معمول اپنے رفیق کا ساتہ چہوڑ دیا۔ اور فرانس سے بمقام یوٹرکٹ معاہدہ کر کے صلح کر لی تو یوجین کی فتوحات کا سلسلہ رک گیا۔ اور آسٹریا نے بہی سنہ ۱۷۱۴ء میں بمقام راسٹاٹ فرانس سے صلح کر لی۔ سنہ ۱۷۱۸ء میں عام صلح ہو جانے پر امن کے چند برس اوس نے علم و فن کی ترقی و اشاعت پر صرف کئے۔ نپولین اوسکو فریڈرک اعظم اور تورین ایسے نامور سپہ سالاروں کا ہم پلہ سمجہتا ہے۔ اوس کے مرنے کے بعد آسٹریا کو جب ٹکیں پہونچنی شروع ہوئیں تو چارلس ششم قیصر آسٹریا اکثر رنج واندوہ سے پکار اوٹہتا۔ افسوس سلطنت کی خوش قسمتی یوجین کے ساتہ چلدی۔ وہ سنہ ۱۶۶۳ء میں بمقام پیرس پیدا اور سنہ ۱۷۳۶ء میں بمقام وینا فوت ہوا۔ اوسکا قد درمیانہ مگر جسم خوب گٹہا ہوا اور نہایت تنومند تہا۔ اور ان تمام خرابیوں سے جن سے اکثر بڑے آدمی ملوث ہوتے ہیں بچا ہوا تہا۔ مولف۔

[2] سیوائے فرانس کے جنوب مشرقی حصہ میں اوس کے ایک صوبہ کا نام ہے جو اٹلی کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ مولف

مزاج ہونے میں اوس سے کچھ کم نہ تھے بیدل بنا دیا۔ خواب یہہ تھا کہ مرحوم وزیر مصطفیٰ کوبرلی زادہ شہید سالان کیہان اوس کے خیمہ میں داخل ہوا۔ اور اوس کو پہلے خود چکھہ کر شربت کا پیالہ دیا۔ وزیر نے خواب کا ذکر کرتے وقت اوسکی تعبیر بہی ساتہہ ہی کر دی کہ یہہ جام شہادت تہا جو اس محاربہ میں مجھے بہی نصیب ہوگا۔" وہ فوج کو ڈینوب کے دائیں کنارہ پہ رکہہ کر دریا ساوا کو عبور کر کے پیٹر وارڈن کے مشہور قلعہ کو فتح کرنیکی کوشش کرنا چاہتا تہا۔ دوسرے افسروں نے تجویز پیش کی کہ دریا ڈینوب اور تہیس کو عبور کر کے یوجین کی فوج پہ جو دریا بیگا کے کنارہ خیمہ زن تہی اچانک جا پڑنے کی کوشش کیجائے طویل طویل مباحثہ کے بعد جس میں فریقین بہت کچھ گرم ہو گئے تہے۔ آخری تجویز کو اختیار کیا گیا۔ فوج دونوں دریاؤں کو عبور کر گئی۔ لیکن معلوم ہو گیا کہ یہ کام آتش یوجین کو غافل پاکر اوس پہ جا پڑنے کی امید رکہنا محض فضول ہے۔ اب دونوں فریق اس کوشش میں مشغول ہو گئے کہ جس طرح ہو دوسرے سے پہلے ہم قلعہ ٹیٹل پہونچیں یہہ قلعہ ڈینوب اور تہیس کے محل اتصال پہ واقع ہے۔ عثمانیہ فوج یوجین کے ایک دستہ کو مغلوب کر کے ٹیٹل پہلے پہونچ گئی اور اسکو تباہ و غارت کر دیا۔ وہاں جا کر پہر پیٹر وارڈن کو محاصرہ کرنیکی صلاح ہو گئی۔ اور فوج مقام والوو کی طرف چلدی۔ جہاں پہونچکر دریا کو عبور کر کے ڈینوب کے دائیں ساحل پہ پہونچ اور پیٹر وارڈن پہ حملہ کرنیکے لئے پل بنانے شروع کر دیئے گئے۔ کیونکہ دریا نے پلوں میں سے بعض کو آسٹریوں نے توڑ دیا تہا۔ اور باقیماندہ پہ قبضہ کر لیا ہوا تہا۔ اسجگہ ترکوں کو معلوم ہوا کہ یوجین نے پیٹر وارڈن کی حفاظت کا پورا بندوبست کر لیا ہوا ہے۔ اس پہ پہر جنگی کونسل منعقد کیگئی اور اوس میں فیصلہ ہوا کہ دریا تہیس کے مغربی یعنی دائیں کنارہ کنارہ شمال کو جا کر سزغدن (زینجات) پہ حملہ کیا جائے۔ یوجین کی مستعدی سے یہہ منصوبہ بہی پورا نہ ہوا۔ وہ زبردست جمعیت زینجات کے قلعہ میں متعین کر کے باقیماندہ فوج سے مناسب موقع ملنے پہ حملہ کر دینے کے لئے ترکوں کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ ایسا موقع اوسے بڑی بخت سے جلد ملگیا۔ آسٹرین سواروں نے ایک ترکی پاشا مسمی جعفر کو پکڑ لیا۔ اور اوس نے جان کے خوف سے یوجین کو بتا دیا کہ سلطان نے زینجات پہ حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے اور اب زنٹا کے قریب تہیس کو عبور کر کے بالائی ہنگری اور ٹرانسلوینیا جانے کا عزم رکہتا ہے۔ یہہ سنتے ہی آسٹرین سپہ سالار بایں توقع کہ شاید وہ ایسے وقت ترکوں کے سر پر جا پہونچے جبکہ وہ دریا کو عبور کر رہے ہوں بعجلت تمام زنٹا کی طرف چلدیا۔ اور خوبی تقدیر سے وہی صورت پیش آئی جسکی اوسے توقع یا تمنا تہی۔

اا ستمبر ۱۶۹۷ء کو دو بجے بعد دوپہر کا وقت تہا کہ سلطان نے اپنے زبردست حریف کو وارد ہوتے دیکہا۔ ترکوں نے دریا پہ عارضی پل بنا لئے ہوئے تہے۔ اور سلطان کل فوج سواران۔ اور توپخانہ کا حصہ

سکیں یا بین سے مشرقی کنارہ کو عبور کر گیا ہوتا تھا مگر فوج لیا ہی تاشی بی کے آنا تو تھی سلطان نے اوسکی فوج سے پیش بندی کی کہ اپنے عقب کو بحفاظت کسیلی گو
مضبوط کر چکا اور گہری خندق تیار کرلی ہوئی تھی اور نیز سیگیرن کے سلسلے سے توپیں بالا ستعمال رکہ بہشتے کہ کوہستانہ سو فوج سے پیش کے دیا ہوا تہا۔ یوحنین
دشمن کی ان زبردست تیاریوں اور احتیاطوں کی کچھ پروا نہ کرکے اپنی فوج کے کالموں کو جوں جوں وہ پہنچتے
گئے حملہ کے لئے صف آرا کرتا گیا۔ یوحنین اس موقعہ پر ایک قاصد وارنا سے قیصر کا تاکیدی حکم لایا کہ دشمن
سے کہلا میدان میں لڑائی نہ کیجائے۔ ہماور جنیل نے قیصری احکام کی بہی کچھ پروا نہ کی اور فیصلہ کن لڑائی
کے لئے اپنی صفوں کو برابر درست کرتا رہا۔ عیسائی مورخ لکھتے ہیں کہ اگر ترک یوحنین کی تمام فوج کے پہنچ جانے
اور استردی باڑیوں کے موقعہ بموقعہ نصب قایم ہو جانے سے پہلے ثابت قدمی اور وفاداری کے ساتہہ
پیشقدمی کرکے آسترین فوج کے قلب پر چند حملہ آور ہو جاتے تو یا غالب تہا کہ وہ آسترین فوج کو بالکل پامال کردیتے
مگر پیشقدمی کرکے حملہ آور ہونا تو درکنار وہ حملہ کو روکنے کے لئے بہی تیار نہ تہے۔ نااتفاقی اور پہوٹ نے
سلطانی لشکر میں کامل ابتری اور پریشانی برپا کر رکہی تہی۔ وزیر اعظم نے پاشاؤں اور سپاہیوں اور رسالے
باقاعدہ سواروں کو جن میں سے اکثر دریا کو عبور کر گئے تہے واپس بلایا۔ مگر مورچوں سے باہر نکلنے کی
جرات نہ کی۔ سلطان بہی دوسرے کنارہ پر ہی کہڑے تماشہ دیکہتے رہے۔ لڑائی میں شریک ہونے اور
فوج سے کام لینے کے لئے دوسری طرف پہر واپس جانے کی تکلیف گوارا نہ کی۔ جب یوحنین صف بندی سے
فارغ ہوا۔ تو دن صرف دو گہنٹے باقی تہا۔ اوس نے توپوں کو ایسی جگہ قایم کیا۔ جہاں سے پل بہی اوسکی زد
میں تہا۔ اور فوج کو ہلال کی شکل میں صف آرا کیا تاکہ ترکی مورچوں پر جو نیم دائرہ کی شکل میں تہے یکبارگی ایک
سرے سے دوسرے سرے تک حملہ کیا جائے۔ کل انتظام مکمل کرکے عیسائی فوج نے ترکی لشکر کے
ہر حصہ پر ایک ساتہہ حملہ کردیا جس میں ہر جگہ کامیابی ہوئی۔ اور ہوتی کیوں نہ۔ ترک تتر بتر ہو رہے تہے
اور یہہ ظاہر ہے کہ جہاں اتحاد و اتفاق نہ ہو سپاہیوں کو اپنے پر کوئی اعتماد نہیں رہتا۔ اور جب اعتماد نہ
رہا تو لٹنا کیا تہا۔ قدرے قلیل نے بیدلی سے کچہ قدر مقابلہ کیا۔ کہ اتنے میں ینگچریوں کے جم غفیر نے عین
اوس وقت جبکہ تنور حرب خوب گرم ہو رہا تہا۔ خود سر ہو کر حملہ آوروں کے سامنے خود اپنے ہی افسروں کو
قتل کرنا شروع کردیا عیسائیوں کو ایسے موقعے روز کب ملتے تہے۔ اونکی تلواریں اس طرح کام کر رہی
تہیں جیسے گیہوں کے پختہ کہیت میں کسان کی درانتی۔ کسی فرد بشر کو امان نہ دیگئی۔ اور جو سامنے آیا۔ اوسے
تلوار کی گہاٹ اتار دیا گیا۔ یہہ اعداء دین و ملت مستوجب بہی ایسی پاداش کے تہے۔ ۲۰ ہزار ترک میدان
میں ڈہیر ہوئے۔ اور ۱۰ ہزار دریا کو عبور کرتے جلد جلد میں ڈوب کر فنا ہو گئے۔ وزیر اعظم اور کثیر التعداد
پاشا بہی وہیں کہیت رہے۔ الغرض سورج ابہی غروب نہ ہوا تہا کہ لڑائی ختم اور فتح و شکست کا تصفیہ

ہو گیا اور بقول یوصین گویا عموج فاتح استرویوں کے مظفر و منصور جھنڈوں کو اپنی آخری شعاعوں سے منور کرنے کے لئے لڑائی کے خاتمہ تک رکا رہا تھا۔ سلطان جو دوسرے کنارہ سے اپنی فوج کی بربادی کا نظارہ کر رہا تھا فوج سواران کا بقیۃ السیف ہمراہ لیکر جو اس ہراساں تمبیو کو بہاگ گیا۔ جہاں سے وہ قسطنطنیہ واپس چلا گیا اور پھر کبھی میدان میں نہ آیا۔ استروی اس فتح سے چند دن بعد بوسینا میں داخل ہو گئے۔

حسین کوبرلی کی وزارت

زنٹا کی شکست سے سلطنت عثمانیہ کی حالت پھر نہایت سقیم ہو گئی اس مصیبت کیوقت پھر خاندان کوبرلی سے رجوع کیا گیا۔ اور اس نامور خاندان نے پھر ایک ایسا وزیر بہم پہونچا دیا جس نے اوسے پھر سابقہ عروج پر نہ پہونچایا ہو بھی دن بدن اور زیادہ تعر مذلت اور پستی میں گرتے جانے سے تو تہام لیا۔ اس کا نام حسین کوبرلی تہا جسیو احمد کوبرلی فاضل کے زمانہ وزارت میں عمو صاحبزادہ کا لقب ملا تہا۔ کیونکہ وہ احمد کے چچا اور محمد کوبرلی کے چھوٹے بہائی حسن کا بیٹا تہا حسین اوائل میں عیاش و کاہل نوجوان تہا۔ مگر وانا کی مہم میں ترکی افواج پر پے در پے مصائب کے نازل ہونے سے یکلخت اسکی کایا پلٹ ہو گئی۔ اور اوسے اپنے خاندان کی ناموری اور ملک کی عزت قائم رکھنے کا سخت خیال ہو گیا۔ اوس نے پوری سرگرمی اور لیاقت سے ملکی خدمات سر انجام دینی شروع کر دیں۔ کئی اہم عہدوں کے فرائض کمال تندہی سے ادا کئے۔ اور جب ۱۶۹۷ء میں وزارت پر مقرر کیا گیا تو اوس نے ثابت کر دیا کہ مالی اور انتظامی صیغوں کی اصلاح و درستی کیلئے جو اوسکے خاندان کا نمایاں وصف اور خاصہ تہا اوسے بہی خالق ارض و سما نے پوری قابلیت عطا کر رکہی ہے۔ اوس نے سلطنت کے اعدا کی پیشقدمی کو روکنے کے لئے مزید مزاحمت کا سامان بہم پہونچانے کیواسطے کوئی کوشش جو ممکن تہی باقی نہ اٹہا رکہی۔ قہوہ پر ٹیکس لگایا گیا اور سلطنت کے تمام اعلیٰ عہدہ داروں سے ایک قسم کا چندہ وصول کیا جسیو انکم ٹیکس کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ کریسی لکہتا ہے کہ حسین کوبرلی کمال دانائی سے کام لیکر نہ بہی اوقاف کی آمدنیوں سے متعدل رقم ملک کی اشد ضرورت کیوقت اپنے تصرف میں لانے سے نہ جہجکا" اس بیان سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ فعل گویا اب پہلی مرتبہ ظہور میں آیا تہا۔ مگر اوپر لکہا جا چکا ہے کہ یہ مناسب سچا اور قابل تعریف مردانگی وزرائے سلطنت عثمانیہ میں سب سے اول مصطفیٰ کوبرلی حسین کے چچا نے دکہلائی تہی۔ لیکن حسین کی یہ تقلید بہی تعریف کی مستحق ہے کیونکہ ناظرین کو صفحات ماقبل سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ بعض علماء کو مصطفیٰ کی یہ کارروائی ناگوار گذری تہی حسین نے دوبارہ اس کام کو کر کے اونکے اعتراضات کو ہمیشہ کیلئے ساکت کر دیا۔ اور اس تکرار سے اخلاف کے لئے زریں دستور نظیر قائم کر دی۔ ان تدابیر سے حسین نے سرحدی صوبجات کی حفاظت کیلئے پچاس ہزار پیدل اور ستر ہزار[1]

[1] حسین مورخ وان ہیمر نے ایک ترکی مورخ کی حوالہ سے اپنی تاریخ کی ساٹھویں کتاب کے ایک حاشیہ میں اُن سپاہی بھرتی عثمانیہ افواج کی فہرست دی تہی جو حسین نے بڑہائی تہیں۔ اس میں صوبہ وار تفصیل دیکر بتایا گیا ہے کہ ہر صوبہ سے اس قدر فوج بہم پہونچی تہی اور فوج مذکور کا کل کتنا خرچ تہا۔ مولف

سواروں کی فوج فراہم اور آراستہ کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ جب یہہ فوج میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئی تو آسٹریا نے دریا ساو کو عبور کرکے ہنگری واپس چلے گئے اور موسم سرما کے لئے وہاں ڈیرہ جا ڈالے وزیر نے دوسری طرف ایک بیڑہ بحیرہ روم کو اور دوسرا بحیرہ اسود کو بھیج دیا۔ مگر ان فوجی تیاریوں کے ساتھہ ہی اوسکی دلی خواہش یہہ تھی کہ صلح کر لیجائے۔ اوسکو بخوبی معلوم تہا کہ سلطنت بالکل بیجگر گئی ہے۔ اور اگر لڑائی جاری رہی تو مزید بربادی کا روکنا تقریبًا ناممکن ہے۔ صرف جنوبی صوبوں ہی میں لڑائی کا پانسہ ترکی کے بر خلاف نہیں پڑ رہا تہا۔ اہالی وینس ڈلمیشیا میں برابر قدم آگے بڑہاتے چلے آرہے تہے۔ اور یونان میں بہی کونیگز مارک کی ماتحتی فوج نے مردانہ مقابلہ کرکے اون کو وہاں سے پسپا کردیا تہا۔ اور بہادر امیر البحر مینرو مورٹو (حسین) کی جوانمردی سے اون عثمانیہ افواج کو جو یونان کے ساحل اور مجمع الجزائر کے جزیروں میں مامور تہیں عین بروقت کمک پہنچ گئی تہی۔ ڈینسٹی خاکستر کا رخ سے آگے بڑہہ چلے آرہے تہے۔ پولنڈ البتہ اب بجنسہ حرکت بیٹھا تہا مگر اسکے عوض روس فی الواقع ایک زبردست رقیب ہوگیا ہوا تہا۔ یہہ وسیع سلطنت اب پیٹر اعظم[۱] جیسے شخص کے

[۱] پیٹر زار الیکسس آئی میکائیلووچ کا دوسری بیوی سے بیٹا تہا۔ پہلی بیوی سے اوسکو دو بیٹے فیوڈر اور ایوان اور ایک بیٹی صوفیا تہی۔ باپ کے بعد فیوڈر تخت پر بیٹھا۔ جو پیٹر کو اپنا جانشین مقرر کرکے ۱۶۸۲ء میں مر گیا۔ ایوان کو اوس نے اس لئے عاق کیا تہا کہ اوس کا دماغ کمزور تہا۔ مگر شاہزادی صوفیا نے جو اپنے بہائی کے توسط سے خود حکومت کرنے کا ارادہ رکہتی تہی۔ بغاوت برپا کردی۔ جس پر ایوان بہی پیٹر کے ساتھہ زار تسلیم کیا گیا اور صوفیا دونوں کی ولیہ مقرر ہوئی جسکا مدار المہام اور معتبر شاہزادہ گالت زن تہا۔ مگر جب پیٹر نے ۱۷ برس کی عمر میں شادی کرلی اور اوسکی بیوی کو حمل ہوگیا۔ تو گالت زن نے دوبارہ بغاوت کردی۔ جو فرو کردیگئی۔ اور گالت زن صوفیا اور ایوان نظر بند کردیئے گئے۔ ایوان ۱۶۹۶ء میں فوت ہوگیا اور صوفیا ۱۷۰۴ء میں۔ یہہ بغاوت ۱۶۸۹ء میں ہوئی تہی۔ اوس کے بعد پیٹر مطلق العنان ہوکر بادشاہی کرنے لگا۔ اوسنے وحشی ملکی اور اپنی رعایا کو شائستہ و مہذب بنانے میں مصروف ہوگیا۔ ۱۶۹۷ء و ۱۶۹۸ء میں اوس نے جرمنی ہالنڈ اور انگلستان کی سیر کی۔ اور وہاں کے کارخانوں کا بخوبی معاینہ کرکے کئی کاریگر اور انجنیر ساتھہ لیتا آیا۔ وہاں اوس نے بدمعاشی اور شراب نوشی میں بہی کوئی کسر باقی نہ چہوڑی تہی۔ مگر اپنے ملک کی بہتری کی تدابیر سے کبہی ایک لحظ کیلئے بہی غافل نہ ہوا۔ ترکوں سے اوسکی جو لڑائیاں ہوئیں انکا اس کتاب میں مفصل ذکر آجائیگا۔ ۱۷۰۳ء میں اوس نے شہر سینٹ پیٹرز برگ کی ایک گہر (دلدل) بنا قائم کی جسکی عمارت تو برس میں ختم ہوئی اور ایک لاکہہ سپاہی اور مزدور سردی اور بہوک سے ضایع ہوئے۔ اور دوسرے برس چارلس دوازدہم شاہ سویڈن پر چڑہائی کرکے زک اوٹہائی۔ لیکن اس سے اوسکا حوصلہ پست ہوا۔ بلکہ یہہ کہکر دوسرا کا بہی حوصلہ قایم کردیا۔ جانتا تہا کہ اہل سویڈن شروع شروع میں ہمیں پسپا کردینگے۔ مگر آخر ہم اون سے اون کو مغلوب کرنا سیکہہ جائینگے ۱۷۰۹ء میں مقام پلٹوا کی لڑائی سے اسکی تصدیق ہوگئی جس میں سویڈش فوج کا حصہ کثیر اسیر کرلیا گیا اور شاہ سویڈن

زیر فرمان تھی جو نا حال جاہل و کندۂ ناتراش روسیوں کو اونکی طاقت سے واقف کرکے اوس طاقت کو جو مہیب ہولناک دیو کی طاقت سے کم نہ تھی۔ استعمال میں لانا سکہا رہا تہا۔ اوس نے مغربی یورپ سے اس وقت بہی کثیر التعداد انجینیر اور قابل افسر بلا کر اپنے پاس جمع کر لئے ہوئے تہے۔ اور فرنچ و آسٹرین افواج کے نمونہ پر ایک لشکر بہی تیار کر لیا ہوا تہا۔ مگر جن چیزوں کی اوسے بیحد تمنّا تھی وہ جہاز۔ بندرگاہ اور بحری طاقت تھی۔ اوسے شروع سے ہی اس امر کی بڑی آرزو تھی کہ کسی طرح بحیرۂ اسود پر پورا قبضہ ہو جائے۔ اس کو اوس نے تا زیست مد نظر رکہا۔ اور اوس کے جانشینوں نے اسے کبہی فراموش نہ کیا۔ بلکہ سلطنت کی طاقت کی افزونی کے ساتہہ ہی ساتہہ اس آرزو کا دائرہ بہی وسیع ہوتا گیا۔ چنانچہ اب خلیج فارس۔ بحیرۂ روم۔ بحر الکاہل۔ بحر ابیض۔ اور بحیرہ جرمن بہی اسی دائرہ میں داخل ہیں۔ ان میں سے بعض کے متعلق اوسکی آرزو پوری ہو گئی ہے۔ اور باقیماندہ کے لئے سر توڑ کوشش ہو رہی ہے جس میں اوسے بظاہر حال الیقینی کامیابی ہو گی۔ کیونکہ جو سلطنت سینٹ پیٹرزبرگ سے چلکر سائبیریا اور ترکستان کے ہزارہا میل لمبے لق و دق جنگل اور صحرا طے کرکے چین کی بندرگاہ آرتہر وغیرہ پر قابض اور بحر الکاہل کے چینی ناکوں پر متصرف ہو گئی ہے۔ دوسری طرف میں اوسکی ترقی کا رکنا قرین قیاس نہیں ہو سکتا۔ پیٹر نے اس مدعا کو پورا کرنے کے لئے گالت زن اور دیگر سابقہ روسی کمانڈروں سے بالکل مختلف روش اختیار کرکے مناسب تعدی اور ہنر و لیاقت کے ساتہہ ٹرکی سے معرکہ آرائی شروع کر دی۔ اور سب سے پہلے ازاف کو جسکی قدر و منزلت سے ترک بیخبر نہ تہے لینے کا ارادہ کرکے ۱۶۹۵ء میں ساٹہہ ہزار فوج سے جس میں یورپین طریقہ پر تیار کی گئیں رجمنٹیں بہی شامل تہیں۔ اوس پر فوجکشی کر دی۔ کثیر التعداد چہوٹے چہوٹے جہازوں کا بہت بڑا بیڑہ بہی جو کم عمیق پانی میں چل سکتے تہے اوسکی ہمراہ تہا۔ ان فوجوں سے ازاف کا محاصرہ کر لیا گیا۔ ترکوں نے حال میں ہی جیسا کہ پہلی جلد میں بتایا جا چکا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸ ۔ ٹرکی کو بہاگ گیا۔ اور اوس کے کئی صوبے روس کے ساتہہ شامل کر لئے گئے۔ اسیران جنگ میں ایک نوعمر لڑکی تھی جس کا خاوند سویڈش فوج میں سارجنٹ تہا اور لڑائی میں قتل ہو گیا تہا۔ اوس بدقسمت کی لڑائی سے صرف ایک دن پہلے شادی ہوئی تھی۔ یہہ لڑکی کئی روسی جرنیلوں کی معشوقہ رہنے کے بعد آخر پیٹر کی منظور نظر ہو گئی۔ اور کچہہ عرصہ اوسکی آشنا رہنے کے بعد ۱۷۱۱ء میں بیوی بنگئی۔ اوسکا نام کیتہرائن تہا۔ ۱۷۲۲ء میں پیٹر نے کاسپین کے راستہ ایران کے بندر دربند پر حملہ کرکے اوسے اور نیز تین اور ایرانی صوبے فتح کر لئے۔ جو بعد میں نادرشاہ نے روسی قبضہ سے چہڑا لئے۔ اس مہم کے بعد تا دم مرگ پیٹر ملک کی اندرونی اصلاح میں مصروف رہا۔ ۱۷۱۳ء میں اوسکی بڑے بیٹے نے بغاوت کی۔ جو شکست یاب ہو کر گرفتار ہو گیا اور قید میں ڈالدیا گیا۔ اور بقول بعض باپ نے زہر دیکر اوسے مروا دیا۔ اور بعض کا بیان ہے کہ وہ رضائے الہی سے بمرض سکتہ فوت ہوا۔ پیٹر ۱۶۷۲ء میں ماسکو میں پیدا اور ۱۷۲۵ء میں بمقام سینٹ پیٹرزبرگ فوت ہوا۔ اور اوسکے بعد کیتہرائن تخت نشین ہو کر دو برس حکومت کرتی رہی۔ پیٹر سے اسکی آٹہہ لڑکے لڑکیاں ہوئیں جن میں سے صرف دو لڑکیاں کیتہرائن کے بعد زندہ رہیں اور اون میں سے ایک ایلزابیتہ جو باپ سے کچہہ کم

اوسکی حفاظت کا خوب ہی انتظام کر لیا ہوا تہا۔ نار کردہ سے میں ایسی مضبوط ہو چکی تہی اور اوس کی حملہ بہت ناقص ہوتا تو بھی بمدت العمر آزاف کی طرف فتح نہ کرتا۔ ترکوں نے اوسی سال ۱۶۹۵ء میں تین بار روسی فوج کو شکست دیکے اوسے اپنے علاقہ سے بھگا دیا۔ مگر پیٹر دی گریٹ بہی بس قلماق اور کلسکوں کو لیکر دوبارہ آیا اور فوج لیکر پھر آزاف پہونچ گیا۔ اوس کے بیڑہ نے ترکی جہازوں کے بیڑہ کو جو سد کے سامنے آیا تہا شکست دیکر پسپا کر دیا۔ اور آپ یہاں سے جو ترکی پاشا کی فوجیں ایک ساحل کے کنارہ کنارہ الزبرت سے پہونچکر تہوڑی دور کو بہی اور آگے بڑھنے دیا۔ چنانچہ محصورین فاقہ سے مجبور ہو کر ۱۸ جولائی ۱۶۹۶ء کو ہتیار ڈالدیئے اور آزاف پر پیٹر کا قبضہ ہو گیا جس نے فی الفور وہاں کے قلعوں اور لنگرگاہ کو مضبوط اور درست کر لیا اور جنگی جہاز تیار کرنے کا کام اپنے ہاتھ سے بیمانہ پر شروع کر دیا کہ اگر پہلے کچھ شبہ باقی تہا تو وہ اب دور ہو گیا اور یہ واضح ہو گیا کہ روس اپنا اہم مقصد کو مد نظر رکہکر آزاف کیواسطے بیتاب ہو رہا تہا۔

گفتگوئے صلح اور انگلستان و فرانس

شاہ انگلستان کی طرف سے جبکہ اصلاح طلبی کو برلی کی شہادت کے بعد بہی بابعالی نے آسٹریا سے صلح کی سلسلہ جنبانی ایک اور تیزی وکلا وائنا بہیج دیئے تہے مگر کوئی نتیجہ مرتب نہ ہوا تہا۔ اوس وقت لارڈ پیجٹ قسطنطنیہ میں سفیر تہا اوس نے اب پہر عثمانیہ وزرا کو صلح کر لینے کی تحریک کرکے کہا کہ انگلستان اور ہالنڈ ثالث بنکر صلح کرا دینگے۔ سلطان اور اوس کے وزیر اعظم نے متذکرہ صدر خطرات کو مد نظر رکھکر سفیر کی تجویز کو منظور کر لیا۔ سفیر کی کامیابی کی اور بہی وجہ تہی جو آگے معلوم ہو جائیگی۔ اور سبب یہ ہے کہ لیوپولڈ بہی ۱۶۸۹ء اور ۱۶۹۱ء والی جنگ نہیں لگی تہی۔ لوئی فرانس اور ترکی کے برخلاف کامیابی تو بیشک ہوئی تہی اور وہ کامیابی ایسی نہ تہی کہ غالبا کوئی معمولی سمجھ کے حریف مغرور بادشاہ اور کبہی لیوپولڈ بہی وائنا کے متواتر محاصروں کا بدلہ لینے کے واسطے ہی قسطنطنیہ پر فوجکشی کر دیتے۔ مگر ایک تو ان لڑائیوں سے اوسکا ملک بہی فریق مخالف کے ملک کی طرح بنجر گیا ہوا تہا اور جنگ کے جاری رہنے کی صورت میں اون مفتوح علاقوں کا ہاتھ سے نکل جانا بعید از قیاس نہ تہا۔ دوسرے پیر انسال شاہ ہسپانیہ کی وفات کے بعد جو بظاہر حال چند سال بعید نہیں دکہائی دیتی تہی تخت و تاج ہسپانیہ کیلئے فرانس سے جسکے ساتھہ ۱۶۹۷ء میں بمقام رسوک صلح کی گئی تہی پہر لڑائی یقینی ہو رہی تہی جس کے واسطے تیار ہونیکے لئے ترکی سے لڑائی بند کر دینا ضروری ہو رہا تہا۔

لوئی چہاردہم نے بہی جو کئی برس تقریبا نصف یورپ سے لڑائی کرتے کرتے تہک گیا تہا جب آسٹریا سے صلح کر لینے کا ارادہ کر لیا تہا تو بابعالی کو اپنے سفارت سے اطلاع دیکر کہلا بہیجا تہا کہ میں صلح کے نامہ دیباچہ میں ترکی کو بہی شریک کرائے دیتا ہوں۔ مگر سلطان نے جسکو بزور شمشیر اپنے صوبے واپس لینیکی توقع تہی صاف

انکار کر دیا تہا۔ اس توقع کے علاوہ سلطان کو فرانس کے سفیر پر جسکی معرفت یہہ تجویز پیش کیگئی تہی اعتبار نہ تہا۔ اس کا نام مانسیور ڈسی فیرال تہا۔ جو شاٹو نف کے بعد مقرر ہوا تہا۔ یہہ حد درجہ ناتجربہ کار تہا۔ ترکوں میں رہنے کے باوجود یہہ اون کے آداب سے واقف نہ ہوا تہا۔ اور مزید براں اپنی بدشائستہ روش اور گرم مزاجی سے اوس نے اون کو اور بہی افروختہ کر دیا ہوا تہا۔ ایک دفعہ وہ تلوار لگائے دربار میں سلطان کے روبرو چلا گیا تہا۔ اس سے سلطان بڑا اوس سے کبیدہ خاطر ہو گیا تہا۔

مگر جب انگریزی سفیر نے صلح کی تحریک کی تو اب لوئی نے باوجودیکہ وہ معاہدہ ریسوک کر کے آسٹریا سے صلح کر چکا تہا۔ دیوان کو پیغام بہیجا کہ "میں نے جو حال میں صلح کی ہے وہ محض عارضی ہے۔ چارلس ثانی شاہ ہسپانیہ کے عنقریب فوت ہونے پر مجہے اپنی پوری طاقت سے خاندان آسٹریا کے ساتہہ لڑائی کرنی پڑیگی۔ باب عالی اوس سے ہرگز صلح نہ کرے"۔ باب عالی نے اس پیغام کی کچہہ پرواہ نہ کی۔ وہ شاہ فرانس کے سابقہ طریق عمل سے ہی ناراض نہیں تہا۔ بلکہ اب اوسے یہہ بہی خیال ہو گیا تہا کہ فرانس اکیلا ایک طرف ہو اور باقی دول ایک طرف۔ وہ اس مقابلہ میں کبہی پورا نہیں اترےگا۔ اور سب سے بڑی بات یہہ تہی کہ فرانس کے رقیب ولیم سوم شاہ انگلستان نے دیوان کے اکثر اراکین کی مٹہی گرم کر دی تہی۔ ان سب باتوں کا یہہ نتیجہ ہوا کہ باب عالی نے لوئی کی نصیحت کے برخلاف ہالنڈ اور انگلستان کی ثالثی منظور کر کے آسٹریا سے نامہ و پیام شروع کر دیا۔ ناظرین حیران ہونگے کہ ولیم کو کیا پڑی تہی کہ اوس نے دو اجنبی سلطنتوں میں ثالث بن کر صلح کرا دینے کیلئے زبانی کوشش پر ہی اکتفا نہ کر کے اپنا روپیہ خرچ کرنے سے بہی دریغ نہ کیا۔ مگر یہ ایسی گہری اور بارآور چال تہی کہ ایسی ہی تدبیروں کی بدولت انگلستان کو آج یہہ عروج حاصل ہے۔ اور ترکی نادانی سے اون چالوں میں آ جانے کی بدولت ایسی پابند اور مجبور ہو رہی ہے۔[1] اور ہر کس و ناکس اپنے تئیں اوس کے اندرونی معاملات میں دراندازی کا مجاز سمجہتا ہے ولیم بہادر جرنیل ہی نہیں۔ اول درجہ کا مدبر بہی تہا۔ اس تدبیر کی کامیابی سے کئی فائدے نکلتے تہے۔ ایک تو فرانس کے مقابلہ پر آسٹریا کو یکسوئی حاصل ہوتی تہی۔ دوسرے ترکی پر جہاں ہالنڈ اور انگلستان کی تجارت کو بہت عروج حاصل ہوتا جا رہا تہا مفت کرم داشتنی ...... اور اوسے ممنون احسان بنا کے عملاً اوسکے معاملات میں آئندہ دخیل ہونے کے لئے ایک زبردست نظیر قائم ہوتی تہی۔

لوئی کو جب خبر ہوئی تو اوس نے پہر باب عالی کو سمجہایا کہ ایسا کرنے سے وہ سخت غلطی کا مرتکب ہوگا۔

---

[1] ترک ان چالوں کو ٹہیک ایک سو برس بعد جاکر سمجہے اور خوب سمجہے۔ مگر اوس وقت کا سمجہنا فضول تہا۔ وہ جال میں پہنس چکے تہے جس کی تاریں دن بدن زیادہ مضبوط اور کثیر اور وہ برعکس اسکے زیادہ ضعیف ہوتے جاتے تہے۔ ترکوں کے اس غفلت و بیداری کی مفصل کیفیت اپنے موقع پر درج کیجائیگی۔ مولف۔

اور اپنے قول کی تائید میں یہہ زبردست دلیل پیش کی کہ ٹرکی کے اعدا صرف ایسی شرائط پر صلح کرینگے کہ جبتک وہ اون سے بچی رہے تب ہی تک اوسکا وجود قایم ہے۔ کیونکہ اب تک جتنی لڑائیاں عیسائیوں سے اوسکی ہوئی ہیں اوس نے اپنا قدم کبھی پیچھے نہیں ہٹایا ہے۔ پس اگر اب کے اوس نے ایسا کیا تو اوسکی طاقت و قوت کا دنیا میں جو دبدبہ ہے وہ کافور ہو جائیگا۔ اس لئے میں تاکیداً نصیحت کرتا ہوں کہ فرانس سے مناسب کو شروع کرنیکے وقت تک ٹرکی لڑائی کو برابر جاری رکھے۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ جبتک ٹرکی ہنگری اور اپنے تمام دیگر صوبجات کو پھر فتح نہ کر لے میں ہتھیار ہاتھ سے نہیں رکھونگا۔ اور آسٹریا سے صلح نہیں کرونگا۔ لوئی جیسا کچھ ترکوں کا خیر خواہ تہا۔ اوسکا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ مگر اوسکی یہہ صلاح جیسا کہ واقعات مابعد سے ثابت ہو گیا بالکل مخلصانہ اور ٹرکی کے لئے نہایت مفید تہی۔ لیکن وہی پہلے موانع اب بھی حائل تہے۔ ایک نئے وزیر ان پیغاموں کا پہونچانے والا تہا۔ اور دوسرے ہالینڈ و انگلستان کے سفرا دہمکی ولاسا۔ چالبازی اور نقدہ رشوت کی ذریعہ سے اعلیٰ وزرا پر پورا قابو حاصل کر چکے ہیں۔

لوئی کو خشک جواب دیا گیا کہ فرانس اپنی مرضی سے صلح و جنگ کرتا رہا ہے۔ اوس نے ٹرکی سے کبھی استمزاج نہیں کیا۔ اوسی طرح ہم بھی اپنی رائے پر چلتے ہیں۔ جب نامہ و پیام شروع ہو گئے تو فیرول نے اوسوقت بہی اون کو روکوا دینے کے لئے بڑی کوشش کی۔ لیکن جب دیوان نے اوسی علانیہ کہدیا کہ صلح کا مصمم ارادہ کر لیا گیا ہے۔ اور ضرور صلح کیجائیگی۔ تم خواہ مخواہ مخالفت کرنیکی تکلیف نہ اوٹہاؤ۔ تو وہ بیچارہ خاموش ہو گیا۔ اور ۱۶۹۹ء میں بمقام کارلووز معاہدہ صلح پر دستخط ہو گئے۔

انگریزی سفیر لارڈ پیجٹ نے تجویز پیش کی کہ انگلستان فریقین میں اس اصول پر صلح کرائے کہ گفتگوے صلح کے وقت ہر ایک فریق کے قبضہ میں جو علاقہ ہو وہ اوسی کے پاس رہنے دیا جائے۔ سلطان مصطفیٰ اس تجویز سے کب متفق الرائے ہو سکتا تہا۔ اس اصول کے مطابق اوسکی سلطنت کے کئی زرخیز اور وسیع علاقے ہمیشہ کے لئے اوس کے اعدا کو ملتے تہے۔ مگر اودہر صلح کی بہی سخت ضرورت تہی۔ اس لئے اوس نے تجویز مذکور کو قطعاً مسترد کرنیکی بجائے اوس میں چند اہم ترمیمیں کیجانیکی کوشش کی۔ اور خود اپنے ہاتھ سے نئی تجویز لکھکر لارڈ پیجٹ کو دی۔ یہہ پہلا موقعہ تہا کہ کسی ترکی سلطان نے ایسا کیا ہو۔ سلطانی تجویز کے ساتھ ایک خط بہی منسلک کیا گیا۔ جو وزیر اعظم نے شاہ انگلستان کی طرف لکہا تہا۔ اس میں شاہ انگلستان سے بیچ بچاؤ کرکے چند شرائط اور مستثنیات کے ساتھ بالعموم متذکرہ صدر اصول کے مطابق صلح کرا دینے کی درخواست کی گئی تہی۔ شرطیں یہہ تہیں کہ آسٹرین صوبہ ٹرانسلوینیا کو چھوڑ دیں۔ شہر پیٹروارڈن برباد کر دیا جائے۔ اور کہ

[1] اس اصول کو لاطینی میں یوٹی پاسی ڈیٹس کہتے ہیں۔ مؤلف۔

آسٹرین اون تمام قلعوں کو جو دریا پاراونا کے ترکی ساحل پر واقع ہیں خالی کردیں۔ اسی طرح کی چند اور مستثنیات تہیں۔ لارڈ پیجٹ نے وزیر اعظم کا خط اپنے سکرٹری کو دیکر اوسے وائنا روانہ کیا۔ اور آسٹرین گورنمنٹ کو اطلاع دیگئی کہ انگلستان متخاصمین میں صلح کرا دینے کے لئے بیچ بچاؤ کرنے پر بہر وجوہ تیار ہے۔ اسکے جواب میں بابعالی کو لکھا گیا کہ قیصر نمسہ (آسٹریا) لیوپولڈ صلح کے لئے گفتگو کرنے پر آمادہ ہے۔ مگر باین شرط کہ ہر فریق کو اوس علاقہ پر جو اب اوس کے تصرف میں ہے۔ قابض رہنے دیا جائے۔ اور روس کو بھی معاہدہ میں شامل کرلیا جائے۔ بابعالی نے مجبور ہو کر ان شرطوں کو تسلیم کرلیا۔ بعد میں وینس اور پولینڈ کو بھی گفتگو صلح میں شریک کرلیا گیا۔ اور ہالنڈ بطور ثالث انگلستان کے ہمراہ ہو گیا۔ زار پیٹر گو ترکوں کے ساتھ لڑائی جاری رکھنے کا خواہاں نہ تھا۔ تاہم وہ صلح ہو جانا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ اور مجوزہ اصول اوسے سخت ناگوار تھا۔ کیونکہ وہ صرف مفتوحہ بندر آزاف کو ہی قابو میں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ بلکہ کریمیا کے مشہور شہر کرچ کو بھی لینے کا خواہشمند تھا۔ ۱۶۹۸ء میں اوس نے وائنا جاکر قیصر لیوپولڈ سے ملاقات کی اور آخرالذکر سے دریافت کیا کہ تم کیوں صلح کے آرزومند ہو۔ لیوپولڈ نے جواب دیا "میں نے بذات خود صلح کی خواہش ظاہر نہیں کی۔ اول اول انگلستان نے اسکی تحریک کی۔ اور اوسکی ثالثی سے کوئی اندیشہ نہیں۔ متحدہ مسیحی فرمانروا یعنی آسٹریا۔ وینس۔ پولینڈ اور روس کے بادشاہوں میں سے ہر ایک مفتوحہ علاقوں پر قابض رہیگا"۔ زار نے کہا "میں یہی نہیں چاہتا۔ بلکہ کرچ کے لینے پر بھی اصرار کرتا ہوں۔ معاہدہ میں یہ شرط بھی ضرور لکھوائی جائے۔ اور اگر ترکی اوسے دینا قبول نہ کرے تو آسٹریا اور روس بابعالی کے برخلاف از سر نو جدید اتحاد کرلیں"۔ قیصر نے زار کو کرچ دینے کی کوشش کرنے کا وعدہ کرکے ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ "ایسے وقت جبکہ صلح کرا دینے کے لئے دول یورپ کی کانگریس مجتمع ہونیوالی ہو جارحانہ اتحاد کی تجدید موزون نہیں یعنی اگر ترکی نے کرچ کا دینا قبول نہ کیا تو اسپر اعلان جنگ کر دینا مناسب نہیں"۔ انہی دنوں دو سکرٹری پیٹر نے آسٹرین وزیر کونٹ کنسکی سے دراثنائے گفتگو دریافت کیا "صلح پر کون سی طاقت زور دے رہی ہے"۔ وزیر نے جواب دیا "ہمارے مقدس دین سلطنت (یعنی پوپ) اس پر مصر ہے۔ ہسپانیہ اس پر مصر ہے۔ انگلستان اور ہالنڈ اس کے لئے تقاضا کر رہے ہیں۔ الغرض کل مسیحی طاقتوں کی یہی خواہش ہے"۔ یہ سنکر زار پکار اٹھا "خبردار! انگلستان اور ہالنڈ کے پھندوں میں نہ آنا۔ اون کو صرف اپنی تجارت کی بہتری منظور ہے۔ اپنے رفقاء کے اغراض کی انہیں کچھ بھی پرواہ نہیں"۔ شاہ پولینڈ بھی "یوٹی پاسی ڈیسی ڈٹس" کے اصول پر معترض تھا۔ اسکا روسی کامینیاک ترکوں کے قبضہ میں رہتا تھا۔ اور پولینڈ کی کلید یہی مقام تھا۔ آخر بے شمار قتل اور مقتولوں کے بعد پانچوں جنگ کنندہ اور دونوں ثالث سلطنتوں کے وکلا ۲۴ر اکتوبر ۱۶۹۸ء کو قصبہ کارلووٹز میں جو کانگریس کے لئے

تجویز کیا گیا تھا جمع ہو گئے اور مصالحت کی گفتگو اور کارروائی شروع ہو گئی۔ یہ قصبہ ڈینوب کے دائیں ساحل پر ویڈن سے تھوڑے سے فاصلہ پر جانب جنوب واقع ہے۔

معاہدہ کارلووز اور اس کے نتائج

اس گفتگو میں بہت وقت صرف ہوا۔ ہر ایک فریق اپنے اپنے دعاوی پر اس قدر زور دیتا تھا کہ کئی دفعہ کانگرس کے درہم برہم ہو جانے میں شک نہ رہ گیا۔ اور تالشونگو و کلارئیہ بمشکل سے اوسے قائم رکھ سکے۔ آداب احترام۔ ترتیب نشست دراجلاس اور بادشاہوں کے القاب و القاب کے متعلقہ تنازعوں کے علاوہ کانگرس کو بے شمار اہم دعاوی اور اعتراضات کا تصفیہ کرنا پڑا۔ آسٹریا اور وینس کے سوائے ہر فریق اپنے اپنے حق میں قبضہ کے عام اصول سے کچھ نہ کچھ انحراف کا خواستگار تھا۔ روسی ایلچی عرصہ تک کرچ کے ملنے کا بڑے زور شور سے تقاضا کرتا رہا۔ عثمانی مصر تھے کہ آسٹریا ٹرانسلوانیا کو چھوڑ دے یا اوس پر تصرف رہنے کے عوض باب عالی کو خراج دیتا رہے۔ ساتھ ہی اون کا یہ بھی تقاضا تھا کہ وینس موریا سے شمال کی طرف کے اکثر مفتوحہ مقامات واپس کر دے اور روسی آذاق کو خالی کر دیں۔ پول کامی نیاک کے واپس ملنے کا راگ الاپتے رہے۔ اور آسٹریا بھی گو وہ اصول مقررہ کا پابند رہا کئی نئی حجتیں کھڑی کر دیں۔ اوس نے مطالبہ کیا کہ قبر مسیح علیہ السلام کی تولیت پھر فرانسسکن طبقہ کے پادریوں کو دیجائے جنہیں کیوس (سالو) میں فرقہ جیسوائٹ کو عیسائی جہاں جہاں قابض ہیں۔ اون کا قبضہ ہمیشہ کیلئے تسلیم کیا جائے۔ اور باب عالی ٹرینی ٹیرین (معتقدان تثلیث) انجمن کو چند رعائتیں عطا کرے۔ یہ انجمن زر فدیہ دیکر عیسائی اسیروں کو غلامی سے آزاد کرنے کی غرض سے قائم ہوئی تھی یونانی ماورکورڈاٹو نے جو عثمانیہ دربار کی طرف سے اعلیٰ سفیر تھا۔ ان مطالبوں کے جواب میں کہا "باب عالی نہیں جانتا۔ ٹرینی ٹیرین۔ فرانسسکن یا جیسوائٹ کون بلا ہیں" تاہم معاہدہ میں چند ایسی دفعات درج کر دینے کا فیصلہ کیا۔ جن کے رو سے سلطان نے سابقہ کیپی تولیشنز (امتیازات) اور خطوط شریفہ (فرامین سلطانی) کے مطابق عیسائیوں کو برابر اپنے ظل عاطفت میں رکھنے کا وعدہ کیا۔ مگر (بقول کریسی) ایک امر عثمانی قابل تعریف طور پر ثابت قدم رہے جس کے لئے وہ صد آفرین کے مستحق ہیں۔ انہوں نے اپنی قومی لاج کو بٹہ نہ لگنے دیا اور دنیا کو دکھا دیا کہ مہمان نوازی اسکا نام ہے۔ آسٹریا نے مطالبہ کیا کہ ٹھکی پناہگزین ٹکلی کو بحیثیت باغی قیصر کے حوالہ کر دے۔ باب عالی نے صاف انکار کر دیا۔ اور آخر بڑے اصرار اور مشکلوں کے بعد سلطان نے صرف اس قدر وعدہ کیا کہ ہنگرین کونٹ ٹکلی اور اوسکے رفقاء کو سرحد سے اتنے فاصلہ پر رکھا جائیگا۔ کہ وہ قیصر کے ممالک محروسہ میں فتنہ و فساد برپا نہ کر سکیں۔ اس عدہ کے معاوضہ میں آسٹریا نے ٹکلی کی بیوی ہیلن زرینی کی ضبط کردہ جائداد کو واپس کر دینا اور اوسے اپنے خاوند کے پاس چلے جانے کی اجازت دیدینا منظور کر لیا۔[1]

[1] سنہ ۱۷۸۹ء کی گفتگوئے مصالحت میں بھی ڈچ سفیر کی وساطت سے وانیا میں شروع ہو کر بے نتیجہ

کئی ہفتوں کی بحث ومباحثہ۔ لڑائی جھگڑا۔ دھمکیوں اور سازشوں کے بعد آخرش صلح کی شرائط طے ہوگئیں آسٹریا اور ٹرکی میں ۲۵ برس کے لئے معاہدہ ہوا جس کی رو سے قیصر لیوپولڈ صوبہ ٹرنسلوینیا ہنگری کے اون تمام علاقے کا جو دریا ماروش (ماروسک) کے شمال اور دریا تھیس کے قرب میں ہے اور تہوڑے سے حصے کے ماسوائے جو دریا ڈینیوب اور دریا ساوؔ کے درمیان ہے کل صوبہ سلیوونیا کا بادشاہ تسلیم کیا گیا۔

پہلے دونوں صوبوں کا جس قدر علاقہ دبا لیا گیا تھا۔ اوسکی حد بندی کے لئے قدرتی نشان موجود تھے لیکن صوبہ سلیوونیا یا سرمیا کی سرحد کے کچھ حصہ پر ایسے نشان نہ تھے جن کے عوض دریا ڈینیوب اور تھیس کے محل اتصال سے لیکر اوس مقام تک جہاں دریا بوسوٹ ساوؔ میں گرتا ہے خندقیں کہودی گئیں اور باڑ لگا دی گئی۔ اسکے سے آگے دریا ساوؔ کا گذرگاہ اور اوس سے آگے دریا اونا قدرتی نشان موجود تھے۔ پولنڈ اور وینس کے ساتھ بلاتعیین میعاد معاہدے ہوئے۔ پولنڈ کو پوڈولیا۔ یوکرین اور کامی نیک مل گئے۔ وینس کو ڈلمیشیا اور موریا کے مفتوحہ حصوں پر قابض رہنے دیا گیا۔ مگر جو مقام اوس نے خاکنائے کارنتھ کے شمال میں فتح کئے تھے وہ ترکوں کو واپس دلا دئے گئے۔ مگر اہالی وینس لیپانٹو کو خالی کرنے سے پہلے اوس کے تمام قلعوں کو منہدم کر گئے۔ روس نے اوس وقت قطعی معاہدہ کرنے سے انکار کر کے صرف دو برس کیلئے عارضی صلح کی۔ مگر بعد میں جلد ہی اوسکی میعاد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴) رہی تہی۔ آسٹرین سفراء نے بڑا زور دیا تہا کہ ٹکلی کو آسٹریا کے حوالہ کردیا جائے تاکہ اوسے غداری کی سزا دیجائے۔ اسکے جواب میں عثمانیہ سفیر ذوالفقار آفندی نے کہا "میں خود ٹکلی کو اپنے ملک کا دشمن اور اس محاربہ کا بانی مبانی سمجھتا ہوں ٹکلی سلطان کے کتے سے زیادہ حیثیت حقیقت نہیں رکھتا۔ اور میرے بادشاہ کو ایسے شخص کی حیات و ممات کی کچھ پرواہ نہیں مگر ساتھ ہی یہہ یاد رہے کہ میں ٹکلی کا قاتل بننے کے لئے اس سفارت پر اس قدر مسافت طے کرکے نہیں آیا" اس پر ثالث یعنی ڈچ سفیر نے کہا "جبکہ تم اوسکی حیثیت کتے سے زیادہ نہیں جانتے تو ظاہر ہے کہ تم اوسکی حوالگی کو کوئی ایسی بڑی بات نہیں سمجھو گے۔ اور اس مسئلہ کو طول دیکر اہم معاملہ نہیں بناؤگے" ذوالفقار نے جواب دیا "ہاں ٹکلی بیشک کتا ہے ایسا کتا جسکا اٹھنا بیٹھنا۔ لیٹنا بھونکنا۔ خاموش رہنا سلطان کے حکم پر موقوف ہے جیسا حکم ملتا ہے۔ اوسی طرح کرتا ہے۔ مگر یہہ کتا بادشاہ عثمانیہ کا کتا ہے۔ اور اوس کے ذرہ سے اشارہ سے یہہ کتا چشم زدن میں مہیب شیر ببر ہوسکتا ہے"۔ مؤلف۔

لہ یعنے اس معاہدہ سے ٹرنسلوینیا اور سلیوونیا کے چہوٹے حصے اور ہنگری میں صرف تمیسوار ترکوں کے پاس رہ گیا۔

ٹہ ہیمر صاحب لکہتے ہیں کہ وینس کو ڈلمیشیا کا مفتوحہ علاقہ بہی تقریباً کلہم واپس کردینا پڑا۔ کریسی صاحب جیسا کہ متن میں درج ہے اوس کے برعکس لکہتے ہیں۔ اولیو صاحب کا بیان ہے کہ ڈلمیشیا میں اہالی وینس کے پاس مضبوط سرحد بندی دی گئی۔ مؤلف

تین برس کردیگئی۔ کیونکہ اٹھارہویں صدی کے شروع میں زار روس کی کا خیال چھوڑکر سویڈن کے علاقے فتح کرکے اپنی مملکت کو بڑھانے کی تدابیر میں مصروف ہوگیا۔ معاہدہ کارلووز کے روسے آذاف کا بندرگاہ اور وہ علاقہ جو روسیوں نے بحیرہ آذاف کے شمال میں فتح کیا تھا زار کے قبضہ میں رہنے دیا گیا۔ اور کل خراج جو متعدد عیسائی طاقتیں باب عالی کو دیا کرتی تھیں موقوف کر دیئے گئے۔ اس معاہدہ پر ۲۶ جنوری ۱۶۹۹ء (۲۶ رجب ۱۱۱۰ھ) کو دستخط ہوئے۔

ہنگری، ٹرنسلوینیا، موریا، ڈلمیشیا، پوڈولیا، یوکرین اور آذاف یکبارگی اس قدر صوبوں کا ایک ہی وقت سلطنت سے جدا ہوجانا سلطنت عثمانیہ کے انحطاط کو دنیا سے پوشیدہ نہیں رکھ سکتا تھا۔ یہ پہلا بڑا رخنہ تھا جو اس اسلامی حکومت کی حدود میں پڑا۔ اس سے یورپ والوں کے دلوں سے ترکوں کی دہشت اڑ گئی۔ فتح و ظفر مندی کا سہرا ترکی کے سر سے اتر گیا۔ اور وہ عیسائیوں کی نظروں میں حقیر و ذلیل سہی ویسی ہی ایک سلطنت ہوگئی جیسی کہ دوسری تھیں۔ اوسکی بڑائی اور فوقیت کا بڑا باعث یہی تھا کہ وہ کل یورپین سلطنتوں سے الگ تھلگ تھی۔ اور مغربی یورپ کے معاملات سے کچھ سروکار نہ تھا۔ اگر تعلق تھا تو صرف وہی جو ایک زبردست اولوالعزم اور فاتح سلطنت کو غیر جنس کمزور ریاستوں سے ہوتا ہے۔ اس معاہدہ سے وہ علیحدگی کافور ہوگئی۔ اور وہ بھی یورپ کے کل معاملات اور جھگڑوں میں شریک ہوگئی۔ ایک عیسائی مورخ نے کیا ٹھیک کہا ہے۔ وہ لکھتا ہے "ترکی نے اپنے قدیم اور گہرے رفیق (یعنی فرانس) کی نصیحت نہ مانی اور حریص طامع ہمسایوں اور خودغرض دوستوں (انگلستان وغیرہ سے مراد ہے) کے پھیروں میں گرا اونکے پھندے میں پھنس گئی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اوسکے تنزل و انحطاط کا رکنا محال ہوگیا"

جرمن مورخ وان ہمر لکھتا ہے کہ "معاہدہ کارلووز ان معاہدوں میں سے ہے جو خاص غور و فکر چاہتے ہیں۔ بعض لڑائیاں شائقین تاریخ کی خاص توجہ کی متقاضی ہوتی ہیں۔ اور اون پر پوری توجہ سے غور کیا جاتا ہے۔ یہی کیفیت بعض معاہدوں کی ہے۔ کارلووز کے معاہدہ کے وسے ترکوں کی سرحد پولینڈ اور ہنگری کی طرف نیسٹر، ساوا اور اونا کے دریاؤں سے محدود ہوگئی۔ وسیع رقبہ اون کے تصرف سے نکل گیا۔ دنیا کو اونکی فتوحات و طاقت کا کوئی خوف نہ رہ گیا۔ اوس کا تنزل جسے مراد چہارم کے آہنین پنجہ اور کوپریلی اول کی زبردست اور خوفناک تدابیر نے کچھ عرصہ کیلئے تھام لیا تھا کل عالم پر ہویدا ہوگیا۔ اور پھر اوسے نہ اس خاندان کے وزرار کی دانائی روک سکی اور نہ وہ اون غیر تربیت یافتہ اور بے قواعد سپاہیوں کے جم غفیر اور جرار فوجوں سے جنھیں باب عالی مشکل کے وقت میدان جنگ میں بھیجتا رہا دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھا جاسکا۔ مگر یہ عہدنامہ

ف شٹرنرنیت تاریخ عثمانیہ۔ جلد اول صفحہ ۱ تا ۳۔

اسی وجہ سے قابل یادگار نہیں۔ بلکہ اس لئے بھی کہ اس معاہدہ کیوقت روس اور ٹرکی پہلی مرتبہ ایک عام یورپین کانگریس میں شریک ہوئے۔ اور نیز اس لئے کہ انگلستان اور ہالنڈ کے سفراء کو جن ملکوں میں سے کوئی بھی جنگ میں شریک نہیں تھا۔ اوس کانگریس میں داخل کرنے سے زار اور سلطان نے تسلیم کر لیا کہ یورپین طاقتیں عام بہبود و بہتری کے لئے ایک دوسرے کے معاملات میں ثالث بالخیر بن سکتی ہیں"۔ میں حیران ہوں کہ وان ہمر نے اس ثالثی کو عام بہبود و بہتری پہ مبنی ہونا کس طرح تحریر کر دیا ہے۔ یورپین سلطنتوں کے لئے ایسا ہو تو ہو۔ ٹرکی کے لئے یہ دونوں حدتیں سم قاتل سے کم مہلک ثابت نہیں ہوئیں۔ اور یہی وہ عام بہبود کے معاملے ہیں جو اوسے کبھی سنبھلنے نہیں دیتے۔ مگر ان دونوں باتوں پہ مفصل بحث ہو چکی ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

معاہدہ کارلووز کے رو سے ایک کو مویا اور دوسری کو کامی نیاک ملجانے سے وینس اور پولنڈ کی کمزور ریاستوں کی پہر کچھ عرصہ کیلئے عزت و وقعت قایم ہو گئی۔ مگر دراصل قابل غور وہ تغیر تھا جو جنگ سترہ سالہ سے نہیں ٹرکی بلکہ روس کی حالت میں واقع ہو گیا تھا۔ ۱۶۸۲ء میں روس گوشہ گمنامی میں پڑا تھا۔ اب بحیرہ اسود اور بحیرہ آزاف کے ساحل تک سلطنت وسیع کر لینے سے یورپین نظام کا ایک فرد بن گیا۔ آغاز محاربہ کے وقت آسٹریا کو اپنے دار الخلافہ اور قومی وجود تک کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ انجام جنگ میں خاندان ہیپسبرگ (نساوی خاندان) کی سلطنت نہ صرف محفوظ بلکہ وسیع۔ اور نہ صرف وسیع بلکہ ہمیشہ کے لئے مضبوط و مستحکم اور اوسکی طاقتیں مجتمع ہو گئیں۔ برعکس اسکے خاندان عثمانیہ ابنا للبنا لبنا خود اپنے ہی کئی زرخیز صوبے ہاتھ سے کھو بیٹھا۔ اور بقول کریسی "عیسائی حملہ آوروں سے باقیماندہ صوبوں کے بچا رہنے کیلئے اوسے دو دیگر ثالث مسیحی طاقتوں کا مشکور ہونا پڑا"[1]۔ شلاسر اپنی کتاب "اٹھارہویں صدی کی تاریخ" کے مقدمہ میں لکھتا ہے۔ کہ اوسوقت سے یورپ میں کسی کو ٹرکی کی فوجی طاقت کا ایسا خوف نہیں رہ گیا تھا۔ اور اوسکی قدر و منزلت ڈپلومیٹک (یعنی یورپین سلطنتوں کے باہمی جوڑ توڑ اور تدابیر میں کارآمد ہونے کی) رہ گئی اور دوسری قومیں فوقتاً فوقتاً اوس سے آسٹریا یا روس کی روز افزوں طاقت کے برخلاف پالیٹیکل مشین کا کام لینے کی کوشش کرتی رہی ہیں۔ چنانچہ جس قدر روسی فرمانرواؤں کے دلوں میں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے بحیرہ اسود پہ پورا تسلط کرنے کی خواہش بڑھتی گئی اوسی نسبت سے ٹرکی کی اس ڈپلومیٹک وقعت میں اضافہ ہوتا گیا"۔ کریسی صاحب نے ایک سب سے لطیف نکتہ اس موقعہ پہ تحریر کیا ہے۔ پہلی جلد میں میں لکھ چکا ہوں کہ ترکوں کی موجودہ کمزوری اور ادعدار کی دلیری کا سر نہاں یہ ہے کہ وہ جارحانہ پہلو کو چھوڑ کر صرف مدافعت پہ انحصار کر بیٹھے ہیں۔ حالانکہ اونکے پاس اول الذکر پالیسی اختیار کرنیکے جمیع سامان موجود ہیں کسر فقط اولعزمی اور امنگ کی ہے۔

[1] مگر یہ تو اسی ثالثی کے ان لینے کو زوال کا نوری باعث سمجھتے ہیں۔ اور گو جب وزراء عثمانیہ نے صلح کر لینے کا عزم کر لیا سلطنت

مسٹر کریسی کی تحریر سے میرے اس بیان کی بالواسطہ طور پر پوری تصدیق ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "ٹرکی معاملات میں دوسری طاقتوں کو برابر کمال دلچسپی اور تردد آمیز لگاؤ ہونے کا بڑا باعث جو ساتھ ہی دیرپا بھی ہے یہہ ہے کہ ہر ایک طاقت کو یہہ اندیشہ ہے کہ اگر کسی سلطنت نے عثمانیہ مقبوضات کو فتح کرکے اپنے ممالک محروسہ میں شامل کرلیا تو اس سے اوسکی جارحانہ طاقت میں خطرناک اضافہ ہو جائیگا۔ یہہ سلطنت ترکوں کے ماتحت گویہ تقاضائے عمر جارحانہ مقاصد اور فاتحانہ اغراض کیلئے غیر معطل ہو رہی ہے۔ مگر دوسروں کے ماتحت وہ دنیا کی آزادی کو ملیامیٹ کرنے یعنی دیگر آزاد قوموں کو محکوم و مفتوح بنانیکے لئے کافی وسایل اور سامان (سپاہ و جہاز وغیرہ کی صورت میں) بہم پہونچا سکتی ہے"

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ٹرکی کے پاس فاتحانہ اغراض کیلئے بدستور سامان موجود ہے۔ مگر ترک اوس سامان کو زمانہ کے حسب حال صورت میں ڈہال کر اوس سے کام نہ لیں تو یہہ اون کا اپنا قصور اور اپنی ہمت کی کوتاہی ہے۔ خوشی کا مقام ہے کہ عبدالحمید خان ثانی الغازی کے ظل عاطفت میں چند برس تربیت پانے سے اون میں پہر کچھہ نہ کچھہ "سپرٹ" اور امنگ پیدا ہوگئی ہے اور پچھلے برس (سنہ ۱۸۹۷ء) سے انہوں نے کئی صدیوں کے خواب خرگوش کے بعد پہر اس میدان میں قدم رکھہ دیا ہے۔ مگر پہر بہی ابہی تک وہ بہت دبے ہوئے ہیں اور جب تک ہمت مردانہ کرکے اس رنگ میں اوسی طرح نہ رنگے جائیں گے جیسے کہ اونکے فاتح بزرگ اسلاف تہے۔ یا جیسے کہ اب دنیا کی چند خوش اقبال مسیحی طاقتیں اور قومیں ہیں۔ تب تک اونکی حالت میں بہتری کی طرف بہت کم تغیر ہو سکے گا۔ وہ اس میدان میں اس قدر پیچھے ہیں کہ اون کو شب و روز اس کمی کو پورا کرنیکے سوائے اور کوئی فکر نہیں ہونا چاہئے۔ اور چونکہ اکثر دوسری طاقتوں پر اون کو یہہ فوقیت حاصل ہے کہ اون کے پاس اس مدعا کے لئے خداداد سامان اور وسایل موجود ہیں مگر تو کوشش کرنے سے تہوڑے عرصہ میں مسیحی طاقتوں کے ہم پلہ بن سکتے ہیں۔ اور خداوند کریم کے فضل و کرم سے قوی امید ہے کہ امیرالمومنین عبدالحمید خان ثانی کے ظل ہمایون میں اونکی یہہ سست رفتاری بہت جلد ویسی ہی سرگرم مستعدی و چستی سے جسکی فی زمانہ سخت احتیاج ہے متبدل ہو جائے گی۔

الا ما شاء اللہ واللہ یہدی من یشاء الی سبیل الرشاد۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷- کی حالت بہت خستہ و تباہ ہو رہی تہی۔ پہر بہی مجہ کو کریسی صاحب کے برخلاف مسٹر ... صاحب کے الفاظ سے اتفاق کرنے میں کچھہ بہی تامل نہیں۔ روس کی نصیحت مان کر اگر ... کی سجائے لڑائی کو جاری رکہا جاتا تو غالباً ایسا برا نتیجہ نہ نکلتا۔ مولف۔

باب ہفتم

حسین کوپرلی کا انتظام۔متعدد بغاوتوں کا انسداد اور اوس کی وفات۔مصطفی ثانی کی معزولی۔احمد ثالث کی تخت نشینی۔فرانس چارلس دوازدہم شاہ سویڈن کا ٹرکی میں ورود۔روس کے ساتھ محاربہ۔ترکوں کی فتحیابی اور معاہدہ پرتھ۔وینس کے ساتھ محاربہ۔موریا کا پھر فتح کر لینا۔آسٹریا کے ساتھ محاربہ۔ترکوں کی شکست یابی معاہدہ پاسوروٹز۔ایران کے برخلاف روس سے اتحاد۔احمد ثالث کی معزولی۔صوبجات ڈینوب کے گورنران یعنی ہوسپودار۔خاندان فناریاں۔

معاہدہ کارلووٹز کے بعد آسٹریا۔پولنڈ۔اور روس کے سفرا اوسکی آخری تصدیق کے لئے قسطنطنیہ پہونچے۔ اور گو روس کے ساتھ عرصہ تک سفرا کا صلح پر جھگڑا رہا۔مگر دوسری سلطنتوں سے فوراً معاہدہ کی تصدیق کر دی گئی۔کیونکہ حسین کوپرلی اندرونی اصلاحات کے لئے بھی امن کی سخت ضرورت دیکہہ رہا تہا۔بلکہ مصر۔کریمیا۔عرب۔عراق عرب اور افریقہ کے دیگر صوبجات میں بھی کچھ عرصہ سے کمال بد امنی پھیل رہی تھی جسکا تدارک نہایت ضروری تھا۔ عراق عرب میں رعایا کی ناراضگی کا بڑا باعث وہاں کی مشہور نہر دیاآب کا ٹوٹ جانا تھا۔یہہ نہر دریا فرات کو دجلہ سے ملاتی ہے۔متواتر بیرونی جنگوں سے اندرونی انتظام کی کل ایسی بگڑ رہی تھی کہ عرصہ سے اوسکی مرمت و درستی کی طرف کوئی توجہ نہ کیگئی۔اوس کے کنارے اور پشتے برسوں کی بے توجہی سے کمزور اور بوسیدہ ہوگئے۔اور آخر طغیانی کے موسم میں پانی اون کو توڑ کر کل دوابہ میں پھیل گیا اور زرخیز میدان لق و دق دلدل بن گئے جس سے رعایا محاصل اراضی ادا کرنے سے بالکل عاجز ہوگئی۔مگر مقامی حکام نے اونکی حالت زار پر رحم کرنے اور اونکی زمینوں کی درستی کا انتظام کرنیکی بجائے مالگذاری بہ جبر وصول کرنے کی کوشش کی۔رعیت پہلے ہی زیست سے تنگ آئی ہوئی تھی۔وہ برسر فساد ہوگئی۔اور ہمسایہ ایرانیوں نے جلتی آگ پر تیل ڈال کر زمینداروں کو امداد کا وعدہ کرکے بغاوت پر ثابت قدم رہنے کے لئے در پردہ اکسانا شروع کر دیا۔لیکن بے سر و سامان دہقانیوں کی شاہی طاقت کے سامنے کیا حقیقت تھی۔وہ بری طرح سے شکست یاب ہوکر پامال کر دیئے گئے۔اور فتح کی یادگار اور بقیۃ السیف کی عبرت کیلئے مقتولین کے سروں کو چن کر ایک بلند مینار بنا دیا گیا۔مگر رعیت کی بربادی خود سلطنت کی خوشحالی کی بیخکنی ہوتی ہے۔اسی واسطے دانا کہہ گئے ہیں کہ رعیت کی بغاوت بعض صورتوں میں بیرونی محاربہ سے بھی زیادہ مضر ہے۔کیونکہ بغاوت کی کامیابی اور ناکامیابی دونوں ملک و حکومت کیلئے نقصان سے خالی نہیں۔چنانچہ اس فتح سے سلطانی سطوت کا سکہ تو بیٹھ گیا مگر رعیت کی خونریزی اور تباہی اپنا پہلا

دستے بغیر نہ رہی۔ دیہات کے سیدانوں کو پہر کبہی پہلے ایسی زرخیزی حاصل نہ ہوئی۔ نہ تجارت کو کبہی ویسا عروج ہوا۔ شاہی محاصل میں بہت کمی ہوگئی اور ایسی وقت ہوئی جبکہ گورنمنٹ کو جس کا خزانہ سیرنی لڑائیوں سے بالکل خالی ہو رہا تہا روپیہ کی سخت احتیاج تہی۔ اسی قلت کی وجہ سے سلطان حجاز کے بدؤوں کو جنہیں حاجیوں کے قافلوں کی حفاظت کے معاوضہ میں سالانہ وظیفہ ملتے ہیں حسب معمول زر وظیفہ نہ بہیج سکا۔ اور انہوں نے برافروختہ ہوکر حاجیوں کے قافلوں کو بیدریغ لوٹ لیا۔ ادہر ترکمانوں اور کردوں نے ایشیائی صوبجات کے کئی علاقوں میں تباہی برپا کردی۔ کئی قزاق گرفتار کرکے قتل کیے گئے اور اون کے سر قسطنطنیہ کو بہیجے گئے۔ مگر اس سختی سے دبنے اور مخوف ہونے کے بجائے تاخت و تاراج کے فطرتی شوق کے ساتھہ ہی ان وحشی قبایل میں عوض کشی کا جوش بہی پیدا ہوگیا۔ کریمیا میں ریاست کے وارثوں کی خانہ جنگیوں نے کل ملک میں زلزلہ ڈال دیا۔ اور باب عالی کو یہ خطرہ پڑ گیا۔ کہ مخالف فریقوں میں سے کوئی روس سے حمایت کی درخواست نہ کر بیٹھے لیکن کوپرلی کا حسن انتظام ان تمام خرابیوں پر غالب آگیا۔ اور اوسکی وزارت کے آخری حصہ میں سب جگہ امن و امان ہوگیا

ان بدامنیوں کے فرو کرنے کے وقت حسین الملقب بہ عاقل اندرونی اصلاحات اور رعایا کی تسخیر قلوب کی تدابیر سے غافل نہ رہا۔ سب سے اول اوس نے اپنے چچا مصطفی کی تقلید کرکے عیسائی رعیت کو لطف و مدارات سے خیرخواہ سلطنت بنانے کی کوشش کی اور معاہدہ پر دستخط ہوتے ہی سرویا اور ضلع تیمسوار کے سبھی باشندوں کو ایک سال کا خراج و جزیہ معاف کردیا۔ صوبہ دسلیبیا اور یونان کے عیسائیوں کو جنگی ٹیکس کا بقایا جو ۵ لاکہ قرش کے قریب تہا چہوڑ دیا اور شام کے باشندوں کو سرکاری چراگاہوں میں مویشی چرانے کی عام اجازت دیدی۔ وہ مسلمانوں کی اصلاح سے بہی غافل نہ رہا۔ وہ ہر وقت اون کو یہی نصیحت کرتا رہا کہ اپنے مذہب کے احکام سے واقف ہوکر خلوص دل سے اونکی تعمیل کریں اور علم و ہنر سے بہرہ اندوز ہوتے رہیں۔ مالی صیغہ کی کامل اصلاح کیگئی بحری فوج کا پورا انتظام کیا گیا۔ تمام ایسے اشخاص کے نام جو فوجی رجسٹروں میں درج اور بابت تنخواہ پاتے [illegible] کاٹ دیے گئے اور صرف ایسے آدمی رہنے دیے گئے۔ جو فی الواقع سلطنت کی خدمت کرنے کے قابل تہے۔ بحری فوج کی بڑی باحسن طریق درستی کیگئی۔ اور ترقی فقط لیاقت پر منحصر کردیگئی۔ بہت سے رفاہ عام کی عمارتیں۔ آبپاشی کی نہریں۔ پل۔ مساجد۔ مدارس۔ تجارتی منڈیاں۔ فوجی بارکیں۔ شہروں میں آبنوشی کے لئے پانی لانیکی مسقف نہریں اور اسی طرح کی دوسری چیزیں کہیں اپنے ذاتی اور بعض اوقات سرکاری خرچ سے تعمیر کرائیں اور بلغراد۔ تیمسوار اور نش کے قلعوں کو خوب مضبوط کردیا۔ مگر افسوس یہ علم دوست۔ عالی ہمت دنیا ہی اور قابل مدبر زیادہ عرصہ تک قوم و ملک کی خدمت نہ کرسکا۔ اور ایک نامراد حادثہ غیر مترقبہ کی وجہ سے اوسے اپنے عہدہ سے مستعفی ہو جانا پڑا۔ اوس کا بھتیجا علی بک ایک شاہی کنیز کے عشق میں مبتلا ہوگیا جو وہ ضبط

نہ کر سکا اور معشوقہ پر اپنا جذبہ اشتیاق ظاہر کر دیا۔ یہ راز زیر سکہ چند اعدا کو معلوم ہو گیا اور انہوں نے سلطان کو کل معاملہ کی خبر کر دی عاشق و معشوق دونوں نیست و نابود کر دیے گئے حسین کو اپنے بھتیجے کی بد اعمالی سے ایسا سخت رنج اور صدمہ پہنچا کہ وہ سلطان سے اجازت لیکر شکستہ دل و مغموم خانہ نشین ہو گیا اور چند ہفتوں کے بعد ستمبر ۱۷۹۰ء میں جنت المادی کو سدھار گیا۔ اور اپنی دیانت تقوی اور دانائی کی ایسی نیک شہرت پیچھے چھوڑ گیا کہ اب تک بہت کم ترکی مدبروں کو ویسی حاصل ہوئی ہے۔

محاربہ گزشتہ کی فتوحات سے روس کو بحیرہ ازاف اور اسود کے ساحل پر قدم رکھنے کی جگہ ملجانے سے عثمانیہ مدبرین کو سخت تردد پیدا ہو گیا تھا۔ اور وہ ہر وقت اس ادھیڑبن میں رہتے تھے کہ جس طرح ہو سکے اس نئے دشمن کا کوئی کما حقہ انتظام کیا جائے۔ اسی لیے گو دوسالہ معاہدہ صلح کی کوئی خلاف ورزی نہ کیگئی لیکن صلح کی قطعی شرائط چھ ماہ کے مسلسل نامہ و پیام کے بعد جس عرصہ میں کئی مرتبہ شکر رنجیاں ہوئیں بمشکل طے ہوئیں۔ یہ گفتگو ستمبر ۱۷۹۱ء میں ہوئی تھی۔ اس معاہدہ کی اول دفعہ کے رو سے صلح کی میعاد بیس برس قرار دیگئی۔ دوسری شرط کی رو سے روسیوں نے چار مفتوحہ مقامات طوغان۔ غازی کرمان شاہین کرمان اور نصرت کرمان کے قلعوں کے مسمار کر دینے کا اقرار کیا۔ پانچویں دفعہ میں فریقین نے عہد کیا کہ دونوں سلطنتوں میں حد فاصل قائم کرنیکے لیے آزاف اور پریکاپ[۱] کے درمیان بارہ لیگ[۲] عریض علاقہ بیابان رکھا جائیگا دفعہ ششم کے رو سے روسیوں اور تاتاریوں کو پریکاپ اور قلعہ مرش کے درمیانی ضلع میں شکار ماہی اور شکار جانوروں کا چمڑا اتارنے لکڑی کاٹنے اور گھاس جمع کرنیکے یکساں حقوق عطا کیے گئے۔ بڑے دفعہ ہشتم روس کو قصبہ آزاف کے متعلق دریائے کوبان دینے جنوب یا اس کے کنارے سات لیگ چوڑا علاقہ دیا گیا۔ اور ترکوں نے ذمہ لیا کہ نوغائی تاتاری اور چرکس روسیوں کو اس علاقہ میں کوئی تکلیف نہ پہنچائیں گے۔ ہشتم دفعہ کا منشا یہ تھا کہ آئندہ کریمیا کے تاتار روسی علاقہ میں یورش نہ کریں۔ نہم دفعہ اسیران جنگ کے تبادلے کے متعلق تھی۔ دہم میں آزادی تجارت یا زدہم میں روسی حاجیان یروشلیم کی حفاظت کی شرط کیگئی۔ نیز سیزدہم میں روسی گماشتوں اور ترجمانوں کو چند رعایتیں دیگئیں اور چودہویں دفعہ میں یہ لکھا گیا کہ فریقین دو مہینوں کے اندر اپنا اپنا سفیر ان شرائط کی تصدیق آخری کے لیے بھیجدے۔

اس معاہدہ سے چند ماہ بعد لارڈ پیجٹ کی جگہ سر رابرٹ لسٹن قسطنطنیہ میں انگریزی سفیر مقرر ہوا۔ انگلستان نے سلطان کو بہت سبز باغ دکھا کر کچھ ایسا گرویدہ کر لیا ہوا تھا کہ وہ یہی نہیں کہ اس کی چالوں کی تہ تک نہ پہنچا بلکہ الٹا اپنے تئیں انگلستان کا بہت ممنون احسان سمجھتا رہا۔ چنانچہ لارڈ موصوف جب الوداعی ملاقات کے لیے حاضر خدمت ہوا تو سلطان نے اسے ان الفاظ سے مخاطب کیا۔ "انگریز ہمارے قدیم اور مخلص دوست ہیں اور جب کبھی موقعہ آیا ان کو دکھا دیا جائے گا کہ ہم بھی انکو سچے دوست ہیں۔ بالخصوص تم ہمارے بادشاہ پر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ معاہدہ کا لوذرمیں اوسکی دوستانہ ثالثی اور مداخلت ہمیں بخوبی یاد ہے اور ہمکو کامل اعتبار ہے کہ وہ ہمارا سچا دوست ہے۔"

کریسی صاحب لکھتے ہیں کہ انگریزی دوستی کی ایسی عالی قدر عالیا اس لیے بھی کیگئی تھی کہ ۱۷۹۱ء کو معاہدہ کی باضابطہ تصدیق ہوجانے کے وقت بھی روس اور ٹرکی کے تعلقات برابر کشیدہ تھے اور نئے انگریزی سفیر کے قسطنطنیہ وارد ہونے کے وقت بحیرہ اسود کے شمال میں روسی

---

۱ معاہدہ میں آٹھ آور لکھا گیا تھا ۔ ۲ ایک لیگ انگلستان میں تین اور جرمنی اور ہالینڈ میں چار میل کا ہوتا ہے ۔ مؤلف

اور ترک کی نوجوان مقابلہ ہو جانیکا قوی احتمال تھا۔ خان کریمیا اور کئی دیگر اعلےٰ اسلامی عہدہ دار لڑائی از سر نو شروع کرنا چاہتے تھے اور انہی نے قسطنطنیہ کو مبالغہ آمیز خبریں بھیجی تھیں کہ روسی بحیرۂ آزاف میں زبردست بحری تیاریاں کر رہے ہیں اور نہایت مضبوط و مستحکم قلعے بنا رہے ہیں۔ روسی سفیر نے ان خبروں کی تکذیب کی۔ اور سلطان نے خان کریمیا کو جھوٹی خبریں دینے کے جرم میں معزول کر دیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی ترک اپنی سرحدوں کو مضبوط کرنے میں شب و روز مصروف ہو گئے۔ روسی بیڑہ کو بحیرۂ آزاف میں بند رکھنے کیلئے کریمیا کے مشرقی گوشہ پر آبنائے کیچ کے شمالی دہانہ کی نگرانی کے لئے زبردست قلعہ تعمیر کیا گیا۔ اور اسکا نام ینی قلعہ رکھا گیا۔ اس کی عمارت ۱۷۰۳ء میں ختم ہوئی اور اس میں ایسے اس کے برابر مائیں توپیں نصب کیگئیں جن سے کوئی جہاز جو جبراً گذرنے کی کوشش کرتا ان کی گولوں کی زد سے نہیں بچ سکتا تھا۔ آبنائے نیز روسی شیاریوں میں لگے ہوئے تھے آزاف کو خوب مستحکم کیا گیا۔ اور بمقام طغان (طوغان) جو آبنائے ماعنی رزدک کے نام سے مشہور ہے ایک قلعہ تعمیر کر کے کامیابی سے مقابلہ کا سامان کیا گیا۔ دریائے نیپر کے پرانے قلعوں کی بھی مرمت کی گئی۔

کوبرلی کو مستعفی ہونے پر سلطان نے مفتی فیض اللہ کے مشورہ سے دلت بان پاشا کو وزیر بنایا۔ یہ شخص انتہا درجہ جاہل شخص تھا لکھنا پڑھنا مطلقاً نہیں جانتا تھا۔ مگر بہادری اور شجاعت کی وجہ سے سپاہ میں بہت ہر دلعزیز تھا۔ اس نے اہتمام لیتے ہی فرمان صادر کر کے یہودیوں، عیسائیوں اور عورتوں کے لباس و پوشاک کے متعلق جدید ضوابط و قواعد مقرر کئے جس سے عام جاہل مسلمانوں میں وہ اور زیادہ ہر دلعزیز ہو گیا۔ اور حسین کوبرلی کی جائداد ضبط کر کے اس خاندان کو اور بہت ایذا پہنچانا چاہتا تھا مگر رامی پاشا اور عیسائیوں کے برخلاف سخت احکام نافذ کئے سابقہ وزرا راضی نہ ہوئے۔ ان کو تکلیف کبھی نہیں پہنچائی تھی۔ دلت بان روس کے ساتھ لڑائی کو جنگ چاہتا تھا اور کریمیا میں بدامنی ہونے سے سرحد پر جرار فوج جمع کرنے کا بہانہ بھی مل گیا۔ مگر آخری عہد نامہ پر بحالات موجودہ وہ ترجیح دیتا تھا اور رامی پاشا اس امر کے مخالف ہیں کارلووٹز کو جو عثمانیہ سفیر بھیجے گئے تھے رامی پاشا بھی انہیں میں شامل تھا۔ وزیر نے اس مخالفت کو دور کرنے کے لئے مفتی کو زہر سے ہلاک کرنے کی صلاح کی۔ اور اس غرض کے لئے اسکو اپنے مکان پر مدعو کیا مگر فیض اللہ کو اس سازش کا پتہ چل گیا اور اس نے فوراً سلطان کے پاس شکایت کی۔ دلت بان کی سفاکی اور درشت اطواری سے مصطفےٰ پہلے ہی آزردہ ہو رہا تھا آخر مفتی کی شکایت سنتے ہی وزیر کو بلا بھیجا جسے اپنی نسبت کوئی اندیشہ نہیں تھا فوراً حاضر خدمت ہو گیا۔ سلطان نے اسے معزول کر کے زندان میں بھیج دیا۔ جہاں چند دن کے بعد اسے قتل کر دیا گیا۔ اس نے صرف چار مہینے وزارت کی۔

مصطفےٰ ثانی کی معزولی

دلت بان کے بعد رامی پاشا وزیر ہوا۔ اسکی سفارش بھی فیض اللہ نے کی تھی مگر دلت بان کے برعکس وہ اس چالاک شیخ الاسلام کے ہاتھ میں محض کٹ پتلی نہ بنا۔ رامی خود بھی صلح کا خواہاں تھا اور فیض اللہ کا بھی یہی منشا تھا۔ رامی نے حسین کے قدم بقدم چلکر اسکی اصلاحات کی تکمیل کا عزم بالجزم کر لیا۔ اور مالیہ کے انتظام میں کئی ضروری و مفید تبدیلیاں کیں۔ ان معقول تدابیر سے اس نے خزانہ میں معقول رقم جمع کر لی۔ جو بدویانِ حجاز کو وظیفہ دینے اور ایڈریانوپل کی مختلف نہروں کی مرمت پر خرچ کی گئی۔ وہ خزانہ کی بہتری کے لئے کسی جائز وسیلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑتا تھا لیکن ساتھ ہی نہ فقط اپنے ذاتی معاملات بلکہ سرکاری امور کے انصرام میں

بھی شیخ الاسلام نے مصلحت مزاجی اور میانہ روی سے کام لیتا رہا۔ اوسنے کوپرلی خاندان کی جائیداد واگذار کر دی۔ اور تا وقتیکہ وہ شاہی خزانہ کا مقروض نہ ہو کسی سرکاری عہدہ دار کے مرنے پر اوسکی جائیداد سے تعرض نکرتا۔ اوسنے ینگچری فوج کے کئی افسروں کو جو تغلب کے مجرم ثابت ہوئے تھے تازیانہ کی سزا دلوائی خود سر سپاہ اسے اپنی ہتک سمجھکر ناراض ہوگئی۔ ادہر اکثر ملازمین جو اس سے ناراض ہوگئے کہ انہیں فیض اللہ کے پاس خاطر سے اوس کے اکثر رشتہ داروں کو جن میں سے اکثر محض نا قابل تھے مختلف بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کر دیا تھا۔ انہی دنوں فوجکو تنخواہ ملنے میں کچھ توقف ہوگیا۔ اوسنے قسطنطنیہ میں ہنگامہ برپا کر دیا جو افسروں کی تائید و اعانت سے بہت جلد بغاوت کی شکل میں بدل گیا۔ دار الخلافہ کے عام باشندے بھی سلطان کے زیادہ تر ایڈریانوپل میں رہنے سے آزردہ ہو رہے تھے اور اکثر علماء بھی معاہدہ کارلووز کے وقت سے برگشتہ خاطر ہوگئے تھے۔ انہوں نے بغاوت کے جواز کا فتویٰ دیدیا۔ سلطان مصطفیٰ ابھی تک پہلا مصطفیٰ نہیں رہگیا تھا۔ اور اون کی ناکامی نے اوسے شکستہ دل یا بزدل و لاپروا بنا دیا تھا۔ بہادرانہ مستعدی وغیرہ تو درکنار اوسے اپنے منصبی فرائض ادا کرنیکا بھی شوق نہیں رہگیا تھا۔ اللہ اکبر یہی شخص جو کبھی سلطان سلیمان عظیم الشان کو اپنا نمونہ بناکر اپنی افواج کی خود سپہ سالاری کیا کرتا تھا اب ایسا ہم تن آرام کاہل اور عیاش ہوگیا ہوا تھا۔ اوسنے ملامت و مدارات اور طول طویل نامہ و پیام سے باغیوں کو راہ راست پر لانا چاہا۔ مگر ینگچری اس سے کب رکنے والے تھے۔ اوس قسطنطنیہ سے ایڈریانوپل پہنچگئے۔ وہاں وزیر کی فوج بھی جو اوسنے جمع کی تھی۔ باغیوں سے ملگئی۔ مصطفیٰ نے ملک میں خانہ جنگی برپا کرنی مناسب نہ سمجھکر یا کاہل و عیاشی و مقابلہ کے قابل نہ رہنے کی وجہ سے خود بخود تخت چھوڑ دیا۔ اور اپنے بھائی احمد کے پاس جاکر کہا بھائی مسلمان تجھے بادشاہ بنانا چاہتے ہیں یہہ کہکر تاج و عصا اوسکے سامنے رکھدیئے اور خود عزلت گزین ہوگیا۔ یہہ واقعہ ۱۷۰۳ء میں گذرا۔

سلطان احمد کی تخت نشینی

احمد ثالث اوسیوقت سلطان مشتہر کیا گیا۔ اور اوس نے باغیوں کو خوش کرنے کیلئے انہی کے پسند کردہ لوگوں کو وزیر مفتی اور آغائے ینگچریان مقرر کردیا۔ تخت نشینی سے دوسرے دن احمد ثالث بجلوس شاہانہ مسجد کو جارہا تھا کہ باغیوں نے اوسکو گھوڑے کو گھیر کر کل ایسے افسروں کو جنہیں وہ غدار سمجھتے تھے اور بالخصوص مفتی فیض اللہ کو سزا دیئے جانیکا مطالبہ کیا۔ مفتی اس سے پہلے کاہی جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ مستعدی کر کے اوسے پر وہ راستہ سے واپس منگوا کر اون کے حوالہ کر دیا گیا۔ تین دن کے بعد اوس کے جانشین نے فتویٰ دیا کہ عالم کے قتل کی اجازت دیدی ہے۔ اسی اثناء میں اوسپر طرح طرح کی سختیاں کیجاتی رہیں اور جب نوبت یہانتک پہنچگئی تو کہتا تو ہی جہانتک موت کو عذاب دو اور ذلت بخشو یا گئی ہے۔ ویسا ہی تکلیف میں لایا گیا معزول شیخ الاسلام کو منافیانہ لباس میں گدھے پر سوار کیا گیا۔ اور لگام ایک یہودی کے ہاتھ میں دیگئی۔ اسی طرح بازاروں میں تشہیر کرنیکے بعد اسکا سر قلم کیا گیا۔ اونکے عقب آلود و عایا نے اوسکی لاش کو لیکر اوسکے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا احمد یہہ خوفناک نظارہ بچشم خود دیکھتا رہا۔ اور دوم شمار لیند اذان حسب دستور عثمانی شمشیر مسجد ایوب میں زیب کمر کرنیکے لیئے قسطنطنیہ چلا گیا۔ احمد کی عمر اوسوقت تیس سال کی تھی سلطانی سواری ٹھاٹھ سے دار الخلافہ کو روانہ ہوئی جہاں اون کی سلطنت کی پالکی سب سے آگے تھی۔ وہ سلطان کی پالکی تھی اور سفید غلام اس کے محافظ تھے اس کے بعد معزول سلطان کی والدہ اور

ہمشیرہ کی سواریاں نہیں۔ اور تیس گاڑیوں پر اوس کے حرم کی کنیزیں سوار تھیں جن میں سے کسی کو دیکھنا بھی اوسے نصیب نہ ہوا۔ شمشیر بندی کی رسم کے بعد مصطفےٰ اور اوس کے چار دن بیٹے محلسرا کے اوس حصہ میں جو شہزادوں کو محبس کا کام دیتا تھا بھیجدیئے گئے جہاں وہ چند مہینوں کے بعد فوت ہو گیا۔

احمد ثالث کو تخت پر بیٹھتے ہی محسوس ہو گیا تھا کہ جب تک پچھلی بغاوت کے سرغناؤں کو ہلاک یا اُنکے اقتدار کو معدوم نہ کیا جائے حکومت کا قیام محال ہی مگر اوسنے صبر سے کام لیکر پہلے اپنی طاقت کو مضبوط اور اقتدار کو استوار کرنا ضروری سمجھا۔ دریں اثنا وہ اُن لوگوں سے مدارات پیش آتا رہتا۔ آخر سب سے بڑا شریر اوس کے قابو میں آ گیا۔ جسے فوراً جلادوں کے سپرد کر دیا گیا جس مفتی کو باغیوں نے منتخب کیا تھا اوس کی جان تو بخشدی گئی۔ مگر جسقدر روپیہ ناجائز طریق سے اوسنے جمع کیا تھا وہ سب اگلوا لیا گیا اور اسے لیبانٹو جلاوطن کر دیا گیا۔ اسکی جگہ داماد حسن وزیر مقرر ہوا جسکی پہلی ہی کارروائی سے اوسکی نیکدلی واضح ہو گئی۔ اوس نے رامی پاشا کو بلا کر اُسے حوصلہ و اطمینان دلایا۔ اور اوسکی جان و مال کی حفاظت کیلئے جو دونوں قسطنطنیہ میں ہر وقت معرض خطر میں تھے۔ اوسکو قبرس کا گورنر مقرر کر دیا۔ بعد ازاں اُنھوں اون افسروں کو برطرف کیا جو باغیوں نے سلطان سے جبراً مقرر کرائے تھے۔ مفتی اور اکثر سرکش علماء قبل اس کے کہ کسی کو خبر ہو گرفتار کر کے جہاز پر سوار کرا دیئے گئے۔ لیکن وہ سلطان کی اس اہم خدمت سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اُسے موقوف کر دیا گیا مگر اسکی جان اور جائداد نہ چھینی گئی۔ اوس کے جانشین احمد پاشا نے چند مہینے وزارت کر کے محمد پاشا المعروف بلبان جی [۱] کے لئے اپنی جگہ خالی کر دی یہ بھی ناقابل پایا گیا۔ اور اوسکی جگہ علی پاشا شارلی مقرر ہوا۔ جو اگرچہ خاندانی نہ تھا مگر اوس نے اپنے قبل نشینوں سے کئی حصہ زیادہ قابلیت ظاہر کی۔

سلطان احمد نے تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہی جو کام کیئے ایک اُنمیں سے یہ تھا کہ اُس نے زار پیٹر کو خط لکھکر روس کے جنوبی صوبجات میں اوس کی زبردست تیاریوں کی شکائیت کی اور آخر میں تحریر کیا کہ ٹرکی تمہارے وعدوں اور دوستی کو قول و اقرار پر کبھی تسلیم نہیں کر سکتی لیکن ایک تو احمد بالطبع جنگجو طبیعت کا آدمی نہ تھا۔ دوسرے اندرونی فساد جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے بیرونی محاربہ شروع کرنے میں مانع تھے۔ اودہر روس بھی اوس وقت سویڈن کے ساتھ مشغول کارزار تھا اور اِس وقت وہ ٹرکی کے ساتھ نئی لڑائی ہرگز چھیڑنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ دونوں سلطنتوں میں سنہ ۱۷۰۵ء میں یہ عارضی طور پر تنازعات کا تصفیہ ہو گیا۔ تاہم بابعالی زار کی ہر ایک فعل کی نہایت احتیاط اور خبرداری کے ساتھ نگرانی کرتا رہا۔ ہر سال ترکی جہازات کا بیڑہ بحیرۂ اسود کے سواحل کو کنارے کنارے چکر لگانے اور جو کوئی نیا قلعہ روسیوں نے تیار کیا ہو اوس کا معائنہ کرنیکے لیئے بھیجا جاتا۔ کرچ اور ینی قلعہ کو خوب مضبوط کر کے انمیں باقاعدہ ترکی فوجکے زبردست دستے مامور کئے گئے۔ اور آبنائے کرچ کے ایشیائی ساحل پر بمقام تمن کے قریب ایک اور قلعہ تعمیر کیا گیا۔

اٹھارہویں صدی کے پہلے عشرہ میں ترکوں کو سنبھلنے کا موقع ملا اور اپنے مغصوبہ علاقات کو بھی واپس لے سکنے کا غیر مترقبہ موقعہ حاصل ہوا جس سے افسوس کوئی فائدہ نہ اُٹھایا گیا۔ ایک تو پچھلی لڑائی نے انکو ایسے جھٹکے دیئے تھے کہ پھر جنگ کا نام لینے سے ترکی مدبرین

۱؎ محمد پاشا ابتدا میں یہی کام کرتا رہا تھا۔ مؤلف

کے ہوش پران ہو گئے تھے دوم بدقسمتی سے مصطفےٰ کے عہد کے آخری حصہ اور احمد کے عہد کے ابتدا میں ملک کی اندرونی حالت ناگفتہ بہ اور
خود سلاطین عیش و عشرت میں منہمک تھے اوّل تو خود یہ موقعہ ہی کچھ ایسا قلیل المیعاد نہ تھا کہ یہ عذر پیش ہو سکے کہ ترکوں کو اوسکی خبر نہ ہوئی
اور وہ ہاتھ سے نکل گیا بلکہ وہ اتنے برسوں تک ایسا موجود رہا کہ غافل سے غافل کو اوسکا علم ہو سکتا تھا۔ مگر یہی نہیں ترکوں کو اس سے
مستفید ہونے کے لیئے بار بار خوب زور سے متنبہ بھی کیا گیا۔ لیکن منشا ایزدی کے سامنے کوئی تدبیر پیش نہیں جا سکتی۔ وہ بدستور مگن رہے
اور اگر کچھ اٹھے تو ایسے وقت جب کہ وہ موقع گذر چکا تھا اور ہتھیار اٹھانا ہرگز مناسب نہ تھا۔ شروع صدی کے آغاز میں یورپ کی تقریبًا
کل عیسائی سلطنتیں ایک دوسرے کے ساتھ مشغول کارزار تہیں۔ ترکی کا نیا جانی دشمن سویڈن کے ساتھ جو اس وقت یورپ
کی اوّل درجہ کی طاقتوں میں شمار ہوتی تھی۔ لڑ رہا تھا۔ اور اگر ترکوں کو خداوند کریم عقل دیتا تو وہ اوس وقت اُسپر حملہ آور ہو کر
اس کا نام و نشان صفحہ ہستی سے معدوم کر سکتے تھے۔ دوسری طرف آسٹریا نے فرانس سے تخت ہسپانیہ کیلیئے جسے وہاں کا لاولد بادشاہ
چارلس ثانی لوئی چہاردہم کے پوتہ فلپ کے حق میں وصیت کر گیا تھا سنہ ۱۷۰۱ء میں جنگ شروع کر دیا تہا جس میں انگلستان، ہالینڈ
سیوائے، پرشیا اور پرتگال آسٹریا کے طرفدار تہے اور یہ لڑائی جہاں تک آسٹریا کے رقبا کا تعلق تہا سنہ ۱۷۱۴ء تک اور آسٹریا کے
ساتھ سنہ ۱۷۱۸ء تک جاری رہی یعنی ترکوں کو اپنے اس قدیم دشمن کو تباہ کرنیکا کئی برس تک موقعہ حاصل تہا جس سے یا جو ذرا بہی
کوئی فایدہ نہ اٹھایا گیا۔ لوئی چہاردہم نے جب یہ لڑائی شروع کر دی۔ تو اوسنے اپنے سفیر متعینہ قسطنطنیہ مسمی فیری اول کی معرفت
باب عالی کو کہلا بہیجا کہ یہ سابقہ شکستوں کا عوض اور مفتوحہ صوبوں کو واپس لینے کا اب ٹھیک موقعہ ہے ہسپانیہ اور اٹلی کی طرفداری
سے فرانس کی طاقت دگنی ہو گئی ہے۔ ترکوں کو اس طاقت سے ضرور مستفید ہو کر اپنے دشمن سے بدلہ لینا چاہیئے اُسے سنہ ۱۶۸۴ء
والے اتحاد مقدس (یعنے آسٹریا، روس، پولینڈ اور وینس کے اتحاد) کا کوئی اندیشہ نہیں رکہا۔ پولینڈ اور وینس کبھی لڑائی
نہیں کرینگے۔ وہ الگ رہنے کا ارادہ ظاہر کر چکے ہیں ہنگری ابھی تک برسر فساد ہے ترک وہاں پھر داخل ہو جائیں اور روس کی
بربادی کے لیئے جو سویڈن کے ساتھ مصروف پیکار ہے خان کریمیا کو اُسپر حملہ آور ہونے کی اجازت دیدیجائے۔ اس نصیحت کا کوئی اثر
نہ ہوا۔ پہلے تو جیسا اوپر لکہا جا چکا ہے اندرونی ابتری مانع رہی جب وہ رفع ہوئی تو سلطان احمد عیش و عشرت میں غرق ہو گیا۔ اوسنے
جواب دیا۔ کافر کافر ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں ہمیں کیا افتاد پڑی ہے کہ لڑائی میں شریک ہوں جب فرانس کو متحدہ دول کی
فوجوں سے متواتر زکیں ملیں تو اُسنے پہر باب عالی پر زور ڈالا۔ کہ اب ہی جاگو۔ یہ غفلت سخت خطرناک اور ذلت بخش ہے۔ مگر اوس کا
اصرار محض فضول تہا۔ ایک تو میدان جنگ میں ہزیمتیں اُٹھا اُٹھا کے اوس کا وقار و اقتدار کم ہو گیا تھا۔ دوسرے ہالینڈ اور انگلستان
کا روپیہ اور چالیں اپنا کام کر رہی تھیں جن کے سامنے غریب فیرال کی کوئی پیش نہ گئی اس بزدلانہ سکوت سے باب عالی نے اپنے
دو اعدا کو جو اب تک اس کے لیئے وبال جان بنے ہوئے ہیں ہمیشہ کے لیئے پامال کرنیکا موقعہ ہاتھ سے کہو دیا۔ بلکہ اپنے دشمن کے
دشمن کو کمزور ہو جانے دینے سے بھی اپنے اغراض کو سخت نقصان پہنچایا۔ فرانس کو ترکی کی خاموشی سے ہسپانیہ کے بیشمار مقبوضات کی حفاظت
کے لیئے جو جا بجا بکھرے ہوئے تھے اپنی بحری طاقت کو منتشر کرنا پڑا جس سے بحیرہ روم پر اسے کوئی اقتدار نہ رہا اور اسکی جگہ انگلستان نے

کے لی۔ اور سترہویں صدی کا اختتام کل مشرقی یورپ میں اقتدار عثمانیہ کو ... دیکھ رہا تھا۔ اور نقصانات پہنچا کہ معاہدہ کارلووتز سے ترکی کی جنگی ہیبت تو
کم ہو ہی گئی تھی اب اس کی ڈپلومیٹک شکست بھی شروع ہو گئی ... روس کو ... ایک طرف اسپینل سویڈن کو خوب پامال
کر کے پھر سلطنت عثمانیہ کی طرف متوجہ ہونے کا موقع ملگیا۔

روسی کلیسیا یونانی کلیسیا کی شاخ ہے ... ایک عیسائی ... کی ... کو نقل کر دینا ... مناسب ہوگا ... یونانی کلیسیا ... کم ... نہیں ہوا ... جو آخری ... گوشت اور ... مسقط ... روسی کلیسیا ... علم اور روحانیت کی ... چھوڑی۔ اور جس نے اس تعلیم سے دنیاوی اقتدار کی پولیٹیکل اغراض کی ... دنیاوی اقتدار ... ایشیائی کلیسیا مذکور کو ہمیشہ اپنا محکوم و غلام بنائے رکھا ہے کبھی کوئی فائدہ نہ اٹھا یا ... اوس ... کو ... کی ... میں ... کیا جاتا اور اس خواہش سے لازمی طور پر ... اقتدار ... مشرقی سلطنت کو پھر دوبارہ قائم کرنے کی تمنا پیدا ہو گئی لیکن ... ایک ... مالک تھا جس کی پاس ... ان رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیئے اوس نے مختلف ... ترکی کے ... طاقت کے علاوہ ... کر اوس کی عیسائی رعایا بالخصوص یونانیوں کو سرکشی پر آمادہ کرنا شروع کر دیا یونانیوں سے ... دور نہیں ہوئی تھی اوںہوں نے شمال کی ... کے بادشاہ کی دعوت ... ہمیں ایک دن آزادی دلانے والی ثابت ہوگی ... آزادی ملگئی۔ انگریز مورخ مرکاٹ ... ذکر ہو چکا ہے ... یونانی ... ہیں۔ اور کل عیسائی بادشاہوں کی نسبت ... زیادہ ... رکھتے ہیں ... بادشاہ اور محافظ ... ہیں۔ اونکی بیان کے مطابق اون کے بزرگوں کی پیشنگوئیاں ... اون کی آزادی ... جس ... سے ... ولا آئیگا۔ اور ترکوں کی سلطنت کو تباہ و پامال کر دیگا اور ایک عیسائی ...

روسیوں کی ... کے مقابلہ میں ترک ... شاہ سویڈن کو پامال کر ... لیا سلطان کو بعض ... جانب ... چار ... صدی کے شروع میں ...

لے ... یونانی کلیسیا ... روسی ...
... یونانی کلیسیا کا فرق ... جلد ...

پیٹر کا عزم اور پختہ اور اوسکی تیاریوں میں اور اضافہ ہوتا گیا اور آخر کامیاب ہوگیا۔ پولینڈ میں بھی روس کی چالیں اپنے کام میں مصروف تھیں۔ جان سوبی اسکی کے بعد ۱۶۹۷ء میں جرمنی کی ریاست سکسنی کا حاکم آگسٹس فریڈرک ثانی پولینڈ کا بادشاہ منتخب ہوا۔ اور اوس نے پاٹکل اور سویڈن کے برخلاف روس اور ڈنمارک سے معاہدہ کر لیا۔ سویڈن نے پولینڈ پر حملہ کیا اور ۱۷۰۲ء میں بمقام کلیسو شکست فاش دی جس پر اوسے تخت و سلطنت سے دست بردار ہونا پڑا۔ کچھ عرصہ تخت خالی رہا۔ ۱۷۰۴ء میں پولینڈ کی مجلس امرا نے سٹانس لاس لیکزنسکی کو عہد و پیمان کے لیے بمقام وارسا سویڈن کے بادشاہ [illegible] روانہ کیا اور آخر الذکر نے ۱۷۰۴ء میں تخت پر بٹھلا دیا۔

۱۷۰۶ء میں پیٹر نے سلطنت سویڈن پر جو اوس وقت بحیرہ بالٹک کے شرقی و جنوبی کنارہ پر بھی وسیع صوبوں کی مالک تھی چڑھائی کر دی۔ مگر ابتدا میں بہادر بالی سویڈن سے مقابلہ پڑنا کام رہا۔ ۱۷۰۷ء میں چارلس مشرقی جرمنی کے قصبہ الٹرانسٹاٹ سے جو لپساک کے قریب واقع ہے ۴۸ ہزار فوج لیکر [illegible] کو [illegible] فتح کرنے کے لیے پولینڈ آیا۔ اور دس ہزار فوج شاہ سٹانس لاس کی حفاظت کے لیے وارسا میں چھوڑ کر آگے بڑھا۔ ۲۰ ہزار سویڈش فوج کونٹ لیون ہاپٹ کی ماتحت بالٹک کی بندرگاہ میں اتری۔ اور پندرہ ہزار فوج صوبہ فنلینڈ میں موجود تھی۔ جنکی کل اسی ہزار فوج سے جو دنیا کی بہترین سپاہ تھی چارلس روس پر حملہ آور ہوا۔ شروع شروع میں اسنے روسیوں پر کئی اہم فتوحات حاصل کیں جن سے زار ایسا گھبرا گیا کہ روس نے صلح کی سلسلہ جنبانی کر دی۔ جو ۱۷۰۸ء میں ماسکو اوس مقام سے جہاں چارلس ٹھیرا ہوا تھا صرف [illegible] دن کے راستہ پر تھا مگر باوجود پولینڈ اور ریگا اسقدر قریب تھی کہ تھوڑے سے اور کمک وغیرہ بآسانی پہونچ سکتی تھی۔ اور [illegible] دشمن کے حملہ سے بالکل محفوظ تھی لیکن چارلس سے [illegible] صوبوں کو پیش نظر رکھنے کی اہم غلطی سرزد ہوگئی۔ وہ چھ ہزار کاساکوں کی فوج کو جو روس کے باغی ہٹ مین مزیپا کے ماتحت تھی ساتھ ملانے کیلئے ماسکو جانے کی بجائے یوکرین کی طرف چلا۔ جس سے وہ سویڈش فوج اپنے بیس آف آپریشن سے بہت دور ہوگیا۔ اور اوسکا بازو بارہ [illegible] ہوگیا جس کی وجہ سے [illegible] نہ رکھ سکتا تھا نہ کمک اور مدد اپنے ملک سے حاصل کر سکتا تھا۔ ادہر روس کو موقعہ ملگیا کہ بارہ [illegible] جب موقعہ مناسب سمجھے تو آگے بڑھ کر دشمن کے قریب ہو جائے۔ زار نے ایک لاکھ فوج جمع کر لی ہوئی تھی جسکو یورپین افسروں نے خاصہ باقاعدہ بنا دیا ہوا تھا جن افسروں کی طفیل زار خود بھی سپہ سالاری میں خوب مہارت ہوگئی تھی۔ وہ اپنے رقیب کی غلطی کو تاڑ گیا۔ اور اکتوبر ۱۷۰۸ء میں جب کونٹ لیون ہاپٹ اپنا دستہ لیکر چارلس کو یوکرین میں جاملنے کیلئے کوچ کر رہا تھا اسپر جا پڑا۔ لیون ہاپٹ تین دن کمال بہادری سے لڑتا رہا مگر بیس ہزار کی ایک لاکھ کے ساتھ کیا حقیقت تھی پھر بھی وہ چار ہزار فوج لیکر دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا اپنے بادشاہ کو جا ملا لیکن کل توپ خانہ اور سامان رسد سب کچھ پیچھے چھوڑ جانا پڑا۔ اور [illegible] چارلس اور اوسکی نیم فاقہ کش فوج کو سخت ضرورت تھی۔ اس لڑائی میں [illegible] ہزار سویڈش قتل ہوئے [illegible] چارلس کو سرما یوکرین میں کاٹنا پڑا ۱۷۰۹ء کے موسم بہار میں اوس نے ماسکو کیطرف

۱؎ جنگ پلٹاوا میں چارلس کو شکست ہونے پر [illegible] پھر شاہ پولینڈ ہوگیا۔ اور سٹانس لاس نکال دیا گیا۔ ۱۷۳۳ء میں آگسٹس کی موت پر سٹانس لاس نے پھر دوبارہ بادشاہی کی مگر روس نے پھر نکال دیا۔ البتہ اسے آٹھ ہزار پونڈ سالانہ وظیفہ ملگیا۔ اور شاہی خطاب برقرار رکھا گیا۔ ۱۷۶۶ء میں فوت ہوا۔ مولف

کوچ کیا۔ اور راستہ مین قلعہ بند قصبہ پلٹووا کا محاصرہ کر لیا۔ اس کے فتح ہو جانے سے سویڈش فوج کو کل ضروریات بہم پہنچ سکتی تھین زار ایسے مقام کو کب دشمن کے قبضہ مین جانے دیسکتا تہا۔ وہ ساٹھ ہزار فوج لیکر آ پہنچا۔ چارلس کی فوج ایک چھوٹے سے دوآبہ مین مقیم تھی۔ زار بھی دریا عبور کر کے اس دوآبہ مین پہنچگیا۔ اور اُسنے اپنی فوج کو دو صفون مین آراستہ کر کے اپنے کیمپ کو مورچون سے محفوظ کر لیا۔ سویڈش فوج دوآبہ کے اوس طرف تھی جدہر دوآبہ کے دونون دریا آپسمین ملتے تھے یعنی شکست کہانے کی صورت مین اون کو دونون دریاؤن مین سے کسی کو عبور کرنا پڑتا۔ چارلس کے پاس اپنی فوج کے صرف بارہ ہزار آدمی رہگئے تھے۔ اور بارہ ہزار معاون کاساک اور وحشی تھے۔ چارلس نے عقلمندی کی بجائے تہور سے کام لیا۔ اوسکی حمیت جاہلانہ نے گوارا نہ کیا کہ خود روسی اوس کے کیمپ پر جو اوس نے پلٹووا کے سامنے قائم اور خندقون اور مورچون سے محفوظ کیا ہوا تھا حملہ آور ہون۔ اور وہ مدافعت کے پہلو پر رہے۔ وہ اوس سے باہر نکلکر خود روسی مورچون پر حملہ آور ہوا جس کا بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ اون تک پہنچنے سے پہلے ہی اوسکی فوج کا حصۂ کثیر روسی توپون اور بندوقون کی نذر ہو گیا۔ پھر بھی اُنہون دو مورچے فتح کر لیئے اور دست بدست لڑائی شروع ہوگئی دونون بادشاہون نے رن مین گھسکر خوب داد شجاعت دی آخر سویڈش ہزیمت یاب ہوئے۔ اور جو تلوار و تفنگ سے بچے تھے اُنہون نے دریا کے کنارون پر پہنچکر مجبوراً ہتھیار ڈالدیئے یا دریا مین غرق ہو گئے فقط چارلس جو زخمی بھی ہوگیا تھا تین ہزار اپنے سپاہی دریا کو عبور کرنے مین کامیاب ہوئے۔ اور وہ ترکی علاقہ کو بھاگ گئے۔ اس لڑائی مین جو ۸ جولائی ۱۷۰۹ء مین ہوئی دس ہزار سویڈ اور اون کے معاون قتل ہوئے۔ اور اس لڑائی نے فقط سویڈن کی قسمت کا ہی فیصلہ نہ کر دیا بلکہ کل دنیا کو روس کی طمع و آز کا آماجگاہ بنا دیا۔ اگر زار کو شکست ملتی تو بقول مورخ فلاسفر والٹیئر آج روس کی یہ عظیم الشان سلطنت نہ دیکھتے بلکہ وہ برابر گوشۂ گمنامی مین پڑی ہوئی ہوتی۔ کریسی صاحب[1] اس لڑائی کو اون معارکون کی ذیل مین شمار کرتے ہین جن سے قومون کی قسمتون کا ہی فیصلہ نہین ہوا بلکہ دنیا کی تمام سلطنتون کے تعلقات باہمی اور پولٹیکل طاقت کے موازنہ مین انقلاب عظیم پیدا ہوتا رہا ہے۔ اس فتح سے زار کو اسقدر خوشی ہوئی کہ وہ میدان جنگ مین ہی باواز بلند پکار اٹھا کہ اب ابن الصبح آسمان سے گر پڑا ہے اور سینٹ پیٹرزبرگ کی بنیادین آخر مضبوط و مستحکم ہوگئی ہین۔ جب چارلس سلطنت ترکی مین پناہ گزین ہوا اوس وقت علی پاشا شارلی جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے وزیر اعظم تہا۔ جو دمیر باش (لوہے کے سر والا۔ چارلس کو ترک اسی نام سے پکارتے تھے) اور مسقو آق بیق (سفید مونچھ پیٹر کا نام) کے باہمی قتال کو بڑے غور اور شوق سے دیکھتا رہا تھا۔ سلطان احمد کی عشرت پسندی

---

[1] سر کریسی اپنی کتاب دنیا کے پندرہ فیصلہ کن محاربات مین (یہ کتاب صاحب ممدوح نے ۱۸۵۱ء مین لکھی تھی اس لیئے صاحب ممدوح روس کی اوس ترقی کو جو اُنہون نے ۱۸۵۱ء کے بعد کی معرض بحث مین نہین لاسکتے تھے۔ مؤلف) اس جنگ پر مؤرخانہ بحث کرتے ہوئے تحریر کرتے ہین کہ یوکرین کے میدان جنگ مین ہی سب سے اول جو خیال زار کو پیدا ہوا وہ اپنی سلطنت کو وسعت دینے کا تھا بحیرہ بالٹک کے کنارہ کے جن صوبون پر اوسکی نظر تھی وہ اوس کو معاہدہ نسٹاٹ کی رو سے مل گئے۔ اور ترکی اور ایران پر بھی اس فتح کے بعد فوراً ہی حملہ کر دیئے گئے اور گو سلطان کے برخلاف اُسی اپنی پہلی کوششون مین کامیابی نہ ہوئی۔ مگر اوس کے جانشین ترکی اور ہر ایک دوسری سلطنت کو برخلاف

کی وجہ سے وہ عملی طور پر اس محاربہ میں کوئی حصہ نہیں لے سکتا تھا تاہم روس نے یوسف پاشا گورنر اوڈرا کو دستیاگو کہلا بھیجا کہ

(ملاحظہ ہو صفحہ ۴۴) ایشیائی ہو یا یورپین جو ترقی سے روس کی ہمسایہ ہوتی یا ہے اوس کی غاصبانہ حکمت عملی کی پوری کامیابی کو ساتھ تعمیل کرتے رہے ہیں۔

روس اور سلطنت روما میں موازنہ اور فاتحین یا غاصبوں کا معمولی حیلہ

یہی صاحب آگے چلکر لکھتے ہیں کہ ان مصنفوں اور مقرروں نے جنہوں نے روس کی ترقی پر بحث کی ہے بہت کچھ اوس مشابہت کا ذکر کیا ہے جو روس کی زمانہ حال کی وسعت اور سلطنت روما کی زمانہ قدیم کی وسعت میں پائی جاتی ہے۔ مگر اس طرف بہت کم توجہ کیگئی ہے کہ یہ مشابہت صرف وسعت فتوحات میں ہی نہیں بلکہ ان وسائل میں بھی پائی جاتی ہے جن سے حصول فتوحات کا کام لیا گیا۔ سلطنت روما کو اوس ڈیڑھ صدی میں جو کارتھیج کے دوسرے محاربہ کے بعد آئی سب زمانوں سے زیادہ وسعت حاصل ہوئی تھی۔ اوس ڈیڑھ صدی کی تاریخ روما کو پچھلے ڈیڑھ سو برس سنہ ۱۷۰۰ع تا سنہ ۱۸۵۰ع کی تاریخ روس سے اچھی طرح مقابلہ کریں تو انہیں ان دونوں کی مشابہت تمام معلوم ہو جائیگی۔ تاریخ قدیم کے جاننے والے سے سلطنت روما کی سینیٹ یا مجلس اعلیٰ مشیران سلطنت کی حکمت عملی پوشیدہ نہیں ہے کہ جب کبھی کسی دوسرے ملک پر چڑھائی کرتے تھے تو عام طور پر بڑے اہتمام سے دوسروں پر ظاہر کرتے تھے کہ وہ مظلوموں کی حفاظت و حمایت کے لئے لڑائی کرنے لگے ہیں۔ جب مقدونیہ پر حملہ کیا تو وہ یونانی شہروں اور اہالی کی حفاظت کے لئے تھا۔ صوبہ ایشیا اور دیگر ایشیائی مقبوضات پر اون کو شامی بادشاہوں سے بچانے کیلئے حملہ کیا گیا۔ کارتھیج پر نومیڈیا[۱] کی حفاظت کیلئے چڑھائی کیگئی۔ الغرض اسی طرح کی بیشمار مثالیں پیش ہو سکتی ہیں جن میں اہالی روما نے یہ پیرایہ اختیار کر کے اپنے آپ کو حامی مظلومان کا خطاب دیا کیا تھا۔ مگر ان سب کا حال یہ ہوا جس کی آزادی کسی کمال زبردست محافظ کی مہربانی پر منحصر ہو جس ریاست کی رومانی حفاظت کی وہ آخرش مستحکم ہو کر سلطنت میں ملحق ہو گئی۔ انہی معنوں میں روس پولینڈ کا بیا کورلینڈ۔ جارجیا۔ آرمینیا۔ منگریلیا۔ چرکسیا اور کاکیشیا تمام کا محافظ رہ چکا ہے۔ اول اونکی حفاظت و حمایت کی اور پھر ان سب کو ہڑپ کر لیا۔ اب وہ مالڈیویا اور والیشیا کا محافظ ہو بیٹھا ہے۔ برخلاف محمد علی کے وہ ترکی کا بھی محافظ ہوا تھا۔ اور سنہ ۱۸۴۹ع سے وہ آسٹریا کا محافظ بنا ہوا ہے۔ شاید روس کی طرفدار کہیں کہ روس نے بالکل بے غرضی سے حفاظت کا ذمہ لیا تھا۔ دیکھو جب ضرورت نہ رہی تو آخر قسطنطنیہ اور ہنگری سے اپنی امدادی یا محافظ فوجیں واپس منگوا لیں۔ افسوس وہ اوسکی پالیسی کی تہ کو نہیں پہنچے۔ اس بارہ میں بھی روس روما سے پوری مشابہت رکھتا ہے۔ زمانہ قدیم میں جبتک متعدد آزاد سلطنتیں موجود رہیں۔ روما بظاہر بے غرضی اور میانہ روی کی چال چلتا رہا۔ کیونکہ اگر وہ اپنے ظالمانہ اور غاصبانہ ارادوں کو کھلم کھلا بیان کر دیتا۔ تو ان آزاد سلطنتوں کے متحد ہو جانیکا اندیشہ تھا۔ اور وہ اتحاد سلطنت روما کے حق میں بہت برا ثابت ہوتا۔ فیلقوس کے ساتھ پہلا محاربہ کرنیکے بعد اسی طرح انطاقیوس کی لڑائی اور کئی دیگر محاربوں کے بعد بھی روما نے اپنی افواج کو علاقہ جات مفتوحہ سے فوراً واپس منگوا لیا وہ دنیا پر یہ ظاہر کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتی رہی کہ وہ محض دوسروں کو بچانے کیلئے لڑائی کرتی ہے۔ مگر جونہی مناسب موقعہ پہنچ جاتا۔ اور ہر ایک ایسے علاقہ میں جسپر اوسکی نظر ہوتی اپنی فوجیں بھیجدیتی۔ اور اوس کو ملحق کر لینے کا ہمیشہ کوئی نہ کوئی بہانہ مل جاتا۔ یاد رکھو قدیم روما اور روس ایسی طاقتوں کی پیشقدمی انصاف و اعتدال سے نہیں بلکہ محض قوت سے رکا کرتی ہے یعنی حس انصاف اونکی حرص کو کبھی نہیں

[۱] الجزائر کا پرانا نام۔

چارلس کے پاس سفیر بھیجکر اُسے فتوحات کی مبارکباد دی اور روس کے برخلاف اوسے ٹرکی کے ساتھ متحد بنانے کی کوشش کرتا
یہ سفیر چارلس کو بمقام تہارن جا ملا تھا۔ بعدازان جب شاہ مذکور صوبہ یوکرین مین تھا تو ٹرکی گورنر نے اوسکو کہلا بھیجا کہ خان کریمیا
تمہاری مدد کریگا۔ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ چارلس اسی امداد کے بھروسہ پر یوکرین مین پیش رہا۔ اور پلٹووا کیطرف بڑھا
تھا۔ بہرحال جنگ پلٹووا کے بعد وہ ترکی علاقہ مین اسی غرض سے آیا تھا کہ وزیر سے اوس کا وعدہ پورا کرائے بعض پاشا [illegible]
کہ ایسے ٹرکی آنے کی چندان احتیاج نہ تھی مگر وزیر نے یہ وعدہ سلطان کو بلا علم کئے تھے۔ چارلس کی آؤبھگت ترکی کمال شان
وشوکت سے کیگئی لیکن سلطان نے محض اوسکی خاطر روس سے لڑائی کرنا پسند نہ کیا۔ چارلس بندر عشا کو پہنچا اور چند دنون کے بعد
وہان سے قصبہ بندر کو چلا گیا۔ جہان باب عالی نے اوس کی حفاظت کے لئے تھوڑی سی فوج روانہ کردی۔ اور جب زار نے یہ
مطالبہ کیا کہ چارلس کو ترکی علاقہ مین نرہنے دیا جائے اور دہمکی اور نرمی ہر وسیلہ سے اُسمین فریقین کی حوالگی کا تقاضا کیا تو
باب عالی نے صاف انکار کردیا۔

چارلس کی حفاظت کیلئے فوج بھیجنے کی ضرورت اس امر سے محسوس ہوئی تھی کہ چارلس نے عشا کو آتے ہوئے اپنے ہمراہ [illegible]
ایک ہزار سویڈ یا لڑیو یا مین بھیجدیے تھے کہ وہ وہان سے پولینڈ کی سرحد کی نگرانی کرتے رہین۔ زار کی افواج نے اچانک سرحد
گذر کر مقام تمار لوو کے قریب سویڈش دستہ پر حملہ کر دیا۔ اور چند کو قتل کرکے تقریباً کل باقیماندہ کو اسیر کرکے روس لیگئین۔ شاہانہ
علاقہ کی اس بیحرمتی سے قسطنطنیہ مین سخت ناراضگی پھیل گئی۔ اور اعلان جنگ ہوجانیکا قوی احتمال ہوگیا لیکن روسی سفیر ٹالسٹائی
کی جدوجہد سے ایسا نہ ہونے پایا۔ چارلس کو شکست یاب ہوجانے پر علی پاشا کی راے بھی بدلگئی تھی۔ تنہا روس سے لڑائی کرنا
بعید از مصلحت سمجھا۔ اُدہر چارلس تقاضے پر تقاضا کر رہا تھا کہ سلطان تیس ہزار سپاہی اور پچاس ہزار تاتاری اوس کے ساتھ کردے
تاکہ یہ فوج اُسے پولینڈ کے راستہ سویڈن پہنچا آئے۔ اسقدر فوج کا چارلس کے ساتھ بھیجنا پولینڈ اور روس دونون کے ساتھ لڑائی
ہوجانیکا باعث ہوتا۔ علی چورلی جسکو کریسی شحلی علی لکھتا ہے دیوان کو پچھلے محاربہ کے نتائج یاد دلاکر اس قصد مین پڑنے سے منع کرتا
رہا۔ مگر سلطان کی والدہ جو چارلس کی بہادری دیکھکر اوسکی بڑی طرفدار ہوگئی تھی بڑی سرگرمی سے سلطان کے پاس اوسکی سفارش
کرتی رہی۔ اور بار بار اپنے بیٹے سے یہ سوال کرتی "تم کب تک روس کے برخلاف میرے شیر ببر (چارلس) کی امداد کروگے" اخر کو
آخیرمین صلح کی طرفدار جماعت کی راے دیوان مین غالب آگئی۔ اور مصطفیٰ ثانی کے عہد مین جو معاہدہ روس اور ٹرکی کے بیچ ہوا تھا اوسکی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹) روک سکتی صرف فریق مقابل کی طاقت کا خوف دل کو مانع ہوتا ہے) اور خوف کی مقدار اُس تعدی و زبردستی
کی مقدار کے مطابق ہوتی ہے جس کو دوسری سلطنتین اپنی آزادی اور قومی وجود کے مشترک دشمن کے برخلاف کام مین لانا پسند کرین"
ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ یہ ریمارک صرف روس ہی پر نہین بلکہ ہر ایسی سلطنت پر جو فتوحات اور وسعت مقبوضات کی دلدادہ وشیدا ہو کیا
ہو برابر جاری ہوتے ہین۔ روس کو صرف بطور مثال پیش کر دیا گیا ہے کیونکہ اس وقت کی ان سلطنتون مین جن کو لارڈ سالسبری زندہ قومون
کے نام سے موسوم کرتے ہین وہ اسبارہ مین سب سے بڑھا ہوا ہے۔ ورنہ بجائے خود اون سب سلطنتون مین اس امر کی طرف سے فرق کوئی نہین کر سکتا" مولفہ

سنجیدہ ہو کر یہ مزید دفعہ اوس مین بڑہا دیگئی کہ شاہ سویڈن کو اختیار ہے جس راستہ سے چاہے اپنے ملک کو چلا جائے. کوئی اوس کا متعرض نہ ہوگا۔ سلطان نے اس امر کی چارلس کو اطلاع کی۔ اور ساتھ ہی دس ہزار ڈیوکٹ زادراہ کے لیئے اور کئی گھوڑے اور دیگر تحائف بھیجدیئے۔ چارلس نے تحائف تو قبول کر لیئے لیکن ٹرکی سے جانے کی کوئی تیاری نہ کی۔ وزیر نے بہت کوشش کی کہ چارلس کسی طرح ٹرکی سے چلا جائے مگر چارلس نے ایک نہ مانی۔ آخر سلطان وزیر کی تدابیر کی ناکامیابی سے برافروختہ ہوگیا۔ اور علی پاشا کو وزارت سے برطرف کرکے جون سنہ ۱۷۱۳ء مین نعمان کوپرلی کو وزیر اعظم بنا دیا۔

نعمان کوپرلی مصطفیٰ متقی کا بیٹا تہا۔ اس مشہور خاندان کے ہر ایک رکن کو وزارت پر ممتاز دیکھکر سلطنت کے کل باشندوں کو کمال مسرت ہوئی اور ہر ایک کو قوی امید ہوگئی کہ وہ اپنے بزرگون کی طرح سلطنت کی شان و شوکت کو پہر تازہ کردیگا۔ یہ امیدین پوری نہ ہوئین۔ نعمان نے مسلم اور عیسائی دونون مذاہب کی رعایا سے اپنے باپ کیطرح عقلمندی۔ انصاف اور غیر تعصبی سے برتاؤ کیا مگر وہ ایسے مدبرین مین سے تہا جو کچھ تو خود نہیں سنتے اور کسیقدر دل کی کمزوری سے کل کام اپنے ہی ہاتھ سے کرنا چاہتے ہین جسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ تو معمولی کاروبار کی جزئیات مین غلطان و سرگردان رہتے ہین۔ اور اہم معاملات یا تو معرض تعویق مین پڑ جاتے ہین یا مصاحبون اور مشیرون پر چہوڑ دیئے جاتے ہین۔ اور ادہر جزئیات مین بیفائدہ اور بے ہنگام مداخلت کرنے سے وہ اپنے ماتحتون اور ساتھیون کو متنفر اور آزردہ خاطر بنا دیتے ہین۔ یہی انجام نعمان کی مداخلت کا ہوا۔ کل کاروبار پراگندہ ہوگئے۔ اور دیوان مین نااتفاقی پڑ گئی۔ اور قاعدہ ہے کہ لوگون کو کسی شخص سے جس قدر زیادہ امید ہو اوس کے نہ پورا ہونے پر اسیقدر مایوسی اور آزردگی زیادہ ہوتی ہے نعمان سے بہت بڑی امیدین تہین جب وہ باطل ثابت ہوئین تو وہ ویسا ہی سخت نامردلعزیز ہوگیا چنانچہ وہ چہ مہینہ وزارت سے علیحدہ ہوکر اپنے سابقہ عہدہ پر جو وزارت سے کمتر درجہ کا مگر معزز تہا یعنی مشہور جزیرہ یوبوا[1] کی گورنری پر واپس چلا گیا۔

محاربۂ روس و روم خارجیہ معاملات مین نعمان کوپرلی کی ایک تدبیر کا نتیجہ اوس کے منشا کے عین برعکس ہوا۔ نعمان بہی علی پاشا کی طرح صلح قایم رکہنے کا طرفدار تہا۔ اور گو کامیاب نہ ہوسکا۔ چارلس کو واپس چلا جانے کیلیئے بہتر سمجہتا تہا۔ مگر ساتھ ہی اوس نے دنیا پر یہ ظاہر کردینا مناسب سمجہا کہ سلطنت عثمانیہ کو جنگی وسائل اور اوس کی جنگی طاقت مین کوئی کمی نہین ہوئی۔ اس غرض کیلیئے اوس نے جرار فوج جمع کیئے جانیکا حکم صادر کردیا۔ اور دیوان کیطرف سے یہ اعلان مشتہر کیا کہ باب عالی چارلس کے ساتھ اسیقدر فوج ہمراہ بہیجنے کا ارادہ رکھتا ہے جس قدر کہ قرہ مصطفیٰ کے ماتحت وائینا کو بہیجی گئی تھی۔ اس شیخی اور ساتھ ہی اجتماع سپاہ کا یہ اثر ہوا کہ کل عثمانیہ فوج مین اسقدر جنگی جوش پیدا ہوگیا کہ اوس کو روکنا مشکل ہوگیا۔ سپاہ ایک تو پہلے ہی سے شاہ سویڈن کی حامی تھی اور دوسرے وہ سابقہ بدنامیون کو دور کرنیکا موقعہ ملنے کیلیئے بیتاب ہورہی تہی۔ اسپر وزیر کی کارروائی نے سونے پر سہاگہ کا کام دیدیا۔

[1] اس کو نگرو پونٹ۔ اور اگری پاس بہی کہتے ہین یونان کے مشرق مین چند میلون کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اور اب اسی کی ماتحتی مین ہے۔ مؤلف ۱۲

ادہر روسیون کی متواتر یورشوں اور شیطانی ریشہ دوانیوں سے تنگ آکر سرحدی اضلاع کے باشندے اپنی حفاظت اور نقصانات کی تلافی کرانے جانے کیلیے مسلسل عرضداشتین سلطان کی خدمت مین بھیج رہے تھے۔ مزید برآن چارلس کا جنگجو دیا عثمانیہ مین مقیم تھے برابر سلطان احمد کو لڑائی پر آمادہ کرنیکے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کرتے تھے۔ اور فرانس کا سفیر بھی اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہا تھا۔ دولت غری (غیرائی) خان کریمیا بھی شاہ سویڈن کیطرح روس کے ساتھ جنگ کا اعلان ہونا کیلیے کمال بیکل ہو رہا تھا۔ زار کی غاصبانہ تیاریون کو سلطنت عثمانیہ کے کسی حصہ کو آئندہ اندیشہ نہ تھا بلکہ پہلے ہونا کہا اور اس کے ملحقہ صوبوں کو تھا۔ روسیون نے مقام کامی انکا کے قریب جو پہلے پولینڈ سے متعلق تھا ایک قلعہ بنا لیا تھا دریائے نیپر و سمارا کے محل اتصال پر بمقام سمند جیک اور بمقام طیغان بھی قلعے تعمیر کر لیے گئے۔ آذاف اور اسکے گرد و نواح کی قلعہ بندیان اور زبردست روسی بیڑہ کی موجودگی بھی جیسے زار نے وہان تیار کیا تھا خان کریمیا کیلیے کچھ کم خطرناک نہ تھے ان ادہر ان کل معاملات کی سلطان کو خبر پہنچا دی۔ چارلس کے اعلیٰ ایجنٹ کونٹ پونی آٹوسکی نے سلطان کو ذہن نشین کر دیا کہ زار جو اوس وقت آزاف و بحیرہ آزاف (ماؤٹس) کے ساحل کا مالک ہے یہ سب تیاریان کریمیا کو فتح کرنیکے لیے کر رہا ہے جس کے بعد فاتح روسی جلد قسطنطنیہ پر حملہ کر دین گے۔

علاوہ برین سلطان کو جتایا گیا کہ روس کا اقتدار پولینڈ مین بہت بڑھ رہا ہے اس وقت اوسکی فوجین وہان کے مضبوط ترین قلعہ کامی نیاک مین مقیم ہین۔ مزید برآن اوسنے کاسکون کے قبائل پوڈسکال اور بریساش کو فتح اور بالٹیپولیس کے حصہ مقام جاسی کے قریب قلعہ سلطان لستی پر قبضہ کر لیا ہے لیکن اگر روسیون سے ایک غلطی نہ ہو جاتی تو غالباً یہ سب تحریکین بے اثر رہتین۔ زار نے صلح کو برقرار رکھنے کیلیے سلطان کے پاس سفارت روانہ کی جو بحیرہ اسود کے رستہ قسطنطنیہ آئی اور خود محلات شاہی کی دیوارون کے نیچے اوس کے جہاز لنگرزن ہوئے۔ بحیرہ اسود کو ترک اسلامی سمندر سمجھتے تھے۔ اور کسی عیسائی قوم کے جہاز کو اوس مین داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ عام مسلمان تو اس جسارت سے اور خود سلطان بیڑہ کو اوس کے محل کے نیچے آجانیسے بر افروختہ ہو گیا۔ سلطان نے سویڈن دولت خان کو کریمیا سے اپنے حضور طلب کیا جس نے شرف باریابی حاصل ہونے پر روسیون کے ساتھ فی الفور اعلان جنگ کر دینے کی ضرورت کو بخوبی ثابت کر دیا۔ انہو عرض کیا کہ زار کے ایجنٹ عیسائی رعایا کو درپردہ سرکشی پر آمادہ کر رہے ہین اگر انکی ان چالون کو موثر ہو جانے کی مہلت دیگئی تو روسی ان وسائل سے کل یورپین علاقون کو فتح کر لین گے۔ اوسکی دلیلین سلطان پر اثر کر گئین۔ انکو خلعت ہائے فاخرہ او بیش قیمت تحفہ تحائف دیکر بعزت رخصت کر دیا گیا۔ مفتی سے استفتاء کیا گیا کہ آیا ان حالات مین روس کے ساتھ جس سے میعادی صلح کیگئی تھی۔ اور ابھی تک وہ میعاد ختم نہین ہوئی لڑائی کرنا درست ہے مفتی نے فتوےٰ دیا کہ لڑائی درست و جائز ہی نہین بلکہ ضروری ہے۔ اسی وقت بیس ہزار ینگیچری اور دیگر اقسام کی چار فوج کو بھرتی کیے جانیکا حکم صادر کیا گیا۔ اور ساحلی صوبجات کی تمام گورنرون کو فہمایش کیگئی کہ ہر ایک اتنے اتنے ایسے جہاز جو چھوٹے پانی مین چل سکین (کیونکہ بحیرہ آزاف مین پانی گہرا نہین) تیار کر کے کپتان پاشا کے پاس جس کا بیڑہ منزل مقصود کی طرف جانے کو

بالکل تیار ہو بیٹھے تھے۔ ان تیاریوں کے ساتھ ہی روسی سفیر کو حسب دستور قدیم جو تھوڑے ہی عرصہ سے شروع ہوا ہے یعنی ایلچی ٹالسٹائی کو بتاریخ ۱۲ یا ۲۰ نومبر ۱۷۱۰ء قلعہ یدی قلہ میں قید اور جنگ کا اعلان کر دیا گیا۔

پیٹر باب عالی کے اس مردانہ عزم و فیصلہ کو دیکھکر حیران رہ گیا۔ اُسے اپنے سفیر کی چالوں، ترکی وزراء کی بد دیانتی، دیوان کی سہل انگاری اور خود سلطان احمد کی کاہل الوجودی پر پورا بھروسہ تھا۔ مگر اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ وہ ترکی سے مطلقاً لڑائی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ برعکس اس کے وہ لڑائی کا خود سخت متمنی تھا۔ وہ صرف اپنی تیاریوں کے مکمل ہونے کا منتظر تھا۔ اور اونکی تکمیل پر وہ دوسرے برس خود حملہ آور ہو جاتا۔ بالٹک کے سویڈش صوبہ لیوونیا سے اس نے ابھی تازہ تازہ (سنہ ۱۷۱۰ء کے اخیر میں) فارغ ہو کر اپنی فوجیں اہالی سویڈن اور اون کے بعض معاون پولوں کے مقابلہ سے واپس منگوا لی تھیں۔ اور بہ این لحاظ وہ ترکوں کے ساتھ لڑائی کرنے کے لیے بالکل ہی تیار نہیں تھا۔ مگر پھر بھی اگر جنگ ایک سال کے لیے ملتوی ہو جاتا تو وہ اپنی طاقت کو خوب مضبوط کر لیتا۔ لیکن جب اوس کے نامہ و پیام سے سلطان اپنی فوجی تیاریوں سے نہ رکا تو ۲۵ فروری سنہ ۱۷۱۱ء کو اوس نے بھی ماسکو کے بڑے گرجے میں باضابطہ اعلان جنگ کر دیا۔ اور اپنی فوج کے مذہبی جوش کو ابھارنے اور نیز ترکی کی عیسائی رعایا کو اپنے ساتھ شامل کرنے کے لیے لڑائی کو مذہبی پیرایہ میں ظاہر کیا۔ معمولی جھنڈوں کی بجائے روسی افواج کو سرخ علم دیے گئے جن کی ایک طرف الفاظ "بخدا کے نام پر اور دین کی حمایت میں" اور دوسری طرف قسطنطین کے ساتھ عیسائی قیاصرہ کا نشان منقوش تھا۔

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے یونانی المذہب اور سلیو نسل روس کی طاقت عظیم کے سریع نشو و نما سے ترکی کی یونانی اور سلیو رعایا کو اپنی آزادی کے خواب آنے لگے تھے اور ان میں بہت بڑی خوشی اور امنگ و تحریک پیدا ہو گئی تھی۔ سویڈن سے فارغ ہوتے ہی زار نے ترکوں کی عیسائی رعایا کو ورغلانا شروع کر دیا تھا جس کا اثر مانٹی نیگرو (جبل اسود) کے قلیل الجماعت اور مسافت بعیدہ پر رہنے والے قبائل تک پہنچ گیا تھا۔ انہوں نے زار کے پاس قاصد بھیجکر اپنا عندیہ ظاہر کیا کہ جب تم ترکی پر حملہ کرو گے تو دوسری طرف سے ہم اون پر حملہ کر دیں گے۔ زار نے خط اور تحائف بھیجکر اون کا شکریہ ادا کیا۔ مگر ترکی کی عیسائی رعایا کے ساتھ نامہ و پیام شروع کرنے سے اوس کا بڑا مدعا یہ تھا کہ مالڈیویا اور والیشیا کے عیسائی گورنروں کو اپنا رفیق بنا لے۔ کیونکہ وہ پہلے وہیں اپنی فوج لیجانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اور ترکی پر حملہ کرنے کے لیے مزید تیاریوں کے لیے ان صوبجات کو قاعدۂ جنگی (بیس آف آپریشن) بنانا چاہتا تھا۔

چنانچہ دونوں گورنروں کو بطمع زر اپنے ساتھ ملا لیا گیا۔ اور اعلان جنگ کے بعد فی الفور یہ اشتہار مشتہر کیا گیا کہ زار اس امر کا ذمہ اٹھاتا ہے کہ مالڈیویا اور والیشیا ترکوں کی محکومی سے آزاد کر دیے جائیں گے۔ اور یونانی کلیسیا کے سوا اور کوئی کلیسیا وہاں نہیں رہنے دیا جاوے گا۔ ادہر یروشلیم میں ایک بشپ (جو روسی گماشتوں کا سرغنہ تھا) یہ روایت مشہور کر دی کہ قسطنطین کی قبر سے ایک کاغذ برآمد ہوا ہے جس میں یہ پیشگوئی درج ہے کہ روس ہی ترکوں کو یورپ سے نکالیں گے۔ پیٹر کو یونانی المذہب عیسائی رعایا کی بغاوت کے بھروسہ پر فتح کا ایسا یقین تھا کہ اوس نے علانیہ کہدیا کہ عنقریب روسی علم محلسرائے سلطانی پر لہلہاتا دکھائی دیگا۔ سارا دربار اوس کے ہمراہ تھا گویا کہ وہ کسی تفریحی مہم پر جا رہا تھا۔ عیسائی مؤرخ لکھتے ہیں کہ ایسا تیقن یا سرمستی اوس سے پہلے کبھی ظہور میں نہ آئی تھی۔

اس کا یہ بجز دہوکہ دینا ہے چال کو پسند نہ آیا اور شیطان لعین کی طرح اوس کو اوس کا خمیازہ بھگتنا پڑا جو مدت العمر اوس سے جدا نہ ہوا۔

پرنس گوان ولیشیا کا ہوسپوڈار عرصہ سے روس کے ساتھ خط وکتابت کر رہا تہا۔ باب عالی کو اس کی کچھ بھنک پڑ گئی اور اوس سے پرنس کانٹی مر گورنر مالڈیویا کو باغی گورنر پر حملہ آور ہو کر اوسے گورنمنٹ سے علیحدہ کرنیکا حکم بھیجدیا۔ مگر یہ کانٹی مر بھی جس کا پہلی جلد میں مفصل ذکر آ چکا ہے روسیوں کے ساتھ ملگیا ہوا تہا بلکہ زار کے ایسے منہ لگ گیا تہا کہ برنیکوان آتش حسد سے جل بھن گیا اور بظاہر روسیوں کا طرفدار رہکر درباطن ترکوں کے ساتھ ملگیا اور روسیوں کی فوج کو ایسی جگہ لا ڈالا جہاں ترک اوس کو باسانی مفتوح و مغلوب کر سکیں۔ ادہر کانٹی مر کو خود روسیوں کا اعتماد ہو گیا تہا مگر اوس کی رعایا کو ترکوں سے کچھ رنجش نہ تہی اور سے باغی کا ساتھ نہ دیا۔ دوسری طرف سلطان نے خود اپنی زیر نگرانی فوج کو تیار کیا تہا جس نے خوب آراستہ اور مسلح سپاہ نے مئی سنہ ۱۷۱۱ء میں بلطہ جی محمد پاشا کی زیر کمان جس کو علی پاشا کے بعد وزارت کا اہتمام دیا گیا تہا قسطنطنیہ کے نواح سے سرحد پیشقدمی شروع کی۔ زار نے اپنی فوجیں پولینڈ کے جنوب میں جمع کیں اور جون میں مالڈیویا کے صوبہ میں داخل ہو گیا۔ جاسی پہونچنے تک راستہ میں اوسکی فوج کو سخت مصائب برداشت کرنے پڑے۔ اور بیشمار جانیں بھوک اور بیماری کی نذر ضائع ہو گئیں پیٹر نے جاسی میں کچھ عرصہ قیام کر کے فوج کے لیے سامان رسد حاصل کرنے کی کوشش کی۔ مگر مالڈیویا و ولاچیا میں ثابت ہوا تہے کہ کانٹی مر بہت کم رسد جمع کر سکا۔ ولاچیا کا گورنر اس وقت علانیہ ترکوں کا طرفدار ہو گیا ہوا تہا۔ اوس سے کسی مدد کی توقع فضول تہی۔ اس مشکل کی وجہ سے کانٹی مر نے نیک نیتی سے یا جیسے کہ بعض مورخین کا بیان ہے کہ وہ بھی اب روسیوں کی حالت تباہ دیکھ کر اپنے بچاؤ کے لیے ترکوں کا طرفدار ہو گیا تہا۔ از راہ شرارت زار کو یہ کہکر جنوب کی طرف بڑھنے کا مشورہ دیا کہ وہاں پہنچ دریائے سریتھ کے جنوبی حصہ میں ترکوں کے بڑے بڑے گودام اور میگزین بے حفاظت پڑے ہیں جو باسانی ہاتھ آ جائیں گے اس کے ساتھ ہی زار کو دہوکہ دیا گیا کہ وزیر کی فوج نے ابھی تک دریائے ڈنیوب کو عبور نہیں کیا۔ اس پر زار کچھ حصہ فوج کا مالڈیویا میں چھوڑ کر اور باقی فوج ساتھ لیکر دریائے پروتھ کے مغربی (داہنی) ساحل کے کنارہ کنارہ جنوب کو چلدیا۔ یہ دریا جاسی کے مضافات سے تقریباً سیدھا جنوب میں بہتا ہوا اوس مقام سے جہاں سریتھ ڈنیوب میں گرتا ہے کسیقدر نچلی طرف کو قصبہ گلاٹز کے قریب ڈنیوب سے ملتا ہے۔ مگر روسی فوج ابھی جاسی میں ہی تہی کہ وزیر اعظم دریا پروتھ کے اتصال سے نچلی طرف کو بمقام اسحاق چہ ڈنیوب کو عبور کر گیا تہا اور صوبہ بیسرابیا میں خان کریمیا تاتاری سواروں کی جرار فوج لیکر اوس سے آملا تہا۔ عثمانیہ کمانڈروں کو جب زار کے جنوب رویہ کوچ کی خبر ملی تو وہ اپنی متفقہ فوج کو لیکر دریائے پروتھ کے مشرقی کنارہ کی طرف چلدیئے تاکہ اوسے عبور کر کے روسیوں پر مالڈیویا میں حملہ کریں یہ فوج دریا کے جس حصہ پر پہنچی۔ وہاں روسی جنرل شرمی ٹوف زار کی فوج کا کچھ دستہ لیکر متعین تہا۔ اوس نے ترکوں کو دریا کو عبور کرنے سے روکنے کی کوشش کی۔ مگر دس ہزار تاتاری تیر کر دریا سے گذر گئے۔ اور راستہ ملنے سے پہلے دریا پر چار پل بنا لیئے گئے جن پر سے ترکی فوج کی زبردست جمعیت مغربی کنارہ پر پہنچ گئی۔

روسی جنرل تاب مقاومت نہ لاکر پیچھے ہٹ گیا۔ اور مقام فالتاش کے قریب زار سے جا ملا۔ یہ خبر سنکر زار کے چھکے چھوٹ گئے کیونکہ اوسکی
فوج بیماری اور فاقہ ہی سے کمزور نہیں ہوگئی ہوئی تھی بلکہ جنرل رینی اور جو اس کے زیر کمان دستہ پیوستہ فوج بالٹریا
اور والیشیا کے اندرونی اضلاع میں بہت پیچھے جانے کی وجہ سے ترکی فوج کے مقابلہ پر جس میں دو لاکھ ترک اور تاتاری
تھے اوسکی جمعیت بھی بالکل بے حقیقت تھی۔ زار ابھی دریائے پرتھ کے ساحل کو کنارے کنارے کسیقدر پیچھے ہٹ کر موضع کوش کے
قریب دریا پر تھا اور ایک دلدل کے درمیان خیمہ زن ہوگیا۔ اور کیمپ کو خندق وغیرہ سے محفوظ کر دیا۔ یہ موقع بظاہر نہایت
مضبوط معلوم ہوتا تھا۔ اور اوس کو پسند کرنے میں اوسنے سوئیڈن کی تقلید کی تھی جس نے بھی بمقام پولٹاوا ایسا ہی موقعہ پسند کیا
تھا لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ چہار طرف خیمہ زن ہو گئے تھے۔ یہ پہاڑیوں سے گھری ہوئی تھی جو تھوڑے سے فاصلہ پر واقع تھیں اور ترکی
لشکر کی بدولت وزیر نے دن پر آسانی قبضہ کر لیا۔ اور روسی اپنے کیمپ میں بالکل محصور ہوگئے۔ اون کے پاس رسد تقریباً
نہ ہونے کے برابر تھی۔ تھوڑے سپاہیوں نے اونکی حالت اور ردی کر دی ترکوں نے دریا کے پار اپنے کنارے پر بیٹریاں نصب کر دی تھیں
دوسرا ساحل انکی زد میں تھا۔ روسیوں کا دریا کے قریب جانا یقینی موت کو منہ لینا تھا۔ وزیر عقلمندی سے کام لیکر خود روسی
کیمپ پر حملہ آور ہونے سے محترز رہا۔ اور روسیوں کے حملہ کی مدافعت کرنے پر قانع رہا۔ اونہوں نے دو دن سخت جانگداز معرکہ آرائی
کرکے ترکوں کو پہاڑیوں سے ہٹانے کی کوشش کی مگر ہر مرتبہ ناکام پسپا کر دیئے جاتے تھے۔ روسی اب ورطہ میں پھنسا ہو گئے تھے اگر
کیتھرائن کا دم نہ ہوتا تو وہ ضرور بھوک و پیاس سے فنا ہو جاتے یا بلا شرط دشمن کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے۔ اس عورت کا
ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے ۱۷۱۱ء میں زار نے خفیہ شادی کر لی تھی جنگ میرن برگ کے بعد یہ کئی روسی افسروں کی جن میں جنرل شری
ٹوف بھی شامل ہے معشوقہ رہی جب پیٹر اوس کے دام محبت میں گرفتار ہوا۔ اس وقت وہ جنرل منشی کوف کے پاس تھی یہ عورت
محض ناخواندہ تھی مگر یہ بلیغ صفت رکھتی تھی کہ جن سے اوس کا تعلق ہوتا اون کے دلی حالات و خیالات اور مذاق سے
فوراً واقف ہو کر خود بھی انہی کا رنگ اختیار کر لیتی تھی پیٹر کی تمام تجاویز میں بڑے شوق کے ساتھ فی الفور متفق الرائے ہو جاتی تھی
اوس نے اون کے دل پر ایسا پورا پورا تسلط کر لیا ہوا تھا کہ بظاہر تو لوگوں کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اوسکی دلداری کر رہی اور
اوسکی ہاں میں ہاں ملا رہی ہے لیکن درحقیقت وہ حکومت کرتی تھی اور زار اوسکی تابعداری کرتا تھا۔ روسی فوج کے
کل افسروں کی جنگی کونسل نے فیصلہ کیا کہ بچاؤ کی ایک ہی سبیل ہے کہ وزیر سے صلح کی سلسلہ جنبانی کی جائے۔ مگر کسی کو یہ جرأت
نہ پڑتی تھی کہ زار کو جو خیمہ میں تن تنہا بیٹھا ہوا ہجوم افکار و تردد میں غرق تھا اس فیصلہ کی جا کر خبر کرے۔ کیتھرائن نے اس
بات کا ذمہ لیا۔ اوس نے خیمہ میں جا کر خاوند کو پہلے پیار و دلاسہ سے تسلی دی پھر آہستہ آہستہ اوسے وزیر کے پاس ایلچی بھیجنے کے
راضی کر لیا۔ اگر کوئی اور اس کام کا بیڑا اٹھاتا تو ضرور ہلاک کر دیا جاتا۔ بعد ازاں کیتھرائن نے وزیر کو نذرانہ دینے کیلئے جیسا کہ موقعوں
پر سائل فریق اوس زمانہ میں غالب فریق کے سامنے پیش کر کے صلح کی التجا کیا کرتا تھا۔ فوج کے اعلیٰ افسروں سے روپیہ جمع کیا
اور پھر اپنے زیورات بھی اوس میں شامل کر دیئے۔ یہ روپیہ اور زیورات چانسلر (مدار المہام) شافروٹ کے ہاتھ وزیر کے کیمپ میں

بھیجے گئے، اور ساتھ ہی اُسی جنرل شرمی ٹوف نے زار کی طرف سے خط لکھدیا جس مین صلح کی التجا کی گئی۔ وزیر اعظم کے کتخدا بیگو اسپر بڑا اقتدار حاصل تھا یہ شافروت پطر اوسی کے پاس گیا تھا جسنے تحائف لے لیئے اور وزیر کے پاس صلح کی سفارش کی۔ محمد بالتہ جی رضامند ہو گیا اور معاہدہ صلح کی شرائط کے متعلق گفتگو شروع ہو گئی۔ چارلس کا ایلچی پونیاٹوسکی بھی وزیر کے ہمراہ تھا اوسنے اور نیز خان کریمیا نے صلح کی سخت مخالفت کی مگر وزیر نے اون کی ایک نہ سنی اور اوس کے منشی عمر افندی نے وہ مشہور عہد نامہ لکھدیا جس سے زار اور اوسکی فوج کو تباریخ ۲۱ جولائی سالہ ۱۷۱۱ء ہلاکت سے نجات ملگئی۔ یہ عہد نامہ معاہدہ پروتھ اور معاہدہ فالکسن کے نام سے مشہور ہے۔

عہد نامہ پروتھ

عہد نامہ مذکور کی تمہید یہ تھی کہ خداوند کریم کی عنایت و نصرت سے فاتح اسلامی لشکر نے اسکو زار اور اوسکی فوج کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا جس پر اوس نے صلح کی التجا کی اور مندرجہ ذیل شرائط پر صلح کر لیگئی۔ پہلی دفعہ کی رو سے زار نے قلعہ آزاف اور اوس کے ملحقہ علاقے اور مضافات اُسی حالت مین جس حالت مین وہ اوس وقت تھے جب کہ زار نے اون پر قبضہ کیا تھا واپس کر دینے کا اقرار کیا۔ دوسری دفعہ کی رو سے زار نے قصبہ ٹاگران روک کو جسے اوسنے بحیرہ آزاف کے ساحل پر آباد کیا تھا اور نیز کامی نی آئکی کی قلعہ بندیون اور دریائے سمر کے قلعون کو منہدم کرنیکا اقرار کیا اور وعدہ کیا کہ وہ پھر نہ بنائے جاوین گے۔ کامی نی آئکی کے توپخانہ اور تمام جنگی سامان کی نسبت شرط کیگئی کہ وہ باب عالی کے سپرد کر دیا جاویگا۔ تیسری دفعہ مین زار نے عہد کیا کہ وہ پولینڈ اور نیز ان کاسکون کے معاملات مین جو اہال پولینڈ یا خان کریمیا کے ماتحت ہین آئندہ کبھی دخل نہین دیگا۔ اور تمام روسی فوجین جو ان ممالک مین ہین۔ واپس بلالی جاینگی۔ چوتھی دفعہ آزادی تجارت کے متعلق تھی۔ مگر ساتھ ہی یہ شرط کیگئی کہ آئندہ کوئی روسی سفیر قسطنطنیہ مین نہین رہیگا۔ یہ شرط غالباً اون سازشون کیوجہ سے کیگئی جو روسی یونانیون اور دیگر عثمانیہ عیسائی رعایا سے کرتے رہتے تھے۔ پانچوین دفعہ مین زار نے اُن تمام مسلمانون کو جو لڑائی کے دوران مین یا اس سے پہلے گرفتار کیے گئے یا غلام بنائے گئے تھے رہا کر دینے کا وعدہ کیا۔ چھٹی دفعہ کی عبارت یہ تھی چونکہ شاہ سویڈن باب عالی کی ظل حمایت مین آگیا ہے اسکو بلا روک اوسکے سلطنت کی تکلیف نہ پہنچائین اور اوس کو بلا مزاحمت بہ حفاظت تمام اپنے ملک کو واپس چلا جانے دین۔ اور ساتھ ہی دوستانہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ اگر باہمی سمجھوتہ ہونا ممکن ہو تو روس اور سویڈن آپس مین صلح کر لین۔ دفعہ ہفتم کا مضمون یہ تھا کہ آئندہ باب عالی مسکوبیون (روسیون) کو کوئی نقصان نہ پہنچاوے نہ آئندہ روسی باب عالی کی رعایا اور باجگذارون کو کوئی اذیت پہنچائین۔ خاتمہ پر وزیر کی طرف سے یہ عبارت لکھی گئی "مین اپنے شہنشاہ اور آقائے نعمت سے ان شرائط کو منظور فرما لینے اور زار کی سابقہ بداعمالیون کو نظرانداز کر دینے کی مؤدبانہ التماس کرتا ہون مینے یہ معاہدہ اون کامل اختیارات کی رو سے کیا ہے جو جلالت مآب نے مجھے عطا فرمائے ہوئے ہین" اس کے بعد عبارت درج تھی اوس کا مدعا یہ تھا کہ زار ان شرائط کے ایفاء کی ضمانت مین یرغمال حوالہ کرے اور ترتیب سے لشکر کو اپنے ملک کو واپس چلا جائے۔ عثمانیون کا مظفر و منصور لشکر یا تاتاری یا اور کوئی شخص اُسے کوئی تکلیف نہین پہنچائیگا۔ زار نے

چانسلر بیرن شافیروت اور جنرل شیرمی ٹوف کو بطور یرغمال وزیر کے حوالہ کر دیا۔ اور خود اپنے بقیۃ السیف لشکر کو لیکر تباہی و ہلاکت سے بچ جانے پر خوش اور اپنے نقصانات اور ذلت سے شرمسار اور غمگین پروتھ کے نامبارک کناروں سے اپنے ملک کو چلدیا۔

فرانس کا مشہور مورخ فلاسفر والٹیر جس کی رائے جنگ نروا کی نسبت اوپر درج ہو چکی ہے اس معاہدہ کے متعلق لکھتا ہے کہ "معاہدہ پروتھ زار کے حق میں جنگ نروا سے زیادہ مہلک اور مضر ہوا۔ کیونکہ نروا کی لڑائی کے بعد جس میں اوسے چارلس سے شکست ملی تھی) اوس نے اس شکست سے بھی فایدہ اٹھا لیا تھا۔ اوس نے اپنے نقصانات کی درستی کر لی۔ اور آخر چارلس دوازدہم سے مقام انگریا فتح کر لیا۔ مگر معاہدہ پروتھ کی رو سے بحیرہ آزاف کے قلعوں کو چھوڑ دینے سے اوسے بحیرہ اسود کی بادشاہی سے دست بردار ہونا پڑا۔" مگر میں والٹیر کی رائے سے اتفاق نہیں کرتا۔ اس معاہدہ سے روسیوں کو کوئی دیرپا نقصان نہ پہنچا۔ اور برعکس اس کے ترکوں نے ایک ایسا موقعہ کھو دیا جو پھر اب تک اون کو نصیب نہیں ہوا۔ اور نہ غالباً آیندہ نصیب ہو گا۔ سب سے مدلل اور درست رائے ترکی تاریخ و قوانین و آئین کے قابل محقق مسٹر تھارنٹن نے ظاہر کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "جب معاہدہ پروتھ پر دستخط ہوئے تھے اوس وقت سلطنت عثمانیہ کا نیک طالع سو رہا تھا۔" انگریزی مثل ہے کہ بیٹھے ہوئے دودھ پر افسوس کرنا بیہودہ ہے۔ اسیطرح اب یہ کہنا کہ اگر بلطہ جی زار کے ساتھ صلح نہ کرتا بلکہ اپنے دشمن کو نیست و نابود کر دیتا تو یہ ہوتا یا وہ ہوتا محض فضول ہے۔ لیکن چونکہ انسان ایسا کمزور مخلوق ہوا ہے کہ باوجود اس بیہودگی کے علم و یقین کے وہ بالعموم اپنا دلی اندوہ ظاہر کئے بغیر نہیں رہتا۔ اکثر مورخین نے آخر یہ لکھ ہی دیا ہے کہ "اگر زار اور اوسکی فوج کو اوس وقت معدوم کر دیا جاتا اور چارلس کو کافی کمک اور سامان دیکر جنگ پلٹووا کا بدلہ لینے کے لیئے سویڈن واپس بھیج دیا جاتا تو اغلب قیاس ہے کہ روس پھر سابقہ جہالت اور وحشت میں غرق ہو جاتا۔ کیونکہ جو اصلاحیں روس میں پیٹر کی طفیل ہوئی ہیں۔ اون میں سے اکثر اسوقت تک شروع ہی نہیں ہوئی تھیں۔ اور جو قدرے قلیل شروع ہو گئی ہوئی تھیں وہ بھی پختگی تک نہیں پہونچی تھیں۔ اور علاوہ بریں سویڈن کو دول یورپ میں وہی مرتبہ حاصل ہو جاتا جو گسٹاوس[1] اڈولفس نے اسے بخشا تھا۔ یعنی وہ اول درجہ کی طاقتوں میں شمار اور شمال کی سب سے زبردست سلطنت محسوب ہوتی۔"

جب روسی فوج اس طرح سے محصور ہو گئی کہ اوسکا بچکر نکلجانا محال ہو گیا تھا تو پونی آٹوسکی نے فوراً اپنے آقا کی طرف بمقام بندر[2] قاصد دوڑا دیا اور اوس سے التجا کی کہ جلد پہنچکر اپنے دشمن کی تباہی کو بچشم خود معائنہ کرے۔ چارلس اسیوقت چل کھڑا ہوا۔ مگر جب اوس نے ترکی کیمپ کے قریب پہنچکر دور فاصلہ پر روسی فوج عقب کی آخری صفوں کو اپنے ملک کی طرف واپس جاتے دیکھا تو اوس کے غم و غصہ اور رنج و الم کا کوئی پایان نہ رہا۔ اوس نے وزیر کو سخت ملامت کرنیکے بعد منت کی کہ خدا کے لیئے مجھے بیس تیس ہزار سپاہی دیدو میں ابھی زار اور اوسکی کل فوج کو اسیر کر کے واپس آتا ہوں۔ لیکن وزیر پر کچھ ایسی مہلک نحوست اور لاپروائی چھا رہی تھی کہ اوس نے کروٹ نہ بدلی اور حرمت معاہدہ کا عذر کر دیا۔ یہ سنکر چارلس نے بلند حقارت آمیز قہقہہ لگایا۔ اور اسیوقت وزیر کے خیمہ سے باہر نکلکر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اوسے سرپٹ دوڑاتا ہوا بندر واپس چلا گیا۔

[1] سویڈن کو اس بہادر بادشاہ کا پہلی جلد میں ذکر ہو چکا ہے مؤلف۔ [2] یہ شہر جنوبی روس میں اوڈیسہ کے شمال میں ہے۔

اس موقعہ پر فریقین کے اون سرکردہ اشخاص کی ذاتی روش پر جنہون نے محاربہ و مصالحت پر دستخط مین نمایان حصہ لیا کچھ تحریر کرنا بیہودہ نہ ہوگا۔ نازک اس لڑائی مین اصول فن حرب کے متعلق بیشک سخت غلطیان سرزد ہوئین مگر [illegible] نازک موقعہ پر بحیثیت صاحب ملک اور فرمانروا جو عالی ہمتی اوسنے دکھائی اوس سے اون سب غلطیون کی تلافی ہی نہین ہوتی بلکہ ہمیشہ کے لیئے اس اولوالعزم نیم وحشی بادشاہ کا نام لوح زمانہ پر ثبت ہوگیا ہے۔ اوس وقت وہ ایک سخت مرض کا شکار اور صاحب فراش ہو رہا تہا مگر اوس کی ہمت بدستور قائم تھی۔ اسی حالت مین صلح کیلیئے کیتھرائن کے سلسلہ جنبانی کرنیسے ایکدن پہلے اوس نے اپنے خیمہ سے ماسکو کے سینیٹ کو جو خط لکھا اوس سے بقول مؤرخ شلاسر پیٹر اوسی شہرت و عزت کا مستحق ہوگیا جو زمانہ قدیم کے مشاہیر کو حاصل ہے کیونکہ خط مذکور مین اوسنے اپنی ذات اور اپنے خاندان کو سلطنت کی بہتری پر قربان کر دیا تھا [illegible] کریم کو بھی اس عالی حوصلہ شخص کی عام شہرت منظور تھی۔ قاصد جسکو یہ خط دیا گیا تھا بخیریت ترکی مورچون کی صفون مین سے گذر گیا اور راستے روسی سینیٹ کو پاس پہونچا دیا۔ اوس وقت ابھی صلح ہو جانے کی کسیکو خبر نہ ہوئی تھی۔ یہ خط سینٹ پیٹرزبرگ کے شاہی محل مین بحفاظت تمام رکھا ہوا ہے۔ اس کے اصلی ہونے مین کسی طرح کا شبہہ نہین ہے۔ اور نہ ہی اون خیالات و ارادات کے حقیقی ہونے مین کوئی شبہہ ہو سکتا ہے جو زار پیٹر نے اوس مین ظاہر کیئے ہین کیونکہ وہ موقع ہی ایسا تہا کہ تصنع کسی کام آمد نہین ہو سکتا تہا وہ خط حسب ذیل ہے۔

"مین تمکو اطلاع دیتا ہون کہ غلط خبرون سے دہوکہ کہا کر جس مین میرا کوئی قصور نہین مین اس جگہ اپنے کیمپ مین ترکی فوج کے محاصرہ مین آگیا ہون جس کی جمعیت مجھ سے چوگنی ہے ہمین کسیطرف سے رسد نہین پہنچ سکتی۔ اور ہر لحظہ یہی توقع ہے کہ ہم یا تباہ کر دیئے جائینگے یا گرفتار کر لیئے جائینگے۔ ہان خداوند کریم کسی غیر متوقع طریق سے ہماری مدد کر دے تو دوسری بات ہے۔ اگر ترک مجھے اسیر کرلین تو پھر تم مجھے اپنا زار اور فرمانروا نہ سمجھنا۔ نہ میرے کسی حکم کی جو میری طرف سے تمہارے سامنے پیش کیا جائے کچھ پرواہ کرنا خواہ تم میرے دستخط کو پہچان ہی کیون نہ لو۔ بلکہ میرے بذات خود واپس آنیکے متوقع رہنا۔ اگر مین یہان ہلاک ہوگیا۔ اور تمکو میری موت کی پختہ خبر پہنچ جائے تو پھر تم کسی ایسے شخص کو جو تم مین سب سے قابل ہو میرا جانشین منتخب کر لینا۔"

کہ بیشی اسموقعہ پر لکھتا ہے کہ یونانی شجاع لیونائیڈاس[1] اور کاڈرس[2] بھی اس سے زیادہ بہادرانہ جوانمردی نہین دکہا سکے۔ فرانسس اول (بادشاہ فرانس) اور چارلس دوازدہم کی تو کوئی حقیقت ہی نہین۔

کیتھرائن نے روس پر واقعی احسان عظیم کیا تھا۔ وہ اوس وقت اپنے خاوند اور روس کے ملک کیلیئے فرشتہ رحمت ہوگئی تھی

[1] یونانی بہادر جو قلیل جماعت سے کئی لاکھ ایرانیون کو درہ تھرموپائیلی پر کئی دن روکے رہا۔ اور آخر دغا سے میدان جنگ مین ہلاک ہوا۔

[2] ایتھنز کا آخری بادشاہ۔ اسے اتفاق ہوا کہ اہالی ڈوریا اور ایتھنز کے محاربہ مین وہی فریق غالب رہیگا جس کا بادشاہ لڑائی مین قتل ہو۔ اسپر اپنے شہر کی فتح کیلیئے وہ دلیرانہ دشمن مین گھس گیا اور وہان ہلاک ہوگیا۔ اہالی ایتھنز نے اوسکی یادگار قائم کرنیکے لیئے یہ فیصلہ کر دیا کہ اسکے بعد کسی کو بادشاہ ہی نہین بنائینگے۔ چنانچہ اوس وقت سے حکومت مجسٹریٹون کے سپرد کر دی گئی۔ سنہ ۱۱۶۰ قبل مسیح مین پیدا اور سنہ ۱۱۳۲ قبل مسیح مین فوت ہوا۔ مؤلف

نہ ہوئی۔ اوس نے زنانہ فراست و ذہانت اور کامل مردانہ استقلال سے کام لیا۔ ۱۷۱۱ء میں زار نے اوسکو بحیثیت تبصرہ باضابطہ تاج پہنا کر اس دین عظیم کا پورا پورا اعتراف کیا اور کل دنیا اور اپنی رعایا کو بتا دیا کہ وہ دریا پر وتھ کے محاربہ میں کیتھرائن نے جب کہ ہماری (یعنی روسی) فوج صرف ۲۲ ہزار رہ گئی تھی اور ترک تعداد میں دو لاکھ ستر ہزار تھے میری کیسی بینظیر امداد کی تھی۔ اس سخت مشکل کے موقعہ پر اوس نے بالخصوص اپنی جنس سے بڑھکر شجاعت اور سرگرمی ظاہر کی۔ اس امر کی کل فوج اور کل سلطنت شاہد ہے " اس عورت کی تعریفون میں جس نے پروتھ پر ایسی خسانداری فرزانگی دکھلائی کل اقوام کے مورخ متفق و یکزبان ہین مگر اس قابل یادگار معرکہ کے تیسرے بڑے ایکٹر یعنے ترکی کمانڈر کی نسبت اوس کے ہمعصر اور نیز بعد کے مورخون مین بہت اختلاف ہے۔ بڑا الزام اوس پر یہ لگایا جاتا ہے کہ اونسے کیتھرائن سے رشوت لیکر اپنے ملک کی جانی اعداد کو بچ جانے دیا۔ اس کا جواب محمد پاشا کے طرفدار یہ دیتے ہین کہ کیتھرائن بلتان جی اور اوس کے تابعین کو وہی روپیہ اور تحائف بھیج سکتی تھی جو اوس وقت روسی کیمپ مین موجود تھے۔ اوّل تو ان سب کو جمع کرنا محال تہا۔ اور بفرض محال اگر کل افسرون اور سپاہیون سے اونکی نقدی لے بھی لی گئی ہو پھر بھی وہ اور کیتھرائن کے اپنے زیورات اور سموری پارچات اس قدر مالیت کے نہین ہوسکتے تھے کہ وزیر اعظم کے رتبہ کا شخص اون کو بطور رشوت قبول کرے۔ مزید برآن اگر وہ طامع ہوتا تو وہ ایسے صلح کو زار کو بلا شرط اطاعت گزینی پر مجبور کرتیسے بدرجہا زیادہ اچھی طرح سے پورا کر سکتا تھا۔ اس صورت مین سرگردہ ایران جنگ کو دست اوسکو سی سپارش کرکے انہین رہائی دلوانے کیلئے بڑی بڑی رقمین دینے سے دریغ نہ کرتے۔

بعض کا خیال ہو کہ چارلس وزیر کے ساتھ نازیبا درشتی اور نخوت کے ساتھ پیش آیا تھا جس پر وہ اوس سے چڑھ گیا تھا اور اس لیئے اوسنے چارلس کے رقیب پیٹر کے ساتھ نرمی کی تھی۔ مگر وزیر چارلس کی بد اطواری کا اگر چاہتا تو اوس سے کڑی طرح سے بدلہ لے سکتا تھا۔ لہذا طبیعت کبھی قبول نہین کر سکتی کہ کوئی ایسی وجہ اوسسے روسیون کے ساتھ معاہدہ صلح کرنے کی محرک ہوئی تھی ایک مورخ نے لکھا ہو کہ زار نے صلح کی درخواست کرتے وقت خط مین یہ بھی دہمکی دی تھی کہ اگر صلح نہ کیگئی تو مین تمہاری صفون کو چیر کر باہر نکلنے کی کوشش کرونگا۔ اور اس دہمکی کو موثر کرنیکے لیئے اپنی فوجون کو صف آرا بھی کر دیا تھا یہ دہمکی اپنا کام کر گئی۔ اور وزیر نے صلح کی گفتگو شروع کر دی۔ ایک اور روسی مورخ مسمی لیوسق یہ رائے ظاہر کرتا ہے کہ اگر روسی دلیرانہ حملہ کر دیتے تو وہ غالباً کامیاب ہو جاتے مگر اوّل الذکر بیان محض غلط اور آخر الذکر قیاس بالکل لغو ہے۔ روسی کئی دفعہ حملہ کرکے منہ کی کھا چکے تھے۔ اور بلتان جی کی فوج کا نظام اور جوش اون متواتر ہزیمت خوردہ عثمانیہ فوجون کے نظام سے جن کی صفون کو بعد مین روسی جنرل رومانزوف ہیطرح کے ایک موقع پر چیر کر باہر نکل آیا تھا۔ بدرجہا بہتر اور اعلیٰ تہا۔ مزید برآن خود زار کا اعتراف عجز ایک موقعہ پر نہین بلکہ چار مرتبہ (اوس خط مین جو سینیٹ کو لکھا۔ معاہدہ صلح مین۔ اور پھر ۱۷۱۱ء کے معاہدہ مابعد مین۔ اور آخری دفعہ اوس شاہی اعلان مین جو اوسنے کیتھرائن کو تاج پہنا کر اپنا ہمسر قرین بناتے وقت مشتہر کیا تھا) اس امر کا قطعی ثبوت ہو کہ جس وقت وزیر نے صلح کی گفتگو پر رضامندی ظاہر کی تھی اوس وقت روسی فوج کی حالت بالکل مایوسی کی تھی۔ اس کشمکش کا فیصلہ بقول کریسی یہی ہو سکتا ہے کہ غالباً کسی واحد مستقل اصول یا متعین خط

کی وجہ سے وزیر نے یہ روش اختیار نہین کی تھی جس مین اوسنے ادہورا کام کیا تھا۔ یعنی اپنے شکار کو ایسی شرط پر رہائی دیدی جس سے اوسکو ذلت ونقصان تو پہونچا۔ مگر ایسا ناقابل نہ ہوا کہ پہر بدلہ نہ لے سکے۔ محاربہ کا نقشہ اوسنے ایسا عمدہ باندہا تھا کہ بحیثیت سپہ سالار بلتہ جی پوری تعریف وتوصیف کا مستحق ہی۔ مگر گو اوسے رشوت کے الزام سے بری کر دیا جائے۔ اوسکی صلح کی متعلقہ کارروائی پر ہر سمجھدار ایسی رائے ظاہر کریگا کہ وہ سخت غیر مدبرانہ تھی۔ اگر وہ فیاضانہ سلوک سے روس کو ٹرکی کا دوست بنانا چاہتا تھا تو اوس صورت مین یہہ کہا جائیگا کہ اوسنے حد اعتدال سے زیادہ سنگین شرائط سے اس مطلب کو فوت کر دیا۔ اور اگر اوس کا مدعا روس کی طاقت کو بالکل پامال کر دینے کا تھا تو کہا جائیگا کہ اس صورت مین جو کارروائی ضروری تھی۔ اوس سے اوسنے بہت ہی کم کی۔ اسکو اوس نصیحت پر کاربند ہونا چاہیے تھا جو کہ سال ۱؎ مین ہری ڈاس پونٹی اس نے اپنے بیٹے کو اوس وقت دی تھی جب کہ بمقام کاڈتی ام رومی لشکر بعینہ اوسیطرح اوس کے قابو مین آ گیا تھا جس طرح پروتھ کے کنارے پر روسی لشکر ترکون کے۔ وہ نصیحت یہ تھی کہ ایسے موقعون پر پوری پوری فیاضی دکھلانے سے دشمن کو دوست بنالیا جا سکتا ہی۔ یا پوری سختی سے اوسے ہمیشہ کیلئے معدوم کیا جاسکتا ہی۔ ان دونون کے بیچ بیچ مین کاربند ہونا سخت مہلک کمزوری ہی۔ پونٹی اس کے بیٹے نے بھی میانہ روی اختیار کی تھی جس کا خمیازہ سام نی ام کو بری طرح اوٹھانا پڑا۔ ویسے ہی اس میانہ روی سے ٹرکی کو ہمیشہ کیلئے پشیمان ہونا پڑا۔ یہ درست ہو کہ پیٹر کی جیتے جیات پہر باب عالی اور روس مین لڑائی نہ ہوئی۔ مگر یہہ عام معلوم بات ہو کہ زار کا ارادہ پہر جنگ کرنیکا تھا۔ اوس غرض کیلئے اوسنے بڑی زبردست تیاریان کی تہین جنسے روسی جنیلون نے اوس محاربہ مین جو ۱۷۳۶ء مین کریمیا کے ساتھ کیا گیا پورا پورا فایدہ اوٹھایا۔ علاوہ بران ترکون کی نفرت اور غصہ کی کیفیت پیٹر کے جانشینون کو یکے بعد دیگرے برابر ورثہ مین ملتی رہی۔ اور آخر ۱۷۷۴ء مین روس نے معاہدہ کنارجی کیلئے وہی دن مقرر کر لیا جس دن کہ معاہدہ پروتھ پر دستخط ہوئے تھے۔ ٹرکی کو جتادیا کہ محمد بلتہ جی کے ہاتھون اون کے زار اعظم کو جو ذلت اوٹھانی پڑی تھی اوس سے درگذر نہین کیا گیا تہا نہ وہ فراموش کیگئی تھی۔

شاہ چارلس بندر پہنچتے ہی وزیر کے برخلاف باب عالی مین سازشین شروع کر دین۔ خان کریمیا نے بھی وزیر کی مخالفت مین کوئی دقیقہ اوٹھا نہ رکھا۔ روسیون کی تعطل اور معاہدہ کی جب اول اول قسطنطنیہ مین خبر آئی تھی تو مسلمانون نے بڑی خوشی ظاہر کی تھی۔ مگر جب یہ سازشین پہونچین تو اونکی مسرت رنج وافسوس سے بدلگئی اور وزیر کے برخلاف عام ناراضگی پہیل گئی۔ بلتہ جی معزول ہوکر جزیرہ لمناس کو جلاوطن کر دیا گیا اور کتخدا عثمان آغا اور رئیس منشی عمر آفندی جنہون نے صلح کے انعقاد مین بڑی سرگرمی دکھائی تھی قتل کر دیے گئے۔ زار کے شرائط معاہدہ کی ایفا مین لیت ولعل کرنے سے باب عالی جو پہلے ہی بہرا بیٹھا تھا اور برافروختہ ہو گیا۔ اور قریب تھا کہ اعلان جنگ کر دیا جائے۔ مگر انگریزی سفیر سر رابرٹ سٹن اور ڈچ سفیر کالیر نے بیچ بچاؤ کرکے ترکون کا غصہ فرو کیا۔ اور ۱۶ اپریل ۱۷۱۲ء کو

۱؎ سام نی ام کا رہنیوالا۔ یہ اٹلی کا پرانا صوبہ تہا جو نیپلز کے مشرق مین تہا۔ کاڈتی ام اسی صوبہ کا شہر تہا جس کے قریب ایک درہ مین رومی فوج اور اون کے دو اعلیٰ جرنیل غنیم کے قابو آ گئے تھے۔ یہ واقعہ ۳۲۱ قبل مسیح مین گذرا تہا۔ مولف ۱۲

روس و ٹرکی مین بمقام قسطنطنیہ اور نیا معاہدہ ہوگیا۔ جس مین معاہدہ پروتھ کی شرائط کی تجدید کرنے کے بعد یہہ تاکید ہی شرط ایزاد کیگئی کہ روسی فوجین تیس دن کے اندر پولینڈ کو خالی کردین۔ مگر امیا نداز زار نے پولینڈ کے بد قسمت ملک مین فوجی مداخلت سے باز آجانے پر کوئی آمادگی ظاہر نہ کی۔ اور ادہر مشرقی علاقہ مین بھی گو چند چھوٹے چھوٹے قلعے جو بحیرہ اسود و آزاف کے ساحل پر تعمیر کیئے گئے تھے گرا دیئے گئے۔ لیکن ٹیگا نروک کی ایک اینٹ نہ اکھاڑی گئی۔ اور نہ آزاف کا قبضہ ترکون کو دیا گیا۔ اس مکرر بدعہدی پر ٹرکی پھر جنگ کیواسطی تیار ہوگئی مگر انگریزی و ڈچ (ہالینڈی یا ولندیزی) سفیر بیچ آپڑے اگئے۔ اور ۱۳ جون ۱۷۱۳ء کو بمقام ایڈریانوپل فریقین مین قطعی معاہدہ ہوگیا۔ اوسکی پہلی چھہ اور پیر گیارہوین دفعہ اون سات دفعات کے مطابق تہین جو بلتان جی نے معاہدہ پروتھہ مین لکھائی تھین۔ گیارہوین دفعہ کی روسے دریا سمارا اور اوریل کے مابین دونون سلطنتون کی حدود اسطرح سے معین کیگئین کہ جو علاقہ دریا سمارا کے ساحل کے قریب ہو وہ آئندہ ترکون کے پاس رہے اور جن علاقون کی آبپاشی دریا اوریل سے ہوتی ہو وہ روسیون کے پاس رہین۔ ان دریاؤن سے بجانب مشرق دریا ڈان اور آزاف کیطرف وہی سرحد رکھی گئی۔۔۔ جو آزاف پر روسیون کے قابض ہونیسے پہلے تھی۔ ساتھہ ہی یہہ شرط کیگئی کہ ایکطرف کاسک اور چلکان جو روسی رعایا تھے۔ اور دوسری طرف کریمیا کے تاتار۔ نوغائی تاتار اور چرکس جو باب عالی کے زیر فرمان تھے آئندہ ایکدوسرے کو اذیت نہ پہنچائینگے۔ معاہدہ کی شرائط کے مطابق حدبندی کیلئے پانچ کمشنر مقرر کئے گئے۔ جو ۱۷۱۴ء مین اس کام سے فارغ ہو گئے اور اسپر روسیون نے آزاف ترکون کے حوالہ .... اور ٹیگانروک کو منہدم کر دیا۔ جس سے روس اور ٹرکی کے درمیان عرصہ دراز تک لڑائی کا اختتام ہوگیا۔ گو جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے زار کے دلسے ان شکستون کی خلش کبھی دور نہ ہوئی۔ اور وہ پورا بدلہ لینے کیلئے آخری دم تک دریا ڈان پر سیگزین اور جنگی سامان جمع کرتا رہا جس سے اوسکے جانشینون نے فایدہ اُٹھایا۔

بلتان جی کے بعد سلطان نے سلیمان پاشا کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ اُسنے بھی شاہ سویڈن کو جو معاہدہ فاکسن کو توڑ دینے جانسے پر سخت اصرار کر رہا تھا ٹرکی سے چلے جانیکے لیئے بہت کہلایا۔ مگر اوس نے ایک نہ مانی۔ اور کہا کہ اگر مجھے ساٹھہ لاکھہ ڈیوکٹ نقد اور تیس ہزار فوج دیجائیگی تو جاؤنگا۔ باب عالی صرف چھہ ہزار فوج دینے پر رضامند ہوا جب کئی مہینے اسطرح گذر گئے۔ تو مجبور ہوکر اسکے جبر سے کام لینا پڑا۔ اوسکا وظیفہ بند کردیا گیا۔ اور فوج محافظ کو اُسے زندہ یا مردہ گرفتار کرلینے کا حکم دیا گیا۔ چارلس نے اس موقعہ پر بھی حسب معمول نصرانہ تہور سے کام لیا۔ اس قدر[1] ترکی فوج اُسے گھیرے ہوئی تھی کہ مقابلہ کرنا محض حماقت تھی لیکن اُسنے اپنے مٹھی بھر ہمراہیون سے جن کی تعداد صرف تین سو تھی۔ اپنے کیمپ کی جو بندر کے قریب موضع ورنتزا مین تھا آخری وقت تک حفاظت کرنیکا عزم کرکے کرسیون چارپائیون بستیون صندوقون الغرض جو چیز ہاتھہ آئی اُسی سے کیمپ کے گرد دیوار قائم کردی۔ ینگچریون کو مجبوراً حملہ کرنا پڑا اور دست بدست لڑائی شروع ہو گئی۔ چارلس پہلے تو ایک مکان مین پناہ گزین ہوگیا۔ مگر پھر وہان سے شمشیر بدست باہر نکل آیا۔ باہر نکلتے وقت اوسکی لمبی مہمیزین ایکدوسرے سے اٹک گئیین۔ وہ گر پڑا۔ اور ینگچریون نے اُسے گرفتار کرلیا۔ یہہ واقعہ فروری ۱۷۱۳ء مین گذرا

[1] بیس ہزار باقاعدہ ترکی فوج جو اسکی حفاظت پر مامور تھی اور ۲ ہزار تاتاری سوار ۱۲ مؤلف ۱۲

سلیمان نے چارلس کو کچھ عرصہ قلعہ دیمہ طاش میں قید رکھکر ایڈریانوپل کے قریب دیموتیکا میں بھیجدیا۔ سلطان چارلس کو پہلے سے خوش نہیں تھا مگر اوسکی حمیت اور شان مہربانی یہ بھی کبھی گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ مہمان کے ساتھ جبر کیا جائے۔ اونے شاہ مذکور کیلئے پھر دو ماہ مقرر کر دیا۔ اور سلیمان کو اس قصور پر کہ اونہوں نے اجازت زیادتی کی موقوف کر دیا۔ مگر چارلس کو اوسکی سازشوں کیوجہ سے اسیطرح نظر بندی میں رکھا۔ چارلس اس حالت میں بھی اپنی کوششوں سے باز نہ آیا حتی کہ جب سٹانس لاس نے شیدرا کر دیموتیکا میں کہلا بھیجا کہ میں تخت پولینڈ سے دست بردار ہوجاتا ہوں تاکہ آگسٹس اور تم میں مصالحت ہوجائے تو اونہوں اسی ارادہ کو سننا بھی پسند نہ کیا۔ اوس کو ابھی تک امید تھی کہ وہ باب عالی کو اپنی اور سٹانس لاس کی حمایت پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہوجائیگا۔ چنانچہ اوسکی کوششیں کچھ بار ور بھی ہوگئیں۔ اور اگر انگلستان اور ہالینڈ بیچ میں نہ آجاتے تو وہ ترکی کو پھر روس کے ساتھ لڑا دینے میں پورا کامیاب ہوجاتا۔ مگر جب ایکطرف باب عالی نے آگسٹس سے معاہدہ کر کے عہدنامہ کارلووٹز کی تجدید کر دی اور اودھر روس کے ساتھ بھی قطعی مصالحت ہوگئی تو اونہیں اقامت کی بیہودگی کا یقین ہوگیا۔ اودھر اہل وطن اوسکی غیبت سے تنگ آکر اپنے ملک کو واپس آجانے کیلئے تاکیداً لکھا۔ اور جرمن قیصر کے سفیر جنرل بیوین نے اپنے آقا سے یہ وعدہ لیا کہ وہ ہنگری اور آسٹریا کے علاقوں سے گذر جانے میں کوئی مزاحمت نہیں کریگا۔ تو عزم سفر کر لیا۔ سلطان نے اوس کو عزت سے رخصت کیا۔ آٹھ گھوڑے معہ زین مرصع۔ قبا و شمشیر زرنگار بطور تحفہ ارسال کئے۔ اور پچاس چاؤش ہمراہ کر دیئے۔ اور چارلس تین برس و تین ماہ بندین کی اقامت کے بعد ۲۰ اکتوبر ۱۷۱۴ء (۱۱۲۶ھ) کو دیموتیکا سے روانہ ہوگیا۔ مگر ہمراہی ترک اوس سست رفتاری سے چلتے تھے کہ وہ اونکی رفاقت سے اکتا گیا۔ اور صرف دو رفیق ہمراہ لیکر ترکی سرحد کو عبور کرنیکے بعد ہرمانشٹاٹ (ٹرنسلوینیا کا صدر مقام) بودا پسٹ (ہنگری کا صدر مقام) وائینا۔ راٹس بان اور نہاؤ کے رستے شیدرسٹار لینڈ (واقع شمالی جرمنی) پہنچ گیا۔ یہ کل مسافت طے کیا جو گیارہ سو میل کے قریب تھی اوسنے زیادہ تر زین سواری کر کے ۱۶ دنوں میں طے کی۔ اہالی ملک نے اوسکی آمد پر بے اندازہ مسرت ظاہر کی۔ اور گھر گھر خوشی منائی گئی۔ سنہ ۱۷۱۵ء میں دشمنوں نے پھر چڑھائی کی۔ اور ۱۱ دسمبر ۱۷۱۸ء کو محاصرہ فریڈرک شال میں توپ کا گولہ لگنے سے ہلاک ہوگیا۔

محاربۂ وینس و فتح موریا

سلیمان کے بعد سلطان نے ابراہیم پاشا کو وزیر بنایا۔ جو ۱۲ دن ہی وزارت کر کے علیحدہ ہوگیا۔ اور سلطان کا منظور نظر داماد علی پاشا جسے بعض مورخ علی کومرجی بھی لکھتے ہیں نیا کی گورنری سے وزارت پر سرفراز کیا گیا۔ روس کو ساتھ قطعی معاہدہ اسی کے زمانہ وزارت میں ہوا۔ اونے روس کے ساتھ اس لیئے مصالحت کر لی تھی کہ وہ اہالی وینس سے صوبہ موریا کو فتح کرنے کیلئے یکسوئی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ اعلے انتظامی قابلیت کا مدبر فصیح و بلیغ مقرر۔ اور جلیل القدر عالم تھا۔ بعض مورخوں نے اوسے درشت خو متعصب اور سفاک لکھا ہے۔ جو بالکل غلط ہے۔ معاہدہ کارلووٹز کے وقت سے ہی ترکوں نے وینس سے بدلہ لینے کی ٹھان رکھی تھی۔ اور اوس وقت بھی اس جمہوری ریاست کی ذلیل کمزوری پوشیدہ نہیں تھی۔ وہ جانتے تھے کہ یہ صرف حمایتیوں کے سر پر کود رہی ہے۔ جو ابھی ہمیں اس سے تنہا میدان میں لانیکا موقع مل گیا

ملہ انگلستان کا مشہور شاعر لارڈ بائرن نے جو یونانیوں کی طرف سے ترکوں کے ساتھ لڑا تھا اپنی نظم محاصرہ کارنتھ میں اس کا ذکر کیا ہے

ہم آسانی موریا اوس سے واپس لے لین گے۔ وراثت تخت ہسپانیہ کے محاربہ[2] عظیم مین یہ ریاست بالکل الگ رہی تھی۔ اس علیحدگی کا باعث وہ تو یہ ظاہر کرتی رہی کہ وہ دونون فریق سے یکسان ہین مگر اصل باعث یہ تھا کہ اوسے اپنی کمزوری سے اندیشہ تھا۔ اوس نے علیحدہ رہنے سے اوسے چھپانا چاہا جو بے فایدہ کوشش تھی۔ فریق متخاصم بیباکانہ اوس کی حدود سے گذر کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے رہتے یہ کمزوری ٹرکی سے چھپی نہ رہی۔ علاوہ برآن ریاست کا مشہور جنرل موروسنی جس کی ذاتی قابلیت کے طفیل ہی اوسے پچھلے محاربہ مین فتوحات عظیمہ حاصل ہوئی تھین فوت ہو گیا ہوا تھا۔ اور اوس کے عمال نے لطف و مدارات سے عیسائی مذہب یونانیون کو مسلمان ترکون کے برخلاف اپنے ساتھ یکدل و یکجان بنا کر صوبہ موریا پر اپنے قبضہ و تصرف کو مضبوط کرنے کی بجائے قبرص اور کریٹ کی رعایا کیطرح مذہبی تعصب اور جبر و ستم سے اونہین تخت سے متنفر بنا دیا تھا۔ چنانچہ اہالی موریا لاطینی مذہب اہالی وینس کی محکومی کی نسبت مسلمانون کی حکومت کو باعث غنیمت سمجھنے لگ گئے۔ ترکون نے روس کے ساتھ پھر لڑائی ہو جانے کی توقع ہونے کی وجہ سے ۱۷۱۱ء اور ۱۷۱۲ء مین عظیم الشان جنگی تیاریان کی تھین جب اوسطرف لڑائی کا اندیشہ نہ رہا تو ریاست وینس پر اچانک زبردست حملہ کرنیکے لیے ان تیاریون سے کام لینے کا فیصلہ کیا گیا۔ داماد علی علم نجوم کا بھی بڑا قایل تھا۔ اور منجمون نے اوسے بتا دیا تھا کہ ۱۷۱۵ء مین وہ موریا کو فتح کریگا۔ اس پیشینگوئی سے اوس کا عزم اور بھی پختہ ہو گیا۔ انہی دنون ٹرکی اور وینس کے چند جہازون کی آپس مین مڈبھیڑ ہو گئی تھی۔ ادھر مانٹی نیگرو کے چند قبایل نے بغاوت برپا کر دی تھی۔ باب عالی نے جہازون والے معاملہ کے ساتھ ہی اس بغاوت کو بھی جس مین اہالی وینس پر باغیون کی مدد کرنیکا الزام لگایا گیا موجب جنگ قرار دیدیا۔ اور وزیر ایک لاکھ فوج اور ایک سو جنگی جہاز لیکر کارنتھ پر حملہ آور ہو گیا۔ اہالی وینس کو اعلان جنگ کیوقت سے غنیم کے آپہونچنے کے وقت تک اپنی طاقت درست کر لینے کیلیے کافی مہلت حاصل تھی جس سے کوئی فایدہ نہ اوٹھایا گیا چنانچہ جب ترک کارنتھ پہونچے تو اوس کے قلعے بدستور نیم منہدم

[1] ایمرسن ٹی نینٹ اپنی کتاب موجودہ یونان کی تاریخ مین لکھتا ہے "وینس کی ذاتی کمزوری اور اپنی بے قابلیتی کا علم ہی کی وجہ سے کہ جب مناسب موقع ملا وہ اپنے مقبوضات وینس سے چھین لین گے۔ ترکون نے کارلووٹز کے معاہدہ کو منظور کر لیا تھا۔ کانٹی مر اسی بارہ مین ایک روایت لکھتا ہے کہ سفرائے دول کی کانفرنس مین شرایط کے تصفیہ سے پہلے وینس کا سفیر ترکی سفرا سے ذرا تحکم و غرور سے پیش آیا تو رئیس آفندی نے اوسے اوس جیب کترے کی کہانی سنا کر جو دو پہلوانون کے کپڑے جنہین اتار کر وہ کشتی مین مشغول تھے چورا لے گیا تھا چبھتے ہوئے الفاظ مین چوٹ کی کہ وہ وقت بعید نہین جب کہ چور کو مال لینا واپس کرنا پڑے گا۔ اور غالباً لباس عاریت کے ساتھ اوسکو اپنا چمڑا بھی دینا پڑ جائے "۔

[2] یہ محاربہ جیسا کہ پہلے کسی جگہ لکھا جا چکا ہے عہد ناماجات یوٹرکٹ اور راسٹاٹ پر ختم ہوا تھا۔ اول الذکر ۱۷۱۳ء مین ایک طرف فرانس و ہسپانیہ اور دوسری طرف انگلستان۔ ہالینڈ۔ پرشیا۔ پرتگال اور سیوائے مین ہوا۔ اور دوسرا ۱۷۱۴ء مین آسٹریا اور فرانس مین ہوا۔ ان معاہدون کی رو سے فرانس کے شاہزادہ فلپ کو ہسپانیہ کا بادشاہ تسلیم کر لیا گیا لیکن نیپلز۔ میلان صوبہ ٹسکنی اور ہالینڈ و بلجیم کے کسیقدر مقبوضات آسٹریا کو دلا دیے گئے۔ انگلستان کو فرانس نے براعظم امریکہ مین خلیج ہڈسن جزائر سینٹ کرسٹوفر و نیوفونڈلینڈ اور نووا اسکوشیا دے دیے اور ہسپانیہ نے قلعہ جبل طارق اور جزیرہ منورکا جو انگلستان نے لڑائی مین فتح کیے تھے اوسی کے قبضہ مین رہنے دیے۔ شاہ پرشیا اور سیوائے کے ڈیوک کو بھی مزید علاقے ملے۔

اور بوسیدہ پائے گئے۔ جن میں ترک حملہ کرکے داخل ہونے ہی والے تھے کہ محصورین نے ۲۲ جون کو چند شرائط پر اطاعت قبول کرلی۔ آخر میں اتفاقیہ یا کسی کی شرارت سے قلعہ کا میگزین اڑ گیا۔ وزیر نے اس حادثہ کو جس کا الزام فریقین ایک دوسرے پر لگاتے ہیں معاہدہ کی خلاف ورزی تصور کرکے قتل عام کا حکم دیدیا اور تقریباً سب باشندے تہ تیغ کردیے گئے۔ اس فتح سے بعد تھوڑے ہی دنوں میں بری فوج نے قصبات پالامیڈی، ناپولی ڈی رومانیا، موڈون اور کرون اور بحری فوج نے جزیرہ ایجینیا اور وہاں کا بڑا شہر آرہ گوس فتح کرلیا۔ اور تھوڑے دنوں کے اندر نومبر ۱۷۱۵ء کے ختم ہونے سے پہلے کل صوبہ موریا اور مجمع الجزائر کے تمام جزیرے ترکوں کے قبضہ میں آگئے بعد ازاں کریٹ کے وہ دو مقام بھی جو ابھی تک عیسائیوں کے پاس تھے فتح کرلیے گئے۔ ان فتوحات سے فارغ ہوکر فاتحین نے جزیرہ کارفو کا محاصرہ کرلیا جس کو فتح کرلینے کے بعد وہ وینس کے ادن تمام مقبوضات پر جو بحیرہ ایڈریاٹک کے سواحل پر واقع تھے یکے بعد دیگرے حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتے تھے مگر اس محاصرہ سے ترکی فتوحات کا سیلاب رک گیا۔

محاربہ آسٹریا۔ ترکوں کی شکستیابی و معاہدہ پاساروٹز

اٹالی و وینس نے چارلس[1] ششم قیصر جرمنی و آسٹریا سے جو صلح کارلوٹز کی شرائط کی نگہداشت اور اتفاق کا (ورانتا) ضامن تھا مدد کی التجا کی۔ آسٹریا کا رقیب لوئی چہاردہم ۱۷۱۵ء میں فوت ہوگیا تھا۔ اور اسکے بعد اس کا پانچسالہ پوتا لوئی پانزدہم تخت نشین ہوا تھا جس کے ولی فلپ ڈیوک آف اورلینز نے لوئی چہاردہم کی پالیسی کو بالکل ترک کردیا تھا۔ اور اسی وجہ سے چارلس کو ادہر کا کوئی خوف نہیں رہ گیا تھا۔ اور وہ بےفکری کے ساتھ ترکی سے مصروف کارزار ہوسکتا تھا۔ اوس نے پہلے تو بیچ بچاؤ کرنے کی کوشش کی مگر جب عثمانیہ دیوان نے ثالثی کو قبول نہ کیا تو اوسنے بظاہر اٹالی و وینس کی حفاظت و حمایت اور درحقیقت مزید ترکی علاقہ فتح کرنے کے لیے ۱۳۔ اپریل ۱۷۱۶ء کو ریاست وینس سے جارحانہ اور مدافعانہ

[1] چارلس ششم قیصر لیوپولڈ کا جس کے عہد میں معاہدہ کارلووٹز ہوا تھا۔ دوسرا بیٹا تھا۔ لیوپولڈ ۱۷۰۵ء میں مرگیا اور اوس کے اوس کا بڑا بیٹا جوسف تخت نشین ہوا۔ جو ۱۷۱۱ء میں بلا اولاد نرینہ فوت ہوا۔ اور چارلس تخت نشین ہوگیا۔ لیوپولڈ نے ترجیح شاہزادہ کے مقابلہ پر اوسکی تخت ہسپانیہ کے لیے پیش کیا تھا۔ اور اوسی کو تخت دلانے کے لیے فرانس و ہسپانیہ کے ساتھ محاربہ وراثت ہوا تھا۔ یہ ۱۷۴۰ء میں بمقام وائنا فوت ہوا۔ اور اوسپر خاندان ہیپسبرگ کی نسل ذکور کا خاتمہ ہوگیا۔ اس کے بعد اوس کی بھتیجی (دختر جوسف) کا خاوند چارلس ہفتم شاہ بویریا مدعی تخت ہوا۔ اور کل جرمن ریاستوں نے ۱۷۴۲ء میں اوسے قیصر تسلیم کرلیا۔ مگر چارلس ششم کی بیٹی میریا تھیریسا ملکہ ہنگری نے جسے اوس کے باپ نے اپنے اکلوتے بیٹے لیوپولڈ کے مرجانے پر ولیعہد بنادیا تھا۔ اس فیصلہ کی مخالفت کی اور اس کی فوجوں نے چارلس ہفتم کو کئی مرتبہ فاش شکستیں پہنچائیں۔ یہ لڑائی بھی جس میں یوروپ کی اکثر عیسائی طاقتیں باہم شریک کارزار ہوئیں عرصہ دراز تک ہوتی رہی تھی جس کا ذکر اپنے موقعہ پر آئے گا۔ چارلس ہفتم ۱۷۴۵ء میں مرگیا۔ اور میریا تھیریسا نے اپنے خاوند فرانسس سٹیفن والی لورین کو فرانسس اول کے لقب سے بمقام فرنکفورٹ قیصر بنادیا۔ مؤلف

اتحاد کرکے ترکی کو کہلا بھیجا کہ لڑائی بند کردیجائے اور ریاست وینس کو اوس کے نقصانات کا معاوضہ ادا کردیا جائے یہ پیغام اعلان جنگ کا مترادف تہا۔ اکثر ترکی مدبر اور جرنیل جرمنوں سے لڑائی نہ کرنا مناسب سمجھتے تھے۔ مگر وزیر اعظم اون پر حملہ آور ہونیکے لیئے بیقرار ہو رہا تھا۔ اوس نے اب پہر اوسی علم سے استصواب کیا جس کا وہ کمال دلدادہ تہا۔ اور اصطرلاب اور ستاروں نے اوس کے زعم میں اُسے ایک بھی فتح وظفر نصیب ہونیکا مژدہ سنایا۔ پچھلی فتوحات نے اس کو دماغ میں ہوا بھی بھر دی ہوئی تھی۔ اور بقول ترکی مورخ رشید سنور و تجربہ نے اوس کی چشم بصیرت پر پردہ غفلت ڈالدیا ہوا تھا فتح موریا سے فارغ ہوکر وزیر اعظم ایڈریانوپل آگیا ہوا تھا۔ وہاں مشیران سلطنت کی کونسل منعقد کیگئی جس نے آسٹریا کی دعوت جنگ کو قبول کرکے ترکی کیطرف سے بھی اعلان کردیا۔ اور مفتی کا فتوے کل اصحاب قلم و شمشیر کو جلسہ میں پڑھکر سنا دیا گیا۔ وزیر پہلے دیوانوں میں جو اسی غرض کیلیئے جمع ہوئے تھے۔ اپنے طریق عمل سے ظاہر کرچکا تھا کہ وہ اپنی رزمیہ پالیسی میں کسیطرح کی مخالفت گوارا نہیں کریگا چنانچہ اس جلسہ میں اوسنے دوسروں کی رائے حاصل کرنیکے لیئے حاضرین کو ان الفاظ میں خطاب کیا "ہم یہاں محاربہ کے ضروری یا غیر ضروری ہونیکے متعلق جسکا نتیجہ عزم کیا جاچکا ہے فضول بحث کرنیکے لیئے نہیں بلکہ اُسے بطریق مناسب و حسن اور جاہد الکفار واغلظ علیہم (سورۃ توبہ) کے ارشاد ربانی کو مطابق پر سرانجام پہنچانے کے لیئے اپنی طبیعتوں میں مناسب جوش و مستعدی پیدا کرنے کو واسطے جمع ہوئے ہیں پس اے علمائے دین متین تم اسبارہ میں کیا کہتے ہو؟ چند علماء نے جواب دیا کہ "خدا تمہیں فتح و نصرت دے بسم اللہ کرو" باقیماندہ نے کہا کہ اس سوال کا درست جواب جرنیل دیسکتے ہیں۔ وزیر نے دیوان کے فوجی ارکان کیطرف دیکھا ان سب نے باآواز بلند بڑی گرمجوشی سے عرض کیا "ہم بادشاہ کے غلام اور مذہب وملت اور سلطنت کی خدمت میں جسم و جان قربان کرنیکیلیئے ہمہ تن تیار ہیں" یہ سنکر وزیر اعظم پکار اُٹھا اگر ہم اس ارشاد ربانی "ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین" (آل عمران رکوع ۱۴) (اور تم سست نہ ہوا ور نہ مایوس و اداس ہو تم ہی غالب ہوگے۔ اگر ایماندار ہو) کی تعمیل کریں گے تو بالیقین مظفر و منصور ہوں گے۔ بعد ازاں دربار سلطانی کے امام نے بھی اسی مطلب کی آیات قرآنی پڑھ کر سنائیں۔ اور جلسہ

سلہ تھلاسر اپنی کتاب اٹھارہویں صدی کی تاریخ میں لکھتا ہے :-

"اس وقت آسٹریا کے کان کھڑے ہوگئے۔ اور خوش قسمتی سے اندنوں شاہزادہ یوجین کو قیصر پر بہت ہی بڑا اقتدار حاصل تھا۔ شاہزادہ نے حالات موجودالوقت کو نہایت مفید پایا۔ علاوہ بریں ترکوں کے ساتھ لڑائی کرنے سے فوج کو دوسری عیسائی طاقتوں کے دلوں میں کسیطرح کا شبہ پیدا ہونے دینے کے بغیر قائم اور حاضر باش رکھنے کیلیئے بہت اچھا بہانہ ہاتھ آتا تہا۔ ورنہ یا تو فرانس کے ساتھ لڑائی ختم ہوجانے پر فوج کو حسب معمول گھروں کو رخصت کردینا پڑتا۔ یا دوسری عیسائی طاقتوں کو آسٹریا کی طرف سے کسی شرارت کا اندیشہ ہوجاتا۔ فوج کو اس لیئے بھی قائم رکھنا نہایت ضروری تھا۔ کہ گو صلح ہوگئی تھی مگر سپانیہ کے تیور بدستور بگڑے ہوئے تھے ان مصلحتوں کے علاوہ شہزادہ مذکور نے قیصر کو یہ بھی ذہن نشین کرا دیا تھا کہ اگر ترک جزائر ایڈریاٹک پر قابض ہوگئے تو اوس کا اطالین مقبوضات بلکہ جرمن ریاستوں کیلیئے بھی سخت خطرہ پیدا ہوجائیگا"

برخاست ہو گیا۔

داماد علی نے اوس فوج کی جس سے آسٹریون کا مقابلہ کیا جانا تہا براست خود کمان لی یہ فوج بماہ جولائی بلگریڈ مین جمع ہوگئی تھی۔ اور وہان جیسا کہ ۱۶۹۵ء کے محاربہ کے آغاز مین جب مین خود سلطان مصطفے شریک تہا کیا گیا تھا۔ اس امر کے تصفیہ کیلئے جنگی کونسل منعقد کیگئی۔ کہ آیا تیمسور کے راستہ پر پیشقدمی کی جائے یا پیٹر وارڈن پر حملہ کیا جاوے۔ آغا سے ینگچریان جیسن نے تیمسور کیطرف بڑہنے کی صلاح دی۔ خان کریمیا نے جو حسب معمول تاتاری سوارون کی فوج لیکر ڈینیوب پر عثمانیہ عساکر کو آملا تہا ٹرنسلوینیا پر حملہ کرنے کی تجویز پیش کی۔ رومیلیا کے بیلربے دیکر پاشا نے ترنطا کی ہزیمت کا واقعہ یاد دلاکر پہلی تجویز کی نسبت کہا کہ پرنس یوجین کی موجودگی مین تیمسور کا دشوار گذار راستہ کبھی اختیار نہین کرنا چاہیئے۔ اور خان کریمیا کی تجویز پر یہ رائے دی کہ اگر ایسا کیا گیا تو تاتاری سوار رعایا کو لوٹ کھسوٹ کر اسقدر بوجہل ہوجائینگے کہ وہ لڑائی کیلئے حاملہ عورتون سے زیادہ کارآمد نہین رہجائینگے لہٰذا مناسب ہو کہ پیٹر وارڈن پر پیشقدمی کی جائے۔ اور اگر دشمن برسرمقابلہ ہو تو اوس کے ساتھ لڑائی کی جائے ورنہ شہر مذکور کا محاصرہ کر لیا جائے۔ وزیراعظم نے مباحثہ مین اپنی رائے ظاہر نہ کی لیکن اوس نے پیٹر وارڈن کیطرف جانے کا دلمین فیصلہ کر لیا کیونکہ اوسکو خیال تہا کہ وہان صرف پندرہ سو آسٹرین فوج کونٹ فالفی کے زیرکمان موجود ہے۔ دشمن کی فوج کا بڑا حصہ پرنس یوجین کے ماتحت مقام فوٹاکس مین خیمہ زن ہے اسی غرض کیلئے دریا ساؤ پر پل بنایا گیا۔ اور ترکی فوج ڈینیوب کے جنوبی کنارہ کیبرابر پیٹر وارڈن کو روانہ ہوگئی۔ وزیر نے دریا ساؤ سے منگل کے دن اور سہ پہر کے وقت عبور کیا۔ عام سپاہیون نے اوسے سخت بدشگونی سمجھا۔ اون سب کی رائے تھی کہ جب کہ شنبہ دوشنبہ یا پنجشنبہ کے سعد ایام مین سے کسی دن عبور کیا جاسکتا تہا۔ تو پھر منگل کو کیون دریا کو عبور کیا گیا اور منگل ہی مین صبح کا مبارک وقت چھوڑ کر سہ پہر کا وقت کیون پسند کیا گیا۔

آسٹریون کے ساتھ پہلا مقابلہ مقام کارلووز کے قریب ہوا۔ ترک فوج ہراول نے وہان کونٹ فالفی کے زیرکمان بقول عثمانیہ مورخین ۸ ہزار اور جرمن جنیلون کے بیانات کے مطابق تین ہزار فوج مقیم تھی۔ ترد پاشا کمانڈر ہراول نے وزیراعظم سے اجازت منگواکر غنیم پر حملہ کردیا۔ اتفاق سے کہتے ہین کہ جس پہلے معرکہ نے صلحنامہ کارلووز کو درہم برہم کیا۔ وہ اسی جگہ کے قریب وقوع مین آیا۔ جہان عہدنامہ مذکور پر دستخط کئے گئے تھے ترکون کو اسمین فتح ہوئی۔ اور اونہون نے سات آسٹرین افسر جن مین جنرل کونٹ برینر بھی تھا اسیر کر لیے۔ دوسرے دن وزیر پیٹر وارڈن کی طرف جو کارلووز سے صرف ۸ میل کے فاصلہ پر ہے بڑہا۔ مگر یوجین اوس کے پہنچنے سے پہلے ہی آکر اونہی مورچون مین جن کو پچھلی محاربہ مین سربیلی پاشا نے تیار کیا تہا قائم ہوگیا یہ مورچے پیٹر وارڈن کے متصل اوسی راستہ پر تھے جس پر وزیر کی فوج چلی آرہی تھی۔ داماد علی نے اون کے قریب پہنچکر اپنی فوج کو ٹھہرا لیا۔ اور یہ توقع کہ شاید عیسائی مورچون سے باہر نکلکر اوسپر حملہ کرینگے اپنے سپاہیون کو تین گھنٹون تک کمربستہ رکہا لیکن آسٹرین فوج نے حرکت نہ کی۔ اور ادہر وزیر نے مورچہ بند مقام مین اون پر حملہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اوسنے اپنی فوج کو خندقین کہودنے اور مورچے

بنائیکا حکم دیا جس سے بظاہر یہی پایا جاتا تہا کہ وہ عیسائیون کا محاصرہ کرنیکا ارادہ رکھتا ہے۔ ترکون نے ساری رات اسی تندہی سے کام کیا کہ صبح تک دو ایسی مستحکم قوت کو آسٹرین کیمپ کی بالکل قریب تک پہنچا لیگئے اور اوس سے انکا فاصلہ بمشکل تین گز رہ گیا۔

دوسرے دن بتاریخ ۱۳ اگست ۱۷۱۶ء (اور بقول بعض ۵ اگست ۱۷۱۶ء) یوجین نے کیمپ سے باہر نکلکر اپنی فوجکو باقاعدہ لڑائی کیلیے صف آرا کیا۔ داماد علی کا بھی یہی منشا تھا کہ کسیطرح لڑائی ہو۔ یوجین کے پاس[1] ۱۷ رسالے اور ۲۲ بٹلین فوج پیدل کی تہین۔ اوس نے فوج کو اس طرح مرتب کیا کہ اسکا میسرہ ایک دلدل سے اور میمنہ ایک چھوٹی سی بلندی سے محفوظ تہا یعنی اوسکی صفون کی ایک طرف دلدل اور دوسری طرف بلندی تھی۔ ترکی فوج تعداد مین ڈیڑہ لاکھ تھی۔ چالیس ہزار ینگچری (باقاعدہ پیدل) تیس ہزار سپاہی (باقاعدہ سوار) اور باقیماندہ تاتاری۔ ولیشی۔ البانوی اور مصری بیقاعدہ فوج پیدل و سواران تھی بعض مورخ ترکی فوج کی جمعیت ایک لاکھ لکھتے ہین۔ علی پاشا نے اپنی کیولری کو میمنہ پر آسٹرین کیولری کے مقابلہ پہ اور فوج پیدل کو قلب اور میسرہ مین صف آرا کیا۔ لڑائی صبح کے سات بجے شروع ہوئی۔ جرمن سوار پورے قواعددان بخوبی مسلح اور مضبوط و گراں ڈیل گھوڑون پر سوار تھے۔ بالفاظ دیگر آسٹرین فوج سواران[2] ہیوی کیولری " کہی جا سکتی تہی۔ ترکون مین اس کا ابھی تک رواج نہین ہوا تھا۔ اور انکی فوج سواران "لایٹ کیولری" (سبک بار فوج سواران) تھی۔ فی زماننا ہر مہذب طاقت کی فوجمین دونون قسم کی کیولری موجود ہے۔ ترکی کیولری جرمنی کیولری کے باقاعدہ تابڑ توڑ حملون کی تاب مقاومت نہ لا سکی۔ اس کے پاؤن اکھڑ گئے۔ اور بظاہر یہی معلوم ہوتا تھا کہ عیسائیون نے میدان جیت لیا ہے کہ آخر مین ترکی میسرہ کے ینگچریون نے آسٹرین فوج پیدل کی صفون کو درہم برہم کرکے عیسائیون کے میمنہ کو پراگندہ کر دیا اور پھر انکو قلب مین گہس گئے۔ یوجین نے کچھ سوار ریزرو مین رکھ ہوئے تھے۔ ان سے اوس نے فوراً ینگچریون پر حملہ کرکے لڑائی کے پانسہ کو پھر الٹ دیا۔ وزیر اعظم لڑائی کرتے غازیِ سرورِ کائنات کے مقدس علم کے قریب جو اوس کے خیمہ کے سامنے نصب تھا کھڑا رہا تھا مگر جب اوس کے میمنہ کا کمانڈر ترک احمد قتل ہوگیا۔ اور اوس بازو کے سپاہی اوس کے پاس سے گذر کر اندھا دھند پیچھے کو بھاگنے لگ گئے اور اس کی ملامتون اور تلوار کی ضربات سے انکی بھاگڑ مین کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہوئی تو وہ اپنے سٹاف کے افسرون کو ساتھ لیکر شیر نر کی طرح عین اوس جگہ جہان معرکہ کارزار ہو رہا تھا جا پہنچا مگر ترکون کی بدقسمتی سے ایک گولی اوسکی پیشانی کو چھیدتی ہوئی نکل گئی۔ اور وہ بیہوش زمین پر گر پڑا۔ ہمراہی اسے گھوڑے پر ڈالکر کارلووز لیگئے۔ جہان پہنچتے ہی اوس کا طائر روح جسد خاکی سے

---

[1] یعنی تقریباً ۷۰ ہزار آدمی۔ مؤلف

[2] "ہیوی" اور "لایٹ" کیولری مین یہ فرق ہے کہ اول الذکر کے سوار اور گھوڑے زیادہ گراں ڈیل۔ لباس زیادہ مہیب اور اسلحہ زیادہ بھاری ہوتے ہین۔ اور وہ زیادہ تر غنیم کی صفون کو تہ کرکے توڑنیکو کام آتی ہے۔ جو کام لایٹ کیولری ویسی خوبی سے نہین دے سکتی۔ اسکا کام لیٹنے جانے مین جن مین پہرتی تیزی اور جلدی مطلوب ہو۔ مؤلف

پرواز کر گیا۔ مقدس علم دو ترکی جرنیلوں ورسٹرخ رشید کی حفاظت میں تھا۔ جو اُسے لیکر بلگراڈ کو چل دیئے۔ اور وہاں بخیریت پہنچ گئے۔ ترکی میمنہ کے بکھری سرحدا ناطولیا کو بکلر بک کے زیر کمان ابھی تک دشمنوں کا مردانہ وار مقابلہ کر رہا تھا۔ مگر جب اُنکو علم کے محافظین کی گریز اور وزیر کی شہادت کی خبر ملی تو اون کو حوصلے بھی پست ہو گئے۔ وہ بلگراڈ کو پیچھے ہٹ گئے۔ لڑائی دوپہر کو ختم ہو گئی۔ اس میں تین ہزار جرمنی اور ۱۰ ہزار ترک قتل ہوئے۔ اور یوجین کو ترکوں کا کل کیمپ۔ ایک سو چالیس توپیں ایک سو پچاس چھوٹے علم۔ پانچ پادشاہی جھنڈے۔ اور سامان حرب و ضرب کی بے اندازہ مقدار غنیمت میں ملی۔ ترک بھاگتی دفعہ اسیران جنگ کو مع جنرل برنیر قتل کرتے گئے تھے جسکی لاش کو دیکھکر عیسائیوں کی خوشی میں بہت کچھ بھنگ پڑگئی۔

بقیۃ السیف اعلیٰ ترک افسروں نے اپنی ہزیمت خوردہ فوج کو بلگراڈ میں جمع کرکے جہاں داماد علی کی لاش کو بھی دفن کیا گیا۔ قسطنطنیہ کو اس تباہی بخش شکست کی رپورٹ بھیجی اور وہاں کسی سپہ سالار کو آنے تک عارضی کمانڈر مقرر کرنیکو تھے علم مقدس کے خیمہ میں کونسل منعقد کی۔ شہید وزیر کے بعد بلحاظ عہدہ بکلر بک رومیلیا سب سے اعلیٰ افسر تھا۔ اور سپہ سالاری اُسی کا حق تھی۔ مگر اس نے قابیہ کو حسام زنانہ اور سازش و فتنہ کے خوف سے جو فوج کے ساتھ تھا اور سب اُس سے نفرت کرتے اور ڈرتے تھے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ دوسرے جرنیل بھی اسی وجہ سے جرأت نہ کر سکے۔ لیکن اس پر وہ سب متفق الرائے تھے کہ قابیہ کو سپہ سالار نہیں بنو دیا جائے گا۔ ایک ممبر نے یہ قیاس ظاہر کیا کہ سلطان اعظم کا منشا بھی عہدہ دار مذکور کو سپہ سالار بنانیکا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اُسکو پاشائی دگھوڑوں کے دموں والا جھنڈا نہیں ملا ہوا۔ اگر سلطان کا منشا ہوتا تو اُسکو پاشائی کے مرتبہ پر سرفراز کرکے وزیر کے ساتھ بھیجتے۔ سب نے اس دلیل کو قطعی تسلیم کیا۔ اور آخرکار فوج کیطرف سے ایک ڈیپوٹیشن ینی چری آغا کے پاس حاضر ہوا۔ اور اُنہوں نے اعلیٰ کمان منظور کر لی۔ مگر وہ چند دن ہی سپہ سالار رہا۔ اُنہی کسی خطا پر بلگراڈ کی دو جکومت ینیچری کی جیس نے اس سے بگڑ کر بغاوت کر دی۔ اور آغا پاشا کو قتل کر دیا۔

پرنس یوجین نے فتح پیٹروارڈن سے بیس دن بعد مقام تیمسوار کا محاصرہ شروع کر دیا جو ہنگری میں اسلامی حکومت کا ایک آخری حصن حصین تھا۔ ترکوں نے محصورین کو امداد پہنچانے کی چنداں کوشش نہ کی۔ خود پاشا کو تھوڑی سی فوج دیکر بھیجا گیا۔ جسکو یوجین نے شکست دیکر پسپا کر دیا۔ اور ۲۸ نومبر ۱۷۱۶ء کو تیمسوار کی فوج نے ہتھیار ڈالدیئے۔ اور ۱۶۴ برس کے بعد یہ اہم مقام پھر عیسائیوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ لڑائی کے شروع میں یوجین نے اہالی سرویا اور دریا ساوہ کے ترکی علاقوں کے دیگر عیسائی قبائل کو بغاوت پر آمادہ کرکے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی تھی۔ اور اون سے وعدہ کیا تھا کہ قیصری افواج اون کو ترکوں کی محکومی سے آزاد ہونے میں امداد دینگی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ سرولی نوجوان جوق جوق یوجین کے پاس جمع ہونے لگ گئے۔ چنانچہ فتح تیمسوار کے بعد بارہ سو سرویوں کی فوج آسٹریا کی جنرل ڈیٹن کے زیر کمان والیشیا کو بھیجی گئی۔ جو تمام رستہ ملک کو تاخت و تاراج کرتی چلی گئی۔ اس یورش سے ڈرکر حاکم والیشیا بھی آسٹریا کا طرفدار ہو گیا۔ مگر اوسکی طرفداری سے آسٹریا کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔

اہالی آسٹریا نے ان فتوحات پر قناعت نہ کر کے لڑائی کو برابر جاری رکھا۔ فتح بلگریڈ ان کا بڑا مدعا تھا جس کا جون ۱۷۱۷ء میں محاصرہ کر لیا گیا۔ یوجین کے پاس اوس وقت اسی ہزار فوج تھی جس میں جرمنی اور فرانس کے کثیر التعداد شہزادگان والا تبار اور امرا والا دودمان بھی شامل تھے۔ جو یوجین جیسے نامور سپہ سالار کے زیر فرمان اور پھر ایسے محاربہ میں جو ترکوں کے برخلاف ہو شمشیر زنی کرنے کو اپنے لیے بڑے فخر و مباہات کا موجب سمجھتے تھے۔ بلگریڈ میں تیس ہزار ترکی فوج مقیم تھی جس نے محاصرین کا جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اور دو ماہ تک محاصرہ کی مصائب و شدائد کو تحمل مردانہ سے برداشت کیا۔ شروع اگست میں جب وزیر اعظم خلیل پاشا سابق والی بغداد ڈیڑھ لاکھ فوج جرار لیکر ایڈریانوپل کے راستے قسطنطنیہ سے بلگریڈ کی مدد کو آیا۔ کریسی صاحب بحوالہ وان ہیمر لکھتے ہیں کہ پرنس یوجین کی فوج بدوران محاصرہ نہایت شکستہ حال ہو گئی ہوئی تھی اگر ترک پہنچنے کے ساتھ ہی حملہ کر دیتے تو باغلب وجوہ نہیں کامل فتح نصیب ہو جاتی۔ اونکی تعداد دشمن سے بہت زیادہ تھی۔ انکی فوج کی حالت بدرجہا بہتر تھی۔ اور نیز اس عظیم کمک کو دیکھکر عیسائیوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے ہوئے تھے۔ مگر وزیر نے ایسا نہ کیا۔ اور متواتر جنگی کونسلوں کو ہی منعقد کرتا رہا۔ اوسنے حملہ کرنے کی بجائے آسٹرین فوج کے گرد مورچے اور دمدمے تیار کر کے اوسکو محصور کر لیا۔ مگر عیسائی لشکر نے جب دیکھا کہ دشمن باوجود کثرت تعداد حملہ کرنے میں درنگ کر رہا ہے۔ تو اون کے حوصلے پھر تازہ ہو گئے۔ اور اونکو اپنے سپہ سالار پر پھر پورا بھروسہ ہو گیا۔ یوجین کی سپاہ کا حصہ کثیر بلگریڈ کے گرد دریائے ڈینیوب اور ساؤ کے درمیان مقیم تھا۔ مگر شہر کے محاصرہ کی تکمیل اور محصورین کو باہر نکلنے سے روکنے کیلئے ان دریاؤں کے پرلے کناروں پر بھی زبردست دستے متعین تھے۔ وزیر کی فوج یوجین کی سپاہ کے حصہ اعظم کے عقب میں دریائے ڈینیوب کے جنوبی اور ساؤ کے مشرقی ساحل کے درمیان نیم دائرہ کی شکل میں صف آرا تھی۔ پندرہ دن تک وزیر کی فوج آسٹرین مورچوں پر سخت گولہ باری کرتی رہی۔ یوجین اس کے جواب کیلیے جسقدر توپیں وہ اپنی بائیوں سے جو شہر کے بالمقابل نصب تھیں بچا سکتا تھا۔ وزیر کے مورچوں کے سامنے لے آیا اور تا بہ امکان پورا پورا کام لیتا رہا۔ مگر اس کا لشکر بیماری تھکان اور قلت رسد سے ایسا نڈھال ہو رہا تھا کہ محصورین کی مخلصی اور خود محاصرین کی گرفتاری یا تباہی میں بظاہر کوئی شبہ نہیں رہ گیا تھا۔ وزیر کے مورچے اور خندقیں بھی اب آسٹرین کیمپ کے بہت قریب پہنچ گئی تھیں۔ اون کے توپخانہ کی گولہ باری زیادہ تیز ہو گئی تھی۔ اور صاف معلوم ہو رہا تھا کہ ترک آسٹریوں کے کیمپ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس سخت مشکل اور نازک موقعہ پر یوجین نے دشمن کے حملہ سے پہلے خود پیشدستی کر کے اپنی کمزور اور کم تعداد فوج سے وزیر کے جرار لشکر اور اوس کے مضبوط مورچوں پر حملہ کرنیکا متہورانہ عزم کر لیا۔ اور یہ حملہ ۱۶۔ اگست کو رات کو دو بجے پوری کامیابی سے کر دیا گیا۔ ترکی بیرونی چوکیوں کے سنتری خواب غفلت میں مدہوش پڑے تھے۔ کل فوج کا نظام بھی ویسا ہی ابتر تھا۔ سب سپاہی ایسی بے فکری سے سوتے ہوئے تھے کہ گویا وہ میدان جنگ میں نہیں بلکہ اپنے گھروں میں ہیں۔ عیسائی حملہ آور بلا مزاحمت مورچوں میں در آئے۔ اس وقت ترکوں کی آنکھیں کھلیں مگر وہ سراسیمگی و پریشانی میں بیدار ہوئے۔ اور انکا حصہ کثیر کسی طرح کا مقابلہ کرنا تو درکنار مقابلہ کی کوشش کئے بھی بغیر فرار ہو گیا

دس ہزار عثمانی نہ تیغ یا بیاگتی ہوئے حملہ آوروں کے قدموں تلے پامال ہوئے۔ کل ترکی کیمپ سارا توپ خانہ اور تمام سامان حرب اور ذخائر رسد و بارود فاتحین کو غنیمت میں ملا۔ اور بلگریڈ کی فوج نے مجبوراً لڑائی سے دوسرے دن اطاعت قبول کرلی یوجین نے موقعہ پر کمال دانائی اور عقلمندی سے کام لیا۔ وہ جانتا تھا کہ گو محصورین کو اب باہر سے کمک کی کوئی امید نہیں رہ گئی تاہم ان کی اپنی تعداد وہی ہنقدر ہے کہ اگر سخت شرائط پیش کرنے سے ان کو آخری وقت تک لڑتے رہنے پر مجبور کیا گیا۔ تو خالئیا آسٹروی شکستہ حال فوج کے لیئے اچھا نہ ہوگا۔ بہ امر مدنظر رکھکر اوس نے محصور فوج سے بہت نرم شرائط پر صلح کا معاہدہ کیا۔ اور اسطرح سے یہ اس محاربہ کو جس کا انجام بظاہر آسٹرین فوج اور خود یوجین کی کامل تباہی اور بربادیت نظر آتا تھا شاندار فتح اور نہائیت ہی کامیابی کے ساتھ ختم کیا۔

خلیل پاشا شکست کھا کر قسطنطنیہ بھاگ گیا۔ جہاں اوسکو معزول کرکے محمد پاشا کو پھر وزیر بنایا گیا۔ مگر آٹھ مہینوں کے بعد وہ بھی معزول ہوگیا۔ اور داماد ابراہیم پاشا صدارت عظمیٰ پر مامور ہوا۔ فتح بلگریڈ کے بعد آسٹرین جنرل پیٹرو نے مقدونیا پر حملہ کردیا۔ اور البانی و نیس کو بھی صوبہ ڈلمیشیا میں خفیف سی فتوحات حاصل ہوئیں۔ ابراہیم نے صدارت کا اہتمام ملتوی صلح کرینیو کا مستقل ارادہ کرلیا۔ انگلستان اور ہالینڈ نے حسب معمول ثالثی کی درخواست کی جو باب عالی نے خوشی سے منظور کرلی قیصر چارلس ششم[2] کو ہسپانیہ کے وزیراعظم کارڈینل البرونی[1] کی سنتعدی اور زناشت سے پھر ہسپانیہ کے ساتھ لڑائی ہوجانے کا

[1] جیولیو البیرونی۔ ایک غریب طالیئن دہقان کا بیٹا تھا۔ اوائل عمر میں ایک گرجہ میں گویا رہا۔ پھر اٹلی کے قصبہ پارما کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں کا پادری ہوگیا۔ وہاں اوس نے ایک مرتبہ ہسپانوی ڈیوک وینڈوم کے سکرٹری کو جسے قزاقوں نے لوٹ لیا تھا اپنے مکان میں پناہ دیکر اوسکی خوب خاطر و مدارات کی تھی۔ اس اتفاق سے کچھ عرصہ بعد ڈیوک مذکور نے اٹلی پر فوج کشی کی۔ مگر دہقانوں نے اپنا غلہ چھپا دیا۔ اور اوسکی فوج رسد کے نہ پانے سے فاقہ سے مرنے لگی۔ حسن اتفاق سے ڈیوک اسی گاؤں کے قریب خیمہ زن تھا۔ اوسکے سکرٹری کو جیولیو کا خیال آگیا۔ اوس کو بلایا گیا۔ اور اوس نے دہقانوں کے خفیہ گھتوں کا پتہ بتا دیا۔ ڈیوک اس خدمت سے بہت خوش ہوا کہ وہ ہمیشہ کے وقت سے ہمیشہ بڑے ساتھ لیگیا اور وہاں شہزادی اربنی اس کو جو فلپ پنجم شاہ ہسپانیہ کی معشوقہ اور منظور نظر تھی بہت مہربان کر دیا جس کی سفارش سے اُسے دن بدن عروج حاصل ہوتا گیا حتی کہ وزیر اعظم اور کارڈینل ہوگیا۔ مدبر البرونی نے ہسپانوی قوم کی بہتری اور ترقی کے لیئے بہت کوشش کی۔ بری فوج کا نظام درست کیا بحری فوج کی بنیاد ڈالی۔ کئی بیسقیدوں کی اصلاح کی جن سے ہسپانیہ کو پھر سابقہ عروج حاصل ہوگیا۔ اوسنے زار پیٹر اور چارلس دوازدہم شاہ سویڈن سے اتحاد کرنے آسٹریا اور ترکی میں لڑائی جاری رکھوانے ہنگری میں فساد برپا کرانے اور فرانس کی طاقت کو کمزور کرنیکے لیئے وہاں بھی آتش فتنہ و فساد مشتعل کرانے کی کوشش کی۔ اس کا بڑا مدعا یہ تھا کہ دیگر یورپین طاقتوں کو کمزور کرکے سلطنت ہسپانیہ کو ویسی ہی زبردست بنا دے جیسی کہ وہ چارلس پنجم کے عہد میں تھی

[2] چارلس ششم فرڈیننڈ ملکہ ازابیلا کی بیٹی اور آسٹریا کے آرچ ڈیوک فلپ کا بیٹا تھا۔ ۱۶۸۵ء میں پیدا ہوا سنہ ۱۷۰۳ء میں تخت ہسپانیہ پر بیٹھا ۱۷۱۱ء میں جرمنی و آسٹریا کا قیصر ہوا اور ۱۷۴۰ء میں فوت ہوا ۱۷۱۳ء میں اوس نے تاج و تخت

جس کو شعلے لازمی طور پر کل مغربی یوروپ مین پھیلجاتے سخت اندیشہ ہو رہا تھا۔ ادہر خورد سال لوئی پانزدہم (شاہ فرانس) کے ولی ڈیوک اورلینز نے جارج اول شاہ انگلستان سے ہسپانیہ اور آسٹریا کو عہدنامہ یوٹرکٹ کی حرمت نگاہداشت کرنے پر مجبور کرنے کے لیئے اتحاد کر لیا تھا جس سے فرانس اور آسٹریا مین لڑائی ہوجانی اٹل ہو رہی تھی۔ اسی لیئے مارکوئیس ٹا دی بوناک فرنچ سفیر نے باب عالی کو اپنے بادشاہ کی امداد کا وعدہ دیکر لڑائی جاری رکھنے کی صلاح دی۔ مگر چارلس ششم نے انگلستان اور فرانس کے مطالبات کو قبول کر کے ادہر پرنس یوجین کو مزید پیشقدمی سے روکدیا۔ اور دوسری طرف جدید فتوحات کو ہمیشہ کیواسطے × × × × × × × × ملحق سلطنت کرنیکے لیئے اُتی پوسیڈیٹس (یعنی قبضہ کا اصول) پر ٹرکی سے صلح کا نامہ پیام شروع کر دیا۔ اس اصول سے اس کے معاون وینس کو جس سے موریا وغیرہ ترکون نے فتح کر لیئے تھے۔ اور جس کی ہی امداد کیلئے بظاہر جنگ کیا گیا تھا سخت نقصان پہنچتا تہا۔ مگر دوستون کو نقصان پہنچا کر خود فایدہ اُٹھانا یا اپنے مفاد کے مقابلہ پر رفیق کی اغراض کو نظر انداز کر دینا دنیا مین کوئی نئی بات نہین۔ ریاست وینس نے ان دو برسون ۱۷۱۵ء و ۱۷۱۶ء مین ترکون پر کوئی نمایان فتح نہین پائی تھی۔ البتہ متعدد بحری لڑائیون مین اوس کا پلڑا بھاری رہا اور اوس کے مقبوضہ جزیرہ کارفو کو بھی آسٹرین کونٹ شاہم برگ اور اوس کی فوج نے ترکون سے جنہون نے وس کا محاصرہ کر لیا تھا بچائے رکھا۔ ریاست وینس نے پہلے تو اس اصول کو ماننے سے انکار کر دیا۔ لیکن آخر اُسے اپنے زبردست رفیق کی بات ماننی پڑی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ تنہا ترکون کا مقابلہ مشکل ہے۔ ترکون کو بھی گو اس اصول سے وسیع شمالی علاقون سے دست بردار ہونا پڑتا تھا۔ مگر صوبجات موریا وغیرہ کی بحالی سے اونکی کسیقدر اشک شوئی بھی ہو جاتی تھی۔

مصالحت کی گفتگو کیلئے سرویا کے چھوٹے سے قصبہ پاسرو وتز کو منتخب کیا گیا۔ جہان تینون حصص اور ثالث سلطنتون کے وکلا ۵ جون ۱۷۱۸ء مین جمع ہوئے۔ اور ۲۱ جولائی کو باضابطہ معاہدہ صلح پر سب کے دستخط ہو گئے۔ وینس نے موریا ٹرکی کو حوالہ کر دیا۔ اور گو صوبجات ڈلمیشا اور البانیا مین چند مفتوحہ قلعے اس کے پاس رہنے دیئے گئے۔ تاہم اضلاع ذرینی۔ اوٹو دا اور زیری جن کو ترک فتح نہین کر سکے تھے اس کو واپس کر دینے پڑے۔ تاکہ مقام راگوسا سے ترکون کی آمد و رفت مین کوئی روک نہ ہو۔ عیسائی مورخ لکھتے ہین کہ موریا کو دیدینے سے دنیا پر واضح ہو گیا کہ وینس کی شان و شوکت اور طاقت جس کا کسی زمانہ مین عالمگیر سکہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۰) اپنے بیٹے فلپ کو سپرد کر کے خود عزلت گزینی اختیار کر لی تھی۔ ۱۵۴۱ء مین الجزائر کو فتح کرنیکے لیئے اوس نے چڑھائی کی۔ مگر بے نیل مرام واپس آیا۔ اس کے حالات پہلی جلد مین بھی مذکور ہو چکے ہین) پانچ برس تک البیرونی ہسپانیہ مین مختار کل رہا۔ مگر آخرکار بادشاہ کے اجنبی درباریون کی سازش کا شکار ہو کر وزارت سے برطرف اور ملک سے خارج کر دیا گیا۔
پوپ کلیمنٹ یازدہم نے کارڈینل کا مرتبہ بھی اس سے چھین لیا۔ مگر پوپ انوسنٹ سیزدہم نے ۱۷۲۳ء مین اُسے پھر اس اعلی عہدہ پر بحال کر دیا۔ ۱۷۴۰ء مین البیرونی نے اطالین قصبہ پیاسنزا مین عزلت اختیار کر لی۔ ۱۶۶۴ء مین پیدا اور ۱۷۵۲ء مین فوت ہوا۔ مؤلف ؂

بیٹھا ہوا تھا۔ اوس کے آخری شجاع مورسینی کے ساتھ ہی رخصت ہوگئی تھی۔ پاسوروو تز کے بعد وینس کے پاس یونان کا کوئی حصہ بجز ایرانیین کے سوا نہ رہگیا۔ اور ساحل البانیا پر فقط اضلاع بوٹرنٹو۔ پریجہ اور پریویسا رہ گئے۔ اس علاقہ کا طول ساٹھ میل اور عرض چھ میل تھا۔ ہسپانیہ کی طرح وینس بھی سمجھی دنیا کو ترکون کے برخلاف جبکہ اونکی طاقت کمال عروج پر تھی سہ سکندری کا کام دیتی رہی تھی۔ اور ہسپانیہ کی طرح یہ بحیرہ اڈریاٹک کی ملکہ (یعنی ریاست وینس) بھی پاند بہ عزت زوال پکڑتے ہوئے دشمن سے بدرجہا زیادہ جلد خرابی اور انحطاط کے تعر عمیق میں غرق ہوگئی؟

اس معاہدہ سے آسٹریا کو فقط شہر تمیسورا ورا وس کا علاقہ ہی نہ ملا جو ہنگری مین ترکون کے آخری مقبوضات تھے بلکہ والیشیا اور سرویا کا بھی بہت بڑا حصہ اوس کے تصرف مین آگیا۔ مگر یہ جدید علاقے زیادہ عرصہ اوس کے پاس نہ رہے جس کا اوس کے فرمانروا یون کو اب تک افسوس اور ان کے واپس لینے کی اب تک تمنا ہے۔ معاہدہ مذکور کی بطفیل آسٹریا کو قصبات بلگریڈ سمندریا۔ رہینک۔ کراسووا اور کئی دیگر شہر مل گئے۔ والیشیا کی طرف دریا ئے الوتا کو حد فاصل مقرر کیا گیا یعنی آسٹریا کو والیشیا خورد کا کل علاقہ ملگیا۔ باقی سرحد کی تعیین دریائے ڈینیوب تیموک بورا واتور وہ۔ ڈرینا۔ ساوا اور اونا کرتے تھے بالفاظ دیگر تقریباً کل سرویا اور بوسنیا کے چند بیش قیمت علاقے ٹرکی سے آسٹریا کو منتقل ہوگئے الغرض گو آسٹریلین کو وہ بات نصیب نہ ہوئی جس کی اون کے جرنیلون نے شروع تدارید مین دہمکی دیکر کہا تھا کہ جب تک آسٹرین سلطنت بحیرہ اسود اور بحیرہ ایجین تک نہ جا پہنچیگی ہم برابر پیشقدمی کرتے رہین گے تاہم قیصر چارلس ششم کو مشرقی یورپ مین وہ اقتدار حاصل ہوگیا جو کبھی نامور سے نامور قیصر کو حاصل نہین ہوا تھا۔ اور جو اس کے قابل سپہ سالار کے مرجانے کے بعد جلد ہی قیصر مذکور کو بھی حاصل نہ رہگیا۔

ڈریق ثالث کو اس معاہدہ سے جو فایدہ پہنچا۔ اوسکی توضیح خود ایک عیسائی مورخ کے الفاظ مین زیادہ موزون ہوگی مسٹر مینیر یہ لکھتا ہے کہ "فرانس (جس کی بادشاہ کا دلی انگلستان کے ہاتھ مین کٹ پتلی بنا ہوا تھا۔ اس معاہدہ کی نامہ و پیام مین کچھ دخل نہ دیا۔ اور سلطنت ثالث (یعنی انگلستان) کو آول (اپنی تجارتی و بحری رقیب) ریاست وینس کو نوچنے کھسوٹنے کا جسے بن بعد مقابلاتِ یورپ مین کوئی وقعت و عزت حاصل نہ رہگئی اور بعدازان آسٹریا کی مقبوضات بڑھانے اور عثمانیہ گورنمنٹ پر مزید نیا اقتدار قایم کرنے کا پورا پورا موقعہ مل گیا۔" اسی ثالث نیتوکی نے خرچ عجیب و غریب پالیسی جس کی بنیاد دور اندیش ولیم ثالث نے قایم کی تھی آج صرف مشرقی یورپ مین انگلستان کو جو اقتدار حاصل ہے وہ دنیا سے پوشیدہ نہین۔ مالٹا۔ قبرس۔ نہر سویز۔ مصر اور عدن اوسی پالیسی کی بدولت یونین جیک (انگریزی علم) لہرا تا دکہائی دے رہا ہے۔

اس معاہدہ کی جب زار پیٹر کو خبر پہنچی تو اوس نے بھی تا کسن۔ ایڈریانوپل اور قسطنطنیہ کے معاہدون کی ترمیم کا تقاضا کیا اور اپنے مطالبہ مین کامیاب ہوگیا۔ نیا معاہدہ لکھا گیا جس مین دو عجیب دفعات شامل کیگئین۔ ایک مین سے ایک پولنڈ کلاو

دوسری ارض مقدس کے متعلق تھی۔ اُسکی عبارت حسب ذیل تھی:۔

موسٹ ارجلقاً اقرار کرتا ہے کہ وہ پولینڈ کا کوئی علاقہ نہیں ملحق کرے گا۔ اور نہ ریاست مذکور کی حکومت میں کسیطرح کی مداخلت کرے گا۔ اور چونکہ دونوں سلطنتوں کے لیئے یہ نہایت ضروری ہے کہ پولینڈ کا تاج و تخت موروثی نہ ہونے دیا جاوے۔ اسلیئے وہ اس ریاست کے آئین مراعات اور حقوق کو قایم رکھنے میں باتفاق ساعی رہیں گی۔ اور اگر کوئی سلطنت (خواہ وہ کونسی ہو) پولینڈ میں سپاہ بھیجوا یا وہاں موروثی سلسلہ کو قایم کرنے کی کوشش کرے تو معاہد سلطنتوں میں سے ہر ایک اپنی اغراض کی حفاظت کے لیئے تدابیر ضروریہ پر عمل کرنے کی مجاز نہیں ہوگی۔ بلکہ دونوں سلطنتوں پر لازمی ہوگا کہ وہ حیلہ اور ہر ایک ذریعہ سے جو ممکن ہو تاج پولینڈ کو موروثی اور ریاست کے آئین و قوانین کی خلاف ورزی اور اوس کے علاقہ کی قطع برید نہ ہونے دیں۔

دفعہ ۴۔ دونوں قوموں کے تاجروں کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانے اور تجارت کرنے کی پوری آزادی ہے۔ روسیوں کو یروشلیم اور دیگر مقامات متبرکہ کی زیارت کرنے کی اجازت ہوگی۔ اور اون سے یروشلیم یا کسی اور جگہ خراج (جزیہ) نہیں لیا جائیگا۔ نہ راہداری کے پروانوں کی بابت کوئی نقدی لیجائے گی۔ جو روسی پادری یا ابدال کو ممالک محروسہ میں ناکشیا پھرینگے انہیں کوئی ایذا نہ پہنچائی جائے گی۔

پہلی دفعہ کی شرایط پابندی سے تعمیل ہوتی ہے وہ اس سے ظاہر ہو جائیگی کہ روس ہی کی تحریک پر کئی دفعہ پولینڈ کی تکا بوٹی کیگئی۔ اور آخر آسٹریا، پروشیا اور روس نے اس ریاست کا نام یورپ کے نقشہ سے بالکل ہی معدوم کر دیا۔ اس کی مفصل کیفیت آگے درج کی جائے گی۔ دوسری دفعہ کی نسبت عیسائی مورخ قیصر فامن لکھتا ہے "تمام چیزوں کی بنا ہوئی ہے اسیطرح بلاد عثمانیہ میں عیسائیوں کی حفاظت کے بہانہ سے روسی مداخلت کے لیئے یہ دفعہ پہلا زینہ تھی۔ گو یہ پہلا قدم ایسا مختصر ہے کہ اسوقت اُسکو دیکھکر کبھی گمان نہیں ہو سکتا تھا کہ ایکدن اسی بنا پر روس اتنے لمبے چوڑے دعوے کریگا جن سے ٹرکی کی ہوا خواہ طاقتوں کو کمال اندیشہ پیدا ہو جائیگا اور اونکی توجہ اس معاملہ کی طرف متوجہ ہو جائے گی"

صلح سے فارغ ہو کر داماد ابراہیم ملک کی اندرونی اصلاح اور شاہی شان و شوکت کو ازدیاد میں مصروف ہو گیا۔ اسنے ہمسایہ سلطنتوں روس و آسٹریا سے صلح قایم رکھنے کا پختہ عزم کر لیا ہوا تھا۔ چنانچہ گو انگریزی سفیر بہت زور لگاتا رہا۔ اسنے شمالی اور مغربی یورپ کے معاملات میں کوئی دخل نہ دیا۔ اوس کے عہد میں سلامی تہوار غیر معمولی جاہ و جلال اور تجمل شاہانہ سے منائے جانے لگے۔ بڑے بڑے شہروں کی مساجد کو از سر نو مرمت کر کے نیا روپ چڑھا دیا گیا۔ سرحدوں کے قلعوں کی درستی کیگئی۔ اور سلطانی

۱؎ ناظرین کو پہلی جلد سے معلوم ہو چکا ہوگا کہ امرائے سلطنت بادشاہ کے مرنے کے بعد دوسرا بادشاہ اپنی جماعت میں سے یا ممالک غیر کے شاہزادوں سے منتخب کیا کرتے تھے۔ شاہی موروثی نہ تھی۔ مگر بعض اوقات مجلس امرائے متوفی بادشاہ کے بیٹے کو بھی منتخب کر دیا کرتی تھی۔ مولف ۱۲

محلات کی ترتیب و زینت نہایت نفیس اور بے نظیر ایوانوں اور قصرات کی تعمیر سے دولا کی گئی۔ لیکن وہ اس کام میں زیادہ
عرصہ مصروف نہ رہ سکا۔ ایران کی اندرونی خرابیوں سے روس کو اوس طرف اپنی سلطنت کی توسیع کا موقعہ مل گیا جس سے قسطنطنیہ
میں سخت تشویش اور پرجوشی پھیل گئی۔ ارباب عالی کو بھی موازنہ طاقت قائم رکھنے کے لیے ایران کی خوان یغما سے حصہ لینا
پڑا۔ لیکن اس داستان کو شروع کرنے سے پہلے ذرا یورپ کی چند دیگر حکمت عملیوں کا مجمل حال بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ناظرین کو
واقعات مندرجہ بالا سے معلوم ہو چکا ہے کہ گو فرانس نے آخری وقت کسیقدر فائدہ اٹھایا مگر اسکو معاہدہ آشٹیا یا ترکی میں کوئی
دخل نہیں دیا تھا۔ اس عرصہ میں وہ سویڈن اور پولینڈ کے برخلاف اپنی خفیہ تدبیروں اور چالوں کی تعمیل و تکمیل میں مصروف
رہا۔ روس نے ترکی کو انہی دونوں ریاستوں سے جدا کرنے پر قناعت نکر کے فرانس اور ترکی کی رفاقت قدیمہ کو بھی توڑنے
کی کوشش کی ۱۷۱۷ء میں وہ پیرس گیا اور وہاں نابالغ بادشاہ کے ولی سے اتحاد کے لیے کہا۔ مگر اونھوں نے فقط تجارتی معاہدہ پر
رضامندی ظاہر کی جو دونوں ملکوں میں ہو گیا۔ تاہم زار چند فرنچ امرا کو اپنا طرفدار بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ اور یہ امرا جو انگلستان
اور آسٹریا کو فرانس کا جانی دشمن سمجھتے تھے سویڈن پولینڈ اور ترکی کے اتحاد کی جگہ جو اب ان سلطنتوں کی کمزوری کی وجہ سے اولی
رائیگاں ہونے کی بجائے زیادہ تر وبال جان ہو رہا تھا۔ روس کے ساتھ اتحاد کرنے کو زیادہ مفید خیال کرنے لگے گو عثمانیہ
دربار کو زار کی سیاحت پیرس سے خدشہ پیدا ہو گیا۔ یوروپین معاملات اور ڈپلومیسی میں دخیل ہو جانے کے باعث باب عالی
کو اب عیسائی طاقتوں کی پالیسیوں کے راز معلوم کرتے رہنے کی ضرورت محسوس ہو گئی تھی۔ چنانچہ مغربی یوروپ کے
حالات کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے ۱۷۲۱ء میں ایک غیر معمولی سفارت پیرس بھیجی گئی۔ جس پر محمد آفندی کو جو نہایت زیرک
اور باخبر ہونے کے علاوہ پاسارووٹز کی مصالحت کے وقت ترکی کے سفرا میں شامل تھا اس کام پر مامور کیا گیا۔ بظاہر یہ
بہانہ کیا گیا کہ سلطان نے بادشاہ فرانس کو تحائف اور فرامین سلطانی ارسال کئے ہیں جن کے رو سے مقامات مقدسہ کے متعلق
فرانس کے مطالبات کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اس سفارت کا شور وغل تو بہت ہوا مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ محمد آفندی کی ٹریٹ تیار کی
سے آؤ بھگت کی گئی۔ اور انہیں اچھی طرح سے سمجھا دیا گیا کہ ترکی کی بہتری فلاں فلاں امر میں ہے۔ گورنمنٹ فرانس نے اپنی طرف
سے یہاں تک رفاقت قدیمہ کا پاس کیا کہ دونوں سلطنتوں میں جاری رہا تھا اور مدافعانہ اتحاد کی تجویز پیش کی مگر ایک تو عثمانیہ
دربار کو اوسکی مخالفت۔ لاپروائی و زینت جاہلانہ نے کچھ نہ کرنے دیا۔ دوسرے زار نے کمال تدبر سے فرانس کی چالوں کو
مات کر کے باب عالی کو اپنے رستے پر ایسا لگا لیا کہ جس زار کی تدابیر کو زک پہنچانے کے لیے فرانس کو سفارت بھیجی گئی تھی اور کہا
وہ اوس کو اپنا خیرخواہ مخلص سمجھنے لگ گیا۔ اور روس و ترکی میں دائمی صلح اور دوستی کا معاہدہ ہو گیا۔ زار کو اس وقت ترکوں کے
علاوہ اکثر سابقہ رقبا کے اتحاد ثلاثہ کا بھی اندیشہ ہو گیا تھا۔ انگلستان اور آسٹریا کے مدبروں نے باب عالی کو بھی اسی اتحاد میں
شامل کرنے کے لیے بہت سر کھپایا تھا مگر باب عالی روس کی اس چکمہ میں آ گیا ہوا تھا کہ انہوں نے ایک نہ سنی لیکن زار نے صرف اپنے فتح
کے لیے ایسا کیا تھا۔ اپنی مسلمان ہمسایہ سلطنتوں کے علاقے غصب کر کے روس کی مملکت بڑھانے کی تدبیرین سوچ رہا تھا

بھی اوسکا دماغ خالی نہین ہوا تھا۔ فرانس سویڈن کو روس کے پنجہ سے بچانے کے لیئے شمالی یوروپ کی لڑائی کو ختم کرانا چاہتا تھا۔ اُنھون بھی ٹرکی کو روس کے برخلاف اتحاد مین شامل کرنیکے لیئے بدلائیل معقول سمجھایا جسکا کچھ اثر نہوا۔ آخر فرانس کو خود عملی مداخلت کرکے لڑائی کو بند کرنے کیلئے کروڑہا روپیہ کے صرف سے جنگی تیاریان کرنی پڑین جن سے دب کر ۱۷۲۱ء مین روس نے بمقام نسٹاٹ سویڈن سے صلح کرلی۔ اور اسطرح سے گو سویڈن کی روس سے مخلصی ہوگئی۔ مگر ٹرکی نے اپنے جانی دشمن کو پامال و برباد کرنیکا ایک اور موقعہ ہاتھ سے کہو دیا۔

روس و ٹرکی کا اتحاد ایران کی تقسیم کیلئے

سویڈن کے محاربہ سے فرصت پاتے ہی زار پطیر دوسری طرف اپنی سلطنت کو وسیع کرنے کے درپے ہوگیا جس کیلئے اوسنے ایران کی اندرونی خرابی سے کافی موقعہ اور بہانہ ملگیا۔ یہ خرابی افغانون کے ایران پر حملہ آور ہوجانیسے پیدا ہوئی تھی۔ اس سے پہلے افغانستان مین کبھی کوئی منتظم افغانی[سلہ] بادشاہت قائم نہین ہوئی تھی۔ ہر ایک قبیلہ خود سر تھا۔ اور ممالک برائے نام تاتاریون مغلون یا ایرانیون کے ماتحت رہتا رہا۔ جہانگیر کے عہد مین شاہ عباس صفوی نے قندہار پر تصرف کرلیا شاہجہان کے عہد مین ہندی افواج نے اُسکو ایرانیون سے چھین لیا تھا مگر تھوڑے عرصہ کے بعد اوسکو پھر ایرانیون نے فتح کرلیا۔ ہرات بھی ایران کے تصرف مین تھا۔ خاندان صفویہ کے آخری بادشاہ سلطان حسین کے زمانہ مین جو نہایت نرم مزاج۔ رحمدل پابند مراعات ظاہر مذہبیہ اور ملاؤن کے ہاتھ مین کٹ پتلی تھا۔ قندھار کے غلزیون نے ایرانی حکومت سے سرتابی کا ارادہ کرلیا نیز شاہ ہند کیطرف سے بھی قندھار پر حملہ ہونیکا ہر وقت خدشہ رہتا تھا۔ شاہ حسین نے گرگین خان سابق والی جارجیا (گرجستان) کو جو نسطوری عیسائی تھا۔ ہوکر مسلمان اور سلطنت کا معتبر اور معتمد علیہ جرنیل ہوگیا تھا۔ ۲۰ ہزار فوج سے قندھار روانہ کیا۔ اُسکی سخت گیری سے آتش فسادفی الفور فرو ہوگئی غلزیون مین سب سے مقتدر اور مدبر شخص میرویس تہا۔ جو قندھار کا کلانتر بھی تھا۔ اوس کے ایما سے سرداران قندہار نے شاہ کیخدمت مین گرگین خان کی سختیون کی شکایت مین طویل عرضداشت روانہ کی۔ اسکا تو کچھ اثر نہوا۔ مگر جب گرگین خان کو اوسکی خبر پہنچی تو اُسنے میرویس کو قید کرکے اصفہان مین بھیجدیا۔ جہان اُسنے اپنی دانائی اور لیاقت سے شاہ تک رسائی حاصل کرلی۔ اور اس سے حج کی اجازت لیکر مکہ معظمہ گیا جہان کے علماء سے اُسنے شیعون کے ساتھ لڑائی کرنے کا فتوی حاصل کیا اس اثنا مین چند درباری گرگین خان کے مخالف ہوگئے تھے۔ ادہر میرویس نے حج سے واپس آکر شاہ کے کان بھرنے شروع

سلہ افغان بنی اسرائیل اور اونکی نام کی وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جب بخت نصر شاہ بابل یروشلیم کو تاخت و تاراج اور وہان کے باشندون کو اسیر کرکے واپس آیا تو اوس نے قیدیون کا کچھ حصہ اس علاقہ مین جو اب افغانستان کے نام سے مشہور ہے روانہ کردیا اور چونکہ یہ لوگ وطن اور خویش و اقربا کی جدائی سے راستہ مین نالہ و فغان کرتے جاتے تھے۔ ایرانیون نے انکا نام افغان رکھدیا یا افغانون کا بیان ہے کہ عرب کے بنی اسرائیل سے اونکی خط و کتابت برابر ہوتی رہتی تہی چنانچہ آنحضرت صلعم کی مبعوث ہونیکی اونکو حضرت سرور کائنات کے زمانہ مین ہی خبر پہنچگئی۔ اور وہ اسی مبارک قرن مین مشرف باسلام ہوگئے۔ دیکھو تاریخ ملکم (شو لفف) ۱۲

مگر وہ پیشتر اس پر اپنے پیر قندھار کی کلانتری کے عہدہ پر واپس بھیجدیا گیا۔ کہ اگر گرگین خان سرتابی کرے تو اس کا سد راہ ہو
گرگین خان نے اس امر سے غضب آلود ہوکر میرویس کو حکم بھیجا کہ اپنی لڑکی کو (جو نہایت خوبصورت تھی) میرے محل میں بھیجدے
غرض یہ تھی کہ اگر اوس نے ایسا کر دیا تو افغانوں کی نظروں میں ذلیل ہوگا۔ اور اگر تعمیل نہ کی تو عدول حکمی میں اوسے
قتل کر دونگا۔

میرویس نے کل رؤسائے قبائل کو جمع کرکے یہ حکم سنایا جس کو سنکر ان کی غیرت متحرک ہوگئی۔ اور سب نے
حلف اٹھا کر میرویس کی معاونت کا وعدہ کیا اور گرگین کو مقابلہ کرنے کی صلاح دی۔ میرویس نے اس طرح سب کو خوش کرکے گرگین کو
غافل کرنیکو پہلے ایک خانہ زاد کنیزک کو جو بہت خوبصورت تھی بنام نہاد اپنی لڑکی کے اوس کے پاس بھیجدیا۔ اور چونکہ پہلے سے گرگین
کی ہر معاملہ میں بظاہر اطاعت و فرمانبرداری کرتا رہا تھا اس سے اوس کا دل میرویس کی طرف سے بالکل صاف ہوگیا تب میرویس
نے ایکدن گرگین اور اوس کے ہمراہیوں کی شہر سے باہر ایک باغ میں دعوت کی اور ان سب کو وہاں قتل کر دیا پھر اپنے
ہمراہیوں کو گرگین کے ہمراہیوں کی پوشاک پہنا کر شام کے وقت قلعہ میں داخل ہوگیا۔ اور گرگین کی فوج پر حملہ آور ہوکر
اون کو تہ تیغ کر دیا۔ بعد ازاں شہر میں کوئی ایک ایرانی کو زندہ نہ چھوڑا گیا۔ اور قندھار پر میرویس کی حکومت ہوگئی۔ ایرانی گورنمنٹ
نے اوسکو پہلے نرمی و آشتی سے جادۂ اطاعت پر لانا چاہا جب یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی تو گرگین کے بھتیجے خسرو خان والی گرجستان کو
لشکر جرار دیکر قندھار پر بھیجا گیا جس نے چند فتوحات کرکے کامل شکست اوٹھائی۔ اوس کے بعد ایک اور ایرانی سپہ سالار … خان کی زیر
کمان بھیجا گیا۔ اوس کا بھی یہی انجام ہوا۔ اور میرویس کی حکومت خوب مستحکم ہوگئی۔ مگر اوس نے … وفات کی اور … فتح سے
تھوڑا عرصہ پہلے فوت ہوگیا۔ اور میر عبداللہ اس کا بھائی وارث تخت قندھار بنایا گیا۔ … اور … اصفہان
سے سازش روا رکھی اور بعض شرطیں پیش کیں۔ افغان امرا کو جب اس معاملہ کی خبر ہوئی تو وہ میر عبداللہ سے برہم ہوگئے اور
محمود پسر میرویس نے جو اٹھارہ سالہ نوجوان تھا۔ چچا کو قتل کرکے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی اور ایران پر پے در پے
یورشیں شروع کر دیں۔ اسی وقت ہرات کے افغان بھی باغی ہوگئے جس سے ایران کی طاقت اور کمزور ہوگئی۔ آخر کار محمود نے
اصفہان دار الخلافہ ایران کا محاصرہ کر لیا۔ اور شاہ حسین نے ۲۱ اکتوبر ۱۷۲۲ء (۱۱۳۵ھ) کو … سال حکومت کرکے …
لباس پہنکر باچشم گریاں شہر میں گشت کرکے افغانوں کی اطاعت قبول کرلینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور ۲۳ اکتوبر کو …
لیکر افغانوں کے لشکر میں چلا گیا۔ اور اپنے ہاتھ سے تاج شاہی محمود کے سر پر رکھدیا۔ افغان شہر میں داخل ہوگئے۔ اور ایران
پر ان کی بادشاہی ہوگئی جس کی بیخکنی سات برس کے بعد نادرشاہ نے کی۔ سلطان حسین سات برس نظربند رہنے کے بعد ۱۷۲۹ء میں
جب کہ افغان نادرشاہ کی حملہ آوری سے ڈر کر اصفہان سے بھاگ گئے تھے۔ اشرف پسر میر عبداللہ کے حکم سے جو ۱۷۲۵ء میں محمود
کے بعد تخت اصفہان پر بیٹھا تھا قتل کیا گیا۔ مؤرخ اس کو آخری صفوی بادشاہ گنتے ہیں۔ کیونکہ گو اوس کے
فرزند طہماسپ نے بھی چند سال بادشاہی کی۔ مگر وہ صرف برائے نام تھی۔ اوس کے وقت بھی اصلی بادشاہ

نادر ہی تہا جس نے[1] ۱۱۴۴ھ مین طہماسپ کو معزول کرکے پہلے اوس کے ہشت ماہہ لڑکے کو تخت پر بٹھلایا اور جب چند برسون کے بعد یہ لڑکا فوت ہوگیا تو باوجود ظاہر حیلہ انکار کرتے رہکر ۲۴ شوال ۱۱۴۸ھ کو خود تخت ایران پر متمکن ہوگیا۔

افغانون کے صفہان پر مستولی ہونے سے پہلے طہماسپ میرزا وہان سے نکلکر شمالی علاقون کو چلاگیا تھا۔ وہان سے اوس نے پیٹر اور سلطان کے پاس سفارتین بہیجکر امداد کی استدعا کی۔ مگر دونون نے بلاطمع مدد دینے سے انکار کردیا۔ زار نے امداد کے معاوضہ مین جارجیا وغیرہ شمالی علاقے مانگے۔ اور باب عالی نے معزول طہماسپ ابھی اسی پس و پیش مین تھا کہ ان مین سے کس کے ساتھ اتحاد کیا جاسکے کہ زار نے جواب کا انتظار کرنے کے بغیر ایران پر پیشقدمی کردی۔ اور بحیرہ کاسپین (خضر) کے متصلہ صوبون پر تصرف کرلیا پیٹر کی اس مستعدی نے طہماسپ کو ورطہ تذبذب سے نکالکر یکسو کردیا۔ اور اوس نے زار سے عہد و پیمان کرلیا۔ خان کرمیا نے

[1] نادر سنہ ۱۱۰۰ھ مین خراسان کے علاقہ مین پیدا ہوا تہا۔ ۱۷ برس کی عمر مین اوسے اور اوس کی مان کو اوزبک پکڑلے گئے۔ مان تو وہین فوت ہوئی۔ اور وہ چار سال کے بعد قید سے بہاگ کر پہر وطن آگیا۔ اور ایک امیر مسمی بابل بیگ کا ملازم ہوگیا۔ جسکو قتل کرکے اوس نے اوسکی لڑکی سے شادی کرلی۔ اوس کا بڑا بیٹا رضا قلی میرزا اسکی بطن سے ہوا۔ اسکی پیدائش کے وقت نادر کی عمر ۱۹ برس کی تہی۔ اوس کے باپ کا نام امام قلی افشار تھا۔ جو معمولی وجاہت کا آدمی تہا۔ کچھ عرصہ راہزنی اور ڈکیتی کرنے کے بعد وہ والیٔ خراسان کا ملازم ہوگیا۔ اور اپنی بہادری اور جلالت سے سرداری تک پہنچگیا۔ ایک دفعہ حاکم نے اوسپر خفا ہوکر لاٹھی ماری جس پر یہ ملازمت چہوڑکر قلعہ قلات مین اپنے چچا کے پاس چلاگیا۔ اوسنے بہی کچھ عرصہ کے بعد اسکی حرکات سے ڈرکر اوسے اپنے قلعے سے نکالدیا۔ وہ پہر حاکم خراسان کے پاس چلاگیا۔ اور آخر رفتہ رفتہ طہماسپ پسر حسین کی فوج مین نامور جرنیل ہوگیا۔ زمانہ سپہ سالاری مین اوسنے افغانون ترکون اور روسیون کو کئی شکستین دین۔ حملۂ افغانستان و ہندوستان کے حالات بچہ بچہ کو معلوم ہین۔ اوس کے مذہب کا کسی کو پتہ نہین ملا۔ جب تک افغان جو سنت جماعت تھے ایران پر حکمران رہے یہ سخت متعصب شیعہ رہا جب تخت شاہی پر بیٹھا تو مذہب اثنا عشریہ کو خرابی و تباہی ملک کا باعث بتایا۔ اور جب اسکی طاقت معراج پر پہنچگئی تو سب موجودہ مذاہب کو ناقص بتاکر کہا مین خود ایک کامل نیا مذہب قایم کرونگا۔ اسی سے مورخین نے رائے قایم کی ہے کہ وہ خدا پرست یا مذہب پرست نہ تہا بلکہ دنیا پرست تھا جس مذہب کو مفید مطلب پاتا تہا اوسی کا حامی ہوجاتا تھا۔ آخری دنون مین اوسکی سخت گیری ظلم و جفا سے تبدیل ہوگئی تھی۔ چنانچہ ایک دن کسی نے کاغذ پر یہ لکھکر کہ اگر بادشاہی پرورش و حمایت رعیت کن۔ اگر پیغمبری راہ نجات نما۔ واگر خدائی رحم بخلوق کن۔ کاغذ کو پتھر سے باندہکر اوس کے محل مین پھینکدیا۔ اسکے جواب مین نادر نے یہ اشتہار کل فوج مین تقسیم کرایا۔ "من نہ بادشاہم کہ تا حمایت رعیت کنم۔ نہ پیغمبر تا طریق نجات نمایم۔ نہ خدا تا بہ بندگان رحم کنم۔ بلکہ آلت دست قہار علی الاطلاق کہ بجہت عقوبت گنہگاران مدام" آخر جب رعایا اور امرا تنگ آگئے تو انہون نے اس کے قتل کا ارادہ کرلیا۔ اور ۱۱۶۰ ہجری مین فتح آباد سے دو میل بجانب جنوب رات کو دو تین چار امیر اوس کے خیمہ مین گہس گئے۔ نادر اونکی آہٹ سے جاگ اٹہا اور دو کو قتل کیا۔ اور پہر خود صالح بیگ کی ضرب سے ہلاک ہوکر زمین پر گر پڑا۔ اسنے اپنے بڑے بیٹے رضا قلی مرزا کی آنکہین بجرم بغاوت نکلوادی تہین۔

زار کی[1] پیشقدمی سے مشوش ہوکر فوراً بابعالی کو تحریر کیا کہ یہ روسی بحیرہ خضر کے سواحل لینے پر ہی قناعت نہ کرینگے بلکہ اپنی فتوحات کو خوب مستحکم کر رہے ہیں۔ اور جارجیا سے بھی انہوں نے قرار داد کر لی ہے۔ اگر ترک اور تاتاری خاموش رہے تو روس کی سلطنت اسقدر وسیع ہوجاوے گی کہ وہ ایشیا میں بابعالی کے مقبوضات کو چاروں طرف سے گھیر لیگی۔ کچھ اس خط اور کچھ طہماسپ کی کارروائی سے سلطان نے سخت برافروختہ ہوکر آرمینیا اور جارجیا کے ایرانی علاقہ پر فوج کشی کا حکم دیدیا۔ اور روس اور ترکی میں لڑائی بظاہر اٹل ہوگئی۔ زار نے بابعالی کے عزم سے گھبرا کر فرانس سے درخواست کی کہ یا تو وہ روس کے ساتھ اتحاد کر لے۔ یا کم از کم بیچ بچاؤ کر کے ترکی کو لڑائی سے باز رکھے۔ فرانچ سفیر ڈی بوناک اوس وقت وزیر کا بڑا گہرا دوست بنا ہوا تھا اور دونوں ہمسایہ سلطنتوں کی پیشقدمی کی روک تھام کیلئے ملکر تجویزیں سوچا کرتے تھے۔ وزیر اپنی طاقت کو محفوظ رکھنے کے لیئے یوروپین طاقتوں کے ساتھ لڑائی کرنے سے محترز رہنا چاہتا تھا جب اوسنے زار کی اضطراب و گھبراہٹ کو دیکھا تو فرانچ سفیر کو روس ترکی میں ثالث بنکر امور متنازعہ کو فیصلہ کر دینے کا ایما کیا۔ بوناک نے اپنی گورنمنٹ کو اس معاملہ کی خبر کی۔ مگر کارڈینل ڈیوا[2] نے کوئی ہدایت نہ دی۔ اسپر اوس نے اپنی ذمہ واری پر ثالثی کو منظور کر لیا۔ کیونکہ ایک تو وہ وزیر کا ہمخیال تھا اور دوسرے اوسکو بحیثیت ثالث بابعالی کو مزید علاقے دلا سکنے کا پختہ یقین تھا۔ چنانچہ اوس نے مصداق مال مفت دل بیرحم۔ ایک تیسری سلطنت کے وسیع علاقہ کو دونوں میں بانٹ کر انمیں معاہدہ تقسیم کرا دیا جسپر ۱۷۲۳ء اور بقول بعض ۱۷۲۴ء میں دستخط کیئے گئے۔ دربار فرانس نے اس کارروائی سے ناراض ہوکر ۱۷۲۴ء میں اوسے واپس بلا لیا۔ اور مارکوئس ڈوانڈریزیل کو اوسکی جگہ مقرر کر کے نئے سفیر کو فرانچ ثالثی کو ترک اور روسی چالوں اور ارادوں کی مزاحمت کرتے رہنے کا حکم دیا۔

اس معاہدہ کی رو سے روس کو وہ ایرانی صوبے جو بحیرہ خضر کے کنارہ کنارہ ترکمانوں کے علاقہ سے لیکر دریائے آرس اور اوس کے محل اتصال اور پھر وہاں سے دربند تک پھیلے ہوئے تھے دیئے گئے۔ اضلاع استرآباد، مازندران، گیلان، شیروان کا کچھ حصہ اور داغستان روس کا حق قرار دیئے گئے۔ اور جو علاقے ایرانی ترکی سرحد اور اوس فرضی خط کے درمیان تھے جو دریائے کر اور ارس کے

---

[1] زار بیس ہزار باقاعدہ لشکر اور کئی ہزار قزاق (کاسک) اور قلماق ہمراہ لیکر ۲۹ جولائی ۱۷۲۲ء کو دریائے والگا کی وادی سے روانہ ہوکر براہ سمندر (بحیرہ خضر) چار اگست کو بندر داغستان پہنچا۔ اور اوس پر قبضہ کر کے چند دنوں کے بعد بندر دربند پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور پھر ہشترخان میں جاکر موسم سرما وہاں بسر کیا۔ (مؤلف)

[2] ولیم ڈوبوا۔ ایک غریب عطار کا بیٹا تھا۔ وہ ۱۶۵۶ء میں فرانس کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں پیدا ہوا۔ رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہوا پہلے ڈیوک آف اورلینز کا پرائیویٹ سکرٹری اور پھر ۱۷۱۸ء میں وزیر ۱۷۲۱ء میں کارڈینل اور ۱۷۲۲ء میں وزیر اعظم اور مختار کل ہوگیا۔ اوس کے زمانہ وزارت میں شاہ فرانس اور اوس کا دربار عیاشی و خرابائی میں اور بھی زیادہ غرق ہوگیا۔ وہ نہایت قابل شخص تھا۔ مگر عیش پرستی طمع اور جاہ طلبی نے سب قابلیتوں پر پانی پھیر دیا ہوا تھا۔ وہ ۱۷۲۳ء میں فوت ہوا۔

(مؤلف)

محل انتصاف سے سیدھا اردبیل۔ تبریز ہمدان اور کرمانشاہ کو کھینچا گیا تھا۔ وہ ٹرکی کا حصہ قرار دیئے گئے۔ دونوں سلطنتوں نے وعدہ کیا کہ وہ ایک دوسری کو ان علاقوں کے حصول و فتح میں مدد دینگی۔ ایران کا باقی علاقہ طہماسپ کیلئے چھوڑا گیا۔ لیکن اگر وہ اس قرارداد کو تسلیم نہ کرے تو ممالک منقسمہ پر تصرف کر لینے کے بعد باقی ملک پر کسی اور شخص کو جو قابل ہو ایران میں امن قائم رکھنے کیلئے بادشاہ بنایا جاوے۔ معاہدہ میں یہ بھی شرط کیگئی کہ کوئی فریق محمود کے ساتھ صلح نہ کرے گو یا یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایران میں افغانی تسلط دونوں کے مقاصد کے منافی ہے۔ دونوں سلطنتوں نے معاہدہ کی تکمیل سے پہلے ہی ایران کو لاوارث ملک پر چڑھائی کر دی ہوئی تھی۔ روسیوں نے معاہدہ میں بڑی چالاکی سے کام لیا تھا۔ اونہوں نے اپنے حصہ میں وہ علاقے لیئے جن پر اونکا ایک طرح سے عملی تصرف ہو چکا ہوا تھا۔ اور ٹرکی کو ایسے علاقے دیئے گئے جن کے ابھی بہت تھوڑے حصہ پر اونکا قبضہ ہوا تھا تاہم عثمانیوں نے تھوڑے سے ہی عرصہ میں جارجیا کا حصہ کثیر فتح کرکے صوبجات شکی لیا امریشیا۔ گوریل اور دیگر علاقجات کو جو قاف میں جو بحیرہ اسود کے مشرق میں ہیں اپنی پوزیشن اور اقتدار کو مستحکم کر لیا۔ یہ علاقے گو عرصہ دراز سے سلطان کے باجگذار رہے تھے۔ کریمیا کی ماتحت تھے مگر عملی طور پر اب سے پہلے سلطان کی حکومت وہاں محض برائے نام تھی۔ ان فتوحات کے بعد قلیل مدت میں بغداد کے سرعسکر احمد پاشا اور ٹرکی افواج متعینہ آرمینیا کے سپہ سالار نے کل کردستان تبریز[1] ہمدان اور کرمانشاہ کو فتح کر لیا۔ اور وہ کل صوبجات جو بروئے معاہدہ ان کے حصہ میں آئے تھے۔ باب عالی کے تصرف میں آ گئے۔

ابھی لڑائی جاری تھی کہ زار پیٹر ۱۷۲۵ء میں مرگیا۔ اور اسی سال اوسکی جانشین قیصرہ کیتھرائن نے ٹرکی کے برخلاف آسٹریا سے اتحادی عہدنامہ کیا جس کی ایک شرط اب تک سرکاری طور پر دنیا پر ظاہر نہیں کیگئی۔ اس شرط کی رو سے دونوں سلطنتوں نے آپس میں دائمی اقرار کیا کہ انمیں سے جب کوئی ایک ٹرکی سے نبرد آزما ہو تو دوسری اوسکی مدد کرے گی۔ اور ہر دو فریق میں سے کبھی کوئی بالعمل اسے جدا گانہ مصالحت نکریگا مشرقی یوروپ کی تاریخ جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں کہ روس و آسٹریا دونوں اس شرط کی ایک پوری پوری تعمیل کرتے رہے ہیں ۱۷۳۷ء کی محاربہ روم و روس میں آسٹریا کو ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر بوسنیا اور ہرزی گوینا کے دو زرخیز صوبے جو ٹرکی سے مل گئے تھے اوسکا باعث بھی دراصل یہی قدیمی خفیہ عہد و پیمان تھا۔ اس معاملہ میں انگلستان نے بھی آسٹریا کی پوری مدد کی تھی۔ بلکہ بظاہر اس انتقال کا محرک بھی وہی ہوا تھا۔ لیکن یہ سب ظاہر داری کی باتیں تھیں۔ مگر بے ایمانی کا عوض جو آہستہ دیر بعد ملنا ضرور ہے۔ چنانچہ آسٹریا کو اس کا بدلہ ملنا شروع ہو گیا ہے۔ کیونکہ یورپ از تعصب و زور سے متضاد عناصر اور مختلف العقیدہ اور مختلف الجنس اقوام کو محکوم و مطیع کرنے کی پالیسی اپنا رنگ دکھلانے لگ گئی ہے۔ اور اس امر کا بجنسہ احتمال بلکہ یقین ہو رہا ہے

[1] تبریز کے باشندوں نے اس محاربہ میں کمال شجاعت دکھلائی۔ اور صرف اس شرط پر شہر کو حوالہ کرنا منظور کیا کہ انہیں معہ عیال و اطفال اور سامان حرب مع خیر سلا شہر سے نکل جانے کی اجازت دیجائے۔ ترکی سپہ سالار جس کے کئی ہزار آدمی محاصرہ میں ہلاک ہو چکے تھے بمجبوری یہ شرط ماننی پڑی۔ مؤلف ۱۲

کہ فرمانروائے حال قیصر جوسف کو مرتے ہی آسٹریا کا کل شیرازہ پراگندہ ہو جاویگا۔ روس میں ابھی اس امر کے آثار بالبداہت دکھائی نہیں دیتے۔ مگر اس سے انکی عدم موجودگی ثابت نہیں ہو سکتی۔ اعمال قبیحہ کا تخم گو عرصہ دراز تک زیر زمین مکنون رہے مگر وہ ضرور پھوٹتا اور پھیل لاتا ہے۔

نادر کے مرتے سے روسی فتوحات کا سیلاب کسیقدر دھیما پڑ گیا تھا مگر ترکی پیشقدمی برابر جاری تھی۔ کرمانشاہ ہمدان اور اردلان کی فتح سے فارغ ہو کر احمد پاشا نے اصفہان کا عزم کیا۔ مگر درینولا عنان حکومت اشرف کے ہاتھ میں چلی گئی ہوئی تھی۔ اور اس نے قسطنطنیہ سفیر روانہ کیا کہ شیعہ اور نصاریٰ سے اتفاق کر کے سنت جماعت بادشاہ سے مصروف پیکار ہونا شایان خلافت نہیں ہے علما و عوام مسلمین پر اشرف کا یہ جادو کارگر ہو گیا مگر رجال حکومت نے حیلے بہانے کر کے سفیر کو بے نیل مرام رخصت کر دیا۔ اس پر اشرف نے جس نے ایک سال کے اندر اپنے مقبوضہ علاقہ کی اندرونی اصلاح کر کے اپنی طاقت خوب مضبوط کر لی ہوئی تھی۔ فوج لیکر ترکوں کے مقابلہ کیلئے اصفہان سے روانہ ہوا۔ اور اصفہان سے بیس کوس کے فاصلہ پر ایک ترکی دستہ پر جس میں دو ہزار سپاہی تھے۔ اچانک حملہ آور ہو کر سب کو تہ تیغ کر دیا۔ اس فتح سے افغانوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور دوسری ترکوں کے پست ہو گئے۔ ترکی سپہ سالار نے اپنی فوج کو پیشقدمی سے روک کے اسکی حفاظت کیلئے خندقیں اور مورچے تیار کرنے میں مشغول ہو گیا۔ اشرف نے ایک طرف تو ترکی فوج میں خفیہ جاسوس بھیجے کہ کرد امراء کو رشوت و انعام و اکرام کا لالچ دیکر ترکوں سے منحرف کریں۔ اور خود ترکوں میں یہ مشتہر کریں کہ یہ لڑائی خلاف مذہب ہے اور دوسری طرف بظاہر چار مشائخ جو زہد و تقویٰ میں مشہور تھے بصفت سفارت احمد پاشا کے پاس بھیجے۔ جب یہ چار مشائخ مذکور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان میں سے ایک نے اس طرح سلسلہ سخن آغاز کیا "ہمارا بادشاہ اشرف دریافت کرتا ہے کہ تم کیوں ان مسلمانوں سے جنہوں نے حکم خدا کے موافق روافض کی حکومت کی بیخکنی کی ہے لڑائی کرتے ہو۔ اور کس وجہ سے تم اپنے پیرو رسول کو اس ملک سے جو انہیں ﷺ اور قواعد نسابیہ کی رو سے انکا حق ہے محروم کر کے اپنے نصاریٰ کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔ اگر تم بے انصافی سے کام لیکر لڑائی پر مصر رہے اور اس طرح سے تم نے اپنے بھائی مسلمانوں کو دفاع و مقابلہ پر مجبور کیا تو اس معرکہ میں مسلمانوں کا جو خون گرے گا وہ تمہاری گردن پر ہوگا۔"

احمد پاشا نے یہ دیکھ کر کہ اس گفتگو کا اثر جملہ حاضرین کے دل پر ہو گیا ہے۔ جواب دیا کہ سلطان اعظم کی حکومت جانشین خلفاء اور والی امر ہے۔ جو ہر جو سب مسلمانوں پر واجب ہے۔ پس اشرف کو بھی جو ایک فرد از مسلمین ہے اس کی اطاعت کرنی واجب ہے ورنہ اسکو اپنی نافرمانی کی سزا اٹھانی پڑے گی۔"

ہنوز بحث ختم نہیں ہوئی تھی کہ اذان کی آواز سنائی دی اور ظہر نماز ادا کرنے کو اٹھ بیٹھے۔ اور اسکے فریضہ کے بعد اشرف کو مسلمین نے اتفاق مسلمین اور اجتماع قلوب موحدین کیلئے خداوند کریم سے دعا مانگی۔ الغرض مشائخ کی گفتار و کردار سے اشرف کی حسب دلخواہ ترکوں کے دلوں پر اثر ہو گیا چنانچہ جب وہ رخصت ہوئے تو اکثر کرد اور کسیقدر ترک بھی مشائعت کو انکے کچھ دور تک ساتھ گئے۔ اور انکی تسلی کی کہ اس جنگ میں جو خلاف شریعت ہے وہ کبھی پیشقدمی نہیں کرینگے۔ احمد پاشا نے یہ رنگ

دیکھکر لڑائی مین توقف کرنا خلاف مصلحت سمجھا۔ اُس کے پاس ساٹھ ہزار فوج اور ستر توپین تھین لشکر افغانان اُس سے نصف تھا اور انکے پاس صرف چالیس زنبورکین تہین۔ جو اونٹون پر رکھی ہوئی تہین مگر تاہم ترکی فوج پیدل ہی ہو رہی تھی اُسکو شکست فاش ملی۔ اور بارہ ہزار ترک میدان جنگ مین ہلاک ہوئے۔ اشرف نے افغانون کو ہزیمت یافتہ فوج کا تعاقب نہ کرنے دیا کیونکہ وہ عثمانیون کے ساتھ لڑائی جاری رکھنے کو قرین مصلحت نہین سمجھتا تھا۔ احمد پاشا اپنے توپخانہ کا کچھ حصہ اور کل اسباب لشکر میدان جنگ مین چھوڑکر کرمانشاہ کو بھاگ گیا تھا۔ اشرف بھی اسکے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ مگر اپنے لشکر کو کوئی زیادتی نہ کرنے دی۔ جب احمد پاشا کرمانشاہ سے بغداد کو بھاگ گیا۔ تو اشرف نے پیغام بھیجا کہ مین مسلمانون کے مال کو۔ گو اونکی حملہ آوری حرکت سے زد ہو گئی ہو تاراج کرنا جائز نہین سمجھتا۔ اور نہ اپنے سلطانی نام کو راہزنی کے لقب سے بدلنا چاہتا ہون۔ احمد پاشا اپنا گماشتہ بھیجدے لیکن آلات حرب و سامان جنگ کے سوا۔ اوس کا اور اوس کے لشکریون کا کل اسباب (نقد و جنس) اوس کو حوالہ کر دونگا۔ چنانچہ ازان اپنے قول کو پورا کر دیا۔ اور عثمانیہ اسیران جنگ کو بھی رہائی دیدی۔ اس سے بابِ عثمانیہ مین اوسکی ایسی نیکنامی ہو گئی کہ رجال حکومت کو جن کے پاس طہماسپ نے بھی شرائط معاہدۂ تقسیم کو قبول کر لینے کا پیغام بھیجدیا تھا۔ مجبوراً اشرف سے صلح کر لینی پڑی۔ شرائط یہ قرار پائین ہ

اشرف سلطان کو اولوالامر تسلیم کرے اور اوس کے عوض اشرف کو بادشاہ ایران تسلیم کیا جائیگا۔ جسقدر ایرانی صوبجات ترکون کے تصرف مین ہین وہ ہمیشہ کے لیئے ترکی کے سمجھے جائین۔ تمام کردستان و خوزستان کچھ حصہ آذربائیجان کا اور چند شہر عراق عجم کے اور شہر سلطانیہ و طہران بھی علاقہ مقبوضہ مین داخل تھے۔ انکے علاوہ دیگر چند شرائط یہ تھین۔ جنگ مین جو توپخانہ افغانون کا ملا وہ واپس کر دیا جائے۔ اور اشرف ہر سال حاجیون کا قافلہ مکہ معظمہ بھیجا کرے۔ الغرض اشرف نے جو صلح اختیار کی وہ ہر طرح سے قابل تحسین اور عین مقتضائے وقت کے موافق تھی۔ مگر افسوس مسلمانون کی بدقسمتی سے ایسا قابل نوجوان زیادہ عرصہ بر سر حکومت اور زندہ نہ رہ سکا۔ طہماسپ کے جرنیل نادر نے جلدی ہی افغانون کی مختلف فوجون کو جو دارالخلافہ سے باہر صوبون مین مامور تھین شیعہ اہالی ملک کی مدد سے تہ تیغ یا منتشر کر دیا اور ۱۷۲۹ء مین اشرف اور جملہ افغان امراء اصفہان سے بھاگ گئے۔ اشرف اور اکثر بیچارے سردار رستون مین بھٹک بھٹک کر یا دشمن اور منافق دوستون کی تلوارون سے ہلاک ہو گئے اکثر افغان غلام اور بردہ بنائے گئے۔ اور معدودے چند ترکی علاقہ مقبوضہ ایران یا عرب پہنچ جانے مین کامیاب ہو گئے۔ جہان محنت و مشقت کر کے شکم پری کرنے لگے ہ

سلطان احمد کا عزل

نادر کی فوج افغانون کے تعاقب سے ابھی ستائی نہ تھی کہ اُسنے ترکون پر حملہ کر دیا اور اوّل صحرائے ہمدان مین اون کے دو لشکرون کو پے در پے شکستین دیکر ہمدان اور اوس کے علاقہ کو غنیم سے مستخلص کرا لیا۔ بعد ازان آذربائیجان کی طرف جا کر تبریز۔ اردبیل اور تمام بڑے بڑے شہرون سے ترکون کو نکالدیا۔ اور آریوان پایہ تخت آرمینیا کا محاصرہ کر لیا۔ اتنے مین اوسے اپنے بھائی ابراہیم خان حاکم مشہد کا خط ملا کہ ہرات کے

افغانون نے نادرہ فساد منتقل کر دیا ہو جس پر وہ اریوان کو غیر مفتوح چھوڑ کر نے بفور ہرات اور فراہ کی طرف روانہ ہو گیا جب ان ایرانی فتوحات کی خبر قسطنطنیہ مین پہنچی تو وہان ہلڑ مچ گیا۔ وزیر ابراہیم لڑائی سے بچنا چاہتا تھا۔ اوس نے صلح کے لیئے نامہ و پیام کی کوشش کی جب اسمین کامیاب نہ ہوا۔ تو بادل ناخواستہ دل فوجی تیاریون مین مصروف ہو گیا لیکن رعیت اسکی اس تساہل سے آزردہ ہو گئے۔ اور اون کو شک ہو گیا کہ وزیر دشمنون کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ علاوہ برین احمد کی فضول خرچی اور عیش پرستی سے بھی لوگ ناراض ہو رہے تھے۔ اس شکست نے بارود کو چنگاری لگانے کا کام دیا۔ ۲۰ ستمبر ۱۷۳۰ء کو (محرم ۱۱۴۳ھ) ، انکچیریون نے پیٹرونا خلیل (البانوی) کو اپنا سردار بنا کر علم بغاوت برپا کر دیا۔ باغیون کی جمعیت چند گھنٹون مین رعایا اور دیگر سپاہیون کے ملجانے سے ہزارون تک پہنچ گئی۔ مفسدون نے وزیر اعظم مفتی اور قپودان پاشا کو چوبیس گھنٹون کے اندر قتل کرا دیئے جانیکا مطالبہ کیا۔ سلطان نے اپنے بچاؤ کے لیئے اس مطالبہ کو قبول کر لیا اور باغیون نے ابراہیم کو قتل کر دیا۔ مگر باغیون کا جوش اس پر بھی فرو نہ ہوا جسپر سلطان نے خود بخود تخت چھوڑ دیا۔ اور اپنے بھتیجے محمود کو خود تخت پر لاکر بٹھلا دیا۔ اور اوس کی بیعت کی۔ بعد ازان آپ انہی کمرون مین چلا گیا۔ جہان سے اوس کا بھتیجا لایا گیا تھا۔ اور چند برسون کی نظربندی کے بعد بقضائے الٰہی (اور بقول بعض زہر ملنے سے) ملک عدم کو چلدیا۔ اس کے عہد مین ایک سو چالیس مرتبہ قسطنطنیہ مین آگ لگی۔ اور آتش زدگی کی مین اکثر مکان خاک سیاہ ہو جاتے رہے۔

احمد کے ۲۷ سالہ عہد حکومت مین گو ترکی کو مجبوراً آسٹریا مین سخت صدمات برداشت کرنے پڑے تاہم فی الجملہ اسکی حالت چندان بری نہ رہی۔ آذاف و موریا کی واپسی اور ایرانی صوبجات کی فتح سے بلگریڈ وغیرہ کے قبضہ سے نکلجانیکی بخوبی تلافی ہو گئی تھی اور دامادا براہیم پاشا کے حسن قابلیت سے عثمانیہ سلطنت کی مالی حالت بہت عمدہ ہو گئی تھی۔ اور خوبی یہ تھی کہ سنگین ٹیکسون یا جبر و ستم سے مطلق کام نہین لیا گیا تھا۔ احمد اور اسکا آخری وزیر دونون علم و ہنر کے فیاض محسن اور قدر شناس تھے۔ نیز قسطنطنیہ مین پہلا مطبع اسی سلطان کے عہد مین قایم ہوا۔ حالانکہ فاسٹ کی اس اختراع و ایجاد سے تمام یورپ عرصہ[1] دراز سے متمتع ہو رہا تھا۔ دو بادشاہ (چارلس والی سویڈن اور سٹانس لاس والیئے پولینڈ) کئی برس اس کے مہمان رہے۔ بدقسمتون اور حیرانون کے لیئے اس کی سلطنت کل دنیا مین مامن و ملجا مشہور تھی۔ قسطنطنیہ مین اسنے کئی عالیشان عمارتین تعمیر کرائین اور مفید علمی لیوتشین قایم کین جن مین سے خاص طور پر قابل ذکر ایک تو محولہ بالا مطبع۔ اور چار کتب خانے ہین۔ وزیر ابراہیم کے حسن انتظام سے جو ۱۷۱۸ء سے ۱۷۳۰ء تک جاری رہا۔ ملک کے اندر حیرت انگیز امن رہا۔ البتہ سرحدی صوبون مین بالعموم فتنہ و فساد ہوتے رہے مصر اور عرب تو ہمیشہ سے مخزن فساد چلے آتے تھے۔ بحیرۂ اسود کے شمال اور مشرق کی طرف کے صوبون مین بھی اب بکثرت بد امنی ہوتی رہی۔ بالخصوص کوبن کے نوغائی قبائل مین تقریباً ہر وقت خانہ جنگی ہوتی رہی۔ بحیرۂ اسود اور بحیرۂ خضر کے

[1] لکڑی کے تختون پر سے چھاپنے کا رواج تیرہوین صدی عیسوی مین بھی یورپ مین موجود تھا۔ ٹائپ کی ابتدائی اختراع ۱۴۴۰ء مین ہوئی تھی۔

درمیانی ممالک کا امن روس اور بابعالی کے متقابل دعاوی سے اور بھی مخدوش ہوگیا کیونکہ ۱۷۲۳ء کے معاہدہ تقسیم کی رو سے دونون سلطنتون کی حدود کی تعیین کرنا مشکل امر تھا۔

چنانچہ احمد کے جانشین کے عہد کے شروع ہی میں یعنی ۱۷۳۱ء میں روس اور ترکی کے درمیان علاقہ کبرطاس کے چرکسی باشندون پر استحقاق حکومت کے متعلق سخت تنازعہ برپا ہوگیا۔ یہ علاقہ بحیرہ اسود اور خضر کے درمیان جس وسط میں دریائے ترک کے قریب واقعہ ہے۔ روسیون نے دعوے کیا کہ یہ اُنکا علاقہ ہے۔ دلیل یہ پیش کی کہ چرکس درحقیقت علاقہ یوکرین کے کاسک (قزاق) تھے۔ جو وہان سے روسی قصبہ ترکی کے قرب وجوار میں جا بسے۔ اور اس شہر کے نام سے اپنا نام ترکس یا چرکس رکھ لیا۔ وہان سے وہ کوبن کے قرب وجوار میں چلے گئے۔ مگر مذہب بدستور عیسائی رکھا اور زار کے مطیع رہے۔ اُس علاقہ میں کریمیا کے تاتاریون کے جبر وتشدد سے انہون نے اسلام قبول کرلیا۔ اور یہ جا بسے شرق کبرطاس کو چلے گئے یس اون کو زار اپنی اصل بادشاہ کی رعیت اور اون کے علاقہ کو روسی علاقہ تصور کرنا چاہیے۔ مگر ترک اس عجیب وغریب منطق سے قائل نہ ہوئے جن کے پاس ایک بہت بڑی سند یعنی خود زار کا خط موجود تھا۔ جو اوس نے تنازعہ مذکور سے نو برس پہلے لکھا تھا۔ اور اُسمین چرکسون پر سلطان کی حکومت کو تسلیم کیا تھا ✤

ہوسپودار اور خاندان فناریان

اسی سلطان کے عہد میں صوبجات ڈینیوب کی حکومت میں اہم تبدیلی کیگئی اب تک بابعالی والیشیا اور مالڈیویا کے امرا میں سے ہی ان صوبون پر گورنر مقرر کرتا رہا تھا۔ ۱۷۱۱ء کے محاربہ پروتھ کے بعد جس میں شہزادہ کانٹی مز نمک حرامی کرکے روسیون کے ساتھ مل گیا تھا یہ دستور موقوف کردیا گیا۔ اور قسطنطنیہ کے یونانیون میں سے ان صوبون کے گورنر مقرر کیئے جانیکا قاعدہ مقرر کیا گیا۔ یہ لوگ عموماً متمول یونانی خاندانون میں سے منتخب کئے جاتے تھے۔ یہ خاندان قسطنطنیہ کے محلہ فنار میں آباد تھے۔ اور عیسائی رؤسا شمار ہوتے تھے۔ بابعالی ان لوگون کو اون کے عیسائی مذہب ہونے کے باوجود اکثر اہم عہدون میں اعلیٰ ذمہ داری کے عہدون پر مامور کیا کرتا تھا۔ اور تی زمانہ بھی اونپر مسلمان حکمران بدستور پورا اعتبار وبھروسہ کرتے ہین۔ یہ قاعدہ ۱۸۲۱ء تک جاری رہا۔ اس زمانہ کو جس میں یونانی وائسرائے ہوتے رہے اہالی مالڈیویا اور والیشیا اپنی تاریخون میں زمانہ فناریان لکھتے ہیں رولیشی حکام کی بے ایمانی کا بیہودہ سادہ اور موثر علاج وہی تھا جس پر پہلی جلد میں بحث ہوچکی ہے یعنی ان صوبون کو باقاعدہ ملحق کرکے اُنمین بھی وہی نظم ونسق جاری کردیا جاتا جو دیگر ترکی صوبون میں تھا۔ اور اون پر مسلمان گورنر مقرر کردیئے جاتے۔ مگر پابندی عہود اوس وقت بھی مانع ہوئی۔ اور بابعالی کو مجبوراً عیسائی گورنر ہی مقرر کرنے پڑے جن کی بے ایمانیون اور بیہودہ کارروائیون سے ترکی کو پہلے سے زیادہ نقصان اُٹھانے پڑے۔ ان نقصانات کے متعلق مناسب موقعہ پر مفصل تحریر کیا جانا ہوگا ✤

✤

باب ہشتم

محمود اوّل۔ محاربۂ ایران۔ طوپال عثمان۔ محاربہ و صلح ایران۔ نادر کی دوراندیشی اور ایک تجویز۔ پولنڈ کی حمایت میں فرانس کا لڑائی کرنا۔ روس اور آسٹریا کی حملہ آوری۔ کریمیا پر روسی فوجکشی۔ آسٹریا پر ترکون کی چیرہ دستی۔ فرانس کی ڈپلومیٹک کارروائی۔ عہدنامہ بلغراد۔ فرانس کا اقتدار۔ سویڈن سے عہدنامہ ۱۷۴۷ء کی امتیازات۔ محاربہ ایران۔ محاربہ وراثت تخت آسٹریا۔ ٹرکی کی صلح آمیز پالیسی اور حمایت فرانس و ٹرکی۔ روسی اقتصاب۔ صوبجات ثغور کے نئے گورنرون کی بداعمالیان۔ شاہیون کی ابتدا۔ سلطان محمود کی وفات۔ عثمان ثالث کا مختصر اور پرامن عہد حکومت۔ فرانس کی پالیسی مین تغیر۔ مقامات متبرکہ و بیت المقدس۔

سلطان محمود کو باغیون اور نیز ارکان دولت نے بھی بادشاہ تسلیم کرلیا۔ مگر کئی ہفتون تک سلطنت کا واقعی فرمانروا باغیون کا گروہ تھا۔ پندرہ دن تک قسطنطنیہ مین چارون طرف تہلکہ رہی اور اس اثنا مین کئی باغ اور محل جسا تق سلطان نے یوروپین طرز پر بنوائے تھے تباہ و مسمار کردیے گئے۔ چنانچہ جب نیا سلطان رسم شمشیر بندی کے لیے مسجد ایوبیہ کو گیا تو باغیون کا سرغنہ پٹرونا خلیل اسکے ہمراہ تھا۔ اس کی لیڈری کے حکم سے کئی اہلکار اور عہدہ دار برطرف کیے گئے۔ اور اسکی حسب پسند نئے مقرر کیے گئے۔ اوسنے اپنی وضع بالکل نہ بدلی اور وہ سلطان کے سامنے عام سپاہی کی وردی مین گھٹنون تک ننگا حاضر ہوتا رہا۔ ایک یونانی قصاب یاناکی نے اوسے پہلے کسی وقت تھوڑا سا قرضہ دیا تھا اور بغاوت کے پہلے تین دنون مین بھی اوس کی مالی امداد کی تھی۔ پٹرونا نے اوس کے صلہ مین دیوان کو اوسے مالڈیویا کا ہوسپوڈار مقرر کرنے پر مجبور کیا۔ دوسرے باغی سرغنے بھی شورہ پشتی مین خلیل سے کچھ کم نہ تھے۔ تھوڑے ہی دنون مین اونکی سینہ زوری اور متمردانہ روش حد برداشت سے متجاوز ہوگئی۔ خان کریمیا قسطنطنیہ آیا ہوا تھا اوسے بھی اونھون نے معزول کردینے کی دھمکی دی۔ یہ دھمکی اون کے حق مین مہلک ثابت ہوئی۔ ارکان دولت پہلے ہی اونکی بیخکنی کی فکر مین تھے۔ خان کی اعانت سے اونکی طاقت مضبوط ہوگئی۔ اور وزیر اعظم مفتی اور آغائے ینگچریان گورنمنٹ کو اس ذلت سے نجات دلانے مین کامیاب ہوگئے۔ دیوان کے جلسے کے بعد جس مین خلیل نے روس کے ساتھ اعلان جنگ کردینے پر بہت زور دیا تھا

قسطنطنیہ کو خود سلطان کے سامنے قتل کر دیا گیا۔ بعد ازان اسکو زبانی دوست بنا لیا اور جن لوگون نے اوسکی امداد کی تھی انمین سے بھی سات ہزار آدمیون کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ فوج کے اکثر افسر رشک و حسد کے باعث خلیل سے بگڑ گئے ہوے تھے۔ اونکی امداد سے سلطان کے طرفدارون نے باغیون کی جماعت کو جو نئے سر ہو رہی تھی بآسانی تباہ و معدوم کر دیا۔ اور اس طرح سے دو مہینون کے بعد سلطنت کو اس بلا سے رہائی مل گئی۔ بعض ترکی مورخون کا بیان ہے کہ قبالوق وزیر اعظم نے باغیون کی بیخکنی مین نہایت سختی سے کام لیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ عرصہ مین اسکے حکم سے پندرہ ہزار آدمی برسر بازار پھانسی دیئے گئے یا گھرون مین قتل کئے گئے۔

محاربہ ایران

نادر کے ہرات کی طرف چلے جانے سے ترکون نے اپنی حالت پھر سنبھال لی تھی۔ اور ایران مین نکلکر انسے چند خفیف سی فتوحات بھی حاصل ہو گئی تھین۔ نادر نے سلطان محمود کی تخت نشینی کی خبر پا کر اپنے بیٹے رضا قلیخان کو بطور سفیر قسطنطنیہ بھیجا اور مطالبہ کیا کہ بالحال آذربائیجان کو خالی کر دے۔ طہماسپ نے بھی جلوس تخت پر سلطان کو تہنیت نامہ ارسال کیا لیکن رضا قلی کی سفارت کا نتیجہ ابھی معلوم نہ ہوا تھا۔ اور نیز نادر ابھی تک ہرات کے محاصرہ مین ہی مصروف تھا کہ شاہ مذکور نے درباریون کی خوشامد و تملق آمیز باتون مین آکر اریوان کے محاصرہ کے لیئے پیشقدمی کر دی۔ فریقین مین ہمدان کے قریب خوب گھمسان کی مگر مختصر سی لڑائی ہوئی ۔۔۔ ترکی رسالون نے ایرانی رسالون کو تہ تیغ کر کے ایرانی فوج پیدل کے دونون بازوون پر دھاوا کر دیا جس سے اوسکی صفین پراگندہ و درہم برہم ہو گئین۔ اور وہ کل توپخانہ۔ گولہ بارود۔ اور سامان میدان مین چھوڑ کر فرار ہو گئی۔ اور اہالی ہمدان نے دوسرے دن فاتحین کی اطاعت قبول کر لی اور محاربہ سابقہ یعنی سال گذشتہ مین نادر کی حذاقت و شہامت سے جو کچھ حاصل ہوا تھا وہ طہماسپ کی ناتجربہ کاری اور کم عقلی سے ایک مہینہ مین ہاتھ سے نکل گیا۔ طہماسپ نے ایک ہی شکست کھا کر صلح کی التجا کر دی۔ اور ترکی مدبرین نے غالباً اس خوف سے کہ کہین نادر مشرقی ایران سے نئی فوج لیکر نہ آنکلے۔ اس معاملہ مین زیادہ توقف نہ کر کے نرم شرائط پر صلح کر لی۔ اس معاہدہ پر جو احمد پاشا والیئے بغداد کی وساطت سے ہوا تھا۔ ۱۰ جنوری ۱۷۳۲ء کو دستخط ہوئے۔ اس کی رو سے شمال مغربی علاقہ مین دریائے ارس دونو سلطنتون مین حد فاصل قرار دیا گیا۔ یعنی داغستان۔ کرسلی۔ نخچیوان۔ اریوان اور تفلیس ترکون کے پاس رہے۔ اور تبریز۔ اردبیل ہمدان اور کل لارستان ایران کو واپس مل گئے۔ البتہ ضلع کرمانشاہ مین سے پانچ محال احمد پاشا کے حسن خدمات کے صلہ مین اوس کے زیر حکومت صوبہ یعنی بغداد مین شامل رہنے دیئے گئے۔ اس معاہدہ سے نہ تو ترک خوش ہوئے نہ ایرانی۔ ان شرائط عام پر جن کی کنہہ طہماسپ یا عوام ترکون کو معلوم نہ تھی۔ ترکی مین اسقدر عام ناراضگی پھیل گئی کہ سلطان کو مجبوراً اپنا وزیر اعظم اور شیخ الاسلام جو مصالحت کر لینے پر سب سے زیادہ سرگرم اور مصر تھے موقوف کر دینے پڑے۔ ایران مین ترکی سے زیادہ ناراضگی پھیل رہی تھی۔ جو اس وجہ سے اور بھی بڑھ گئی تھی کہ ایرانی اسیران جنگ کی رہائی کے متعلق معاہدہ مین کوئی ذکر نہین تھا۔ نادر کو جب اس معاملہ کی خبر پہنچی تو اوسے اس عام ناراضگی اور طہماسپ کی حماقت سے اپنے ارادہ کو جو وہ برسون سے دل مین چھپائے ہوئے تھا۔ پورا کرنے کا عمدہ بہانہ ملگیا۔ اوس وقت وہ افغانون کی سرکوبی اور فتح ہرات سے فراغت پا چکا ہوا تھا

اوس نے جمیع اہالی ایران کے نام ایک فرمان اعلان کی صورت میں صادر کر کے اوس میں معاہدہ اور معاہدہ کنندہ پر سخت لعنت و ملامت کی اور تحریر کیا کہ مشتمین معاہدت کر روسے ایران کی مملکت بزرگ تر دوارس تک محدود ہوجاتی ہے معاہدہ نہیں معاندت ہے۔ اور جس مصالحت سے اہالی ملک کا جسم غفیر اعدا کے چنگل میں چھوڑ دیا گیا ہو عین مکاوحت (علانیہ دشمنی) ہے۔ یہ معاہدہ حکم خدا اور محبت علی مرتضی کے عین برخلاف ہے جن کے روضہ مبارک کے گرد فرشتے ہر وقت درگاہ باری میں دشمنوں کے ہاتھ سے شیعیان علی کی رہائی اور مخلصی کے لیے التجا کرتے رہتے ہیں" اس کے ساتھ ہی ایک سفیر سلطان محمود کے پاس روانہ کیا۔ کہ یا تو ممالک ایران واپس کر دو یا لڑائی کے لیے تیار رہو۔ اُدھر احمد پاشا کو بھی اپنی فوجکشی کی خبر کہلا بھیجی مملکت روس سے دربندلا تک اس شرط پر صلح کرلی ہوئی تھی کہ روسی تمام ایرانی مقبوضات کو چھوڑ دیں۔ اس شرط کی ایفاد کی نگرانی کے لیے دو معتبر سپہر حضر کے متفرق علاقوں میں بھیجکر خود اصفہان کا عازم ہوا۔ اور وہاں پہنچکر طہماسپ کو سخت تر جروتوبیخ اور لعن وطعن کرنیکے بعد معزول کر دیا۔ اور اوس کے ایک ہشت ماہہ بیٹے کو عباس ثالث کے نام سے تخت نشین کر کے کل مہام سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لیلیا۔

طوپال عثمان

اس سے فارغ ہو کر نادر نے لشکر جرار سے بغداد پر فوجکشی کر دی۔ احمد پاشا کی قابلیت لیاقت کی خبر تھی۔ اور سلئے پوری تیاری کر کے گھر سے روانہ ہوا تھا۔ مگر اوہر باب عالی بھی غافل نہ تھا۔ اونے ایک لاکھ چیدہ فوج طوپال عثمان کی زیر کمان نادر کے مقابلہ کیلئے بھیجدی۔ نادر احمد پاشا کی فوج کو پہم شکست دیتا ہوا بغداد پہنچگیا۔ اور اوس کا محاصرہ شروع کر دیا۔ مگر طوپال عثمان کے قریب پہنچنے کی خبر ملنے پر بارہ ہزار فوج بغداد کے سامنے چھوڑ کر خود اوس کے مقابلہ کے لیئے دریائے دجلہ کو کنارہ کنارہ روانہ ہو گیا۔ طوپال عثمان بغداد سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر موضع سامرہ کے قریب خیمہ زن تہا۔ فریقین میں مقام دیجی لک تحت خونریز معرکہ آرائی ہوئی۔ آخر آٹھہ گھنٹوں کی لڑائی کے بعد ایرانیوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اور نادر بھی زخمی ہو گیا۔ مگر اوسکی ہزیمت خوردہ فوج اپنے جرنیل کو ہمراہ بچانے میں کامیاب ہو گئی۔ یہ لڑائی ۱۲ جولائی ۱۷۳۳ء کو ہوئی۔ اہالی بغداد کو ابھی اس فتح کی خبر نہیں پہنچی تھی کہ اونہوں نے ایرانی فوج پر حملہ کر کے اوسے تتر بتر کر دیا۔

بقول ترکی مورخین اس محاربہ میں ایرانیوں کو ساٹھ ہزار اور بقول ایرانی مورخ میرزا مہدی جس نے نادر کے حالات تحریر کیے ہیں بیس ہزار آدمی میدان جنگ میں تلف ہوئے۔

جنگ کی داستان کو کچھ دیر کیلئے الگ رکھکر اس موقعہ پر طوپال عثمان کے مختصر حالات درج کر دینا نامناسب نہ ہوگا اس نیک نہاد ترک کی تعریف میں عیسائی مسلمان کل مورخ یکساں تر زبان ہیں۔ گذشتہ صدی کا یہ نامور وزیر اعظم قابل تذکرہ

سلہ چونکہ رعایا کو خاندان صفویہ کی برخلاف برانگیختہ کر کے اسی سے ملا ہوا تھا اور ترکوں پر فوجکشی کر تا تصور تہا۔ نادر اس وقت تک شیعہ تھا لیکن جب طاقت مضبوط کر لی اور خاندان صفویہ کا استیصال کر دیا تو آپ سنت جماعت ہوگئے۔

اور شجاع ہی نہیں بلکہ ایسا شریف الطبع۔ فیاض۔ حق شناس اور نیک طینت تھا کہ مدت العمر تک کسی کا احسان نہیں بھولتا تھا۔ ایک انگریز سیاح مسمی سینیر نے جس نے ۱۸۴۷ء اور ۱۸۵۰ء کے درمیان بلاد مشرق کی سیاحت کی تھی اسکی سوانح عمری تحریر کی ہے جس کے دیباچہ میں وہ تحریر کرتا ہے "میں نے یہ کتاب محض اسلیے لکھی ہے کہ ہم نیک نظیر سے مستفید ہوں کیونکہ تاریخ کا سب سے بڑا فائدہ یہی تسلیم کیا گیا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ اس داستان کے پڑھنے سے ہر شخص کو بھی خوشی حاصل ہوگی۔ ہاں وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو احسانمندی کو ایک قسم کی نیک وحشت یا ایسی خوبی تصور کرتے ہیں جو صرف چھوٹے دل والوں میں پائی جاتی ہے اور انکا مقولہ ہے کہ کیونکہ یہ لوگ کمزور دل کے ہوتے ہیں انکی کمزوری (یعنی احسانمندی) اسقدر نشوونما پا جاتی ہے کہ آخر خود غرضی اور خود بینی پر بھی جس کی کل بنی آدم پرستش کرتے ہیں غالب آجاتی ہے"

عثمان صوبہ سوریا میں پیدا ہوا اور قسطنطنیہ کے شاہی مدرسہ میں تعلیم پائی جب سے عیسائی بچوں کو لینے کا رواج متروک ہوا تھا سرکاری ملازمت کے قابل بنانے کیلیے ترک اپنی لڑکوں کو عموماً اسی مدرسہ میں تعلیم دلایا کرتے تھے۔ بتدریج ترقی پاتا ہوا ۲۶ برس کی عمر میں وہ بگلر بیگ کے عہدہ پر پہنچ گیا۔ اور باب عالی کیطرف سے خاص سفارت پر مصر کے گورنر کی طرف بھیجا گیا۔ راستہ میں ہسپانوی قزاقوں کے ایک جہاز نے اسکے جہاز پر حملہ کیا۔ عثمان نے مردانگی سے مقابلہ کیا۔ مگر آخر قزاق غالب آگئے۔ اور اوس کا جہاز پکڑ لیا گیا۔ لڑائی میں عثمان کو ایک ایسا سخت زخم پہنچا جس سے وہ ساری عمر کے لیے لنگڑا ہو گیا۔ ترکی میں طوپال لنگڑے کو کہتے ہیں تب سے اسکا نام طوپال عثمان پڑ گیا۔ اندلسوی قزاق مال لیتا مالٹا کو لیگئے جہاں ان دنوں مارسیلز کا ایک فرنچ مسمی ونسنٹ ارناڈ حاکم بندر تھا۔ آرناڈ جہاز پر آکر قیدیوں کو دیکھتا پھرتا تھا جب وہ عثمان کے قریب آیا تو عثمان نے اسے مخاطب کر کے کہا "کیا تم فیاضی اور جوانمردی کا کام کر سکتے ہو؟ مجھے زر فدیہ دیکر چھڑا لو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ایسا کرنے سے خسارہ میں نہ رہو گے" عثمان کی وجاہت اور نطق صحیح سے ٹپک رہا تھا کہ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ ارناڈ کو اسکی گفتگو سے اس امر کا اور بھی یقین ہو گیا اوس نے قزاقوں کے کپتان سے جو ساتھ ہی تھا۔ دریافت کیا۔ اس اسیر کا کیا فدیہ لوگے۔ جواب ملا ایک ہزار سیکوان یعنی پانچسو پونڈ اس پر فرنچ نے عثمان سے کہا "میں تمہاری نسبت کچھ نہیں جانتا۔ کیا میں صرف تمہاری زبان پر اعتبار کر کے ایک ہزار سیکوان کا جوکھم برداشت کر لوں"

عثمان نے جواب دیا "ایک محض اجنبی کی زبان پر اعتبار نہ کرنے سے میں تمہیں ملعون نہیں کر سکتا۔ مگر ساتھ ہی میں اس وقت سوائے اپنے حلفیہ قول کے اور کچھ نہیں دے سکتا۔ نہ میں اس امر کی کوئی دلیل پیش کر سکتا ہوں کہ تمکو میرے قول پر اعتبار کر لینا چاہیے۔ تاہم میں تمہیں یہ کہے دیتا ہوں کہ اگر تم نے اس پر اعتبار کر لیا تو تمہیں متاسف نہ ہونا پڑے گا" یہ ایک مشہور مثل ہے کہ دل را بدل راہ باشد۔ آرناڈ پر عثمان کی صاف بیانی اور مردانہ روش نے اپنا پورا اثر کر دیا۔ آخر زر فدیہ میں سے چار سو سیکوان کم کرائے اور چھ سو دیکر عثمان کو رہا کرا لیا۔ پھر اسے ایک عمدہ مکان میں اتار کر اوس کے زخموں کے مندمل ہونے تک مرہم پٹی کرتا رہا۔ اور جب وہ صحت یاب ہو گیا تو اوسکو مصر پہنچا دیا۔ عثمان نے قاہرہ پہنچکر آرناڈ کو ایک ہزار سیکوان بعوض زر فدیہ اور پانچسو کروان (چار سو

کر دان کا ایک پونڈ) اور بیش قیمت سموریں جو بلاد مشرق میں سب سے ممتاز تحفہ متصور ہوتی ہیں بطور ہدیہ ارسال کریں۔ چند برس کے بعد نالی پئیس سے صوبہ موریا کو پھر فتح کرنے میں نہایت ناموری حاصل کی۔ اور ۱۸۲۲ء میں صوبہ مذکور کا سرعسکر مقرر کر دیا گیا۔ اس عہدہ پر مامور ہوتے ہی اوس نے آرناڈ کے بیٹے کو مدعو کیا۔ اور فائدہ بخش تجارت کے کئی ایسے موقع اوس کے اختیار میں دیئے کہ اوس نے تھوڑے سے عرصہ میں زر کثیر جمع کر لیا۔ اور آخر بیکر اپنے باپ کے پاس واپس گیا۔ ۱۸۲۸ء میں عثمان رومیلیا کا گورنر مقرر ہوا۔ اوس نے اپنے محسن اور اوس کے فرزند کو پھر مقام تیابین جو اوس کی گورنمنٹ کا صدر مقام تھا مدعو کیا۔ اور اون کی ایسی عزت توقیر کی کہ پہلے کسی ترک نے کسی عیسائی کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کیا تھا۔ رخصت ہوتے وقت آرناڈ نے مدح و دعا کے طور پر یہ آرزو ظاہر کی "مجھے امید ہے کہ میں قسطنطنیہ میں وزیر اعظم کی حیثیت سے تم سے ملاقات کرنے کے وقت تک زندہ رہونگا" جب ۱۸۳۱ء میں طوپال کو یہ منزلت بھی حاصل ہوگئی تو اوس نے آرناڈ اور اوس کے فرزند کو پھر مدعو کیا۔ اور کل اعلیٰ اعیان سلطنت کے روبرو اون کو اپنے محل میں ملاقات کرتے وقت بڑے آرناڈ کی طرف اشارہ کر کے کہا "اس فرنگی کو دیکھو ایک وقت میں قید و بند میں محبوس پابزنجیر ہو کر میں شہر ابور اور زخموں سے چکنا چور ہو رہا تھا یہی وہ شخص ہے جس نے مجھے زر فدیہ دیکر بچایا۔ یہ شخص میرا آقا اور محسن ہے۔ جان و مال اور آزادی الغرض جو کچھ میرے پاس اس وقت موجود ہے۔ وہ سب اسی کی طفیل ہے۔ بغیر جانچنے کے اوس نے میرے واسطے زر خطیر فدیہ میں دیا۔ اور محض میری زبان پر اعتبار کر کے مجھے رخصت کر دیا۔ اور مجھے ایک جہاز دیا کہ جہاں چاہوں مجھے پہنچا دے۔ عیسائی تو تھا۔ کیا مسلمانوں میں بھی کوئی ایسا شخص ہے جو ایسی فیاضی دکھا سکے؟" یہ کہکر اس نے باپ بیٹا دونوں کے ہاتھ پکڑ لیے اور خلوص دل اور شفقت و مہربانی کے ساتھ انسے اونکی خیر و عافیت پوچھی۔ اور دنیاوی کاروبار کے متعلق دیر تک سوالات کرتا رہا۔ اس رسمی ملاقات کے بعد اوس نے اون کو کئی مرتبہ پرائیویٹ ملاقاتوں کا فخر بخشا جن میں وہ کسی طرح کے تکلف کے بغیر اس طرح ملتے رہے جیسے دو دوست ملتے ہیں۔ اور واپسی کے وقت اون کو بیش بہا تحایف و ہدایا سے لاد دیا۔ ہیشوی وزیر کے اس اظہار شکر و امتنان پر حسب ذیل برجستہ ریمارک کرتا ہے:-

"اوسکا طریق عمل فی الحقیقت نہایت ہی شریفانہ اور بے نظیر تھا۔ اوس کے ہر عمل سے صاف ظاہر ہو جاتا تھا کہ اسکا دل کیسا وسیع اور ہمارے ساتھ سلوک کیسا ارفع ہے۔ اوس کا یہ برتاؤ بالخصوص اور بھی زیادہ شریفانہ تھا کیونکہ علاوہ اس امر کے کہ عموماً ترکوں کے دلوں میں عیسائیوں کی طرف سے تعلیمی تعصبات کی وجہ سے حقارت و تنفر پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وزیر نے خود کو اوس سے ارفع و بلند ثابت کیا۔ مزید قابل غور یہ امر ہے کہ اوس نے یہ اقبال اپنے کل درباریوں کے سامنے کیا تھا اور اس سے اوسکی طبعی شرافت کی پوری کیفیت معلوم ہوتی ہے"

۱۸۳۳ء میں جب عثمان وزارت سے الگ کر دیا گیا۔ تو اوس کے دوست احباب اور متوسلین کو سخت رنج و افسوس ہوا۔ مگر طوپال نے اسکی کچھ پرواہ نہ کی اور خاص قابل ذکر یہ امر ہے کہ اوسکی یہ لاپروائی عام عقیدہ تقدیر و توکل ہی کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس سے زیادہ شاندار خیال پر مبنی تھی۔ اوس نے اپنے کل اقربا اور احباب کو جمع کر کے حسب ذیل خطاب کیا "تم کیوں رنج و اندوہ میں ہو

مبتلا ہوا کیا ہوں ہمیشہ تمہیں نہیں کہتا رہا تھا کہ کل عہدوں سے وزارت عظمٰی کے عہدے کی ہیبت سب سے کم ہوتی ہے مجھے صرف اس بات کا خیال رہتا تھا کہ میں عزت و آبرو کے ساتھ اس عہدہ کو چھوڑوں۔ اور خدا کا شکر ہے کہ میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جسکی وجہ سے میں اپنے تئیں ملامت کروں۔ میرا آقا سلطان معظم میری خدمات سے خوش ہے اور میں بمسرت تمام مستعفی ہوا ہوں۔ اس کے بعد اُس نے خدا کا شکر بجا لانے جانیکا حکم دیا۔ گویا کہ یہ امر اوس کے زندگی کی نہایت ہی مبارک واقعات میں سے تھا۔

محاربۂ ایران و معاہدۂ صلح - نادرشاہ کی دوراندیشی اور نیک تجویز -

مگر طوپال کو عزلت نشین ہوئے زیادہ عرصہ ہوا تھا کہ نادر کی فوجکشی سے باب عالی کو اُسکی خدمات کی پھر ضرورت پڑگئی۔ اور ادسے کامل اختیارات دیکر ترکی افواج متعینۂ ایشیا کا سپہ سالار بنا دیا گیا۔ جہاں اُس نے متذکرہ صدر فاش شکست فاتح خراسان و ایران و افغانستان و ہند کو دی۔ ڈریج ڈاکٹر جین نکوڈمی ڈی جو بحیثیت طبیب عثمان کے ہمراہ گیا تھا۔ اس لڑائی کے حالات فرانس کے مارکوئس ویل نووی کو تحریر کرتے وقت عثمان کے ذاتی اوصاف کی کمال تعریف کی ہے۔ اور اوسکی تحریر سے انگریز سیاح ہین وے کے بیانات کی پوری پوری تصدیق ہوتی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:-

"عثمان کی ذات میں کبر و نخوت نام کو نہ تھا۔ وہ اپنے سپاہیوں سے برادرانہ برتاؤ کرتا۔ اوس کے ماتحت جس قدر فوج تھی سب کو اس سے دلی محبت تھی۔ اُس نے اپنی سپاہ کی نقل و حرکت میں نہایت قابلیت سے اور معرکہ میں اُسے باحسن طریق قابو میں رکھکر اوس سے قابل تعریف مہارت اور لیاقت سے کام لیا۔ لڑائی کے دن وہ نماز سے فارغ ہو کر پشت توسن پر سوار ہوا۔ اُس دن سے پہلے پُرانے زخموں کی درد کے تازہ ہو جانے اور علیل ہونے کی وجہ سے وہ کل محاربہ میں گھوڑے پر سوار نہ ہوا تھا اور تخت رواں پر سواری کرتا رہا تھا۔ اوس دن جو طاقت و ہمت اوس نے ظاہر کی اوسکی وجہ میں اسکے سوائے اور کچھ نہیں بتا سکتا کہ اُسے اوس کے جنگی ولولہ و شوق اور اُس آتش تیز سے جو اوس کے سینہ میں مشتعل تھی منسوب کروں۔ میں نے اپنے سامنے ایک ایسے شخص کو گھوڑے پر سوار ہوتا دیکھا جسکی کمر ضعف اور تلوار اور بندوق کے بیشمار زخموں سے جنہیں سے اکثر کا علاج اسکے اطبا نے درست طور پر نہیں کیا تھا خمیدہ ہو رہی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں میں نے اُسی شخص کو نوجوانوں کی طرح شمشیر بدست گھوڑے کو ادھر اُدھر دوڑاتے دیکھا۔ اوس کا چہرہ خوشی سے سرخ اور آنکھیں مشتعل ہو رہی تھیں۔ اُس نے صف بصف پھر کر سب کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور کل احکام قابل تعریف مستعدی و استقلال سے دیتا رہا۔"

اس فتح سے چند دن بعد اُس نے ایرانی فوج کی ایک اور دستہ کو مقام لیلان پر شکست فاش دی مگر تیسری لڑائی میں ٹرکی کی قسمت کا پانسہ پلٹ گیا۔ نادر اور اوسکی فوج نے شکست کھا کر ہمدان کے صحرا میں دم جا لیا۔ جہاں پہنچکر وہ اپنی ہزیمت خوردہ فوج کو جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس شکست کے بعد نادر نے جس بے نظیر تدبیر و ہمت سے کام لیا پہلے کبھی اوس سے ویسا ظہور میں نہ آیا تھا۔ اُس نے فوج کو ملامت کرنے کے عوض تحسین کی۔ اور تشنیع و تذلیل کی بجائے اونکی خاطر و مدارات کی۔ اور نقد و جنس اور

حیوانات کی قسم سے جس قدر اہل فوج کو نقصان پہنچا تھا۔ اوس سے دگنا اون کو اپنے پاس سے عطا کر دیا۔ اور اسطرح احسان مند کر کے اون کو دشمن سے عوض لینے کی نسبت ایک ترغیب دی۔ اس کارروائی سے نادر کی شہرت اور بھی زیادہ ہو گئی اور کل اطراف ایران سے لوگ جوق در جوق جمع ہونے شروع ہو گئے چنانچہ ابھی تین مہینے نہ گذرے تھے کہ پہلے سے زیادہ فوج لیکر وہ بغداد پر حملہ آور ہو گیا۔ ادہر طوپال کی فتح کی خبر جب قسطنطنیہ پہنچی تو وزراء نے حسد و رشک سے جل بھن کر کمک اور سامان حرب و ضرب حتی کہ فوج کی تنخواہ بھیجنے میں بھی توقف کر دیا۔ تاہم طوپال عثمان نے نادر کی پیشقدمی کو روکنے کے لیے سعی بلیغ کی۔ اور فوج سواران کا ایک زبردست دستہ بطور ہراول آگے بھیجا۔ فریقین میں بغداد اور سوانجی کندی کے درمیان مقام کرکوک کے قریب مقابلہ ہوا۔ ترکی فوج ہراول شکست کھا کر پیچھے ہٹ آئی۔ اُسے دیکھکر دوسری فوج بھی شکستہ دل ہو گئی اور ترک میدان جنگ سے بھاگ گئے۔ بہادر طوپال آخری وقت تک شمشیر بدست دشمن سے مقابلہ کرتا رہا۔ اوس نے بھاگنے کی ذلت پر موت کو ترجیح دی۔ اور بہادر وطن کی موت مرا۔ اوس کے چند خدام اوسکی لاش کو میدان جنگ سے اُٹھا لیگئے جو بعد[1] قسطنطنیہ لاکر دفن کر دیگئی۔

اس کے بعد نادر نے بغداد کی طرف رخ کیا مگر راستہ میں محمد خان بلوچ کی بغاوت کی خبر سنکر حسب اتفاق وقت احمد پاشا والئے بغداد سے صلح کر کے فارس کو لوٹ گیا۔ ابھی اس فتنہ کے اطفاء سے فارغ نہ ہوا تھا کہ اُسے خبر ملی کہ باب عالی نے احمد پاشا کے معاہدہ کو قبول کرنے سے انکار کر کے عبداللہ پاشا والئے مصر کو فوج دیکر اور پورا اختیار دیکر ایران کی سرحد پر روانہ کیا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ بلاد آرمینیا اور گرجستان کی طرف چل پڑا۔ اور دریا ارس پر پل ڈالکر تفلس گنجہ اور اریوان کا ایک ہی وقت محاصرہ کر لیا۔ عبداللہ پاشا قارص کے قریب مقیم تھا۔ اور اُس نے اپنے کیمپ کو مورچوں اور خندقوں وغیرہ سے خوب مستحکم کر لیا ہوا تھا۔ نادر نے ایسے محفوظ مقام پر حملہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور عبداللہ کو اس سے باہر نکالنے کیلئے متذکرہ صدر شہروں کا محاصرہ کر لیا۔ نادر کا قیاس درست ثابت ہوا۔ ترکی سپہ سالار محاصروں کی خبر سنتے ہی اونکی کمک کو روانہ ہو گیا مگر ابھی راستہ میں ہی تھا کہ نادر بھی پیشقدمی کر کے نصف راہ میں اس کے مقابل آ پہنچا۔ اور صاف میدان میں دونوں فوجیں صف آرا ہو گئیں۔ ترکی فوجیں بقول میرزا مہدی ساٹھ ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادہ تھی۔ اور نادر کے پاس اس سے آٹھواں حصہ فوج تھی مگر ایک تو اُنہیں جوش دلانیوالی تقریروں اور پھر اپنے خواب سُنا سُنا کر فوج کے حوصلہ بڑھا دیئے ہوئے تھے۔ دوسرے لڑائی کے شروع میں ہی ایک ایرانی سپاہی رستم نام ترکی سپہ سالار کا سر کاٹ کر نادر کے پاس لے گیا جس نے اُسے نیزہ پر بلند کرنے کا حکم دیا۔ اُسے دیکھتے ہی ترکوں کے قدم متزلزل ہو گئے۔ اور وہ میدان جنگ سے بھاگ گئے۔ اس فتح کے بعد نادر نے گنجہ تفلس آسانی فتح کر لیئے۔ ان متواتر شکستوں سے تنگ آکر باب عالی نے مصالحت کا نامہ و پیام شروع کر دیا۔ نادر نے اس دوران میں ترکی کا روس سے بگاڑ کرا دیا تھا۔ روس نے ۱۷۳۵ء میں تمام ایرانی علاقے خالی کر کے نادر سے صلح کر لی تھی۔ اور ترکی [illegible] کر لیا۔

[1] مرزا مہدی مؤرخ وقائع نادری کا بیان ہے کہ نادر نے لاش کو ادب و احترام سے سلطانی لشکر میں بھجوا دیا تھا۔ مؤلف۔

جب ایرانیوں کے برخلاف ترکی فوج کی مدد کیلیئے شمالی ایران کیطرف علاقہ کیرطاس سے گذرنے لگا تہا تو روسیوں نے مقابلہ کرکے اوس کو پیچھے ہٹ جانے پر مجبور کر دیا تہا۔ مگر روسی محاربہ کا ذکر آگے کیا جائے گا۔ روس کی ساتھ ٹرکی کی لڑائی شروع ہو جانے سے نادر کو ترکوں کی برخلاف مزید کارروائی کرنیکا خوب موقعہ ملگیا تہا۔ مگر اب اوس کی خیالات دوسری طرف متوجہ ہوگئے تھے شیرخوار شاہ عباس ثالث فوت ہوگیا تھا۔ اور نہیں زیادہ دیر تک یہ وہ وارث قائم رکھنا فضول سمجہکر اب کامل طور سے شاہ ایران بننے کا فیصلہ کر لیا تہا نیز وہ اب اس مصلحت سے سنت والجماعت کی طاقت کو بھی کمزور نہیں کرنا چاہتا تھا کہ کہیں اہل ایران شیعہ خاندان صفویہ کی حمایت میں کھڑے ہوکر اسے نقصان پہنچاویں۔ اسنے باب عالی سے صلح کرلی۔ اور عہدنامہ پر ماہ ستمبر ۱۷۳۶ء فریقین کے دستخط ہوگئے جسکی رو سے دونوں سلطنتوں میں وہی سرحد قائم کیگئی جو ۱۰۴۹ ہجری کے عہدنامہ کی رو سے سلطان مراد چہارم کے عہد میں کیگئی تھی۔ اور اس طرح سے ترکوں کے تصرف سے بھی تارص۔ ایران وغیرہ وہ کل ایرانی علاقے جو بروئے معاہدہ تقسیم اون کو حصہ میں آئے تھے نکل گئے۔ احمد پاشا والیئے بغداد کے ساتھ بھی اسی شرط پر معاہدہ ہوا تھا جیسا یہ معاہدہ میں نادر نے کمال دوراندیشی سے کام لیکر اسلام کے دونوں بڑے فرقوں کو متفق و متحد کرنے کیلیئے چند بنیادی شرائط بھی درج کرادی تہیں۔ اس اتفاق کو جس طرح سے وہ پیدا کرنا چاہتا تھا[1] اوس کی توضیح اوس نے بعد میں تخت نشینی کے وقت بالتفصیل کر دی مگر افسوس

[1] تاریخ ملکم میں اس کے متعلق حسب ذیل مرقوم ہے۔ در این اوقات نادر دید وقت آنست کہ پردہ از روئے کار برگیرد۔ بخبر فوت عباس بن طہماسپ طفلیکہ بسلطنت برداشتہ بود بہمہ رعایا وثیقات رسید و چون رسم بتداولہ سلاطین ایران ہست کہ ہر سال در ہنگامیکہ خورشید بنقطہ اعتدال ربیعی رسد آن روز را عید کنند۔ وجہت اجرائے مراسم ہمہ اعیان وضا دید ملک در دربار حاضر گردند۔ نادر زمانے باحضار جمیع صاحب منصبان ملکی و لشکری از اقاصی و ادانی صادر کردہ فرمان داد تا در روز عید نوروز بجہت اجرائے مراسم عید در جولگائے مغان جمع شوند و تخمین فرمود تا عمال عیدیہ بجہت عمال وقت کہ امراء منزل کنند برپا نمایند۔ و آنچہ اسباب لوازم زاد و عیش و عشرت است بوضع ملوکانہ مہیا دارند۔ آوردہ اند کہ جمعیت از صد ہزار متجاوز بود۔ اگر لشکریان نیز داخل این عدد باشند تا باید اغراق نباشد۔ چون مردم جمع شدند در روز صبح عید باحضار رؤسا فرمان دادہ چنانکہ میرزا مہدی گوید ایشان را مخاطب ساخت و گفت شاہ طہماسپ و شاہ عباس ہر دو پادشاہ و پادشاہزادہ در مہد و سرپر موجود اند۔ ایشان را یا ہر کس کہ از زندہ انہم سروری دانند بپادشاہی و سلطنت بردارید۔ من آنچہ حق کوشش بود بجا آوردم و مملکت خود را از دست افغان و روم و روس خلاص کردم۔ مردم ہمہ باتفاق گفتند کہ پادشاہی حق کسے ہست کہ مملکت را از دست اعدا خلاص کردہ و نقطہ ہم او تواند کہ حفظ کند۔ نادر اباکردہ سوگند یاد کرد کہ ہرگز اندیشہ سلطنت ایران در خاطرش خطور نکردہ ہست۔ تو یکماہ ہر روزہ این مطلب در میان بود و اصرار و امتناع طرفین صورت داد و بیاد میگرفت تا این کہ بالآخرہ نادر مسئول مردم را باجابت مقرون داشت و در حقیقت علی الظاہر بسہ رضا جنبیدہ گفت کہ از زمان رحلت حضرت رسالت پناہی چہار خلیفہ بعد از یکدیگر متکفل امر خلافت شدہ اند۔ شاہ اسمعیل صفوی این مذہب را منسوخ کردہ مذہب تشیع را شائع و مسلوک داشت۔ و از وقتیکہ مذہب شیعہ شائع شدہ است در ایران ہمیشہ فتنہ بودہ است۔ ہرگاہ اہالی ایران سلطنت مرا مرغوب و آسائش خود را طالب باشند باید این مذہب را تارک و بمذہب اہل سنت سالک شوند۔ و چونکہ

اُسے اس مدعا میں کامیابی نہ ہوئی۔ البتہ یہہ ہوگیا کہ اوس کے عہد میں شیعہ اور سُنیوں کے نفاق و عداوت باہمی میں معتدبہ تخفیف ہوگئی۔ اور بعد ازان یہہ کبھی ان دونون فرقون کو ہمیشہ بحیثیت ایکدوسرے کے مقابل نہین نکلنا پڑا۔ لیکن اگر نادر کا منشا پورا ہوجاتا۔ اور عملی مخالفت کو ساتھہ ہی دلی کدورت یا باہمی تنافر اور کراہیت کی بیخکنی ہوجاتی تو غالباً مسلمان اس ہیبت ناک حالت میں نہ ہوتے جس میں کہ وہ آجکل ہیں۔ اور اس سے پہلی صدی کی نسبت بہت زیادہ ذلیل و کمزور اور پامال نہ ہونے پاتے۔ اب کچھہ عرصہ سے پھر اتحاد کی تحریک ہورہی ہے اور زیادہ خوشی کا یہ مقام ہو کہ شاہ ایران و خلیفۃ المسلمین کے پولیٹکل اتحاد یا دوستی کے علاوہ خیرخواہ محب قوم و ملت شیعہ علما اس معاملہ مین سعی کرنے کا ارادہ کر رہے ہین۔ جو خدا کرے کہ اپنے نیک ارادہ مین پوری طرح سے کامیاب ہوں۔ اور اگر یہ مدعا حاصل ہوگیا تو نادر کی ناکامی کا تمام رنج و افسوس دور ہوجائیگا۔ انگریزی کی ایک مثل ہے کہ نہ ہونے سے دیر کرکے ہونا بہتر ہے۔ گذشتہ ڈیڑھ صدی کے نقصانات ہی سہی اگر دونون فرقون کو نفاق کی مضرتین معلوم ہوجائین تو وہ نقصان قابل افسوس نہین بلکہ واجب الشکر سمجھے جائینگے۔

پولنڈ و فرانس

ٹرکی ایران کے محاربہ سے ابھی نیم فارغ ہی ہوئی تھی کہ دربار سینٹ پیٹرزبرگ[1] نے جو چند برسون سے پامالی کے ساتھہ چھیڑ خانی کر رہا اور پولنڈ مین بھی معاہدون کے برخلاف فوجی مداخلت کرتا رہا تھا۔ ترکون کو جو نادر کی تلوار سے بہت کچھہ کمزور ہوگئے تھے علانیہ لڑائی کرنیکا عزم کرلیا۔ مگر اس سے پہلے شمالی یورپ کی بیاندار عیسائی طاقت کی اس کارروائی کا جو آخر پولنڈ مین کی مجمل ذکر کردینا ضروری ہے۔ پولنڈ کی حالت دو صدیونکی خانہ جنگیون سے ایسی خراب ہورہی تھی کہ اوسکی بربادی مین کوئی شبہہ نہین باقی رہگیا تھا کل یورپ مین ترکون کے سوا جو اوسکا قیام محض سیاسی وجہ سے چاہتے تھے جس طرح سے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۱۔ چون امام جعفر از ذریہ رسول و عند الناس ممدوح و مقبول است دراسم مذہب خود ساز ند۔ مردم ہمہ بایشان تغییر رضی شدند فرمان صادر شد کہ این مطلب را گوش زد جمیع الناس نمایند۔ یسین درگفت کہ حضرت علی را سلطان اسلامیون انہا کردہ و راہم خواست تا حقیقت مذہب جعفری ازعالی کردہ آثار خاص ہم شہ ابرد۔ وچنانکہ چہار رکن در حرم کعبہ نماز چہار مذہب معین است رکنی ہم بجہت این شیعہ جعفریہ از مذہب خمسہ منظور شود۔ (مؤلف)۔

[1] پیٹر کے بعد دو برس اوسکی قیصرہ کیتھرائن حکمران رہی۔ اوس کے بعد پیٹر کا پوتا یعنی مقتول شہزادہ الیکسس کا بیٹا پیٹر ثانی تخت نشین ہوا مگر تین برس کے بعد ۱۷۳۰ء میں اُسے معزول کرکے پیٹر کے بڑے بھائی ایوان پنجم کی لڑکی اینی ڈچس آف کورلنڈ کو قیصرہ بنایا گیا وہ اکتوبر ۱۷۴۰ء میں فوت ہوئی۔ اور صرف نو مہینے کا بچہ شہزادہ برنزوک ولفن بٹل (جرمنی کی ریاست) کو ایوان ششم کے نام سے جو تین مہینوں کا تھا اپنے معشوق ڈیوک بیرن کی ولایت مین اپنا جانشین مقرر کرگئی۔ مگر پیٹر اول کی بیٹی الزبتھ ۱۷۴۱ء میں آکر بغاوت کرکے تخت نشین ہوگئی۔ ایوان ششم ۱۷۶۴ء میں قیدخانہ مین ہلاک کر ڈالا گیا تھا۔ الزبتھ جو عاشق مزاجی مین اپنے خاندان کی کسی ملکہ سے کم نہ تھی جنوری ۱۷۶۲ء مین فوت ہوئی۔ اور اوسکی بہن کا بیٹا پیٹر سوم کے نام سے تخت نشین ہوا مگر چند مہینوں کے بعد ہی اوسکی بیوی کیتھرائن اوسے قتل کراکر تخت پر بیٹھ گئی۔ ان روسی فرمان رواؤن کے چال چلن اور پولیٹکل کارروائیون کا مفصل ذکر بجز سے اس جگہ بالاختصار انکی فہرست دیدیگئی ہے (مؤلف)۔

آج انگلستان ایشیا میں افغانستان و سیام کا چاہتا ہے (یعنی اس لیئے کہ وہ روس و فرانس کے برخلاف بفر سٹیٹ اور حد فاصل کا کام دیتے رہیں) صرف ایک سلطنت فرانس کی بھی یہی خواہش تھی کیونکہ اس قوم میں گو لاکھ برائیاں ہوں مگر وہ بالعموم کمزور اور ضعیف کی امداد و اعانت سے دریغ نہیں کرتی - اس قومی وصف کے علاوہ مدبرین فرانس اور بھی کئی وجوہات سے جو پولیٹکل تھیں اور جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے پولنڈ کی سلامتی کے خواہاں تھے سنہ ۱۷۲۵ء میں لوئی پانزدہم نے سٹانسلاس لسزنسکی معزول شاہ پولنڈ کی بیٹی میریا سے شادی کر لی - اس سے فرانس کا پولنڈ سے اور گہرا تعلق ہو گیا۔ سٹانسلاس کا مفصل ذکر اوپر بیان ہو چکا ہے آسٹریا، روس اور پرشیا کو اس جدید تعلق سے اپنے غاصبانہ ارادوں کی تکمیل نہ ہو سکنے کا اندیشہ ہو گیا - اون کو یہ بھی یقین تھا کہ آگسٹس[1] ثانی کے مرنے کے بعد جسے پیٹر اعظم نے سٹانسلاس کو ہٹا کر شاہ پولنڈ بنایا تھا - اہالی پولنڈ باغلب وجوہ انہی میں سے کسی کو بادشاہ بنا کر اپنی طاقت مضبوط کرنے کی کوشش کریں گے - اس کے انسداد کے لیئے ان تینوں ملکوں نے سنہ ۱۷۳۲ء میں خفیہ معاہدہ کر کے باہم حلف اقرار کیا کہ پولنڈ پر کسیطرح فرانس کا اقتدار نہ ہونے دیا جائیگا - اس معاہدہ کو پولنڈ کے تکا بوٹی کرنے کی تجاویز کی بنیاد کہا جا سکتا ہے - آگسٹس سنہ ۱۷۳۳ء میں مر گیا - امرائے پولنڈ نے معزول سٹانسلاس کو پھر اپنا بادشاہ منتخب کیا۔ مگر روس و آسٹریا نے دو چار فوجیں بھیجکر آگسٹس کے بیٹے کو تخت پر بٹھا دیا۔ شاہ فرانس نے اپنے خسر کی حمایت میں آسٹریا و روس کے ساتھ اعلان جنگ[2] کر دیا اور ترکیہ باب عالی کو کہلا بھیجا کہ تم بھی روس کے ساتھ جنگ شروع کر دینا چاہیئے کیونکہ معاہدات فاکسن اور قسطنطنیہ کی رو سے پولنڈ ترکی کی حمایت میں ہے اور روس نے اوسکی کچھ پرواہ نہ کر کے وہاں مداخلت کر دی ہے۔ مارکوئیس ڈی ٹاڈ ریزل کے بعد مارکوئیس ویل نوو فرنچ سفیر مقرر ہوا تھا۔ یہ سفیر نہایت قابل مستعد و معاملہ فہم ڈپلومیٹ تھا۔ اسنے وزیر اعظم سے کئی ملاقاتیں کر کے سویڈن اور پولنڈ سے اتحاد کر لینے کی ضرورت بالوضاحت ثابت کی - اور کہا کہ ان دونوں کے برباد ہو جانے سے ترکی کے لیئے بھی کچھ کم خطرات پیدا نہیں ہو جائینگے - صدر اعظم پر اوسکی معروضات کا اثر ہو گیا - اوس نے روسی فوج کے داخلہ پر دربار روس و دربار آسٹریا کو عرضی مراسلات لکھکر معاہدہ قسطنطنیہ کی تعمیل کا سختی کے ساتھ مطالبہ کیا۔ مگر ان عرضیوں اور دھمکیوں کا کچھ اثر نہ ہوا اسیطرح ایک سال گذر گیا - اور باب عالی نے اعلان جنگ در کنار محاربہ کرنے کے لیئے فوج تک بھی جمع کرنیکا انتظام نہ کیا - اوسکی کل توجہ محاربہ ایران پر منعطف تھی۔ علاوہ بریں شاید ترکی وزراء جیسا کہ بونبی صاحب کا خیال ہے عیسائی سلطنتوں سے لڑائی کرنے سے کسیقدر ہچکچاتے بھی تھے - اسپر فرنچ سفیر باب عالی کو بیدار کرنیکے لیئے اور چال چلا - اوس نے ایک ہنگرین امیر مسمی بیرن ڈی ٹاٹ کو جو فرانس میں پناہ گزین ہو گیا تھا، روسیوں کے جانی دشمن خان کریمیا کے پاس بھیجدیا۔ بیرن مذکور باخبر اور ہوشیار آدمی تھا - اوس نے خان کو ترغیب دی کہ روس سے بطور سابق خراج لینے کے لیئے یوکرین پر حملہ کر دے - خان نے فی الفور اوس کے ساتھ متفق الرائے ہو کر علانیہ کہدیا کہ روس کو پولنڈ سے نکالنے کے لیئے مجھے اپنی جان و مال سے بھی دریغ نہیں - مگر ادھر آگسٹس ثالث باب عالی میں اندھا دھند روپیہ خرچ کر رہا تھا جس سے نہ صرف اعلان جنگ ہی بدستور معرض التوا میں رہا بلکہ تاتاریوں کو بھی یوکرین میں داخل ہونے کی ممانعت کر دی گئی - اس سے روس کو خالی میدان مل گیا

[1] یہ جرمن تھا اور پہلے پومیریا کا حاکم تھا (مؤلف) [2] یہ لڑائی محاربہ وراثت تخت پولنڈ کے نام سے مشہور ہے - مؤلف

اور وہ شاہ سلاس کو وہان سے نکالکر جزو دکل کا مالک ہوگیا۔ فرانس نے آسٹریا کے ساتھ اور زیادہ تیزی سے لڑائی شروع کردی۔ اور باب عالی کو پھر روس پر حملہ کرنے کے لیئے کہا اور ساتھ ہی یہ بھی خبر کردی کہ تمہارا دشمن آزاف کے محاصرہ کی تیاریان کر رہا ہے۔

دیوان نے اسپر بھی کروٹ نہ بدلی۔ اور دربار فرانس نے آخری چارہ یہ اختیار کیا کہ فرنچ نومسلم کونٹ ڈی بانی وال کو[1] جس کا اسلامی نام احمد پاشا تہا اپنے ساتھ گانٹھا۔ چودہ برس سے باب عالی کی خارجہ پالیسی متعلق بہ دول یوروپ کی یہی شخص روح رواں تہا۔ پہلے کئی برس وہ فرانس کی بری و بحری فوجمین خدمت کرتا رہا۔ پھر وطن کو چھوڑکر فرانس کے دشمن قیصر آسٹریا و جرمنی کا ملازم ہوگیا۔ مگر جلد اس سے بھی بیزار ہوکر ٹرکی چلا گیا۔ جہان اُسنے اسلام اختیار کر لیا۔ اور کچھ عرصہ بعد دو دموں والے جھنڈے کا پاشا اور توپ خانہ کا جرنیل بنگیا۔ اوس نے فوج کے ایک دستہ کو یوروپین طریق پر قواعد دان بنایا۔ اور کل فوج کی اسیطرح اصلاح کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ سلطان کو ینگیچریون کے بگڑجانیکا خوف ہوگیا۔ اور اُسے روکدیا گیا۔ اوسنے باب عالی کو یوروپین پالیسی کے تمام اسرار ذکات سے واقف کر دیا۔ اور سلطان کیخدمت مین ایک طویل عرضداشت پیش کرکے ٹرکی کو اصلی اغراض پر اضح کر دیئے اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ ان وسایل سے ٹرکی آسٹریا کے ساتھ بکامیابی جنگ جاری رکھ سکتی ہے۔ وہ آسٹریا کا جانی دشمن ہوگیا تھا۔ اور ممکن ہے وہ اسی لیئے بھی فرانس کا معاون ہوگیا ہو کہ اس معاملہ مین خدمت کرنیسے شاید دربار فرانس اسکی سابقہ تقصیرات کو معاف کردے۔ مگر ساتھ ہی وہ فرنچ سفرا سے سخت تنگ رہا کرتا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ کل نامہ و پیام اوسکی وساطت سے ہو۔ مزید برآن وہ کارڈینل فلوری[2] کے احکام سے بھی اکثر تجاوز کرجاتا تھا۔ اس لیئے ورآنحالیکہ وہ ٹرکی کو فرانس کا طرفدار اور آسٹریا اور روس کا مخالف بنانے کی کوشش کرتا رہا۔ اوسکی مساعی ٹرکی و فرانس دونون کے حق مین مضر ثابت ہوتی ہین۔ فلوری بھی اسکے الزام سے نہین بچ سکتا تھا۔ اوسکی خارجہ پالیسی دلیرانہ نہ تھی۔ وہ ہر معاملہ مین خواہ مناسب ہو یا نہ ہو پھونک پھونک کر قدم دہرتا تھا۔ اس مسئلہ پولنڈ مین بھی اسکا یہی طریق عمل رہا۔ ایکطرف تو اوس کی یہ خواہش تھی کہ ٹرکی بھی آسٹریا اور روس پر حملہ آور ہو کر اوس لڑائی میں جو وہ آسٹریا کے ساتھ کر رہا تھا۔ اوسکا ہاتھ بٹائے۔ اور دوسری طرف وہ اس خوف سے کہ کہین انگلستان آسٹریا کے ساتھ شامل نہ ہوجائے ٹرکی کے ساتھ باقاعدہ جارحانہ اور مدافعانہ اتحاد کرنیسے گریز کرتا تھا۔ اوس نے یہ نہ سوچا کہ لوئی چہاردہم اسی تبدیلی کی پالیسی سے کسقدر متواتر نقصان اُٹھاتا رہا تھا۔ مزید برآن اب پولیٹکل سٹیج پر روس کے نمودار ہوجانے سے نقشہ

[1] فرانس کو تصبہ لیوس مین ۱۶۷۵ء کو پیدا ہوا۔ اور قسطنطنیہ مین ۱۷۴۷ء کو فوت ہوا۔ اسکا پورا عیسائی نام الگزینڈر کلاڈ ڈی بونی وال تہا (مؤلف)

[2] اینڈری ہرکلیٹی فلوری پہلے لوئی چہاردہم کا خانگی پادری تہا۔ ۱۶۹۸ء مین بشپ ہوا۔ مرتے وقت لوئی اوسے اپنے خوردسال جانشین کا اتالیق مقرر کر گیا۔ جس نے اوس کو ۱۷۲۶ء مین ڈیوک بوربون کی جگہ جو ڈیوک اورلینز کی وفات پر ۱۷۲۳ء مین وزیر اعظم ہوا تھا وزیر اعظم بنا دیا۔ وہ ۱۶۵۳ء مین پیدا ہوا اور ۱۷۴۳ء مین فوت ہوا۔ اندرونی انتظام مین اوسے ید طولیٰ حاصل تہا مگر معاملات خارجہ مین اوسے اپنی تدابیر مین کامیابی نہ ہوئی (مؤلف)

بالکل ہی بدل گیا تھا۔ اور لوئی کے وقت کی پالیسی کو از سرنا بدل دینا ضروری ہوگیا تھا۔ برعکس اس کے توبلی وال کی رائے تھی کہ اب پھر ویسا ہی اتحاد کرنے کا موقعہ ہے جو شاہ فرانسس اول نے ٹرکی سے کیا تھا۔ انہوں اوس کے متعلق مفصل سکیم تحریر کرکے فلوری کے پاس بھیجی۔ وہ اس بات سے ناراض ہوگیا کہ میرے احکام سے کیوں تجاوز کیا گیا ہے۔ اوس نے اتحاد کی تجویز کو مسترد کر دیا۔ مگر اس پر بدستور زور دیتا رہا کہ ٹرکی کو ہنگری پر حملہ کرنے پر آمادہ کیا جائے۔ یہ معاملہ ابھی یہیں تک تھا کہ قیصر چارلز ششم کو بولی وال کی جدوجہد کی خبر مل گئی۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس موقعہ پر ٹرکی اور فرانس متحد ہوگئے تو اوس کی بربادی یقینی ہے کیونکہ گو جرمنی کیطرف اوس کی فوجوں کو کسیقدر فتوحات حاصل ہوئی تھیں۔ مگر اٹلی میں فرانس غالب ہو رہا تھا۔ اس لئے فوراً فلوری سے ایسی شرائط پر جو فرانس کے حق میں مفید تھیں صلح کر لینے پر آمادگی ظاہر کی۔ فلوری نے قیصر کی درخواست قبول کرنے سے پہلے پھر ایک دفعہ باب عالی کو لکھا کہ اگر ٹرکی اتحاد کی شرط چھوڑ کر آسٹریا پر حملہ کر دے تو فرانس اوس سے صلح نہیں کرتا۔ اور اس طرح ٹرکی اپنے مفتوحہ مقبوضات کو پھیر سکیگی۔ مگر باب عالی اپنے ارادہ پر قائم رہا۔ جسپر فلوری نے قیصر کی تجویز کو قبول کر لیا۔ اور ۱۷۳۵ء میں فریقین میں بمقام وائنا عہدنامہ صلح ہوگیا۔ جس کی رو سے گو تخت پولینڈ آگسٹس ثالث کے پاس ہی رہا۔ مگر سٹانسلاس کو آسٹریا سے صوبجات لورین اور بار دلا دیئے گئے۔ جن کی نسبت یہ شرط ہوئی کہ سٹانسلاس کے مرنے کے بعد وہ فرانس کے ساتھ ملحق ہو جائینگے۔

روس اور آسٹریا کی حملہ آوری کریمیا پر روسی فوجکشی آسٹریا پر ترکوں کی چیرہ دستی فرانس کی ڈپلومیٹک کارروائی عہدنامہ بلغراد

فرانس کے اصرار کے باوجود ٹرکی کا لڑائی سے محترز رہنا ممکن ہے کسیقدر سلطان محمود کی صلح پسندی کیوجہ سے ہو۔ مگر بڑا باعث وہی تھا جو کریسی نے تحریر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:۔ "ٹرکی عیسائی طاقتوں کے ساتھ لڑنے سے بہت پہلو بچاتی رہی۔ مگر جب روس کی سینہ زوری حد برداشت سے بڑھ گئی تو لڑائی کے سوا کوئی چارہ نہ رہگیا۔ ایران کے ساتھ بڑے شوق سے لڑائیاں کیجاتی رہی تھیں۔ جن میں گو کامیابی نہ ہوئی پھر بھی عام رائے اوس محاربہ کی مخالف نہ تھی۔ کیونکہ ایک تو ایرانی ملحد و بیدین سمجھے جاتے تھے۔ اور اون کے عیسائیوں سے بھی زیادہ نفرت کی جاتی تھی۔ دوسرے اونکے ساتھ لڑائی کرنے سے فتوحات جدیدہ یا اپنے علاقوں کے ملنے کی توقع ہوتی تھی۔ برعکس اسکے کسی بڑی عیسائی ہمسایہ طاقت کے ساتھ لڑائی کرنے سے ان نتائج کے حصول کی اب کوئی توقع نہیں رہگئی تھی۔ مذہبی جوش اور عثمانی فخر کے باوجود ترکوں کو یہ امید نہیں رہگئی تھی کہ میدان جنگ میں ہلال اب بھی اوسیطرح صلیب پر غالب رہیگا جس طرح کہ وہ محمد ثانی یا سلیمان صاحبقران کے زمانہ میں ہوتا رہا تھا۔ پہلا سا فتح و ظفرمندی کی بازگشت کی رہی سہی امید بمقام پیٹرواردن یوجین کے مقابلہ پر داماد علی فاتح موریا کو ہلاک ہوتے دیکھ کر جاتی رہی۔ اس بہادر وزیر[1] صدر اعظم کے بعد جس قدر وزرا اوس کے

---

[1] لارڈ بایرن اس کو اپنی نظم میں بہادر و دلیر وزیر اعظم لکھتا ہے۔ مؤلف۔

جانشین ہوئے۔ وہ آسٹریا اور روس کی فوجی انتظام و نظام کی فوقیت سے جو اُسے ترکی نظام پر حاصل ہو گئی تھی بخوبی واقف تھے۔ وہ عیسائی طاقتوں کی پولیٹکل چالوں کو بغور دیکھتے رہکر خود لڑائی سے الگ رہنے پر ثابت قدم رہے"

اس کے بعد صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ:-

"یہی وجہ تھی کہ گو سفیر لئے فرانس نوابعالی کو آسٹریا سے لڑائی کرنے پر اور سویڈن کو انجیدن نے روس کے ساتھ لڑائی شروع کرنے پر اُبھارنے کی بہت کوشش کی۔ مگر ترکی مدبرین نے اُنکی ایک نہ سنی۔ اور انگلستان و ہالینڈ کے سفراء کے صلح پسند مشورت کو خواہان اور اون پر کار بند ہوتے رہے۔ کیونکہ ان دونوں بحری سلطنتوں کی جن کی وساطت سے ہی کارلووٹز اور پاسارووٹز کے معاہدے ہوئے تھے۔ ٹرکی کو نئے محاربوں میں مبتلا کرنے سے کوئی ذاتی غرض پوری نہیں ہوتی تھی"۔ میں اسبارہ میں کسی صاحب سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ انگلستان اور ہالینڈ ٹرکی کے جیسے کچھ خیر خواہ تھے وہ اسی سے ظاہر ہے کہ فلوری کو صرف اس اندیشہ سے ٹرکی کے ساتھ اتحاد نہ کر پایا کہ کہیں انگلستان آسٹریا کے ساتھ شامل نہ ہو جائے۔ پس ان دونوں سلطنتوں کا ٹرکی کو لڑائی سے روکنا ٹرکی کے فایدہ کیلئے نہ تھا۔ بلکہ اپنے دوست آسٹریا کو فایدہ اور اپنے دشمن فرانس کو نقصان پہنچانے کیلئے۔ کارلووٹز اور پاسارووٹز کے معاہدے اونہیں معاہدوں میں تھے جن میں ان دونوں سلطنتوں نے مداخلت یا ثالثی کی۔ اور یہی ایسے پہلے معاہدے تھے جن میں پہلی مرتبہ ٹرکی نے مقبوضہ ہوا اپنی علاقے نکال۔ اور ٹرکی کو اون کے نکلجانے پر صبر کرنیکے لئے کہا گیا۔ یعنی بالفاظ دیگر ترکوں کو آہستہ آہستہ اپنے مقبوضات دیتے رہنے کی بسم اللہ کرادی گئی۔ اس سے پہلے بھی ترکوں کو کئی دفعہ کہیں شکست ہوئی نہیں۔ اور غنیم اون کے کئی علاقوں پر قابض ہوجاتے تھے مگر ترک اون دشمنوں سے زمین چھین لیتے تھے جبتک نہیں پھیر لیتے صبر نہیں کیا کرتے تھے۔ ثالثوں نے بڑی مہربانی اور نوازش کی کہ ترکوں کو عملی طور پر شکست کی ذلت قبول کرنیکے اور اسطرح بتدریج اپنے ملکوں کو ٹھنڈے دل سے گوارا کرنیکا عادی بنانیکا پہلا سبق سکھلایا۔ باقی رہی بےغرضی۔ اوسکی نسبت معاہدوں کے درج کرنے کے ساتھ ہی بحث کیجا چکی ہے۔ یہ ثالثی ویسی بلاغرض تھی جیسی کہ ۱۸۷۸ء کی محاربہ روم و روس میں آسٹریا اور انگلستان کی تھی۔ یا جیسی محاربہ چین و جاپان کے بعد جرمنی، روس و فرانس کی۔ تاریخ عالم تیار ہی ہے کہ جس کسی محاربہ کے اختتام پر ان حضرات ثالثان بالخیر کے قدم مسعود سے پہنچے سمجھ لو کہ مغلوب فریق کی خیر نہیں الہی ثالثوں کی طفیل تہا کہ عام عیسائی سلطنتیں سلطنت عثمانیہ کو ادس وقت سے ایک طرحکا مرد بیمار سمجھنے لگ گئی تھیں۔ اور یہ عام خیال ہو گیا تھا کہ ٹرکی کی فوجی طاقت اب کبھی نہیں سنبھلے گی ترکوں کو یورپ سے نکالدیئے جانیکا وقت قریب پہنچ گیا ہے۔ اور اونکی املاک کی بانٹ بس کچھ دنوں کی بات ہے۔ مگر چند اصحاب بالغ نظر جن کی نگاہیں صرف سطح تک محدود نہیں اوس وقت بھی اس سے بالکل مختلف رائے رکھتے تھے۔ جس کی درستی اور معقولیت کو زمانے نے پوری طرح سے ثابت کر دیا ہے۔ از انجملہ ایک مشہور مورخ مسٹر آزیا ہولا[1] والٹیئر ہے۔ اوسنے صاف کہدیا کہ ترکوں کو جو شکستیں ملتی رہی ہیں اونکی وجہ یہ نہیں کہ ترکوں کی طبعی شجاعت کم ہو گئی ہے بیا

---

[1] چارلس نولارڈ فرانس کے شہر اوبی یا اٹگ میں ۱۷۱۲ء میں پیدا ہوا ۱۷۴۱ء میں ڈیوک ٹلند دوم شاہ ہنری چہارم کا ولد المزاہم وزیر سپہ سالار افواج فرانس کا اڈیکانگ ہوا جو اوس کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ وہ چارلس دوازدہم شاہ سویڈن کے ہمراہ

اون کے مخالف ادن سے زیادہ بہادر ہین۔ بلکہ محض اس سبب سے کہ اونہون نے جدید اسلحہ سے کام نہین لیا۔ اوسکی رائے مین عیسائیون کو فقط سنگین کی طفیل مسلمانون پر فتح ہوتی رہتی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:-

”ترک شجاعت مین دنیا کی کسی قوم سے کم نہین۔ اور سپاہیانہ اوصاف مین روسیون سے جن کو پیٹر نے حال مین یورپ کے لیئے نہایت خوفناک بنا دیا ہے۔ بدرجہا افضل ہین۔ ترکون کی جنگی شہرت کو پھر بحال کرنے کے لیئے صرف چند فوجی مصلحین اور چند بیدار مغز وزرا کی ضرورت ہے۔ پھر دیکھو کہ کل دنیا کے معاملات کا رخ یکبارگی بدلتا ہے کہ نہین“

اٹھارہوین صدی عیسوی کے پہلے نصف حصہ کا ایک اور قابلترین عیسائی مدبر اور بے نظیر پولیٹیکل فلاسفر مونٹس کوئی[1] نے بھی عوام کی غلط فہمی کے دور کرنے مین کوئی دقیقہ باقی نہین رکھا۔ اوس نے صاف کہدیا کہ ”میرے معاصرین سلطنت عثمانیہ کو برباد ہوتا دیکھنے کی جو امیدین رکھے بیٹھے ہین وہ قبل از وقت اور باطل ہین۔ اگر ہمسایہ عظیم الشان جنگی سلطنتون سے کبھی ترکی کی آزادی سخت خطرہ مین پڑگئی تو مغربی یوروپ کی بحری طاقتون کو لازمی طور پر اوسکی حفاظت کرنی پڑے گی۔ اونکو تجارتی اغراض اون کو کبھی اجازت نہین دینگی کہ وہ روس یا آسٹریا کو قسطنطنیہ پر قابض ہوجانے دین“

مگر روس نے ان الفاظ کی نہ اوس وقت پروا کی اور نہ کبھی بعد۔ اوسی سال جب کہ مونٹس کوئی نے یہ رائے ظاہر کی (۱۷۳۴ء) دربار سینٹ پیٹرز برگ ترکی کے ساتھ لڑائی کے لیئے بےطرح بیقرار ہو رہا تھا۔ اوس کے پاس اوس وقت بہت بڑی فوج موجود تھی جو پولنڈ مین اپنی شہرت اور نیکنامی قایم کر چکی تھی۔ اوس کے پاس کونٹ مینونک ایسا نامور جنرل موجود تھا جس نے اپنی فوج کو اعلیٰ درجہ کی زبردست بنا لیا ہوا تھا۔ اور مزید برآن دو امتیاز کا موقعہ ملنے کے لیئے بیچین ہو رہا تھا۔ روسی فوج کو افسر جن مین سے اکثر مغربی یوروپ کے رہنے والے تھے۔ قابل شخص تھے۔ اور توپ خانہ (جس کی طفیل ہی روس نے سینکڑون لڑائیان فتح کی ہین) نہ صرف تعداد مین ہی بڑا تھا بلکہ توپین بھی اعلیٰ قسم کی تہین۔ ان سب کے اجتماع سے زارینہ اینی اور اوس کے مشیرون کے سرون مین خوب ہوا بھر گئی تھی اور اون کو خیال ہو گیا تھا کہ ۱۷۱۱ء مین پروتھ کے کنارون پر جو ذلت اوٹھانی پڑی تھی۔ اوس کا بدلہ لینے کا وقت آگیا ہے۔ آسٹریا بہ اوس وقت چارلس ششم حکمران تھا جس کی طبیعت کی کمزوری ناظرین سے پوشیدہ نہین رہی ہوگی۔ کہنے سننے سے وہ بھی زارینہ کے ساتھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۶) ہو کر کبھی اوس کے دشمنون کو ساتھ لڑتا رہا۔ اور ما لشا مین ترکون سے مقابلہ کیا۔ اوس نے فن حرب پر کئی کتابین لکھین ۱۷۴۱ء مین فوت ہوا۔ (مؤلف) ۱۲

[1] چارلس ڈی سکینڈاٹ مانٹس کوئی فرانس کے ایک شریف خاندان مین سے تہا۔ اوسے بچپن مین قانونی تعلیم دلائی گئی۔ اوائل عمر مین ہی اوس کے علمی مذاق اور قابلیت کے جوہر نمایان ہو گئے۔ ۲۵ برس کی عمر مین بورڈو کے پارلیمنٹ کا ممبر ہوا۔ اور دو برس بعد اوس کا پریذیڈنٹ۔ اوسکی پہلی مشہور تصنیف ”فارسی خطوط“ تھی جو ۱۷۲۱ء مین شایع کی گئی۔ دوسرے برس اونہو ایک نئی محصول کی اس فصاحت و بلاغت سے مخالفت کی کہ اوس کی تجویز ترک کر دیگئی۔ ۱۷۲۸ء مین اوسے فرنچ اکیڈیمی کا ممبر بنایا گیا۔ کارڈینل فلوری نے مذہبی خیال سے مخالفت کی۔ اوس کا خیال تہا کہ مونٹس کوئی کے ”فارسی خطوط“ کے بعض مضامین مذہب کے منافی ہین۔ مگر اوسکی مخالفت بیکار ثابت ہوئی ۱۷۲۸ء مین

اوسکی غاصبانہ تجاویز مین شامل ہو گیا۔ اور زار یٖنہ نے بابعال سے چھیڑ خانی شروع کر دی۔ داغستان کبرطاس اور بحیرہ خضر سود وکہ دیگر درمیانی علاقون کی حدود کے متعلق ٹرکی سے تنازع پیدا کر دیئے گئے جن کی کیفیت پہلے بیان ہو چکی ہے۔ پھر جیسا جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے خان کریمیا علانیہ کہ وہ قاف سو گذر کر شمال ایران کو ترکون کی مدد کیلئے جانے لگا تو اوسکی مزاحمت کیگئی اور اوسے پیچھے ہٹا دیا گیا۔

ان باتون سے زارینہ اور اوس کے مُصول عاشق اور منظور نظر آبوک برین جو سیاہ و سفید کا مالک بنا ہوا تھا لڑائی کیلئے کافی بہانے ہاتھ آگئے۔ روس کو یہ بھی ناراضگی تھی کہ ٹرکی نے پولینڈ مین اوس کو غاصبانہ حملون پر ۱۷۳۳ء مین کیون سخت اعتراض کیا تھا۔ رئیس آفندی کو اعتراض کی جواب مین روسی گورنمنٹ نے تحریر کیا کہ روسی افواج صرف اس لیئے داخل ہوئی ہین کہ اہالی پولینڈ آزادی سے نیا بادشاہ منتخب کر سکین۔ اور فرانس کی سازشین جو سٹانسلاس کو تخت نشین کرانا چاہتا ہے موثر نہ ہو سکین۔ ترکی وزیر صیغہ خارجیہ نے جواب دیا۔ بابعالی کو اسکی پروا نہین کہ پول کسکو بادشاہ منتخب کرین۔ لیکن وہ پولینڈ کی آزادی مین ہرگز خلل نہین پڑنے دیگا۔ پھر روسی سفیر نے شکایتون کا دفتر کھول دیا۔ کہ بابعالی نے تاتاریون کو کاسکون پر حملہ کرنے سے نہ روکا تاتاری فوج علاقہ قاف سو گذرتی رہی۔ اور اوس نے روسی فراریون کو روس کے حوالہ نہین کیا۔ انہی شکایات کی وجہ سے روسی گورنمنٹ جنوبی علاقہ مین فوج جمع کر رہی ہو۔ کریسی صاحب لکھتے ہین کہ۔

"دونون سالہائے مابعد (۱۷۳۳-۳۵ء) مین فریقین اسطرح ایک دوسرے پر الزام لگاتے رہے مگر زارینہ اور زارینہ کے مشیر کام بالجزم کر چکے تھے جس کو روکنے کیلئے بحری طاقتین (انگلستان و ہالینڈ سے مراد ہے) فضول کوشش کرتی رہین۔"

بطور سابق کریسی صاحب کے اس آخری فقرہ کے عندیہ سے مجھے پھر اختلاف ہے۔ یہ بحری طاقتین یہ خوب جانتی تھین کہ زارینہ محض اس لیئے لڑائی سے رکی ہوتی ہو کہ آسٹریا فرانس کو ساتھ مشغول کارزار ہے اس لڑائی کے بند ہونے ہی وہ ٹرکی سے جنگ کر دیگی۔ ایسی صورت مین ان کا ٹرکی کو اسوقت جب کہ فرانس بھی اوس کے ساتھ شامل ہو جاتا لڑائی سے باز رکھنا اونکی بدنیتی کو بالتصریح واضح کر رہا ہے۔ چنانچہ جبتک آسٹریا لڑائی سے فارغ نہ ہوا روسی سرحدون پر تاتاریون سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہنے پر قناعت کئے رہے۔ اور بابعالی اونہی خواہ مخواہ بحری طاقتون کی چکنی چپڑی باتون مین آکر اپنا درموقعہ کو ناحق کھو دیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۷) - مونٹس کو ئی نے پریذیڈنسی سے استعفا دیدیا تاکہ اوسے اپنی کتاب روح قوانین کی تالیف کیلئے فرصت ملجائے۔ اور اسی غرض کیلئے جرمن - ہالنڈ - اور انگلستان کا سفر کیا۔ انگلستان مین وہ دو برس رہا۔ اوسکی رائے ہو کہ اگر غور و فکر کرنا ہو تو انگلستان کی رہائش اختیار کرو۔ اور اگر زندگی عیش و آرام سے بسر کرنی ہو تو فرانس کی سکونت اختیار کرو۔ وطن واپس آکر اوس نے اپنی مشہور آفاق کتاب بتنالی روما کی عظمت و زوال کے اسباب شائع کی۔ ترکون کی نسبت جو رائے اوس نے ظاہر کی ہے وہ اس کتاب کی فصل ۲۳ مین درج ہے۔ یہ کتاب ۱۷۴۸ء مین شائع ہوئی۔ اس مین اوس نے جمہوری۔ امیری پالیسی اور مطلق العنان حکومت کی تینون قسمون پر بڑی فصاحت کے ساتھ بحث کی ہے۔ وہ بہت بڑا انسان اور مزاج شخصیت صنف اہل آزاد تھا۔ ۱۶۸۹ء مین پیدا ہوا ۱۷۵۵ء مین مقام پیرس فوت ہوا۔ مولف

اور نامہ و پیام کے ذریعہ سے صلح و صفائی اور تصفیہ تنازعات کی فضول و بیہودہ کوشش کرتا رہا۔ مگر جب آسٹریا نے فرانس سے مصالحت کر لی تو روسیہ کھل کھیلی۔ اور مارشل میونک کو اعلان جنگ کے بغیر ترکی قلمرو میں داخل ہونیکا حکم دیدیا گیا۔ مئی ۱۷۳۶ء میں سلطنت عثمانیہ کو اطلاع پہنچی کہ روسیوں نے آزاف کے قریب دو ترکی قلعے فتح اور خود آزاف کا محاصرہ کر لیا ہے یہ سنتے ہی باب عالی کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور ۲۸ مئی ۱۷۳۶ء کو شیخ الاسلام سے فتوی لیکر روس کے برخلاف جنگ کا اعلان کر دیا گیا۔ یہاں ابھی اعلان ہی ہو رہا تھا کہ میونک نے اسی ۲۸ مئی کو درۂ پیریکاپ کے مورچوں اور فصیل کو فتح کر لیا۔ جنرل مانسٹین نے جو مارشل میونک کے ماتحت شریک کارزار تھا اور جس نے دربار روس میں بسا اوقات ایلچی گری کا بھی کام دیتا رہا تھا اس محاربہ اور نیز روس کی پالیسی دربارہ ترکی کی نسبت اپنی سوانح عمری میں مفصل تحریر کیا ہے۔ جنرل مذکور نے صاف لکھدیا ہے کہ وزرائے پیٹر اعظم نے معاہدہ پرتھ کی خفت مٹانے کیلئے عرصہ مدید سے بحیرۂ اسود کے سواحل پر ترکی سے لڑائی کرنیکی تجویز کر رکھی تھی جسکی تعمیل و تکمیل کا اب قیصرہ اینی نے بیڑہ اٹھایا۔

زار نے دریاؤں پر بیڑے بنوانے اور گوداموں کی تعداد عظیم جمع کرنے کے علاوہ اپنی فوج کو دریائے ڈون اور نیز دریائے نیپر کے راستہ دشمن کے علاقہ میں لیجانے کیلیے جہازوں کے بیڑوں کیلیے وافر سامان جمع کر لیا تھا حتی کہ لڑائی شروع کرنے کیلیے سب سامان تیار ہو گیا تھا۔ کہ موت نے (۱۶ مئی ۱۷۲۵ء) کو اوسکی تجاویز کا خاتمہ کر دیا ۱۷۳۰ء میں قیصرہ اینی کے تخت نشین ہونے پر اسی تجویز کو پھر تازہ کیا گیا۔ اور جنرل کیتھ کو زار پیٹر کے جمع کردہ گوداموں کی حالت کا معاینہ کرنے اور حسب ضرورت اوس کے تیار کردہ بیڑوں کی درستی اور مرمت کیلیے جنوبی روس میں بھیجدیا گیا مگر پولنڈ میں مشکلات حادث ہو جانے سے ترکی پر حملہ کرنیکا ارادہ کچھ عرصہ کیلیے مجبوراً ملتوی کرنا پڑا۔ جب ۱۷۳۶ء میں پولنڈ کی محب وطن جماعت کی پوری پوری بیخ کنی ہو گئی تو میونک اور اوسکی چیدہ فوج کو یوکرین میں بھیجدیا گیا۔ اور آزاف پر حملہ کرکے ترکی سے لڑائی شروع کرنے اور نیز خان کریمیا کے کل علاقہ کو فتح کرکے بحیرۂ اسود کے سواحل پر روسی اقتدار قائم کرنے کیلیے کریمیا کے تاتاریوں کے برخلاف حتی الامکان پوری جد و جہد کیے جانے کا فیصلہ کیا گیا۔

ابھی کڑکڑاتا جاڑا پڑ رہا تھا کہ میونک نے محاربہ کیلیے تیاریاں شروع کر دیں۔ اوس نے اپنی فوج کو صحاری تاتار اور وہاں کے موسم سرما کی مصائب و تکلیفات برداشت کرنے اور تاتاری سواروں کا مقابلہ کرنے کے قابل بنانے میں سر توڑ شب و روز محنت کی ہر روسی رجمنٹ کو اپنے اپنے گوداموں کیلیے گاڑیوں کی تعداد کثیر جمع کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور ہر رجمنٹ میں اوس کے حکم سے اٹھارہ اٹھارہ فیٹ لمبی ساٹھ ساٹھ چین سونٹے تقسیم کیے گئے اس ہتھیار کا استعمال سالہا سال سے متروک ہو گیا تھا میونک نے اُسے پھر تازہ کر دیا۔ اور دوسری صف کے سپاہیوں کو اون سے مسلح کیا گیا۔ مگر وہ لڑائی میں فضول اور کوچ کے وقت تکلیف دہ ثابت ہوئے۔ اوسکی دوسری اختراع یا تدبیر البتہ نہایت مفید اور کارگر پائی گئی۔ اوس نے ہر رجمنٹ میں دو دو گز لمبی بیس بیس خار دار چوبی باڑیں تقسیم کیں، جو جہنم کے سواروں کے حملات سے بطور حفاظتی محافظت اور نیز کیمپ کی پناہ کیلیے نہایت کارآمد ثابت ہوئیں۔

جب فوج مقام کرتی تو ان بارٹھون کو کیمپ کی گرداگرد نصب کر دیا جاتا جس سے نہ صرف غنیم کے اچانک حملہ آور ہو جانیکا ہی اندیشہ رہجاتا بلکہ کثیر التعداد دشمن کے ریلے کو روکنے کیلئے بھی مضبوط روک کا کام دیجاتا۔ روسی فسلر رسالہ جنبٹ اوس وقت تک چھوٹی برچھی اور تبر (یا گنڈاسا) سے مسلح تھے یہ ہٹاکر انہیں بندوق اور سنگین سے مسلح کر دیا گیا۔ جو سابقہ اسلحہ کی نسبت بدرجہا زیادہ مفید پائے گئے۔

میونک مارچ کے مہینہ میں چھ رجمنٹ فوج پیدل، تین رجمنٹ باقاعدہ فوج سواران اور دس ہزار کاسک علاقہ دریائے ڈان کے ہمراہ لیکر قلعہ سینٹ اینی کیطرف جسکو روسیوں نے آزاف سے تخمیناً آٹھ میل کے فاصلہ پر تیار کیا تھا بڑھا۔ آزاف کے ترکی گورنر نے ازراہ خوش اخلاقی اپنے ایک افسر کی معرفت مارشل کو اوس کے ورود سرحد پر خوش آمدید کہلا بھیجی۔ اور ساتھ ہی یہ پیغام بھیجا کہ مجھے پورا یقین ہے روسی فوج انفراض تربیت مہمت و مصالحت کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ میونک نے گول مول لفظوں میں جواب دیکر پاشا کی ایلچی کو رخصت کر دیا۔ اور پھر مارچ کو دریائے ڈان سے عبور کرکے ایسی سرعت اور اخفا کو ساتھ آزاف کیطرف پیشقدمی کی کہ ترکون اور تاتاریون کے مخبر کو ابھی اوسکی آمد کی خبر بھی نہ ہونے پائی جو آس نے شہر کے دو بیرونی قلعون پر قبضہ کر لیا۔ اور اوسکے بعد خود شہر کا محاصرہ کر لیا۔

چند دنون کے بعد کونٹ لاسکی کمک لیکر پہنچگیا۔ اور میونک محاصرہ کا کام اوس کے سپرد کرکے خود ۱۶ اپریل کو مقام زاریٹسکا کو جہاں محاربہ کی اصل مدعا یعنی حملہ کریمیا کیلئے فوج جمع ہو رہی تھی چلا گیا۔ یہ قصبہ دریائے نیپر سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اجتماع فوج کی کارروائی ۱۰ مئی ۱۷۳۶ء کو مکمل ہوگئی۔ اور کل فوج حسب ذیل جمع ہوئی:۔

ڈریگون یعنے باقاعدہ سواروں کی بارہ رجمنٹیں۔ باقاعدہ انفنٹری (فوج پیدل) کی پندرہ رجمنٹیں ملیشیا (فوج ردیف) کی دس رجمنٹیں۔ ہوزار (سبکبار سواران) کی دس سالے۔ پانچ ہزار کاسک علاقہ ڈان کے۔ چار ہزار کاسک علاقہ یوکرین کے اور تین ہزار زپوروژئین کاسک یعنی کل جمعیت ۵۰ ہزار آدمیوں کی تھی۔ ہر رجمنٹ اور ہر افسر کو دو مہینوں کی خوراک کا سامان ہمراہ لینے کا حکم دیا گیا۔ رسد کے واسطے وافر ذخیرے جمع کیئے گئے تھے کہ اس سے زیادہ عرصہ کے واسطے بھی خوراک کا سامان تقسیم کیا جاسکتا تھا مگر باربرداری تھوڑی تھی۔ اور میونک مزید چھکڑوں اور جانوران بارکش کے انتظار میں مہم کو اور زیادہ عرصہ کیلئے ملتوی نہیں کرنا چاہتا تھا تاہم اوس نے پرنس تروبٹسکی کو اس کام پر مامور کر دیا کہ وہ اون رجمنٹوں کے ساتھ جو مہم میں شامل ہونے کیلئے چل پڑی ہوئی تھیں لیکن ابھی تک نہیں پہنچی تھیں لگاتار سامان رسد بھیجتا رہے۔ مارشل کو اون احکام کی تعمیل کما حقہ نہ ہونے سے اوسکی حملہ آور فوج کو سخت تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔

میونک نے فوج کو پانچ کالمون یا دستوں میں تقسیم کرکے دریائے نیپر کے بائیں ساحل کے کنارے کنارے جنوب کی طرف حرکت کی۔ رستہ میں تاتاری سواروں کی چند جماعتوں کو جو حملہ آوروں کی نقل و حرکت کے انکشاف کیلئے آئی تھیں شکست دیکر بھگا دیا گیا۔ پھر حملہ آور مقامات سلتانا یا ڈوبینا اور چرنایا ڈولینا کے راستہ دریائے کونشکا کے کناروں پر پہونچ گئے۔ وہاں کو اوس

چھوٹی سی خاکنائے کیطرف جو جزیرہ نما کریمیا کو براعظم یوروپ سے ملاتی ہے پیشقدمی کیگئی۔ اور ۲۶ مئی کو روسی مارشل پریکاپ کی مشہور دیوار کے قریب پہنچگیا۔

خاکنائے پریکاپ کے مغرب مین بحیرہ اسود اور مشرق مین بحیرہ آزاف ہے۔ یہ دیوار اوس کے تنگ ترین موقعہ پر جو صرف پانچ میل عریض ہے بحیرہ اسود اور بحیرہ آزاف کی اوس خلیج کے درمیان شہر پریکاپ کی متصل بجانب شمال بنی ہوئی تھی جو بحیرہ متعفن کے نام سے مشہور ہے۔ دیوار کے سامنے ۲۰ فیٹ چوڑی اور ۲۵ فیٹ عمیق خندق کھدی ہوئی تھی۔ اور خندق کی تہ سے دیوار کی بلندی ستر فیٹ تھی۔ دیوار مین چھ بڑے بڑے سنگی برج بھی تھے فصیل کے پیچھے پریکاپ کا قلعہ تھا۔ تاتاری اس سد محافظت کو ناقابل فتح تصور کرتے تھے۔ خان کریمیا ایک لاکھ تاتاریون کی جمعیت سے اوس کے پیچھے میونک کے مقابلہ کے لیے موجود تھا۔ علاوہ برین اٹھارہ سو ینگچری برجون مین متعین تھے۔

میونک نے حملہ سے پہلے خان کریمیا کو اطاعت قبول کرنے کے لیے خط ارسال کیا۔ اوس مین پہلے خان مذکور کو یوکرین کی روسی رعایا پر تاتاریون کی متواتر یورشین کرتے رہنے پر ملامت کرنے کے بعد بتایا گیا کہ "قیصرہ نے ان بداعمالیون کی پاداش مین کل کریمیا کو تباہ و ویران کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ مگر ساتھ ہی اوس رحم مجسم فرمانروا نے فرمان کی تعمیل سے پہلے تمکو اپنے اعمال کی سزا سے بچ جانے کا موقعہ دیدیئے جانے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور مجھکو حکم دیا ہے کہ اگر تم اپنی کل رعیت سمیت روس کی اطاعت قبول کر لو اور زاریہ کی رعیت بن جاؤ تو تم کو معاف کر دیا جائے۔ پس اگر تم پریکاپ فوراً حوالہ کر دو اور اوس مین روسی فوج کو قابض ہو جانے دو تو مین مصالحت کا نامہ و پیام شروع کرنے کے لیے بالکل تیار ہون"

خان نے جواب مین اون الزامات کی صداقت سے جو اسکی رعایا پر لگائے گئے تھے انکار کر کے تعجب ظاہر کیا کہ روسیون نے اعلان جنگ کے بغیر اوس پر کیسے حملہ کر دیا ہے۔ اطاعت کے متعلق اوس نے جواب دیا کہ "مین اوس تعلق کو جو صدیون سے کریمیا اور باب عالی مین چلا آتا ہے نہین توڑ سکتا۔ اور بفرض محال اگر مین پریکاپ کو دینا بھی چاہون تو نہین دے سکتا کیونکہ اوس مین خاص ترکی فوج مامور ہے۔ مین مارشل سے استدعا کرتا ہون کہ وہ مخاصمت کو ملتوی رکھکر اگر کوئی جائز موجب شکائیت موجود ہے تو نامہ و پیام سے اوس کی تصفیہ کا موقعہ دین۔ لیکن اگر باوجود میری اس درخواست کے حملہ پر ہی اصرار کیا گیا تو مین تامقدور اپنا بچاؤ کرونگا"

میونک نے جواب بھیجا کہ "چونکہ خان نے ملکۂ روس کی رحم و عفو سے فایدہ نہین اُٹھایا۔ وہ جلد اپنے ملک کو ویران اور اپنے بلاد کو خاک سیاہ دیکھیگا"

ادہر میونک نے جواب کا انتظار نہ کر کے فوج کو آگے بڑہنے کا حکم دیدیا جو اس قاصد کے پیچھے پیچھے جسے یہ تند و غضب آلود پیغام دے کر پریکاپ بھیجا گیا تہا۔ ۲۰ مئی ۱۷۷۱ء کی شب بیشین کو کوچ کر کے طلوع فجر سے ایک گھنٹہ پہلے چپ چاپ چھ میل سے پانچ میل کے فاصلہ پر پہنچگئی۔ میونک نے پہلے اڑہائی ہزار آدمیون کا ایک دستہ کچھ توپین دیکر اپنے میسرہ کی طرف جو

بحیرہ آزاف کیطرف تھا بھیجدیا تاکہ وہ اوس طرف مصنوعی حملہ کرکے دشمن کی توجہ کو اس میمنہ یعنے بحیرہ اسود کی طرف والے بازو سے جس طرف کہ وہ واقعی حملہ کرنا چاہتا تھا ہٹا دے۔ اوسکی یہ تدبیر کارگر ہوگئی۔ کل تاتاری فوج فصیل کے شرقی حصہ میں جمع ہوگئی۔ مگر جب اونہوں نے چند زبردست روسی کالموں کو ثابت قدمی اور سرعت کے ساتھ اپنے بیسٹر یعنی فصیل کے مغربی حصہ کیطرف بڑہتا دیکھا تو اون کے اوسان خطا ہوگئے۔ اور اونکی صفوں میں کھلبلی پڑگئی۔

تاتاریوں سے ایک ایسی غلطی ہوگئی۔ اونہوں نے خندق میں پانی نہ چھوڑا تھا۔ چنانچہ روسی کالم بآسانی تمام اوس میں اوترکر اوسے عبور کرکے فصیل پر چڑہنے لگ گئے۔ اس کے ساتھ ہی روسی بیٹریوں نے فصیل پر ایسی سخت گولہ باری شروع کردی کہ تاتاری حملہ کو روکنے کے لئے صف آرائی کرنے سے عاجز ہوگئے۔ تاتاریوں کو خندق اور فصیل پر بڑا اعتماد تھا۔ جب انہوں نے دیکھا دشمن اون پر گلہریوں کی طرح چڑہے آتے ہیں۔ تو اون کے رہے سہے حواس باختہ ہوگئے اور وہ میدان جنگ سے بہاگ گئے۔ روسی تقریباً بلا مزاحمت فصیل پر چڑہ کر دوسری طرف پہنچ گئے۔ جرمن جنرل مانسٹیس جو اس معرکہ میں شریک تھا لکھتا ہے کہ اگر تاتاریوں کی جگہ کوئی اور دشمن مقابل ہوتا تو غالباً فصیل و خندق کبھی اس طرح سے نہ گذرا جاسکتا۔ لیکن پھر بھی کریمیا میں داخل ہونا ناممکن نہ ہوتا۔ کیونکہ ساحل کے قریب بحیرہ آزاف موسم گرما میں اسقدر پایاب ہوجاتا ہے کہ اوس میں سے بآسانی گذرا جاسکتا ہے اور اس طرح سے فصیل کو چھوڑ کر بازو پر سے یکایک حملہ ہوسکتا ہے۔ یا اگر حملہ آور چاہے تو اسی بازو پر چھوڑ کر کریمیا میں داخل ہوسکتا ہے۔

اس لڑائی میں کسی فریق نے جہازوں سے کام نہ لیا۔ حالانکہ خوب مسلح اگن بوٹ حملہ و مدافعت دونوں اغراض کے لئے خوب کام دے سکتے تھے۔ فصیل سے گذرنے کی دیر تھی کہ شہر پر یکایک دہاوا اور اوس کا قلعہ بآسانی فتح کرلیا گیا۔

بعد ازاں میونک نے ۲۰ جون کو جنرل لیونٹ کے زیر کمان دس ہزار باقاعدہ سپاہ اور تین ہزار کاساک قلعہ کل برن پر بہیجدیا یہ قلعہ اسی نام کی راس کے آخری سرے پر جو دریائے نیپر اور قصبہ اوشاکو یا اوزاکاف کے مقابل بحیرہ اسود میں چلی گئی ہے۔ واقعہ ہے۔ اسی دن یورشل نے جنگی کونسل منعقد کی کہ باقیماندہ فوج کیا کارروائی کرے۔ اکثر افسروں نے کریمیا میں اور آگے بڑہنے کی مخالفت کی وجہ یہ پیش کی کہ فوج کے پاس اب فقط بارہ دنوں کی خوراک موجود ہے۔ اور کہا کہ اگر آگے بڑہنا ہی منظور ہو تو کم از کم رسد کو پہنچ لینے دیا جائے۔ مگر میونک فاتح کریمیا کی عزت حاصل کرنے کے لئے بیتاب ہو رہا تھا اختلاف رائے کرکے اپنے افسروں کو کہا کہ اگر ہم دلیرانہ دشمن کے ملک میں بڑہتے چلے گئے تو ہمیں وہیں کے گوداموں اور ذخائر سے کافی خوراک ملتی رہیگی خاکستان پر زیادہ عرصہ ٹہیرنا مناسب نہیں۔ اس سے تاتاریوں کو تشویش و گھبراہٹ سے سنبھلنے کا موقعہ ملجائیگا۔ سپہ سالار کی مرضی سے کون سرتابی کرسکتا ہو۔ فوج نے کریمیا کو شمالی صحاری میں سے گذرنا شروع کردیا۔ رستہ میں تاتاری ہر وقت فوج کو ستاتے رہے مگر میونک کی بہ جنبہ اور باسلیقہ تدابیر کی وجہ سے کوئی اہم حملہ نہ کرسکے۔ مارشل نے فوج کو کوچ میں حلقہ دار مربع کی شکل میں صف آرا کرتا۔ ایک مربع کئی پلٹنوں کا ہوتا۔ اور ہر پلٹن بھی بجائے خود مربع کی شکل میں ہوتی۔ سامان و اسباب مربع کو

وسط مین رکہا جاتا تہا یہ طریقہ روسیون مین بہت مقبول ہوگیا اور اب تک جب کبھی اون کو ایسے کھلے کھلے دشت علاقون مین جہان غنیم کے پاس کثیر التعداد سوار ہون فوج پیدل لیجانی پڑتی ہے تو اسی طریق کی پابندی کی جاتی ہے۔

مینونک پیشقدمی کے ساتھ ساتھ یوکرین اور پریکاپ سے اپنی آمد و رفت کے رستہ کو محفوظ رکھنے کا انتظام کرتا گیا۔ اس غرض کے لیئے تھوڑے تھوڑے فاصلہ سے مناسب مقامون پر چھوٹے چھوٹے مورچے تعمیر اور ہر ایک مین ایک افسر کے ماتحت دس بارہ باقاعدہ پیدل یا سوار اور تیس کاسک مامور کردیئے گئے اسطرح سے مینونک کی فوج اور یوکرین و پریکاپ مین قلعہ بند مقامات کا مکمل سلسلہ قایم ہوگیا۔ جن کے رستہ ہر وقت خبر بسرعت پہنچ جاتی اور بھیجدی جاتی تھی۔ تاتاری اکثر ان گڑھون پر حملہ کرتے رہتے تھے مگر ان مین سے کبھی ایک بھی نہ فتح کرسکے۔ اور جبتک روسی قاصد ایک مورچہ سے دوسرے تک بخیریت پہنچ جاتے رہے۔ ان مورچون کو سپاہیون کو راستہ کی حفاظت کے علاوہ یہ کام بھی سونپا گیا۔ کہ وہ گہاس کاٹ کر جمع کرتے رہین تاکہ فوج کی واپسی کے وقت اوس کے گھوڑون کے کام آئے۔ کیونکہ یہ اندازہ کرلیا گیا تھا کہ فوج کی واپسی تک جنگلون کی گہاس ختم ہوگئی ہوگی۔ ان پیشبندیون اور انتظام سے روسی کریمیا مین بڑہتے چلے گئے۔ گہاس اب خشک ہوگئی تھی۔ اور تاتاریون کی عادت تھی کہ دشمن کی پیشقدمی کو روکنے کے لیئے اوسے عموماً آگ لگادیا کرتے تھے۔ مینونک نے اس کا بھی انتظام کرلیا تھا۔ فوج کے ساتھ سپاہیون کو تازہ دم کرنے کے لیئے پانی کے بیشمار چھکڑے پہلے ہی ساتھ تھے مینونک نے اب یہ بھی حکم دیدیا کہ ہر گاڑی اور چھکڑے پر آگ بجھانے کا سامان بھی رکھ لیا جائے۔ اور جب فوج مقام کرتی تو کیمپ کے گرد اگرد ایک ایک گز چوڑی زمین گہاس سمیت کھود دیجاتی۔

پریکاپ سے روانہ ہوکر مینونک نے پہلے قصبہ گاسلوف کا رخ کیا۔ یہ کریمیا کے مغربی ساحل پر واقع ہے۔ اور اب یوپاٹوریا کے نام سے مشہور ہے۔ اوس وقت وہ جزیرہ نما مین سب سے متمول تجارتی قصبہ شمار کیا جاتا تھا۔ روسیون نے اچانک حملہ کرکے اوسے فتح کرلیا۔ وہان سے باغچہ سرای کا عزم کیا گیا۔ یہ مقام خوانین کریمیا کا قدیم جائے رہائش تھی۔ قدرے مزاحمت کے بعد وہان کی تاتاری فوج شہر کو بے پناہ چھوڑکر فرار ہوگئی۔ اسپر مینونک نے فوج کو شہر سے باہر صف بستہ کرکے چار حصون مین تقسیم کیا۔ اور اول ایک حصہ کو اندر بھیجا کہ اتنے گھنٹے تاخت و تاراج کرکے واپس آجائے۔ اسیطرح اتنے اتنے گھنٹون کے لیئے یکے بعد دیگرے باقی حصے بھی بھیجے گئے۔ اور ان رحم مجسم سپاہی فرشتون نے تہذیب و شایستگی کے کام کو خوب دلجمعی سے سرانجام کیا۔ دو ہزار مکانات اور کل سرکاری عمارتین تباہ و برباد کردیگئین خوانین کا عالیشان محل سلیم گیرائی کا قایم کردہ۔ بینظیر کتب خانہ اور نیز وہ کتب خانہ جسکو جیسوئٹ پادریون نے جمع کیا تھا۔ آگ کے شعلون کی نذر ہوگئے۔ باغچہ سرای کے بعد سمفراپول کی باری آئی۔ یہ اول الذکر سے بجانب شمالمشرق واقع ہے۔ وہان کے باشندون اور اون کے مال و متاع کو بھی شمالی مقدس مہاتماؤن کے چیلون (روسی سپاہیون) کے رحم و کرم اور عمارات کو آگ کے حوالہ کردیا گیا۔ وہان سے مینونک کافہ پر قبضہ کرکے وہان مستقل روسی چھاؤنی ڈالنے کے عزم سے اودھر روانہ ہوا۔ مگر اوسکی فوج جس نے کریمیا کو تباہ و برباد کرنے مین کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی خود بھی سخت مصائب مین گرفتار ہورہی تھی۔ اور اوسکی تعداد لڑائی سے نہین بلکہ بیماری۔ قلت رسد اور تکان سے دن بدن کم ہوتی چلی جارہی تھی۔ اب جس طرف کو روسی فوج بڑہتی تھی۔ تاتاری پہلے سے اوس علاقہ کی فصل اور گہاس کو تباہ

کر دیتے تھے جس ویرانی کو روسی سپاہ اپنے وحشیانہ ظلم و ستم سے اور زیادہ ویران کرکے خود اپنی تکالیف اور مصائب کو بڑھا دیتی تھی۔
جنرل مانسٹین لکھتا ہے کہ ۱۷۳۶ء کے محاربہ کریمیا میں روسیوں کے تیس ہزار آدمی ضائع ہوئے۔ وہ مینونک کی شتاب کاری پر سخت
اعتراض کرتا ہے کہ مارشل مذکور محض اس امید پر کہ دشمن کے ملک سے رسد مل جائے گی۔ اپنی فوج لیکر جزیرہ نما میں اندھا دھند بڑھتا گیا۔
جنرل مذکور مارشل پر نظام میں بے جا سختگیری کرنے اور سپاہیوں کو فضول بے فائدہ کاموں سے خستہ و ماندہ بنا دینے کا بھی الزام لگاتا ہے
اوس کا بیان ہے کہ روسی سفر کی صعوبتوں اور فاقہ سے ایسے نڈھال ہو گئے تھے کہ سپاہی چلتے چلتے یکلخت بیجان ہو کر زمین پر گر
پڑتے تھے اور صرف سپاہی ہی نہیں بلکہ کئی افسر بھی فاقہ اور سختی سے ہلاک ہوئے۔ مینونک ان وجوہات سے کافہ کا ارادہ ملتوی کرکے
۱۷ جولائی کو پریکاپ واپس آگیا۔ اور پھر خاکنائے کی فصیل کا بیشتر حصہ زمین کے برابر کرکے ۲۵ اگست کو کریمیا خالی کر گیا۔ جنرل
مانسٹین محاربہ کی سختی کے ثبوت میں تحریر کرتا ہے کہ آغاز محاربہ میں ہر رجمنٹ کی جمعیت مکمل تھی۔ یعنی پیدل رجمنٹ میں ۱۵۷۵ اور
سواروں کی رجمنٹ میں ۱۲۳۱ آدمی تھے۔ کریمیا سے واپس آکر جب مینونک نے بمقام سمارا ستمبر کے اخیر میں فوج کا جائزہ لیا تو
ایک بھی ایسی رجمنٹ نہ پائی گئی جس میں چھ سو آدمی رہ گئے ہوں (لیکن ریتول کریسی) یہ حملہ اور اس حملہ کے پورے پورے وحشی تھے
کل محاربہ میں مینونک کی فوج نے کریمیا میں نہایت وحشیانہ ظلم و ستم اور کمال وحشت و درندگی سے کام لیا۔ روسیوں نے
بچے جوان، زن و مرد، شیرخوار و معصوم کسی پر رحم نہ کیا۔ اور جو قابو چڑھا اوسی کو تلوار کی گھاٹ اتار دیا۔ شہروں قصبوں اور
دیہات کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ اور جہاں باشندوں نے مقابلہ بھی نہ کیا تھا وہاں بھی انہیں بے دریغ تہ تیغ کر ڈالا۔ قدیم نوادرات
اور عجائب یادگاروں کو محض ازراہ شرارت بگاڑ دیا گیا۔ کتب خانے اور دستے شعلوں کی نذر کیے گئے۔ اور سرکاری عمارات
اور معابد کو عمداً و قصداً منہدم کیا گیا۔ الغرض اس کل مہم میں جو یاد رہے کہ بلا اعلان جنگ کی گئی تھی پوری پوری وحشت و
درندگی سے کام لیا گیا۔

کریسی کے علاوہ وان ہیمر، ڈی کیٹل، ترادرکنی دیگر عیسائی مورخ بھی روسیوں کی اس سیہ کاری پر سخت نفرت اور
خفگی کا اظہار کرتے ہیں۔

آزوف کو جنرل لاسکی نے تھوڑے دنوں میں فتح کر لیا تھا۔ اور مینونک ابھی کریمیا میں ہی تھا کہ دارینہ کی قالموق سپاہ
نے کوبن (واقع ایشیا) کے تاتاریوں پر حملہ کرکے اون کو آبنائے کرچ عبور کرکے اپنے بھائیوں کی مدد کرنے سے ہی نہ روک دیا
بلکہ اونمیں سے اکثر کو سلطان کی اطاعت چھوڑ کر زارینہ کو اپنا بادشاہ تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا۔ کل بردون نے بھی جنرل لیٹی
کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ الغرض محاربہ کے پہلے سال میں روسی اپنی دغا بازی، مکر و فریب اور سینہ زوری میں بسا اوقات تقریباً
کامیاب ہوئے۔ سلطان کی افواج کو اس برس میں صرف ایک فتح نصیب ہوئی۔ نومبر ۱۷۳۶ء میں کریمیا کے نئے خان فتح گیرای
نے (جس نے خان قبلان گیرای کو جو بابعالی نے مینونک کو حملہ کے روکنے میں غفلت کرنے کی وجہ سے معزول کر دیا تھا) یوکرین پر
حملہ کرکے پانچسو روسیوں کی ایک دستہ کو شکست دیکر بھگا دیا۔ اور پھر کل علاقہ کو تباہ و برباد کر دیا۔ مینونک کی تا ...

اوس نے تمام سرائی کو اور شہروں میں پھیلی ہوئی مہم کی کوفت کو دور کر رہی تھی چنانچہ تاتار کھلے بندوں تمام علاقہ کو ویران کر کے بہت سا زر نقد و مال غنیمت کے علاوہ تیس ہزار روسی پکڑ کر لے گئے جن کو کریمیا کے بازاروں میں غلام بنا کر فروخت کر دیا گیا۔

روس کی اس وقعا یابی کے باوجود باب عالی لڑائی جاری رکھنا نہیں چاہتا تھا۔ اوس نے پہلے سفیر فرانس کو کہا کہ وہ بیچ بچاؤ کر کے مصالحت کرا دے۔ وال لوردی پاقلیا خود ایسا کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اوس نے اپنی گورنمنٹ سے استمزاج کیا۔ اور وزیر اعظم نے خود بھی براہ راست فلوری کو خط تحریر کیا۔ ابھی کوئی جواب نہ آیا تھا کہ آسٹریا نے از راہ بدنیتی خود بخود ثالث بننے کی درخواست کر دی تا۔ مگر در اصل اوس کی نیت یہ تھی کہ ٹرکی کو مصالحت کرا دینے کے دھوکہ سے جنگی تیاریوں سے جو وہ محاربہ کے لیئے کر رہی تھی۔ روک دے۔ اور ترکی صوبوں کی لوٹ کھسوٹ اور غصب میں خود بھی روس کے ساتھ شریک ہو جائے۔ چنانچہ ایمپائر قیصر چارلس ششم نے جنوری ۱۷۳۷ء میں روس سے خفیہ معاہدہ کر لیا تھا جس کی رو سے یہ شرط قرار پائی تھی کہ آسٹرین افواج بھی روسی فوجوں کے دوش بدوش ٹرکی پر حملہ کر دیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ ارادہ کر لیا گیا تھا کہ جس طرح روس نے بلا اعلان جنگ اچانک قلعہ آزوف اور کریمیا پر حملہ کیا تھا۔ اسی طرح آسٹریا بھی ترکوں کو غافل رکھ کر اون پر اچانک حملہ کر دے۔ اور اسی مدعا کے حصول کے لیئے آسٹریا نے بیچ بچاؤ کر کے صلح کرا دینے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔ آسٹرین سفیر نے انگلستان اور ہالینڈ کے سفیروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ بانی وال (احمد پاشا) ان نیک بختوں کی کرتوتوں سے واقف تھا۔ اوس نے عثمانیہ وزراء کو متنبہ کر دیا کہ یہ صرف تمہیں دھوکہ دینے کے لیئے کارروائی کی جا رہی ہے تاکہ چارلس کو بھی وہ فوجیں جو فرانس سے لڑائی کرنے کے بعد اٹلی سے بحال تباہ خستہ واپس آئی ہیں۔ آراستہ کرنے کی مہلت مل جائے۔" فلوری نے بھی وزیر کو اسی مضمون کا خط لکھ کر اوسے بتا دیا کہ شہنشاہ چارلس بالضرور اون ارادوں کی وجہ سے جو انہوں نے زارینہ سے کیئے ہوئے ہیں لڑائی میں شریک ہو جائے گا۔"

مگر باب عالی کے چند یونانی ملازموں کی سازشیں جن کو رشوت دیکر روس نے گانٹھ لیا ہوا تھا۔ ان مشوروں پر غالب آگئیں۔ باب عالی نے آسٹریا کی ثالثی منظور کر لی۔ اور مقام نمیروف میں آسٹریا، روس اور ترکی کے سفراء کی کانگرس مصالحت کی گفتگو اور تصفیہ کے لیئے جمع ہو گئی۔ جہاں نومبر ۱۷۳۷ء تک آسٹریا اور روس کے ایلچیوں نے ترکی سفیروں کو باتوں میں لگا رکھا۔ آخر جب دیوان اس توقف اور تعویق سے تنگ آ گیا۔ اور روس سے شرائط مصالحت کو صاف صاف سنائے جانے کا مطالبہ کیا۔ تو روسی اور آسٹرین سفیروں نے جنہیں اس معاملہ کو اب اور زیادہ عرصہ کے لیئے قائم رکھنے کی ضرورت نہ رہ گئی تھی۔ ایسی شرطیں سنا دیں کہ اور ایک سو برس کی مزید شکستوں اور ذلتوں کے باوجود بھی ترک انکو ماننے پر رضامند نہیں ہوئے تھے۔ روس نے جو شرطیں پیش کی تھیں وہ یہ تھیں۔ اولاً تمام سابقہ عہدنامے جو روس اور باب عالی میں ہو چکے ہیں منسوخ کر دیئے جائیں۔ ثانیاً۔ کریمیا۔ کوبان اور تمام وہ علاقے جس میں تاتاری آباد ہیں روس کے حوالہ کر دیئے جائیں۔ ثالثاً۔ والیشیا اور مالڈیویا کو روس کی حمایت و اقتدار میں خود مختار ریاستیں تسلیم کیا جائے۔ رابعاً باب عالی روس کے فرمانروا کو شہنشاہ (یعنی قیصر) کا خطاب منظور کرے۔ خامساً روسی بیڑہ کو بحیرہ اسود، باسفرس اور ڈاردانیلز کے راستہ بحیرہ روم کو آنے جانے کی عام اجازت دی جائے۔

آسٹریا نے بوسینیا اور سرویا مین مزید علاقون اور نیز والیشیا مین دریائے ڈونو بو وبیا تک سرحد کی توسیع کا مطالبہ کیا۔ ترکی سفیر ان مطالبون کو سنکر ششدر ہو گئے۔ اور اونہون نے ان متکبرانہ دعاوی کو معقول و مناسب ناراضگی کے ساتھ منتشر کر دیا۔

اس موقعہ پر ترکی سفرا نے بحث و گفتگو کی ایک نئی طرز اختیار کی جو اونکی زبان سے بالکل عجیب معلوم ہوتی تھی۔ اونہون نے حسب معمول قرآن شریف کے حوالہ دینے کے علاوہ اپنے مخالفون کی بیدیانی کے ثبوت مین انجیل اور قانون ملل پر عیسائی مصنفین کی کتابون سے مدد لی۔ دوسری طرف روسی اور آسٹرین سفرا نے عثمانیون کو طعن دیا کہ "تمہارا مذہب تو یہ کہتا ہے کہ کفار کو اسلام کی دعوت کرو۔ اگر وہ نہ مانین تو ان کا مقابلہ کرو۔ پھر تم کہان کے سچے مسلمان ہو کہ اپنی شریعت کے برخلاف عیسائیون سے مصالحت کی گفتگو کرتے ہو۔"

ترکون نے جواب دیا کہ "جس حکم کا تم حوالہ دیتے ہو وہ صرف بت پرستون (مشرکین) اور منافقین (ملحدین) کے لیئے ہے۔ توریت۔ انجیل اور زبور کے ماننے والے جس وقت جزیہ دینا قبول کرین یا صلح کی درخواست کرین تو تلوار اون کے سرون سے اٹھا لینا اور ان سے صلح کر لینا واجب ہے۔ تم اس سے یہ نہ سمجھو کہ ہم زبردستی صلح کرنا چاہتے ہین۔ جو کچھ تمہارا منشا ہو باب عالی اوس کے لیئے تیار ہے۔ ہم اون ہی ترکون کی اولاد ہین جنہون نے تمکو مہاٹس اور سنٹ گاتہرڈ کے میدانون مین پامال کیا تھا۔ مگر ہم یہ سوال کرنے سے باز نہین رہ سکتے کہ کیا عیسوی مذہب آسٹرین قیصر کو یہ اجازت دیتا ہے کہ سلطان محمود کی تخت نشینی پر اوس نے جس مصالحت کو اپنے حلفی اقرار کیا تھا اوسکو توڑ دے؟" اس سوال سے آسٹرین سفیر لاجواب ہو گئے۔ اور اونمین سے ایک کو آخر صاف اقبال کرنا پڑا۔ کہ "ہم لوگ اپنی اپنی گورنمنٹون کے ملازم اور محض بندگان حکم ہین۔ ہم لڑائی کے بانی مبانیون پر دل سے لعنت بھیجتے ہین۔"

اسنے مین اوس کے حواس کچھ قائم ہو گئے۔ اور سچی بیباکی اور ہٹ دھرمی عود کر آئی۔ اس فقرہ کے بعد اوس نے ازراہ کنایہ کہا کہ "اس لڑائی کے بانی مبانی خود ترک ہین۔ اونہون نے بلاوجہ روس کو اپنے بچاؤ کیلئے تیار ہونے پر مجبور کیا اور اس طرح سے قیصر آسٹریا کو بھی اپنے رفیق روس کے ساتھ بوجہ اتحاد لڑائی مین شریک ہونا پڑا۔ پس اس لڑائی اور خونریزی کا تمام وبال تمپر جو اوسکا باعث و محرک ہو پڑے گا۔" ترکی سفیر یہ سن کر پکار اُٹھا "میری بھی یہی دعا ہے کہ لڑائی کے بانی مبانیون پر اوس کا وبال پڑے۔ خدا سچے اور جھوٹے کا انصاف کرے اور اوسکی تلوار غضب ایسی پر وار ہو جو جھوٹا ہے۔" سب حاضرین نے آمین کہا۔ کانگرس برخاست ہو گئی۔ اور کاذب و صادق کا تصفیہ لڑائی کے پانسہ پر چھوڑ دیا گیا۔

ایک طرف روسی اور آسٹرین وکلاء اوسیطرح اس دغابازانہ نامہ و پیام اور گفتگوء مصالحت کا جال تننے مین لگ رہے۔ اور دوسری طرف اون کی فوجون نے ترکون پر حملہ کر دیا۔ دونون کی منگین اور حملے تو یکسان تھے مگر نتیجے یکسان نہ نکلے۔ کیونکہ مقام نمیروف کانگرس کو جمع ہونے سے دو مہینے پہلے ستر ہزار فوج اور مختلف جہمون کی ہانسو توپون سے پھر لڑائی شروع کر دی تھی۔ دربار سینٹ پیٹرز برگ اوسپر بدرجہ کمال مہربان تھا۔ اور اوس نے اس بات کی کچھ پروا نہ کرکے کہ پچھلے سال مارشل ذکریمیا کی

ہم مین ہزارہا روسیون کی جانین ضایع کر دی ہین سلطنت کو کل وسایل ننشے محاربہ کی واسطے اوس کے اختیار مین دیدیئے تھے بیونک نے ۱۸۳۰ء کے پہلے مہینے گودامون اور چھاونیون کے جمع کرنے ہموار میدانون کو اگن پولون کا بیڑہ تیار کرنے اور فوج کی ترتیب و نظام کو مکمل کرنے مین خرچ کیئے۔ اونکی سخت گیری سفاکی کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ مگر روسی افواج جو اوس وقت سے لیکر اب تک پابندی احکام اور نظام کیلئے مشہور آفاق ہو رہی ہین اس امر کی بنیاد اسی سخت گیری کی طفیل قایم ہوئی تھی۔

کریمیا پر دوبارہ حملہ کرنے کا کام اوس نے جنرل لاسکی کے سپرد کیا۔ اور خود بحیرہ اسود کے شمالغربی ساحل کے کنارہ کنارہ بڑھ کر عشاکوف کے مشہور شہر کو لینے کا عزم کیا۔ ۲۵ جون کو اوس نے دریا بوگ کو عبور کیا۔ ترکون کی جن کی فوج آہستگی مقام بندرمین جمع ہو رہی تھی۔ اوسکی کوئی مزاحمت نہ کی۔

۱۰ جولائی کو روسی سپاہ عشاکوف کے سامنے خیمہ زن ہو گئی۔ ترکی جرنیلون نے بیونک کے پہنچنے سے پہلے اپنی چیدہ فوج کا ایک ڈویژن عشاکو بھیجدیا تھا جس سے وہان کی ترکی فوج کی جمعیت جس کے پاس توپخانہ اور ہر قسم کا سامان وافر موجود تھا بیس ہزار آدمیون کی ہو گئی تھی۔ ترک نہایت مردانگی سے لڑے اور اونہون نے کئی دفعہ باہر نکلکر ایسی سختی سے دھاوے کیئے کہ روسیون کے چھکے چھوٹ جاتے تھے اور اون مین اس قدر خونریزی ہوتی رہی کہ اگر اونھین باقاعدہ لڑائیون کی ذیل مین شمار کیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ بیونک کی فوج کو رسد اور محاصرہ کے معمولی سامان کی قلت سے بھی بہت تکلیف اوٹھانی پڑی۔ مگر بیونک عجیب بیباکی اور استقلال سے محاصرہ پر ثابت قدم رہا حتی کہ خود اوس کے افسر بھی اس پر معترض ہونے لگے گو مگر آخرکار وہ بعض طالع نیک کی یاوری سے اپنے مدعا مین کامیاب ہوگیا۔

دو دن کی مسلسل روسی گولہ باری سے شہر مین آگ لگ گئی جسے دیکھکر بیونک نے فی الفور اپنی کل فوج کو دھاوے کا حکم دے دیا۔ اوس کے حملہ آور دستون کے پاس کوئی زینہ اور خندقین پر کرنے یا دیگر مزاحمتون کو دور کرنے کا سامان نہ تھا۔ نہ اوس نے اس امر کی کچھ پرواہ کی کہ جس طرف دھاوا کیا جا رہا ہے وہاں طرف شہر کے مورچون اور فصیلون کی کیا کیفیت ہے۔ روسی دیوانہ وار بڑھنے کے پائین تک پہنچگئے۔ اوس سے آگے عمیق خندق تھی جس نے اونکی پیشقدمی کو قطعی روکدیا۔ روسی کمال مگر فضول بہادری کو تقریباً دو گھنٹون تک خندق کو کنارے پر محصورین کی سخت گولہ باری اور رنکیلی باڑہون کی تابڑتوڑ بوچھاڑ مین کھڑے رہکر فضول باڑہین چلاتے رہے۔ آخرش اون کو قدم لڑکھڑا گئے اور وہ سراسیمہ و پریشان پیچھے کو بھاگ گئے۔ اگر ترکی کمانڈر اوس وقت کل فوج لیکر بیگوڑون پر دھاوا کر دیتا تو یہ یقینی امر ہے کہ وہ محاصرہ کو اوٹھا دینے مین کامیاب ہو جاتا۔ اور اس مین بھی کوئی شک نہین کہ بیونک کی تقریباً کل فوج پامال ہو جاتی۔ مگر افسوس صرف معدودے چند محصورین نے روسیون کا تعاقب کیا جس سے بیونک کو تھوڑے ہی عرصہ مین اپنے آدمیون کو تازہ دم اور آراستہ کرکے پھر حملہ کو لیئے تیار ہو جانیکا موقعہ ملگیا۔ آگ شہر مین زور شور سے پھیلتی چلی جا رہی تھی۔ حملہ اولین سے بعد جو پہلی صبح آئی۔ اوس کو ترکون کا بڑا بارودی میگزین اس آگ سے اوڑگیا۔ اور چھ ہزار ترک اتنا جانبازی اس حادثہ سے ضایع ہو گئے۔ اس مصیبت ناگہانی سے ترکی عسکر کے اوسان خطا ہو گئے۔ آگ اور بھی تیزی سے پھیلتی چلی آتی تھی

ادھر اوس نے دیکھا کہ روسی حملہ کے لیے پھر تیار ہو رہے ہیں اس سے اوس کے ہوش و حواس باختہ ہو گئے۔ اور اوس نے سفید جھنڈا کھڑا کر کے اس شرط پر اطاعت مان لی کہ اوسے اور اوس کی فوج کو اسیران جنگ سمجھا جائے۔ معاہدہ ہو الگی کی شرائط کی ابھی تعمیل ہی ہو رہی تھی کہ روسی ہوزارڈون اور کزاکون کے کاسکون نے شہر میں بالجبر داخل ہو کر اوسے لوٹنا شروع کر دیا۔ سرعسکر اور اوسکی فوج کا کچھ حصہ اوس وقت تک دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے لیے شہر سے باہر نکل چکا تھا۔ روسی سپاہ نے لوایمائی کر کے اون پر بھی حملہ کر دیا اور اکثر کو قتل کر کے باقیماندہ کو پھر شہر میں ڈھکیل دیا۔ اس پر سرعسکر نے سیوڈاکب کو کہلا بھیجا کہ میں تمہارے رحم پر بھروسہ کر کے اطاعت اختیار کرتا ہون اور اپنی اور اپنے آدمیون کے لیے امان کی التجا کرتا ہون"

یہ پیغام سن کر سیوڈاکب نے اپنی فوج اردل کی ایک رجمنٹ بھیجی۔ جو سرعسکر اور تین اور چار ہزار کے درمیان ترک سپاہیون کو بطور اسیران جنگ روسی کیمپ میں لے آئی۔ یہان روسیون نے پھر غداری کر کے ترکون کو کمال سفاکی سے بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر سینکڑون ترک بے تحاشا سمندر میں کود پڑے تاکہ تیر کر اون چند ترکی جہازون پر جو دوران محاصرہ شہر کے قریب لنگرانداز ہو گئے تھے پہنچ جائیں۔ مگر یہ کوشش محض فضول تھی۔ وہ سب کے سب غرق ہو گئے۔ یہ جہاز شہر کے مفتوح ہو جانے پر فوراً لنگر اٹھا کر چلے گئے اور یہ بری خبر قسطنطنیہ کو جا پہنچائی۔ روسیون نے دس ہزار ترکون کی لاشیں دفن کیں۔ اون کو اس محاصرہ و فتح میں چار ہزار آدمی مقتول و مجروح ہوئے۔ مگر بیماری تکان اور قلت رسد سے حسب معمول اون کا بہت ہی زیادہ نقصان ہوا تھا۔ ... فتح کے بعد جب جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ آغاز محاربہ کی نسبت اب اوسکی فوج پندرہ ہزار کم ہو گئی ہے۔ اوس کا ارادہ اب شہر بندر پیشقدمی کرنے کا تھا۔ مگر ترکون نے اوس جنگل میں جو راستہ میں پڑتا تھا آگ لگا دی ہوئی تھی اس کی خبر ملنے پر مینیاس نے اپنا ارادہ ملتوی کیا اور اپنی فوجی جمعیت کو مضبوط و آراستہ کرنے کے لیے پیرکوپ کو واپس ہٹ گیا مگر جانے سے پہلے عشاکو کی قلعہ بندی کی مرمت کر کے وہان اوس کی حفاظت کے لیے کافی فوج چھوڑ گیا۔

دریں اثنا جنرل لاسکی نے چالیس ہزار فوج سے کریمیا پر حملہ کر دیا۔ بحیرہ اسود میں ایڈمرل برڈیل کی زیر کمان ایک بیڑہ جہازات اوس کی امداد کرتا رہا۔ اور بحیرہ آزوف میں خود جنرل مذکور نے چھوٹے اگن بوٹون اور کشتیون کا بیڑہ تیار کرا لیا تھا۔

خان کریمیا نے پیرکوپ کی دیوار کو نہایت احتیاط سے مرمت کر کے اوس کے پیچھے اپنی فوج کو مامور کر دیا تھا۔ اور اوسے توقع تھی کہ وہ پہلے خان کی نسبت روسیون کی پیشقدمی کا بخوبی مقابلہ اور مزاحمت کر سکیگا۔ مگر لاسکی اوس فصیل کو ایک طرف چھوڑ کر اوس تنگ اور چھوٹی سی زمین کے کنارہ کنارہ جو جزیرہ نما کے قریب بحر عظیم سے شروع ہو کر تقریباً بحیرہ متعفن کے کل دہانہ کے برابر برابر آباد واقع کریمیا کی طرف بڑھتی چلی گئی ہے پیشقدمی کی۔ جہان کہیں اس راہ میں رخنے تھے اون پر پل بنا دیے گئے۔ یا اون کو لکڑیاں ڈال کر پاٹ دیا گیا۔ یہ ایسا خطرناک کام تھا کہ ایک کے سوا باقی تمام جرنیل اس راستہ سے گذرنے کے مخالف تھے۔ وہ سب جمع ہو کر لاسکی کے خیمہ میں آئے اور اوسکی تجویز کی مخالفت کر کے کہا کہ اس سے کل فوج کی سلامتی معرض خطر میں پڑ جائیگی

لاسکی نے جواب دیا کہ یہ کونسا جنگی کام ہے جو خطرہ سے خالی ہو سکتا ہے۔ اگر تم لوگ ایسے ہی ڈرپوک ہو تو واپس چلے جاؤ۔

یہ کہکر اوس نے اپنے سکرٹری کو ان افسرون کے پیشے پر وہ تجاویز راہداری لکھنے کا حکم دیدیا۔ اور ساتھ ہی دو سو ڈریگونون کا دستہ طلب کیا کہ وہ ان افسرون کو یوکرین پہنچا آئے۔ اور مہم کے خاتمہ تک یہ افسر وہین رہین۔ لاسکی کی ثابت قدمی اور مستقل مزاجی دیکھکر افسر اپنے اصرار سے باز آ گئے مگر لاسکی نے تین دن تک اونکی خطا معاف نہکی اور اون سے کوئی گفتگو نہ کی۔ یہ جونمرد آئرلینڈ کا باشندہ تھا۔ وہ مذکورہ بالا راستہ سے بخیریت گذر کر ۲۳ جولائی ۱۷۳۷ء کو کریمیا مین داخل ہو گیا۔ اوسکا ایک آدمی بھی ضائع نہوا۔ کریمیا مین داخل ہوکر اوس نے مقام قرہ صو بازار کے قریب تاتاریون کو شکست فاش دی۔ اور پھر اس بدقسمت ملک کی چارون کھونٹ مین چکر لگا کر ٹیونک کی فوج کی طرح بے تعداد دیہات قصبات اور فصلون کو خاک سیاہ اور بیشمار باشندون کو تہ تیغ کیا۔ اس ہیبتناک مشن سے فارغ ہوکر وہ اگست مین بحیرۂ متعفن کے لنگرین موقعہ پر مقام تشونگر کے قریب پل بناکر کریمیا سے رخصت ہو گیا۔ روسی بڑے فخر سے لکھتے ہین کہ اس مختصری مہم مین اونکی فوجنے ۱ ہزار مکانات ۳۸ مسجدین دو گرجے اور پچاس کارخانے آگ لگاکر تباہ و منہدم کیئے۔

یہ لڑائی ابھی جاری تھی کہ آسٹریا نے بھی دغابازی مین اپنے رفیق روس کی تقلید کرکے جس کے ساتھ روسیوں نے اسیطرح پچھلے برس آزاف پر حملہ کر دیا تھا ۱۷۳۷ء مین بلا اعلان جنگ اچانک شہر نیسا پر یورش کرکے ترکی سے جنگ شروع کر دیا۔ ایک آسٹرین فوج فیلڈ مارشل سکندروف کی زیر کمان جولائی مین سرویا کے عثمانیہ علاقہ مین داخل ہو گئی۔ اور اوسیوقت ایک اور آسٹرین فوج نے بوسنیا کے ترکی مقبوضات پر حملہ کر دیا۔ نیسا آسانی سے فتح ہو گیا جس کے بعد سکندروف نے اپنی فوج کا کچھ حصہ ودین کی تسخیر کیلیئے بھیجدیا۔ مگر ترکون نے اس اثنا مین وہان کی فوج کو کمک پہنچا دی۔ اور حملہ آور دریا تیموک اور دریا ڈینیوب کے کنارون پر ادہر ادہر سرگشتہ پھرا کیے۔ بیماری اور قلت رسد سے ہزارون کی تعداد مین ہلاک ہو گئے۔ آسٹرویون نے نشہ غرور سے مخمور اور بادۂ نخوت سے سرمست ہوکر لڑائی شروع کی تھی۔ اون کو اپنی جنگی قابلیت اور طاقت پر کمال غرہ ہو گیا ہوا تھا۔ اور ترکون کی اونکی نگاہون مین کچھ وقعت نہین رہ گئی تھی۔ اون کا خیال تھا کہ جس طرح اپنے مشہور سپہ سالار پرنس یوجین کے ماتحت انکو ترکون پر پے در پے کامیابی ہوتی رہی تھی اسیطرح اب بھی وہی نقشہ رہیگا۔ یہان ترکون کے برخلاف پیشقدمی کرنا فتح کرنے چلے جانے کے مرادف ہے۔

آسٹرین وزرا اپنے فوجی افسرون سے بھی بڑھکر نشۂ کبر و نخوت سے سرشار ہو رہے تھے جس کی کیفیت ایک ہی واقعہ سے بخوبی واضح ہو جاویگی۔ ایک جنرل نے وائنا کی اعلے فوجی کونسل مین کہا کہ ہمارا توپخانہ کمزور ہے ہر پلٹن کو دو دو توپین بہم پہنچاکر اس کمی کو پورا کر دیا جائے۔ کونسل نے اوسکی تجویز کو یہ کہکر مسترد کر دیا کہ ہماری فوجین توپون کی کمی کے باوجود ہمیشہ ترکون کو شکست دیتی رہی ہین۔ اب ترک کہان کے بہادر ہو گئے ہین کہ توپون کو بڑھایا جائے۔ جب جنگ کنندہ سپہ سالار اور فوجی مشیرون کا یہ رنگ ہو تو نتیجہ صاف ظاہر ہے۔ اس سستی کے طبعی نتائج بدقسمتی کے شروع مین ہی ہویدا ہو گئے

آسٹریوں کو جلد معلوم ہو گیا کہ ترک شجاعت اور قابلیت سے لڑ رہے ہیں۔ اور انہوں نے غنیم کو پامال کرنے کو پیشقدمی کا ارادہ کیا جس سے کام لیکر جس تدر کوششیں کیں سب میں سخت شکست کی کھائی۔ اوسی نہایت شکست کے بعد ہی آسٹری جرنیلوں نے آپس میں لڑنا جھگڑنا شروع کر دیا جس سے اونکی افواج کی مصیبتوں میں جلد اور بھی اضافہ ہو گیا۔

ترکون کی طرف خود وزیر اعظم سپہ سالار تھا۔ اور نو مسلم احمد پاشا (بانی وال) اوس کا مشیر و معاون تھا جس کی بے نظیر فوجی قابلیت سے ترکی فوج کا انتظام بہت عمدہ کیا ہوا تھا اور وہ جو فوجی چال چلتے تھے اوس میں غیر معمولی طور پر پوری پوری کامیابی ہوتی تھی۔ آسٹریون کے حوصلے تھوڑے ہی عرصہ میں پست ہو گئے اور سکندورف اپنی بقیۃ السیف فوج کو لیکر ہنگری کو واپس چلا گیا۔ ترکون نے نیسا کو پھر فتح کر لیا۔ اور بعد ازان کئی طرفون سے آسٹرین علاقون میں داخل ہو گئے۔ بوسنیا میں بھی لڑائی کا نتیجہ یکسان رہا جو مذکورہ کے مسلمان باشندون نے متفق و متحد ہو کر نہایت پر جوشی اور شجاعت سے حملہ آور غنیمیون کا مقابلہ کیا۔ اور گو آسٹری فوج کو چند خفیف سی فتوحات حاصل ہوئیں تاہم اوسے سال کو ختم ہونے سے پہلے ہی سخت ذلت اور نقصان عظیم کے ساتھ بوسنیا سے باہر نکالکر پیچھے ہٹا دیا گیا۔ آسٹریا کو اپنی بے ایمانی۔ سنگدلی اور غداری کا خاصہ بدلہ ملگیا۔ اور جو تھوڑی بہت کچھ کسر باقی رہگئی تھی وہ دوسرے برس نکل گئی۔

دوسرے برس (۱۷۳۸ء) قیصر نے اپنی افواج کی کمان پر نئے جرنیل مقرر کیئے۔ ترکی وزیر اعظم بھی اسی اثنا میں نیا مقرر ہوا تھا جس کا نام یگن محمد تھا۔ ترکون نے اس دفعہ مدافعت کے پہلو پر رہ کر آسٹرین پیشقدمی کا انتظار کرنے کی بجائے قابل تعریف دلیری اور مردانگی سے خود جارحانہ کارروائی شروع کر دی۔ وزیر کے پاس جرار فوج موجود تھی۔ اوس نے ہنگری کے قصبہ میڈیا کو فتح کر کے اُرسووا کے مشہور قلعہ کا جو دریائے ڈنیوب کے کنارہ پر واقع ہے۔ محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ ابھی قائم تھا کہ آسٹریون نے میڈیا کے قریب بمقام کورنیا ترکی فوج کے ایک دستہ پر جو حاجی محمد کے زیر کمان تھا ۴ جولائی ۱۷۳۸ء کو حملہ کر کے شکست دے کر بھگا دیا مگر اس معرکہ میں بھی باوجود فتح ترکون کی نسبت اون کے زیادہ آدمی ہلاک ہوئے۔ یہ خبر سنتے ہی وزیر اعظم کمک لیکر پہنچ گیا۔ اوس نے آسٹریون کو میدان سے بھگا کر مقام سمندریا کو فتح کیا۔ اور واپس جا کر پھر اُرسووا کا دوبارہ محاصرہ کر لیا جس نے ۱۵ اگست کو عثمانیون کی اطاعت قبول کر لی۔

آسٹرین جرنیلون میں ان شکستون سے سال گذشتہ سے بھی زیادہ پھوٹ پڑگئی۔ اور وہ سخت شکستہ دل اور مایوس ہو کر اپنی فوج کو ساتھ لیئے ہوئے اندھا دھند پیچھے کو اُٹھ دوڑے۔ اور جب تک بلغراد کی فصیل کے اندر نہ پہنچ گئے اون کے دم میں دم نہ آیا۔ ترکی سوار بھی اونکا پیچھا کرتے ہوئے وہاں تک چلے آئے تھے۔ اونہوں نے آتے ہی شہر کے اردگرد کی بلندیون پر قبضہ کر لیا۔ آسٹرین فوج نامردون کی طرح شہر میں چھپے ہوئے اونکا منہ دیکھتی اور وبائی امراض سے گھل گھل کر مرتی رہی۔ مگر اونکا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ کر سکی۔ البتہ آسٹرین ہوزارون کی ایک بٹالین نے جوانمردی سے کام لیکر ترکون کا مقابلہ کرنے کی جسارت کی جسے نقصان عظیم کے ساتھ تتر بتر کر دیا گیا۔ کچھ دنون کے بعد وزیر نے خود ہی اپنے سوارون کو واپس بلا کر تعزیت و نیکنامی لڑائی کو بند کر دیا۔ اور سلطان نے اپنے سپہ سالار۔ افسرون اور نیز ہر سپاہی کو نہایت

میدانِ جنگ مین شجاعت و نیک چلنی سے کام لیا انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔

۱۷۳۸ء مین گو ترکون کو روسیون کے برخلاف ویسی ہی کامیابی نہ ہوئی جیسی کہ آسٹریون کے برخلاف ہوئی تھی تاہم انہون نے نہایت زبردست اور مہیب دشمنون کو بحیرۂ اسود کے سواحل پر کچھ بہت زیادہ نہ بڑھنے دیا۔ مارشل مینیک پھر حرکت کر کے دریائے نیپر اور دریائے بوگ سے گذر آیا اور جو ترکی و تاتاری فوجین اُسے ان دریاؤن کے قریب ملین اون کو ترہیب دیکر بھگا دیا۔ مگر دریائے نیسٹر کے قریب پہنچنے پر اوسے ایک زبردست ترکی فوج ایک نہایت مستحکم مقام مین خیمہ زن ملی۔ روسی مارشل مقام بندر کو جانے کے لیے بڑھا چلا آرہا تھا۔ یہ فوج اُسی قصبہ کے راستہ مین مقیم تھی۔ اور اوس کی جمعیت ایسی زبردست تھی کہ روسی فوج اوس کو مطلقاً نہین ہٹا سکتی تھی۔ تاہم فریقین مین کئی معرکہ آرائیاں ہوئین جن مین سے ایک مین بقول بعض مورخین صوبہ توحاق کے سرعسکر سیاسی غازی مین ہزار تاتاری سوار دن اور بیس ہزار ترکون کی فوج سے روسی فوج کو سخت نقصان پہنچایا۔ یا بقول ترکی مورخین مسلمانون کی تیغہائے بران سے ہزارہا ملاعین جہنم داخل ہوئے۔ مگر بیماری و قلت رسد حسب معمول روسیون کے لیے ترکون اور تاتاریون کی تلوارون سے زیادہ خطرناک اور مہلک دشمن ثابت ہوئی۔ اور مینیک موسم خزان مین اپنی فوج لیکر جس نے نقصان تو بیحد اٹھایا مگر حاصل کچھ نہ کیا تھا۔ یوکرین کو ہٹ گیا۔

مارشل لاسکی نے اسی سال بماہ جولائی پھر کریمیا پر حملہ کیا۔ وہ پینتیس ہزار فوج لیکر خاکنائے پریکاپ کے شمالی حصہ مین نمودار ہوا جس سے خان کریمیا کو یقین ہو گیا کہ اب کے روسی فی الواقع اسی راستہ سے کریمیا مین داخل ہونیکا ارادہ رکھتے ہین اور اوس نے فصیل پر دشمن کی کما حقہٗ مدافعت کرنے کا پورا پورا انتظام کر لیا۔ مگر اوسکی کل تیاریان بیکار رہین۔ لاسکی اسی راستہ سے کریمیا مین داخل ہوا اور اوس کے ایک آدمی کو بھی گزند نہ پہنچا۔ کیونکہ فصیل پر حملہ کرنے کی بجائے سال گذشتہ کی طرح اب کے بھی اوس نے عجیب متہورانہ تدبیر سے کام لیا۔ بحیرۂ آزاف کا وہ حصہ جو خاکنائے کے مشرقی جانب سے متصل ہے یعنی بحیرۂ متعفن[1] اول تو ہمیشہ ہی مگر موسم گرما مین بالخصوص پایاب ہوتا ہے پس اگر اس موسم مین چند گھنٹون کے لیے بھی پچھم کی طرف سے زور کے ساتھ ہوا چلے تو بحیرۂ مذکور کی تہ پانی کے مشرق کو ہٹ جانے کی وجہ سے بالکل خشک ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح سے خاکنائے پریکاپ کے علاوہ بر عظم اور کریمیا کے درمیان ایک دوسرا خشک رستہ موجود ہو جاتا ہے۔ لاسکی نے اسی رستہ سے کام لیا۔ جولائی کو حسب مراد ہوا چلنی شروع ہو گئی۔ اور لاسکی نے اسیوقت ساحل پر فوج کو اکہری لائین مین صف آرا کر کے خلیج یا بحیرہ کی تہ سے گذرنا شروع کر دیا۔ اور ہوا کے تھمنے اور پانی کے واپس آجانے تک اوسکی کل فوج گذر گئی۔ صرف چند گاڑیان جو عقب مین تھین ضائع ہوئین۔ کیونکہ فوج کے گذرتے ہی مخالف ہوا بند ہو گئی تھی۔ تاتاری فصیل کے پیچھے بیٹھے رہے۔ اور روسی اُسے پہلو پر چھوڑ کر اوپر سے اون کے علاقہ مین داخل ہو گئے۔ لاسکی نے فی الفور پریکاپ پر عقب کی طرف سے حملہ کر دیا اور شہر نے ۶ جولائی کو اطاعت قبول

[1] بحیرۂ متعفن بحیرۂ آزاف کے اوس حصہ کا نام ہے جو تنگ رہ صدر خاکنائے اراباٹ کے مغرب مین اور کریمیا کے شمالی حصہ کے مشرق مین ہے۔ ناظرین کی آسانی کے لیے بحیرۂ اسود کے گرد کے تمام علاقون کا نقشہ دیدیا گیا ہے۔ مؤلف +

کرلی تتاناریون نے لاسکی کی فوج کے ایک حصہ سے مقابلہ کیا مگر شکست کھا کر بھاگ گئے۔ لاسکی نے یہ چرباکی قصبہ کافہ پر قبضہ کرنے کے لیئے کی تھی۔ اوس وقت وہ کریمیا مین مستحکم ترین مقام سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ عام خیال تھا کہ اس کے فتح ہو جانے پر کل جزیرہ نما کو فتح کر لینا نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ لیکن تین گذشتہ مین روسیون نے ملک کو ایسا ویران کر دیا تھا کہ لاسکی کو اپنی فوج کے لیئے رسد اور چارہ ملنا محال ہو گیا۔ ادہر رسد لانیکا کام روسی بیڑہ کے سپرد کیا گیا تھا۔ اوسے طوفان نے نیم تباہ کر کے ساحل سے بہت پرے ہٹا دیا۔ جسپر لاسکی کو چند منزلین بیفایدہ طے کرنے کے بعد پیچھا پہرنا اور وہان سے اپنے ملک کو واپس ہٹنا جانا پڑا۔

بدوران محاربہ مصالحت کے لیئے کئی دفعہ نامہ و پیام شروع ہو کر بیچ مین ہی رہجاتا رہا تھا۔ ۱۷۳۶ء کے موسم سرما مین فرانس کی وساطت سے پہر از سر نو سلسلہ جنبانی کیگیئی۔ یہ اوپر لکہا جا چکا ہے کہ روس کے ساتھ اعلان جنگ کرنے کے ساتھ ہی باب عالی سے جو لڑائی کا ایسا خواہشمند نہ تھا فرانس کو لکہا تھا کہ بابیچ بچاؤ کر کے مصالحت کرا دیجائے یا فرانس ٹرکی کی مدد کرے۔ فرینچ وزیر اعظم نے ایسا رد قطعی جواب دینے سے پہلے انگلستان سے امتزاج کر لینا ضروری سمجھا۔ مگر اوس نے آسٹریا کی درخواست ثالثی کا حال منتہی قطعی جواب دینے سے پہلے دیوان کو قیصر کی غداری سے متنبہ رہنے اور اوس کے دہوکہ مین نہ آنے کے لیئے لکہدیا تھا۔ جس نصیحت کا جیساکہ اوپر لکہا جا چکا ہے کچھ فائیدہ نہ ہوا۔

فلوری نے انگریزی سفیر متعینہ پیرس کو وہ سب نقصانات جو روس کی طاقت اور مملکت کو بڑہنے سے انگلستان کی اغراض کو پہنچنے یقینی تہے بالوضاحت بتا دیئے۔ مگر دربار انگلستان نے اس کے جواب مین اوسے صاف کہلا بہیجا کہ اگر فرانس نے ترکون کی طرفداری کی تو انگلستان کو مجبوراً آسٹریا کے ساتھ شریک ہو جانا پڑے گا۔ اسپر فلوری نے مارکوئیس ول نوریل کو ہدایت کی کہ جسطرح ہو سکے روس اور ٹرکی مین مصالحت کرا دو۔ اور یہ خیال رکہو کہ اس مصالحت مین روس کو بحیرہ اسود پر جہازرانی کی اجازت نہ ملے۔ باب عالی اگر کچھ انکار کرے تو اوسکو اچہی طرح سے سمجہا دو کہ لڑائی جاری رکہنے سے قیصر بہی روس کے ساتھ شریک ہو جائیگا۔ اور قیصر کے ساتھ دوسرے عیسائی فرمانروا۔ یہ ہدایت ۱۷۳۷ء کے شروع مین کیگئی تہی۔ مارکوئیس نے اپنا ایک معتمد ترین ڈی لماٹ وزیر اعظم کے پاس جو اوس وقت بندر مین تہا بہیجدیا۔ اور خود کل حالات سلطان کو گوشگذار کر دیئے جسپر ٹرکی تو مصالحت پر آمادہ ہو گئی مگر روس کو دوسرے خواب آرہے تہے اوس نے نہ مانا۔ اور چند دنون کے بعد آسٹریا نے بہی غداری سے ٹرکی پر حملہ کر دیا۔ نمی روف کی گفتگوئے مصالحت اور کانگرس کی مفصل کیفیت اوپر درج ہو چکی ہے۔ ۱۷۳۸ء مین فرانس نے پہر کوشش کی مگر روس نے اس دفعہ بہی ایسی سخت شرائط پیش کین کہ اوسے خاموش ہو جانا پڑا۔

روسیون مین سب سے زیادہ مارشل منیونک لڑائی کا خواہان اور صلح کا مخالف تہا۔ اور زارینہ اور روس کے مشیر اوسکی رائے کو بہت کچھ وقعت کی نگاہ سے دیکہتے تہے۔ ۱۷۳۸ء کی محاربہ کو ختم ہونے پر مارشل مذکور اسی لیئے سینٹ پیٹرزبرگ چلا گیا تہا کہ اپنا ذاتی اثر

سلہ کافا یا تیوڈوسیا۔ کریمیا کے جنوب مشرقی گوشہ پر واقع ہے۔ مؤلف

ڈال کر صلح نہ ہونے دی۔ اور قیصرہ کو خود قسطنطنیہ کی تسخیر کے لیئے دلیرانہ کارروائی کرنے پر آمادہ کیا۔ روس اس مہم کا کل بوجھ روسی فوج پر ہی ڈالنا چاہتا تھا۔ بلکہ ترکوں کی عیسائی رعایا کو اپنے مالکوں کے برخلاف کھڑا کر کے اون ہی سے کام لینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اوس نے دربار سینٹ پیٹرز برگ کو سلطنت عثمانیہ کے یورپین حصّے کی طرف توجہ دلائی کہ وہاں کی واقعی حالت کو بغور دیکھنے سے اوسکی تجویز کا نہایت ہی سہل الحصول ہونا ثابت ہو جائے گا۔ عیسائی رعایا مسلمان آبادی سے بدرجہا زیادہ ہے۔ اور گو وہ صدیوں سے محکوم چلے آتے ہیں۔ مگر اون کے دلوں میں اپنے فاتحین کی طرف سے برابر نفرت اور کدورت موجود ہے۔ اور وہ روسی طاقت کی توسیع کو بڑی اشتیاق بھری نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اوس نے خود زارینہ کو مخاطب کر کے کہا کہ "تمام یونانی آپ کو اپنا مستحق فرمانروا سمجھتے ہیں اور اون میں بے اندازہ جوش پھیلا ہوا ہے۔ اب اون کے اس جوش سے فائدہ اٹھانے اور قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کا وقت ہے کیونکہ ہماری فتوحات کا جو اثر پڑا ہے وہ ابھی تک سب کے دلوں میں تازہ اور نمایاں ہے۔ ایسا موقعہ پھر کبھی نہیں آنے کا"

قیصرہ نے جھٹ پٹ مارشل مذکور سے جس کی تجویز کا نام مشرقی منصوبہ رکھا گیا تھا اتفاق آرا ئے ہوگئی۔ جنوبی روس کی فوج کو زبردست کمکیں بھیجی گئیں۔ اور صوبجات ایپائرس و تھیسلی میں وہاں کے باشندوں کو ترکوں کے برخلاف بغاوت کرنے کے لیئے تیار کرنے کو وہاں جاسوس اور قاصد روانہ کر دیئے گئے۔ اور ۱۷۳۹ء میں پھر لڑائی کے لیئے ترکی علاقہ پر پیشقدمی کی گئی۔ مگر اس دفعہ مینونک نے سابقہ مہاربوں کے تجربہ سے فائدہ اٹھا کر بحیرہ اسود کے شمال مغربی ساحل کے کنارہ کنارہ دریائے نیسٹر کے دائیں کنارے پر پہنچنے کی کوشش نہ کی۔ اوسے معلوم ہو چکا تھا کہ اس راستہ میں قلت رسد وغیرہ سے لازمی طور پر تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی۔ ان سے بچنے کے لیئے اب اوس نے پولنڈ کے صوبہ پوڈولیا کا راستہ اختیار کیا۔ دربار پولنڈ نے جو اس لڑائی سے بالکل الگ تھلگ رہا تھا قانون ملل کی اس صریح خلاف ورزی پر سخت اعتراض کیا۔ مگر مارشل نے اسکو کمال حقارت سے نظر انداز کر کے اوسکی کچھ پروا نہ کی۔ اور اوسکی روسی و کاساک فوج علاقہ مذکور سے اسطرح سے تاخت و تاراج کرتی ہوئی ...... کہ وہ گویا دشمن کے ملک سے گذر رہی ہے گذر کر ۱۲ اگست ۱۷۳۹ء کو مقام سوکورانہ کی قلعہ خوزین سے تخمیناً تیس میل کے فاصلہ پر دریائے نیسٹر سے عبور کر کے ریاست مالڈیویا میں داخل ہوگئی۔ اور اوس نے بندر کے سرعسکر ولی پاشا کو جو غنیم کے مقابلہ کے لیئے خوزین کے سامنے فوج لیکر پڑا ہوا تھا ۲۸ اگست کو کامل شکست دیکر بھگا دیا۔ خوزین نے بھی لڑائی سے چند دن بعد روسیوں کی اطاعت قبول کر لی۔ مینونک نے مشہور کانٹی مر کے خاندان کے ایک شہزادہ کانٹی مر کو روس کی زیر حمایت مالڈیویا کا حکمران مشتہر کر دیا۔ اور کانٹی مر نے ترکوں اور سلطانی گورنر کے برخلاف رعایا سے بغاوت کرادی۔ بعد ازاں مینونک صوبہ مذکور کے صدر مقام جاسی کی طرف بڑھا۔ جہاں وہ اور شہزادہ کانٹی مر بلا مزاحمت داخل ہوگئے۔ وہاں سے روسی سپہ سالار بندر اور اوس نواح کے دیگر مستحکم مقامات کو فتح کرنے کی نیت سے رخ بدلکر صوبہ بسریبیا میں داخل ہو گیا۔ تاکہ اونکو فتح کر کے پورے وسطی ترکی کے قلب پر حملہ آور ہونے کے لیئے جنوب کی طرف پلٹنے سے پہلے اپنے عقب اور قاعدہ حرب کو محفوظ کر دے۔ مگر بالائی ڈینیوب پر اپنے رفقا آسٹرویوں کے پے درپے سخت شکست پا

ہوئے تھا وزیر اس امر کی خبر سننے سے کہ وہ مشترکہ دشمن (ٹرکی) سے نہایت عاجزی کو ساتھ صلح کی استدعا کر رہے ہین۔ اوسکی فاتحانہ پیشقدمی بیچ مین ہی رک گئی۔

سلطان نے دیرینہ دلالیجن محمد سے کسی بات پر ناراض ہوکر اوسکی جگہہ حاجی محمد پاشا کو وزیر اعظم مقرر کر دیا تھا جس نے بھی اپنے متقدم کیطرح فوج کی سپہ سالاری اپنے ہاتھ مین رکھی۔ اوسنے اوس زیادتی کی کہ سلطنت کی نامی [illegible] اون بہادرون کو جو جنگ ایران سے واپس آئے تھے اپنی فوجمین بھرتی کر کے نئے رنگروٹ اور نالایق [illegible] اون پاشاؤن کو جو جدید جو روسیون کا مقابلہ کر رہے تھے مگر علاوہ اس امر کے خود آسٹرویون کے دونون جرنیلون والس اور نیبرگ کی [illegible] اور نالایقی ہی اونکی شکست بالی کے لیئے کافی تھی۔ ان دونون جرنیلون کو قیصر چارلس ششم نے بڑے بھروسہ کے ساتھ اس سال میدان جنگ کو روانہ کیا تھا۔ آسٹرین فوج کا حصہ کثیر [illegible] مین مقام پیٹروارڈن کے قریب جمع ہوا۔ اسمین گولندازون، سوارون اور دیگر سباب سیر اور بقاعدہ سپاہ کے علاوہ ۵۶ ہزار فوج تھی۔ مارشل والس کا منشا مقام ارسوا کا محاصرہ کرکے محاربہ کو شروع کرنیکا تھا قیصر نے انہو تاکیدی حکم دیا تھا کہ پہلے موقعہ کے ملتے ہی غنیم سے کھلے میدان مین فیصلہ کن لڑائی کی جاوے۔ آسٹروی ۲۰ جون کو دریائے ساوے سے عبور کرکے ڈینیوب کو داہنے کنارہ کے برابر برابر ارسوا کی طرف بڑھے۔ حاجی محمد پاشا کے پاس دولاکھ فوج تھی۔ وہ ضلع سمندریا سے گذر کر مقام کروزکا کے قریب ایک بلند مقام پر خوب مستحکم جگہہ مقیم ہو گیا۔ والس جب کروزکا کے قریب پہونچا تو اوس نے خیال کیا کہ صرف غنیم کا ایک چھوٹا سا دستہ سامنے موجود ہے۔ اس غلط فہمی سے اوس نے فقط اپنی فوج کی کیوری (فوج سواران) ساتھ لیلی۔ اور حملہ کرنے کو چلے ایک تنگ وعمیق درہ سے بسرعت گذر گیا۔ مگر درہ سے نکلتے ہی وہ کیا دیکھتا ہے کہ کل علاقہ تاکستانون اور جھاڑیون سے پر ہے۔ اور انکی وجہ سے صف آرا ہونا یا حملہ کرنا بالکل ناممکن ہے۔ اوہر چارون طرف سے اون پر سخت رائفلی آتشباری شروع ہو گئی۔ کیونکہ وزیر نے نہایت عقلمندی سے درہ کے دہانہ کے اردگرد فوج پیدل کے دستے متعینہ کر رکھے تھے۔ آسٹرین فوج سوارون کو فوج پیدل اور توپخانہ کی عدم موجودگی سے سخت نقصان اُٹھا کر کمال ابتری کے ساتھ درہ سے پھر پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ غنیم کی پسپائی کے ساتھ ہی ساتھ ترکون نے آگے بڑھ کر درہ کے دونون طرف کی بلندیون پر قبضہ کرلیا اور پھر آسٹرین فوج پیدل کے میمنہ پر بڑی تندی سے حملہ کر دیا۔ اور شام تک ہر طرف گھمسان کی معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ رات کو والس اپنی فوج مقام فوتنا کو ہٹا لیگیا۔

اس معرکہ مین دس ہزار آسٹروی قتل و مجروح ہوئے۔ اور گو معرکہ کے آخری حصہ مین ترکون کو بھی بہت نقصان پہنچا۔ مگر فتح نے اس نقصان کی پوری تلافی کر دی تھی اور اون کے حوصلے بیحد بڑھ گئے ہوئے تھے۔ برعکس اس کے آسٹروی جنرل پر ویسی ہی مایوسی اور شکستہ دلی چھا گئی جیسے کہ وہ پہلے فرحان اور اپنی طاقت پر سرمست و نازان تھا۔ اور وہ اسی شکستہ دلی کی حالت مین جلد بلگریڈ کو واپس ہٹ گیا۔ ترک بھی تعاقب کرتے ہوئے اون کے پیچھے پیچھے پہونچ گئے۔ اور شہر کا محاصرہ کر کے شہر پر گولہ باری شروع کر دی۔ ترک سپاہی ہر شب نعرے بلند کرتے رہتے۔ خداوند کریم [illegible] پاسبان ہو قیصر کی خلاف ورزی کی سزا مین [illegible] کر دیا ہے مسلمانو

اونکی اس شکستہ حالی اور کمزوری سے پورا پورا فایدہ اٹھاوے۔

والس اور نیپرگ نے جلد ہی محاصرہ سے تنگ آکر وزیر اعظم سے مصالحت کی التجا کردی۔ ہالنڈ اور انگلستان نے بھی آسٹریا کی سفارش کی۔ مگر صدر اعظم نے انکار کرکے صاف کہدیا کہ جب تک فرانس کی معرفت درخواست نہ کی جائے اوس سے مصالحت نہیں کیا جائیگا۔

اسپر آسٹریا نے فرانس سے رجوع کیا جسنے ثالثی کو قبول کرکے اپنے سفیر ولنووی کو صلح کرا دینے کی ہدایت کی۔ اور وہ قسطنطنیہ سے شاہانہ تزک و احتشام کے ساتھ بلگریڈ پہنچ گیا۔ اور مصالحت کی گفتگو شروع ہوگئی جس میں آسٹرین جنرل نیپرگ نے اس سے بھی زیادہ بزدلی حماقت اور دیوانگی ظاہر کی جو بعد ازان ایک اور آسٹرین جنرل[1] میک نے مقام الم دکھائی تھی۔ مصالحت کی تمہیدی شرائط پر یکم ستمبر ۱۷۳۹ء کو فریقین کے دستخط ہوگئے اور فرانس قیام صلح و تعمیل شرائط کا ضامن ہوا۔

ان شرائط کی رو سے آسٹریا نے شہر بلگریڈ (قلعہ کو بلا توپخانہ و سامان جنگ) آرسووا کا جزیرہ قلعہ اور ٹونیا سرویا اور ولاچیا کے تمام اضلاع جو کہ معاہدہ پاساروٹز کی رو سے آسٹریا کو ملے تھے۔ ٹرکی کو واپس کر دینے کا اقرار کیا۔ اور دریاے ڈینیوب و ساوا دونوں سلطنتوں میں حد فاصل مقرر کیئے گئے۔ اور ۲۷ برس کے لیئے صلح کیگئی۔ ان شرائط کی تعمیل کی ضمانت میں بلگریڈ کا ایک دروازہ ترکون کے حوالہ کر دیا گیا تمہیدی معاہدہ میں یہ شرط بھی کیگئی تھی کہ ٹرکی روس سے بھی ساتھ ہی صلح کرلے۔ بنا برین روسی مارشل منیخ کے پاس قاصد بھیجے گئے۔ وہ معاہدہ بلگریڈ کی خبر سن کر بہت سٹ پٹایا مگر وہ جانتا تھا کہ وزیر کی زبردست اور ظفرمند فوج کے پہلو پر موجود ہونے کی صورت میں قسطنطنیہ پر پیشقدمی کرنے کے ارادہ کی تکمیل ناممکن ہے اور اس لیئے اوسکو بھی جبرًا و قہرًا صلح کر لینے پر رضامند ہونا پڑا۔ اس طرح اون تمام لاتعداد انسانی قربانیون اور بیکران خزائن پر جو روس نے خرچ کیئے تھے عین اوس وقت جب کہ اوسکی بلند پرواز امنگون اور فتح کی تمناؤن کے پورا ہونے میں بظاہر کوئی شبہ نہیں رہگیا تھا۔ ایک سرے سے پانی پھر گیا اور وہ بالکل اکارت گئے۔

اب روس اور آسٹریا کے ساتھ مصالحت کی قطعی شرائط پر گفتگو شروع ہوکر اونکا تصفیہ کیا گیا۔ اور اس معاہدہ کا نام معاہدہ بلگریڈ رکھا گیا جسمین آسٹریا کے متعلق وہی شرائط رہین جو تمہیدی معاہدہ میں قرار پا چکی تھین۔ روس کے ساتھ یہ شرطین ہوئین کہ

---

[1] چارلس بیرن وان میک مشہور آسٹرین جنرل تھا جو ۹۳-۱۷۹۲ء میں ہالنڈ میں کامیابی کے ساتھ فرانسیسیون کا مقابلہ کرتا رہا۔ ۱۷۹۸ء میں اوسے فرانس کے مقابلہ کے لیئے اٹلی میں بھیجا گیا۔ جہان نپولین کے جنرل میکڈانلڈ نے گرفتار کرکے اوسے پیرس بھیجدیا مگر وہ قیدخانہ سے بھاگ کر بخیریت آسٹریا پہونچ گیا۔ ۱۸۰۵ء میں اوسے نپولین کے مقابلہ کے لیئے بھیجا گیا مگر اوسپر کچھ ایسا رعب چھا گیا کہ اوسنے گولی تک سر کیئے بغیر معہ تیس ہزار فوج مقام الم غنیم کے سامنے ہتھیار ڈالدیئے۔ اسکی پاداش میں قیصر آسٹریا نے اوسے موت کی سزا دیئے جانے کا حکم دیا مگر بعد ازان یہ حکم دو برس کی قید سے بدل دیا گیا۔ ۱۷۵۲ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۲۸ء میں مقام وائنا فوت ہوا۔ مؤلف۔

آزاف کو منہدم کردے۔ اور روس کا علاقہ دونوں سلطنتوں میں حد فاصل کا کام دینے کیلیے ویران و بنجر رکھا جائے۔ روس آزاف کے قریب دریا ڈان پر اور ترک سواحل کوبان پر ایک ایک نیا قلعہ تعمیر کر سکتے ہیں۔ مگر روسیوں کو ٹاگن راگ کو پھر تعمیر کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ روسیوں کو بحیرۂ اسود میں تجارت کرنے کا اختیار رہے۔ مگر وہ لازمی طور پر ترکی جہازوں پر کی جائے روسی تجارتی جہاز بھی بحیرۂ مذکور میں داخل نہیں ہوسکیں گے۔ علاوہ بریں روس بحیرۂ آزاف یا بحیرۂ اسود میں کوئی جنگی بیڑہ نہ رکھے۔ نہ ان دونوں سمندروں میں سے کسی کے سواحل پر کوئی جنگی جہاز تعمیر و تیار کرے۔ یہ معاہدہ کی تیسری شرط تھی روس نے علاقہ کبرطاش کی آزادی کو تسلیم کیا۔ اور دونوں سلطنتوں کی سرحد کی تعیین کے لیئے کمیشن مقرر کیگئی۔ بوکرین کے علاوہ روسی علاقہ میں تھوڑی سی توسیع کیگئی۔ مگر خوزین اور بسرابیا، والاشیا میں روسیوں نے جن دیگر مقامات کو فتح کر لیا تھا۔ وہ واپس دلا دیے گئے۔ اور سلطان نے ذریعہ دونوں فرمانرواؤں سے اپنی اپنی خطا رکار عایا کو جنہوں نے محاربہ کے دوران میں اپنے بادشاہ کے برخلاف کوئی ناسزا حرکت کی ہو معافی دینے کا وعدہ کیا۔

اس معاہدہ سے ٹرکی کی پھر وہی قدر و منزلت ہوگئی۔ جو معاہدہ کارلووٹز سے زائل ہوگئی تھی۔ فونٹیج سفیر اس معاہدہ کی روح و روان تھا۔ اور اسی کی لیاقت و تدبیر سے ترکوں کے حق میں ایسی مفید شرائط پر مصالحت ہوئی تھی۔ اس کے بعد پھر کبھی عثمانیہ خاندان کو یورپین ہمسائیوں سے ایسی باعزت اور فائدہ بخش شرائط پر معاہدہ کرنا نصیب نہیں ہوا۔ کیونکہ گو محاربہ کریمیا میں ترکوں کو اپنے جانی دشمن روس پر کامل فتح نصیب ہوئی تھی لیکن عہدنامہ اون سکے حق میں فتوحات کے لحاظ سے کچھ ایسا بہت مفید نہ تھا معاہدہ بلگریڈ ان معاہدوں کے زمرہ میں داخل ہے۔ جو کبھی پہلو دنوں اور زمانۂ حال میں ترک عیسائی طاقتوں سے کیا کرتے تھے۔

فرانس کا اقتدار۔ معاہدہ اتحاد سویڈن سے۔ امتیازات جدید فرانس کو

اس عہدنامہ کے بعد ٹرکی کا کئی برسوں کیلیئے یورپین محاربات سے چھٹکارا ہوگیا۔ اور ۱۷۳۹ء کے بعد دوسری یورپین لڑائی ۱۷۶۸ء میں جا ہوئی۔ مگر جیسے کہ ناظرین کو آگے معلوم ہوجائے گا۔ یہ ۲۹ برس کا عرصہ محاربہ اور اندرونی ہنگاموں سے بالکل خالی نہ رہا۔ معاہدہ بلغراد سے فرانس کا پایہ لگے پہلے سے زیادہ اعتبار ہوگیا۔ اور فرانس نے بھی گو اوس کا بادشاہ عیاشی اور رنگ رلیوں میں محمد شاہ اور واجد علیشاہ سے بھی کئی گنے آگے بڑھا ہوا تھا۔ اپنے طریق عمل اور نیک صلاح و مشورہ سے اس اعتبار کی معقولیت کو ثابت کردیا۔ اس اعتبار و اقتدار سے پہلا کام فرانس نے یہ لیا کہ عثمانیہ دیوان کو وہ پولیٹکل روش جسپر چلنا ٹرکی کیلیئے مفید و ضروری تھا سجھا دی اور بتا دیا کہ سویڈن اور پولینڈ کا قیام ٹرکی کی سلامتی کیلیئے لابدی ہے۔ مگر چونکہ پولینڈ اوس وقت ایسے بادشاہ کے ماتحت تھا جو ایک طرح سے روس کی مرضی کا غلام تھا اوسے یکطرف چھوڑ کر فرانس نے سویڈن اور ٹرکی میں دوستانہ و تجارتی عہدنامہ ...... اور پھر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد روس کے برخلاف دونوں میں جارحانہ و مدافعانہ اتحاد کرا دیا۔ اس

تسیم کا یہ پہلا اتحاد تھا جو ٹرکی نے کسی عیسائی طاقت سے کیا۔ اب سے پہلے ترک عیسائی طاقتوں سے اتحادی عہدنامہ کرنے میں کسرِ شان سمجھتے تھے۔ اور سچی بات یہ ہے کہ زمانہ عروج میں اون کو اسکی احتیاج بھی کوئی نہ تھی یہ اتحاد زبانِ حال سے شہادت دے رہا ہے کہ ترک اوس وقت اپنی سابقہ حالت کی تغیر اور اون خطرات سے جو اون کے گرد جمع ہو رہے تھے واقف ہونے شروع ہو گئے تھے۔ روسی سفیر نے بہ جلع زر فرنچ سفیر اور عثمانیہ وزراء کو اس امر سے روکنے کی بہت کوشش کی۔ مگر زر اور بیش کے تحائف سے ول نوروی کی پالیسی میں کوئی فرق نہ آیا بلکہ انہوں نے رئیس آفندی (وزیر خارجیہ) اور بابعالی کے ترجمان کو بھی روسی رشوتوں سے پرہیز رہنے کی بابت تنبیہ کردیا۔ اور اسطرح سویڈن سے اتحادی معاہدہ جو ۱۷۴۰ء میں ہوا تھا قائم رہا۔

فرانس نے اپنے اقتدار سے دوسرا کام ذاتی منفعت کی متعلق لیا۔ ول نوروی نے بابعالی سے سابقہ امتیازات کی جو پہلی سلاطین نے فرانس اور اہالی فرانس کو عطا کئے تھے تجدید کی درخواست کی سلطان محمود نے اپنی دوست سلطنت کی درخواستوں کو بڑی خوشی سے قبول کرلیا۔ اور ۱۶۷۳ء کو خط شریف میں فرانس کو حسب منشاء ترمیمیں کرکے ۔۳ مئی ۱۷۴۰ء کو فرمانشاہی کی رو سے اُسنے نئے امتیازات عطا کردیئے جن کو بالفاظ دیگر باضابطہ تجارتی و دوستانہ معاہدہ کہا جاسکتا ہے۔ اسکی تجدید بعد میں صرف ایکدفعہ ۱۸۰۲ء میں کیگئی۔ اور فرانس اور ٹرکی کے باہمی تعلقات آجتک اسی معاہدہ یا امتیازات پر مبنی ہیں۔ اس معاہدہ میں جس میں ۸۵ دفعات ہیں سلطان المعظم نے سابقہ امتیازات کی از سرنو تجدید کرکے جدید مراعات یہ عطا فرمائیں کہ فرانس کے سفراء اور قونصلیں ہسپانیہ اور دیگر فرمانرواؤں کے سفیروں اور قونصلوں پر فوقیت رکھینگے اس کے بعد فرانس کے قونصلوں کی عدالتی اختیارات اور منصب کی توضیح کیگئی۔ فرنچ سوداگروں اور تاجروں کو دلالی کی ٹیکس سے مستثنے کر دیا گیا۔ تین فیصدی کا محصول پرمٹ جو شرح پہلے صرف چہ اجناس (اون سوت معمولی چمڑا۔ ریشم مغربی چمڑا۔ موم) محصول درآمد و برآمد کے لیے مقرر تھی کل اجناس کیلئے مقرر کر دیا گیا۔ اور فرانس کی رعایا اور زیر حمایت اشخاص کو خراج یا جزیہ کی ادائیگی کے بغیر سلطانی بلاد محروسہ میں آمد و رفت اور نیز مشرقی طرز کی پوشاک پہننے کی عام اجازت دیدیگئی۔"

یہ عہدنامہ یا فرمان امتیازات سلطان نے ایک غیر معمولی سفیر محمد سعید کے ہاتھ شاہ لوئی پانزدہم کو پاس روانہ کیا اور سفیر کو شاہ مذکور کے لیے بیش بہا تحائف بھی دیئے گئے۔ شاہ فرانس نے اوسکی نہایت عزت و احترام سے مہمانداری کی۔ اور روانگی کے وقت اوس کو ساتھ دو جنگی جہاز اور چند فرنچ گولنداز سلطان کی خدمت میں بھیج دیئے۔ سلطان نے ان گولندازوں کو نو مسلم بانی وال (احمد) پاشا کے ماتحت مامور کیا تاکہ وہ اس جماعت کی مدد سے عثمانیہ توپ خانہ کی اصلاح و درستی کی کوشش کرے۔

محاربہ ایران

فرانس جس روش پر ٹرکی کو چلانا چاہتا تھا اور جسے وہ اوس کے حق میں مفید سمجھتا تھا وہ شاہ لوئی پانزدہم کے خفیہ احکام سے جو وقتاً فوقتاً وہ اپنے سفرائے متعینۂ قسطنطنیہ کو بھیجا رہتا تھا معلوم ہو سکتی ہے۔ احکام مذکور کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

۱۔ ٹرکی، پولینڈ، سویڈن اور پرشیا کو آسٹریا اور روس کے برخلاف فرانس کی ساطت سے ہمیشہ آپس میں متحد و متفق رکھنا

نہائیت ضروری ہے۔"

مگر سلطنت کی بدقسمتی سے وزراء دولت عہد نامہ بلغراد سے کچھ ایسے مسرور ہوگئے کہ وہ پچھلی فتوحات کو ہی غنیمت سمجھنے لگ گئے۔ اور عیسائیوں کے باہمی تنازعوں سے فایدہ اوٹھا کر مزید فوائد حاصل کرنے کی اونہیں کوئی تمنا نہ رہی۔ اونہیں اپنے ایشیائی فاتح ہمسایہ نادر شاہ سے بگڑ جانیکا اندیشہ ہوگیا تھا۔ ممکن ہے یورپین تنازعات سے اون کو کنارہ کش رہنے کی ایک یہ بھی بڑی وجہ ہو اور ایسی صورت میں جب کہ ایک ایسے خطرناک دشمن کیطرف سے جنگجوئی کا خطرہ تھا اونہوں نے اپنی طاقت کو کمزور کرنا مناسب نہ خیال کیا ہو۔ اگر فی الحقیقت یہی وجہ تھی تو سلطان کی یہ دور اندیشی ملامت کی بجائے تعریف کی مستحق ہے۔ نادر فتح ہندوستان سے فارغ ہوکر جب ایران واپس آیا تو اوس کے دماغ میں بہت ہوا بھر گئی ہوئی تھی۔ اور اوسکی مطلق العنانی اور ظلم شعاری میں ناقابل برداشت اضافہ ہوگیا تھا جس سے اوسکی تدابیر میں بھی ویسی مقبولیت اور دوراندیشی نہ رہی تھی جیسے عام رعایا کو جو زیادہ تر شیعہ مذہب کی تھی خوش کرنے کے لیے صوبہ بغداد کو جسکا قبضہ کربلا اور نجف علی کی وجہ سے ایرانی نہائیت ضروری تصور کرتے تھے فتح کرنیکی کوشش اونکی پر چڑھائی کردی۔ اور باعث یہ ظاہر کیا کہ ٹرکی نے اون شرائط کی جو مذہبی اتحاد سے متعلق کیگئی تھیں تعمیل نہیں کی .... مگر اب تو اوسکی جنگی قابلیت میں بھی فرق آگیا ہوا تھا اور دوسرے ٹرکی ہمسایہ عیسائی سلطنتوں سے برسر صلح ہونیکی وجہ سے اپنی کل طاقت سے اوس کے برخلاف کام لےسکتی تھی۔ نادر کو اس چڑھائی میں متوقعہ کامیابی نہ ہوئی۔ اور چند معرکوں کے بعد دونوں سلطنتوں میں پچھلے معاہدہ کی شرائط پر ۱۷۴۶ء میں صلح ہوگئی۔ اسی سال نادر قتل ہوگیا۔ اور ایران میں پھر بدستور سابق خانہ جنگیاں شروع ہوگئیں جس سے ٹرکی کو ہر طرف سے بیفکری ہوگئی۔ مگر ٹرکی وزراء نے اوس امن سے بھی جو اوسے یورپین سلطنتوں کی لڑائی میں شریک نہ ہونے سے حاصل ہوا تھا اپنی فوجوں کی درستی اور اندرونی اصلاح کرلینے کا فایدہ نہ اوٹھایا۔ بلکہ اس کے برعکس سلطان امن کے ملتے ہی بڑی بڑی عالیشان عمارتوں وغیرہ کے بنوانے میں منہمک ہوگیا جس لاپروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ جب ٹرکی کو آخر کار اپنے قدیم دشمنوں سے لڑائی کرنی پڑی تو اوسکی فوجیں زمانہ امن کی بیکاری کے باعث میدان جنگ میں بالکل ناقابل پائی گئیں۔

محاربہ وراثت تخت آسٹریا
ٹرکی کی حیادت

عہد نامہ بلغراد پر دستخط ہوئے ابھی کچھ مہینے ہی گذرے تھے کہ ٹرکی کو اپنے سابقہ جاہ و جلال اور عظمت کو پوری طرح سے پھر حاصل کرنیکا نہائیت عمدہ اور یقینی موقعہ ملگیا لیکن اوس نے اوس سے فایدہ اوٹھانے سے قطعی انکار کردیا۔ قیصر چارلس کے بلا اولاد نرینہ مرنے پر ایک طرف تو اوسکی بیٹی میریا تھیریسیا ملکہ ہنگری نے اور دوسری طرف متوفی قیصر کے بھتیجی کے خاوند شاہ باویریا نے تخت قیصری کا دعوےٰ کیا۔ اور دونوں میں لڑائی شروع ہوگئی۔ فرانس نے اپنے قدیم دشمن خاندان ہیپسبرگ کی بیخکنی کے لیے اس غیر مترقبہ موقعہ کو نہایت غنیمت سمجھا۔ اور وہ ملکہ مذکورہ کے برخلاف پرشیا سیکسنی اسپانیہ اور سارڈینیا کو اپنے ساتھ ملاکر شاہ باویریا کی مدد پر تیار ہوگیا۔ اوس نے سلطان کو بھی اس اتحاد میں شامل ہونیکی ترغیب دی

اور کہلا بھیجا کہ اگر اتحاد کے صلہ میں ہنگری کا علاقہ ٹرکی کی نذر کیا جائیگا مگر سلطان محمود اول ایک عورت کی برخلاف ہتھیار اوٹھانے سے قطعی انکار کر دیا۔ اور صرف انکار ہی نہ کیا۔ بلکہ عیسائی طاقتوں کو برسر صلح رہنے کی نصیحت کر کے خود ثالث بن کر اون کی تنازعات کا فیصلہ کرا دینے پر آمادگی ظاہر کی۔ یورپ میں مدبرین نے جن کو اپنی اپنی طاقت پر بہت غرہ ہوتا تھا۔ سلطان کی اس تجویز کو ہنسی میں اڑا دیا۔ اور محل پیٹرسبرگ میں تشکر ادا کر کے اسپر کوئی توجہ نہ کی۔ سلطان عیسائیوں کی اس متکبرانہ روش سے آزردہ خاطر ہو کر فرانس سے بھی دل میں ناراض ہو گیا۔ یہ واقعہ ۱۷۴۵ء میں گذرا۔

انہی دنوں ولی نوروی قسطنطنیہ سے چلا گیا۔ اور اسکی جگہہ مارکوئیس اسطیلان فرنچ سفیر مقرر ہوا۔ فرانس نے بونی وال پاشا کو سلطانی دربار میں فرانس کی حمایت کرنیکے صلہ میں سابقہ تصور معاف کر کے پنشن عطا کر دی ہوئی تھی۔ اور اوس کے ساتھ اب یہ بھی وعدہ کر دیا تھا کہ اگر اوسنے اس معاملہ کو حسب مراد طے کرا دیا تو اسکو وطن واپس آنے کی بھی اجازت دیدیجائیگی نئے سفیر نے خود کوئی ہمت و کوشش کرنے کی بجائے کل دار و مدار نومسلم فرنچ پر چھوڑ دیا۔ اور اوسنے سلطان کو اعلان جنگ پر آمادہ کرنے کیلئے پوری کوشش کی لیکن محمود کے دل سے اپنی تجویز کی نامنظوری کی خلش ابھی دور نہیں ہوئی تھی۔ اور نیز سلطانی دربار کو وہ الفاظ بھی ابتک یاد تھے جو معاہدہ وراثت تخت پولینڈ کے وقت بونی وال نے فرنچ پالیسی کے متعلق کہے تھے چنانچہ اسطیلان نے مایوس ہو کر فرنچ وزیر ارگنسن کو حسب ذیل مراسلہ بھیجا۔ "رئیس آفندی کے دل میں بونی وال کی باتوں سے ہماری طرف سے وہ تعصب پیدا ہو گیا ہوا ہے جو ہمیشہ ہماری اغراض میں حایل ہوتا رہا ہے یعنی اسکے دل میں یہ خیال بیٹھ گیا ہوا ہے کہ فرانس صرف ترکوں کو معدوم کرنیکے لیے اونہیں لڑائی میں مبتلا کرانا چاہتا ہے۔ یہ خیالات ۱۷۳۸ء سے پیدا ہوئے ہیں جبکہ اول اول رئیس آفندی اور بونی وال نے پولینڈ کے متعلق ہمارے معاملات میں دخل دیا تھا۔ اور معاہدہ رسوک سے ان خیالات کو اور زیادہ تقویت ملگئی۔ ترکوں نے اوس وقت ہم سے تقاضا کیا کہ ہم لڑائی جاری رکھنے کے متعلق اون کو تحریری اقرار دیں۔ ہمنے ایسا نہ کیا۔ اور ہمارا سفیر ولی نوروی اپنے مدعا میں ناکامیاب رہا۔ اوس دن سے ترکوں کو ہماری نسبت بدظنی سی ہو گئی ہے اور رئیس آفندی نے ہر موقعہ پر اپنے ان خیالات کو نہایت صاف دلی سے کھلم کھلا بیان کر دیا ہے۔"

اس اثنا میں انگلستان علانیہ ماریا تھریسا کا مددگار ہو گیا تھا۔ اور جرمنی کی اکثر ریاستوں نے بھی فرانس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اور لڑائی کا کل بوجھ اکیلے فرانس پر آپڑا تھا۔ اوس نے باب عالی سے پھر امداد کی درخواست کی اور فرانس کے وزیر اعظم نے احمد پاشا (بونی وال) کو پیغام بھیجا "ہمیں اس امر کی سخت احتیاج ہے کہ ترک ہنگری پر حملہ آور ہو کر ہمارا ہاتھ بٹائیں اس مدعا کے حصول کیلئے کوئی کوشش باقی نہ اٹھا رکھو۔ اگر ہم نے آسٹریا سے مجبوراً صلح کر لی تو اوس کے پاس اسقدر جرار فوج فارغ ہو جائیگی کہ وہ روس سے ترکوں کو آسانی ملیامیٹ کر سکیگی۔ پس اون کی اغراض کا بھی اسکو تقاضا ہے کہ وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر سلطنت مذکورہ کی طاقت کم کرنے کیلئے ہمارے ساتھ شریک ہو جائیں۔ اور زیادہ دیر تذبذب میں نہ رہیں۔"

بونی وال نے پوری کوشش کی جسکا نتیجہ بھی بدستور سابق رہا۔ اور اوسنے فرنچ وزیر اعظم کو جواب لکھا کہ ترک ملکہ ہنگری کو

کوئی تکلیف نہ پہنچانے اور پچھلے عہدناموں پر ثابت قدم رہنے کا مصمم ارادہ کرچکے ہیں۔ اور مزید برآں وہ سبھی طاقتوں کے معاملات کی موجودہ صورت کو اپنے لئے مضر سمجھنے کی بجائے بہت مفید خیال کرتے ہیں۔"

دربیولا فرانس کے تنہا رہجانے پر آسٹریون کو فرانس کے برخلاف پے درپے فتوحات حاصل ہوئیں۔ اور وہ اٹلی سے گذر کر فرانس کے جنوبی صوبہ پراونس میں داخل ہوگئے۔ فرانس نے گذشتہ ناکامیوں کی کچھ پروا نہ کرکے بعد اتفق الہا الغرض مجنون۔ بابعالی سے پھر وہی التجا کی۔ اس وقت ٹرکی کو بھی اپنی رقیب سلطنت کی بے اندازہ کامیابی کیوجہ سے تشویش سی پیدا ہوگئی تھی۔ اس نے فرانس کی درخواست کو اس مرتبہ بنظر استحسان دیکھا۔ اور اپنا عندیہ ظاہر کردیا کہ وہ تخت آسٹریا پر نئے خاندان کو متمکن ہوتا دیکھکر کسیطرح خوش نہیں ہوسکتی۔

بانی وال نے ترکوں کے اس میلان سے فائدہ اٹھاکر فرانس پرشیا اور ٹرکی میں اتحاد کرانے کی کوشش شروع کردی۔ اور ترکی اس پر قدرے رضامند بھی ہوگئی۔ فرنچ سفیر قسطنطنیہ نے اپنی گورنمنٹ کی ہدایات کے مطابق ۱۷۴۵ء میں اتحاد کی تجویز کو دیوان کے روبرو پیش کردیا۔ اس کی تین بڑی شرطیں یہ تھیں (۱) دول متحدہ اوس وقت تک لڑائی سے باز نہ آنیکا اقرار کریں جب تک کہ میریا تھیریسیا کا خاوند تاج قیصری سے دستبردار نہ ہوجائے۔ (۲) بابعالی ہنگری میں جو علاقے فتح کرے۔ وہ دوام کیلئے اوس کے پاس رہیں (۳) عام صلح قائم کرانے کیلئے جو کانگرس منعقد ہو اوس میں بابعالی کے سفرا بھی شریک ہوں۔ عثمانیہ وزراء نے اس تجویز پر غور کرنے کیلئے ایک خاص اجلاس کیا جس میں فرنچ سفیر کو بھی شامل کیا گیا۔ اوس نے ترکی وزراء کو سمجھایا کہ اگر تینوں سلطنتیں آسٹریا پر ایک وقت حملہ کردیں تو خاندان آسٹریا کی بربادی میں کوئی شک باقی نہیں رہ سکتا۔ سفیر مذکور نے اس موقعہ پر افسوس ظاہر کیا کہ اگر ترکی اس وقت (یعنی شروع محاربہ میں) ہنگری پر حملہ کردیتے جبکہ فرانس کی فوجیں وائینا سے چند گھنٹوں کی مسافت پر پہونچ گئی تھیں۔ اور پرشیا نے آسٹریا کا شمال مغربی صوبہ سیلیسیا فتح کرلیا تھا۔ تو میریا تھیریسیا بالیقین خود بخود ہمارے حسب پسند معاہدہ پر دستخط کردیتی۔ دیوان کے چند ارکان یہ باتیں سنکر فرنچ سفیر کے متفق الرائے ہوگئے۔ مگر اکثر اراکین کی رائے نہ بدلی۔ اور ان کو یہی یقین رہا کہ فرانس جنگ سے اپنی مخلصی کرانے کیلئے ٹرکی کو محاربہ میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ ادھر میریا تھیریسیا کی طرف سے پے درپے پیغام موصول ہورہے تھے کہ آسٹریا ہمیشہ ٹرکی کی مخلص دوست اور رفیق رہیگی اور سلطان کے اس احسان کو جو وہ آسٹریا کے دشمنوں سے علیحدہ رہنے سے کررہا ہے کبھی نہ بھولیگی۔ ان پیغاموں کے ساتھ ہی ایکطرف روس دھمکیوں سے اور انگلستان بے دریغ روپیہ خرچ کرنے سے انکی تائید کررہے تھے فرنچ سفیر کا اثر غالب آجانا بعید از قیاس نہ تھا کہ اتنے میں بابعالی کو خبر پہونچ گئی کہ شاہ پرشیا نے فرانس سے جدا ہوکر ملکہ میریا سے علیحدہ مصالحت کرلی ہے۔ ایسی صورت میں آئندہ ملکہ کے برخلاف فرانس ہی جو اب بالکل اکیلا رہ گیا تھا اتحاد کرنے میں صریح نقصان دیکھا اتحاد کے متعلق جو کچھ گفتگو ہورہی تھی وہ یک قلم بند کردی گئی۔ قسطنطنیہ احمد پاشا کی تائید سے پھر بھی کئی مرتبہ اتحاد کی تحریک کیا

مگر ترکون پر اسکا کچھ اثر نہ ہوا۔ اور اونھون نے انگلستان کی تحریک سے ۱۷۳۹ء مین آسٹریا سے دائمی صلح کا عہدنامہ کرکے سربیا کو واپس لیا اور ملکہ اور اوس کے خاوند فرانسس ڈی لورین کو جس کے ساتھ ٹسکنی کے گرینڈ ڈیوک کی حیثیت سے ایک علیحدہ معاہدہ بھی کیا گیا تھا قیصر تسلیم کر لیا۔

بانی وال کو متواتر ناکامیون سے سخت صدمہ پہنچا۔ اور اوس کی صحت بگڑ گئی۔ شاہ فرانس نے اپنے وعدہ کے ایفا مین اوس کو وطن واپس آنے کی اجازت بھیجدی۔ مگر جس دن اوسے یہ خط پہنچا۔ اوسی دن وہ اِس جہان سے رخصت ہوگیا۔

آسٹریا اور انگلستان اپنی اِس سفارتانہ کامیابی یا بقول ایک عیسائی مورخ کے وہ باب عالی کی اِس کوشش سے نہایت خوش ہوئے۔ اور ترکون کیطرف سے اطمینان ہوجانے پر اونھون نے فرانس کے برخلاف روس سے مدد کی درخواست کردی جس نے تیس ہزار روسی سپاہ دریائے رائن کو بھیجدی۔ اوس وقت تسبیلان واپس چلا گیا ہوا تھا۔ اوسکی جگہ کونٹ ڈیسالیرز قسطنطنیہ مین فرنچ سفیر تھا۔ جسکی تعریف اوسکا ایک ہمعصر ان الفاظ مین کرتا ہے۔

وہ کونٹ ڈیسالیرز نہایت عقلمند۔ کم سخن۔ صاحب غور و فکر اور فوراً معاملہ کی تہ کو پہنچ جاتا تھا۔ اور طبعاً سادہ مزاج اور بلاتصنع مگر بہت زیرک اور تیز فہم تھا۔ اوس نے سلطان کی خدمت مین عرض کی کہ باب عالی کو روس کی فوجی مداخلت پر سخت اعتراض کرنا چاہیئے جنوبی یورپ کے معاملات مین شمالی یورپ کی طاقتون کی دست اندازی سے سخت خطرات پیدا ہون گے اِس بارہ مین اوس نے متواتر عرضداشتین پرزور اور مدلل عبارت مین سلطان کے حضور پیش کین۔ مگر ترکون نے خیال کیا کہ سگ زرد برادر شغال ہے عیسائی طاقتین آپس مین لڑ جھگڑ رہی ہین۔ اور روس نے اگر فوج بھیجی ہے تو عیسائی ممالک کو رہنے جو ہماری سرحد سے سینکڑون کوس دور ہے۔ اور عیسائی طاقتون کے برخلاف۔ گوشتِ خر و دندانِ سگ ہمین کیا غرض پڑی ہے کہ خواہ مخواہ دخل در معقولات دیتے پھرین۔ باین ہمہ ڈیسالیرز نے ہمت نہ ہاری۔ وہ ہمیشہ باب عالی کو یہی سمجھاتا رہتا تھا کہ آسٹریا کی ظفریابی اور طاقتور ہوجانے سے فرانس کو اتنا خطرہ نہین جتنا کہ ٹرکی کو ہے۔ اوس نے روس کی پیشقدمی کو روکنے اور طاقتون کو کمزور کرنے کیلیے تجویزین کین۔ پروشیا۔ فرانس اور ٹرکی مین باہم شرائط اتحاد و عہد طے ہوجانے کی تجویز یہ ازسرنو پیش کی کہ کوئی فریق متعاہد آسٹریا یا روس سے دیگر رفقا سے علیحدہ بطور خود صلح نہ کرے۔ باب عالی نے اس کو بھی مسترد کر دیا۔ اور جب اوسے اچھی طرح سے یقین ہوگیا کہ ترکون کو ہوش مین لانے کی کوشش عبث ہے تو اونھون بھی چند ماہ بعد اپنے مخالفون سے بمقام ایکس لاشیپل[1] ۱۷۴۸ء مین عہدنامہ صلح کر لیا۔

[1] ایکس لاشیپل جسے جرمن آچین پکارتے ہین پروشیا کے علاقہ بر لب دریائے رائن کا مشہور شہر ہے مشہور قیصر شارلیمین ۷۴۲ء مین یہین پیدا اور ۸۱۴ء مین وہین فوت ہوا۔ ۱۷۴۸ء کا معاہدہ انگلستان۔ فرانس۔ ہالنڈ۔ جرمنی۔ ہسپانیہ اور جنوا کے درمیان ہوا تھا (مولف)۔

مگر فرانس سلطان کی اس ضد اور اصرار سے ناراض ہونے کی بجائے بابعالی کو نیک صلاح و مشورہ دیتا اور راہ راست مناسب روش پر چلانے کی برابر کوشش کرتا رہا۔ چنانچہ سنہ مذکورہ صدر میں مالحبت کو اپنے فرنچ وزیر اعظم نے جو مراسلہ ڈی ورجنز کو بھیجا اوس کے چند فقرات حسب ذیل ہیں:-

"کوشش کرو کہ بابعالی میں سکو سے نفرت بنے تاکہ اختیار حاصل ہو جائے۔ سویڈن کی حفاظت کرتے ہو۔ پولنڈ کو بھی نہ بھلاؤ۔ اور روس کو اپنی سنگون اور غاصبانہ ارادوں میں کامیاب نہ ہونے دو۔ یہ چار باتیں ہیں جن کو کبھی فراموش نہ کرنا نہیں تمہارا بادشاہ حکم دیتا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ انکی تکمیل میں تمہیں بہت مشکلات پیش آئیں گی۔ معاہدہ بلغراد کے وقت کی نسبت اب صورت حالات بہت بدل گئی ہے۔ ٹرکی اس بات سے ناراض ہو گئی ہوئی ہے کہ فرانس نے اوسکی ثالثی قبول کرنے سے کیوں انکار کر دیا تھا۔ علاوہ بریں ٹرکی روس اور آسٹریا سے بڑی صلح کا معاہدہ کر چکی ہے۔ اور وہ ایرانی سرحد پر بہت کچھ کمزور ہو رہی ہے۔ اور بالآخر خود سلطان کو یہ خیال ہو رہا ہے کہ صلح آمیز پالیسی پر چلنے سے ہی وہ اپنے تخت پر قائم اور ملک بغاوت سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ لیکن ان سب باتوں کو باوجود تم بادشاہ کو فرمان کی تعمیل میں حتی الامکان ساعی رہو کیونکہ ٹرکی کی دوستی بہتری اسی میں ہے۔"

بابعالی فرانس کے مشوروں پر بہت کم کان دھرتا تھا لیکن باشندگان لیونٹ میں وہ رکا اقتدار بدستور قائم تھا۔ کہ دیکھ کر انگلستان بہت پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ سلطان اور روس کی درمیان صلح کے کچھ ایسے شرائط اور لڑائی سے ایسے خوف زدہ ہو گئے تھے کہ ڈیسالزی کی یہ بھی کوششیں بھی بالکل بیکار رہیں۔ اوس نے بابعالی کو کہا کہ روس سویڈن کو فتح کرنیکا ارادہ کر رہا ہے بہتر ہے کہ بچاؤ کرکے اوسکی حفاظت کی جائے۔ بابعالی نے کچھ پروا نہ کی۔ پھر اوس نے تجویز پیش کی کہ فرانس کی رفاقت سے وینس پولن پہنچا کر ساتھ اتحاد کرے۔ یہ بھی فضول ثابت ہوئی۔ کچھ عرصہ پیشتر شاہ ڈنمارک کی جانب سے جو تجارتی معاہدہ کی درخواست پیش کی گئی تھی اوس کی سفارش کی۔ وہ بھی نامنظور کی گئی۔ بالآخر اوس نے پولنڈ کو جس کو تقسیم کر لئے جانے کی دو دفعہ دھمکی مل چکی تھی۔ بچاؤ کے لئے خود فرانس سے اتحاد کرنے کی صلاح دی۔ جس پر بھی کچھ توجہ نہ کی گئی۔ اس موقعہ پر (۱۷۵۵ء) خود لوئی پانزدہم نے سلطان کو دو تین نہایت تاکیدی خط بھیجے جن میں اوس نے تحریر کیا کہ اگر بابعالی میرے ساتھ شامل ہو جائے تو میں سویڈن کو روس کے بچاؤ کے لئے بالکل تیار ہوں۔ ان خطوط میں شاہ مذکور نے پولنڈ کی نسبت بھی آسٹریا اور روس کے ارادوں کو واضح کرکے بابعالی کو فرانس اور پرشیا میں جارحانہ و مدافعانہ اتحاد ہو جانے کی ضرورت پر زور دیا۔ مگر سلطان اور اوس کے وزرا نے فرانس اور روس کے سفیر کو مہمل اور مبہم سے جواب دیکر ٹالدیتے رہے اور جب ایکدفعہ ڈیسالزی نے بابعالی کو عثمانیہ فوج کی بدنظمی اور سستی کی طرف توجہ دلائی تو ترک اوس سے ناراض ہو گئے۔ اور اوسکی ہمدردی کو گستاخی اور تحقیر پر محمول کیا۔ ڈیسالزی نے توپخانہ میں نئی توپیں داخل کرنے قلعوں کو مضبوط و مستحکم کرنے اور سپاہیوں کو جدید فن جنگ کی کم از کم ابتدائی اصول سے تو آشنا بنانے کی بھی صلاح دی تھی۔ بابعالی نے اسی خفگی کی وجہ سے ان اصلاحوں سے بھی انکار کر دیا۔

ترک تو معاہدون پر بھروسہ کر کے اور کسیقدر عیش پسندی کی وجہ سے بھی غافل اور مطمئن بیٹھے تھے۔ اور ادہر روس کھلم کھلا بندرون اون معاہدون کی ایسی خلاف ورزی کر رہا تھا جو ترکی کے حق مین نہایت نقصان رسان تھی بمعاہدہ بلغراد کی رو سے دریاے بگ اور علاقہ یوکرین کی سرحد کے درمیانی علاقہ کو بطور حد فاصل ہمیشہ کیلیے غیر آباد رکھنے کا اقرار کیا گیا تھا۔ روس نے اس شرط کی کچھ پروا نہ کر کے اوسے نئی سرویا کے نام سے موسوم کر کے آباد اور قلعون وغیرہ سے خوب مستحکم کر لیا۔

اس عجیب تدبیر سے روس نے دو فایدے حاصل کئے تھے۔ ایک یہ کہ بوقت جنگ اس صوبہ کی وجہ تاتاری علاقہ از زیر کی منقبوضات کا باہم کوئی تعلق نہین رہ سکتا تھا۔ دوم علاقہ مذکور کی آبادی سے روس کو اپنی فوجون کیلیے تعلین سرحد پر وافر سامان رسد بہم پہنچا سکنا آسان ہو گیا تھا۔ مگر روس نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ خالص ترکی سرزمین بھی بہت سی دبا لی۔ اور باب عالی کے کانون پر جون تک نہ چلی۔ ماسوا ازین پولنڈ اور علاقہ جات کیر طالش اور چرکستان مین بھی وہ خلاف معاہدہ برابر دست اندازی کرتا رہا حتی کہ آخر الذکر دونون علاقون مین اوس نے فوجین بھیجکر وہان بیگزین اور بارکین بھی تعمیر کرین اور باشندون کو خان کریمیا کی اطاعت سے بالجبر ہٹانے کی کوشش کرنے لگ گیا۔ اوس وقت ارسلان غیرای خان کریمیا تھا۔ ایسا شخص روسیون کی غاصبانہ کارروائیون کو جیسا کچھ سٹپٹاتا رہا ہوگا۔ اوسے بآسانی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ وہ ہر وقت باب عالی کو اونکی انسداد پر زور دیتا رہا۔ اور اسی روسیون کی چالون سے مطلع کر کے اونکو تدارک کی درخواست کرتا رہا۔ پرشیا کا اوس وقت تک کوئی سفیر قسطنطنیہ مین مامور نہ تھا۔ اوس نے فرانس کو سفیر کے ساتھ ملکر باب عالی اور شاہ پرشیا مین دوستانہ تعلقات قایم کرانے کی کوشش کی۔ اور باب عالی سے اجازت لیکر شاہ مذکور کے پاس دونون سلطنتون مین سفارتی تعلقات قایم کرانے کیغرض سے اپنی طرف سے ایک ہوشیار ایلچی روانہ کیا بعد ازان سنہ ۱۷۶۵ء مین باختیار خود پولنڈ کے پارلیمنٹ کی طرف ایک اور سفیر روانہ کر کے محب وطن جماعت کو باب عالی اور خیر اپنی حمایت کا یقین دلایا جس سے دلیر ہو کر پارلیمنٹ نے حالانکہ شاہ پولنڈ اس امر کا خواہان تھا۔ روس سے اتحاد کرنے سے انکار کر دیا۔ انہی دنون اونہو باب عالی کے بلا علم اس بہانہ سے کہ چرکسون نے حسب معمول سالانہ خراج کے ساتھ غلام بھیجنے سے انکار کر دیا ہے۔ سرکیشیا اور کوبان مین کثیر التعداد فوج بھیجدی۔ اور وہان روسیون سے کسی خفیف سی بات پر جھگڑا کر کے اونکی تمام فوج کو جو ان صوبون مین موجود تھی تہ تیغ کر دیا۔ اور اس امر کی کچھ پروا نہ کی کہ اوس کے شہنشاہ سلطان روم اور روس مین صلح ہے۔

مگر ان سب باتون کی باوجود والی کریمیا باب عالی سے روس کے برخلاف اعلان جنگ نہ کرا سکا۔ اور ترکی وزرا نے ایسی چشم نمائی اور تنبیہ سے محترز رہکر جس سے لڑائی شروع ہو جانیکا احتمال ہو سکتا تھا۔ صرف نرم پیرایہ مین روس کی کارروائیون پر اعتراض کرنا کافی سمجھا۔ آسٹریا اور روس کے ساتھ دائمی صلح کر لینے سے تھوڑا ہی عرصہ بعد نادر بھی قتل ہو گیا تھا جس سے ترکی کو اپنی مشرقی سرحد کی طرف سے بھی اطمینان حاصل — اور اندرونی اصلاح کے لیے امن کا زمانہ میسر ہو گیا لیکن خزانہ اور فوج کی درستی کی بجائے جو پچھلی محاربون مین بہت کچھ قابل اصلاح و درستی ہو گئی تھے۔ سلطان عالیشان عمارات اور فضول شاہانہ طمطراق اور نمایشون پر روپیہ

خرچ کرنے مین منہمک ہوگیا۔ پابندی عہود کے علاوہ یہ انہماک بھی اوسکے انس کی صلاح ماننے سے بہت کچھ مانع ہوتا رہا تھا اور ممکن ہے اون اندرونی شورشون کی وجہ سے بھی جو وقتاً فوقتاً ملک کے کسی نہ کسی حصّہ مین برپا ہوتی رہتی تھین سلطان محاربہ درانیت آشتر یا سے فائدہ اُٹھانے سے معذور رہا ہو۔

صوبجات ڈینیوب قسطنطنیہ کے فناری یونانیون کو گورنر مقرر کرنے کا طریقہ پہلے دستور سے بھی زیادہ مضر ثابت ہوا۔ ان صوبون کو تابع فرمان رکھنے کے لیئے سیدھا سادہ علاج یہی تھا کہ والیشیا اور مالڈیویا کو باضابطہ طور پر سلطنت مین شامل کر کے اون پر دوسرے صوبون کی طرح مسلمان گورنر اور عامل مقرر کر دیئے جاتے۔ مگر پابندی عہود کی وجہ سے یا نا عاقبت اندیشی سے ایسا نہ کیا گیا۔ اور ان فناری گورنرون کے ظلم و ستم نے جو عیسائی ہونے کے باوجود عیسائی رعایا سے نہایت بیرحمی سے پیش آتے تھے روسی پیشقدمی کے لیئے راستہ صاف کر دیا۔ پہلے فناری گورنر نے سابقہ خراج سے پانچ لاکھ پیاسٹر سالانہ زیادہ دینے کا اقرار کیا۔ اسکا نام ماوروکورڈاٹو تھا۔ مسٹر کریسی صاحب فناری یونانیون کی نسبت یہ رائے ظاہر کرتے ہین کہ وہ بالعموم کمینہ بدذات بددیانت اور جابرترین ظالم تھے۔"

اسی گورنر نے اپنی طرف سے تو صوبہ کی اصلاح کرنی چاہی مگر نتیجہ برعکس ہوا۔ دیسی امرا تو پہلے ہی سے اپنی جماعت سے گورنری کا حق چھن جانے کے باعث ناراض ہو رہے تھے۔ دہقانی بھی زیادتی محاصل سے ناراض ہوگئے چنانچہ اوسے سنہ ۱۸۱۲ء مین معزول کر دیا گیا۔ اور اوسکی جگہ دوسرا گورنر مسمّی رکجو وزا مقرر ہوا جس نے خراج کی مقدار کو اور بڑھا دیا۔ نو برس کے لیئے مقرر کیا گیا تھا۔ اوس کے بعد سنہ ۱۸۱۸ء مین پھر ماوروکورڈاٹو کو والیشیا کا گورنر بنایا گیا۔ اور اوس نے فقط خراج کی زیادتی بلکہ اپنے ذاتی اخراجات کے لیئے جزیہ کی شرح کو بھی بڑھا دیا۔ تین برس کے بعد اوسے مالڈیویا بھیجدیا گیا مگر ایک سال کے بعد (سنہ ۱۸۲۲ء) مین اوسکی جگہ گریگوری گھیکا کو مالڈیویا کا گورنر بنایا گیا۔ اس فناری عامل کی نسبت ایک رومانوی مؤرخ حسب ذیل لکھتا ہے "یہ شخص اپنے متقدمین کی طرح عین فناری طریقہ کے مطابق اس صوبہ کو مفتوحہ ملک کے برابر سمجھتا تھا اور غریب باشندون اور انسانیت کے فرائض کی کچھ پروا نہ کر کے ذاتی منفعت کے لیئے کھلم کھلا بند دن ملک کو تاخت و تاراج کرتا رہا۔"

اس جبر و ستم سے دونون صوبے تقریباً ویران ہوگئے۔ ہزارون خاندان ممالک متصلہ مین چلے گئے۔ اور کل قوم گورنرون کی نالائقی کی بدولت پہلے سے زیادہ اون کے مامور کنندگان یعنی ترکون کی دشمن ہوگئی۔ اور چونکہ سنہ ۱۸۲۶ء مین روس نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ والیشیا اور مالڈیویا کو اوس کی زیر حمایت آزاد کر دیا جائے اور والیشیون اور مالڈیوین کو روس کے اس مطالبہ کا علم تھا۔ اسلیئے طبعی طور پر مظلوم و ستم رسیدہ رومانویون کو بھی سلطنت کا جو اون سے ہمدردی کا اظہار کر چکی تھی سہارا پکڑنا پڑا۔ اور اُسکی امداد و دستگیری پر اونکی تمام امیدین وابستہ ہوگئین۔ جو آخر سنہ ۱۸۵۹ء مین کامل طور پر پوری ہوگئین اور یہ رومانوی بالکل آزاد اور خود مختار قوم ہو گئے۔ دیگر یورپی صوبجات مین بھی کم و بیش فتنہ و فساد برپا ہوتے رہتے تھے بعض

اوقات ان صوبون کے گورنر صرف برائے نام سلطان کو ماتحت ہوتے ــــــ ورنہ درحقیقت خود مختار فرمانروائونکی حیثیت اختیار کر لیا کرتے ـ اور سلطانی فرمانون کی کچھ پرواہ نہین کیا کرتے تھے۔ باب عالی کبھی ایسے سرکشون کی گوشمالی کر دیا کرتا تھا اور کبھی چشم پوشی کر جاتا تھا یعنی اگر وزراء ہوشیار و مستعد ہوئے اور ساتھ ہی باغی گورنر کی طاقت چندان مضبوط نہ ہوئی تو اوسکی سرکوبی کر دیجاتی ـ اگر حالت برعکس ہوئی تو خاموشی اختیار کر لی۔ محمود کے زمانہ مین ایسی تمام سرکشیون اور بغاوتون کو فرو کر دیا گیا۔ مگر ایک نہ ہو سکی ـ جو نہ فقط ترکی تاریخ بلکہ اسلامی تاریخ مین بھی ایک قابل یادگار واقعہ ہے سلطان محمود کے عہد حکومت کے آخری حصہ مین وہابیہ فرقہ عرب مین پیدا ہوا ـ اور چند برسون مین حیرت انگیز سرعت سے جزیرہ نما مین پھیلگیا۔ یہ بغاوت اسی فرقہ کی تھی ـ اس فرقہ کا بانی عبد الوہاب سترہوین صدی عیسوی کے اختتام اور بارہوین صدی ہجری کے آغاز کے قریب عرب کے قصبہ العینہ مین پیدا ہوا تھا۔ اوس کا باپ قصبہ مذکور کا شیخ تھا۔ عبد الوہاب نے فقہ و حدیث اور دیگر دینی علوم کی تعلیم بصرہ کے مدارس مین حاصل کی ـ اوس نے ان علوم کو بہت جلد سیکھ لیا۔ مگر ساتھ ہی اوس کے دل مین یہ پختہ یقین بیٹھ گیا کہ پیغمبر خدا کی سچی تعلیم توہمات کے ناپاک ڈھیر مین چھپ گئی ہے جس کو دور کرنے کے کام پر خداوند کریم نے اوسے مامور کر دیا ہے ـ اوس نے واپس آکر کمال دلیری سے اپنے خیالات کو ظاہر کرنا شروع کر دیا۔ اور شروع شروع کی عارضی ناکامیابی سے سلطنتانہ کھیل کر اکثر رسوم مروجہ کو بدعت قرار دیا۔ وہ خاصکر پیر پرستی اور اولیاء کے مقبرون کی زیارتون کا جسکا عام رواج ہوگیا تھا سخت دشمن تھا۔ اوس نے مسلمانون مین چند قسم کی عیاشیان بھی جو صریح احکام قرآنی کے برخلاف تھین بکثرت مروج پائین اور وہ اونکی بیخکنی پر کمربستہ ہوگیا۔ ابتداء مین جیسا کہ عموماً ہوتا ہے سننے والے اوس کا مضحکہ اڑاتے رہے۔ مگر بتدریج لوگ اوس کے مرید ہونے لگ گئے اور آخرکار مشہور و زبردست عرب قبیلہ بنی مسالخ کا شیخ محمد بن سعود اسکا معتقد ہوگیا۔ اور عبد الوہاب نے اسی وقت اُسے اپنا داماد بھی بنا لیا۔ اس شمولیت سے نیا فرقہ اب زبردست پولیٹیکل اور جنگی گروہ بن گیا جس کا روحانی مقتدا تو عبد الوہاب ہی رہا مگر فوجی کمان کے فرائض ابن سعود کے سپرد کر دیئے گئے۔ اور اوس نے بزور شمشیر اپنے اُستاد کے عقائد کو پھیلانا شروع کر دیا۔ اوس کے بعد اوس کا بیٹا عزیز اور پوتا سعود اور بھی زیادہ سرگرمی اور پرجوشی سے اشاعت کے کام مین مصروف رہے اور چند برسون مین وہابیہ عقائد عرب کے ہر گوشہ و کونہ مین پھیل گئے۔ عرصہ دراز تک سلاطین اور اون کے پاشا اس نئے فرقہ کی بغاوت کو فرو کرنے مین ناکامیاب رہے آخرش محمد علی پاشا والی مصر نے اس کا بیڑہ اُٹھایا۔ اور وہابیون کی سلطنت کی جو حرمین شریفین پر بھی قابض ہوگئی تھی بیخکنی کر کے اون کے آخری امیر کو پا بزنجیر قسطنطنیہ بھیجدیا جہان وہ ۱۸۱۸ء مین قتل کر دیا گیا۔ مگر نجد کے بدو قبائل اب تک زیادہ تر اسی مذہب کے پابند ہین۔ سلطان محمود کو جس وقت اس بغاوت کی اطلاع پہونچی تو اوس نے وہابیون کو واجب القتل قرار دیکر گورنرون کو اوس کے فرو کرنے کی سخت تاکید کی۔ مگر عرب کے ترکی گورنرون کی باہمی رقابت سے باغیون کو روز افزون ترقی ہوتی گئی۔ سلطان محمود کی وہمی اور کمزور طبیعت کو اس نئے فرقہ کے پیدا ہو جانے سے پہلے ہی سخت صدمہ پہنچا تھا

اوسکی فتوحات کی خبر سنکر اوس صدمہ کا اثر اور بڑھ گیا۔ اور وہ جمعہ کے دن مسجد سے واپس آتے ہی ۲۴ سال کی حکومت کے بعد جیسے شاندار اور ویسے شان دونون نام دیئے جا سکتے ہین ۲۴ صفر ۱۱۶۸ ہجری (مطابق ۱۷۵۴ء) کو اس جہان ناپائدار سے گذر گیا۔ وہ ۱۱۰۸ ہجری مین پیدا ہوا تھا۔

سلطان عثمان ثالث

محمود اول کے بعد اوس کا چھوٹا بھائی عثمان ۵۵ برس کی عمر مین تخت نشین ہوا۔ اوسکی پیدائش ۱۱۱۰ھ مین ہوئی تھی۔ اور تخت نشینی کے وقت تک محلسرا کے محبس شہزادگان مین ہی بند رہا تھا جس طویل نظربندی سے اوسکی طبیعت مین بدمزاجی اور افسردگی راسخ ہوگئی ہوئی تھی۔ اوس نے حکمرانی شروع کرتے ہی جو پہلا کام کیا وہ سلطان احمد ثالث کے تین فرزندان محمد۔ بایزید اور ارخان کا قتل تھا۔ اونکو اس اندیشہ سے قتل کرا دیا گیا تھا کہ کہین سرداران فوج انمین سے کسیکو تخت پر نہ بٹھلا دین۔ وزیر اعظم علی پاشا کو جس پر اون کے ساتھ سازش رکھنے کا الزام لگایا گیا تھا۔ اوسیوقت قتل کر دیا گیا۔ عثمان کی متلون مزاجی اسی سے ظاہر ہو سکتی ہے کہ اوسنے دو برس مین آٹھ وزیر جن مین سے آخری کا نام سعید افندی تھا یکے بعد دیگرے قتل یا برطرف کر دیئے۔ آخرکار صدارت کا منصب جلیلہ راغب محمد پاشا کو تفویض کیا گیا۔ یہ نہایت ہی قابل اور لایق شخص تھا اور صدر کی حیثیت سے ٹرکی کو ویسا مدبر وزیر نصیب نہ ہوا تھا۔ اس ایک ہی انتخاب سے عثمان کی کئی گذشتہ غلطیون کی پوری پوری تلافی ہوگئی تھی۔ مگر افسوس وہ خود اس نیک انتخاب سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔ اور تھوڑے ہی دنون بعد ۱۶ صفر ۱۱۷۱ھ کو فوت ہوگیا۔ اوس نے ۱۷۵۴ء سے لیکر ۱۷۵۷ء تک صرف تین سال حکومت کی۔ اوس کے عہد حکومت کے مشہور واقعات صرف دو ہین جن مین سے ایک تو قسطنطنیہ کی آتشزدگی عظیم ہے جس سے ۱۱۶۹ ہجری مین صدر اعظم کا محل اور تقریباً دو تہائی استنبول مسجد ایا صوفیہ کے قریب تک جل گیا۔ اور دوسرا جامع عثمانی کی تکمیل ہے جسے سلطان محمود نے شروع کیا تھا۔ وہ اپنے بھائی کے طرز عمل کی ہمیشہ شکایت کرتا رہتا تھا۔ مگر طرز انتظام مین اصلاح یا تغییر کرنے کی کبھی جرأت نہ کر سکا۔ اوسکی بڑی شکایت یہ تھی کہ یورپیون کے میل ملاپ سے مسلمانون مین مذہب کی طرف سے آزادی پیدا ہوگئی ہے۔ اسکی اصلاح کے لیئے اوسنے ہر ایک مذہب کی رعایا کے لیئے علیحدہ علیحدہ پوشاکین تجویز کین۔ اور عورتون کے پردہ کے متعلق سخت احکام جاری کیئے۔ رعایا کے خیالات معلوم کرنے کی غرض سے وہ اکثر راتون کو بھیس بدلکر دار الخلافہ مین پھرا کرتا۔ مگر درباریون کو عموماً پہلے سے خبر ہو جاتی کہ آج سلطان یہ بھیس بدلکر نکلیگا۔ اور وہ اس امر کا پہلے سے انتظام کر چھوڑتے کہ اوسکو صرف ایسے لوگ مل سکین جو درباریون کے طرفدار ہون۔

وزراء کے ہر وقت بدلتے رہنے سے انتظامیہ کل کے تمام پرزے بگڑ گئے ہوئے تھے۔ اور رعایا مین عام ناراضگی پھیل گئی تھی جسکو وہ جابجا آگ لگا کر ظاہر کرتی رہی۔ مگر راغب پاشا کی تقرری سے اس نقص کی کماحقہ اصلاح ہوگئی۔

خارجیہ معاملات میں وہ اپنے بڑے بھائی کی پالیسی پر کاربند رہکر یورپین طاقتوں کے باہمی لڑائی جھگڑوں سے بالکل الگ رہا۔ ۱۷۵۵ء میں ڈسالنہر کی جگہ ایم ڈی ورجینز قسطنطنیہ میں سفیر مقرر ہوا تھا۔ جب وہ بھی بابعالی کو فرانس کا ہمخیال بنانے میں ناکام رہا تو فرانس نے انگلستان کی دشمنی سے محفوظ رہنے کیلیئے جو اوس وقت تجارتی اور خاصکر اوس رقابت کیوجہ سے جو ممالک بعیدہ میں مقبوضات بڑھانے کی خواہش و تمنا سے دونوں سلطنتوں میں پیدا ہوئی تھی بہت زور پکڑ گئی ہوئی تھی۔ مجبوراً اپنے دوسرے قدیم دشمن آسٹریا سے ۱۷۵۶ء میں اتحاد کر لیا۔ فرانس نے ۱۷۵۶ء میں انگلستان سے لڑائی شروع کر دی تھی۔ دوسرے برس پرشیا انگلستان کے ساتھ اور آسٹریا جس کا صوبہ سیلیشیا پرشیا نے فتح کر لیا ہوا تھا فرانس کے ساتھ شریک ہو گئی اور فریقین میں سات برس تک نہایت تیزی و تندی کے ساتھ آتش حرب مشتعل رہی جسکا اختتام آخر ۱۷۶۳ء میں عہدنامہ پیرس پر ہوا۔[1]

فرانس کی اس نئی پالیسی کو پہلے تو بہت زبردست خیال کیا گیا تھا مگر بعد میں اوس کی مضرتیں سب پر عیاں ہو گئیں فرانس نے آسٹریا کے ساتھ اس لیئے اتحاد کیا تھا کہ وہ انگلستان کے ساتھ بےفکری کے ساتھ لڑائی کریگا اور پہلی لڑائیوں کیطرح آسٹریا انگلستان کے ساتھ شامل نہ ہو سکے۔ اور چونکہ انگلستان اور فرانس کی باہمی بحری لڑائیوں میں فرانس کے کولونیل[2] طاقت بنی رہنے یا نہ رہنے کی بازی ہوا کرتی تھی اس اتحاد سے فرانس کی تمنا بر آنے کی بہی قوی امید ہو گئی کہ اسکی ظہور ہونے پر کچھ عرصہ کے لیئے دربار انگلستان بھی مبہوت سا ہو گیا۔ لیکن اتحاد مذکور میں یہ بڑا نقص رکھا گیا کہ آسٹریا کو سلطنت عثمانیہ کی سلامتی کے متعلق فرانس کا ہمخیال بنانے کی کوئی کوشش نہ کیگئی۔ حالانکہ اگر فرانس اوس وقت اسطرف تھوڑی سی توجہ بھی کرتا تو بیشک آسٹریا کو باسانی متفق الرائے کر لیتا کیونکہ ملکہ موصوفہ کو روس کی بے اندازہ ترقی سے تشویش سی پیدا ہو گئی

---

[1] اس لڑائی کا نام جنگ ہفت سالہ ہے جس میں پرشیا نے آسٹریا روس اور فرانس کی افواج کا مردانہ مقابلہ کیا اور انگلستان نے جس کا وزیر اعظم مسٹر پٹ کلاں لارڈ چیٹہم تھا فرانس اور ہسپانیہ کی خوب خبر لی۔ انگریز جرنیل ولفے نے فرانس سے کینیڈا کا قصبہ کیوبک فتح کیا۔ بعد ازاں انگریزوں نے کل کینیڈا۔ راس برٹین اور ڈیٹرائٹ جہاں (واقع شمالی امریکہ) کو فرانس سے اور کیوبا کو ہسپانیہ سے فتح کر لیا۔ ہندوستان میں بھی کلایو کو اسی جنگ کے دوران میں ہی (جون ۱۷۵۷ء) پلاسی کے میدان میں وہ فتح عظیم حاصل ہوئی تھی جس نے انگریزی حکومت کی ہندوستان میں بنیاد قائم کر دی۔ معاہدہ پیرس کے رو سے پرشیا کو جس پر اوس وقت فریڈرک اعظم ایسا بادشاہ حکمران تھا کچھ نئے صوبے ملگئے فرانس نے انگلستان کو کینیڈا جزیرہ راس برٹین اور دریا و خلیج سینٹ لارنس کے سواحل و جزیرے دیدیئے اور شمالی امریکہ میں دونوں ملکوں کے مقبوضات میں دریا مسیس پی کو منبع سے لیکر دہانہ تک حد فاصل قرار دیا گیا۔ دریائے مذکور کی بائیں جانب مشرقی ساحل کیطرف کا تمام علاقہ شہر نیو اورلینز کے سوا انگلستان کو ملگیا۔ البتہ خلیج سینٹ لارنس اور نیو فونڈلینڈ کے سواحل پر فرانسیسیوں کو شکار ماہی کا اختیار حاصل رہا۔ اور جزائر سینٹ پیئر اور میکولان اون کے ماہی گیروں کی پناہ کیلیئے اون کے پاس رہنے دیئے گئے۔ مگر یہ شرط کیگئی کہ (باقی دو سطر صفحہ آئندہ پر)

[2] ایسی طاقت جس کے پاس تھوڑا ملک ہو باہر تو آبادیاں اور مقبوضات بعیدہ زیادہ ہوں۔

شروع ہو گئی ہوئی تھی۔ اور اس طرح سے ۱۷۵۶ء کا اتحادی معاہدہ درسیلز ۱۷۲۵ء کے معاہدہ وائنا کی جس کے رو سے آسٹریا اور روس میں اتحاد ہوا تھا کامل تردید کر دیا۔

آسٹریا کے ساتھ جس سے ترکوں کی قدیم سے عداوت چلی آتی تھی فرانس کے متحد ہو جانے سے ان کے دل میں فرانس کی طرف سے بدظنی پیدا ہو جانا طبعی امر تھا لیکن اگر فرانس آسٹریا سے سلطنت عثمانیہ کے قیام و سلامتی کے ذمہ دار ہونے کا عہد لے لیتا تو یہی نہیں کہ ترکوں کو شکایت اور بدظنی کا کوئی موقعہ نہ ملتا بلکہ ممکن تھا کہ وہ بھی ان دونوں سلطنتوں کے ساتھ اتحاد کر لیتے۔ فرانس نے ترکوں کی لاپروائی اور ہٹ سے ناراض ہو کر یا اپنے ذاتی جھگڑوں میں منہمک ہونے کی وجہ سے اس معاملہ کی طرف کچھ خیال نہ کیا۔ اور اس فروگذاشت سے یہ اتحادی معاہدہ جس سے بڑی بڑی امیدیں تھیں آخر فرانس کے حق میں بہت مضر ثابت ہوا۔ ایک طرف تو شاہ لوئی پانزدہم کی معشوقہ میڈم ڈوبیری[1] کی حماقت و نخوت سے

[1] کونٹس میری جین بیری۔ ایک ادنیٰ درجہ کے سرکاری ملازم کی لڑکی تھی۔ اوسکی عمر کا ابتدائی حصہ ایک مذہبی خانقاہ میں بسر ہوا۔ پھر پندرہ برس کی عمر میں پیرس کے ایک وضعدار درزی کی دوکان پر ملازم ہو گئی۔ اوس کے بے نظیر حسن و جمال سے جس کی عام نمائش سے اوسے کچھ پرہیز نہ تھا کئی عاشق مزاج اوس کے گرویدہ ہو گئے۔ اور کئی شخصوں کی معشوقہ رہنے کے بعد آخر لوئی پانزدہم کے خاص خدمتگار نے اوسکی رسائی بادشاہ تک کرا دی۔ بادشاہ دل و جان سے اوس پر فریفتہ ہو گیا۔ اور اسے کونٹس کا خطاب عطا کر دیا گیا تاکہ وہ شاہی دربار میں شامل ہو سکے جب تک بادشاہ مذکور زندہ رہا۔ یہ عورت سیاہ سفید کی مالک رہی مگر ۱۷۷۴ء میں اوس کے مرنے پر اوسے ایک خانقاہ میں قید کر دیا گیا لیکن لوئی شانزدہم نئے بادشاہ نے کچھ عرصہ بعد رہا کر دیا۔ اور وہ عالیشان محل جو لوئی پانزدہم نے اوس کیلئے بنوایا تھا اوسے عطا کر کے پنشن مقرر کر دی۔ اور وہ گوشہ تنہائی میں عمر بسر کرتی رہی۔ مگر جب فرانس میں مشہور انقلاب عظیم ہوا اور شاہی خاندان مصیبت میں گرفتار ہو گیا تو اوس نے لوئی شانزدہم کی مہربانیاں یاد کر کے اوس کی ملکہ اور اولاد کو روپیہ کی مدد سے قید سے رہا کرانے کیلئے ۱۷۹۳ء میں لنڈن جا کر اپنے کل زیورات فروخت کر دیئے لیکن نومبر میں پیرس واپس پہنچتے ہی گرفتار کر لی گئی۔ اور باغیوں کی عدالت نے اوسے بجرم غداری و سازش سزائے موت کا حکم دیدیا۔ اور اوسی مہینہ میں قتل کر دی گئی ۱۷۴۶ء میں فرانس کے ایک موضع میں پیدا ہوئی اور ۱۷۹۳ء میں بمقام پیرس قتل ہوئی۔ مؤلف ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۷) - وہاں ان کو قلعے بنانے کا اختیار نہ ہوگا۔ جزائر مارٹنیکو۔ گواڈلوپ۔ میری گالانٹی۔ ڈیسی سائڈ۔ اور سینٹ لوسیا فرانس کو واپس دیدیے گئے۔ اور جزائر گرینیڈا۔ گرینیڈائنز۔ سینٹ ونسنٹ۔ ڈومینیکا اور ٹوباگو انگلستان سے ملحق کر دیئے گئے۔ افریقہ میں انگلستان کو سینیگال کے علاقہ میں جو فتوحات ہوئی تھیں وہ اوسی کے پاس رہیں صرف جزیرہ گوری فرانس کو واپس کیا گیا۔ ساحل کورومنڈل۔ اوریسہ۔ مالابار و بنگال پر جو فرنچ بستیاں انگلستان نے فتح کی گئی تھیں وہ اس شرط پر واپس کر دیئے گئے کہ فرانس بنگال میں کوئی فوج نہ رکھے۔ یورپ میں فرانس نے جرمنی سے (باقی اگلے صفحہ پر)

یہ معاہدہ جو محض انگلستان سے بچاؤ کرنے کیلئے کیا گیا تھا پرشیا سے جنگ کرا دینے کا باعث ہو گیا۔ اور دوسری طرف اوس دوستی اور اتحاد کی بنیاد متزلزل ہو گئی جو فرانس اور باب عالی میں دو سو برسوں سے چلا آتا تھا اور جس کا مدعا آسٹریا کو کمزور و ذلیل کرتے رہنا تھا۔ اور اس طریقے سے انگلستان کو فرانس کے برخلاف باب عالی کو خوب بھڑکانے کے لئے زبردست حجت مل گئی۔ وزراء انگلستان نے پرشیا اور ٹرکی میں دوستانہ اور تجارتی معاہدہ کرا دیا۔ اور ترکوں کی نگاہوں میں فرانس کی جگہ خود لینے کے لئے کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا کہ باب عالی کو آسٹریا سے لڑا دینے کی بھی سعی کرنے لگ گئے۔ مگر ترک گو معاہدۂ ورسیلز سے ناراض ہو گئے تھے تاہم وہ عرصہ دراز سے فرانس کو اپنا مخلص دوست سمجھنے کے کچھ ایسے معتاد ہو رہے تھے کہ وہ یہ کبھی باور نہیں کر سکتے تھے کہ اب وہ دوستی ٹوٹ گئی ہے۔ الغرض انگریز اس مدعا میں تو ناکام رہے لیکن پھر بھی باب عالی کی ناراضی کا یہ اثر ضرور ہو گیا کہ بلاد مشرق میں فرانس کے اقتدار میں فرق آگیا۔

ادھر روس نے دیوان کے نیوجہ سمجھا کر کلیسائی یونانی کے پادریوں کو بیت المقدس کے مقامات متبرکہ کی تولیت اور مجاوری کے متعلق لاطینی کلیسا کے پادریوں سے جھگڑا کرنے کا ایسا کر دیا جس سے ان دونوں عیسائی فرقوں کے پادریوں کا باہمی جھگڑا جس کا پہلے کئی دفعہ ذکر ہو چکا ہے پھر تازہ ہو گیا۔ اور اس کا سلسلہ اتنا لمبا ہو گیا کہ ۱۸۵۳ء کے محاربۂ کریمیا کے ظاہری سببوں میں سے ایک سبب یہ جھگڑا بھی تھا۔ ناظرین کو سابقہ بیانات سے یہ تو معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ مقامات کسی کی ملکیت نہیں۔ بلکہ مال وقف اور بنا بریں صاحب ملک کی ملکیت ہیں۔ تنازعہ فقط تولیت و قبضہ کا تھا۔ مگر قبضے سے بھی ایسا قبضہ مراد نہیں کہ دیگر عقائد کی مسیحی جماعتیں اس گرجے یا معبد کو استعمال نہ کر سکیں یا اوس کی زیارت نہ کر سکیں۔ بلکہ صرف یہ کہ اوس مقام کی کنجیاں فریق قابض کے پاس رہتی ہیں۔ اور اسے روشنی کرنے۔ فرش بچھانے۔ جھاڑو دینے اور شکست و ریخت کی مرمت کرنے کا اختیار رہتا ہے مگر وہ عمارت میں ایزادی نہیں کر سکتا۔

باب عالی فریق قابض سے حسب دستور قدیم آٹھ سو پونڈ سالانہ خراج لیتا ہے۔ یہ مقامات متبرکہ یروشلیم بیت اللحم اور ناصرہ میں واقع ہیں۔ ایک سا رہ جگہ ہے جہاں حضرت مسیح پیدا ہوئے۔ چند مقامات خاص بیت المقدس میں ہیں۔ حضرت مریم و مسیح علیہ السلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۸) جو صوبے فتح کئے تھے اوس کو وہ سب جزیرہ منورکا واپس کرنے پڑے۔ انگلستان نے تعہد ڈنکرک اپنے پاس رکھ کر جزیرہ بل آئل فرانس کو اور جزیرہ کیوبا مع ہوانا ہسپانیہ کو دیدیا اور ہسپانیہ نے اوس کے عوض قلعہ فلوریڈا مع بندر سینٹ آگسٹائن و خلیج فلوریڈا کو انگلستان کو دیدیا۔ (میکسیکو کی) ہسپانوی بستی سینٹ سیکرامنٹو بھی ہسپانیہ کو واپس دیدی گئی۔ اس عہدنامہ سے انگلستان ترقی کے معراج پر پہنچ گیا تھا۔ یا سلطنت کی بنیادیں پہنچنے کیلئے رستہ صاف ہو گیا تھا۔ افریقہ امریکہ اور ایشیا میں وسیع و زرخیز علاقے اوس کی قبضہ میں آگئے تھے جس سے نہ صرف اوس کی بحری اور پولیٹیکل طاقت بہت بڑھ گئی۔ بلکہ اوس کی صنعت و حرفت اور تجارت کی کھپت کیلئے نئی منڈیاں پیدا ہو گئیں۔ برعکس اس کے فرانس کی بحری طاقت ایسی کمزور ہو گئی کہ اوس وقت سے بعد اوس سے پھر انگلستان کی ہمسری نہیں ہو سکی ٭

(مؤلف)

کی قبرین اور داؤد کی خانقاہ۔ سنگ مسیح وغیرہ وغیرہ بھی انہی مین شامل ہین۔ فتح بیت المقدس کیوقت سے جو خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مین ہوئی تھی اونکی تولیت اور اون کے دروازون کی تالیان فرنچ یعنے رومن کیتھولک پادریون کے قبضہ مین چلی آتی تھین۔ اور اگرچہ یونانیون نے کئی دفعہ اون کے ساتھ جھگڑا کیا اور کچھ عرصہ کے لیئے کامیاب[2] بھی ہوتے رہے مگر پھر آخر حق حقدار ون کو پہنچتا رہا۔ سلاطین عثمانیہ نے اول اول ۱۵۳۵ء مین فرنچ سفیر کی درخواست پر اون کو باقاعدہ سند[1] عطا کی۔ پھر ۱۶۲۱ء مین سلطان عثمان ثانی کے عہد مین ۱۶۳۳ء مین بعہد سلطان مراد چہارم ۱۶۷۳ء مین بعہد سلطان محمد چہارم ۲۰ اپریل ۱۶۹۰ء کو سلطان سلیمان ثانی کے وقت اور آخری دفعہ ۱۷۴۰ء مین اس سند کی تجدید کیگئی۔ اور ۱۷۵۷ء تک اس آخری فرمان کے مطابق عملدرآمد ہوتا رہا۔ سنہ مذکور مین صورت حال بدلگئی۔ چند یونانی زائرین نے روس کے گماشتون کے اغوا سے یا قناکی کیتھولک خانقاہ کو لوٹ لیا۔ اور اس سے چند دن بعد انہی لوگون نے دوسرے ہم مذہبون کی مدد سے حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کے متعلقہ گرجا مین جو یروشلیم مین واقع ہے کیتھولک پادریون اور راہبون پر حملہ کیا اور ہولناک فانوسون کو توڑ پھوڑ دیا۔ اور دیگر اسباب کو تہ و بالا کر ڈالا۔ اور پھر الٹی بابعالی کے پاس شکایت کر دی کہ کیتھولک پادریون نے اون کو گرجے مذکور مین نماز پڑھنے سے بالجبر روک دیا ہے۔ اور بالآخر وزیر اعظم کو موافق پا کر تھوڑے سے وقفہ کے بعد فرنچ پادریون کے قطعی اخراج کی درخواست کر دی۔ صدر اعظم نے بظاہر[3] فریقین کے بیانات اور رودادی پر کامل غور کر کے آخر ایسا فیصلہ صادر کیا کہ جس سے فرانس کے اقتدار کو اب پہلی مرتبہ فی الواقع نہایت صدمہ پہنچ گیا۔ اس فیصلہ سے بیت اللحم کے بڑے گرجے کنیسہ مریم اور کئی دیگر مقامات سے رومن کیتھولک بیدخل کر دیئے گئے۔ اور یونانیون کو ان کا قبضہ دلادیا گیا۔ بعد ازان فرنچ سفیر اکثر اس کے برخلاف چارہ جوئی کرتے رہے ہین مگر کبھی کامیاب نہ ہوئے۔ بلکہ اوس وقت سے لیکر ہر سال کوئی نہ کوئی اور مقام فرانس کے پادریون کو تصرف سے نکلجاتا ہے۔

یہ درست ہے کہ بعض بعض سلاطین اس عرصہ مین لاطینیون کو کچھ نہ کچھ خفیف سی مراعات ان مقامات کے متعلق عطا کرتے رہے ہین مگر اون سے اس نقصان عظیم کی کبھی تلافی نہین ہو سکی ۱۸۱۵ء کی اتحادی معاہدہ سے فرانس کو جو نقصانات پہونچے اونمین سے ایک یہ بھی ہے۔

یونانیون اور لاطینیون مین یہ منازعہ ابھی جاری ہی تھا کہ سلطان عثمان ثالث ۲۹ اکتوبر ۱۷۵۷ء کو راہ گرائے عالم جاودانی ہوگیا۔ اور احمد ثالث کا بیٹا سلطان مصطفٰے ثالث ۴۱ برس کی عمر مین اوس کی جگہ تخت قیصری اور مسند خلافت پر متمکن ہوا۔

---

[1] یہ سند سلطان سلیمان اعظم نے عطا کی تھی۔

[2] ۱۶۳۴ء سے لیکر ۱۶۷۲ء تک یونانی پادری قابض رہے تھے جیسا کہ پہلی جلد مین مفصل بیان ہو چکا ہے۔ [3] فرنچ سفیر اور دیگر رومن کیتھولک سلطنتون نے اپنے ہم مذہبون کی بڑی سرگرمی سے تائید کی تھی۔

باب نہم (۹)

سلطان مصطفیٰ ثالث۔ پولنڈ پر روسی حملہ۔ ترکی صوبجات مین روس کی سازشین اور ملکہ کیتھرائن کے ارادے۔ مصر ایشیائی صوبون کی حالت۔ فرانس کی مساعی ترکون کو لڑائی پر آمادہ کرنے کیلیئے۔ لوئی پانزدہم کے خطوط۔ اعلان جنگ۔ یوروپ والون کے خیالات۔ ترکی افواج کی ہزیمت یابی۔ بغاوت موریا روسی بیڑہ بحیرہ روم مین۔ حسن پاشا الجزائری کے کارنامے۔ روسیون کا کریمیا کو فتح کر لینا۔ گفتگوئے مصالحت۔ فرانس کا ٹرکی کے حق مین کوشش کرنا اور انگلستان کی مخالفت۔ محاربہ کا از سر نو شروع ہونا۔ سلسٹریا اور شوملا کی حفاظت مصطفیٰ ثالث کی وفات۔ سلطان عبدالحمید اوّل کی تخت نشینی۔ معاہدہ قانیارجہ (کنارجی)۔

سلطان مصطفیٰ ہر فن مین کامل اور مستعد شہزادہ اور نہایت متقی شخص تھا۔ شاعری اور علم نجوم کا بھی بہت شوق رکھتا تھا۔ مگر خوبی قسمت سے اوس کا نام ایسا تھا کہ اس نام کے سلاطین ہمیشہ ٹرکی کے حق مین نامبارک ثابت ہوتے رہے تھے۔ چنانچہ اس نام کے تیسرے سلطان کے عہد مین بھی ٹرکی کو ایسے سخت نقصان اُٹھانے پڑے کہ سلطان مصطفیٰ ثانی کی ہزیمتین اور ذلتین اون کے مقابلہ پر کچھ بھی نہ تھیں۔ تاہم اوس کے عہد کے پہلے چند برس ملک خوشحال اور رعایا فارغ البال رہی۔ اوس نے راغب پاشا کو وزارت پر قایم رکھا۔ اور اپنی ہمشیرہ صالحہ سلطانہ کا اوس سے عقد کر دیا۔ اس باتدبیر وزیر کے حسن انتظام سے ملک مین بعیدی صوبون کی خفیف بغاوتون اور عرب کے وہابیون کی چند شورشون کے سوا سب طرح سے امن ہو گیا۔ یہ عقلمند مدبر ہمیشہ اس طرح سے کارروائی کرتا کہ سلطان کو یہی معلوم ہو کہ حکومت میرے ہی ہاتھ مین ہے۔ مگر دراصل اوس نے مصطفیٰ کو جس کی طبیعت کی بے چینی اور بیصبری سے کسی خطرناک شتاب کاری کے سرزد ہو جانیکا ہر وقت احتمال رہتا تھا

شاہی تعمیرات نفیسہ اور رفاہ عامہ کی عمارات میں مشغول کرکے ... کل انصرام اپنے دست قدرت میں کر لیا ہوا تھا۔ تعجب تھا گو تدبر و لیاقت میں محمد صقلی یا دوسرے اور تیسرے کوپرلی کے ہم پلہ نہ تھا مگر پھر بھی اوس کے نہایت قابل مستقل مزاج اور اعلے درجہ کے مدبر ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ اوس نے بادشاہ کی توجہ کو مصروف رکھنے کے لیئے جو کئی عمارات اور تعمیرات تجویز کی تھین اونمین سب سے اہم ادر قابل قدر بحیرہ اسود اور بحیرہ مرمرا کی خلیج نکومیدیا کے درمیان آبنائے باسفورس کی متوازی نہر بنانے کی تجویز تھی۔ یہ تجویز نئی نہ تھی۔ وہ پہلے بھی کئی دفعہ معرض بحث میں آ چکی تھی۔ اور ملتوی ہوتی رہی تھی۔ غرض اس سے یہ تھی کہ ہر دو بحیروں میں باسفورس کے سوا ایک اور راستہ آمد و رفت کا تیار کر لیا جائے۔ اور اس مدعا کے حصول کے لیئے یہ تجویز کیا گیا کہ خلیج نکومیدیا کے مشرقی گوشہ سے جھیل سپانجا تک ایک۔ اور پھر جھیل مذکور سے دریائے سقاریہ تک جو بحیرہ اسود میں گرتا ہے دوسری نہر کھودی جاوے۔ اگر یہ نہر تیار ہو جاوے تو بیشمار تجارتی فوائد کے علاوہ ترک جھیل سپانجا سے نہایت ہی محفوظ اور بہت بڑے وسیع بحری ڈیپو اور گودام کا کام لے سکیں جس میں بڑے سے بڑے جہاز دن کے متعدد بیڑے بآسانی سما جائیں۔ اور جس سے وہ حسب ضرورت فی الفور بحیرہ اسود یا بحیرہ مارمورا میں بھیج جایا کریں۔ ان دونون سمندرون کو یہ ملانے کی کوشش سلاطین عثمانیہ سے پہلے دو دفعہ شاہان بتھنیا اور ایک دفعہ پلینی[1] نے کی تھی۔

سلیمان ثالث سے پہلے تین عثمانیہ سلاطین سلطان سلیمان اعظم۔ مراد ثالث اور محمد چہارم نے بھی اس کام کو شروع کیا تھا لیکن اگرچہ مجوزہ نہرون کا طول چندان بہت زیادہ نہیں اور راستہ میں انجنیری کی بھی مشکلات کچھ ایسی بہت نہیں یہ کام کسی کے عہد میں پایۂ تکمیل کو نہ پہنچا۔

سلطان مصطفیٰ ثالث نے بھی کچھ تھوڑا سا کام کرا کے اسے ۱۱۷۱ھ میں ترک کر دیا جب یہ کام شروع ہوا تھا تو قسطنطنیہ کے یوروپین باشندون نے بہت خوشی اور دلچسپی ظاہر کی۔ اور وہ ترکون کو اوسکی تکمیل پر ثابت قدم رہنے کی تاکید کرتے رہے مگر اسکا کچھ اثر نہ ہوا۔ جنہین مؤرخ وان ہیمر اس موقعہ پر اپنی رائے ظاہر کرتا ہے کہ ”ان واقعات سے ثابت ہو گیا ہے کہ یہ بڑا کام صرف اسی وقت تکمیل ہو سکیگا جب کہ یوروپ کے ماہر انجنیر اور مستعد افراد اسکو اپنے ہاتھ میں لیں گے“

گو مجھے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ سلطان سلیمان عظیم الشان ایسو قابل سلطان کے عہد میں جب کہ ترکون میں لائق انجنیر اور صناعون کی کوئی کمی نہ تھی۔ یہ کام کیون ادھورا چھوڑ دیا گیا۔ لیکن پھر بھی ہم وان ہیمر کی رائے سے بیان تک اتفاق کیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ترکون نے اب تک کوئی ایسا بڑا انجنیری کام اپنی ہمت و کوشش سے تیار نہین کیا جو ادن کی سلطنت کے کار آمد ہو سکتا۔ تجویزون کی تو بیشک کمی نہیں رہی۔ مگر عدم استقلال۔ فضول توہمات و تعصبات یا ناعاقبت اندیشی نے عملی طور پر اونہین کچھ نہ کرنے دیا۔ ورنہ نہر سویز اور دریائے ڈان اور والگا کی نہر کو اگر وہ تیار کر لیتے تو غالباً ان کے متصلہ علاقے

[1] یہ ہسپانوی نژاد سنہ ۵۳ء میں پیدا ہوا۔ اور چند برس فوج میں عمدہ خدمات کرنے کے بعد ۹۸ء میں سلطنت روما کا قیصر ہو گیا اور سنہ ۱۱۷ء میں فوت ہوا۔ (دولت)

آج تک اسی طرح کی قبضہ میں پائے جاتے ہیں مگر مزید افسوس یہ ہے کہ سابقہ فرو گذاشتون کے بد نتائج سے بھی ابھی تک اون کو سبق حاصل نہیں ہوا۔ اور اس ترقی و ایجاد کے زمانہ مین بھی وہ اس معاملہ مین بدستور سابق ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہیں اور اس قسم کے جو تھوڑے بہت کام (ریلوے لائینین وغیرہ) دکھائی دیتے ہیں یا تیار ہو رہے ہیں وہ محض جنبیون کی زر و دولت اور محنت و کوشش کا نتیجہ ہیں۔ اور بدقسمتی سے یہ غفلت اب بھی دور ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔ تمام شہری ہیں اونکی کوششیں عالیشان مساجد اور پر تکلف محلات کی بنانے تک ہی محدود رہی ہیں۔ ان عمارات کی عالیشانی دیکھکر گو ظاہر بینون کی نگاہون مین چند لمحون کے لیئے ایک چکا چوند پیدا ہو جائے اور وہ اون سے اسلام کی شان و شوکت اور عظمت کا نتیجہ نکالیں مگر یہ مسلمہ امر ہے کہ ایسی عمارات ملک و قوم کے لیئے کبھی مفید نہیں ہو سکتیں بلکہ اگر اس لحاظ سے اون کو مضر بھی کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ ملک کا روپیہ ایک ایسے کام پر صرف ہوا ہے جس سے کوئی مالی تجارتی یا ملکی فایدہ نہیں ہو رہا۔ بالکل رایگان گیا ہے۔ مگر ایسے کامون کے لیئے دنیا کی دیگر ممالک کے مسلمانون کی طرح ترکون اور ترکی گورنمنٹ کے پاس اب بھی روپیہ یا ہمت کی کوئی کمی نہیں۔ ان چیزون کی کمی ہے تو محض مفید اور کارآمد کامون کے لیئے۔ اور اسی وجہ کر قومی نکبت اور بدبختی کی کوئی زبردست شہادت نہیں ہو سکتی اور جب کہ موجودہ فرمانروا ایسے قابل اور تجربہ کار محب ملک سلطان کے عہد مین بھی ہم جامع حمیدیہ تو برسون سے دیکھ رہے ہوں مگر کسی حمیدیہ ریلوے لائن۔ یا حمیدیہ نہر۔ یا حمیدیہ کارخانہ۔ یا حمیدیہ شہر کرت جہاز رانی کا کہیں کوئی وجود نظر آتا ہو اور نہ ابھی جلد اون کی موجود ہونے کی بظاہر کوئی قرائن دکھائی دیتے ہوں تو مجبوراً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ شاید مستقبل بعید میں بھی کچھ ایسا ہی ہوگا۔ الا ماشاء اللہ۔

خارجیہ معاملات مین رغب پاشا کی رائے تھی کہ اپنے ملک کو قدیم اعداء روس و آسٹریا کے برخلاف دیگر یورپ کی دول سے سلسلہ اتحاد و ارتباط پیدا اور مستحکم کیا جائے اوس نے چارون طرف نگاہ دوڑائی کہ یورپ مین کوئی ایسی سلطنت ہے جس کو ترکی کے نقصان سے کوئی ذاتی منفعت نہیں ہو سکتی اور ساتھ ہی وہ خود بھی اچھی زبردست ہو۔ اوس نے دیکھ لیا کہ ایسی سلطنت پرشیا ہے۔

اوس کو بلند ہمت بادشاہ فریڈرک اعظم ثانی[1] نے محاربہ وراثت آسٹریا اور محاربہ ہفت سالہ مین اپنے ملک کا رقبہ بہت وسیع

[1] پرشیا کے بادشاہ فریڈرک ولیم اول کا فرزند تھا جس نے جنگی مذاق کا آدمی ہونے کی وجہ سے اوسے ٹھیک تعلیم نہ دلوائی مگر فریڈرک نے جوان ہونے پر خود محنت کر کے اس کی تلافی کر لی۔ بادشاہ نے اسپر ناراض ہو کر ۱۷۳۰ء مین اوسے قید کر دینے اور مروا دینے کا ارادہ کر لیا مگر پولینڈ اور سویڈن کی بادشاہون کی سفارش سے باز آگیا۔ فریڈرک نے ۱۷۳۳ء مین شادی کی اور ۱۷۴۰ء مین باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ اسے فرنچ زبان سے نہایت الفت تھی اس کے سوا اور کسی زبان مین گفتگو نہیں کرتا تھا۔ ۱۷۵۰ء مین فرنچ فلاسفر اور ادیب والٹیر پرشیا جا کر کچھ عرصہ اس کا مہمان رہا۔ یہ بادشاہ جس نے اپنے ملک مین کئی سڑکیں تعمیر کرائیں ۱۷۸۶ء مین لاولد فوت ہوا۔ اس نے کئی کتابیں اور تاریخین بھی تصنیف کی تھیں جن پر اوسے بہت ناز تھا۔ انگلستان کے مشہور ادیب کارلائل نے اسکی مفصل سوانحعمری لکھی ہے۔

کر لیا تھا۔ اور اوسکی فوجی طاقت کی تمام برِعظم میں دہاک بندھ گئی تھی۔ اودہر اس کو ملک کا محل وقوع ایسا تھا کہ ٹرکی کی بربادی یا تقسیم سے اوسے کوئی فایدہ یا نتیجہ نہیں مل سکتا تہا۔ مگر چونکہ پرشیا کو بھی روس اور آسٹریا سے ہر وقت خطرہ تہا۔ ٹرکی اور پرشیا متحد ہو کر ایکدوسرے کو بہت کام آسکتے تھے۔ یہ حقیقت راغب سے پہلے بھی کئی وزرا پر واضح ہو چکی تھی۔ اور اُنہوں نے جیسا اوپر مذکور ہو چکا ہے اس اتحاد کے قایم کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ مگر دوستانہ تعلق کا باضابطہ معاہدہ ۱۱۷۴ھ سے پہلے نہ ہو سکا۔ فریڈرک نے قسطنطنیہ اپنا سفیر بھیجدیا۔ اور اوس نے پابعالی سے اوسی مضمون کا دوستانہ عہدنامہ کیا جیسی کہ پہلے سویڈن، سپین اور ڈنمارک سے ہو چکے تھے لیکن راغب اس سے کچھ بڑھ کر تعلق پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اور اوس کا ارادہ اس ابتدائی تعلق کو جارحانہ اور مدافعانہ اتحاد کی شکل میں لے آنیکا تھا۔ آسٹریا اور روس کے سفراء اس امر کے مخالف اور انگلستان کا سفیر اس کا موید تہا۔ آخر الذکر کی وساطت اور سعی و کوشش سے معاملہ بہت کچھ حل ہو چکا تھا کہ راغب پاشا ۱۱۷۶ھ میں فوت ہو گیا۔ اور اوس کے ساتھ ہی یہ تجویز بھی ملیامیٹ ہو گئی۔

سلطان مصطفےٰ ثالث دربار برلن کی نسبت دربار وائینا کی دوستی کو ترجیح دیتا تہا۔ راغب پاشا کی پالیسی کو ترک کر دیا۔ اگر راغب کی تجویز کے مطابق ترکی اور پرشیا میں ایسا اتحاد ہو جاتا تو ٹرکی کی اوسوقت آسٹریا سے لڑائی چھڑ جاتی جس میں شاہ پرشیا ترکوں کا معاون ہوتا اور بالغلب جو اوس کے نتیجہ سے ٹرکی کی تاریخ مابعد کا رخ بالکل بدلجاتا۔ اور آج دنیا میں ٹرکی ایسی کمزور اور اوس کے اعداء اس قدر قوی اور زبردست نہ دکھائی دیتے۔ مگر خداوند کریم کا شکر ہے کہ ہمارے موجودہ امیر المومنین نے اس غلطی کی اب تقریباً ڈیڑہ سو برس کے بعد اپنی کمال دوراندیشی سے جس وجوہ تلافی کرکے پرشیا کے بادشاہ اور اس وقت کل جرمنی ریاستوں کا قیصر بھی ہے سلسلہ اتحاد قایم کر لیا ہے۔ اور خدا نے چاہا تو یہ اتحاد ٹرکی کے لئے بہت کچھ خیر و برکت کا باعث ثابت ہوگا جس کی ادنےٰ نظیر ہمیں ۱۸۹۷ء کے محاربہ روم و یونان میں مل چکی ہے۔

راغب پاشا کی وفات پر سلطان نے عنان امور مہام سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ وہ بہت مستعد اور قابل اور اپنی سلطنت کی بہتری اور ترقی کا سچے دل سے خواہاں تھا۔ مگر یہ نقص رکھتا تھا کہ ضدی اور شتاب پسند تہا۔ اور نیز اپنے عہد کے آخری حصہ میں وہ بدقسمتی سے قابل مشیر اور سپہ سالار منتخب نہ کر سکا۔ ادہر خوبی قسمت سے اسی زمانہ میں ٹرکی کے جانی اور نہایت ہی خوفناک دشمن طاقت کی عنان ایک ایسی فرمانروا کے قبضہ میں چلی گئی جسے روسی سلطنت کے نہایت ہی اولو العزم۔ کمال بے اصول و طامع اور ساتھ ہی لائق ترین بادشاہوں میں شمار کیا جاتا ہے یعنی ملکہ کیتھرائین ثانی جو چند فوجی افسروں کے ہاتھ سے ۱۷۶۲ء میں اپنے کمزور طبیعت خاوند پیٹر ثالث کو قتل کرا کر روس کی فرمانروا ہو گئی تھی مورخین نے اوس کی پبلک اور پرائیویٹ چلن اور کیریکٹر کے لحاظ سے اوس کو بابل کی قدیم ملکہ سمیرامس ثانی کا جو خطاب دیا ہے۔ اوس میں ذرہ بھر مبالغہ نہیں۔ اس کی عصمت شعاری اور پارسائی کا پہلے متعدد دفعہ متن اور حاشیہ میں ذکر ہو چکا ہے۔ اور شاہی معاملات میں جیسی کچھ ایمانداری سے وہ کام لیتی رہی اوس کی مفصل کیفیت ناظرین کو صفحات آیندہ منکشف

ہو جائے گی۔

سلطان کے دلی ارادے اور اوس کی طبعی اولوالعزمی اسی سے معلوم ہو سکتی ہے کہ جب شمشیر عثمانی کو زیب کمر کرنیکو بیٹھ وہ مسجد ایوب کو جاتا ہوا آغائے ینگچریون کے ہاتھ سے شربت کا پیالہ پینے کے لیئے حسب معمول اونکی بارکون کے سامنے کھڑا ہوا تو اوس نے اون کو بآواز بلند ان الفاظ سے مخاطب کیا۔

"رفقا میں امید کرتا ہون کہ اگلے موسم بہار مین تخت بندر کی فصیل کے نیچے تمہارے ساتھ شربت نوش کرونگا" یہ گویا اس امر کا اعلان تھا کہ وہ اپنے متقدمین کی امن پسند پالیسی کو چھوڑ دینیکا مصمم ارادہ کر چکا ہے۔ ادہر یورپین طاقتون مین سے جو اوس وقت جنگ ہفت سالہ مین مبتلا تہین ہر ایک کو ٹرکی کی امداد کی احتیاج تھی مگر راغب پاشا نے جلدی سے محترز رہ کر اس بارہ مین حزم و احتیاط سے کام لینا مناسب سمجھا۔ اور یا سے جو کبھی کسی سلطنت کے ساتھ سلطان کو اتحاد نہ کرنے دیا۔ اور جب آخر پرشیا کو منتخب کر لیا تو موت نے مہلت نہ دی۔ ادہر فرانس نے جب ایک مستعد سلطان کو تخت عثمانیہ پر مسند آرا دیکھا تو خوشی سے اوسکی باچھین کھل گئین۔ اور اوس نے اون تمام خفتون کو جو اتحاد کے لیئے پہلی سلسلہ جنبانیون مین اوسے اٹھانی پڑی تھین اور نیز اون نقصانات کو جو بیت المقدس مین اوس کے مذہبی اقتدار کو پہنچا تھا بالکل فراموش کر کے باب عالی کو کہلا بھیجا کہ ان سب باتون کے باوجود وہ ٹرکی کا بدستور مخلص خیر خواہ ہے۔ اور اوسکی دوستانہ خیالات مین کوئی تغیر پیدا نہین ہوا۔ انہی دنون (سنہ ۱۷۶۰ء) عیسائی بحری قزاقون کے چند جہازرون نے ترکی بیڑہ کے امیر البحر کے جہاز پر اچانک حملہ آور ہو کر اوسے گرفتار کر لیا اور اوس کو جزیرہ مالٹا مین لیگئے۔ سلطان نے اس واقعہ کی خبر سنتے ہی فرنچ سفیر سے جہاز مذکور کے واپس دلائے جانیکا سختی سے مطالبہ کیا۔ بلکہ لوئی پانزدہم کو بھی ایک تاکیدی خط اس بارہ مین بھیجکر اوس مین تحریر کیا کہ "شاہ فرانس نے ہمارے مطالبہ کو پورا کرنے سے دریغ کیا تو اوسکی دوستی کو نقش بر آب سمجھا جائیگا"

ناظرین کو صفحات ماقبل سے معلوم ہو چکا ہو گا کہ مالٹا اوس وقت طائفہ سینٹ جان کے نائٹون کے قبضہ مین تھا جو کسیطرح فرانس کے ماتحت نہ تھے۔ دربار فرانس نے پہلے یہ امر سلطان کے ذہن نشین کرنے کی کوشش کی مگر ساتھ ہی کہلا بھیجا کہ باوجود اسکے شاہ فرانس سلطان کی دوستی کے لحاظ سے جہاز کی واپسی کے لیئے تا بمقدور کوشش کریگا۔ ترک اور اون کے اولیاء حکومت اوس زمانہ مین دنیا کے جغرافیہ اور اسکی پولیٹیکل حالت سے ایسے بیخبر اور ناواقف ہو گئے ہوئے تھے کہ دربار فرانس کے اس جواب کو غلط سمجھا جا کر واپسی جہاز کے لیئے مکرر اس طرح سے تقاضا کیا گیا کہ گویا قزاق یا مالکان مالٹا فرانس کی رعیت تھے۔ لیکن چونکہ فرانس کو بھی اوس وقت ترکون کی دلداری بہت کچھ منظور تھی اور نیز وہ کئی برسون سے اونکی ایسی بیچون بیچ باتون کے سننے کا عادی ہو رہا تھا۔ دربار فرانس نے جہاز کو مالٹا کے نائٹون سے خرید کر کے اوسے بڑی دہوم دہام سے قسطنطنیہ کو بھیجدیا جس کے پہونچنے پر ترکون نے بے انتہا خوشی ظاہر کی۔ مگر افسوس اوسی جہالت کی وجہ سے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ فرانس کی اس مروت کا کوئی احسان نہ مانا۔ اور شاہ فرانس کے پاس تشکریہ ادا کرنے کے لیئے کوئی سفارت بھیجنی بھی مناسب خیال نہ کی۔ لاعلمی نے

اون کو دوسری سلطنتون کی طاقت وقوت کا صحیح اندازہ کرنے کے قابل نہین رہنے دیا ہوا تھا۔ اور اجنبی طاقتین اپنی اپنی اغراض کے لیئے یا خود ترکون کی بہتری کے واسطے جو کچھ اونکی خاطرداریان کرتی تہین یا اپنی ابلہ فریبیون سے اونکو بیوقوف بناتی رہتی تہین۔ اون کو وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ ہم سے ڈرکر یہ خاطر کر رہی ہین۔ اور اون سے یہ خاطرین کرانا ہمارا حق ہے۔ اِس غفلت انگاری اور جہالت کا خمیازہ اون کو جلدؔ اوٹھانا پڑگیا۔ اور اون کے دشمنون نے اِس جاہلانہ سرمستی سے تھوڑے ہی عرصہ مین خوب سیر ہو کر فایدہ اوٹھا لیا۔ عہدنامہ بلغراد کے بعد اب تک نادرشاہ کی ناکام فوجکشی کے علاوہ باب عالی بیرونی لڑائیون سے محفوظ رہا تھا۔ لیکن آگسٹس ثالث شاہ پولنڈ کی وفات اور طامع و حریص کیتھرائن کی تخت نشینی سے اُسے بھی آخرکار کروٹ بدلنی پڑی اور اوس نے دربار فرانس کے ساتھ ذرا زیادہ گہرے تعلقات قایم کرلینے مناسب تصور کیئے۔

روس کی تہذیب وترقی کے بانی مبانی پیٹر نے تین سلطنتون سویڈن پولنڈ اور ٹرکی کو اپنے راستہ مین حائل سمجھکر ان مزاحمتون کو ہٹانے پر کمر ہمت بہت باندھی تھی۔ اوس کے بعد اوس کے جانشین بھی اوس کے قدم بقدم چلتے رہے۔ اٹھارہوین صدی کے پہلے نصف حصہ مین ٹرکی کے برخلاف جو جد وجہد کیا گیا تھا۔ اوسکی کیفیت پہلے مذکور ہوچکی ہے لیکن عثمانیہ سلطنت کو فتح کر لینا ایک دن کا کام نہ تھا۔ بہتر اِس کے لیئے پہلے سویڈن اور پولنڈ کو نابود کرنا مقدم شرط تھی۔ سویڈن کا جو حشر پیٹر کے ہاتھون ہوا۔ وہ ناظرین کو معلوم ہے۔ اوس کے کئی صوبے چھین لیے گئے۔ اور معاہدہ نسٹاٹ کی رو سے گو اوس کی جان سلامت رہنے دیگئی بلکہ قطع برید کیا کردیگئی کہ اوس مین پھر مقابلہ کرنے یا روس کے ارادون مین مزاحم ہونے کی سکت نہ رہی۔ اوس کے بعد پولنڈ کی باری آئی اور اوس مین بھی وہی چال چلی گئی جو روس اور دیگر فاتح زبردست قومین اپنے مقبوضات کی وسعت کے لیئے ہمیشہ سے چلتی آئی ہین۔ یعنی اپنے کمزور ہمسایہ کے ملک مین پہلے خانہ جنگیان اور فساد برپا کرا دیئے۔ پھر کمزور فریق کے دوست بنکر مداخلت کر دی۔ بعد ازان پہلے سے بہ تدریج اختلافات اور تنازعات کھڑے کر دیئے اور سطح سے ملک مین بدامنی اور عام تباہی برپا کر کے بدقسمت ہمسایہ کو اور بھی کمزور اور ضعیف کر دیا۔ اور پھر اسی بدامنی اور خرابی کی حجت سے فوجکشی کر کے اُسے فتح کر لیا۔ پولنڈ مین یہ چال پیٹر کے وقت سے ہی چلی جارہی تھی جس کی آخری اور فیصلہ کن گھات پر کیتھرائن کے عہد سے آغاز مین عمل کیا گیا۔ کیتھرائن کا عاشق اور لوفت اور اوس کے مددگار دیگر فوجی افسر جنہون نے ملکہ کے خاوند کو قتل کیا تھا۔ اپنی حرص وطمع اور خود بینی کے تقاضاؤن کو پورا کرنے اور نیز اپنی شجاعت کا اظہار کر لیئے کیونکہ پانچون عیب شرعی کے باوجود یہ ایک وصف ان انسان صورت وحشی درندون مین ضرور پایا جاتا تھا لڑائی کے لیئے عجب بیقرار ہو رہے تھے۔ اون کی اس تمنا کو پورا کرنے کے لیئے بدقسمت پولنڈ کو میدان جنگ بنایا گیا۔

اِنہی دنون اِن زمانہ مین حسن اتفاق سے آگسٹس ثالث جو سنہ میں فریڈرک اعظم شاہ پرشیا کے برخلاف شاہ فرانس سے جو مل گیا تھا اور دوسری لڑائی بپا ہوئی تھی نتیجہ ہو جانے سے جنگ ہفت سالہ کا باعث ہوا تھا مر گیا۔ اور بیچارہ کیتھرائن نے پولنڈ کے

امرا کو ایک گمنام خاندان کے امیر سمی اسٹانسلاس پونی آٹوسکی[1] کو جو ملکہ کا پرانا معشوق یا عاشق تھا شاہ پولنڈ منتخب کرنے پر مجبور کیا۔ تمام رعایا اسی جبر سے ناراض ہو رہی تھی کہ کیتھرائین نے وہان نئے قوانین نافذ کر کے باشندون کو اور برافروختہ کر دیا۔ ادہر وہان کے شورہ پشت اور ناعاقبت اندیش امرا بھی بلطائف الحیل سخت خانہ جنگیان برپا کر رہے تھے۔ اور آخر ان خرابیون کے انسداد اور آگسٹس کی حمایت کے بہانہ سے زبردست روسی فوج پولنڈ مین بھیجدی گئی۔ شمالی یوروپ کی ریاستین بقول فرنچ وزیر اعظم ڈیوک شوازیل اوس وقت کیتھرائین کی گون کے دامن سے بندھی ہوئی تھین۔ سوئیڈن کو اون اندرونی خرابیون اور خانہ جنگیون سے جو روسی پالیسی نے برپا کر رکھی تھین فرصت نہین تھی۔ پرشیا کو روس کی خاطر منظور تھی۔ وہ اوسے آسٹریا سے علیحدہ کرنے کی تدبیر کر رہی تھی۔ اور ساتھ ہی جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہو جائے گا پولنڈ کی نسبت فریڈرک کی نیت بھی بخیر نہین تھی۔ انگلستان فرانس کی رقابت کی وجہ سے روس کا علانیہ دوست ہو رہا تھا۔ آسٹریا ۱۷۵۶ء کے معاہدہ کی وجہ سے گو سردست علانیہ روس کے ساتھ شریک نہین ہو سکتی تھی۔ اور بظاہر الگ تھلگ تھی۔ لیکن مال غنیمت مین سے کچھ لقمہ پیش کیے جانے پر اوس کا روس کے ساتھ شامل ہو جانا یقینی امر تھا۔ فرانس کو جنگ ہفت سالہ نے کسی قابل نہ چھوڑا تھا باقی رہی ٹرکی۔ وہ روس کی نظرون مین کوئی حقیقت ہی نہین رکھتی تھی۔ اور پولنڈ کی طرح یقینی شکار سمجھی جاتی تھی۔ تاہم اہالی پولنڈ کل یوروپ اور بالخصوص ٹرکی اور فرانس سے امداد کی برابر درخواست کرتے رہے۔

فرانس کی قدیمی پالیسی روسی تجاوز کی مزاحمت کی متقاضی تھی۔ اور وہ اب بھی اس پالیسی پر کاربند ہونے کا دل سے خواہان تھا۔ لیکن خاص اوس وقت وہ اوس پر کاربند ہونے کی طاقت نہین رکھتا تھا۔ اوسے جنگ ہفت سالہ سے تازہ تازہ مخلصی ملی تھی۔ اور وہ اوسکی خفتون کا بدلہ لینے کے لیے انگارون پر لوٹ رہا تھا۔ شوازیل اپنے ملک کی عزت اور نیکنامی کے لیے انگلستان سے پھر لڑائی شروع کرنا سخت ضروری تصور کرتا تھا۔ انہی دنون شمالی امریکہ کے آبادکارون نے انگلستان کے برخلاف نیم سی بغاوت شروع کر دی تھی۔ اور وہ باواز بلند آزادی کا مطالبہ کرنے لگ گئے تھے۔ شوازیل نے اس جلتی آگ پر تیل ڈالکر اوسے اور بھڑکا دیا۔ اور اوسے امید ہو گئی کہ انگریزی آبادکارون کی اس بغاوت سے اوسنے انگلستان سے پورا پورا بدلہ لینے اور دنیا کے سمندرون پر پھر فرنچ اقتدار کو بحال کرنے کا خاصہ موقع مل جائے گا۔ ایسے موقعہ پر جبکہ اوسے باقی تمام طرف توجہ

[1] یہ شخص صوبہ لتھوانیا کے ایک امیر کا لڑکا تھا۔ کیتھرائین جو ایک پرشوی شاہزادہ دالی ان انالٹ زربسٹ کی بیٹی تھی۔ اور اوسکا کنوارپنے کا نام صوفیا آگسٹا تھا۔ روس کے ولی عہد سے جو بعد مین پیٹر ثالث کے نام سے ۱۷۶۲ء مین تخت نشین ہوا۔ مگر اپنی بیوی کی آشناؤن کے ہاتھ سے ۷ جولائی ۱۷۶۲ء کو قتل کر دیا گیا۔ شادی ہونے سے تھوڑا ہی عرصہ بعد آگسٹس کے حسن ملاحت اور طرحداری سے اوس کی گرویدہ ہو گئی۔ ۱۷۶۴ء مین اسے پولنڈ کا بادشاہ بنایا گیا ۱۷۹۵ء مین وہ تخت چھوڑکر سینٹ پیٹرزبرگ چلا گیا۔ اور پولنڈ کی آخری (تیسری) تقسیم کر لیگئی۔ وہ ۶۶ برس کی عمر مین ۱۷۹۸ء مین فوت ہوا۔

(مؤلف)

بےفکری اور یکسوئی درکار تھی پولنڈ کے معاملات سے ہر اُسے آزردگی پیدا ہونا طبعی امر تھا۔ وہ روس کی ترقی کو بھی فرانس کے لیئے مفید نہیں تصور کرتا تھا۔ مگر یہ ترقی صرف ایک ہی طرح یعنے فرانس اور انگلستان کے اتفاق سے روکی جا سکتی تھی اور ایسا اتحاد نا ممکن محض تھا۔ تاہم فرانس نے اپنی طرف سے اس کے لیئے سلسلہ جنبانی کرنے میں دریغ نہ کیا لیکن انگلستان کی آنکھوں پر جوشِ رقابت سے کچھ ایسا پردہ پڑ رہا تھا کہ اوسنے نہ فقط پولنڈ کے معاملہ میں فرانس کی خود مدد کرنے سے ہی انکار کر دیا بلکہ اُسے بھی صاف یہ کہکر پولنڈ کی امداد دہی سے اسطرح روکدیا کہ اگر اوس نے (یعنی فرانس نے) روس کے برخلاف کچھ کارروائی کی تو انگلستان دیگر یوروپین طاقتوں کو اوس کے برخلاف متحد کر دیگا۔ اس صورت میں شوازیل کے پاس بجائے اپنی پولنڈ کی امداد کی ترغیب دینے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہ گیا۔ اور اوسنے فرنچ سفیر کو اسی مضمون کی ہدایت بھیجدی اور ساتھ ہی کہلا بھیجا کہ ترکوں کو آسٹریا کی حمایت کا یقین دلا دیا جاوے۔

ادہر راغب پاشا کے مرنے کے بعد اوسکی خارجیہ پالیسی کا ترک کر دیا جانا اپنا رنگ لائے بغیر نہ رہا۔ فریڈرک اعظم نے سلطان مصطفےٰ کی عدم توجہی اور بے رغبتی دیکھکر اپنے قدیم اعداء روس و آسٹریا کے برخلاف ترکی سے اتحاد کرنے کا خیال چھوڑ دیا۔ اور اس کے برعکس ۱۷۶۴ء میں کیتھرائن سے اتحادی معاہدہ کر لیا۔ اور پولنڈ کے شکار کے لالچ نے اوسے سچی اولوالعزمی اور بڑائی بلکہ صداقت و ایمانداری کے رستہ سے ہٹا دیا۔ اس معاہدہ کی رو سے دونوں فرمانرواؤں نے ایک دوسرے کے مقبوضات و ممالک کی سلامتی و قیام کا عہد واثق کر کے اقرار کیا کہ اگر دونوں میں سے کسی پر کوئی اور طاقت فوجکشی کرے تو دوسری سلطنت اول الذکر سلطنت کی دس ہزار فوج پیدل اور ایک ہزار سواروں سے مدد کرے گی۔ مگر اس شرط میں یہ صریح استثنا کیا گیا کہ اگر روس پر ترک حملہ کریں۔ یا پرشیا پر فرنچ۔ تو اس صورت میں سپاہ کی بجائے نقد روپیہ سے مدد دیجائے گی۔ اسی معاہدہ میں پولنڈ کی آزادی کو ملیامیٹ کرنے کے لیئے خفیہ عہد و پیمان کیا گیا جس کی وجہ سے خود دسیالی مورخ بھی اس اتحاد کو "ناپاک اتحاد" کے نام سے لکھتے ہیں۔ کریسی صاحب لکھتے ہیں کہ یہی ناپاک معاہدہ ہے جس سے پنڈورا[2] کے صندوق کی طرح وہ تمام خرابیاں اور خباثتیں برآمد ہوئیں۔ جو اُس وقت سے لیکر اب تک کل یوروپ کو برباد کرتی رہی

---

[1] نیوٹرل یعنی الگ تھلگ رہنا۔ مؤلف ۔

[2] یونانیوں کی دیو مالا یا میتھالوجی میں پہلی عورت کا جو مخلوق ہوئی نام ہے یعنی اس لحاظ سے یہ نام اسکا تھا کہ تمام دیوتاؤں نے اس کا قصہ اس طرح سے مشہور ہے کہ دیوتا ہفسٹس نے دیوتا زیوس کی درخواست پر پیدا کی تھی اس کو جو نہایت عالم و فاضل تھا اوس کے بے ادبانہ افعال کی سزا دہی کے لیئے پینڈورا کا بت مٹی سے تیار کیا جب اس بت میں جان ڈالی گئی تو کل دیوتا ایک دوسرے سے بڑھ کر اُسے تحفہ تحائف دینے لگ گئے۔ اسی سے اوس کا نام پنڈورا ہو گیا جس کے لفظی معنے ہیں ہر طرح کے تحائف حاصل کرنیوالی آخر اس دیوتا جوپٹیر (مشتری) یا برہما نے اوسے ایک صندوق دیا اور کہا کہ یہ اوس شخص کو نذر کرنا جس کے ساتھ تمہاری شادی ہو اور پھر اُسے پرومی تھیس کے پاس پہنچا دیا مگر اس چالاک انسان کو دیوتاؤں کے مکر کی خبر ہو گئی تھی (باقی دوسرے صفحہ پر)

اور کر رہی ہین۔ ایک اور مشہور عیسائی مورخ شلاسر[1] اسکی نسبت حسب ذیل تحریر کرتا ہے :-

"یہی وہ ناپاک اتحاد تھا جو سنہ ۱۷۷۲ء سے لیکر اب تک یوروپین اقوام کی تمام مصائب کا منبع ثابت ہوا ہے۔ کیونکہ یہ معاہدہ اُن تمام معاہدون کی لیئے جو بعد ازان وقوع مین آئے اور جن کے روسے کمزور ریاستون کی قسمت اور اندرونی نظم و نسق کی حالت زبردست اقوام کے باہمی عہد و پیمان سیاہ۔ اور تدبیرات پر بالکل منحصر ہوگئی ہے نمونہ کا کام دیتا رہا ہے۔ یہ پہلا معاہدہ گو صرف اہالی پولنڈ کے برخلاف تھا۔ مگر جو اوس کے بعد عمل مین آئے اور جو عہد ہوا اوس کے نمونہ پر تیار کئے گئے تھے۔ وہ اسطرح دیگر اقوام کی آزادیون کے برخلاف ہی۔ اور اسطرح سے محکومین اور حاکمون کے درمیان ناراضامندی و نفاق کے بیج اب تک برابر پھٹتے اور نشو و نما پاتے رہے ہین جس کی لاٹھی اسکی بھینس کا اصول یعنے تلوار و سنگین کے استحقاق کو ایک دفعہ پولنڈ اور ٹرکی کے برخلاف درست مان لیئے جانے کی وجہ یہ تھی کہ رعیت کی حقوق اور آزادی کے برخلاف بھی اس اصول و استحقاق کو ویسا ہی درست تصور کر لیا گیا۔ مظلوم (رعایا) اُلم مایوس ہوکر دانت کچکچا رہی اور خداوند کریم کے غضب کے نزول کا انتظار کر رہی ہے۔ یہ غضب بجلی برسون سے ان تدمغ اور سیاہ درون ظالمون اور جابرون کا کھوج دبائے چلا آرہا ہے۔ اور اوس کا ایک دن اون پر وارد ہو جانا ویسا ہی یقینی ہے جیسا کہ یہ امر کہ یہ دنیا ایک سب سے اعلے و برتر احکم الحاکمین کی نگرانی و نگہداشت مین ہے"

باب عالی نے شروع شروع مین پولنڈ کی طرف سے توجہی رکھی۔ تخت کربہ شاہ رہنے کے دوران مین اوس نے صرف اسی پر اکتفا کیا کہ ۱۲۔ اپریل سنہ ۱۷۶۴ء کو روسی سفیر متعینہ قسطنطنیہ کو ایک مراسلہ بہت نرم اور معتدل عبارت مین اس مضمون کا

(بقیہ صفحہ ۱۳۸)۔ اس عورت کو حسن دلفریب کا گرویدہ نہ ہوا۔ لیکن اسکا بھائی (آلی می ہنس) جو ویسا دانا نہ تھا قابو آگیا۔ اوس نے پنڈورا سے شادی کر لی۔ اور صندوق کے کھولتے ہی جو بیوی نے اُسے حسب فرمان نذر کر دیا تھا خرابیون اور مصیبتون کا جم غفیر اوس سے برآمد ہو کر کل جہان مین پھیل گیا۔ اور بنی آدم پر مستولی ہوگیا لیکن ایک امید جو سب سے نیچے تھی رنج و غم کی تکلیف کو زندگی مین کم آزار رہ بنانے کے لیئے صندوق مین چھپی رہی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق پنڈورا آئی تھی اس نے صندوق کو کھولا تھا (مؤلف)۔

[1] فریڈرک کرسٹوف شلاسر جرمن مورخ تھا سنہ ۱۷۷۶ء مین جرمنی کے موضع جیور مین پیدا ہوا۔ اور گاٹنگن کی یونیورسٹی مین تعلیم پائی جس کے بعد وہ ایک امیر کے گھرانہ مین پرائیویٹ مدرس ہوگیا اور بعد ازان ایک پبلک سکول کا مدرس۔ تاریخ سے اُسے زمانہ طالب علمی سے ہی بڑا شوق تھا جس کا مطالعہ اوس نے کالج چھوڑنے کے بعد بھی جاری رکھا۔ سنہ ۱۸۰۸ء مین اوسنے موسوم تنکن قیاصرہ کی تاریخ لکھی جس سے اوسکی شہرت بہت بڑھ گئی۔ اور وہ فرنکفورٹ کی یونیورسٹی مین پروفیسر مقرر ہوگیا سنہ ۱۸۱۷ء مین وہ مقام ہیڈلبرگ کی یونیورسٹی مین تاریخ کا پروفیسر مقرر ہوا۔ اوسکی بڑی مشہور کتاب "اٹھارہوین و انیسوین صدیون کی تاریخ" ہے جو سنہ ۱۸۲۳ء و سنہ ۱۸۴۴ء کے درمیان مین ۲۳ جلدون کے عرصہ مین شایع ہوئی۔ اس کتاب کا جرمن سے انگریزی مین بھی ترجمہ ہوگیا ہے۔ اوسکی دوسری مشہور کتابین یہ ہین "زمانہ قدیم کی تاریخ اور اسکی تہذیب" اور "نپولین کی تاریخ پر مورخانہ بحث"۔ انکے علاوہ کئی چھوٹی چھوٹی تاریخین بھی ہین۔ سنہ ۱۸۶۱ء مین بمقام ہیڈلبرگ فوت ہوا (مؤلف)

بھیجدیا کہ روس بادشاہ کے انتخاب مین کوئی دخل نہ دے اور مجلس امراکو آزادی سے انتخاب کرنے دے۔ مگر جب پولش مجانین نے روس کی دراندازی سے تنگ آکر فساد کردیا تو فرنچ سفیر کونٹ ورجینیز نے باب عالی کو زیادہ سرگرمی کے ساتھ اہالی پولینڈ کی امداد پر برانگیختہ کرنا شروع کردیا۔ لیکن کیتھرائن ثانی کی پرچیل چالون کے سامنے اوسکی کوئی پیش نہ گئی۔ اس چالاک عورت نے تخت پر بیٹھتے ہی نہ فقط پولنڈ بلکہ کئی ترکی صوبون کو بھی فتح کر لینے کا مصمم ارادہ کرلیا تھا۔ مگر پولنڈ کا معاملہ طے نہ ہوجانے تک وہ بظاہر ترکون سے بگاڑ کرنا ہرگز قرین مصلحت نہ سمجھتی تھی۔ چنانچہ اوس نے بڑی بڑی رشوتین دیکر دیوان کے سرکردہ اور مقتدر اراکین مین سے چند کو اپنے ساتھ گانٹھ لیا ہوا تھا جن کی مخالفت کی وجہ سے فرنچ سفیر کی تحریکین بے اثر رہین۔ اس عیار مستقنی عورت نے سلطان مصطفےٰ کو بھی جس کی نیک نیتی۔ مردانہ پرجوشی و مستعدی اور قومی دلسوزی کو عیسائی مورخ بھی تسلیم کرتے ہین سخت دہوکہ دیا۔

سلطان نے قسم اُٹھائی تھی کہ وہ انتخابات مین کسیطرح کا دخل نہیں دے گا۔ مگر اس کے ساتھ یہ صریح شرط کردی تھی کہ سٹانسلاس پونی آٹوسکی کو ہرگز امیدواروں مین داخل نہ کیا جائے اور زارینہ نے وعدہ کیا تھا کہ ایسا ہی ہوگا لیکن بالآخر کیتھرائن نے اسی شخص کو بنوک سنگین اور بزور شمشیر اہالی پولنڈ کے سر پر مسلط کردیا۔ سلطان مصطفےٰ نے اس کمال بے ایمانی کی خبر سنتے ہی سخت غضبناک ہوکر کہا "خدا نے چاہا تو مین ان کفار کو ذلیل کرنے کا کوئی نہ کوئی راستہ نکال لونگا" اور سب کو یقین ہوگیا کہ سلطان نے فی الفور اعلان جنگ کردیگا لیکن افسوس مجبوری نے سلطان کے غضب کو جلد فرو کردیا۔ یہ مجبوری کئی طرح کی تھی۔ ۲۵ برسون کے امن سے فوج کا کل انتظام درہم برہم ہوگیا ہوا تھا۔ حکام کی غفلت سے خزانہ کی حالت ابتر ہو رہی تھی۔ وزرا رشوت یا جہالت سے روس کے اس ہتکنڈے مین آگئے ہوئے تھے کہ پولنڈ کے فساد محض مذہبی تنازعہ کے باعث ہین اور اس طرح سے وہ سلطان کی رائے سے مخالف ہوگئے ہوئے تھے۔ اور سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ خود قوم بھی لاپروائی۔ سستی۔ کاہلی اور غفلت کے ایسے قعر عمیق مین گری ہوئی تھی کہ اُسے متنبہ و بیدار کرنا ناممکن ہو رہا تھا۔ اس موقعہ پر مصطفےٰ نے جو خط باندوہ دلی خان کریمیا کو لکھا اوس کے چند فقرات سخت عبرت بخش ہین "مین اکیلا کیا کرسکتا ہون میرے تمام پاشا خائن اور زنانہ صفت ہین۔ اون کو کیا کہون۔ گویون اور خوبصورت لونڈیون کے سوا اور کسی چیز کی پروا نہیں۔ مین سلطنت مین نظام قایم کرنے کی کوشش کررہا ہون۔ مگر قسم ہے ایک شخص بھی مجھے اس کام مین مدد دینے کی خواہش نہیں رکھتا"

عثمانیہ دربار پولنڈ پر روسی اور پرشوی افواج کے تصرف اور بے ایمانی کی وجہ سے سٹانسلاس کو تخت نشین کرانے اور وارسا پر روسی جرنیل ریپنن کی عملی حکومت کی برخلاف متواتر مگر بیفائدہ معترض ہوتا رہا۔ روس ان اعتراضات کو ایسی لغو اور پوچ حجتون سے ٹالتا رہا کہ اون کی جوابات پڑہنے سے صاف تشریح ہو رہا ہے کہ وہ اپنے ہمسایہ عثمانیون کی نہ صرف مدبرانہ قابلیت بلکہ جنگی طاقت کو بھی کیسی حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگ گئے تھے۔ جرمن مورخ وان ہیمر اس موقعہ

فریقین کی لیاقتون کا کیسا صحیح اندازہ کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"ان مراسلون سے جو پولنڈ کے معاملات کی متعلق جنوری سنہ ۱۷۶۸ء تک ترکی، پرشیا اور روسی سفراء اور وزراء ایک دوسرے کو لکھتے رہے عثمانیہ وزراء اور مدبرین کی کمال سادہ لوحی اور روس اور پرشیا کی کمال ریاکاری اور مکاری صاف واضح ہو رہی ہے۔ ترکی گورنمنٹ ہر وقت ان دونون ملکون کے سفراء سے ان سینہ زوریون کی کیفیت جو پولنڈ مین عمل مین آ رہی تھین دریافت کرنے کیلئے اپنے ترجمانون کی وساطت سے سخت تاکیدی سوال کرتی رہتی جن کا روسی سفیر ہمیشہ یا یہ جواب دیتا کہ ایسی کوئی واقعات ظہور مین ہی نہین آئے انہون نے انکی نسبت کچھ سنا ہی نہین۔ یا یہ جواب دیتا کہ یہ امر محض بابت مذکور کی آزادی کی حفاظت اور عہد نامون کی حلفی عہد و پیام کی نگہداشت کیلئے کیا گیا ہے۔"

کیتھرائن کی کوششین پولنڈ مین اپنی چالون کا جال بچھانے یا ترکی وزراء کو احمق بنانے پر ہی محدود نہ تھین اوس نے روسی فوجکشی کیلئے رستہ صاف کرنیکے لیے ترکی کی عیسائی رعایا کو برانگیختہ کرنے کیلئے جابجا خفیہ گماشتے بھی بھیجے ہوئے تھے۔ تھیسلی کا ایک یونانی جسکا نام پاپاس اوغلو جو روسی توپخانہ مین افسر تھا بحیرہ ایڈریاٹک کے ساحلی علاقہ تھیسلی اور موریا کو بھیجا گیا۔ ایک اور شخص جسکا نام راہب سٹیفانو تھا سرویا اور کروشیا مین اسی کام مین مصروف تھا۔

آخر الذکر نے عیسائی رعایا کو بہکانا شروع کیا کہ "جرمنی اور ہنگری تمہارے لیے کچھ نہین کر سکتے۔ فرانس سو رہا ہے اور پولنڈ نزع کی حالت مین ہے۔ صرف ایک روس کو تمہارا خیال ہے۔ وہی ایک تمہارا ہم مذہب (یعنے کلیسائے یونانی کا متقلد) ہے۔ اور وہ ہر وقت تمہاری مدد اور دستگیری کو تیار ہے۔ کیا تمہین یہ پرانی پیشینگوئی یاد نہین کہ بھورے بالون والی قوم تمہین آکر بچائے گی۔ کیا تم اس قوم کو پہچان نہین سکتے؟"

الغرض اوس کے وعظ و نصیحت۔ اغواء۔ داد و دہش اور فیاضی سے البانیا۔ سرویا اور مانٹی نیگرو کے عیسائی بغاوت پر کھڑے ہو گئے لیکن روس ابھی فوجکشی کیلئے تیار نہ تھی۔ اور ترکیون نے باغیون کا جلد تدارک کر دیا۔ پاپاس اوغلو کو موریا مین کامیابی نہ ہوئی۔ اہالی موریا کو سرغنہ ماورومیکالیس نے کہا کہ اگر روس یہ شرط کرے کہ جب تک کل یونان ترکون سے آزاد نہ ہو جائے وہ ترکی سے صلح نہ کریگا تو اس صورت مین ہم اوس کے ساتھ شریک ہو سکتے ہین۔ گماشتہ مذکور اس پر شمالی یونان اور تھیسلی کو چلا گیا جہان کالاماٹا کے محسن کش اور احسان فراموش بشپ نیاتی نے اوس سے وعدہ کیا کہ روسیون کے حملہ کر دینے پر وہ ایک لاکھ یونانیون سے بغاوت کرا دیگا۔ ایک تیسرا گماشتہ والیشیا اور مالڈیویا کے امراء اور رعایا کو بہکانے کیلئے بھیجا گیا جو آسانی سے اوس کے فریب مین آ گئے۔ ترک اور فناری عاملون کے مکانات لوٹ لیے گئے اور وہ جانین بچا کر ملک سے بھاگ گئے۔ مگر انکی بغاوت کا بھی وہی نتیجہ ہوا جو سرویا اور مانٹی نیگرو کی بغاوت کا ہوا تھا۔ ترکی افواج نے امن قائم کر لیا۔ اور بابعالی نے ان باجگذار علاقون کے امراء وغیرہ کو وفاداری پر ثابت قدم رکھنے کیلئے حکم دے دیا کہ آئندہ خصوصاً ڈینیوب کے تمام امراء اور سوداگر اپنا روپیہ پیسہ اور قیمتی جائیداد منقولہ قسطنطنیہ مین جمع رکھا کرین۔ ایشیاء کے سرحدی باجگذار

صوبون میں بھی یہی کیفیت گذری - جارجیا اور امریٹیا کے باجگذار شہزادون سے نقدی کے علاوہ ہر سال غلامون کی کچھ تعداد بھی خراج میں لیجاتی تھی - ان والیان ریاست نے روسیون کی انگیخت سے غلام بھیجنے سے انکار کر دیا - اور کہا کہ یہ امر ہمارے (یعنی عیسوی) مذہب کے احکام کے برخلاف ہے - اور بعد ازان علانیہ بغاوت کر دی - جو دوسری شورشون کیطرح فرو کر دیگئی اور ٹرکی کی عیسائی رعایا کو شمال کے مقدس مہاتما کے موعود حمایت و حفاظت کا صحیح اندازہ کرنیکا موقعہ ملگیا لیکن تعصب اور آزادی کا جن اون کے سرون پر ایسا سوار ہو رہا تھا کہ روس کی اس صریح بد عہدی سے بھی اون کو اوس پر بدستور یقین رہا - اور وہ کیتھرائن کی اسیطرح سیوا کرتی رہی -

دربار عثمانیہ نے ان سازشون کی بھی شکایت کی - مگر دربار سینٹ پیٹرز برگ کیطرف سے حسب معمول وہی گول مول جواب موصول ہوا جس سے سلطان کے دلمین کیتھرائن کیطرف سے کینہ اور زیادہ بڑھ گیا - مگر ملک کیحالت اس کینہ اور نفرت کو عملی اظہار کی اجازت نہ دیتی تھی ٭

ایشیائی صوبجات کی حالت مصر و شام

صرف یورپین صوبجات ہی سلطنت سے جدا ہونیکی کوشش نہیں کرتے تھے بلکہ ایشیائی صوبجات مین بھی باب عالی کا اقتدار بہت کچھ محدود اور کمزور ہو رہا تھا - اور جو صوبے اور اون کے گورنر باکل ہی سرکشی تھی - وہان عمال کی شتابانہ تغیر و تبدل سے انتظام بگڑ رہا تھا - بسا اوقات عامل اپنے منصب کے فرائض سے واقف بھی نہیں ہونے پاتا تھا کہ اسکو دوسری جگہ تبدیل کر دیا جاتا تھا - صوبہ بغداد کی نسبت اس وقت کا ایک انگریز سیاح ڈبلیو ایٹن حسب ذیل لکھتا ہے :-

"بغداد کا وسیع صوبہ باوجود پاشا کی قوت کے جسنے نادر شاہ کے حملون سے اسے بچایا تھا - اسے چھوٹے چھوٹے وقفون اور زمانون کے علی طرح پر آزاد چلا آتا ہے - سلطان کا صرف یہ کام ہے کہ جس کو پاشا سے - بالخصوص صوبہ مذکور کی سپاہ اور سپہ سالار مطلق العنان حکومت کرنے کیلیے منتخب کرتی ہے وہ اسی تقرری کا فرمان بھیجدیتا ہے - لیکن بظاہر فرمان کی عبارت سے یہ پایا جاتا ہے کہ باب عالی فلان پاشا کو اوس کی قابلیت اور سلطنت کی فلان نمایان خدمت کے صلہ مین اسقدر اہم ذمہ داری کے عہدہ پر مامور کرتا ہے - اسیطرح اوسکی ہر سال نیا فرمان بھیجکے تجدید کی جاتی ہے جس کا مطلب بظاہر یہ ہوتا ہے کہ باب عالی پاشا کو موقوف کرنیکا اختیار رکھتا ہے مگر فی الواقع اس اختیار کا کوئی وجود نہین ہے سلطان کو اس صوبہ سے جس کا رقبہ بہت بڑا ہے ایک حبہ آمدنی نہین ہوتی - پاشا جس کے پاس ہمیشہ زبردست فوج جو اوس کی بڑی جان نثار اور وفادار ہوتی ہے موجود رہتی ہے - اور وہ ہر سال اس صوبہ کی آمدنی کا حساب سلطنت کو بھیجدیتا ہے جس مین بلا استثنا ہر برس یہی دکھایا جاتا ہے کہ کل آمدنی فوج کے اخراجات قلعون کی مرمت اور دیگر اسی قسم کے کامون پر خرچ ہو گئی ہے - فوج کی جمعیت بڑی رکھنے کی یہ وجہ بتائی جاتی ہے کہ عربون اور ایرانیون کے حملون سے سلطنت کو محفوظ رکھنے کیلیے یہ امر ناگزیر ہے مگر جن قلعون کی مرمت کا خرچ دکھایا جاتا ہے وہ پہلے زمانہ میں تو بیشک موجود تھے مگر اب انکا کہین نام و نشان

نہین پایا جاتا۔ اگر باب عالی کسی بیرونی طاقت سے مصروف پیکار ہو۔ اور پاشا سے کمک طلب کرے تو وہ جواب بھیجدیتا ہے کہ صوبہ کی فوج سے ایک سپاہی کی بھی گنجایش نہین نکل سکتی۔ وہ سب کی سب اندرون ملک کو عربون کی یورش سے محفوظ رکھنے کیلئے بمشکل کفایت کرتی ہے۔ اور پھر اس حجت کو بظاہر سچی ظاہر کرنے کیلئے وہ کسی نہ کسی عرب قبیلے پر حملہ کر دیتا ہے۔ الغرض سلطان صرف برائے نام حکمران ہے۔ اس صوبہ کا واقعی فرمانروا پاشا ہوتا ہے۔ بالائی آرمینیا اور متعدد علاقون (یعنے کردستان) مین قبیلون کے قبیلے بالکل آزاد ہین جو باب عالی یا اوس کے کسی پاشا کو اپنا حاکم نہین تسلیم کرتے۔ عرب کی بعض حصون (نجد یمن اور حجاز) مین بھی جہان شہرون کی تعداد بہت کم ہے اور جو ہین انکی آبادی بھی معمولی سی ہے سلطانی قوت اس سے کچھ زیادہ نہین۔ ابہاسیا کا پاشا عموماً باب عالی کے احکام کی کوئی پروا نہین کرتا۔ اعیطرابزون کا پاشا حاجی علی بنی قلعی تمام علاقہ گہلون لعنان مالک ہو۔ وہ زبردست فوج میدان جنگ مین لا سکتا ہے اور کئی دفعہ سلطان ان تاکہ سے سرتابی کر چکا ہے۔ اوس علاقہ مین جو سمرنا کے قرب وجوار مین ہے بڑے بڑے آغا موجود ہین جو عملی طور پر بالکل آزاد اور خود مختار ہین۔ اونکو پاس اپنی علیحدہ علیحدہ فوجین ہین۔ اور اکثر شہر مذکور پر حملہ کرکے اوسکے باشندون سے روپیہ کی معقول تعداد لیئے بغیر اوسکی رہائی نہین کرتے۔ باب عالی کو اون پر عارضی سے بڑھکر کبھی اقتدار حاصل نہین ہوا۔ اور وہ بھی وقتاً فوقتاً اون کو آپس مین لڑاتے بھڑاتے رہنے سے سمرنا سے لیکر یروشلیم تک تمام کوہستانی مطلقاً آزاد ہین۔ اور خود ترک اون کو اپنا دشمن تصور کرتے ہین۔ اور جب موقع ملے اون سے لڑائی کرتے رہتے ہین۔ ان کوہستانیون کی مختلف قومین ہین۔ اور اکثر کے مذہب بھی ایک دوسرے سے متغایر ہین۔ ہر ایک قوم خاص اپنی قوم کے سرغنہ کے ماتحت ہو۔ سمرنا کے قریب کے کوہستانی مسلمان ہین۔ اون سے پرے کرد۔ ماروانی۔ دروس وغیرہ وغیرہ۔ عکہ کا پاشا ضاہر شیخ عالے کے علاقے پر حکمران ہے جس سے بابعالی کو کوئی آمدنی نہین ملتی اور وہ خود مختار ریاست سمجھا جا سکتا ہے۔ دروسون کے علاقہ اقصٰی صوبہ عکہ کے درمیان طائیر (صور) کے عقب مین جو کوہستانی آباد ہین وہ شیعہ ملت کے متولی لوگ ہین۔ اور وہ ترکون (یعنی سنت جماعت) کے ایسی جانی دشمن ہین کہ اگر کوئی ترک اون کے قابو آجائے تو ہمیشہ فی الفور بیدریغ قتل کر دیتے ہین۔ قصہ مختصر ساحل شام پر سلطان کی حکومت صرف انطاکیہ۔ سکندرون۔ طرابلس۔ صیدا۔ یافا اور چند دیگر چھوٹے چھوٹے مقامون پر محدود ہے۔ اسکندرون سے جو قافلے حلب کو جاتے ہین اون کو انطاکیہ کے رستہ جانا پڑتا ہے کیونکہ سیدھی سڑک جس علاقہ سے گذرتی ہے وہ کردون کے پاس ہے جو ترکون کو کبھی اوس مین سے چلنے نہین دیتے۔ یہ ہے اجمالی کیفیت اون تعلقات کی جو عثمان ثالث اور مصطفےٰ ثالث کے زمانہ مین ایشیائی صوبون کو بابعالی کے ساتھ تھے۔"

مصر کی حالت اس سے کچھ بہتر نہ تھی۔ مملوک علی بک وہان کا مطلق العنان مالک بنا ہوا تھا۔ اوسنے پہلے اپنے تمام مخالفون کو قتل یا جلاوطن کرکے قاہرہ پر قبضہ کر لیا جسپر بابعالی نے اوسے قائمقام (یعنے نائب گورنر) تسلیم کر لیا۔ مگر اوسنے یہ تسلی بھی ناگوار تھی، وہ خود مختار حاکم اور سلطان مصر بننا چاہتا تھا۔ چنانچہ اوس نے ۱۷۶۸ء مین ترکی گورنر کو جو اوس وقت بھی محض برائے نام

گورنر تھا۔ ملک سے خارج کر دیا۔ بعد ازاں معمولی سالانہ خراج دینے سے انکار کر دیا۔ اور آخر کار ۱۷۶۸ء میں سکہ و خطبہ بھی اپنے نام کا جاری کر دیا۔ باب عالی اس سرکشی سے دل میں تو بہت تلملا رہا تھا مگر اوس کی سرکوبی کے لیے علانیہ لڑائی کرنی پڑتی تھی جس کے لیے وہ موقعہ مناسب نہ تھا۔ روس کی کارستانیوں اور پولینڈ کے معاملات کو اس سے زیادہ اہم اور اون کا تدارک سب سے ضروری سمجھا گیا۔ چنانچہ علانیہ فوج کشی کی بجائے حسب معمول ترکوں کا پوشیدہ خفیہ قاتلوں سے کام لیا گیا۔ مگر علی بک کی ہوشیاری کے سامنے اونکی کوئی پیش نہ گئی۔ اور بجائے اس کے کہ وہ اپنی کمانوں کو استعمال میں لانیکا موقعہ پاتے خود ہی علی بک کے مقرر کردہ گماشتوں کے خنجروں یا زہر ہلاہل کا شکار ہو جاتے۔ اس طرح سے باب عالی کی اغماض سے علی بک کو اپنے مقاصد کی تکمیل اور مزید کامیابیوں کے حصول کی مہلت مل گئی۔ ادھر شام میں بھی ایک ایسا ہی خودسر پیدا ہو گیا۔

علی بک نے عرب شیخ ضاہر سے اتحاد کر لیا جس سے ضاہر کی طاقت دگنی ہو گئی۔ اور اسے ترکوں کا روز روز مقابلہ کرنے کی جرات ہو گئی۔ ضاہر شروع شروع میں ایک چھوٹے سے موضع موسومہ صفد[1] کا شیخ تھا ۱۷۴۲ء میں اوس نے طبریہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اوس وقت کے ایشیائی گورنروں اور والیان ریاست اور شیوخ کی طرح وہ بھی ساتھ ہی تجارت بھی کیا کرتا تھا اس سے اوس کو خیال پیدا ہوا کہ اگر ساحل کے کسی مقام پر تصرف ہو جائے تو تجارت میں زیادہ نفع ہوگا۔ اسلیے اوس نے ۱۷۵۰ء میں عکہ پر اچانک حملہ آور ہو کر اوس پر قبضہ کر لیا۔ اور اوس کو خوب محفوظ اور مورچہ بند بنا لیا۔ ادھر باب عالی کو اراکین کو تحفہ تحائف اور وفاداری و جاں نثاری کے اظہارات سے خوشنود کر لیا۔ یورپین سیاح وولنی جس نے ۱۷۸۳ء سے ۱۷۸۵ء تک بلاد شام و مصر کی سیاحت کی تھی لکھتا ہے کہ:-

"ناظرین اس سے یہ نہ سمجھ لیں کہ دیوان ضاہر کی ان اجلہ فریبیوں سے دھوکہ کھا گیا تھا۔ وہ ایسی چالوں کو اچھی طرح سے سمجھتا ہے اور ان کا معتاد ہو رہا ہے۔ ترکوں کی حکمت عملی ہی یہ ہو رہی ہے کہ وہ پاشاؤں یا جاگیرداروں سے ہمیشہ پوری پوری اطاعت کرانیکے خواہاں نہیں ہوتے۔ وہ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ اگر سب باغیوں سے لڑائی کیجاوے تو یہ کام طول طویل سے کم نہ ہوگا اور روپیہ اور جانوں کے صرف کثیر کے علاوہ بعض اوقات شکستوں کا ملنا بھی امکان میں داخل ہے جس سے سرکشوں کے حوصلے اور بڑھ جاتے ہیں اسلیے اونہوں نے تحمل و بردباری کو اپنا شعار بنا رکھا ہے۔ وہ سرکش ماتحتوں کے ساتھ زمانہ سازی کرتے رہتے ہیں۔ اور در پردہ اون کے ہمسایوں۔ لوحقوں اور بیٹیوں کو اون کے برخلاف اکساتے رہتے ہیں جس کا بالعموم جلد یا دیر بعد یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ خود سر [illegible] کی باجمالی نے دربار کی خفیہ کی سولی ہوتی کسی ایک کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا ہے۔ اور اس کا تمام اندوختہ سلطانی خزانہ میں چلا جاتا ہے۔"

چنانچہ ضاہر کی شورہ پشتی بھی جب بہت بڑھ گئی تو باب عالی نے بجائے اس کو مزید انعام و اکرام سے راضی کر دینا قرین مصلحت تصور کیا۔ اور ۱۷۶۸ء میں اوسے گورنری کا باضابطہ فرمان بھیجکر اس منصب کو اوسکی اولاد میں موروثی کر دیا۔ اگر

[1] صفد فلسطین میں جھیل طبریہ سے بجانب شمال تخمیناً دس میل اور عکہ سے بجانب مشرق تخمیناً تیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ منہ

اوس کو شیخ عکہ۔ امیر الامراء اور ناصرہ (ناصرہ) طبریہ صفد اور کل ضلع گیلی لی (جلیلیہ) کمانڈر کے خطاب عطا کر دیے۔ یہ تھی اُس وقت ایشیائی اور افریقی مقبوضات کی حالت جبکہ روس کی چالوں کا بازار پولنڈ میں خوب گرم ہو رہا تھا۔ اور اُس سے لڑائی دن بدن اٹل ہوتی چلی جا رہی تھی۔

فرانس کی کوششیں لڑائی کرانے کیلئے

یونانیوں، رومانویوں اور سربوں کی علانیہ ناراضمندی (مخالفت) ایشیا کوچک میں زمینداروں اور جاگیرداروں کی سرتابی۔ بغداد عکہ و مصر کے گورنروں کی عملی مطلق العنانی۔ صیغہ خزانہ کی تہیدستی۔ فوج کی قلت۔ جنگی نظام کی ابتری۔ سپہ سالاروں کی بددیانتی۔ سپاہیوں کی سرکشی اور بزدلی یہ سب باتیں ایسی تھیں کہ جنکے ہوتے ان سے لڑائی چھڑ جانے پر ترکی کیلئے کچھ اچھے آثار نہیں رکھتی تھیں۔ فرنچ سفیر در جنیئیر سے بھی ترکی کی یہ کمزوریاں پوشیدہ نہ تھیں چنانچہ اوسنے درپردہ اپنی گورنمنٹ کو ان سے مطلع کرکے لکھدیا کہ ترک لڑائی کیلئے کسیطرح تیار نہیں۔ انکو محاربہ کی ترغیب دینا درست نہ ہوگا۔ مگر چونکہ شوسیل کو یہ اطلاع پہنچ چکی تھی کہ کیتھراین ترکوں کی عیسائی رعایا کو بیحد بڑی سرگرمی سے بغاوت پر اکسا رہی ہے۔ اور یورپ کی شمال طاقتوں کو اپنے ساتھ متحد کرنے کی تجویز کر رہی ہے اوس نے ورجنیئیر کو حکم بھیجدیا کہ جسطرح ہو ترکی وزراء کو لڑائی پر تیار کیا جائے۔ یا کم از کم اون کو صورت حالات سے بخوبی مطلع کر دیا جائے کیونکہ یقین ہے کہ پھر وہ خود ہی دشمن کی چالوں کی روک تھام اور اپنی اندرونی خرابیوں کی اصلاح کا انتظام کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اس حکم کے ساتھ ہی فرنچ وزیر اعظم نے وہ تمام رپورٹیں جو اُسے پولنڈ اور سویڈن میں روسی کارستانیوں کی نسبت موصول ہوئی تھیں اپنے سفیر کو بھیجدیں جس نے انکو فی الفور سلطان کے سامنے پیش کر دیا۔ فرنچ گورنمنٹ نے ایسے وزراء کو جو لڑائی کے مخالف تھے رشوت سے متفق الآراء بنانے کیلئے چالیس لاکھ فرینک تک خرچ کر دینے کا اختیار بھی اپنے سفیر کو دیدیا۔ اسپر سفیر مذکور اپنی گورنمنٹ کے حسب منشاء ترکوں کو جنگ کی ترغیب دینے کیلئے بڑی سرگرمی سے کوشش کرنے لگ گیا۔ الحاصل اُسنے مشہور ڈی ٹاٹ کے بیٹے بیرن ڈی ٹاٹ کو جو باپ سے کچھ کم مدبر اور چالاک نہ تھا۔ اور ان ممالک کی تمام زبانیں جانتا تھا۔ خانِ کریمیا کے پاس بھیجدیا۔ کہ وہ خان مذکور سے جو لڑائی کا دل سے خواہان تھا۔ کوئی ایسا فعل کرائے جس سے ترکی کو مجبوراً روس کے ساتھ اعلانِ جنگ کرنا پڑ جائے۔ اور دوسری طرف ایک طویل عرضداشت مفصل تحریر کرکے سلطان المعظم کی خدمت میں پیش کی۔ اس میں اُسنے پولنڈ میں روس کے ظلم و ستم اور چالوں اور اوس کے ارادوں کی کل قلعی کھولکر بالوضاحت لکھدیا کہ روس اس ریاست کو ملحق کرنے کا مصمم ارادہ کر چکا ہے۔ اور اوسکی تمام کارروائیاں اسی امر کی طرف منجر ہیں۔ اس میں اوس نے عثمانیہ وزراء کی بھی شکایت کی کہ وہ روس و فرانس میں کوئی تمیز نہیں کر رہے۔ حالانکہ اول الذکر ترکی کا قدیم اور مخلص دوست ہے اور دیوان کو ہمیشہ اوس کے دشمنوں کی زبردست چالوں کی درست خبر پہنچاتا رہتا ہے۔ اور دوسرا ملک اس کے برعکس ترکی کا خفیہ اور ایسا دشمن ہے جو کبھی دوست نہیں ہو سکتا۔ اور ترکی گورنمنٹ کو تبعیج ترین دھوکوں سے دغا دے رہا ہے۔ اور آخر میں یہ بھی ایزاد کر دیا کہ روس سے لڑائی کرنے کیلئے یہ موقعہ نہایت مناسب ہے۔ اگر سلطان نے

اس سے فایدہ نہ اٹھایا۔ تو اوسکی سلطنت دنیا کی نگاہ مین بہت ذلیل ہو جاویگی۔ اور مین اس امر کا یقین دلاتا ہون اور میری گورنمنٹ اس کی ذمہ واری اٹھاتی ہے کہ اگر سلطان جنگ کا جو نہایت ضروری ہو رہا ہے اعلان کر دینگے تو آسٹریا بلکل الگ رہیگی"۔

یہ عرضداشت ایسی اہم تھی کہ وزرا کو اُسے سلطان کے سامنے پیش کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ اور جب مصطفیٰ ثالث نے اُسے پڑھا تو اوسپر اوسکا بہت اثر پڑا۔ اور روس نے اہالی پولنڈ کی حمایت کا اور وزرا ارینہ سے تخلیہ پولنڈ کا مطالبہ کرنیکا عزم بالجزم کر لیا۔ مگر اوسکے وزرا اپنی سلطنت کی کمزوری کا علم یا قیصرہ کی رشوت کی وجہ سے فرانس کے مشورہ پر چلنے کا پختہ ارادہ کیے ہوئے تھے۔ اونہون نے پولنڈ کی محب وطن جماعت کو مدد تو دی مگر علانیہ اعانت کرنے سے انکار کر دیا۔ اور روسیوں کے پولنڈ کو چھوڑ دینے کا مطالبہ ملتوی کیا۔ مگر اون کے پرجیل ورننگ و توقف سے تغافل کرتے رہے۔ لیکن ورجینیہ جیسے شوآسل بلکہ خود لوئی پانزدہم تاکید پر تاکید کر رہا تھا اپنے کام سے غافل نہ تھا۔ وہ رشوت دیکے بغیر دیوان کے اراکین اور سلطان سے برابر تقاضا کرتا رہا۔ اور دوسری طرف مسیو ڈی ٹاٹ کی مدد سے اہال پولنڈ کی حمایت کے لیے کئی تاتاری گروہوں کو مسلح کر لیا۔

معاملہ ابھی یہین تک تھا کہ فرنچ گورنمنٹ نے ورجینیہ کو واپس بلا لیا۔ اور اوسکی جگہ ایم ڈی سینٹ پرسینٹ کو قسطنطنیہ بھیجا۔ شوآسل نے جولائی ۱۷۶۸ء مین چلتی دفعہ جو اُسے تحریری ہدایات دین۔ اون کا خلاصہ یہان دیدینا نامناسب نہ ہوگا جو حسب ذیل ہے:-

"ترکون نے روسیون کے وعدون پر بھروسہ کیا۔ مگر آخر الذکر نے اون کو کمال بے ایمانی سے توڑ دیا۔ وہ پولنڈ مین سخت ظلم و ستم کر رہے ہین۔ اور اپنی چالون کا جال بچھا رہے ہین لیکن یہ باتین بھی ترکون کو خواب غفلت اور کاہلی سے بیدار نہین کر سکین۔ ترکی وزرا کیتھراین ثانی کے قبیح ترین اعمال اور تدابیر پر نہایت استادی سے روغنِ قاز ملتے اور اون سے درگذر کر رہے ہین۔ بات یہ ہے کہ قیصرہ وقتاً فوقتاً جو وعدے کرتی رہی ہے۔ اون پر وہ فی الحقیقت اعتبار کرتے رہے ہین۔ قیصرہ نے کہا کہ وہ انتخاب مین دخل نہ دیگی۔ اونہون نے مان لیا۔ پھر قیصرہ نے وعدہ کیا کہ وہ ریاست کا کوئی حصہ ملحق نہ کریگی ترکون نے اعتبار کر لیا۔ اور پھر جب اوس نے کہا کہ جونہی بدامنی دور ہو جاویگی مین اپنی فوج کو واپس بلا لونگی۔ تو انہون نے اسے بھی سچ سمجھ لیا۔ مگر جب واقعات ان وعدون کو یکے بعد دیگرے جھٹلاتے گئے تو آخر اونکی آنکھین کھل گئین۔ اور اب وہ خفت اور ندامت کے مارے یہ تسلیم کرنا نہین چاہتے کہ قیصرہ اون کو کس طرح احمق بناتی رہی ہے۔ مگر یہ پردہ داری کب تک۔ غالباً اس کا انجام یہی ہوگا کہ موجودہ ترکی وزارت بدل دیجاوے گی۔ یا وہ اپنا طریق عمل بدل لین گے۔ ترکی وزرا اپنی عدم مداخلت کی ایک یہ حجت پیش کرتے ہین کہ معاہدہ پروتھ جس کے رو سے روس نے معاملات پولنڈ سے محترز رہنے کا اقرار کیا تھا۔ منسوخ ہو چکا ہے۔ اونکا یہ بیان محض اپنی غفلت کو چھپانے کے لیے ہے۔ یہ درست ہے کہ روسی ایلچی (یا نائب) نے معاہدہ بلغراد مین معاہدہ پروتھ کی شرائط درج نہین ہونے دی تھین مگر اس سے وہ معاہدہ منسوخ نہین ہو گیا۔ اور خود ترکی مین اکثر اشخاص کی

بھی یہی رائے ہوگی کہ وہ اپنا کتنا فرض ہے۔ موقعہ نہایت ضروری اور تاکیدی ہی نہین مفید بھی ہے۔ پالوسی آزادی کی پرجوش تمنا اور مذہبی[۱] تعصب نے محب وطن پولون کو سر بکفنہ بنا دیا ہے اور کل قوم باب عالی کا اشارہ پاتے ہی اوس کے ساتھ متفق ہونے کے لیئے تیار کھڑی ہے۔ اگر باب عالی نے یہ موقعہ ہاتھ سے نکل جانے دیا تو کھیل تمام ہو جائے گی۔ روس کی گرفت پولینڈ پر اور مضبوط ہو جائے گی۔ اور اوسکی فتوحات عظیمہ کی بنیاد بڑی مضبوطی سے قایم ہو جائے گی۔ برعکس اس کے اس وقت ٹرکی اگر محض اپنی فوجی طاقت کی نمایش اور اپنے خیالات کا اظہار کر دے تو ممکن ہے کہ پولینڈ باب عالی کی حمایت مین آجائے۔ اور یہ ریاست ستمگارون کی دست برد سے بچ جائے اور ساتھ ہی سوئیڈن کی اندرونی مشکلات کا خاتمہ ہو جائے الغرض باب عالی اگر مردانہ روش اختیار کرے تو چند جوانمردانہ کاروائیون سے ہی اوس کی وقعت پھر قایم ہو جائے گی وہ اپنی سرحدون کی حفاظت کما حقہ کرنے کے قابل ہو جائے گا۔ اپنے دوستون کو جن کی دوستی صدیون سے چلی آتی ہو کام اسکا کرسکے گا۔ اور قدرتی اعداء کا غرور و تکبر جو اس وقت یہ مشہور کر رہے ہین کہ وہ اپنی چکنی چپڑی باتون سے ٹرکی کو اندھا کیے ہوئے ہین۔ خاک مین ملا دیگا۔

"یہ ظاہر ہے کہ خود روسی ہی اوس پردہ کو جو ترکون نے سادہ لوحی سے مخالفون کے تیورون مین اگر بدستِ خود اپنے گرد تن لیا ہے۔ اپنی چالون عجب و نخوت اور بے ادبیون سے ایک دن پھاڑ دین گے۔ مگر جب وہ پھاڑین گے اوس وقت کام تمام ہو چکا ہوگا۔ یہ ہمارا کام ہو کہ ہم سرگرمی سے کوشش کر کے ترکون کو اس وقت سے پہلے متنبہ کر کے یہ پردہ اون کی آنکھون سے ہٹا دین۔ خان کریمیا ہم سے متفق الراے اور اہالی پولینڈ کا خیر خواہ ہے۔ سرحدی افسر بھی باب عالی کو جگانے مین کوئی کسر نہین باقی نہین چھوڑ رہے۔ پس شاہ فرانس کے سفیر پر لازم ہے کہ وہ ترکون مین اس قسم کے مبارک خیال پیدا کرنے کے لیئے کوئی کوشش باقی نہ اٹھا رکھے۔ خان کریمیا کی معروضات سے اُسے ترکون کو بیدار اور برانگیختہ کرنے مین بہت مدد ملے گی۔"

اس کے بعد خود شاہ لوئی پانزدہم نے بھی ۲۰۔ اپریل ۱۷۶۹ء کو اپنے سفیر کو خفیہ مراسلت بھیجکر انہی باتون کی تاکید کی تھی۔ اس بادشاہ کی نسبت اپنے وزیر سے بھی زیادہ نیک تھی۔ اور اس خفیہ مراسلت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تدبیر اور دور اندیشی مین بھی اپنے وزیر پر فوقیت رکھتا تھا۔ مسئلہ پولینڈ کو محض روس کی پیشقدمی کو روکنے کے لیئے بچانا چاہتا تھا۔ مگر شاہ مذکور نہ صرف اس لیئے بلکہ خود پولینڈ کی خاطر، ٹرکی کی بہتری و فرانس کی بھلائی کے لیئے بھی اس امر کو ضروری سمجھتا تھا۔ اس مراسلت مین جو کونٹ ڈی بیاگلی نے اوس کے حکم سے لکھی تھی اوس نے "روس کو ذلیل کرنا" فرانس کی مقدم پالیسی قرار دیا۔ مگر افسوس عیاشی اور مدام پارک آسرفس[۲] (حرم ابکار) کی بدمستیون نے اوسکی ذہانت و نیک نیتی کو خاک مین ملا دیا۔ اور وہ کوئی مفید کام

[۱] پولینڈ کے عیسائی رومن کیتھولک مذہب کے پابند ہین۔ اور روسی کلیسائی یونانی کے۔ مؤلف۔

[۲] اس فرانسیسی جملہ کے معنی خط وحدانی مین ساتھ دیئے گئے ہین۔ لوئی پانزدہم کی مختصر سوانح عمری کسی حاشیہ مین (باقی اگلے صفحہ پر)

کرنیکے قابل نہ رہگیا تھا۔ آخر فرانس کا صلاح و مشورہ مصطفےٰ پر غالب آگیا۔ وزیر اعظم بدل دیا گیا۔ اور وہ جماعت صاحب اقتدار ہوگئی جو لڑائی کی طرفدار تھی ❊

اعلان جنگ بر روس کے — خیالات بغاوت موریا وغیرہ ❊

دریں اثنا روسیوں نے پولنڈ میں پہلے سے زیادہ جبر و ستم کرنا شروع کر دیا ہوا تھا۔ اور کل ترک یہ خبریں سنکر برافروختہ ہو رہے تھے کہ اتنے میں روسیوں کی تازہ شرارت سے مسلمانوں کی آتش غضب اور زیادہ مشتعل ہوگئی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کچھ پولنڈی روسیوں سے تنگ آکر ترکی علاقہ میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ اور وقتاً فوقتاً وہان سے روسیوں پر یورشیں کرتے رہتے تھے۔ اور جب کبھی شکست کھاکر بھاگتے تو روسی اونکا تعاقب کرتے ہوئے ترکی علاقہ میں بھی گھس آیا کرتے تھے۔ اور وہان پہونچکر اون کو قتل یا گرفتار کر لیتے تھے۔ آخرکار روسی جرنیل وٹیمین ایک دفعہ پولنڈیون کا تعاقب کرتا ہوا قصبہ بالٹا تک پہنچگیا۔ یہ صوبہ بصربیا کی سرحد پر واقع ہے۔ اور اوس وقت سلطان کی باجگذار خان کریمیا کے قبضہ میں تھا پولنڈی شہر میں داخل ہو گئے جسپر روسیوں نے اوس کا محاصرہ کر لیا۔ اور اُسے بزور شمشیر فتح کر کے کل شہر کو خاک سیاہ اور وہان کے عیسائی مسلمان تمام باشندون کو تہ تیغ کر دیا جب اس واقعہ کی خبر قسطنطنیہ میں پہنچی تو کل رعایا میں سخت جوش پھیل گیا۔ اور دیوان نے اس اندیشہ سے کہ کہین بغاوت نہ ہو جائے ۲۴۔ اکتوبر ۱۷۶۸ء کو اعلان جنگ کا فیصلہ کر کے جنگی تیاریان شروع کر دین۔ مگر علانیہ اعلان کرنیسے پہلے یہ مناسب سمجھا گیا کہ وزیر اعظم روسی سفیر کو بلاکر آخری دفعہ سمجھا دے اُسے مطلع کر دے کہ اگر روس اپنی چارون رفیق سلطنتون انگلستان۔ پرشیا۔ ڈنمارک اور سویڈن کی ضمانت دیکر آئندہ پولنڈ کے مذہبی۔ ملکی یا تمدنی معاملات میں کسیطرح کی دست اندازی نہ کرنے اور وہان سے اپنی فوجین واپس بلا لینے کا حلفی اقرار کرے تو لڑائی رک سکتی ہے۔ چنانچہ روسی سفیر اوبریسکوف کو وزیر اعظم حمزہ پاشا کے حضور طلب کیا گیا سفیر نے بیٹھتے ہی حسب معمول چکنی چپڑی اور خوشامدانہ باتین شروع کر دین۔ مگر وزیر نے اُسے بڑی سختی سے چپ کراکر وہ تحریری دستاویز اوس کے سامنے پیش کی۔ جو چار برس ہوئے اوس نے اپنی قیصرہ کی طرف سے باب عالی کو لکھدی تھی۔ اور اوس میں حلف اوٹھائی تھی کہ پولنڈ میں روسی فوج محافظ کی تعداد گھٹا کر سات ہزار کر دیجاوے گی۔ مگر اوس کے برعکس اُسے تیس ہزار تک بڑھا دیا گیا تھا۔ اوبریسکوف نے جواب دیا کہ تیس ہزار کی تعداد مبالغہ آمیز ہے۔ البتہ اٹھائیس ہزار فوج

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۷) پہلے درج ہو چکی ہے اور اوسمین اونکی آشناؤن کا بھی تذکرہ ہو چکا ہے۔ نہایت ہی کم عمر نوخیز لڑکیون کا یہ حرمسرائے اونکی ایک آشنا مادی پامپاڈور نے لوئی پر اپنا اقتدار قائم رکھنے کیلئے بنایا تھا۔ اس عیار عورت کو روسی گورنمنٹ بھی رشوت دیکر بہت کام نکالا کرتی تھی۔ لوئی آخر عمر تک انھی خرابیون میں غرق رہا۔ اور اوس کی موت کا باعث بھی ایک سخت بدمستانہ کارروائی ہوئی تھی وہ ۱۷۱۰ء میں پیدا ۱۷۱۵ء میں تخت نشین اور ۱۷۷۴ء میں فوت ہوا۔ مؤلف ❊

وہاں موجود ہے۔

یہ سنتے ہی وزیر نے غضب آلود ہوکر جواب دیا "بے ایمان غدار کیا تو نے اپنی زبان سے ہی اپنی بدعہدی کو تسلیم نہیں کرلیا ہے؟ کیا تو خدا اور انسانوں کے سامنے ان سیہ کاریوں سے جن کی تیرے ملک والے اس علاقہ میں جوا ز نکالتے ہیں پہلے مرتکب ہو رہے ہیں خجل نہیں ہوتا۔ کیا وہ تو ہیں جنہوں نے ٹھان کر مبیاکے ایک محل کو مسمار کیا ہے۔ روسی تو ہیں نہ تمہیں؟"

اس پُرغضب تقریر کے بعد وزیر نے روسی سفیر کو ایک دستاویز پر جس کی عبارت دیوان کے فیصلہ کے مطابق تحریر کی گئی تھی دستخط کردینے کے لئے کہا۔ اوبریسکاف نے جواب دیا مجھے ایسا کرنے کا اختیار نہیں۔ اوس کے انکار پر جنگ کا باضابطہ اعلان ہوا اور روسی سفیر قلعہ ہفت برج میں مقید کر دیا گیا۔ ہر ایک نادان بھی سمجھ سکتا ہے کہ سفیر کو قید کر دینا لڑائی میں کسی کام آمد نہیں ہوسکتا۔ ×

× × × شاید بعض کا خیال ہو کہ سفیر اپنے معلومات سے اپنے ملک کو بہر وقت میں بہت کام دے سکتا ہے مگر یہ خیال غلط ہے سفیر ایسی ضروری باتیں جو ان کی گورنمنٹ کے کارآمد ہوں دلوں میں نہیں رکھا کرتے۔ بلکہ جس وقت کوئی راز معلوم ہوا ہیں سے فوراً اپنے بادشاہ کی گورنمنٹ کو مطلع کر دیتے ہیں۔ اس بیہودہ اور فضول حرکت سے قیصرہ کو دنیا کے سامنے یہ موقعہ ملگیا کہ اب مجھے مجبوراً لڑائی کرنی پڑی ہے۔ حالانکہ اصل بانی مبانی لڑائی کی وہی تھی۔ اور اوسکی عدیم المثال چالوں نے ترکوں کو شمشیر میان سے نکال لینے پر مجبور کیا تھا۔

یوروپ کی عام رائے قیصرہ کے حق میں تھی۔ دیگر شمالی سلطنتوں کے علاوہ انگلستان جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے وس وقت اور اوس سے کئی سال بعد تک بھی روس کا گہرا رفیق رہا۔ اور خاندان بوربون کے زیر اقتدار ہسپانیہ اور فرانس کی اتحاد کی برخلاف پرشیا، ڈنمارک، سویڈن، ہالینڈ اور انگلستان و روس کی مشہور شمالی اتحاد کو قائم کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس اتحاد کا خیال ابتداً مسٹر پٹ[1] کو جو بعد میں لارڈ چیتھم کے خطاب سے ممتاز ہوا جنگ ہفت سالہ میں پیدا ہوا تھا۔ اور عرصہ دراز تک انگلستان کے مدبرین اس مدعا کے حصول کے درپے رہے تھے۔ البتہ فرانس روس کی ترقی کو دنیا کے امن و امان کے لئے مفید نہیں خیال کرتا تھا۔ فرنچ وزیر اعظم

[1] انگلستان کا مشہور وزیر اعظم اور اسی نام کے دوسرے مشہور وزیر اعظم کا باپ تھا۔ ۱۷۰۸ء میں صوبہ کارنوال کے ایک دیہاتی رئیس کے گھر پیدا ہوا تھا اور ایٹن سکول اور اکسفورڈ یونیورسٹی کے ٹرنیٹی کالج میں تعلیم پائی۔ پہلے فوج میں ملازم ہوا۔ مگر ۱۷۳۵ء میں ممبر پارلیمنٹ ہونے پر فوج سے مستعفی ہوگیا۔ وہ بڑا زبردست بولنے والا تھا۔ اور اوسکی تقریر کے سامنے کسی مخالف کی پیش نہیں جاسکتی تھی اسکی ایام وزارت میں انگلستان کے اقتدار کو دنیا میں بہت ترقی ہوئی۔ اُسے لارڈ کا خطاب ۱۷۶۶ء میں ملا۔ اوس کی عمر کا پیمانہ لبریز ہونے کے قریب پہنچ چکا تھا کہ امریکن آبادکاروں نے آزادی کا مطالبہ شروع کر دیا۔ اوس وقت وہ وزیر نہیں تھا۔ اوس نے آبادکاروں کی بہت حمایت کی چنانچہ ۷۔ اکتوبر ۱۷۷۸ء کو وہ دارالامرا میں انہی کی تائید میں نہایت پرجوشی سے تقریر کر رہا تھا کہ سکتہ سے اچانک بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑا اور اسی مرض سے ۱۱ نومبر سنہ مذکور کو راہی ملک عدم ہوگیا۔ مسٹر پٹ ثانی اسکا دوسرا بیٹا تھا۔ جو کئی برس تک انگلستان کا وزیر اعظم رہا۔ نپولین اعظم کی فتوحات کے خطرناک زمانہ میں بھی نہایت کامیابی سے ناخدائی کرتا رہا۔ وہ ۱۷۵۹ء میں پیدا اور ۱۸۰۶ء میں فوت ہوا۔ مؤلف

شوازل نے اپنے پیچ و تاب ۱؎ میں انگلستان کو روسی طاقت کی حمایت اور روس کی امنگون کا صحیح مدعا بتا کر اوسے متفق کرنے کی بڑی کوشش کی جسکا کچھ اثر نہ ہوا۔ اس موقعہ پر وزیر مذکور نے سرکاری طور پر جو رائین ظاہر کی تھیں اون میں سے ایک اہم جملہ انگلستان کی خواہش دربارہ اتحاد شمالی کے متعلق خاص طور پر ذکر کرنیکے قابل ہی اور اوس کا ترجمہ بیان ناظرین کی آگاہی کے لیئے درج کر دیا جاتا ہے

"انگلستان کا وزیر غلطی پر ہے جو ان مقاصد کو اوس بلند سطح پر کھڑے ہوکر اور اوس وسیع نظری سے نہیں دیکھ رہا جو کہ ایک مدبر وزیر کی شان کے شایان ہے۔ بنی نوع انسان کی خوشحالی و آسائش نہیں بلکہ یورپ کی بڑی بڑی سلطنتوں کے لیئے بھی روس کی بلند پرواز امنگون کی کامیابی اور اوس کی جنگی فتوحات سے بڑھ کر کوئی چیز خطرناک نہیں ہو سکتی پس یورپ کی طاقتون کو زار روس کی رفاقت اور اتحاد کی خواہش کرنے کی بجائے اوسکی طاقت کو کمزور اور اوس کے غلبہ کو معدوم کرنے کے لیئے آپس میں متحد ہونا سخت لازمی ہی۔ اگر موازنہ طاقت کی نئے معنی اصطلاح جسے ولیم ثالث نے انگلستان کا بادشاہ ہونے پر کل یورپ کو فرانس کی برخلاف کھڑا کرنے کے لیئے گھڑا تھا کوئی معنی رکھ سکتی ہے اور اوس کا کسی پر اطلاق ہو سکتا ہے تو وہ موجودہ حالت ہی۔ اور اگر یہ ملفوظہ موازنہ طاقت کبھی معدوم ہو سکتا ہے تو وہ روس کی مادی اور اخلاقی طاقت میں آئندہ بے اندازہ اضافہ ہو جانیسے ہوگا۔ وہ اس وقت جنوبی یورپ کو غلام بنانے کی کوشش کر رہا ہے اور اگر اوسکی سلطنت عثمانی اور فتوح مندی کی پرجوش سیلاب کو بروقت نہ روک دیا گیا تو اس کے بعد شمالی یورپ کی باری آئے گی۔ یورپ کی متمدن سلطنتوں کو روس کی طاقت کو بڑھانے میں مدد کرنے کی بجائے بالاشتراک اوسکی حرص و طمع اور بلند پروازی کو روکنا چاہیئے۔ فرانس پر ایک دفعہ اتہام لگایا گیا تھا کہ وہ کل دنیا کی بادشاہی کی ہوس رکھتا ہے لیکن اگر روس اس بے اصل خیال کو چند باتون میں پورا کر دکھائے تو کوئی تعجب نہیں۔"

تاہم گو ترک بالکل حق بجانب تھے لیکن واقعات مابعد سے ثابت ہو گیا کہ اونہون نے بہت ناتجربہ کاری سے کام لیا۔ سلطان مصطفی اور اوس کے وزراء نے اعلان جنگ تو کر دیا اور علم مقدس لڑائی دھوم دھام سے باہر نکالا۔ مگر لڑائی کے لیئے کوئی تیاری نہیں کی ہوئی تھی۔ توپ خانہ، قلعے، نظام سپاہ، فوجی مہارت سب کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ اور جہالت کی یہ حالت تھی کہ وزیر تک جغرافیہ کی ادنے ادنے باتون سے محض لا بلد تھے۔ بڈی ٹاٹ نے اوسکی اصلاح کے لیئے سلطان کو متعدد عرضداشتیں بھیجیں۔ اور تاکہ وہ ان تحریرون کو سمجھ سکے میدان جنگ کے نقشے بھی تیار کرکے ساتھ ارسال کیئے۔ مصطفی یہ حالات سنکر حیران رہ گیا اور آخر بہت تذبذب کے بعد کچھ

۱؎ یہ رائے وزیر شوازل نے فرانس کی ایک مشہور عالمہ لیڈی کے خاوند مارکوئس کو ایک خط مورخہ ۱۴ اپریل ۱۷۶۹ء میں تحریر کی تھی شاٹلے لا کی بیوی جسین بھی بہت تھی شادی کے بعد اس کا تعلق فرانس کے مشہور فلاسفر و ادیب والٹیر سے ہو گیا اور چودہ برس اوس کے ساتھ رہی پھر اسے چھوڑ کر ایک فوجی کپتان سے آشنائی کرلی مگر جلد ہی وضع حمل کے وقت ۱۷۴۹ء میں ۴۴ برس کی عمر میں فوت ہو گئی (مؤلف)۔

اُسسے رعایا کی ناراضی کا خوف تھا۔ ڈوٹی ٹاٹ کو اسلحہ خانہ دیکھنے کی اجازت دیدی جس کی نسبت مانگی دیکھکر ڈوی ٹاٹ کے ہوش غایب ہوگئے۔ توپین پرانی اسلحہ بیکار اور اون کی بھی لوازمات مفقود تھے مگر تعصب کی جو کیفیت تھی وہ ناظرین کو مجمل بالائی بیان سے ہی معلوم ہوگئی ہوگی لیکن پھر بھی ایک اور نظیر درج کر دیجاتی ہے۔ علم مقدس کے کہیں لیجانے کی رسم کو دیکھنے کیلئے شامت اعمال سے کہ آسٹریا کا سفیر بھی مع عیال چلا گیا۔ لوگون کو جب اوسکی موجودگی کا علم ہوا تو وہ بہت بگڑے کہ عیسائی ہماری اس مذہبی رسم کو کیون دیکھنے آیا ہے۔ چند بدبخت اوس مکان مین جہان سفیر مذکور کھڑا تھا گھس گئے اور اوسے اور اوسکی بیوی کو سخت بے حرمت کیا۔ اور اگر حکام نہ پہنچ جاتے تو غالباً اون کی تکا بوٹی کر دیتے۔ بابعالی نے سفیر کو کثیر المقدار رشوت دیکر معاملہ رفع کرا دیا مگر جب آسٹریا کو خبر ہوئی تو اوس نے اپنے سفیر کی اس کارروائی کو پسند نہ کیا اور اوسے واپس بلا لیا۔ کیونکہ اگر سفیر درگذر نہ کر دیتا تو اس معاملہ سے آسٹریا کو بھی ٹرکی کے ساتھ بگاڑ کرنے کا خاصہ بہانہ ملجاتا اور وہ فرانس کیطرف سے بھی بچی ہوجاتی۔

بہرحال خواہ سلطان نے روس کی ناقابل برداشت حرکات سے تنگ آکر اور خواہ فرانس کے وزرات کے تقاضے سے متاثر ہوکر اعلان جنگ کیا۔ مگر اسمین کوئی کلام نہین کہ اوس سے غلطی ہوگئی۔ اُسے لازم تھا کہ ابھی اور چند مہینے تحمل سے کام لیکر اس اثنا مین اپنی فوجی تیاریون کو مکمل کر لیتا۔ اگر وہ سالِ آئندہ کے موسم بہار تک بھی خاموش رہتا تو وہ اپنی سلطنت کی کل فوجی طاقت سے کام لینے کے قابل ہو جاتا۔ اس قبل از وقت اعلان سے ایک اور نقصان یہ پہنچا کہ ترک خود تو ۱۷۶۸ء سے پہلے میدان جنگ مین کسیطرح فوج نہین لیجا سکتے تھے کیونکہ موسم سرما مین ایشیائی افواج کو جمع کرنا اور سرحد پر بھیجنا ناممکن تھا۔ اور اودھر روسیون کو اس عرصہ مین ایشیا و یوروپ دونون جگہ ٹرکی کی شمالی سرحد کے ہر ایک حصہ پر حملہ کرنے کیلئے کافی تیاریان کرنے کی مہلت ملگئی۔ ترکون کے سرحدی قلعون کی حالت بھی اچھی نہ تھی۔ نہ اونمین حسب ضرورت سامان رسد و حرب موجود تھا۔ عثمانیہ گورنمنٹ نے موسم سرما مین ان کمیون کو پورا کرنے کی کوشش تو کی۔ مگر وہ شروع بہار تک بھی پوری نہ کیجا سکین۔

لیکن ایک مسلمان بہادر نے شروع شروع مین اپنی مستعدی و قابلیت سے اسلام اور اوس کے علم کی عزت و نیکنامی کو نہایت خوبی کے ساتھ قایم رکھا۔ بلکہ اوسکی رونق دوبالا کر دی۔ یہ نامور بہادر قوم گیرائی خان کریمیا تھا۔ اور یہ کہنا مبالغہ مین داخل نہین ہوگا کہ اس محاربہ کے پہلے چند برسون مین اسلامی عساکر مین اگر کسی سپہ سالار نے کچھ جنگی قابلیت دکھلائی تو وہ یہی شخص تھا۔ اور اسی نے سب سے اول پیشتر اسکے کہ فریقین کے جرنیلون مین سے کسیکو اپنی فوج میدان جنگ مین لانیکا خیال تک بھی پیدا ہوا تھا۔ نواز رینہ کے جنوبی صوبون پر یورش کر کے محاربہ کا افتتاح کر دیا۔ جنوری ۱۷۶۹ء کو ختم ہونے سے پہلے اوس نے یالٹا کی کھنڈرون مین جسے سال ماقبل کے موسم بہار مین روسیون نے مسمار کیا تھا۔ ایک لاکھ تاتاری سوار جمع کر لیئے اور اس جرار لشکر سمیت دریا بوگ کو عبور کر کے ایک دستہ وادی ڈونیپر کی طرف اور دوسرا جنوبی روس کے زرخیز صوبہ اور یلی کو

بھیج دیا۔ اور خود قلب لشکر کو ہمراہ لیکر نوآباد صوبہ "جدید سرویا" پر دھاوا کر دیا۔ اس مہم میں بیرن ڈی ٹاٹ خان کو ہمراہ تھا اوس نے مہم مذکور کے حالات اور تاتاریوں کی غارتگرانہ مستعدی کی کیفیت بتفصیل تحریر کی ہے۔

وہ لکھتا ہے کہ گو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک تاتاری سوار خود مختار اور خود سر ہے مگر درحقیقت یہ تمام فوج غارتگران سخت نظام میں جکڑی ہوئی تھی۔ اور اپنے قابل سردار کے ہاتھ میں محض کٹ پتلیوں کی طرح کام کر رہی تھی۔ چودہ دن تک قرم گیرائی اور اوس کے تاتاری گھڑ سوار جنوبی روس کے ہر حصہ اور ہر گوشہ میں تاخت و تاراج کرتے پھرے۔ خان اور اوس کا مہمان بیرن دونوں کی آسائش و آرام کے لیئے کوئی خاص یا باتکلف انتظام نہ تھا۔ اونکی خوراک بھی وہی بھونا ہوا گوشت جو قیدیوں میں ساتھ ہوتا تھا۔ اور گھوڑیوں کے دودھ کا پنیر وغیرہ تھی جو عام سواروں کی تھی۔ البتہ عیسائی مہمان کو طلائی ظروف میں انگوری شراب بھی ملا کرتی تھی۔ فوج بیس کالموں میں کوچ کرتی تھی۔ خان کوچ اور مقام میں قلب لشکر میں رہتا تھا۔ تاتاریوں اور ترکوں کے علاوہ ناڈ کاسک بھی اوسکی فوج میں شریک تھے۔ یہ کاسک اپنے سردار آرگنا کی اس کی تحریک پر زار پیٹر اعظم کے وقت روس کی سلطنت سے علیحدہ ہوگئے تھے۔ اور اسی لیئے اونکا نام روسیوں نے ناڈ (یعنی باغی) رکھدیا تھا۔ انکی مدد سے خان اپر ڈان کے کاسکوں کو بھی ایلزبتھ گورڈ کے قلعہ کے روسی کمانڈر کی حکومت سے منحرف کرانے میں کامیاب ہوگیا۔ قبیلہ لزغی کا سردار بھی خان کے ساتھ شامل ہوگیا۔ اور اوس نے وعدہ کیا کہ اگر سلطان اور وزیر اعظم اوس کو فلان فلان عزت بخشیں اور یہ اطمینان دلادیں کہ جن ممالک سے وہ روسیوں کو بدر کرے وہ بوقت صلح اوسی کے تصرف میں رہنے دیئے جائینگے تو وہ بیس ہزار آدمیوں سے سلطانی لشکر کی مدد کرے گا۔ ترکوں کی خوش قسمتی سے اگر قرم گیرائی چند برس بلکہ صرف چند مہینے ہی اور زندہ رہتا تو اغلب قیاس ہے کہ لڑائی کا پانسہ بالکل بدل جاتا۔ اوسے ان علاقوں کے نیم وحشی قبائل پر خوب اقتدار حاصل ہوگیا تھا۔ اور بے قاعدہ فوج سے وہ بے نظیر قابلیت سے کام لینے کا سلیقہ رکھتا تھا۔ بیرن ڈی ٹاٹ اوس کے انتظام کی بہت تعریف کرتا ہے۔ دشمن کے برخلاف وہ اپنی فوج کو تاخت و تاراج و قتل و نہب کی نہ صرف کامل آزادی دیدیتا بلکہ اسکا صریح حکم ہوتا کہ بیباک لوٹو کھسوٹو اور مال یغما کو قابو رکھو۔ لیکن وائے برحال اوس شخص کے جس نے خان کی اجازت کے بغیر یا اوس کے حکم کے برخلاف کسیکو لوٹا یا بے حرمت کیا! چند نوغائی تاتاریوں نے ایک صلیب کی بے حرمتی کی۔ اون کو اسی گرجہ کے سامنے جہاں یہ حرکت کیگئی تھی۔ ایک ایک سو درے لگوائے گئے۔ ڈی ٹاٹ اسی طرح کا اور چشم دید واقعہ تحریر کرتا ہے۔ چند سواروں نے بلا حکم اہال پولنڈ کا ایک مویشی لوٹ لیا۔ خان کے حکم سے اون کو انہی کے گھوڑوں کی دموں سے بندھوا دیا گیا۔ اور جب تک اونکی جان نہ نکل گئی گھوڑے دوڑائے جاتے رہے۔

افسوس قرم گیرائی اس مہم سے واپس آکر جس میں وہ ۳۵ ہزار اسیر روسی قید کر لایا۔ ایک ہی مہینہ کے اندر فوت ہوگیا۔ عام خیال ہے اور بے بنیاد بھی نہیں کہ اوسے ایک یونانی طبیب مسمی سرولپولو نے جو والی والیشیا کا ایجنٹ تھا۔ روسیوں سے رشوت لیکر زہر دیدی تھی۔ بیرن ڈی ٹاٹ خان کو اس کمبخت غدار سے پرحذر رہنے کی ہمیشہ نصیحت کیا کرتا تھا مگر منشاء ایزدی یہی تھا

نصیحت نے کچھہ اثر نہ کیا۔ اوسکی جگہہ باب عالی نے دولت گیرائی کو خان مقرر کیا مگر ثمین نہ قابلیت تھی۔ نہ ہمت تھی اور نہ مہارت اور یہی نقص وزیر اعظم اور سلطانی افواج کے دیگر اعلےٰ افسروں میں موجود تھے۔ ورنہ اشناء ملکہ کیتھرائن اور اوس کی جرنیل سب معمول نہایت مستعدی سے جنگ کیلئے تیاریاں کرتے رہے تھے۔ ۵۰ ہزار کی جمعیت کی ایک فوج پرنس الیگزنڈر میکالوویش گالتزین کے زیر کمان صوبہ پوڈولیا میں جمع کیگئی تھی۔ اور اوس کے سپہ سالار کو قصبہ خوزیم کے محاصرہ و فتح سے فارغ ہو کر صوبہ مالڈیویا پر حملہ کرنیکا حکم دیا گیا تھا۔ دوسری فوج بحیرہ آزاف اور دریائے نیپر کی درمیانی سرحد کی حفاظت اور آزاف و ٹاگنرن کے قلعوں کو جو معاہدہ بلغراد کے رو سے منہدم کردئیے گئے تھے از سرنو تعمیر کرنے کیلئے جنرل کونٹ پیٹر الیگزنڈروِش رومین زووف کو ماتحت میں بھیجی گئی۔ تیسری فوج کو جس کی جمعیت دس اور گیارہ ہزار کے درمیان تھی پولنڈ پر متصرف رہکر پولنڈ کو ٹرکی کی مدد روکنے رہنے کا حکم دیا گیا۔ ایک چوتھی فوج میجر جنرل میڈیم کے زیر کمان مقام زارٹزن سے کبرڈیا اور کوبان کی طرف جو بحیرہ اسود کے مشرقی ساحل پر واقع ہے بڑہی۔ اور پانچویں فوج کو جو جنرل ٹوٹولبین کے ماتحت تھی تفلس کیطرف بھیجا گیا۔ کہ وہ شلی جنگ بلیا۔ گوریل اور امریشیا کے گرجی (عیسائی) والیان ریاست کے ساتھ ملکر جنہوں نے باب عالی کی اطاعت چھوڑ کر روس کی تابعداری اختیار کرلی تھی طرابزون اور ارض روم پر حملہ کرے۔ شہنشاہ نے ساتھہ ہی اٹالی مانٹی نیگرو کو روپیہ بھیجا گولی بارود اور افسر بھی بھیجے گئے۔ اور ان بہادر و غدار کوہستانیوں نے اون ترکی افواج کے ساتھہ جو بوسنیا میں مقیم تھیں لڑائی شروع کر دی۔

وزیر اعظم قلب لشکر کو لیکر خراماں خراماں ابھی قسطنطنیہ سے ڈینیوب کو ہی جا رہے تھے کہ گالتزن دریائے نیسٹر سے گذر کر خوزیم پر بڑہ آیا۔ روسیوں کو قریب پہنچتے دیکھہ وہاں کے گورنر حسن پاشا نے بزدلی یا غداری سے شہر کو روسیوں کے حوالہ کرنیکا عزم کر لیا۔ مگر روسی ابھی شہر کے سامنے پہونچنے نہ پائے تھے کہ فوج نے اس گورنر کو قتل کر دیا۔ اور اوسکی جگہہ بہادر تہربان کو اپنا افسر بنالیا۔ اور جب روسیوں نے حملہ کیا تو سخت شکست کھاکر اونہیں پھر نیسٹر کے رستہ پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ سلطان نے اس فتح کی خبر سنتے ہی غازی کا لقب اختیار کر لیا۔ اور وزیر کو جلد کمک لیکر پہنچنے کی تاکید کی۔ مگر اسکی سست رفتاری میں کوئی فرق نہ پڑا جہانتک اس روسی لشکر کا تعلق ہے فریڈرک ثانی شاہ پرشیا کا یہ طعن بالکل درست ہے کہ روسی فوج اندھے پر کانے کی فتحیابی کی مشابہ ہے۔ لیکن دوسرے افسروں میں رومن زووف جیسے آدمی۔ بائر۔ کامنسکی اور سوورو جیسے قابل لوگ موجود تھے کہ اگر خود فریڈرک اعظم کو بھی اون سے مقابلہ کرنا پڑ جاتا تو سپہ سالاری میں یکتائی کا دعویٰ رکھنے کے باوجود اونکو حقیر دشمن نہ پاتا۔

ترکی وزیر اعظم اوس وقت سلطان کا داماد امین محمد تھا وہ سپہ سالاری کے منصب کیلئے جیسا کچھہ قابل تھا اوس کی کیفیت ایک جنگی کونسل کی روئیداد سے جسے ترکی مورخ واصف نے مفصل تحریر کیا ہے بخوبی معلوم ہوسکتی ہے۔ وزیر مذکور شروع مئی میں مقام اسحاقچہ میں جو دریائے ڈینیوب کے جنوبی ساحل پر ٹلچہ کے مغرب میں واقع ہے پہنچ گیا تھا۔ وہاں اوسنے رسد کے گودام

اور جنگی سٹور مکمل کرنے کے لیئے بیس دن قیام کیا۔ اس کام سے فارغ ہوکر اوس نے اپنے کل جنیلون کو اپنے سامنے طلب کیا اور ان الفاظ سے انہیں مخاطب کیا۔ تمہاری رائے مین مجھکو کسطرف فوج لیجانی چاہئیے۔ مجھکو لڑائی کا کوئی تجربہ نہین ہے۔ پس اس فیصلہ کرنا تمہارا ہی کام ہے کہ کسطرف عزم کرنا ہمارے لیئے مناسب اور سلطنت علیہ کی عساکر قاہرہ کے لئے مفید ہے۔ بلا تکلف اپنی رائے ظاہر کیجئے مجھکو اس معاملہ مین آگاہی بخشیئے۔

یہ سنکر تمام جنیل ششدر رہگئے اور وہ کچھ عرصہ تک کبھی ایکدوسرے کی طرف اور کبھی وزیر اعظم کی طرف تکتے ہوئے چپ چاپ بیٹھے رہے۔ آخرش شہید عثمان آفندی نے مُہرِ سکوت توڑکر ایک لمبی تقریر شروع کی جس کا مدعا یہ تہا کہ چونکہ غنیم خوزیم کیطرف کو رُخ کریگا۔ جب وزیر نے اوس کا مطلب سمجھ لیا تو انہو کہا۔ اب بس کرو۔ ہر ایک افسر کو اپنی رائے ظاہر کرنیکے لیئے وقت ملنا چاہئیے۔ اسپر چند افسرون نے رائے ظاہر کی کہ عساکر اور بندر اپنی حفاظت خود کرسکتے ہین۔ ہمین خوزیم کیطرف چلنا چاہئیے۔ بعض نے کہا کہ بہترین تدبیر یہی ہے کہ اول دریائے ڈنیوب کو عبور کیا جائے پھر جدہر مناسب ہو اوسطرف کوچ کیا جائے۔ وزیر نے اسی تجویز کو پسند کیا۔ اور فوج ڈنیوب سے گذر کر مقام خان ویزنک جو دریائے پروتھ پر خوزیم اور جاسی کے درمیان ہے پہنچ گئی۔ اس طرح مین فوج کو قلت رسد اور پسوؤن اور مچھرون کی کثرت سے بہت تکلیف پہونچی۔ جسپر وزیر اعظم نے رُخ بدلکر بندر کی طرف بڑہنا شروع کر دیا۔ اور ۹ جون ۱۷۶۹ء کو مقام جاسی پہ مین مقام کیا۔ مگر وہان بھی رسد کی ویسی ہی قلت اور مچھرون اور پسوؤن کی کثرت پائی گئی۔ درینولا گالٹزن نے اپنی فوج کو پھر از سر نو مرتب کر لیا۔ اور اسی پڈولیا مین بہت بڑی کمک بھی پیچھے سے پہنچ گئی کیتھرائین نے پولش گورنمنٹ سے بھی ٹرکی کے برخلاف جبراً اعلان جنگ کرا دیا تھا جسپر سلطان مصطفیٰ اور شیخ الاسلام نے فتوے صادر کرکے ترکی سپاہ کو پولینڈ پر بھی حملہ کر دینے اور اُسے غنیم کا ملک سمجھنے کا حکم دیدیا۔ درین اثنا روسیون نے خوزیم پر دوبارا حملہ کرکے تہران سے سخت شکست کھائی۔ اور یہ جوانمرد بذاتِ خود وزیر کو خوشخبری پہنچانے کے لیئے خوزیم سے چل پڑا۔ مگر رستہ مین غداری سے قتل کر دیا گیا۔ روسی پھر تیسری دفعہ خوزیم کے سامنے نمودار ہوئے اور اتنے مین وزیر بھی وہان پہنچگیا۔ اور دو مہینے اس قرب و جوار مین متعدد خفیف خفیف معرکہ آرائیان ہوئین جن سے واضح ہوگیا کہ پرنس گالٹزن اور صدر اعظم آمین محمد ایک ہی تہیلے کے چٹے بٹے ہین۔ جب سلطان کے پاس اوس کے داماد کی ناقابلیت کی شکایتین علی التواتر پہنچنے لگ گئین۔ تو آخر اُسے واپس بلا لیا اور ۱۲ اگست مین بمقام ایڈریانوپل قتل کر دیا گیا۔ اوسکی جگہ علی مولداوانجی کو جسنے خوزیم کے محولہ بالا معرکون مین کسیقدر لیاقت دکھلائی تھی وزیر اعظم بنا دیا گیا۔

علی شروع مین شاہی محلسرا مین بوستانجی یعنے باغبان تہا۔ اور قزاقون کے چند گروہون کے مقابلہ پر جو شمالی یورپین صوبجات اور دار الخلافہ کی درمیانی سڑکون پر ڈاکہ زنی کرتے رہتے تھے بھیجا گیا تھا۔ × ۔ اس مہم مین علی نے چند خانہ بدوش مالڈیوی عورتون کو پکڑکر انہین اور ان کے بچون کو لونڈیون اور غلامون کیطرح فروخت کر دیا تھا۔ اور اسی سے اوس کا نام علی بندہ انجی (یا مولداوانجی) پڑگیا تھا۔ سپہ سالاری کا

[illegible]

اہتمام لیکر اوس نے روسیون کے مورچہ بند کیمپ پر کئی دلاورانہ حملے کیئے۔ اور پولٹوہ مین داخل ہونے کی بہت کوشش کی۔ مگر آخر اوسے سخت زک اٹھاکر پیچھے ہٹنا پڑا۔ اوس نے روسیون پر کل جمعیت سے حملہ کرنے کے لیئے دریائے ڈنیسٹر پر کشتیون کا پل تیار کیا۔ اور اوس پر سے گذر کر غنیم کے کیمپ پر جو خوزیم کے قریب تہا حملہ کر دیا۔ اتنے مین دریا مین طغیانی آگئی اور پل کسیقدر ڈھیلا ہوگیا۔ اس سے ترکون کو اندیشہ ہوگیا کہ کہین پل نہ بہ جائے۔ اور اسطرح اونہین اپنے کیمپ تک پہنچنا نصیب نہ ہو۔ اس خوف سے کل حملہ آور فوج کیا پیدل و سوار اور کیا توپ خانہ افراتفری سے پیچھے ہٹ آیا۔ پل طوفان سے پہلے ہی کمزور ہوگیا تھا۔ وہ ہزارون آدمیون اور جانورون کے بوجھ کو جو طوفان بے تمیزی کیطرح اُمڈتے آتے تھے سہار نہ سکا۔ اور ہزارون جانین دریا مین غرق ہوگیئن۔ وزیر نے فوج کی پسپائی کی محافظت کے لیئے چھ ہزار سپاہ پل کے سرے پر متعین کر دی تھی۔ وہ اب اکیلی رہ گئی۔ اور روسیون نے اپنے کیمپ سے نکلکر اونکو تہ تیغ یا دریا مین دھکیل کر غرقاب کر دیا۔ وزیر بچی کچی سپاہ کو لیکر ڈنیوب کو ہٹ گیا۔ خوزیم کو اوس کے محب وطن پولنڈی محافظون نے تنہا رہ جانے پر ستمبر ۱۷۶۹ء کو خالی کر دیا۔ اور گالتزن کھلے دروازون اوسمین داخل ہوگیا۔ ترکی فوج کمال سراسیمگی سے اُنہی پل کے رستہ جس سے اوس نے پہلے عبور کیا تھا ڈنیوب سے گذر کر اسحاقچہ چلی گئی۔ ادہر کیتھرائن نے گالتزن کو واپس بلا کر اوس کی جگہ بہادر رومن زوف کو بہیجا جس نے بمقام گالاز و جاسی ترکی گیریژنون کو شکست دیکر کل مالڈیویا پر تصرف کر لیا۔ اور اوس کے دارالخلافہ جاسی مین شاہانہ طمطراق سے داخل ہوکر مالڈیوین امراء سے ملکہ کیتھرائن کی تابعداری کی حلف لی۔

ہمسایہ صوبہ والیشیا مین بہی روسی اقتدار کا جلد غلبہ پا جانا طبعی امر تھا۔ اس سکہرامی کی خبر سنکر مصطفی اور اوس کے مشتعل مزاج و تنہا بکار مشیر شیخ الاسلام نے فتوے صادر کرکے جن مالڈیوی اور والیشیون نے روسیون کی اطاعت قبول کر لی تھی اون کے قتل عام اونکی جائیدادون کی ضبطی اور اونکی زن و بچہ کو غلام بنا کر بیچ ڈالنے کا اختیار دیدیا۔ اس بیوقت سختی اور بیوقوفانہ حکم کا جو اثر ایسے وقت ہوسکتا وہ صاف ظاہر ہے۔ اس سے مالڈیوی اور والیشی روسیون کے اور زیادہ طرفدار اور حامی ہوگئے اور بخارسٹ کو والیشی امراء نے بہی بنشاط حکومت چند روسی افسر بلا کر اونکو سپرد کر دیئے۔ اور کیتھرائن کی تابعداری کی باضابطہ حلف اٹھاکر شہر کی حفاظت کی استدعا اور اظہار وفاداری کے لیئے معززین کا ایک ڈیپوٹیشن سینٹ پیٹرزبرگ بہیجدیا۔ خود ترکی مؤرخ وصف بہی اس فتوے کے صادر کرنے والون پر بڑی سختی سے اعتراض کرتا ہے۔

اسی مفتی نے جس کا نام پیرزادہ عثمان آفندی تہا۔ احمقانہ تعصب سے بے بس ہو کر سلطان کو سلطنت عثمانیہ کے تمام عیسائیون کو قتل عام کی بہی ترغیب دینی شروع کر دی۔ اس سے پہلے سلطان سلیم اول اور محمد ثالث کے وقت بہی یہی تجویز پیش ہوئی تہی۔ اب یہ آخری مرتبہ معرض بحث مین آئی۔ مگر دیوان کے دیگر اراکین مین سے کسی نے مفتی کی تائید نہ کی۔ مسلمان رعایا بہی اوسکے ظلم وستم اور سخت گیری سے تنگ آگئی ہوئی تہی۔ چنانچہ محاربے کے سال اول کے اخیر پر معتوب ہوکر جب اوسکی گردن ماری گئی تو عیسائی مسلمان سب نے یکسان خوشی اطمینان کا اظہار کیا۔

روسی بیڑہ بحیرۂ روم میں حسن الجزائری کے کارنامے ۔ محاربۂ والیشیا

ٹربیس کاکیشیا (آنزدیے کوہ قاف) اور آرمینیا میں روسی جنرلیڈن ٹوٹڈن میں اور میڈم کو مسلسل کامیابی حاصل ہوئی۔ اور علاقہ جات مذکورہ کے تقریباً تمام باشندوں نے جو زیادہ تر مسیح المذہب تھے۔ زارینہ کی تابعداری اور وفاداری کی حلف اٹھائی مگر کیتھرائن کی ان فتوحات سے کب تسلی ہوتی تھی۔ اوس نے بہت دور کی ٹھان رکھی تھی۔ اور ٹرکی پر خود اوسی کی عیسائی رعایا کے ذریعہ سے جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے اوس کے دیگر حصص میں بہت پہلے جا بجا فتنہ پیدا کیا اور عزم بالجزم کر لیا ہوا تھا۔ نادار پٹیر اور مارشل میونک کی یہ تجویز کہ یونانیوں کو ترکوں کے برخلاف کھڑا کیا جائے سینٹ پیٹرزبرگ کے رجال حکومت کو کبھی فراموش نہیں ہوئی تھی۔ اوسی کو کیتھرائن نے اب بڑے جوش و خروش سے پھر تازہ کیا۔

مسمی مارشل میونک جو قیصرہ ایلزبتھ کے عہد میں سائبیریا کو جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ کیتھرائن کے دربار میں موجود تھا اور وہ زارینہ کو ہر وقت تجویز مذکور کی تکمیل کی جو "مشرقی منصوبہ" کے نام سے مشہور تھی ترغیب دلاتا رہتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قیصرہ نے موریا اور یورپ میں ٹرکی کے دیگر صوبجات میں متعدد جاسوس اور ایجنٹ بھیج دیئے ہوئے تھے جن کے اغوا اور طمع کی وجہ سے یونانی ترکوں کے برخلاف بغاوت کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ یہ کیفیت دیکھ کر قیصرہ اور اوس کے منظور نظر یعنے خاندان اورلاف کے افراد نے فیصلہ کر لیا کہ جب تک روسی فوج خشکی کے راستہ سے ڈینیوب سے یونان تک پہونچے۔ اوس وقت تک انتظار کرنا فضول ہے بلکہ بیڑہ جہازات پر کچھ فوج بحیرۂ روم کو بھیج دی جائے تاکہ وہ یہاں اوس وقت جب کہ ڈینیوب۔ کریمیا اور بالائی ایشیا میں ٹرکی پر حملہ ہو رہا ہے۔ اوس کے عین قلب و مرکز پر بھی حملہ کر دے۔ علی بک والی مصر کی سرکشی سے بھی اس مہم کے لئے بہت بڑی ترغیب ملی تھی۔

مشیران زارینہ کا خیال تھا کہ ایک ہی موسم گرما میں یونان۔ شام اور مصر ٹرکی سے چھین لئے جائیں گے۔ بلکہ آبنائے ڈارڈنیلز جس کی قلعہ بندی کچھ ایسی ویسی ہی تھی۔ اور بحیرۂ مارمورا سے اچانک گذر کر اگر قسطنطنیہ پر بھی حملہ کر دیا جائے تو شاید اوس میں بھی کامیابی ہو جائے۔

انگلستان اوس وقت روس کا یار غار تھا چنانچہ پہلے تو یہ تجویز کی گئی کہ بالٹک سے بیڑہ جہازات انگلستان کو بھیج دیا جائے تاکہ اوس کے لئے ملاح۔ افسر بلکہ امیر البحر بھی وہیں سے لئے جائیں۔ اور جب سب طرح سے تیار ہو جائے تو پھر اوس جگہ سے بحیرۂ روم کو جائے مگر بعد میں یہ تجویز قرار پائی کہ جہازات بالٹک سے ہی مسلح سے لیس کر کے بھیج جائیں اور ملاح وغیرہ انگلستان سے وہیں بلا لیئے جائیں۔ گورنمنٹ فرانس کو کسی طرح سے اس منصوبہ کی خبر لگ گئی۔ اور اوس نے اپنے سفیر کی معرفت دیوان کو اسی طرح سے مطلع کر دیا کہ جس سے یونانیوں پر کوئی حرف نہ آئے۔ اور ترک اونکی ایذا رسانی کے درپے نہ ہو جائیں۔ مگر ترکوں کی جہالت اوس وقت عروج پر پہونچی ہوئی تھی۔ فرانسیسی سفیر کی زبان سے روسی منشا کی خبر سنکر بھی

وزراء نے جلسے زور سے قہقہہ لگا کر از راہ تمسخر کہا ہو مگر یہ تو بتاؤ کہ جہاز سینٹ پیٹرز برگ سے قسطنطنیہ کس طرح پہنچ سکتے ہیں؟ اس کا جواب اوس وقت بھی انگلستان یا فرانس کا ایک صغیر سن طالب علم بآسانی دے سکتا تھا۔ وائے برحال اُس سلطنت کہ جس کے وزیر تک ایسے لایعنی و جاہل تھے!!!

مغربی یورپ کے اکثر جہلیون کے سرون میں اوس زمانہ میں یونانیون کی ہمدردی کا جنون پیدا ہو گیا تھا۔ اور انکا سرغنہ فرانس کا مشہور دہریہ فلاسفر اور ادیب والٹیر[1] تھا جس نے فریڈرک اعظم اور کیتھراین کو اونکی حمایت۔ ٹرکی کی تقسیم اور یونانیون کو آزادی دلانے پر ابھارنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ جہان تک ترکون کا تعلق ہے۔ اس شخص کو اٹھارہوین صدی کا گلیڈسٹون[2] لکھنا غلط نہیں۔ مگر فریڈرک اوس کے بہکاوے میں نہ آیا۔ اوس نے بعینہ وہی جواب دیا جو بائیس برس پہلے مقدونیہ بلغاریہ کے وقت موجودہ صدی کو بنظیر جرمن تدبیر اور ربانی اتحاد ریاست ہائے جرمنی و سلطنت جرمن یعنی پرنس بسمارک[3] نے دیا تھا۔ ہم خدا کو ترسے کہا تھا کہ مین کل بلغاریون کی آزادی کے لیے جرمنی کے صوبہ پامیرینیا[4] کے ایک سپاہی کی ہڈی معرض خطر میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ اسی طرح فریڈرک نے کہا تھا کہ وہ یونان کے مشہور بندرگاہ پائریس پر قصبہ ڈانسٹوک[5] کو ہزار گونہ ترجیح دیتا ہے مگر قیصرہ اِن ترغیبون سے پہلے ہی کچھ کم نہ تھی۔ اسپر اوسے اور مصالحہ لگ گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یونان کی فتح کا خیال

---

۱ فرانکو اس میری آروٹ والٹیر فرنچ مورخ۔ شاعر اور ڈراما نویس۔ یہ مذہبا دہریہ تھا۔ چنانچہ اوس کی ایک فلسفیانہ تصنیف شاہی حکم سے جلا دیگئی تھی۔ ہجو میں ستودا سے دو قدم آگے بڑھا ہوا تھا۔ اور اوس کی طفیل دو دفعہ شاہی جیل میں ایک دفعہ ایک برس اور دوسری دفعہ چھ مہینون کے لیے اوائل عمر میں مقید رہا۔ آخر ۱۷۴۳ء میں شاہ فرانس اسپر مہربان ہو گیا۔ اور وہ شاہی مورخ مقرر کیا گیا۔ اس کی کل تصنیفات ستر جلدون میں ہیں۔ اوس نے لوئی چہاردہم۔ شاہ چارلس دوازدہم والی سویڈن اور زار پیٹر کی تاریخیں بھی لکھی ہیں۔ فریڈرک کے ساتھ اس کا جو راہ و رابطہ تھا اور نیز اس کے چلن کی کیفیت پہلی متعدد حاشیون مین بیان ہو چکی ہے۔ ۱۶۹۴ء میں بمقام پیرس پیدا ہوا۔ اور وہین ۱۷۷۸ء میں فوت ہوا +

۲ یہ کیفیت آخر ۱۹ مئی ۱۸۹۸ء کو اس جہان سے چلدیا۔ اس کی مرض موت کی کیفیت اور مختصر سوانح عمری کا بیان صحیح کر دیا جانا شاید نامناسب نہ ہوگا۔ جو حسب ذیل ہیں:-

×××××× ہوئے وہ کئی ہفتون کی عذاب اور تکلیف کے بعد ۱۹ مئی کو پانچ بجے صبح کے وقت اپنے مسکن ہوارڈن واقعہ ویلز مین اس جہان سے چلدیا۔ مرنے سے کچھ عرصہ پہلے غشی اور بیہوشی نے درد اور تکلیف کی مصیبت کو غیر محسوس بنا دیا تھا۔ انگلینڈ کے ڈاکٹرون نے مرض کی تشریح نہیں کی۔ کوئی لکھتا ہے کہ چند برس ہوئے بازار میں سے گزرتے وقت کسی لڑکے نے اونکی آنکھ پر جو انڈا مارا تھا اوس کا زخم بالکل مندمل نہ ہوا تھا۔ اور اب پھر تازہ ہو گیا تھا۔ بعض کا بیان ہے کہ تالو میں ناسور ہو گیا تھا۔ لیکن ہم چند ہفتے ہوئے اس مین اس کی اصل حقیقت لکھ چکے ہیں۔ کہ ناک کی ہڈی بوسیدہ ہو کر گرنی شروع ہو گئی تھی۔ کل قوم نے متوفی کی وفات کو عظیم قومی ذاتی صدمہ کیا ہے۔ خود جلالت مآب قیصرۂ ہند نے خاص قاصد کے ذریعہ تعزیت نامہ ارسال کیا۔ شہزادی ویلز صاحبہ نے (باقی دوسرے صفحہ پر)

حاشیہ نمبر ۳ و ۴ و ۵ کے لیے دیکھو صفحات آئندہ +

اتینہ اور وینس کے ایک امیر نے کونٹ الیکس اورلاف کو دل مین ڈالا تھا۔ اور کونٹ مذکور نے ۱۷۷۰ء مین مقام بیسا (واقع اٹلی) موریا اور روملیا کے عیسائیون سے باضابطہ معاہدہ کیا تھا جس کی رو سے اوس نے اون کو سامان حرب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۷) ۔ اُس سے مرنے سے پہلے تار دیا کہ وہ ہر وقت اوس کے لیئے دعا کرتی رہتی ہین پارلیمنٹ نے سرکاری جلوس سے جنازہ اٹھائے جانے کا فیصلہ کیا ۔ اور تمام اخبارات ماتمی لباس مین شائع ہوئے لیکن اگر بنظر غور دیکھا جائے تو اس وفات سے ملک اور قوم کی اغراض و بہبود کو کوئی ایسا صدمہ یا نقصان نہین پہنچا۔ ہان اس خیال سے کہ یہ پیر مرد بزعم خود اپنے ملک کی سالہا سے دراز تک نہایت اہم خدمت کرتا رہا۔ قوم کا یہ عام ماتم اور اظہار رنج و افسوس بیجا نہین۔

مسٹر گلیڈسٹون کو اس زمانہ کا اعلے درجہ کا مدبر۔ ماہر معاملات مال۔ ادیب و محرر۔ انشا پرداز اور فصیح و بلیغ مقرر اور بنی نوع انسان کا سچا ہمدرد بتایا گیا ہے۔ مگر ان تمام تعریفی خطابون مین صرف ایک اون پر درست آتا ہے۔ وہ بولنے والا غضب کا تھا۔ اور اوس کے پاس ایسا جادو تھا جس سے سب کو مسخر کر لیتا تھا۔ مقرر کے لیئے جو اوصاف اور لوازمات درکار ہین وہ سب اوس مین موجود تھے۔ آواز بلند، گونجدار اور سریلی۔ الفاظ موزون اور شاندار، فقرات کی ترکیب نہایت برجستہ اور روانی ایسی تھی کہ گویا سیلاب امڈا چلا آتا ہے۔ کوئی فرد بشر نہین تھا جو اون کی تقریر کو سن کر اوس وقت مبہوت و حیران نہ رہجائے۔ لیکن بعد مین جب غور کرو تو مطلب بغیر تحقیق خود ستائی اور گول مول پایا جاتا تھا۔ لارڈ میکالی نے اون کے پہلے پولیٹکل رسالہ پر جس مین مذہب اور حکومت کا تعلق ظاہر کیا گیا تھا ۱۸۳۹ء مین ریویو کرتے ہوئے یہی رائے ظاہر کی تھی جو آخری وقت تک درست ثابت ہوتی رہی۔ ۱۸۵۳ء مین متوفی نے بحیثیت وزیر خزانہ پہلی مرتبہ دار العوام مین بجٹ پیش کرتے وقت پانچ گھنٹے مسلسل تقریر کی جس کو سن کر دوست دشمن سب نے اوس وقت یہی رائے ظاہر کی کہ ایسا قابل فنانشیر کوئی نہین گذرا مگر ایک سال نہ گذرنے پایا کہ عام رائے نے اُسے نا قابل ترین وزیر مال ظاہر کیا۔ ۱۸۶۰ء مین فرانس کے تجارتی معاہدہ پر جب اوس نے تقریر کی تو سامعین کا یہی نقشہ تھا ہر کوئی وہ کی زبان پر یہی الفاظ جاری تھے کہ فی زمانہ وہ انگلستان کا لاثانی مدبر ہے۔ مگر تین مہینون کے عرصہ مین ہی اوسکی تجویز کو سخت خطرناک قرار دیا جا کر مسترد کر دیا گیا۔

تدبر کی یہ کیفیت تھی کہ سلطنت انگلشیہ کو خارجی معاملات مین جس قدر اوس کے زمانہ اختیار مین نقصان پہنچا۔ اور کسی وزیر کے وقت مین ویسا نہین ہوا۔ پہلی مرتبہ جب یہ وزیر اعظم ہوئے تو روس نے معاہدہ پیرس کی صریح خلاف ورزی کر کے بحیرہ اسود مین جنگی بیڑہ تیار کر لیا اور ہیوا اور سمرقند کو فتح کر لیا۔ مگر انگلشیہ گورنمنٹ نے کوئی مناسب مزاحمت نہ کی۔ اون کی دوسری دفعہ کی وزارت کے دوران مین پہلا نقصان یہ ہوا کہ افغانستان کی لڑائی پر جو کروڑہا روپیہ اور ہزارہا جانین ضائع ہوئی تھین اون کا کوئی فائدہ نہ اٹھایا گیا۔ بلکہ قندھار سے ایسی بری طرح پیچھے ہٹے کہ روس کو وسط ایشیا مین پیشقدمی کرنے کے لیئے کھلا میدان دیدیا گیا۔ دوسرے ٹرانسوال کو مجوبہ پہاڑی کی شکست سے ڈر کر ایک طرح پوری آزادی دیدی جس کا اب خمیازہ اٹھایا جا رہا ہے۔ گارڈن بھی اسی زمانہ مین مہدیون کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے اور سوڈان کا علاقہ قبضہ سے چھوڑ دیا گیا۔ ایک رفیق سلطنت کے شہر سکندریہ پر بھی انہی دنون (۱۸۸۲ء) گولہ باری کی گئی نتیجہ پر روسیون نے ہماری ایک اور رفیق سلطنت (افغانستان) کے کئی سو آدمی مار ڈالے مگر درگذر کر دی گئی۔ بالآخر لارڈ بیکنسفیلڈ نے معاہدہ روم و روس کے بعد کی پیشقدمی کو (باقی دوسرے صفحہ پر)۔

بہم پہنچانے کا اور اونہوں نے روسی بیڑہ کے یونانی ساحل پر پہنچتے ہی بغاوت کردینے کا اقرار کیا تھا۔ اس مہم کو پہلے کرانسٹاٹ۔ آرکینجل اور ریول میں بیڑے تیار کئے گئے۔ انگلستان نے روس کی اس کارروائی کو پسند ہی نہ کیا بلکہ ہسپانیہ اور

(بقیہ صفحہ ۱۵۸)۔ روکنے کے لئے جو قدرے قلیل انتظام کیا تھا۔ اُسے بالکل درہم برہم کردیا گیا۔ تیسری وزارت (۱۸۸۶ء) میں کیا صرف چند مہینے رہی اور چوتھی وزارت (۱۸۹۲ء تا ۱۸۹۴ء) میں زیادہ تر آئرش مسئلہ کے سلجھانے میں مصروف رہے جس میں ایسی زک اُٹھائی کہ مدبری کے ساتھ اپنی پارٹی (لبرل) کا بھی ستیاناس کردیا۔ مسٹر موصوف کی اعلیٰ ذہانت کو سب تسلیم کرتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی متفق علیہ امر ہے کہ جن معاملات اور تجویزوں میں اُسے کامیابی ہوتی وہ دوسروں کے دماغ کے خیال تھے جن سے اُنہوں نے استفادہ کیا تھا۔ اوسکی بڑی مثالیں اخبارات کو محصول کی معافی اور آئرش کلیسیا کی انگریزی کلیسیا سے علیحدگی ہے۔ اور جو تجاویز خود اوس کے اپنے دماغ سے نکلتی تھیں۔ اون میں اوس کو کبھی کامیابی نہ ہوئی مثلاً آئرش ہوم رول (آئرلینڈ کی خودمختارانہ حکومت کا مسودۂ قانون) جو اوس نے ۱۸۸۶ء اور ۱۸۹۲ء میں دو مرتبہ پیش کیا۔ اور آئرش یونیورسٹی بل جو ۱۸۷۳ء میں پیش کیا گیا۔ اس امر کی میں شہادتیں ہیں۔ ایسی ذہانت ہی جس نے اوسے اعلیٰ علیین تک پہنچایا اوس کو درحقیقت کام کا آدمی نہیں رہنے دیا ہوا تھا۔ وہ اس کر دوسروں کو دھوکہ ہی نہیں دیا کرتا تھا بلکہ خود بھی دھوکہ میں پڑ جاتا تھا۔ اس ذہانت نے اوس کے ضمیر کو موم کی ناک بنا رکھا تھا۔ جو بات دل میں آگئی ہے خواہ کانشنس اُسے ناپسند ہی کیوں نہ کرے ذہن کی رسائی اسکی حمایت میں اسقدر دلیلیں لاکر کھڑی کر دیتی تھی کہ وہ بیچارہ خود فریب میں آجاتا تھا۔

اس کے طرفدار بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ اوس نے اپنے ہاتھوں سے سینکڑوں کو لارڈ اور ڈیوک بنایا مگر خود وہی عامی آدمی یعنی سیدھا سادہ مسٹر رہا جس سے اوسکی طبیعت طینت کی سادگی اور مسکنت پوری پوری ظاہر ہو رہی ہے یہ اونکی غلط فہمی ہے۔ مسٹر ممدوح بھی اپنی نسبت یہی خیال رکھتے تھے لیکن اس سادگی میں ایسا تفاخر اور خود نمائی پنہاں تھی کہ کوئی فخر اور عزت اوس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اور اس مسٹر کے لفظ میں ہی جادو تھا جو مرتے دم تک انگلستان اور سکاٹ لینڈ کی عام پبلک کو متوالی کا گرویدہ بنائے رہا۔ ورنہ جس قدر غلطیاں امور سلطنت میں اُس شخص سے سرزد ہوئی ہیں۔ اگر کسی اور سے اون کا عشر عشیر بھی ظہور میں آتا تو قوم اوس کے نام پر تبرے بھیجتی۔

ولیم ایوارٹ گلیڈسٹون بنی نوع انسان کے ہمدرد تو تھے مگر صرف ترکوں کو ایذا پہنچانے کے لئے یہ ہمدردیاں پر روس اور آسٹریا وغیرہ وغیرہ میں جو کچھ ظلم و ستم ہو رہے ہیں کل دنیا کو معلوم ہیں مگر مسٹر گلیڈسٹون نے اس معاملہ پر کبھی ایک سطر نہ لکھی بلجیم کی افریقن ریاست کانگو میں دیسیوں پر جو مظالم ناگفتنی ہو رہے ہیں۔ اون کو سن کر روح لرز جاتی ہے لیکن مسٹر گلیڈسٹون کے کان پر کبھی جوں تک نہ چلی۔ حال ہی میں ہی کیوبا میں ہسپانیہ والوں نے جو کچھ سختیاں عاجز و بیکس عورتوں اور بچوں پر کی ہیں وہ بچہ بچہ کو معلوم ہیں لیکن اونکی حمایت میں کبھی ایک لفظ اس رحم کے پتلے کے منہ سے نہ نکلا۔ اصل راز یہ ہے کہ مذہبی تعصب نے اُسے حق و باطل میں تمیز کرنے کے قابل نہیں رہنے دیا تھا۔ اس بارہ میں وہ زمانہ وسطیٰ کے کٹر رومن کیتھولک پادریوں کا سچا جانشین تھا۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود ذہانت کے ساتھ ہی خداوند کریم نے اُسے جسمانی چستی بھی اور ہمت و مستعدی کی وافر مقدار عطا کر رکھی تھی۔ سرکاری کاموں سے فارغ ہو کر اس کا باقی وقت باغ کے درختوں کو درست کرنے مشغول [illegible] بوٹیوں کو کاٹنے یا پڑھنے لکھنے میں صرف ہوتا تھا۔ یونان کے قدیم زبان شاعر ہومر کا دلدادہ اور اپنے مذہب اور اوس کے تعصبات پر پختہ اعتقاد رکھتا تھا عیسوی مذہب اور سائنس کے مقابلہ پر ۱۸۸۶ء میں اوس میں اور پروفیسر ہکسلی میں ہنگامہ خیز مباحثہ ہوا (باقی دوسرے صفحہ پر)۔

وینس کی گورنمنٹون کو مطلع کر دیا کہ اگر روسی بیڑہ کو بحیرہ روم میں داخل ہونے سے روکنے کی کوئی کوشش کی گئی تو انگلستان اسکو مخالفانہ فعل تصور کرے گا۔ برعکس اس کے دوراندیش شوآسل نے اپنے بادشاہ لوئی پانزدہم کو بہت سمجھایا کہ ہمیں روسکی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۹) جس میں پروفیسر نے مسٹر نیوکور کے مذہبی توہمات کے خوب پرخچے اڑائے ہیں۔ سب سے بڑی خوبی اوس میں یہ تھی کہ اوس کا چال چلن بالکل بے لوث اور پاکیزہ رہا۔ اور خوش قسمتی سے بیوی بھی فرمانبردار، خلیق، بتواضع اور منتظم ملگئی۔

متوفی ۱۸۹۴ء میں پولیٹیکل لائف سے بالکل الگ ہوگیا تھا مگر مذہبی تعصب نے آرمینیوں کی حمایت کی تحریک میں شریک ہو کر اوسے صاحب فراش ہو جانے کے وقت تک چین نہ لینے دیا۔ سلطنت کو خارجیہ معاملات اور مقاصد کو اوس نے پیچیدہ کردیا ہے کہ زمانوں میں اوس کا نتیجہ ملک ہندوستان کے دنون میں بھی اوس سے سخت نقصان پہنچتا رہا۔ اگر متوفی عوام کو ملغاری مفروضہ مظالم کا شور برپا کر کے ترکون کا مخالف بنا دینے سے لارڈ بیکنسفیلڈ کو مذبذب پالیسی اختیار کرنے پر مجبور نہ کر دیتا۔ تو اول تو ۱۸۷۷ء کا محاربہ روم و روس اور پھر اس غلطی کی بنا پر ۱۸۷۸ء کا محاربہ افغانستان ہی وقوع میں نہ آتا۔ اور لاکھوں بندگان خدا کی جانیں ضائع اور کئی ملک تباہ و برباد نہ ہوتے۔ اور اگر روس پھر بھی فوج کشی کیا چاہتا تو انگلستان اپنی رفیق سلطنت کو ساتھ ملکر اسے ایسا سبق دیتا کہ آج ہم اوس کی چالوں سے بالکل بےفکر ہوتے۔ اسی شورش میں ملک کو اس نادان دوست نے جو کچھ حصہ لیا۔ وہ ابھی کل کی بات ہے۔ توضیح کی ضرورت نہیں کیونکہ ابھی اوس کے کانٹے ایسے ہوئے تھے کہ موجودہ وزارت کو بھی مجبوراً اوسی غلط پالیسی پر چلنا پڑا۔ لیکن اوس کے مرجانے سے لارڈ سالسبری کے لیئے اگر وہ سابقہ غلطیوں کی اصلاح کرنا چاہیں تو بہت کچھ آسانی ہوگئی۔ اور شاید اسی لیئے اس نازک موقعہ پر جب کہ ہماری گورنمنٹ کو ایک مخلص و ہمدرد رفیق کی سخت احتیاج ہے۔ خداوند کریم نے مسٹر گلیڈسٹون کو اس جہان سے اٹھا لیا ہے۔

ایک اینگلو انڈین اخبار ایک مسلمان کی زبانی لکھتا ہے کہ پے در پے دو گلیڈسٹون کا مرجانا ملک کے لیئے اچھا نہیں ہوا۔ دو سرے گلیڈسٹون والا وہ سرسید مرحوم کو قرار دیتا ہے۔ لیکن اگر وہ مسلمان ذرا غور کرنے کی تکلیف گوارا کرتا تو اوسے معلوم ہوجاتا کہ سرسید ایسے حامی قوم و ملت اور اسلام کے جان نثار خادم کے لیئے بعد گلیڈسٹون ایسے متعصب شخص اور اسلام کے جانی دشمن کا دنیا میں چھوڑ رہنا اسلام کے لیئے بہتر نہ تھا۔ اور اسلام اور انگلستان کے اغراض کی یگانگت اور موافقت پہلے کالموں میں ظاہر کی جا چکی ہے۔

متوفی ۲۹ دسمبر ۱۸۰۹ء کو پیدا ہوا تھا۔ ایٹن اور کرائسٹ چرچ اکسفورڈ میں تعلیم پائی۔ اوس کا باپ سر جان گلیڈسٹون لورپول میں تاجر غلہ تھا۔ چوتھا بیٹا تھا۔ ۱۸۳۲ء میں وہ پہلی مرتبہ پارلیمنٹ کا ممبر ہوا۔ اوس وقت وہ ٹوری یعنے کنسرویٹو تھا۔ لبرل پارٹی میں ۵۶ برس کی عمر میں ۱۸۶۵ء میں شریک ہوا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اوس کا لیڈر بن گیا۔ ۱۸۳۹ء میں سر سٹیفین گلین کی بیٹی سے شادی کی۔ ہوارڈن کیسل اس کی بیوی کی ملکیت تھا۔ جو شادی کے بعد مسٹر موصوف کا ملک ہوگیا۔ متوفی کی کوئی پرنانی یا پردادی ہنری سوم شاہ انگلستان کی نسل سے تھی۔ اون کی بیوی کا خاندان بھی نہایت قدیم اور معزز ہے۔ بیوہ کے علاوہ صاحب موصوف چار بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑ گئے ہیں (از اخبار وکیل مورخہ ۲۳ مئی ۱۸۹۸ء) ۔

حاشیہ نمبر ۳ متعلقہ صفحہ ۱۵۷ - یہ نامور مدبر بھی اس سال فوت ہوگیا ہے۔ جس کے (باقی دوسرے صفحہ پر)

بیڑہ کو ضرور غرق کر دینا چاہیئے۔ بالعموم یورپ کی نگاہ میں ہماری عزت صرف اسی طرح سے بحال ہو سکتی ہے مگر حرم سرا کی سیہ کاریوں نے شاہ محمود کو بزدل بھی بنا دیا تھا۔ اُسے اپنے فرزانہ وزیر کی رائے پر چلنے کی جرأت نہ پڑی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۰) مختصر حالات اس موقعہ پر درج کر دیئے جاتے ہیں:۔

جرمنی کا مشہور مدبر ۳۰ جولائی ۱۸۹۸ء کی آدھی رات کو فوت ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا ۱۸۹۸ء اختتام صدی پر نامور کہن سال آدمیوں کی صفائی کرنے کا بیڑہ اٹھا کر آیا ہے۔ گلیڈسٹون تو فقط انگلستان کا بڑا مدبر گنا جاتا تھا مگر متوفی نہیں اپنے ملک کا ہی نہیں بلکہ یورپ بھر میں علامہ زمان مانا جاتا تھا۔ وہ بڑی ہمت و کوشش عقل و فراست استقلال پختگی عزم اور تندی سے جیسی اسنے اپنے ارادوں اور مقاصد میں کامل کامیابی ہوئی۔ ویسی اس صدی کی کسی اور مدبر کو حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اپنے ارادوں کی کامیابی میں کسی اخلاقی تمدنی یا پولیٹیکل رکاوٹ کو حائل نہیں رہنے دیتا تھا۔ اور جہاں اور سب تدبیریں بیکار ثابت ہوں تو وہاں تلوار سے کام لینے سے مطلقاً نہیں جھجکتا تھا۔ یہ اسی سال پیدا ہوا تھا جس سال پرشیا کے جانی دشمن نپولین اعظم کو میدان واٹرلو میں شکست فاش دیکھنی پڑی۔ مگر اس فتح سے بھی جرمنی کی مختلف ریاستوں کا جن میں پرشیا سب سے سربرآوردہ تھی پراگندہ شیرازہ جمع نہ ہو سکا تھا۔ اور ان میں باہمی نفاق سے ہر ایک بدستور کمزور رہی۔

بسمارک نے ابتداء ہی سے پولیٹکس کے میدان میں قدم رکھتے ہی اس نفاق کو دور کرنے کا عزم کر لیا۔ اور جب ۱۸۹۰ء میں عہدہ صدارت سے مستعفی ہوا تو وہ عرصہ کا اس کام کو مکمل کر چکا ہوا تھا۔ وہ یکم اپریل ۱۸۱۵ء کو پیدا ہوا۔ اور یونیورسٹی تعلیم سے فارغ ہو کر چند سال فوجی ملازمت کی ۱۸۴۷ء میں کمیٹی اور پرشیا کے پارلیمنٹ کا ممبر ہوا۔ اس وقت اوس کے خیالات لبرل تھے مگر چند مہینوں میں ہی اوسکی رائے بالکل بدل گئی۔ اور وہ تاج و تخت کا پکا ہوا خواہ اور سخت کنسرویٹیو بن گیا جس سے تمام پبلک اس سے رنجیدہ خاطر ہو گئی۔ مگر اوس نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔ اور ۱۸۷۰ء کی فتح فرانس ہی اپنے ملک کے لوگوں سے خود بخود پرانی رنجش دور ہو گئی۔ اور وہ اوس کے عاشق شیدا ہو گئے۔ ۱۸۴۸ء میں یورپ کے اکثر شہروں میں آزادی پسند لوگوں نے بادشاہوں کی مطلق العنانی سے آزاد ہونیکو لیئے بلوے اور فساد کئے تھے۔ بسمارک نے ان لوگوں کے برخلاف نہایت سختی سے کام لینے کا مشورہ دیا جس سے شاہ پرشیا کی نگاہوں میں اوسکی بہت وقعت ہو گئی۔ ۱۸۵۹ء میں وہ سینٹ پیٹرزبرگ میں سفیر مقرر ہوا۔ اور ۱۸۶۲ء میں وہاں سے پیرس تبدیل کیا گیا۔ مگر اوسی سال بماہ اکتوبر واپس بلا یا جاکر پرشیا کا وزیر اعظم و خارجہ بنا دیا گیا۔ اور اوس وقت سے اوس نے ہمسایہ سلطنتوں اور ریاستوں کو کمزور اور ذلیل کرنے کی کارروائی شروع کر دی۔ وزارت کا چارج لیتے ہی پارلیمنٹ میں جو اوس نے تقریر کی اوس کا ایک فقرہ ہمیشہ کے لیئے ضرب المثل ہو گیا ہے۔ وہ فقرہ یہ ہے "بڑے بڑے مسئلے تقریروں اور کثرت آراء سے منفصل نہیں ہوا کرتے بلکہ فولاد و خون سے۔"

۱۸۶۴ء سے ۱۸۷۱ء تک آسٹریا کو ذلیل کیا۔ فرنچ سلطنت کو بیخ و بن سے اُکھاڑ دیا۔ اور نئی متحدہ جرمنی سلطنت قایم اور ڈنمارک اور فرانس کے کئی صوبے چھین کر یورپ کے نقشہ کو بدل دیا۔ جرمنی کی کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو (باقی دوسرے صفحہ پر)

روسی بیڑہ جس میں بارہ کلان جنگی جہاز۔ بارہ فراگیٹ اور بہت سے باربرداری کے جہاز تھے اور اسپر کئی ہزار فوج سوار تھی ۱۷۶۹ء کے موسم گرما کی انتہا پر کرانشٹاٹ کی بندرگاہ سے بحیرۂ روم کیطرف روانہ ہوا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۱ – فتح کر کے پرشیا کی حدود کو بہت بڑھا دیا۔ اور جرمنی کو جو یورپ کی کمزور ترین سلطنت تھی ہمعصر رہ کی قوی ترین سلطنت بنادیا۔ ۱۸۶۴ء میں اوس نے ڈنمارک پر چڑھائی کر کے اوس سے دو صوبے چھین لیئے۔ اور ۱۸۶۶ء میں آسٹریا پر حملہ کر کے سات ہفتوں ہی میں اوس کا قافیہ تنگ کر دیا۔ اور اوس نے بسمارک کی من مانی شرائط قبول کر کے صلح کر لی۔ اس صلح کے رو سے آسٹریا جرمن ریاستوں کے اتحاد سے علیحدہ کر دیا گیا اور کئی چھوٹی جرمنی ریاستیں پرشیا سے ملحق کر لی گئیں۔ ادہر جنوبی جرمنی کی ریاستوں سے جارحانہ و مدافعانہ اتحاد کر کے اون سب کی افواج کا سپہ سالار جنگ کے وقت شاہ پرشیا کو بنا دیا۔ شاہ پرشیا نے ۱۸۶۷ء میں اوسے کونٹ کا خطاب دیا۔ اور ۱۸۷۱ء میں فرانس کی فتح پر اوسے پرنس کا خطاب عطا کیا گیا۔ ۱۸۷۸ء میں معاہدہ سان سٹیفانو کی ترمیم اور منظوری کے لیئے برلن میں دول یورپ کی جو کانگرس ہوئی تھی۔ اوس کا پریسیڈنٹ بسمارک کو بنایا گیا تھا۔ اور ۱۸۸۴ء و ۱۸۸۵ء میں افریقہ کے معاملات کے متعلق جو کانفرنسیں دول یورپ کی ہوئی تہیں ان میں بھی وہی صدر انجمن تھا۔

پرنس مرحوم روس کو فرانس سے کچھ کم دشمن نہ سمجھتا تھا مگر چونکہ جنگ فرانس میں روس خاموش رہا تھا اوس کے شکریہ میں محاربہ روس و روم میں اوس نے روس کو ڈپلومیٹک امداد بغیر فوجی مدد دینا مناسب خیال کیا مگر جب دیکھا کہ روس کی امنگیں اب حد اعتدال سے بڑہتی جاتی ہیں تو اوس نے قیام امن کے لیئے آسٹریا اور بعد ازاں اٹلی سے اتحاد کر لیا جب تک قیصر ولیم اول زندہ رہا۔ اوس نے پرنس بسمارک کے مشورہ سے کبھی انحراف نہ کیا مگر ۱۸۸۸ء میں جب قیصر حال ولیم ثانی اپنے باپ کی جگہ جو چند مہینوں کی سلطنت کر کے فوت ہو گیا تھا تخت نشین ہوا تو نوجوان قیصر سے مدبر کی جو حکومت کرنے اور اپنی ہر بات کو منوا لینے کا عادی ہو گیا تھا نہ بنی۔ اور وہ ۱۸۹۰ء میں صدارت عظمیٰ سے مستعفی ہو گیا مستعفی ہونے سے بعد چند برسوں تک قیصر سے اوس کا معاملہ بگاڑ رہا۔ مگر ۱۸۹۴ء میں بسمارک کے سخت بیمار ہو کر شفایاب ہو جانے پر دونوں میں صفائی ہو گئی۔ اور گو پرنس بدستور خانہ نشین رہا لیکن قیصر اہم معاملات میں اوس سے مشورہ کر لیا کرتا۔ پرنس بسمارک کیتھولکون اور سوشلسٹون کا بڑا مخالف تھا چنانچہ جنگ فرانس سے پہلے اوس نے کئی رومن کیتھولکون کو قید اور اون کے پیشواون کو ملک سے خارج کر دیا تھا۔ جرمنی کو دور دراز ممالک میں نوآبادیاں قائم کرنے اور اپنی تجارت کو وسیع کرنے کا چسکا بھی پرنس بسمارک نے ہی ڈالا تھا۔

انگریزون کا بیان ہے کہ آمین اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ مگر غالباً کل دنیا اس کے برعکس مشاہدہ کر رہی ہے بعض کا خیال ہے کہ گلیڈسٹون کی طرح وہ بھی ترکون کا دشمن تھا مگر یہ غلط ہے۔ وہ کسی کا دشمن نہ تھا اور اپنے ملک کا دوست تھا۔ اور حسب تقاضے وقت دوسری سلطنتون کا دوست یا دشمن ہوا کرتا تھا۔ ممکن ہو کہ کسی وقت وہ ترکون کا دشمن ہو مگر جب سے اوس نے نوآبادیاں قائم کرنے کی پالیسی اختیار کی تھی۔ وہ ترکون کا دوست اور انگریزون کا دشمن ہو گیا تھا چنانچہ اکثر کا خیال ہے اور غالباً وہ ٹہیک بھی ہے کہ قیصر ولیم ثانی کو شروع شروع میں اسی شخص کی تحریک و مشورہ سے سلطان معظم کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنیکا خیال پیدا ہوا۔ (باقی دوسرے صفحہ پر)

مہم کا اعلے افسر کونٹ الیکسی ارلاف کو مقرر کیا گیا۔ اور وہ سپہ سالار افواج بری اور اعلی امیر البحر روسی بیڑہ متعینہ بحیرہ روم کے دونوں عہدون پر مامور کیا گیا۔ ارلاف کے ماتحت بیڑہ کا کمانڈر امیر البحر سپیریڈوف تھا مگر روسی بیڑہ کے اصل کمانڈر اور رہنما امیر البحر الفنسٹن۔ کپتان گریگ۔ اور لفٹننٹ ڈگڈیل وغیرہ انگریز افسران تھے۔ جو کم و بیش ہر جہاز میں موجود تھے۔ انگلستان نے فقط یہی مدد نہ دی بلکہ بقول جرمن مورخ شلاسر اگر بیڑہ مذکور کو انگلستان کے مقبوضہ بندرگاہوں سے راستہ میں بھی مدد نہ ملتی تو وہ کبھی بحیرہ روم میں نہ پہنچ سکتا۔

مسٹر مرسن گمنسٹ نے اپنی کتاب ''ماڈرن گریس'' (موجودہ یونان) کی جلد دوم میں اس مہم کے مفصل حالات قلم بند کیے ہیں اور بندرگاہ کو ہے انگلستان کے دارالعوام میں سنہ ۱۷۹۱ء میں جو مباحثات ہوئے تھے ان میں بھی مہم مذکور اور انگریزی حمایت و پالیسی کا مفصل ذکر موجود ہے۔ ان مباحثوں میں سلطان و وزیر اعظم کا ایک فرمان بھی پڑھا گیا تھا جس کی نقل آگے درج کر دی گئی ہے۔ دربار روس نے اس مہم کی نسبت بڑی دھوم دھام سے کہیں۔ اور یورپ کے اکثر شعراء اور ادیبوں نے جن کے ساتھ کیتھرائن عموماً خط و کتابت کرتی رہتی تھی زار کیتھرائن کے اوصاف اور اوس کی فتوحات اور کارناموں پر حالانکہ اوس کی بدچلنی اور بے حیائی شہرہ آفاق ہو رہی تھی بڑے لمبے چوڑے قصیدے اور مدحیہ قطعات تحریر کیے جن کی اس کو بہت خوشامد اور حاجت تھی زمانہ حال کے عیسائی مورخین نے بھی سخت طعن و تشنیع کی ہے۔

ترکون کو اب دیگر وسائل و ذرائع سے بیڑہ کی آمد کی افواہیں پہونچنے لگ گئیں مگر ان کو کسی طرح ان کے درست ہونے پر یقین نہیں ہوتا تھا۔ ان کو علم ہی نہ تھا کہ بحیرہ بالٹک اور بحیرہ روم کے درمیان کوئی راستہ بھی ہے۔ اس جہالت عجیبہ پر خود ترکی مورخ وصف آفندی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۱ - پیدا ہوا تھا۔ پرنس پر دو دفعہ قاتلانہ حملے ہوئے۔ ایک دفعہ مئی سنہ ۱۸۷۸ء اور دوسرا ۲ جون سنہ ۱۸۷۸ء کو۔ مگر دونوں میں اسے کوئی صدمہ نہ پہونچا۔ برلن میں ولہم بسمارک عجائب گھر کے نام سے ایک عجائب خانہ بنایا گیا ہے جس میں شاہزادہ مذکور کے کارنامے کے متعلق ہر قسم کی چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔ جرمنی میں اس کی اتنی سوانح عمریاں چھپی ہوئی ہیں کہ اب تک کسی اور شخص کے متعلق اتنی کتابیں کسی ملک میں نہیں لکھی گئیں۔ متوفی کی بیوی دسمبر سنہ ۱۸۹۴ء میں فوت ہو گئی تھی۔ اوس کا پورا نام یہ پرنس اوٹو ایڈورڈ لیوپولڈ بسمارک شونہاسن تھا۔

حاشیہ نمبر ۴ متعلقہ صفحہ ۱۵۷ - پرشیا کو ایک صوبہ کا نام ہے جو برلن سے بجانب شمال بحیرہ بالٹک کے جنوب میں واقع ہے۔ پرنس بسمارک اسی صوبہ میں پیدا ہوا۔

حاشیہ نمبر ۵ متعلقہ صفحہ ۱۵۷ - صوبہ پامیریا کا مشہور شہر جو بحیرہ بالٹک کے جنوب اور پرشیا کے شمال الشرقی حصہ میں اسی نام کی خلیج پر واقع ہے۔ یہ دسویں صدی میں صوبہ ...کا صدر مقام تھا۔ اور یہ صوبہ ۱۲۹۶ء میں پولینڈ کے تصرف میں چلا گیا۔ ۱۳۱۰ء میں شاہ پولینڈ نے اسے جرمن نائٹوں کو دیدیا۔ مگر ۱۴۵۴ء میں پولینڈ والون نے اسے پھر فتح کر لیا چنانچہ جب فریڈرک اعظم نے سنہ ۱۷۷۲ء میں تقسیم کیا تھا تو اوس وقت بھی وہ پولینڈ والوں کے پاس تھا۔ شاہ پرشیا نے سنہ ۱۷۹۳ء میں تصرف کیا مگر ۱۸۰۷ء میں بھی (باقی دوسرے صفحہ پر)

اور حیرت ظاہر کرتا ہی۔ آخر جب سنہ ۱۷۷۰ء کے شروع مین اِس امر کی خبرین پہونچین کہ روسی جہازات یونان کی طرف بڑہے چلے آرہے ہین۔ تو ترکی وزرا نے پہلے سے زیادہ حماقت وجہالت کا ثبوت دیا۔ اونہون نے دربار وینس سے باضابطہ شکایت کی کہ تم نے روسی بیڑہ کو بحیرۂ ایڈریاٹک کے رستہ بحیرۂ روم مین کیون داخل ہونے دیا ہے۔ وان ہیمر اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ویسی ہی جہالت کا ایک اور چشمدید ماجرا اپنی تاریخ مین تحریر کرتا ہے۔ اٹھارہوین صدی کے اخیر مین جب کہ نپولین نے مصر پر قبضہ کر لیا تھا تو یہ مورخ قسطنطنیہ مین موجود تھا۔ اور چونکہ انگریزون کو مصر مین فرانسیسیون کا متصرف ہونا کسیطرح گوارا نہین ہو سکتا تھا۔ اونہون نے ایک زبردست بیڑہ سر سڈنی سمتھ کی زیر کمان فوج کی سرکردگی پر مامور کر دیا تھا۔ سر سڈنی نے اس مسئلہ کے متعلق جب یوسف پاشا وزیر اعظم سے ملاقات کی تو وان ہیمر دونون مین ترجمان تھا۔ سر سڈنی نے کہا کہ بشرط ضرورت ہم ہندوستان سے فوج منگوا کر مصر سے فرانسیسیون کو نکال سکتے ہین۔ اُس وقت وزیر اعظم نے کہا کہ بحیرۂ قلزم کے رستہ ہند سے مصر مین کسیطرح نہین پہونچا جا سکتا۔ یہ امر بالکل ناممکن ہے۔ افسوس اٹھارہوین صدی کے مسلمان اپنے آبا و اجداد کی نسبت کیسے متنزل اور نالائق ہو گئے تھے۔ انہی ترکون کے بزرگ سلطان سلیمان اعظم کے وقت بحیرہ مجمع الجزائر۔ بحیرۂ روم اور بحیرۂ ہند کو چپہ چپہ کر کے پیمائش کرین۔ اور اون کے جغرافیہ اور جہاز رانی کے متعلق بیشمار علمی و عملی رسالے اور کتابین تصنیف کرین۔ اور وہ خود ان سمندرون کے متعلق ایسی باتین بہی نہ جانین جو طفل مکتب کو بہی از بر یاد ہوتی ہین۔

روسی بیڑہ کا پہلا دستہ جس مین صرف تین جنگی اور چند بار برداری کے جہاز تہے۔ فروری سنہ ۱۷۷۰ء کے اخیر مین موریا کے ساحل پر راس ملتبان کے قریب بندر اٹولو پر پہنچا۔ اور اورلاف کے خشکی پر اُترتے ہی اہالی موریا اپنے ترک حکمرانون کے برخلاف بڑی تندی تیزی سے اٹھ کھڑے ہو گئے۔ اور یونان کے باقی حصون سے بہی بیشمار عیسائی اون کے ساتھ شامل ہو گئے۔ مگر آورلاف کے پاس بقدر فوج بہی نہ تھی کہ وہ ان وحشی کوہستانیون مین ذرہ بہر بہی نظام یا ترتیب قائم رکھ سکے۔ ان انسانی حیوانون نے دیہات و بے پناہ شہرون کے مسلمان باشندون پر یکبارگی حملہ آور ہو کر جہان کہین انہین پایا بیدریغ تہ تیغ کر دیا۔ اور اون کی عورتون اور بچون پر ایسی قبیح و مکروہ جبر و ستم کئے کہ عیسائی مورخ تک اونکا ذکر کرتے ہوئے ان بدخصالون پر نفرین بہیجتے ہین۔ صوبہ مینا کے صدر مقام مستیرا مین ان شیطانون نے خاص کر خوب دل کھول کر اپنے بخار نکالے۔ وہان چار سو ترک کمال سنگدلی سے قتل کئے گئے۔ اور اون کے معصوم بچون کو ماون کی چھاتیون سے چھین کر مسجدون کے مینارون سے نیچے ٹپک دیا گیا۔ بمقام آرکیدیا انکی گیریسن نے روسی جنرل ڈولگورکی کے اقرار پر بھروسہ کر کے بوعدۂ امان ہتہیار ڈال دیئے۔ ہتہیار رکھنے کی دیر تھی کہ جنرل مذکور کے یونانی ہمراہیون نے اون سب کو ہلاک کر ڈالا اور شہر کو جلا کر زمین کے ساتھ ہموار کر دیا۔ بڑے شہرون مین چونکہ وہان مضبوط قلعے اور فصیلین موجود ہین۔ یونانی قزاقون اور روسی حملہ آورون کی کوئی پیش نہ گئی اور ترکون نے اونکے حملون کو بآسانی پسپا کر دیا۔ اور روسی سپہ سالار کو مودون اور کورون کے محاصرہ سے دست بردار ہونا پڑا۔ اس اثنا مین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۳) - روس اور سیکسنی کے معزول شاہ پولنڈ سٹانسلاس کے ساتھ لڑائی کرتے وقت اسی وقت فتح کیا تھا۔ نپولین نے سنہ ۱۸۰۷ء مین فتح کیا۔ مگر سنہ ۱۸۱۳ء مین وہ پھر روسیا کے تصرف مین چلا گیا۔ اسکی آبادی ایک لاکھ سے متجاوز ہے۔ اور دریاے وسٹولا کے قریب واقع ہے جس کی طغیانی سے سنہ ۱۸۲۹ء مین اسکو سخت نقصان پہونچا تھا۔ یہ خوب قلعہ بند مقام ہے۔ مؤلف۔

ترکی افسروں نے شمالی علاقہ سے البانوی سپاہ کی کمک منگوالی تھی۔ اور ۱۸ اپریل کو بمقام ٹرپولٹسزا کے قریب روسی یونانی فوج کا ترکوں سے مقابلہ ہوا۔ یونانیوں کو فتح کا اسقدر یقین ہو رہا تھا کہ وہ اپنی عورتوں کو بھی ساتھ لائے ہوئے تھے۔ اور مسلمانوں کے مال و اسباب اور غنیمت کو بھرکر لیجانے کیلئے ہر ایک کے پاس دو دو چار چار بوریاں موجود تھیں لیکن انکی سرمستی جلد دور ہوگئی۔ انہیں فاحش شکست ہوئی۔ اور ترکوں نے انہیں تعاقب کرکے ہزاروں بھگوڑوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد کونٹ اورلاف نے چند مرتبہ بڑے لمبے چوڑے اشتہار شائع کرکے یونانیوں کو اتالی والبانیا ومالڈیویا کی منقلبدی کی نصیحت کی جن کی نسبت اوس نے بیان کیا کہ دس لاکھ کی تعداد میں اپنے مذہب کی حمایت اور ملک کی آزادی کیلئے شمشیر بکف اٹھکر ترکوں کے برخلاف کھڑے ہوئے ہیں مگر یہ سب نمائشی کارروائی تھی۔ اوسے یہ یقین ہوچکا تھا کہ یونان میں اب کوئی بات نہیں بن سکتی چنانچہ وہ بکمال بے رحمی یونانیوں کو اپنے اعمال کی پاداش بھگتنے کیلئے تنہا چھوڑ کر مئی کے اخیر میں اپنی فوج سمیت جہازوں پر سوار ہوگیا۔ اور ترکی سرعسکر معین زادہ کو جس نے بمقام ٹرپولٹسزا اوسے شکست دی تھی فاتح موریا کا خطاب ملگیا۔

مگر روسی بیڑہ سنہ ۱۷۷۰ء تک ساحل موریا پر موجود رہا۔ اور سمندر میں روسیوں کو خشکی کی نسبت زیادہ کامیابی حاصل ہوئی کیونکہ بحری کارروائیوں کا انتظام وعمل انگریز افسروں کے سپرد تھا۔

۷ جولائی کو اورلاف کے بیڑہ کی جزیرہ ساقز کے قریب ترکی بیڑہ سے مڈبھیڑ ہوئی۔ سلطان مصطفیٰ نے تخت نشینی کے بعد سے اپنی بحری طاقت کی درستی پر خاص توجہ مبذول رکھی تھی۔ اور یہ اسی توجہ کی طفیل تھا کہ ترکی امیرالبحر حسام الدین کے زیر کمان اوس وقت دوکارویٹ، چند برگینٹائن، پانچ زیبق اور آٹھ گیلی اور سولہ جنگی جہاز موجود تھے۔ انہیں سے ایک جہاز پر ۹۶ ایک پر ۸۴ چار پر ۷۴-۷۰، ایک پر ۶۶، ایک پر ۶۰ اور چند پر ۵۰ و ۴۰ توپیں تھیں۔ روسی بیڑہ میں آٹھ بڑے اور سات چھوٹے جہاز تھے۔ لڑائی میں ترکی بیڑہ کو شکست ہوئی۔ مگر ایک عثمانیہ امیرالبحر حسن الجزائری کی بہادری و شجاعت مدتوں ہمیشہ کیلئے یادگار رہیگی۔ یہ نامور سردار ایران میں پیدا ہوا تھا۔ اور ابھی بچہ ہی تھا کہ قزاقوں نے اوسے پکڑکر بطور غلام فروخت کر دیا۔ جوان ہونے پر وہ پہلے ملاح ہوا پھر سپاہی بنا۔ جہازرانی بحری قزاقی کی اور رفتہ رفتہ الجزائری بیڑوں میں اسقدر شہرت و ناموری حاصل کی کہ الجزائر کے بندرگاہ کا امیرالبحر مقرر کر دیا گیا مگر وہاں کے ڈے (موروثی گورنر جنرل) سے نزاع ہو جانے پر اوس نے الجزائر سے بھاگ کر اٹلی میں پناہ حاصل کی وہاں سے وہ قسطنطنیہ پہونچگیا۔ جہاں رغب پاشا کی اوسپر خاص نظر عنایت ہوگئی۔ جنگ ساقز میں اعلیٰ امیرالبحر حسام الدین صاحب تو اپنے جہاز کو غنیم کے بیڑہ سے فاصلہ پر کھڑا کرکے چپکے تماشا دیکھتے رہے۔ مگر اس جوانمرد نے اپنے جہاز کو بڑھاکر روسی امیرالبحر کے جہاز سے بھڑا دیا۔ اور جب تک دشمنوں کی فتح توپوں سے دونوں جہازوں کو آگ نہ لگ گئی۔ اور وہ ایکساتھ نہ اڑگئے غنیم سے دست بدست لڑائی کرتا رہا۔ ... جہاز کے اڑنے سے جس میں اون کو سات سو آدمی ہلاک ہوئے بہلو ہی کشتیوں پر سوار ہوکر جہاز سے بھاگ گئے مگر یہ بہادر آخری وقت تک اپنے جہاز کے تختہ پر کھڑا رہا۔ اور گو جہاز کے پھٹنے سے وہ سخت مجروح ہوگیا مگر تیرتا ہوا ساحل پر پہونچگیا۔ اور خداوند کریم کے فضل وکرم سے جان بر ہوگیا۔ ترکی جہازات نے جزیرہ ساقز کے بندر چشمہ میں جس کا پرانا نام سیسس ہے پناہ جالی۔ روسی بیڑہ نے سنہ ۱۷۷۰ء قبل مسیح میں اسی جگہ شاہ انٹی اوکس اعظم کو شکست دی تھی انگریز

افسرون نے جب دیکھا کہ یہ جہاز ایک نہایت تنگ خلیج مین کھچا کھچ بھرے پڑے ہین تو اونہون نے اوپر اسی موقعہ پر حملہ کر کے اون کو آگ لگانے کا ارادہ کر لیا۔ اور یوم جنگ سے بعد کی پہلی ہی رات کو اسپر عمل پیرا بھی کر دیا۔ اور اپنے منصوبہ مین کامل کامیابی حاصل کی۔ الفنسٹن نے ترکی جہازات کو باہر نکلنے کے رستہ کی ناکہ بندی کر لی۔ گریگ نے گولہ باری کو اپنی تحویل مین لیا۔ اور لفٹنٹ ڈگڈیل کو غنیم کے بیڑہ کو آگ لگانے کے لیئے آتشین جہاز راس تک پہنچانے کا خطرناک کام سپرد کیا گیا۔ عین روانگی کے وقت وہ روسی ناخدا جو ڈگڈیل کے ساتھ آتشین جہاز پر تہے اوسے اکیلا چھوڑ کر سمندر مین کود پڑے۔ اور تیر کر دوسرے جہازون کو واپس آ گئے جسپر ڈگڈیل تن تنہا اس خطرناک جہاز کو چلاتا ہوا آگے لیگیا۔ اور ایک ترکی جہاز کو آگ لگا دی جس کی شعلون سے باقیماندہ جہازون کو بہی چشم زدن مین آگ لگ گئی۔ کل ترکی بیڑہ سے صرف ایک جہاز پچاس توپون والا۔ اور پانچ زہین جلنے سے محفوظ رہی جن کو روسیون نے پکڑ لیا۔ بعد ازان چشمہ۔ اوس کے قلعہ۔ باتریون اور توپون پر بھی تصرف کر لیا گیا۔

یہ فتح محض انگریز افسرون کی لیاقت اور جانبازی سے حاصل ہوئی تھی۔ مگر اس کا صلہ اور معاوضہ نالائق آورلاف کو ملا جس کی نااہلیت نے کئی دفعہ روسی بیڑہ کو معرض خطرہ وہلاکت مین ڈالدیا تھا۔ کونٹ مذکور کو چشمسکی (فاتح چشمہ) کا خطاب دیا گیا۔ اوس کے لیئے روسی دارالخلافہ مین عالیشان محل تعمیر کیا گیا۔ اور زارینہ کے شاہی باغات مین اس فتح کی یادگار مین ایک ستون جہاز کے انگو سرے کی شکل کا نصب کیا گیا۔ جو فضول یادگار ایک محض بے نتیجہ فتح کی تھی۔ انگریزی امیر البحر الفنسٹن نے جنگ چشمہ کے بعد فی الفور ڈارڈونیلز مین سے گذر کر قسطنطنیہ پر گولہ باری جاری کرنے کی تجویز پیش کی۔ اور اسپر بڑا زور دیا۔ اور ظن غالب ہے کہ اگر کبھی ایسا کر گذرتے تو وہ اپنے مدعا مین کامیاب ہو جاتے۔ آبنائے مذکور اور خود پایہ تخت کے قلعے بالکل غیر مستحکم اور کس مپرسی کی حالت مین پڑے ہوئے تھے۔ اور چشمہ کی فتح سے قسطنطنیہ مین کچھ کم گھبراہٹ نہین پھیل رہی تھی۔ جو ڈارڈونیلز مین روسی بیڑہ کے داخل ہو جانے سے اور بڑہ جاتی۔ مگر اورلاف کو جرأت نہ پڑی۔ اور اوس نے پندرہ دن آبنائے کے دہانہ کے قریب بیفائدہ گشت کرتے ہوے قیمتی وقت اور موقعہ ہاتھ سے کہو دیا۔ اور برعکس اوس کے سلطان مصطفی نے اس غفلت اور سستی سے پورا فائدہ اٹھا لیا۔ بیرن ڈی ٹاٹ

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۶۵۔ لہ یہ بادشاہ سیلیوکس کالی نکیس کا بیٹا تہا۔ اور اپنے بہائی سلیکس کیرانس کے بعد ۲۲۲ قبل مسیح مین شام کا بادشاہ ہوا تہا۔ ٹولمی فیلوپیٹر شاہ مصر نے شکست کہا کر اوس کی صوبجات فلسطین اور کولیسیریا فاتح کے سپرد کر دیئے۔ بعد ازان اوس نے ہندوستان پر چڑہائی کر کے بہت فتوحات حاصل کین کہ عظیم کے لقب سے ملقب ہو گیا۔ فیلوپیٹر کے مرنے پر صوبجات منصوبہ کو بھی پھر فتح کر کے ایشیا کے حصہ کثیر پر متصرف ہو گیا۔ اسپر یونانیون نے رومنون سے مدد طلب کی۔ اور کارتہیج کے سپہ سالار نے رومنون کی برخلاف انٹیوکس سے۔ رومن کی جمہوری ریاست اور شاہ مذکور مین پہلے تو سفارتی کارروائی ہوتی رہی آخر لڑائی شروع ہو گئی جس مین سے ہزیمت یاب ہو کر سخت ذلیل شرائط پر صلح کر لی۔ وہ مندر واقعہ الیماس کو لوٹنے کی کوشش مین ۱۸۷ قبل مسیح مین قتل کر دیا گیا۔ یہ اسکندر اعظم کے جرنیل سیلیوکس کی نسل سے تہا جس نے بابل اور شام مین زبردست سلطنت قائم کر لی تہی ٭

(مؤلف)

نے اس مبارک موقعہ پر اپنی خدمات سلطان کو پیش کیں۔ اور اوس نے اونہیں بخوشی منظور کرکے مالڈوانجی کے ہمراہ جو وزارت سے واپس ہوکر گورتیوب کو واپس بلایا گیا ہوا تھا۔ آستنے وارڈنیلز کو بھیجدیا۔ فرانسیسی تاجروں نے جسقدر جہاز رساز قسطنطنیہ میں بلائے تھے۔ اون کو سواحل پر قلعوں اور باتریاں تیار کرنے پر لگا دیا گیا۔ خود اونہیں جہازوں میں سے چند کو اوس نے آتشین جہاز بنا دیا۔ تریخ ملاح باتریوں پر اور فرنچ ٹیچ توپوں کی گاڑیاں بنانے پر لگا دیئے گئے۔ الغرض کمال جد و جہد سے اوس نے تھوڑے دنوں میں آبنائے دارڈنیلز کے دہانہ پر بالتقابل چار نئی باتریاں (جن میں سے دو یورپی ساحل پر اور دو ایشیائی ساحل پر بنائی گئی تھیں) تیار کر دیں جن کی دو طرفہ گولہ باری سے مخالف جہاز کے لیئے آبنا سے گذرنا محال ہوگیا۔ اودہر مالڈوانجی نے روسیوں کو دہوکہ دینے کے لیئے قلعوں کی پرانی دیواروں کو قلعی پھیر کر خوب چمکا دیا۔ اور انکی ظاہری شکل ہوا ایسا معلوم ہونے لگ گیا کہ یہ دیواریں ابھی بنائی گئی ہیں۔ یا انکی از سرِ نو تجدید کیگئی ہے۔

اس کارروائی سے تو وزیر کی دانشمندی تو واضح ہو رہی ہے۔ مگر ساتھ ہی میرن ڈی ٹاٹ کی مناسب موقعہ کی آمد کارروائی اور مستعدی کے مقابلہ پر صاف ثابت ہورہا ہے کہ اوس دانشمندی سے عملی طور پر کام لیا گیا۔ اوس وقت قسطنطنیہ کے بندرگاہ میں تقریبا دو سو یورپین تجارتی جہاز موجود تھے جنکی باتریوں کے پیچھے باربرداروں کو حاصل کیا گیا۔ جب حفاظت کا انتظام مکمل ہو چکا تو اوس وقت بیڑہ قوت آور لاٹ نے دارڈنیلز میں داخل ہونے کی کوشش کی مگر شہر کی ٹھاکر پیچھے ہٹ گیا۔ اور جزیرہ لمنوس پر حملہ آور ہوکر اوس کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ ساٹھ دن کے محاصرہ کے بعد ترکی محصور فوج نے ہتھیار ڈالدینے پر رضامندی ظاہر کی۔ بلکہ بقول بعض مورخوں کے شرائط اطاعت کا مسودہ تیار اور اونکی تعمیل و ایفا کی ضمانت میں محاصرین کو یرغمال دیئے جا چکے تھے۔ کہ حسن پاشا الجزائری کی بےنظیر جسارت و شجاعت نے لمنوس کو بچا لیا۔ اور آور لاٹ کو اوس کے شکار سے محروم کرکے بحال پریشان بھگا دیا۔ جنگ ساوٴ کے بعد حسن اپنی جراحتوں کی مرہم پٹی کرانے کیلیئے قسطنطنیہ چلا گیا تھا۔ چلنے پھرنے کی طاقت پیدا ہوتے ہی وہ سیدھے وزیر اعظم سے ملا اور اوس کہا کہ لمنوس سے میں محاصرہ اٹھا دیتا ہوں۔ اوس نے وزیر سے کوئی فوج۔ جہاز یا توپخانہ طلب نہ کیا۔ بلکہ صرف شہر کے باشندوں سے مجاہدین جمع کرنے کی اجازت۔ اونکو لیئے تلوار و پستول اور اون کو لمنوس تک پہونچانے کیلیئے چند ملکوں سے جہاز مانگے۔ اور کہا کہ آپکے چار ہزار مجاہدین سے میں جزیرہ کو دشمن کی دستبرد سے بچا لونگا۔

وزیر نے اسکی درخواست قبول کرلی۔ اور چونکہ ہر طبقہ کے مسلمانوں میں حسن کی شجاعت کی دہاک بندھی ہوئی تھی۔ پایہ تخت کے پر جوش مسلمان اپسے بہادر کی زیر کمان کفار سے غزا کرنیکے لیئے بخوشی تمام اوس کے پاس جمع ہوگئے۔ جنرل ڈی ٹاٹ کو جب اس معاملہ کی خبر ہوئی تو اوس نے وزیر کو اس مہم کے روکدینے کی صلاح دیکر کہا کہ یہ کارروائی بالکل مجنونانہ اور کل آداب حرب و قواعد جنگ کے برخلاف ہے۔ بےتعلیم قواعد دان اور نیم مسلح انبوہ خود دشمن کا شکار ہو جانے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکیگا۔ وزیر نے جواب دیا کہ میں خود حسن کی تجویز کو بیہودہ سمجھتا ہوں۔ مگر پھر بھی یہ فائدہ سے خالی نہیں۔ اگر یہ مہم کامیاب ہوگئی تو لمنوس بچ گیا۔ اور اگر اسمیں ناکامی ہوئی تو قسطنطنیہ کی چار ہزار شہدوں اور مفسدوں سے مخلصی ہو جائے گی۔" بہرحال واقعات نے ثابت کر دیا

کہ الجزائری ناخدا و دریا دربیرن دونون سے بہتر جانتا تھا کہ ایسا کام کس طرح سے کیا جانا چاہیے۔ محاصرین کو اوس کی آمد کی خبر مطلقا
نہ ہونے دیکر حسن پانچ چار ہزار جانبازون سمیت لنوس کی مشرقی جانب خشکی پر اوترا۔ اور دس اکتوبر ۱۷۷۰ء کو علی الصباح تلوار و بندوق لیکر
لیے اورلاف کے کیمپ پر اچانک دھاوا کر کے کیمپ کی خندقون اور مورچون مین جس قدر روسی گولنداز سپاہی اور توپچی تھے
اون کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جسپر بقیۃ السیف سراسیمہ وار اپنے جہازون کو بھاگ گئے۔ اور اون پر سوار ہو کر لنوس سے چلدیے
اس کارنمایان کے صلہ مین حسن ترکی کی پچی کھچی بحری فوج کا اعلیٰ کمانڈر بنا دیا گیا۔ اور چند دن بعد اسنے اسی جزیرہ کے
جنوبی ساحل کے بندرگاہ مودیروس کے قریب اورلاف کے جہازات سے سخت معرکہ آرائی کی جسمین فریقین نے فتح ہونیکا شور
کیا۔ مگر بقول وان ہامر یہ صاف ظاہر ہے کہ غلبہ ترکون کو رہا۔ کیونکہ اس لڑائی کے بعد اورلاف بحیرہ مجمع الجزائر سے چلتا ہوا۔ اور
جانے سے پہلے اوس نے حسن کے مطالبہ پر وہ پرتغال جو لنوس کے محصورین نے بھیجے تھے ترکی امیر البحر کے حوالہ کر دیے تھے۔ روسی
بیڑہ نے بعد ازان بحیرۂ روم مین کوئی بڑا کام نہ دیا۔ البتہ اوسنے ایک یونانی جزیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اور جب تک تجاریہ قائم رہا
ترکی تجارتی جہازون پر تاخت و تاراج کرتا اور قسطنطنیہ اور ٹرکی کے بحری صوبجات کو رسد پہنچنے مین مخل ہوتا رہا۔ آدر لاف نے
بابعالی کے برخلاف مصر اور عکہ کے خودسر گورنران علی بک اور ضاہر پاشا سے کام لینے کی بھی بہت کوشش کی۔ اوس نے علی بک سے اتحاد کا
معاہدہ کر کے اوس کو سامان جنگ سے مدد پہنچائی۔ اور بک مذکور نے ضاہر کی امداد سے والی دمشق کو شکست دیکر شام پر قبضہ
کر لیا۔ مگر اس محکوم کو جلد اپنے اعمال کی سزا ملگئی۔ وہ روسی امداد سے ایشیائے کوچک پر حملہ کرنے کی تیاریان کر رہا تھا کہ اوس کا بہنوئی
ابو ذہاب اس سے بگڑ گیا۔ اور آخر الذکر نے بمین قاہرہ کی فصیل کے نیچے غدار کو فاش شکست دیکر بھگا دیا۔ اور اوس نے عکہ کے پاشا
کے پاس جس کو بھی روسیون نے اسلحہ و سپاہ سے مدد دی تھی پناہ حاصل کی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد عثمان پاشا گورنر دمشق نے درزیون
کو ہمراہ لیکر ضاہر پر چڑھائی کی۔ اور فریقین مین سمندر کے ساحل کے قریب معرکہ آرائی ہوئی جس سے ایک روسی جنگی جہاز ضاہر کو
مدد پہنچانے کے قابل ہو گیا۔ اور اوس نے ترکی فوج پر گولہ باری شروع کر دی۔ درزی بھاگ گئے اور میدان باغیون کے ہاتھ
مین رہا۔ بعد ازان روسی بیڑہ نے بیروت پر گولہ باری کی۔ اور اوس کے تین سو مکانات جلا دیے۔ اس سے فارغ ہو کر متحدین نے
یافا پر یورش کی۔ اور وہان کی فوج نے کچھ عرصہ تک شجاعانہ مدافعت کرنے کے بعد فروری ۱۷۷۳ء مین ہتھیار ڈالدیے۔ اپنے رفقا
کی ان کامیابیون سے علی بک کا اور بھی حوصلہ بڑھ گیا۔ اور اوس نے مصر واپس جانیکا ارادہ کر لیا۔ جو شروع اپریل مین مصر سے
چند خطوط کے موصول ہونے پر بالکل پختہ ہو گیا۔ ان خطوط پر اوس کے چند دوستون کے دستخط تھے۔ اور اون مین لکھا تھا کہ نویسندگان
ابو ذہاب اور ابن سہیل کی سخت گیری سے تنگ آگئے ہین۔ اور اوس کو حکومت سے بیدخل کر دینے کے لیے صرف علی بک کی واپسی کا انتظار
کر رہے ہین۔ روسیون نے اوسے زبردست کمک دینے کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ مگر ان خطوط کو پڑھتے ہی وہ اس کمک کے پہونچنے تک بھی
صبر نہ کر سکا۔ اور اپنے معدودے چند مملوک ہمراہیون۔ چار سو روسیون (جو پہلے ہی اس کے پاس موجود تھے) اور پندرہ سو
صفدی سپاہیون کو لیکر جو ضاہر کے بیٹے عثمان کی زیر کمان تھے مصر کی طرف چلدیا۔ اوسے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ خط جعلی ہین اور

اوس کے دشمن نے اوسکو قابو کرنے کے لیئے یہ جال پھیلایا ہے۔

چنانچہ وہ اوس صحرا مین جو غزا کو مصر سے جدا کرتا ہے داخل ہی ہوا تھا کہ قصبہ ساحلیہ کے قریب ایک ہزار چیدہ مملوک شہ سوار پیام اجل کیطرح اوس کے سر پر آپہونچے یہ رسالہ نوجوان مصری مملوک مراد بیگ کی زیر کمان تہا۔ یہ شخص علی بیگ کی بیوی پر عاشق ہوگیا تہا۔ ابو ذہب نے اس شرط پر اسے اوسکی معشوقہ دینے کا وعدہ کیا تہا کہ وہ علی بیگ کا سر کاٹ کر لے آئے یہ گرد کو دیکھتے ہی اپنے سوار لیکر بجلی کیطرح علی بیگ اور اوسکی فوج کے سر پر پہنچگیا جس کے پاؤن اس ناگہانی حملہ سے ڈگمگا گئے اور بھاگ کھڑی ہوگئی۔ اس افراتفری مین مراد خوش نصیبی سے علی بیگ سے دوچار ہوگیا جس کو اوس نے بضرب شمشیر مجروح کر کے گرفتار کر لیا۔ اور ابو ذہب کے پاس جو چند ساعت پیدل کے فاصلہ پر خیمہ زن تھا لیگیا۔ اوس نے بظاہر علی بیگ کی بہت خاطر و مدارات کی اور اوس کو ایک علیحدہ پرتکلف خیمہ مین فروکش کیا۔ مگر وہ تیسرے ہی دن بقول بعض زخم کی وجہ سے اور بقول دیگر زہر دیئے جانے سے فوت ہوگیا۔ اور ٹرکی کا ایک نہ یہ زبردست دشمن معدوم ہوگیا۔ چار افسرون کو سوا باقی کل روسی لڑائی مین کام آگئے ۔۔ یہ چارون افسر علی بیگ کا سر تاج کر نسے اپنی فرمانبرداری کی اظہار کیلئے قسطنطنیہ بہیجدیئے۔

اس محاربہ مین جو ۱۷۶۸ء سے ۱۷۷۴ء تک روسی عروج اور جہازات نے جنوبی مجمع الجزائر بحیرہ روم اور اوس کے ساحل پر جو کارروائی کی وہ اوپر مذکور ہوچکی ہے اس سے ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ ان نواح مین روسی اپنے مقاصد مین بالکل ناکام رہے۔ مگر فریقین کی قسمت کا فیصلہ ادہر نہین ہوا اور اس لڑائی کا نتیجہ یہ جو دونون سلطنتون کے قدرتی میدان جنگ یعنی متصرکہ سرحد پر ہی منحصر تہا۔ اور وہان افسوس ۱۷۶۸ء کیطرح ۱۷۶۹ء مین بھی لڑائی کا پانسہ ترکون کی خلاف پڑتا رہا۔ محاربہ کا افتتاح دوسرے برس کے شروع مین صوبہ مالڈیویا مین ہوا۔ اہالی مالڈیویا اور والیشیا کی غداری کا اوپر مفصل ذکر ہوچکا ہے۔ انہون نے کیتھرائن کو پیغام بہیجا تہا کہ اگر بشرطیکہ وہ اپنے ملک کی کلید تصور کرتے تھے۔ اون کے قبضہ مین دیدیا جائے تو وہ نقد امداد کے علاوہ دس ہزار سپاہی بھی زار کی خدمت مین پیش کردین گے۔ مگر ایک عیسائی جو صوبہ کراجہ داغ کا گورنر تہا وفاداری پر ثابت قدم رہا تہا۔ اور اسی کے صلہ مین سلطان نے والیشیا کو گورنر جنرل کا خطاب عطا کر دیا تہا۔ اوس نے ۱۷۶۹ء مین بخارسٹ پر حملہ آور ہوکر روسی جرنیل رامونٹن کو بھرسیا مین ہٹا دیا لیکن یہ فتوحات چند روزہ ثابت ہوئین۔ روسی جنرل رومانزوف نے اپنی جمعیت درست کرکے جلد جارحانہ کارروائی شروع کر دی۔ اور مقامات ٹورنادول گرگیو وغیرہ پر اور کراجہ داغ کو فتح کرکے ترکون کو ڈینیوب کے کنارے پر ہٹا دیا۔ اور بخارسٹ دبا لیا مین روسی نگرانی و حمایت مین ہر دو صوبجات کی انتظام کیلئے کونسلین مقرر کرد... اس جنگی نبرد کے دوران مین ان صوبون کے احسان فراموش باشندون کو ترکی حکومت کی قدر اچھی طرح معلوم ہوگئی۔ یہ درست ہے کہ ان چار برسون مین اون کو جزیہ نہ دینا پڑا۔ مگر ننگ و ناموس اور مال و جائداد کی بربادی کے علاوہ اون کو اور اسقدر ٹیکس دینے پڑے کہ جزیہ کی مقدار اونکے سامنے بالکل ہیچ تھی۔

رومانزوف کو فتوحات جلیل پاشا سر عسکر وزیر اعظم کے میدان جنگ مین پہونچنے سے پہلے حاصل ہوئی تہین جس نے کہ ...

اوس نے شکست دیکر بھگا دیا تہا۔ رہ خلیل کی فوج کو دریائے ڈنیوب کی کنارہ پر جا لیں۔ آخر خلیل پاشا بھی کرطل کے قریب غنیم کو بالمقابل پہونچگیا۔ وزیر کے پاس تیس ہزار باقاعدہ فوج تھی۔ اوس کو لیکر وہ روسی کیمپ کے مقابل ایک محفوظ مقام پر خیمہ زن ہوگیا اور اپنے کیمپ کو گرد خندقین اور مورچے تیار کرلیے۔ تاتاری بیقاعدہ فوج جو شمار مین پچاس ہزار کے قریب اور نئے خان قپلان گیرائی کے زیر کمان تھی دوسری طرف جمع ہوئی۔

روما نزف کی فوج کے حوصلے متواتر ظفریابی سے بہت بڑہے ہوئے تہے اور جنرل مذکور کو یہ خوبی معلوم تہا کہ سابقہ ہزیمتون سے اوس کے مخالفون کے لشکر مین بہت بیدلی اور ناراضی پھیلی ہوئی ہے۔ اوس نے اپنی فوج کو تین دستون مین مرتب کرکے بتاریخ یکم اگست سنہ ۱۷۷۰ء وزیر کے کیمپ پر دھاوا کردیا۔ اور ترکون کو بھگا کر باسانی اوسپر متصرف ہوگیا۔ یہان بیشمار زر دولت اور بے انتہا سامان حرب و خوراک اور کل توپخانہ جس مین ۱۴۰ توپین تہین ہاتھ لگا۔ ترک چونکہ حیرت انگیز تعجیل اور جلدبازی سے بہاگے تھے۔ اون کے آدمی تہوڑے ہی قتل ہوئے۔ ڈنیوب کی جنوبی کنارہ پر پہونچکر وزیر نے اپنی ہزیمت خوردہ فوج کا کچھ حصّہ جمع کرلیا۔ اور خان کریمیا نے دوبرو ونشا اور بیسربیا کے ترکی قلعون کی حفاظت کا انتظام اپنے ذمے لیا۔ مگر قپلان بھی اپنے متقدم دولت گیرائی کیطرح ناقابل شخص تہا۔

مذکورہ صدر قلعے یکے بعد دیگرے روسیون کے قبضہ مین آنے شروع ہوگئے تلیہ۔ اکرمان اور اسمعیل نے تہوڑے تہوڑے محاصرون کو بعد اطاعت قبول کرلی۔ البتہ صوبہ بیسربیا کے مشہور قصبہ بندر کے تاتاری باشندون نے کمال دلاوری اور استقلال سے مقابلہ کیا۔ روسیون کو اوس کا دو مہینے محاصرہ رکھنا پڑا۔ اور جب بتاریخ ۷ ستمبر سنہ ۱۷۷۰ء اونہون نے آخری حملہ کیا تو گو رات کی تاریکی اور ترکی سنتریون کی غفلت سے وہ بالکل بیخبر دیوارون پر چڑہ جانے مین کامیاب ہوگئے۔ مگر پہر بھی بازارون اور گلیون مین برابر دس گہنٹے نہایت سختی اور تندی کے ساتھ فریقین مین نبرد آزمائی ہوتی رہی۔ اور جب تک آبادی کا دو تہائی حصّہ لڑائی مین قتل نہ ہوگیا روسی شہر کو فتح نہ کرسکے۔ خود روسیون کا بھی اسقدر نقصان ہوا کہ زارینہ نے فاتح جنرل کونٹ پانین کو آئندہ کے لیے ہدایت کردی کہ اتنے نقصان کے ساتھ کسی ایسے شہر کو فتح کرنے کی بجائے نہ کرنا زیادہ مناسب ہے۔ بریلہ واقع برلب ڈنیوب نے بھی ۱۸ دن تک دشمن کا نہایت مردانگی سے مقابلہ کیا۔ اور روسیون کو ایک حملہ مین سخت نقصان کے ساتھ پسپا کردیا۔ مگر افسوس دریائے ڈنیسٹر یا ڈنیوب کے کنارہ کے ترکی قلعون کو باہر سے کمک اور مدد پہونچنے کی بظاہر کوئی توقع نہین رہ گئی تھی۔ وزیر اعظم کی فوج تقریباً بالکل منتشر ہوگئی تھی۔ اور اوس کے پاس سرحد کے مستحکم قلعون کے یکے بعد دیگرے مفتوح ہونے جانے کی بری خبرین سننے کے لیے صرف تین ہزار نیم فاقہ کش آدمی باقی رہ گئے تھے۔ چنانچہ موسم سرما سے پیلے پہلے جب کہ سردی کی وجہ سے لازمی طور پر لڑائی کو ملتوی کرنا پڑجاتا تہا۔ وہ تمام ترکی قلعہ جو ڈنیوب کے نچلے حصّہ کے کنارہ پر تھے روسیون کے قبضے مین چلے گئے۔ اور روسیون کے لیے بحیرہ اسود کے کنارہ کنارہ آگے بڑہنے کا رستہ بالکل صاف ہوگیا ۔

فتح کریمیا

اس سال البتہ کریمیا کیطرف سے کسیقدر خوشی کی خبر موصول ہوئی۔ جہاں روسی فوج نے پریکاپ کی فصیل پر حملہ کیا۔ اور شکست کھا کر پسپا ہوگئی۔ مگر دوسرے ہی برس ۱۷۷۱ء کو موسم سرما میں روسیوں نے اس علاقہ پر ایسا قطعی اور فیصلہ کن حملہ کیا کہ محمد ثانی کی یہ شاندار فتح خاندان عثمانیہ سے کیتھرائن ثانی والیہ روس کے تصرف میں چلی گئی۔ باب عالی نے قپلان کی جگہہ دو بہولا ایک اور شخص مسمی سلیم غیرائی کو کریمیا کا خان مقرر کردیا ہوا تھا۔ اور ترکی وزراء نے جنوبی علاقہ ڈینیوب کی نسبت خود اپنے ملک میں اوس کو موجود ہونے کو زیادہ ضروری تصور کرکے اُسکو کریمیا بھیجدیا تھا۔ لیکن وہ نالائق اپنے صدر مقام باغچہ سرائے میں پہونچکر لہو ولعب میں ایسا مشغول ہوا کہ جبتک روسی جرنیل پرنس ڈول گورکی بیسہزار باقاعدہ فوج اور ساٹھ ہزار تو ٹمائی تاتار لیکر جنہوں نے قیصرہ کی ملازمت اختیار کرلی تھی پریکاپ کی فصیل کے قریب نہ پہنچگیا۔ اوسکی آنکھیں نہ کھلیں۔ اوس وقت وہ جھٹ پٹ خاکنائے مذکور کی حفاظت کو لیئے گیا تو سہی۔ مگر کوئی معقول انتظام نہ کرسکا۔ روسیوں نے دھاوا کرکے فصیل کو فتح کرلیا۔ اور پرنس پروسوروسکی نے تاتاری فوج کو ایک ٹڈی دل کو شکست دیکر شہر پریکاپ کا محاصرہ اور پھر اُسے فتح کرلیا۔ روسی ابھی اس شہر کا محاصرہ ہی کیئے ہوئے تھے جو سلیم کو خبر پہنچی کہ ایک اور روسی لشکر نے جس میں دس ہزار آدمی ہیں آبنائے کرچ کو ایشیائی ساحل کو مشہور قصبہ تمن پر حملہ کرکے اُسکو چھین لیا ہے اور وہ مشرقی حصہ سے جزیرہ نما میں داخل ہوکر بسرعت تمام بندرگاہ کافہ (تھیوڈوسیا) پر بڑھے چلے آرہے ہیں۔

ان خطرات جدیدہ سے بدنصیب خان کے ہوش وحواس مختل ہوگئے۔ اور وہ اوس مورچہ بند کمپ کو جو اوس نے مقام حلوا قائم کیا تھا چھوڑکر باغچہ سرائے کو چلدیا۔ وہاں ایکطرح سے بالکل بیکس تنہا اور بیحد سراسیمگی اور بیچارگی کے عالم میں داخل ہوا کہ شہر کی حفاظت کے متعلق کوئی حکم احکام دینے کے بالکل قابل نہیں رہ گیا ہوا تھا۔ چند دنوں کے بعد روسی بھی شہر کے سامنے نمودار ہوگئے۔ پہر وہ قرہ طلاغ کو جہاں اوس کے خاندان کے اراکین اپنے اپنے ہمراہیوں سمیت پہلے سے چلے گئے ہوئے تھے اور وہاں ایک چھوٹا سا قلعہ بنا لیا تھا بھاگ گیا۔ پھر اس اندیشہ سے کہ کہیں حملہ آور گرفتار نہ کرلیں۔ اوس نے اس امن کو بھی دشمن کے مقابلہ میں ایک بندرگاہ تک سر کرنے کی تجویز ترک کردیا۔ اور کنارہ سمندر پر پہنچکر چند رفقاء سمیت ایک جہاز پر سوار ہوگیا۔ اور قسطنطنیہ چلا گیا۔

اوس کی اس بزدلانہ حرکت اور نامردی سے تاتاریوں کی رہی سہی ہمت ٹوٹ گئی۔ بیشمار مسلمان باشندے کفار کی رعیت بننے کی بجائے اپنے وطن کو خیر باد کہکے اور جہازوں پر سوار ہوکر اناطولیہ چلے گئے۔ اور باقیماندہ نے فاتحین سے صلح کی التجا کردی۔ ڈول گورکی نے اوس وقت نہایت زبردست حکمت عملی اور اُستادی سے کام لیکر تاتاریوں کو یکلخت روسی رعایا بنانے کے عوض اون کی دلداری اور بتدریج روسی جوا اونکی گردنوں میں ڈالنے کے لیئے اون سے وعدہ کیا کہ اون پر بدستور خاندان غیرائی کا کوئی شہزادہ حکمران بنایا جاویگا۔ اور انہیں قیصرہ کی زیر حفاظت کامل آزادی حاصل رہیگی۔ اسپر ان لوگوں نے اطاعت کی حلف اوٹھا کر اپنی قوم کے ۸ سربرآوردہ اشخاص اور سلیم غیرائی کے دو فرزند شاہی حمایت وعنایت کی استدعا کے لیئے سینٹ پیٹرز برگ بھیجدیئے۔ اور کافہ کرچ وینی قلعہ کے باشندوں نے روسی فوج کے داخلہ پر پھاٹک کہولدیئے۔ یوپاٹوریا خود بخود سپرد کیا گیا۔ اور ترکی سرعسکر [illegible]

جو قلیل التعداد با قاعدہ ترکی فوج سے فاتحین کی پیشقدمی کے سیلاب کو روکنے کی بیفایدہ کوشش کر رہا تھا۔ میدان جنگ مین شکست پا چکا اور گرفتار کر لیا جا کر سینٹ پیٹرز برگ کو بھیجدیا گیا۔ ادہر ڈول گوروکی نے قریمی سلاطین کی استدعا کا ملکہ کی طرف سے جواب موصول ہونے تک شاہین گیرائی کو کریمیا کا خان منتخب کر دیا جس تقرر کو ملکہ نے منظور کر لیا۔ اور اپنے فاتح جرنیل کو ترکی (فاتح کریمیا) کا خطاب عطا کیا۔ روسی اس فتح سے جامون مین پہولے نہ سماتے تھے۔ اون کا بیان تھا کہ تاتاریون کے ہاتھون صدیون تک جو ذلتین اور سختیان مع دہشت کی جانی رہی تھین۔ اب اونکا بدلہ پورا پورا لیلیا گیا ہے۔

روس پر پہلے پہل چنگیز خان کے ایک بیٹے نے ۱۲۲۳ع مین حملہ کیا تھا جو کل جنوبی روس اور بلگیریا و ہنگری کو تاخت و تاراج کرکے واپس چلا گیا۔ پھر بارہ برس بعد اوس قہرالہی کے ایک پوتے نے حملہ کیا۔ اور جب چنگیز خان مرگیا تو اوس نے دشت قپچاق مین دریاے والگا کے جنوبی علاقہ مین اپنی مستقر حکومت قائم کرکے علیحدہ سلطنت قائم کر لی۔ اور پھر کچھ عرصہ قپچاق کے قریب نیا پایتخت بنام سرای تعمیر کیا۔ جو چودہوین اور پندرہوین صدی مین نہایت آباد۔ بارونق اور تمام ممالک متصلہ کی تجارت کا مرکز تہا۔ ابن بطوطہ اپنے سفرنامہ مین اوسکی شان و شوکت۔ تمول اور آبادی کا مفصل ذکر کرتا ہے۔ مگر آخرکار گردش روزگار سے اوس کا نشان صفحہ ہستی سے ایسا معدوم ہوگیا کہ اب یہ بھی یقین کے ساتھ نہین کہا جاسکتا کہ وہ کس موقعہ پر آباد تھا۔ روس اوس وقت متعدد ریاستون مین منقسم تھا جن کو شہزادے جو سب کے سب آورک بانی سلطنت روس کی نسل سے تھے ہمیشہ آپس مین لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ مگر چنگیزی تاتاری طاقتور رہے اونکی غلامانہ اطاعت و فرمان برداری کرتے رہے۔ تو انہون نے روسی رعایا اور شہزادون کو مذہبی آزادی پوری پوری دے رکھی تھی۔ جس کا کسیقدر ذکر مین رسالہ "مختصر وقعہ مقاالم آرمینیا" مین کر چکا ہون۔ امتداد زمانہ سے آخر یہ سلطنت تین حصون مین تقسیم ہوگئی۔ جن مین سے قازان اور استراخان کی تاتاری ریاستون کو جیسا کہ پہلی جلد مین لکھا جا چکا ہے زار ایوان ظالم نے فتح کر لیا۔ اور اب ساتھ ہی پانچسو برس کے بعد کیتھرائن نے کریمیا پر قابض ہوکر تاتاری حکومت اور روس مین اسلام کی

[1] آجکل کے زمانہ مین جب کہ دخانی جہازون اور ریلوے کی طفیل مہینون کے رستے دنون مین طے ہوتے ہین اور ٹیلیگراف کے ذریعہ ہزارون کوس کی خبرین منٹون مین موصول ہوجاتی ہین۔ ایک ملک کی ہلچل کا دنیا کے بعید ترین ملک مین بھی اثر ہوجانا چندان تعجب خیز نہین ہوسکتا۔ مگر ناظرین تاریخ یہ سنکر ضرور متعجب ہونگے کہ ایسی جہالت کے زمانہ مین بھی مدلی انگلستان اور روس کے ساکنون مین باہمی تعلق موجود تہا۔ چنانچہ جب چنگیز خان کے پوتے نے مشرقی یورپ پر حملہ کیا تو گو بادی النظر مین کسی شمال مغرب کے ملک اوس کی تاخت و تاراج سے محفوظ دکھائی دیتے تھے تاہم اس جنگجو قوم اور اوس کے قاتل سپہ سالارون کی ایسی دہاک بندہ گئی ہوئی تھی کہ اونکے ڈر سے ہی ہوش پران ہو رہے تہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے ۱۲۳۸ع مین اہالی سویڈن اور نارو ے نے حسب معمول مچھلی لانے کے لیئے اپنے جہاز انگلستان نہ بھیجے۔ جس سے آخرالذکر ملک مین مچھلی ارزان ہوگئی۔ اسپرگبن یہ لطیفہ بیان کرتا ہے کہ چنگیز خان کے محل سے جو چین کی حدود پر حکمران تہا انگلستان کی منڈیون مین مچھلی کے نرخ پر اثر پڑگیا۔ اور انگلستان کے غریبون کی تنگی مگر جو اہل ان کے لیئے رحمت کا باعث ہوا اوس سے روسیون پر تباہی وارد ہوگئی ۱۲ مؤلف۔

پولٹیکل طاقت کا آخری نشان بھی معدوم کر دیا۔ سر ڈونالڈ میکنزی والیس سابق پرائیویٹ سیکریٹری لارڈ ڈفرن گورنر جنرل ہند اپنی کتاب موسومہ (روس) مین لکھتے ہین کہ یہ خوانین اگر دور اندیش اور محتاط مدبرین ہوتے تو اونکی حکومت روس پر بہت زیادہ عرصہ تک قایم رہتی۔ مگر وہ پولٹیکل قابلیت و لیاقت مین نہایت سخت ناقص ثابت ہوئے۔ اونکی صرف یہی کوشش رہی کہ ملک سے جسقدر خراج زیادہ سے زیادہ حاصل ہونا ممکن ہو وہ حاصل کرتے رہین۔ اونہون نے تمام ایسے امور و مقاصد کو جو اس سے اعلی تھے نظرانداز کر دیا۔ اور اوسی مجرمانہ کوتاہ نظری سے اونکی پولٹیکل طاقت پر وبال آیا۔ تمام روسی شہزادون کو مساوی سطح پر رکھنے اور اس طرح سے اون کو یکسان کمزور کر دینے کی بجائے وہ رشوت و خوشامد یا نذرانہ و تحایف سے خوش ہوکر اپنے باجگذارون[1] مین ایک یا چند کو ہمیشہ دوسرون پر فوقیت دیتے رہے۔ شروع شروع مین تو یہ فوقیت صرف گرینڈ پرنس (اعلی شہزادہ) کے خالی خولی خطاب تک محدود رہی۔ مگر بعد مین ان منظور نظر شہزادون نے یہ دعوے کرکے کہ خوانین سے براہ راست تعلق رکھنے کا حق اونہی کو استحقاق ہے۔ اور چھوٹے چھوٹے شہزادون کو اپنی معرفت خوانین کو خراج ادا کرنے پر مجبور کرکے جلد ہی اس خالی اعزاز کو واقعی طاقت بنالیا۔ .... تمام شہزادون مین سے جنہون نے اسطرح سے اپنے اقتدار کو بڑہانے کی کوشش کی سب سے زیادہ کامیابی شہزادگان یا حاکمان ماسکو کو ہوئی۔ وہ ایسے بہادر نہ تھے۔ نہ اون کے اخلاق ہی ایسے تھے کہ علم اخلاق کے ماہرین کو اون سے کوئی ہمدردی ہو۔ مگر مکاری، معاملہ فہمی اور استقلال کا وافر حصہ اونہین واہب ازلی کی جناب سے ملا ہوا تھا۔ اور وہ کچھ ایسے ایماندار نہ تھے کہ ضمیر اور کانشنس کے الزام اور طعنہ زنیان اون کے دل پر کچھ موثر ہو سکین۔ وہ اوایل زمانہ مین ہی تاڑ گئے تھے کہ روپیہ کے ذریعہ خوانین کے دربار مین بالیقین اقتدار و اعزاز حاصل ہوسکتا ہے۔ پس وہ اپنے وطن مین تو بڑی خست اور کفایت سے بسر اوقات کرتے اور دربار مین آکر نہایت فیاضی اور کشادہ دلی سے کام لیتے۔ چنانچہ اسی رسوخ کی طفیل اونہون نے تاتاریون کی مدد اور اعانت سے کئی چھوٹی چھوٹی ریاستین جن پر باغی ہونیکا الزام لگایا گیا۔ اپنے علاقہ مین شامل کر لین۔ مگر یہ فرمانبرداری اور خوشامد اوسی وقت تک رہی جب تک کہ خوانین کی طاقت ناقابل مقابلہ تھی۔ جب اوس مین انحطاط ہوگیا تو یہ شہزادے خوانین کے رقیب ہوگئے۔ اور آخرکار اونہون نے کل ملک کو تاتاریون کے جوے سے آزاد کرالیا"

اسی سال (۱۸۵۴ء) مین عشاکوف اور کلیرن کی ترکی فوجون نے روسی افواج کے حملہ کو کامیابی کے ساتھ پسپا کر دیا۔ مگر کریمیا کے فتح ہوجانے سے جو نقصان عظیم پہنچا تھا۔ اوسکی ان جزوی فتوحات سے کچھ تلافی نہین ہوسکتی تھی۔ ڈنیوب کے سواحل پر بھی ترکون کو ۱۸۵۵ء کے محاربہ کے شروع مین کسیقدر فایدہ رہا۔ اونہون نے مقام گرگیو جو روسیون نے سال ماقبل کے موسم سرما مین فتح کر لیا تھا۔ واپس لیلیا۔ اور محسن زادہ محمد نے جس نے سوریا مین روسیون اور یونانیون کے مقابلہ پر قابل تعریف مستعدی اور شجاعت ظاہر کی تھی۔ ویڈن کے گورنر کی حیثیت سے جس اہم عہدہ پر اب وہ مامور تھا ویسی ہی مردانگی اور قابلیت ظاہر کی۔ اوسنے ڈنیوب پر سے

[1] ناظرین کو معلوم رہے کہ خوانین نے روسی ریاستون کے اندرونی انتظام مین کبھی دخل نہین دیا تھا۔ بلکہ ہر ایک ریاست کے باشندون اپنے اپنے والی ریاست کی معرفت خراج وصول کر لیا کرتے تھے۔ اندرونی انتظام انہی شہزادون کے ہاتھ مین تہا۔ مولف۔

عبور کرکے بمقام کلافت کیمپ قائم کیا۔ اور وہاں سے پیشقدمی کر کے کراجوا اور زیلہ تک بڑھتا چلا گیا۔ اور روسی جرنیل آلیمن کو جس نے گرگیوو کو فتح کرنے کی کوشش کی شکست دی۔ مگر خود پھر نجابسٹ پر حملہ کرکے ہزیمت اٹھائی۔ روسی جرنیلان سیلار رو ڈوڈج اور ولیمین نے متعدد دفعہ ترکی دستوں کو بمقام تجہ شکست دی۔ اور گو روسی سپہ سالار جنرل زرومانوف نے اس محاربہ میں حسب معمول مستعدی اور سرگرمی سے کام نہ لیا تاہم نیم الجملہ غلبہ روسیوں ہی کو رہا۔ زرومانوف کی عدم مستعدی کی شاید یہ وجہ تھی کہ ڈولگوروکی کی فوج کے کریمیا پر حملہ آور ہونے سے رومانوف کے پاس بھیجا اور صوبجات ڈینوب میں فوج کم رہ گئی تھی نیز وہ گفتگوئے مصالحت کو شروع ہو جانے کے باعث بھی زیادہ سرگرمی سے کام لینے سے رک گیا تھا۔

فرانس کی کوشش ٹرکی کے حق میں۔ انگلستان کی مخالفت۔ محاربہ کا از سر نو شروع ہونا۔

دربار فرانس محاربہ کے واقعات کو بڑے تردد اور غور سے دیکھتا رہا تھا۔ مگر انگلستان کی مخالفت اور آسٹریا کی دورخی چال سے خود کوئی عملی حصہ نہ لے سکتا تھا۔ اور روس کے علاوہ یہی دو سلطنتیں ایسی تھیں جن کے اغراض و مقاصد کی دفعی بہبود ٹرکی کے قیام کی متقاضی تھی۔ انگلستان اس وقت روس سے تجارتی معاہدہ کی بابت نامہ و پیام کر رہا تھا۔ مگر بالواسطہ طور پر جو وہ روس کو امداد دے رہا تھا۔ اور نیز جو خوشی وہ روس کی فتوحات پر ظاہر کر رہا تھا۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس تجارتی معاہدہ میں کچھ نہ کچھ پولٹیکل اتحاد بھی داخل ہے اور کہ اگر فرانس نے بابعالی کی طرفداری میں اعلان جنگ کر دیا تو انگلستان نے فی الفور اوس کے بیڑہ جہازات پر حملہ کر دیگا۔

آسٹریا کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنے منصوبوں کی تھہ تک تاکس دربار فرانس کے کان میں نہیں پڑنے دیتی تھی۔ اور اوس کے برعکس فرانس ۱۷۵۶ء کے اتحادی معاہدہ پر بھروسہ کرکے اس اپیاندار سلطنت کو شروع محاربہ سے اپنے ہر ایک ارادہ کی اطلاع دیتا رہا۔ بلکہ اوس پر تقاضا کرتا رہا کہ ترکوں اور پولنڈیوں کی حمایت میں فرانس اور آسٹریا دونوں روس کے برخلاف اعلان جنگ کر دیں۔ جب فرانس ان دونوں ملکوں کی حمایت میں ایسا سرگرم تھا۔ تو نیاک نیت آسٹرین گورنمنٹ اوسے کیونکہ اس عندیہ سے واقف کر سکتی تھی۔ کہ وہ تو پولنڈ کی تقسیم کی تجویز کر رہی ہے۔ بابعالی سے خفیہ علیحدہ معاہدہ کرنے کی خواہشمند ہے۔ اور یہ چاہتی ہے کہ فرانس روس اور ٹرکی کے درمیان جو بیچ بچاؤ کر رہا ہے اوس سے باز آجائے؟

جنگ چشمہ کے بعد سلطان نے فرانس اور آسٹریا سے روس کی پیشقدمی کو روکنے کے لیئے اتحاد کرلینے کی درخواست کی تھی اور اس وقت ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ عہدنامہ کرنیکی بھی خواہش ظاہر کی تھی۔ آسٹریا نے جواب دیا کہ اگر وہ بھی لڑائی میں شریک ہو گئی تو غالبا کل یوروپ میں آتش جنگ مشتعل ہو جائے گی۔ البتہ وہ فریقین میں بیچ بچاؤ کرنے پر تیار ہے۔ اور اس شرط پر صلح کرا دیگی کہ روسی پولنڈ کو خالی کر دیں۔ اور ہر ایک فریق کی سرحد وہی رہے جو لڑائی سے پہلے تھی۔ سلطان نے اس جواب کو موصول ہوتے ہی

دیوان کے ارکین کو جمع کرکے صلح یا جنگ کا سوال اون کے سامنے پیش کیا۔ اور آسٹریا کا جواب اون کو سُنا دیا۔ فرانس کی نسبت سلطان نے کہا کہ "اوس نے ابھی جواب نہیں دیا۔ مگر قرائن سے پایا جاتا ہے کہ وہ ٹرکی کی حمایت پر ثابت قدم رہیگا۔ چنانچہ اوس کے ساتھ اس وقت بھی کثیر التعداد جہازوں کی خریداری کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے۔ اور گو اوس نے جہاز وغیرہ یا دینے کے متعلق کوئی قطعی جواب ہنوز نہیں دیا۔ لیکن اوس کے سفیر کی باتوں سے ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ فرانس عنقریب ہم سے اتحاد کر لے گا۔"

تمام وزرا نے صلح کر لیئے جانے کی رائے دی۔ مگر سلطان لڑائی پر مصر تھا اور اوسکی رائے تھی کہ فرانس پر پورا پورا بھروسہ کیا جائے تاہم وزرا نے درپردہ آسٹریا سے درخواست کر دی کہ وہ ثالث بن کر صلح کرا دے۔

انگلستان کو جب اس معاملہ کی خبر ملی تو اوس نے اپنے تئیں بطور ثالث پیش کیا لیکن روس کی ساتھ اوسکی طرفداری ایسی بدیہی تھی کہ اوسے صاف جواب دے دیا گیا۔ وزیر اعظم نے انگریزی سفیر کو کہا "وہ دن گئے کہ انگریزی جہاز روسی بیڑہ میں موجود ہیں۔ اور بار بار انگلستان کو ثالثی کی درخواست کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ اور کیا اوس کی تردد سے جو وہ ثالثی کے لیئے ظاہر کر رہا ہے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ وہ ثالثی کے پردہ میں کوئی سخت دشمنی کرنا چاہتا ہے"

اسی محاربہ کے دوران میں جو کم و بیش وقفون کے ساتھ ۱۷۹۲ء تک جاری رہا تھا تک کی وزیر اعظم نے انگریزی سفیر کو جو مراسلہ لکھا تھا۔ اوس سے انگلستان اور ٹرکی کے تعلقات جو اوس وقت تھے بخوبی ظاہر ہو رہے ہیں۔ اس مراسلہ کا ترجمہ مسٹر گریے ممبر پارلیمنٹ نے ۲۹ فروری ۱۷۹۲ء کو معاملات ٹرکی و محاربہ روس کی مشہور مباحثہ کے وقت جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ پارلیمنٹ میں پڑھ کر سنایا تھا

ے یہ مراسلہ سلطانی وزیر اعظم نے سر رابرٹ انسلی انگریزی سفیر متعینہ قسطنطنیہ کو لکھا تھا۔ اوس کی نقل ذیل میں بجنسہ درج کی جاتی ہے:-

"واضح ہو کہ بادشاہ جم جاہ روم خود ہی جنگ کرتے ہیں اور خود ہی مصالحہ کرتے ہیں۔ اور اپنے غلام اور بلا تمیز رعایا پر اعتماد کر سکتے ہیں۔ اور چونکہ اونکی ایمانداری اور وفاشعاری کا تجربہ کر لیا ہے لہذا ونپر اعتبار کلی ہے۔ لیکن یہ وصف (یعنی وفاداری) تم لوگوں کے ملک سوا اور ہر بلاد یورپ میں جو تمہارے ملک کے قریب ہیں بڑی تیزی سے جاتا رہا ہے۔ اگرچہ اور عیسائی اپنی بات کے سچے ہی ہوں تاہم انگریزوں کا قول قابل اعتبار نہیں۔ اس وجہ سے کہ یہ لوگ تمام نبی آدم کو حقیر سمجھتے ہیں اور مول لیتے ہیں۔ سلاطین عثمانیہ تمہارے بادشاہ اور تمہارے ملک سے کچھ تعلق نہیں رکھتے اور ہم نے نہ کبھی تم سے صلاح و مشورہ کسی امر میں چاہا۔ اور نہ تمہاری دست اندازی اور نہ تمہاری دوستی چاہی۔ اور ہم اپنی طرف سے کوئی سفیر یا وکیل تمہارے ملک میں رکھنا نہیں چاہتے اور نہ تم سے رسم و راہ اور خط و کتابت رکھنی ہمیں منظور ہے۔ پس تم لوگ کیوں چاہتے ہو کہ ہمارے اور شاہ روس کے درمیان میں پڑو۔ اور کیا وجہ ہے کہ تم چاہتے ہو کہ سلطنت اہل اسلام کی کوئی خدمت کرو۔ حالانکہ تم ہمیں کافر کہتے ہو۔ ہم نہ تمہاری دوستی چاہتے ہیں اور نہ تمہاری مدد۔ اور ہمیں یقین ہے کہ تمہارا وزیر جس کی تم ایسی تعریف کرتے ہو کوئی بات جعلسازی کی مد نظر رکھتا ہے۔ یا تمہاری قوم کے خوش کرنے کے لیئے اوس نے کوئی تدبیر ظلم کرنے کی سوچی ہے۔ اور ہم نے سنا ہے کہ تم لوگ بڑے بیوقوف اور بدذات اور کمینے اور بندۂ زر ہو۔ اور ہمیں صحیح خبر پہونچی ہے

(باقی دوسرے صفحہ پر)

دیوان نے اس درخواست کو جو اسٹریا سے کیگئی تھی فرانس سے بالکل پوشیدہ رکھا۔ اور اوس کو سطرف سے غافل رکھنے کے
لیے اتحاد کے متعلقہ نامہ و پیام کو بڑی سرگرمی سے جاری رکھا۔ فرنچ سفیر ایم ڈی سینٹ پریسیٹ کو ترکی ذرائع کی کمزوری کا مزاج

بقیہ حاشیہ صفحہ ١٦٦ ۔ کہ حرص وطمع تم مین بڑی صفت ہو اور تم اپنے خدا کو بیچتے اور رسول بیچتے ہو اور تمہارا خدا زر ہے اور تمہارے
دل رادر یلکہ تمہاری سب قوم بس جو کچھ سمجھتی ہین تجارت کو سمجھتی ہین۔ پس تم چاہتے ہو کہ شاہ روس کے ہاتھ ہمین بیچ ڈالو لیکن ہمین
یہ امر منظور نہین۔ ہمین جو دہی شاہِ موصوف سے معاملہ کرنے دو اور چونکہ حق تعالے نے ہمارا رشتۂ خوش نصیبی دراز کیا ہے۔ لہذا ہمین
واجب ہے کہ اوس کی رضا پر راضی رہین اور جو خدا اور اوس کے رسول نے فرمایا ہے ضرور ظہور مین آئے گا۔ آگاہ ہو کہ سلاطین
عثمانیہ مکر وحیلہ نہین جانتے بلکہ نفاق و مکر تم نصارے ہی کے اخلاق ہین۔ ہم بادشاہ اپنے قول مین ایمانداری اور دیانت اور
صفائی کو عیب نہین سمجھتے اور اگر ہم جنگ مین مبتلا ہوتے ہین تو رضائے الٰہی پر راضی رہتے ہین۔ اور یہ جانتے ہین کہ جو ابتدا مین ہماری
تقدیر مین لکھا گیا تھا وہی ہوگا۔ ہم بڑی مدت سے شان وشوکت سے بسر کرتے چلے آتے ہین اور تمام بادشاہان روئے زمین سے اولے اور
افضل ہین۔ اور ہم فخر کرتے ہین کہ مدت ہائے مدید سے کفر و نفاق اور ہر قسم کی بدی اور ریاکاری پر اور نصارے کے مقابلہ مین غالب ہوتے
چلے آئے ہین۔ ہم رب العالمین کی عبادت کرتے ہین اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اعتقاد رکھتے ہین۔ لیکن تم لوگ نہ اوس خدا کا اعتقاد
رکھتے ہو جس کی عبادت کا بہانہ کرتے ہو اور نہ اوس کے بیٹے کا عقیدہ رکھتے ہو جسے تم اپنا خدا بھی کہتے ہو اور اپنا پیغمبر بھی جانتے ہو۔ بھلا
ایسی قوم کفار پر کیونکر اعتماد ہو سکتا ہے۔ انپر تمام تعلقات اور رفاقتین ہین جو تم ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہو تم نے ہمتی اور نیکی
نکالڈالی ہے۔ اگر تمکو ہماری بات کا یقین نہ ہو تو دفتر شکایات اور اقرارات اور اظہارات جملہ سلاطین ماضیین نصارے جو ہمسے
جدال و قتال کرتے تھے دیکھ لو۔ اور اگر تم وہ دفتر دیکھوگے تو تمہین معلوم ہو جائیگا کہ تمام سلاطین مذکورین نصارے کفر و زندقہ مکر و فریب
ظلم وجور ناانصافی اور عہد شکنی مین مساوی تھے۔ بھلا کسی ترک نے کبھی کبھی اپنے عہد یا اقرار کا ایفا نہین کیا۔ بلکہ ہمیشہ ترکون نے
اپنی بات کو پورا کیا۔ بھلا کسی بادشاہ نصرانی نے بھی کبھی کسی عہد کا ایفا کیا ہے بجز اوس اقرار کے جو اوسکی حرص وطمع کے موافق تھا
نہین کسی بادشاہ نصرانی نے اپنے عہد کی وفا نہین کی۔ پس کیونکر تم لوگ گمان کرتے ہو کہ ہم تمہارا اعتبار کرینگے۔ حالانکہ سچ تو
یہ ہے کہ اس زمانہ مین تم ایسی قوم ہو کہ تمہارے انتظام مین بالکل مکر و فریب بھرا ہے۔ اور تم مین ذرا بھی نیکی نہین کہ بندوبست
ملک مین تمہین ہدایت کریگی۔ آگاہ ہو کہ شہنشاہ اعظم روم تمہاری بادشاہ سے رسم و راہ ظاہری نہین رکھتے۔ اور نہ اس امر کی ہمین
ضرورت ہے اور نہ وہ اس امر کو چاہتے ہین۔ اگر تم چاہتے ہو کہ اس ملک مین بطور ایک گوشہ نشین کے رہو یا بقول تمہارے مثل ایک سفیر کے
اپنے بادشاہ کی طرف سے تو تمہین اجازت دیجاتی ہے کہ اور سفیران قوم نصارے کے ساتھ رہو۔ بشرطیکہ تم اپنے چال چلن درست رکھو۔ لیکن
ہم نہ تو تمہاری مدد بحری چاہتے ہین نہ اعانت بری۔ اور نہ تمہارا مشورہ اور تمہارا درمیان مین پڑنا ہمین مطلوب ہے۔ مجھکو (یعنی وزیر
شہنشاہ روم کو) حکم نہین کہ تمہارے پیام مدد کا شکریہ ادا کرون۔ اس واسطے کہ دیوان شاہی اس امر کو نہیں کہ تم لوگون کی نسبت نامناسب مہربانی تصور
کرتا ہے اور نہ مجھے حکم ہے کہ تمہارے پیام اعانت بحری کا شکریہ بجالاؤن۔ اس واسطے کہ ہمارے بادشاہ نے (باقی دوسرے صفحہ پر)

پورا علم تہا۔ وہ بجائے خود اون کو ذلت بخش صلح سے بچنے کے لیئے جس کا نتیجہ فرانس کے حق مین بہی اچہا نہین ہوسکتا تہا۔ حوصلہ دلانے کی ہر طرح سے کوشش کرتا رہا۔ اور اپنی گورنمنٹ ہی قطعی جواب موصول ہونے تک ترکون کو اون کی شکستیابی کے وقتی بوعث سے آگاہ کرتا رہا۔ اوس نے اون کو تنبیہ کیا کہ تمہارے تمام قدیم ضوابط وقواعد متروک ہوگئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۶) ۔ کبہی وہم وگمان بہی نہین کیا کہ تمہارے جہازون کو اپنے دریاؤن مین آنے کی اجازت دین۔ نہ ہم جانتے ہین۔ اور نہ ہمین اس سے مطلب ہے کہ تمہین شاہ روس سے کیا کرنا چاہیئے۔ اور ہم چاہتے ہین کہ اپنے مقدمات کو بادشاہ مرحوم سے اوس طرح انجام دین جسطرح ہمارے واسطے اور ہمارے قوانین ملکی کے لیئے مناسب ہو اگرچہ تم لوگ تمام نصارےٰ مین بدتر اور حقیر نہین ہو جیسا کہ لوگ تمہاری نسبت گمان کرتے ہین۔ تاہم اسمین شک نہین کہ تم غرور اور خود بینی اور گستاخی اور رذالت مین سب نصارےٰ سے زیادہ ہو۔ اس واسطے کہ تم کہتے ہو کہ ہم ایسی سلطنت عظیمہ روس سے اور تم سے یعنی شاہِ روم سے اپنی مرضی کے موافق مصالحہ کرا دین گے۔ تم اور بعض اور نافہم نصارےٰ یہ خیالِ خام رکہتے ہین کہ وہ بہی حکومت کے لائق ہین۔ حالانکہ ہم یہ بات خوب جانتے ہین۔ لہذا یہ گستاخی تمہاری ہمارے نزدیک تمرد اور سرکشی اور مداخلت بیجا مین داخل ہے۔ اور دیکھ لینا۔ کہ یہ گستاخی تمہاری ہی ملک مین تمہارے مشورون کو ذلیل کر دے گی۔ اور اور ملکون مین تمہاری صلاح کو قابل توجہ اور لحاظ نہ رکھیگی۔ بیچہ جائیکہ شاہ روم کہ وہ تو تمہارے مشورون کی کچھ بھی حقیقت نہین سمجھتے اس واسطے کہ جب اون کے وزراء نے تمہاری صلاح کو سنا اونہین فورًا معلوم ہوگیا کہ یا تمہاری نیت مین فساد ہے یا تم کچھ نہین جانتے۔ آگاہ ہو کہ بندگانِ عالی شہنشاہِ روم اوس قوم کی تدبیرات اور سرکشی سے اپنے ملک کو کیونکر محفوظ سمجھ سکتے ہین جو قوم کہ اپنی ہی رعایا و برایا سے ایسے مکر و فریب کرتی ہے۔ لیکن یہہ امر کچھ تمہین پر منحصر نہین بلکہ پادشاہانِ نصارےٰ کا یہی شعار ہے کہ اپنی رعایا کو روپیہ کے واسطے ایک دوسرے کے ہاتھ بیچتے ہین اور ہمین خبر صحیح پہونچی ہے کہ جو معاملہ تم سلاطینِ نصارےٰ مین آپس مین ہوتا ہے اوسی بادشاہ کے مفید ہوتا ہے جو رشوت زیادہ دیتا ہے۔ وزراء سلطانِ عثمانی نے اکثر بادشاہانِ یوروپ کے مشورے سنے۔ لیکن جب اون مشورون پر عمل کیا دغا یا فریب یا نقصان اوٹہایا۔ پس تم لوگ شاہنشاہ روم اور شاہ روس مین مصالحہ کرانے کا ہرگز قصد نہ کرو۔ اس واسطے کہ ہم خوب جانتے ہین کہ تمہارا یہ ارادہ ہے کہ سب بنی آدم کو پریشانی اور انتشار مین ڈالو۔ اور بعد ازان اپنے فریب سے خود ہی منتفع ہو۔ ہمین نہ تمہاری تجارت کی کچھ احتیاج ہے نہ خواہش۔ اس واسطے کہ ہمارے تجار تمہارے مکر و فریب سے تباہ ہوگئے ہین۔ تمہارا مذہب نہ رہا اور کچھ نہین۔ اور تمہارا خدا نقطہ حرص یا جاہ ہے۔ اور مذہب عیسائی جو تم رکہتے ہو وہ تو فقط دہر کے کی ٹٹی ہے۔ اور تمہاری باتکا اور بدنیتی کو چہپاتے ہوئے ہے۔ آگاہ ہو کہ اب ہم تمہاری کوئی عرض قبول نہ کرین گے۔ لہذا حکم دیتے ہین کہ اس حکمنامہ کا جواب نہ بھیجنا ٭

ہوئے ہین۔ حالانکہ اِنہی ضوابط کی طفیل تمہاری ینگچری فوج ایک وقت کل دنیا کی پیدل افواج سے سرآوردہ تھی اِس کے ساتھ ہی اوس نے اونکو جدید آلاتِ حرب کیطرف توجہ دلائی جن کا استعمال اوس وقت کل یورپین اقوام نے اختیار کرلیا ہوا تھا۔ اِس آخری معاملہ مین اوسے کچھ کامیابی بھی ہوگئی۔ اوس نو بیرن ڈی ٹاٹ کی مساعی جمیلہ سے قسطنطنیہ مین ملکی توپون کے ڈھالنے کا کارخانہ قائم کر دیا۔ اور اسی نوجوان انجینیر کی زیر نگرانی گولندازون کی تربیت کیلئے ترکی گورنمنٹ سے ایک مدرسہ بھی جاری کرادیا۔ اِس نیک نہاد فرانسیسی جس نے ابھی حال مین ڈارڈنیلز کو غنیم سے محفوظ کیا تھا۔ اِس بیگانہ ملک کی ایسی تندہی سے خدمت کی کہ تمام مسلمان بھی اوس کی تندرستی اور صحت کیلئے مساجد مین دعائین مانگا کرتے تھے۔

اِس اثناء مین سفیر کو اپنی گورنمنٹ سے جواب موصول ہوگیا۔ شوسیل نے ایم پریسیٹ کو حکم دیا کہ وہ روسیون کی عملی مخالفت چھوڑ دے۔ مگر ساتھ ہی ترکون کو پولینڈیون کی حمایت سے شکستہ دل ہوکر دست بردار نہ ہونے دے۔ اسی امر مسئلہ مین شوسیل نے اتحاد سے انکار کرکے لکھا کہ اگر باب عالی چاہے تو فرانس ثالثی کرنے کو تیار ہے۔ شوسیل کو یہ پالیسی انگلستان کی مخالفانہ وضع سے اختیار کرنی پڑی تھی جس نے روسی بیڑہ سے اپنے ملاحون کو واپس بلا کر بڑی بھاری تیاریان شروع کر دی تھین جو صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ فرانس کے برخلاف ہین۔ اودہر خود اپنے ہی ملک مین ایک زبردست جماعت ٹولیوک شوسیل کو وزارت سے برطرف کرنے کو درپے ہو رہی تھی۔ اِن دوطرفہ نرغہ مین اوس نے یہی مصلحت سمجھی کہ سردست خاموش رہکر کسی مفید موقعہ پر مثلاً جب کہ انگلستان کی اوسکی امریکن آبادکارون سے چھڑ جائے جس کی توقع ہو رہی تھی۔ تو اوس وقت اِس روسی محاربہ مین مداخلت عملی کی جائے لیکن گو انگلستان کی وجہ سے وہ بظاہر ترکون سے اتحاد نہ کرسکا تاہم اوس نے پولینڈیون کو پندرہ سو سپاہی۔ اور کچھ انجینیر اور افسر اور روپیہ بھیجے۔ اور سویڈن کو روس کے برخلاف اکسانا شروع کر دیا۔ اوس وقت مسٹر مرے قسطنطنیہ مین انگریزی سفیر تھا۔ جو ترکی کے برخلاف اپنی گورنمنٹ کی اِس معاندانہ کارروائی کو سخت ناپسند کرتا تھا۔ انگریزی گورنمنٹ کا اوس وقت یہ خیال تھا کہ روس برطانیہ کا قدرتی رفیق ہے۔ وہ اسکا قایل نہ تھا۔ مگر بدقسمتی سے مسٹر مذکور کی بعض بیجا کارروائیون سے جو ایسی صورت مین جب کہ خود اوس کی گورنمنٹ مخالف رائے رکھتی تھی ترکی کو انگلستان کی رفاقت کا یقین دلانے کے لیئے مجبوراً کرنی پڑی تہین ترکی وزراء بھی اوس سے ناخوش ہوگئے تھے۔

اودہر سلطان کو مدبری کا بڑا دعوے تھا۔ اور یہی سمجھتا تھا کہ اکثر وہ دوسرون کے حقوق و مفاد کو اپنی خودغرضی کی قربانگاہ پر بھینٹ چڑہانے کو واقعی تدبیر سمجھنے لگ گیا تھا۔ جس سے ڈپلومیٹک نامہ و پیام خوب الجھاؤ دار اور پیچیدہ ہوگئے۔ اور آخر سلطان اور اوسکی سلطنت کو اِس تقلید سے اُلٹا زیان اُٹھانا پڑا۔ مصطفےٰ ایک لاٹھی سے دو جانور مارنا چاہتا تھا۔ اوسکی خواہش یہی نہ تھی کہ روس کے ساتھ باعزت صلح ہوجائے بلکہ یہ کہ کچھ اور علاقہ بھی ہاتھ آئے جس کیلئے ایک اور سلطنت سے اتحاد درکار تھا۔

اور یہ کام آسٹریا کی سلطنت سے ہی نکلسکتا تھا کیونکہ خفیف نشکا رجسپر سب کی نظرین لگی ہوئی تھین پولنڈ تھا۔ اور اُس کی حفاظت بجز آسٹریا کی مدد سے نہی ہوسکتی تھی ۔ اور اسی لیئے فرانس سے نصفیہ جو پولنڈ کا قیام ضروری سمجھتا تھا آسٹریا سے نامہ وپیام کیا جاتا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ گو جنرل روماتوف نے ترکی گورنمنٹ کو کہلا بھیجا تھا کہ اگر براہ راست نہ ارینہ سے صلح کے لیئے سلسلہ جنبانی کیجائے تو بہت نرم شرائط پر فیصلہ ہوجائے گا وہ اس طرف توجہ نہین کرتی تھی ۔ اور بار بار آسٹریا سے رجوع کرتی تھی ۔ الغرض اس بیع رانمین آسٹریا، پرشیا، روس اور ٹرکی مین جو نامہ وپیام ہوئے ۔ اون مین طامعانہ خودغرضی سے کوئی فریق نہ بچا رہا لیکن عیسائی مورخ خود ہی سلطان کیطرف سے یہ معذرت پیش کرتے ہین کہ وہ اوس وقت پولنڈ کی برائے نام حکومت سے برسرجنگ تھا اس لیئے اوس کی خواہش ایسی قابل نفرین نہین ہوسکتی جیسے کہ ان تین عیسائی سلطنتون کی جو بظاہر پولنڈ کی رفیق تھین ۔ ٹرکی نے ۱۷۷۱ء مین اسی اصول پر چلکر آسٹریا سے اس قرارداد پر تصفیہ کرنا چاہا تھا کہ اگر آخرالذکر روس کی طرفداری نہ کریگی تو ٹرکی اُسے پرشیا سے صوبہ سلیسیا پر فتح کرنے اور شاہ سکسنی کو پولنڈ کے تخت پر بٹھلانے مین مدد دیگی ۔ مگر اس مین کامیاب نہ ہوئی تھی ۔ لیکن آخر روسیون کی فتوحات متواتر سے آسٹریا کے قیصر جوسف ثانی کو جو باپ کے بعد اپنی ماں میریا تھیریسا کے ساتھ فرمانروائی کرتا تھا کسیقدر تردد پیدا ہوگیا ۔ اسی اثنا مین (۱۷۷۰ء) فریڈرک[1] ثانی نے اوس سے ملاقات کی جس مین جوسف نے اُسے کہا کہ دونون سلطنتون کو ٹرکی کی حمایت مین بیچ بچاؤ کرنا چاہیئے ۔ شاہ پرشیا نے اس امر کی معقولیت کو تسلیم کرلیا ۔ مگر چونکہ دونون مین کسی مشترک طریق عمل پر اتفاق رائے نہ ہوسکا ۔ اس لیئے ہر ایک ملک کے سفیر متعینہ قسطنطنیہ نے رئیس آفندی سے علیحدہ علیحدہ ملکر بیچ بچاؤ کرنے کی جدا جدا درخواست کی ۔ شاہ پرشیا کے سفیر کا نام زگلن اور آسٹرین سفیر کا تھوگوٹ تھا تھوگوٹ کے سامنے دراثنائے گفتگو اسمٰعیل پاشا رئیس آفندی نے روس کے برخلاف پھر اتحاد کی تجویز پیش کی ۔ اور اس دفعہ سلیسیا کی بجائے پولنڈ کا لقمہ پیش کیا ۔ ترکی وزیر کے الفاظ[2] یہ تھے ''جب روسی پولنڈ سے نکالدیئے جائینگے تو اوس وقت یہ امر آسٹرین دربار کی مرضی پر منحصر ہوگا کہ وہ چاہے تو اپنے حسب پسند کوئی بادشاہ پولنڈ کے تخت پر بٹھا دے ۔ اور خواہ اوس ملک کو با بعالی کو ساتھ تقسیم کرلے''

اس تجویز کا بانی مبانی جیسا کہ اوپر اشارا ہوچکا ہے درحقیقت خود سلطان مصطفیٰ تھا ۔ ایم تھوگوٹ نے جواب دیا ۔ یہ تجویز ایسی اہم اور عظیم الشان ہے کہ اسپر غور کرنے کو لیئے یہ موقعہ مناسب نہین ۔ اور اسکی تکمیل سخت خونریزی کے بغیر ناممکن ہے اور تم جانتے ہو کہ باب عالی سے میرے نامہ وپیام کرنیکا مدعا یہی ہے کہ موجودہ لڑائی کو بھی جو اب تک بہت ہی بہت تباہی بخش ثابت ہوچکی ہے ۔ بند کردیا جاوے

---

[1] جرمنی مورخ شلاسر آرچ ڈیکن کوکس کا بیان ہے کہ فریڈرک نے اسی ملاقات کے دوران مین جو صوبہ موریویا کے مقام نوشاٹ مین ہوئی تھی ۔ جوسف سے پولنڈ کی تقسیم کا تذکرہ کیا تھا ۔ مگر وان ہیمر اور کئی دیگر مورخین کا بیان ہے کہ اوس مین تقسیم مذکور کا کوئی ذکر نہین ہوا تھا ۔ شاہ پرشیا نے ۱۷۷۱ء مین اس کے متعلق آسٹریا سے سلسلہ جنبانی کی تھی ۔ مؤلف +

[2] آسٹرین سفیر تھگٹ نے یہ الفاظ اپنے مراسلہ مورخہ ۲۴ مارچ ۱۷۷۱ء مین بجنسہ نقل کئے ہین ۔ مؤلف +

ادہر فرانس کو جب اس نامہ و پیام کی خبر پہنچی تو اوس نے سابقہ رائے میں کسیقدر ترمیم کرکے ایک مقررہ سالانہ رقم کے عوض اپنے چودہ یا پندرہ جنگی جہاز ٹرکی کے سپرد کر دینے کا منشا ظاہر کر دیا۔

ناظرین یہ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ سلطان نے فرانس سے جہازی امداد کی درخواست کی ہولی تھی۔ فرانس نے سابقہ ہی ہسپانیہ کی طرف سے بھی سلطان کو اسی قسم کی مدد ملنے کا وعدہ کیا — اس تجویز کا نام مؤیدی اتحاد کی تجویز رکھا گیا تھا۔ یہ باب عالی نے ایسا اتحاد کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر فرنچ سفیر کو یہ کہدیا کہ اگر وہ باب عالی کو فرانس سے جنگی جہاز اور سامان خرید دے اور گولندازوں اجرت پر منگوا دے تو وہ اوس کا مشکور ہوگا۔ سفیر مذکور نے اس فرمائش کی تعمیل کا وعدہ کیا لیکن روسی سفیر کو اس تجویز کی اطلاع ہو گئی۔ اور اوس نے اسی اصول پر آسٹریا اور باب عالی میں سمجھوتہ کرا دینے کی کوشش شروع کر کے باب عالی کو پٹی پڑہا دی۔ کہ جہاز اوس کو کسی کام میں نہیں آسکتے۔ اوسے بری فوج کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ۶ جولائی ۱۷۷۱ء کو دونوں سلطنتوں میں معاہدہ ہو گیا جس کے رو سے باب عالی نے آسٹریا کو بیس ہزار ضرب دینار یعنی ایک کروڑ بارہ لاکھ پچاس ہزار فلورن نقد اور دالیشیا خورد کے علاقہ دینے اور آسٹریا کی تجارت کو تمام ٹیکسوں سے بری اور اوس کے تجارتی جہازات کو شمالی افریقہ کی اسلامی طاقتوں کے بحری حملوں سے محفوظ رکھنے کا اقرار کیا۔ اور ان کے عوض آسٹریا نے باب عالی کو وہ تمام علاقے جو روس نے محاربہ میں فتح کر لئے تھے واپس دلا دینے اور پولنڈ کی آزادی قائم رکھوانے کی حلف اٹھائی۔ باب عالی نے اپنی سادہ لوحی سے زر مقررہ کا ایک حصہ اوسیوقت آسٹریا کو بھیجدیا۔ اور آسٹریا نے بھی بظاہر تعمیل شرائط کو لئے اپنی فوج کو سرحدون کیطرف روانہ کر دیا۔ جہاں فوج مذکور نے روسیوں کو مرعوب کرنے کی بجائے زیادہ تر ترکوں اور پولنڈیوں کو دہمکانے کا کام دیا۔ کیونکہ گو آسٹریا کی نیت قیصر جوسف اور فریڈرک کی ملاقات کے وقت ٹھیک ہو مگر بعد میں اوس کی نیت پھر پہلے کیطرح بد ہو گئی تھی۔ اور مدد دینا تو درکنار الٹا دشمنی کی پالیسی میں اوس نے ٹرکی کو نقصان پہنچانے اور آخر اوس سے دغا کرنے کی ٹھان لی تھی۔ بس اس معاہدہ کی وہ تمام شرائط جو آسٹریا نے کی تھیں محض ایلہ فریبانہ اور غدارانہ تہیں۔

روس نے پھر براہ راست اس شرط پر کہ کوئی اور سلطنت مداخلت نہ کرے۔ باب عالی سے صلح کا نامہ و پیام شروع کرنے کی کوشش کی۔ مگر ترکوں نے آسٹریا کی رفاقت کے بھروسہ پر کچھ توجہ نہ کی۔ اور ادہر اس ایماندار سلطنت نے یہ کیا کہ جب کیتھرائن نے اوسے شروع ستمبر میں قطعی طور پر اطلاع دی کہ روس نے کریمیا کو ٹرکی سے آزاد کر دینے اور مالڈیویا اور والیشیا پر ایک خود مختار فرمانروا کو متمکن کرنے کا قطعی ارادہ کر لیا ہے۔ تو یہ بالکل دم بخود رہی۔ اور جب چند ہی دن بعد ماہ اکتوبر فریڈرک ثانی نے آسٹریا کو اطلاع دی کہ اوس نے پولنڈ کا کچھ حصہ اور خاصکر صوبہ پومیرنیا کو ملحق کر لینے کا مصمم عزم کر لیا ہے اور اگر دربار وی آنا چاہے تو وہ بھی اسیقدر علاقہ پولنڈ کا لے سکتا ہے تو اس ایماندار سلطنت نے کل قول و قرار کو فراموش کر دیا

سلہ آسٹریا کا پرانا نقری سکہ جو موجودہ کرنسی سے دگنا یعنی ایک تسلنگ ۸ پنیس کے برابر تہا ۔ مؤلف

اور اوس کے منھ میں اس لقمہ کے پیش ہوتے ہی پانی بھر آیا۔ ایسے موقعہ پر کیتھرائن کب خاموش رہ سکتی تھی۔ اوس نے جھٹ اس کے جواب میں ایک اور تجویز آسٹرین گورنمنٹ کے سامنے پیش کر دی کہ دونوں سلطنتیں ٹرکی کا حصہ بخرہ کر لیں۔ روس ولاشیا اور مالڈیویا لے اور آسٹریا بوسنیا اور ڈلمیشیا پر تصرف کر لے۔

انگریزی سفیر کو کسی طرح آسٹریا اور ٹرکی کے خفیہ اتحادی معاہدہ کی نقل ملگئی تھی۔ اور اوس نے دربار روس و پرشیا کو اوسکی خبر کر دی تھی۔ فریڈرک ایک تو پولینڈ کا علاقہ غصب کرنے کے لیئے اور دوسرے اس وجہ سے کہ وہ ۱۷۶۴ء کی معاہدہ کی رو سے (جس کے مطابق اوسے روس کو ترکوں کے ساتھ لڑائی ہونے کی صورت میں فوج کی بجائے نقد امداد دینی پڑ رہی تھی) روس کو روپیہ دیتے دیتے تنگ آگیا تھا۔ اب دل سے ٹرکی اور روس میں صلح ہو جانیکا خواہاں رہا تھا۔ وہ اس معاہدہ کو دیکھتے ہی خوشی سے اچھل پڑا۔ اوسنے دیکھ لیا کہ روس کو ٹرکی سے صلح کر لینے پر مجبور کرنے کے لیئے یہ خوب آلہ ہاتھ آگیا ہے۔ لیکن برعکس اس کے کیتھرائن کو کوئی ایسی جلدی نہ تھی۔ اور وہ اس امداد کو جو اسے خزانہ پرشیا سے مل رہی تھی آسانی ترک کرنا نہیں چاہتی تھی۔ آخر کار گو روس اور ٹرکی میں صلح کرا دینے کا معاملہ تو اوسیطرح کھٹائی میں پڑا رہا۔ پولینڈ کے تر لقمہ نے جنوری ۱۷۷۱ء سے پہلے ہی روس اور پرشیا کو متفق الرائے بنا دیا۔ فریڈرک نے اپنے بھائی شاہزادہ ہنری کو سینٹ پیٹرزبرگ بھیجدیا۔ اور پولینڈ کے مطلوبہ علاقہ کے عوض فریڈرک نے اقرار کیا کہ اگر آسٹریا نے روس پر حملہ کیا تو وہ آسٹریا پر چڑھائی کر دیگا۔ اور روس نے والیشیا اور مالڈیویا کے دعوی سے دست بردار ہو جانیکا وعدہ کیا۔

یہ پیشبندی اس خیال سے تھی کہ شاید آسٹریا کی ایمانداری اوس کے طمع پر غالب آجائے مگر جیسا کہ بیان ہو چکا ہے سلطنت مذکور کا ایمان اس تجویز کے پہلی مرتبہ پیش ہوتے ہی رفو چکر ہو چکا تھا۔ قیصر جوسف اس غدارانہ سازش میں بڑی خوشی سے شریک ہو گیا۔ اور ٹرکی کی طرف سے طوطے کی طرح آنکھیں پھیر کر اوس روپیہ کو بھی جو اوسکی موعودہ امداد کے عوض باب عالی نے رقم مقررہ میں سے بھیجا تھا شیر مادر کی طرح ہضم کر گیا۔

جب یہ ابلیسانہ نامہ و پیام شروع ہوئے اوس وقت ان ایماندار سلطنتوں کی خوش نصیبی سے وہ شخص کہ صرف وہی اس شیطانی تجویز کی کامیابی کو روک سکتا تھا یعنی شوآسل اختیارات سے معطل اور لوئی پانزدہم کی نئی معشوقہ میڈم ڈی باری کی سازشوں سے ذلیل و بے عزت ہو کر دربار ورسیلز سے خارج ہو گیا۔ ڈیوک مذکور نے اپنی وزارت کے دوران میں جو اہم مقاصد ہمیشہ پیش نظر رکھے تھے از انجملہ ایک یہ تھا کہ اپنی بحری طاقت کو اتنا بڑھالے کہ وہ انگلستان کی بحری طاقت سے ٹکر کھا سکے۔ اور اوس کی بڑی تمنا یہ تھی کہ جس طرح ہوسکے ان تمام ذلتوں کا جو فرانس کو جنگ ہفت سالہ میں سمندر پر انگلستان کے ہاتھ سے اٹھانی پڑی تھیں پورا پورا بدلہ لے۔ چنانچہ اوس نے اوس ناراضگی کو جو انگلستان اور اوس کی امریکن نو آبادیوں میں ظاہر ہونی شروع ہو گئی تھی۔ ہر طرح سے بڑھانے کیلئے پوری تیاری کر لی ہوئی تھی۔

اوس کے بعد ڈیوک ایگوالان وزیر اعظم مقرر ہوا۔ اسمیں حق الامر ہے کہ وہ بھی ٹرکی اور پولینڈ کی حمایت کے لیئے آئی کی

چلنا چاہتا تھا جو شوسل کی تھی۔ اور اس لیئے اوس نے جنگی بیڑے تیار بھی کر لیئے تھے۔ مگر انگلستان کی آنکھون پر اوس وقت ایسی پٹی پڑی ہوئی تھی کہ اوس کی مخالفت سے انگوالان بیچارے کی بھی کوئی پیش نہ گئی۔ انگریزی وزارت نے اُسے کہلا بھیجا کہ اگر فرانس نے ان دونون ملکون کی طرفداری مین ذرا سے ہاتھ پاؤن بھی ہلائے تو انگلستان فی الفور اعلان جنگ کردیگا اسپر فرانس نے انگلستان سے آنکھ بچا کر خفیہ در پردہ امداد بھیجنے کی کئی مرتبہ کوشش کی لیکن اس مین بھی ناکام رہا۔ اور دربار انگلشیہ نے اوس کر اچھی طرح کان کھولکر فہمایش کردی کہ وہ اس تنازعہ مین کسی غیر متعلق سلطنت کو دخل نہین دینے دیگا اور اسطرح انگلستان کی ان دہمکیون کی طفیل اور اوسکی حمایت مین تینون غارت گر پولنڈ کی پہلی تقسیم کرنےمین کامیاب ہوگئے اور انگلستان کو عاجز کشی مین معاون ہونے کی رسوائی کے سوا اسطرح کا ذاتی فائدہ نہ ہوا۔ مگر سب سے زیادہ شرم و خجالت لوئی پانزدہم کو لیئے ہی جس نے عظیم الشان طاقت ہنری کر باوجود دم نہ مارا۔ اور اٹھارہوین صدی کے غصب عظیم[1] اور گناہ سنگین کو عمل مین آجانے دیا۔ اور جب وہ عمل مین آچکا تو بہ نظاہر کمال غضب آلود ہوکر اس کے عوض ہالنڈ پر قبضہ کرلینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ انگلستان اس وقت بھی آڑے آیا۔ اور تیجاوز ثلاثہ کے ساتھ شامل ہوجانے کی دہمکی دیکر نامرد لوئی پانزدہم کو اپنا ارادہ تو سے فعل مین لانیسے روکدیا۔ بعد ازان فرانس نے سوئیڈن کو مدد پہنچانی چاہی۔ اس سے بھی انگلستان مانع ہوا۔ اور آخر انگلستان نے فرانس کو صاف کہدیا کہ وہ یورپ کی خواہ کسی سمندر مین بیڑہ جہازات روانہ کرے۔ انگریزی بیڑہ اوس کا تعاقب کریگا جسپر بہادر فرانس ہاتھ پاؤن توڑ کر بیٹھ گیا۔ اور انگلستان کے رفیق روس کو اپنے مقاصد مین کامل کامیابی ہوگئی۔

آسٹریا نے اس صریح غداری کو وقت ٹرکی کی اشک شوئی کے لیئے اپنے سفیر تھوگوٹ کو حکم بھیجا تھا کہ وہ پرشیوی سفیر کے ساتھ ملکر باب عالی کو سمجھا دے کہ اُسکا مفاد اسی مین ہے کہ وہ صلح کی شرائط کا تصفیہ کرلینے کا کانگرس منعقد کیئے جانے کی درخواست کردے۔ اوس وقت کیتھرائن نے بھی اپنے رفیق غاصبون کا ایما و مشورہ سے تنہا براہ راست تصفیہ کرنیکا معاملہ چھوڑ کر

[1] پولنڈ کی تقسیم و غصب کے دردناک واقعات رسالہ مفروضہ مظالم آرمینیا مین مفصل بیان کیئے گئے ہین۔ پول جو پہلے لاقی کہلانے تھے سلیو قوم کا ایک قبیلہ ہین جو ساتوین آٹھوین صدی مین دریاء وسٹلو اور اوڈر کے درمیان آباد ہوگیا پھر رفتہ رفتہ اس کی طاقت اس قدر عروج پکڑ گئی کہ اوسکی حکومت بحیرہ بالٹک سے بحر سیاہ تک شمالاً جنوباً اور پرشیوی صوبہ سلیسیا سے روسی صوبہ سمولنسک اور خرسون تک شرقاً غرباً پھیل گئی۔ اوس وقت اس حکومت کا طول ۱۲۰۳ عرض ۹۹۳ میل اور رقبہ دو لاکھ ۸۲ ہزار مربع میل تھا پہلی تقسیم ۱۷۷۲ء مین اور دوسری ۱۷۹۳ء مین ہوئی ۱۸۱۵ء کے معاہدہ وآئینا کے رو سے آزاد پولنڈ کا رقبہ ۴۹ ہزار میل مقرر کیا گیا۔ مگر ۱۸۳۲ء مین روس نے اس علاقہ کو بھی غصب کرکے پولنڈ کی حکومت کا نام و نشان معدوم کردیا۔ تقسیم اوّل کی نسبت خود قیصرہ میریا تھریسیا یعنی ایک غاصب کی مان کے یہ الفاظ ہین "آسٹریا نے جو حکمت عملی اختیار کی ہے وہ بزرگی، عزت اور دیانت کے منافی ہے"۔

(مؤلف)

آسٹریا کی ثالثی کو قبول کر لیا تھا۔

ادھر ٹرکی کو بھی گو روس طرابزون اور گرجستان پر حملہ کرنے میں ناکام رہا تھا۔ اور اوس کا بیڑہ افسروں اور ملاحوں کی نالائقی سے بحیرۂ آذاف سے باہر نہیں نکل سکا تھا۔ اور دریائے ڈنیوب پر بھی لڑائی کا پلڑا یکسان رہا تھا۔ مگر کریمیا میں جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے اوسے کامل ظفریابی ہو جانے سے بعد صلح و آشتی تصفیہ نزاع کی ضرورت محسوس ہو گئی تھی۔ چنانچہ فریقین میں سمندر اور خشکی پر دونوں جگہ جنگ ملتوی ہو گیا۔ اس التواء کا معاہدہ دس جون ۱۷۷۲ء کو مقام گرگیو دمین ہوا۔ بعد ازان انعقاد صلح کے لیے بمقام فوکشانی (واقعہ والیشیا) کانگرس منعقد ہوئی۔ زارینہ کے سفراء نے شرائط پیش کین کہ باب عالی کریمیا کی آزادی تسلیم کرے اور روسی جہازون کو بحیرۂ اسود مین جہازرانی اور تجارت کرنے کی اجازت دیدے۔ ترکون نے ان شرائط کو مسترد کر دیا۔ کریمیا کے بارے مین ترکی سفراء کا بیان خاص غور کے قابل ہے۔ اونہون نے کہا کہ "روس کا یہ مطالبہ دیگر موانعات کے علاوہ خود اسلام کے اصولون کے بھی برخلاف ہے۔ سلطان تمام سنت جماعت مسلمانون کا مذہبی بادشاہ ہے۔ اگر وہ ہندوستان بخارا۔ اور مراکو مین اس اقتدار و استحقاق سے کام نہین لیتا تو اوس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ملک بہت دور کے فاصلہ پر ہین مگر کریمیا جیسے قریبی علاقہ کے مسلمان باشندون (تاتاریون) پر سے اس اقتدار کو وہ بحیثیت خلیفۃ المسلمین کبھی نہین ہٹا سکتا فرائض خلافت اس کے مانع ہین"

الغرض اس کانگرس سے کوئی نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ اور تھوڑے سے وقفہ کے بعد دوسری کانگرس بخارسٹ (رکیرشیا) مین جمع ہوئی۔ وہ بھی ۱۷۷۲ء کو باقیماندہ حصہ اور ۱۷۷۳ء کو موسم بہار تک اجلاس کرکے ۲۱ مارچ ۱۷۷۳ء کو ناکام برخاست ہوئی اور لڑائی پھر شروع ہو گئی۔

دربندلا روسی سفیر ابرسکاف و دیگر یورپین سفراء کے متواتر اصرار و تقاضون پر قلعہ یدی قلہ سے رہا کر دیا گیا تھا۔ اور وہ کانگرس مین شامل ہو گیا ہوا تھا۔ اوس نے پندرہ فروری ۱۷۷۳ء کو کانگرس مذکور مین زارینہ کا الٹی میٹم پیش کیا۔ جس مین سات شرائط درج تھین جو حسب ذیل ہین۔ (۱) روس کو تاتاریون کی آزادی کا محافظ تسلیم کیا جائے اور اس امر کی ضمانت مین کہ اس آزادی مین خلل نہ ڈالا جائے گا۔ کرچ اور ینی قلعہ کے قلعے روسیون کے قبضے مین رہنے دیے جائین (۲) روس کو تجارتی اور جنگی جہازون کو بحیرۂ اسود اور بحیرۂ مجمع الجزائر (بحیرۂ ابیض) مین جہازرانی کا پورا اختیار ہو گا (۳) کریمیا کے تمام دوسرے قلعے جن مین ترکی فوج مقیم رہتی تھی تاتاریون کے حوالہ کر دیئے جائین (۴) مالڈیویا کو دیوڈسمی گریگوری گیکا کو جو اس وقت روسیون کے پاس ہے پھر صوبہ مذکور کی مسند حکومت پر متمکن کر دیا جائے۔ اور اوس سے تین برسون مین ایک برس کی آمدنی بابت مال بطور خراج لیا کرے اور حکومت اوس کے خاندان مین موروثی رہے۔ (۵) روس کا مستقل سفیر قسطنطنیہ مین رہا کرے (۶) کلبرن کی ملکیت روس کو منتقل کر دی جائے اور اوچاکوف کے قلعے کو مسمار کر دیا جائے (۷) باب عالی روس کے فرمانروا کے لیے بادشاہ کا لقب اور نیز یہ تسلیم کرے کہ وہ سلطنت عثمانیہ کے تمام مسیحی باشندون کی حفاظت کریگا جو کلیسائے یونانی کے معتقد ہون

استحقاق حاصل ہو۔

یہ شرطین سُن کر ترکی سفراء بہت بگڑے۔ اور اونہون نے روسی سفراکو طعن دیا کہ جب تمہارا زار پطیر ہمارے قابو آگیا تھا۔ اور جس کو جنگل مین درختون کی چھالین کھانے پر مجبور ہو رہا تھا تو باب عالی نے اُسے قتل یا زندہ گرفتار کرلینے سے احتراز کرکے صرف ازاف کی واپسی کی شرط پر اوس سے صلح کرلی تھی۔ کیا اب تمہین ایسی زیادتی کرتے ہوئے شرم نہین آتی۔ مگر روسی سفیر ترکی وزیر اعظم بلتان جی ایسے بیوقوف نہ تھے۔ وہ ان شرائط پر مُصر رہے۔ اسپر رئیس آفندی اور وزیر اعظم نے کل جنیلون اور افسرون کو جو ترکی فوج کے ساتھ تھے جمع کرکے یہ شرطین اون کے سامنے پیش کین۔ اون سب نے متفق الرائے ہوکر بیان کیا کہ روسیون کا اصل مدعا کرچ اور ینی قلعہ کو لینے کا ہے۔ باقی شرطین محض لفاظی اور بہانہ کے لیے ہین۔ جہاز رانی کی متعلقہ شرط پر بہ آسانی سمجھوتہ ہوسکیگا۔ کریمیا کی موجودہ حالت کی نسبت تاتاریون کی کامل آزادی کو تسلیم کرلینا زیادہ مناسب ہوگا۔ کیونکہ مناسب موقع ملنے پر ہم پھر وہان عملی دخل کرسکین گے۔ باقی رہی روس کی یہ دھمکی کہ اگر شرائط کو تسلیم نہ کیا گیا تو وہ پچاس ہزار پرسہ (تقریبًا تین کروڑ فلورن) بطور تاوان جنگ لیگا۔ اگر حکومت ان شرائط کو نہ مانے۔ تو یہ رقم چندون قرض کرکے بہم پہنچائی جاسکتی ہے لیکن پھر بھی صلح کرلینا مناسب ہے۔ کیونکہ اگر لڑائی جاری رکھی گئی تو خواہ ہم سات برس اور لڑتے رہین مفید شرائط پر ہمین صلح نصیب نہ ہوگی۔ مجلس حرب کے یہ فیصلے قلمبند کرکے عطاء اللہ بے کی معرفت قسطنطنیہ بھیجے گئے جہان دیوان نے اوسپر طول طویل مباحثہ کرکے آخر شرائط کو مسترد کردیا۔ اسپر ترکی سفراء نے گفتگوئے صلح کو طول دینے اور روس کو مطالبون مین نرمی کرنے پر مائل کرنے کی کوشش کی۔ سلطان اب سچے دل سے صلح کا خواہان تھا۔ مگر وہ یہ چاہتا تھا کہ باعزت شرائط پر صلح ہو۔ اوس نے رئیس آفندی کو اپنے ہاتھ سے خط لکھکر اس امر کا اختیار دیدیا کہ وہ ینی قلعہ اور کرچ کے عوض روس کو ستر ہزار قرش کی رقم پیش کرے۔ اس کا آوبرسکاف نے جواب دیا کہ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ میرا دربار دیوالیہ ہو رہا ہے۔ مین تم سے حلفیہ اقرار کرتا ہون کہ اگر تم شرائط کو مان لو تو ہم بڑی خوشی سے اوسیوقت اسیقدر رقم تمکو ادا کردینگے۔ ترکی سفراء کی کوشش سے گفتگو کسیقدر طول تو کھینچ گئی۔ مگر ان دونون قلعون کی حوالگی انعقاد شرائط مین اہم رکاوٹ رہی۔

تمام علماء نے یکزبان ہوکر کہدیا کہ خواہ نتیجہ کچھ ہی کیون نہ نکلے۔ یہ شرط کبھی نہین ماننی چاہیئے۔ سلطان لڑائی سے ایسا بیزار ہو رہا تھا کہ وہ تو شاید روسی مطالبہ کو مان لیتا مگر اُسے اندیشہ تھا کہ کہین علماء اوس کے برخلاف بغاوت نہ کرادین۔ اوس نے یہان تک کیا کہ رئیس آفندی عبد الرزاق کو پیغام بھیجدیا کہ اگر وہ روس کی کل شرائط کو اپنی ذمہ داری سے تسلیم کرکے معاہدہ صلح پر دستخط کردے تو وہ ملک کی بڑی خدمت کرے گا۔ مگر ساتھ ہی سلطان نے یہ بھی اُسے صاف جتلادیا کہ اگر معاہدہ مذکور سے قسطنطنیہ مین شورش برپا ہوئی تو مین تمہاری اس کارروائی سے مطلق لاعلمی ظاہر کرکے تمکو معہ کنبہ جلاوطن کردونگا۔ رئیس آفندی نے ایسی خطرناک ذمہ داری کو اپنے سر لینے سے انکار کردیا۔ اور بخارسٹ کی کانگرس

۱۲ مارچ ۱۷۷۳ء کو برخاست اور لڑائی پھر شروع ہو گئی ؎

محاربہ کا از سر نو شروع ہونا - سلسٹریا اور شوملا کی حفاظت -

مگر اس التوائے جنگ سے ترکی افواج کو جو مہلت ملگئی تھی۔ اوسے بیکار ضایع نہیں کیا گیا تھا۔ اوس سے پورا پورا فایدہ اوٹھایا گیا تھا۔ ترکوں میں حفاظت ملک کے لیئے عام جوش پھیلگیا ہوا تھا۔ اور سلطانی وزراء اور امیروں نے ایک دوسرے کی ضد بضد خود اپنے خرچ سے فوجی دستے تیار کر لیئے تھے۔ ادھر سلطان نے ۱۷۷۱ء کو اخیر میں محسن زادہ محمد پاشا کو جس نے ۱۷۷۰ء میں موریا میں متذکرہ صدر کار نمایاں کیا تہا۔ اور وہاں سے ودین کی گورنری پر بھیجے جانے کے بعد بھی نہایت عمدہ اور قابل تعریف مستعدی ظاہر کی تھی۔ پہر وزیر اعظم بنا دیا تھا۔ وہ لڑائی سے پہلے بھی وزیر اعظم تھا۔ اور اسی خطاء پر معزول کر دیا گیا تھا کہ وہ تیاریوں کی تکمیل سے پہلے روس کے ساتھ لڑائی شروع کرنیکے مخالف تھا۔ ان تین برسوں کو تلخ تجربے نے سلطان پر واضح کر دیا تھا کہ اوس نے زارینہ سے اعلان جنگ کرنے میں تعجیل سے کام لیکے اور اپنے قابل وزیر کو برطرف کرنے میں سخت غلطی کی تھی۔ گویا اور ودین کے سر عسکر کی حیثیت سے محسن زادہ دیگر ترکی جنرلوں کی نا قابلیت کے مقابلہ پر قابل عزت مستثنیٰ پایا گیا اور آخر سلطان کو اسی شخص کیطرف جو میدان جنگ اور مجلس شوریٰ دونوں جگہہ نہایت قابل ثابت ہوا تھا رجوع کرنا پڑا۔ کہ یا تو وہ اپنے تدبر و لیاقت سے مناسب شرایط پر صلح کر کے لڑائی کا خاتمہ کر دیگا۔ یا دیگر کمانڈروں کی نسبت بہتر کامیابی کے ساتھ اسے قایم رکھ سکیگا۔

چنانچہ محسن زادہ نے فوکشانی اور بخارسٹ کی کانگرسوں میں باعزت صلح کے لیئے بہت کوشش کی تھی۔ مگر ساتھ ہی ان پندرہ مہینوں میں اوسنے عثمانیہ فوج کی ہمت بڑہانے اور روسی پیشقدمی بجانب قسطنطنیہ کی روک تھام کیلئے بھی اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا تہا۔ قزاقی اور لوٹ مار کے مرتکبوں کو اوس نے نہایت سخت سزائیں دیں۔ اور کئی ایسے افسران کے جنہوں نے دشمن کے مقابلہ کیوقت بزدلی ظاہر کر کے سپاہ کو حوصلے بھی پست کر دیئے تھے سر قلم کرا دیئے۔ اوس نے نہایت جوڑ توڑ افواج کے بچے کچے حصوں کو جمع کر کے از سر نو مرتب کیا۔ اور بہت سی تازہ دم فوج بھی جو زیادہ تر اہالی بوسینیا اور سلطنت کی دیگر بہادر و شجاع زمینیا مسلمان اقوام سے بہرتی کیگئی تھی۔ تیار کر لی۔ جو قلعے ڈنیوب کے کنارہ پر ابھی ترکوں کے قبضے میں تھے۔ اون میں فوج کے مضبوط دستے متعین اور کافی ذخایر حرب و رسد جمع کر دیئے گئے۔ اور خاصکر سلسٹریا کی حفاظت کے لیے معقول انتظام کیا گیا۔ مگر اوس نے صرف سلطنت کی پہلی قدرتی سد محافظت یعنی ڈنیوب کے کنارہ کو ہی مضبوط کرنے پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ دوسری قدرتی سد یعنی سلسلہ کوہ بلقان کی حفاظت و استحکام کا بھی بخوبی انتظام کر کے شوملہ کو اپنی افواج کا ہیڈ کوارٹر بنایا۔

؎ یہ شہر جس کا درست تلفظ شمنا ہے اور اس صدی کی روسی و ترکی محاربات کی وجہ سے عام مشہور ہو گیا ہے اون

پہاڑیون کے مجموعہ کے مشرقی دامن مین جو سلسلہ کوہ بلقان کی شمالی جانب سے کسیقدر آگے واقع ہین۔ آباد ہے۔ یہ پہاڑیان شمال مشرق کیطرف آگے کو خم کھائے ہوئے ہین۔ اور نعل کیطرح اونکی شاخین باہر کو نکلی ہوئی ہین شہر اوس میدان کے وسط مین جسے یہ نعل نما پہاڑیان احاطہ کیئے ہوئے ہین واقع ہے۔ اور گو اوسکی حفاظت کیلیئے متعدد قلعے اور مورچے بنے ہوئے ہین اور اوس کے سامنے بلند زمین یا پہاڑیون کا ایک چھوٹا سا کرارہ یا سلسلہ موجود ہے جو ایسے دشمن سے جو ڈنیوب کیطرف سے شوملا کو آرہا ہو اوس کی جزوی حفاظت کر رہا ہے مگر پھر بھی بذاتہا طبعی طور سے اوس کا محل وقوع کچھ ایسا محفوظ اور مستحکم نہین ہے۔ یہ سامنے والی پہاڑیان متذکرہ صدر پہاڑیون سے جو شہر کے عقب اور دونون بازوؤن پر واقع ہین بلندی مین بہت کم ہین۔ اس کی جو کچھ قدرتی مضبوطی ہے وہ انہی پہاڑیون کی سطح مرتفع پر منحصر ہے جس کا رقبہ اٹھارہ میل مربع ہے۔ اس سطح سے پہاڑیون کی طرفین نشیب کیطرف پہلے تو کچھ فاصلہ تک بالکل سیدہی دیوار کی طرح کھڑی ہین پھر وہ سطح زمین تک نرم ڈھال کہاتی ہوئی جاتی ہین۔ ڈنیوب کے جنوبی کنارہ کے تمام قصبون سے جسقدر سڑکین جنوب کو جاتی ہین وہ سب شوملا مین ملجاتی ہین۔ اور پھر شوملا سے جدا جدا ہوکر بلقان کے بڑے بڑے درون مین سے جنوب کو جاتی ہین مگر شوملا سے ان درون مین سے کسیکی طبعی طور پر حفاظت نہین ہوسکتی۔ نہ وہ اون کے رستون کو بند کرسکتا ہے غنیم اوس کے گرد سے چکر کاٹ کر بلقان کے درون مین پہنچ سکتا ہے لیکن ہمین شک نہین کہ اگر اس سطح مرتفع پر زبردست فوج موجود ہو تو غنیم کے لیئے ایسا کرنا سخت خطرہ سے خالی نہین سطح مذکور کی وسعت اور ملحقہ علاقہ کی قدرتی بناوٹ کی وجہ سے شوملا کا محاصرہ کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ اور وہ زبردست فوج جو وہان مقیم ہو بشرطیکہ اوس کے کمانڈر قابل و مستعد ہون یہی نہین کر سکتی کہ غنیم کیلیئے شہر کا فتح کرنا ناممکن کردے بلکہ غنیم کی جو فوج قرب و جوار مین موجود ہو اوسے سخت نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اور اگر غنیم شوملا کو ایکطرف چھوڑ کر بلقان کیطرف بجانب جنوب بڑھ جائے تو فوج مذکور غنیم کے سلسلہ آمد و رفت کو اوس کے ہیڈ کوارٹر سے باسانی منقطع کرسکتی ہے۔ اور اگر روسی حملہ آور فوج ترکی فوج مقیمہ شوملا کی دسترس سے بچنے کیلیئے شوملا سے بہت فاصلہ بلقان مین سے گذرنے کی کوشش کرے تو ان موقعون پر سلسلہ کوہ کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ انکو متفرق دستون مین ہوکر جدا جدا تنگ پہاڑی رستون اور پگڈنڈیون سے گذرنا پڑے۔ اور پیشتر اس کے کہ یہ دستے پہاڑ کی دوسری طرف جاکر آپس مین مل سکین۔ وہ امدادی ترکی فوج جو سلسلہ کے عقب یعنی جنوب مین بمقام ایڈوس یا کسی اور مناسب مقام مین بشرطیکہ ترکی کمانڈر بالکل ہی نالائق اور ناندیشہ نہ ہون لازمی طور پر مقیم ہوگی۔ اونکو باسانی تمام ٹکڑے ٹکڑے کردیگی۔

الغرض یہ ہین شوملا کے قدرتی محل وقوع کے فوائد جسے ترکون نے جہان کہین ممکن تہا قلعون اور مورچون سے اور مضبوط کردیا تہا۔ اور جسے وہ ۱۸۷۷ء تک روسی پیشقدمی سے اپنے دار الخلافہ کی حفاظت کیلیئے نہایت کار آمد مقام اور ڈنیوب کے کنارہ پر دشمن کا مقابلہ کرنے کیلیئے اپنے جیوش کا بہترین مرکز تصور کرتے رہے تھے۔ مگر افسوس جو ۱۸۷۷ء کے محاربہ روم و روس کے بعد اون کے قبضہ مین نہین رہ گیا۔ اور ترکی اب نہ صرف ڈنیوب بلکہ بلقان کی بھی قدرتی حفاظت سے

محروم ہو گئی ہے۔ اور ترکوں کو اپنے پایۂ تخت کی حفاظت کیلئے امداد اتحادی کے بعد اب محض اپنی قوت بازو اور مصنوعی استحکامات و مورچہ بندیوں پر سہارا رکھنا پڑا ہے۔

شوملا کے علاوہ دو اور مقامات نے بھی ۱۸۲۸ء و ۱۸۷۷ء کی محاربات میں بہت شہرت حاصل کی۔ اور یہ وہی مقامات ہیں جو موجودہ صدی کی لڑائیوں میں بھی جس کے اختتام میں اب دو تہائی دور ہی باقی رہ گئے ہیں کچھ کم مشہور نہیں ہوئے یہ سلسٹریا اور وارنا ہیں۔ سلسٹریا دریائے ڈینیوب کے دائیں کنارہ پر اوس جگہ کے قریب جہاں کہ دریائے مذکور کا ڈلٹا[1] شروع ہوتا ہے۔ واقع ہے۔ وہ تقریباً نیم دائرہ کی شکل میں آباد ہے جس کا قطر دریائی ساحل ہے۔ اوس کے قریب وجوار میں خشکی یعنی بلگیریا کی طرف مرتفع زمینیں ہیں جنگی لحاظ سے جن کی اہمیت اور سودمندی حال کو محاصروں میں بخوبی ثابت ہو گئی ہے ۱۸۵۴ء میں جب روسیوں نے روسچق پر حملہ کرنیکا عزم کیا تو اوس وقت اوس کی حفاظت ان جزیروں پر منحصر تھی۔ خاص شہر اور اوس کے مضافات عمیق خندقوں سے گہرے ہوئے تھے۔ اور ان کے علاوہ وسیع تاکستان اور خوبصورت شاندار گلاب کے باغات بھی گرد و نواح میں موجود تھے۔ والیشیا کی طرف سے بلگیریا میں سے گذر کر ترکی پر کامیابی کے ساتھ حملہ آور ہونے کے لیئے جرمن نامور جنرل فاتح سیدان مولٹکی اور انگریز جنرل چیسنی وغیرہ ماہرین امور حرب کی رائے میں سلسٹریا پہلے قابض ہونا لوازمات میں سے ہے۔ کیونکہ متذکرہ صدر علاقہ سے خواہ کدھر بلقان پر پیش قدمی کی جائے۔ وہ حملہ آور فوج کے کسی نہ کسی بازو کو بالکل قریب پڑتا ہے۔

وارنا جہاں ۱۴۴۴ء میں مراد ثانی نے کئی عیسائی بادشاہوں کی متحدہ لشکر کو کامل ہزیمت دی تھی بحیرۂ اسود کے مغربی ساحل پر شوملہ سے تخمیناً ۵۰ میل بجانب مشرق واقع ہے۔ اور جنگی اہمیت کے لحاظ سے شوملہ سے دوسرے نمبر پر ہے کیونکہ جب تک پہلو وارنا کو فتح نہ کر لیا جائے کوئی حملہ آور بخیریت اور بےفکری کے ساتھ بلقان کے شرقی دروں میں سے نہیں گذر سکتا ان تینوں مقامات کی حفاظت کا کما حقہٗ انتظام کر لینے سے محسن زادہ نے ثابت کر دیا کہ وہ فن حرب میں قابل تعریف دستگاہ رکھتا ہے۔

ادہر روسی جنرل رومانزوف کی کارروائی سے بخوبی واضح ہو رہا ہے کہ وہ بھی ان مقامات کی قدر و منزلت سے ویسا ہی واقف تہا جیسے کہ اوس کے بعد کے روسی جنرل شوملہ میں اپنا ہیڈکوارٹر قایم کرنیسے محسن زادہ بلقان کی حسن حفاظت کرنے کے ہی قابل نہ ہو گیا تہا۔ بلکہ وہ وہاں سے دریائے ڈینیوب کے کنارہ پر بھی حسب موقعہ جارحانہ یا مدافعانہ کارروا

[1] ڈلٹا یونانی حروف تہجی میں ایک مثلث شکل حرف کا نام ہے۔ اور اوس لحاظ سے تکونی زمین کو جو تینوں طرف سے پانی کے گھری ہوئی ہو ڈلٹا کہتے ہیں۔ بڑے بڑے دریا سمندر میں گرنے سے پہلے عموماً دو یا زیادہ شاخوں میں بہٹ جاتے ہیں۔ ان شاخوں اور کنارہ سمندر کے درمیانی علاقہ کو ڈلٹا کہا جاتا ہے۔ سندگہاٹ کو بھی انگریزی میں ڈلٹا کہتے ہیں۔

(مؤلف)

نہایت مؤثر طریق سے کرسکتا تھا۔ سنہ ۱۸۵۴ء میں جب جدال پھر شروع ہوا تو روسی فوج مقیمہ والیشیا کی نقل و حرکت سے واضح ہوگیا کہ وہ مقام تلچہ کے قریب سے دریائے ڈنیوب کو عبور کرنیکا ارادہ رکھتی ہے۔ ترکی فوج کا ایک دستہ چرکس پاشا کے زیر کمان صوبہ ڈابرڈشا میں بمقام بابا طاغ مقیم تھا۔ وزیر اعظم نے اوسی دشمن کی ہر ایک نقل و حرکت کی نہایت احتیاط سے نگرانی کرتے رہنے کے لئے تاکیدی احکام بھیج دیئے۔ مگر فوج مذکور حیرت انگیز نامردی سے بابا طاغ سے بھاگ گئی۔ اور روسیون نے بلا مزاحمت قرہ صو تک بڑھ چلے اگر قرہ کرمان کے قلعون کو مسمار و منہدم کر دیا۔ دستہ مذکور کی اس غیر متوقعہ بزدلی اور روسیون کی ابتدائی ظفریابی سے وزیر کے استقلال اور حوصلہ مین کوئی فرق نہ پڑا۔ اور وہ بدستور سابق اپنے بعیدی مقامات اور قلعون کی فوجون کی کمانڈرون کی حوصلہ افزائی اور نگرانی کرتا رہا۔ اوس کی مستعدی اور قابلیت نے آخر اپنا پھل دیا۔ اور سچاک کی قریب اس لڑائی مین پہلی مرتبہ ترکون کو اپنے مخالفون پر فتح عظیم حاصل ہوئی۔ روسی سابقہ فتوحات سے بہت ہی تمدمغ ہوگئے ہوئے تھے۔ اور وہ کامیابی کے پورے بہروسہ کے ساتھ مقام مذکور کی طرف بڑھے تھے مگر اون کے پہونچنے سے پہلے رغستانی پاشا زبردست کمک لیکر قلعہ کی فوج کو جا ملا تھا۔ اس متفقہ فوج نے حملہ آورون کو فاش شکست دیکر اون کے پندرہ سو آدمی اور تین توپین پکڑ لین۔ لیکن انہی ایام مین بتاریخ ۷ جون ۱۸۵۴ء جنرل ویسیمین نے ترکی فوج زیر کمان بخت بگیرائی و چرکس پاشا کو بمقام قرہ صو شکست دیکر پندرہ ترکی توپین چھین لین۔ قرہ صو سے یہ روسی جنرل اپنے سپہ سالار رومن زروف کی کمک کو جو سلسٹریا کے برخلاف آگے بڑھنے کا انتظام کر رہا تھا آخر الذکر مقام کو روانہ ہوگیا۔

رومن زروف نے روسی قلب لشکر لیکر بمقام بالبہ ڈنیوب کو عبور کیا۔ جنرلان سٹلڈسیچن و ٹوٹمکلٹن اوس کو ماتحت فوج مذکور کے کمانڈر تھے۔ سلسٹریا کے سر عسکر عثمان پاشا نے رومن زروف کی فوج کو دریا کے عبور کرنے سے روکنے کی کوشش کی مگر جنرل ویسیمین بروقت آپہنچا۔ اور اوس نے عثمان کی فوج پر بازو پر سے حملہ کر دیا۔ ترک دلاوری سے لڑے لیکن اون کو آخر پسپا ہوکر شہر مین داخل ہو جانا پڑا۔ سلسٹریا کی اہمیت روسی جنرل اور سلطان دونون کو بخوبی معلوم تھی ترکی فوج کے ہراول کو کمانڈر ابراہیم پاشا کو پچھلے دنون غنیم پر حملہ کرنے مین ناکامی ہوئی تھی۔ اوسے سلطان مصطفی نے بدست خود یہ مختصر مگر پر معنی حکم بھیجا۔ اگر تجھے اپنی جان عزیز ہے تو اپنے ہزیمت خوردہ سوارون کو جمع کر کے اڑتا ہوا فی الفور سلسٹریا کی کمک کو پہنچ جا۔

دریا سے گذر کر رومن زروف نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اور ستر توپون اور بیشمار غبارہ توپون سے اوسپر گولہ باری شروع کر دی شہر کی فصیلون مین چند دنون مین کئی رخنے پڑ گئے۔ اور روسی فوج کالمون مین صف آرا ہو کر شہر پر دہاوا کرنے کے لیئے آگے بڑھی۔ اوس کے ساتھ بیرونی خندقون کو پر کرنے کے لیئے ایک سو گاڑیان پہونچ۔ درختون اور خس و خاشاک سے لدی ہوئی تہین۔ فریقین مین خونخوار معرکہ آرائی شروع ہوگئی۔ روسی جبلی استقلال اور دلیرانہ تہور سے بار بار حملے کرتے

اور ترک حسب معمول نہایت ثابت قدمی اور شجاعت کے ساتھ اون کا مقابلہ کرتے رہے۔ رومن زوف پیچھے سے بار بار تازہ دم فوجین بھیجتا رہا۔ اور چند گھنٹون تک پے در پے حملے ہوتے رہے۔ آخر ترکون کے قدم ڈگمگا گئے۔ اور روسی سپاہی خندقون اور مورچون سے گذر کر مضافات مین داخل ہوگئے۔ اور اونہون نے اپنے زعم مین سمجھ لیا کہ بس سلسٹریا فتح ہوگیا۔ مگر وہان شہر کے تمام مرد مسلمان عثمان کی کمک کو پہنچ گئے۔ اور پہلے سے دگنی تیزی و ثبات کے ساتھ لڑائی شروع ہوگئی۔

روسیون کو اوس وقت تک ابھی اسبات کا علم نہ ہوا تھا کہ قلعہبند مقامات اور شہرون مین ترکون کی طرف سے واقعی مدافعت اوس وقت سے شروع ہوتی ہے جب کہ دیگر قومین مقابلہ سے بالکل دست بردار ہو جاتی ہین سلسٹریا مین اون کو ترکون کا یہ خاصہ جیسے جرمن جرنیل وان مولٹکے نے واقعات محاربہ ۲۹-۱۸۲۸ء اور مسٹر ہربرٹ نے ۱۸۷۷ء [1] کی محاربات پلیونا مین مفصل بحث کی ہے پہلی مرتبہ معلوم ہوا۔ روسی کالم سخت خونریزی کے ساتھ باہر دھکیل دیے گئے اور رومن زوف مین اس نقصان عظیم کے بعد محاصرہ کو قایم رکھنے کی طاقت نہ رہ گئی۔ اور وہ محاصرہ سے دست بردار ہو گیا۔

یہ فتح جو عثمان پاشا کو اپنی ذاتی بہادری اور شہر کے کمانڈر اسد حسن پاشا کی شجاعت و مردانگی کی طفیل حاصل ہوئی تھی سنہ ۱۸۵۴ء کے محاربہ مین ترکون کا نہایت ہی عظیم الشان فوجی کارنامہ متصور ہو سکتا ہے۔

رومن زوف نے اسی وقت اپنی فوج کو تین کالمون (عمودون) مین مرتب کیا جن مین سے دو کو لیکر وہ ڈینیوب کو پار عبور کر کے والیشیا کو ہٹ گیا اور تیسرے کو جنرل ویسمین کے زیر کمان بابا طاغ واقع ڈوبرڈشا کو بھیجدیا۔ ترکی فوج کا ایک دستہ نے جو نعمان پاشا کی زیر کمان تھا۔ اس کالم پر رستہ مین بمقام کنارجی حملہ کیا۔ روسیون نے حسب معمول مربع در مربع قاعدہ کے مطابق صف آرائی کرلی۔ مگر نعمان کے ینگچریون نے ایسی دلاوری اور تیزی کے ساتھ حملہ کیا کہ وہ روسیون کے قلب کو چیرتے ہوئے نکل گئے۔ اس موقعہ پر اگر روسی فوج عقب قابل تعریف مردانگی نہ دکھلاتی تو کل روسی سپاہ بالیقین تباہ ہو جاتی۔ اس فوج عقب نے ینگچریون پر جب کہ اونکی صفین دشمنون کی صفون کو چیرتی ہوئی بھگوڑون کے تعاقب مین ایک دوسرے سے جدا ہوگئین یکبارگی حملہ آور ہو کر اون کو پیچھے ہٹا دیا۔ بیشتر اس کے کہ ینگچری پھر اپنی صفین مرتب کر کے حملہ آور ہون اونہون نے اپنی ہزیمت خوردہ فوج قلب و میمنہ و میسرہ کی پراگندہ صفون کو درست کرلیا۔ اور آخر کار ترکون کو شکست دیکر بھگا دیا۔ اور اونکی ۲۰ توپین چھین لین۔ مگر یہ فتح اونہین بڑے مہنگے دامون پڑی۔ اونکے ہزارون آدمی قتل و مجروح ہوئے۔ اور اونکا بہادر جرنیل بھی کھیت رہا۔ وہ لڑائی کے شروع مین ہی ضرب تفنگ سے ہلاک ہوگیا تھا۔ ہزیمت خوردہ ترکی فوج کو جلد پیچھے سے کمک پہنچ گئی۔ اور اوس نے توپون کو غنیم سے چھین لینے کی کوشش کی۔ وہان جرنیل سوڑو کمانڈر تھا جس نے ترکی فوج کو سخت نقصان کے ساتھ پسپا کر دیا۔ اس دوسری ہزیمت پر وزیر اعظم نے نعمان کو معزول کر کے علی پاشا داغستانی فاتح میدان سہاک کو اوس کی فوج کا کمانڈر بنادیا۔ اوسی وقت عثمان پاشا۔ اسد حسن اور دیگر افسرون کو جنہون نے کارزار مین نمایان خدمت کی تھی ترقی مدارج اور انعام و اکرام

[1] یہ کتاب دفتر اخبار وکیل امرتسر سے مل سکتی ہے۔ مؤلف

شاہانہ سے سرفراز کیا گیا۔

رومنزوف کو دل میں سلسٹریا کی ہزیمت سخت کھٹک رہی تھی۔ اور وہ فوج کو سرمائی کوارٹرون میں بھیجنے سے پہلے ڈنیوب کے دائین کنارے پر کچھ نہ کچھ کامیابی حاصل کرنے کے لئے سخت بیچین ہو رہا تھا۔ چنانچہ اوس نے ایک زبردست دستہ شہزادہ ڈولگورو کی کے زیر کمان ڈنیوب کی پرلی طرف مقام ہرسوداکو بھیجدیا۔ اور جنرل انگرن کو جو وسیمین کا جانشین ہوا تھا بابا طاغ سے حرکت کرنے اور دوسری روسی فوج کے ساتھ ملکر اوس ترکی فوج پر جو قرہ صو مین جمع ہوگئی تھی حملہ کرنے کا حکمدیا۔ اس حملہ مین کامل کامیابی نصیب ہوئی اور ترکی فوج کا حصہ کثیر منتشر ہوکر شوملہ کی طرف بھاگ گیا۔ اس فتح سے سرمست ہوکر روسی جرنیلون نے پھر حزم و احتیاط کو خیرباد کہدیا۔ اور اونہون نے اپنی اپنی فوجین جدا جدا کرلین۔

انگرن چھ ہزار پیدل اور تین ہزار سوار لیکر بازارجک دارنا کیطرف روانہ ہوا کہ وہ اُسے اچانک حملہ آور ہوکر فتح کر سکیگا۔ اور باقیماندہ فوج شوملا کیطرف چلدی جس نے خفیف سی مزاحمت کے بعد بازارجک کو جس کا گیریسن (فوج مقیم قلعہ) اور تقریبًا کل باشندے بھاگ گئے ہوئے تھے فتح کر لیا۔ مگر اس آسان کامیابی کے باوجود باقیماندہ باشندے جن مین زیادہ تر ضعیف پیر مرد۔ عورتین اور بچے تھے۔ روسیون کے خوفناک مظالم سے نہ بچ سکے۔ جن کو اٹھا اٹھا کر دیوارون کے ساتھ پٹک دیا گیا۔ اور اسطرح اون کے بھیجے پھوڑ دیئے گئے۔ مگر ظالمون کے یہ ابلیسانہ افعال زیادہ دیر تک بلا پاداش نہ رہے۔

جب شوملہ مین قرہ صو کی فوج کی ہزیمت اور روسی پیشقدمی بجانب بلقان کی خبر پہونچی تو وزیر اعظم نے جنگی کونسل جمع کرکے حاضرین سے خطاب کیا کہ آیا کوئی ایسا بہادر اور مستقل مزاج افسر موجود ہے جو قرہ صو اور بازارجک کے مفرورین کو جمع کرنے اور ان شکستون کے بدلہ لینے کا ذمہ اٹھائے۔ رئیس آفندی عبدالرزاق نے اس کٹھن کام کو لیئے اپنی خدمات پیش کین۔ اس مردانہ درخواست کو وزیر اور دیگر ارکان کونسل نے بڑی خوشی سے منظور کرلیا۔ اور بہادر وزیر خارجیہ وصف آفندی (ترکی مؤرخ) حلب یولی کو مفتی اور چار سو سوارون کو لیکر (جو تقریبًا سب کے سب اوس کے ذاتی ملازم تھے) چل پڑا۔ اور قوزلجہ کی سڑک پر مختلف ترکی دستون کی منتشر شدہ جماعتون کو جو قرب وجوار مین ادھر اودھر بکھری ہوئی پھرتی تھین جمع کرنے مین کامیاب ہوگیا۔ بمقام قوزلجہ روسی فوج ہراول پر حملہ آور ہوکر اُسے بھگا دیا۔ اور بعد ازان صاعقہ وار آگے بڑھ کر روسی فوج مقیمہ بازارجک پر ٹوٹ پڑا۔ روسیون نے سمجھا کہ کل ترکی فوج اون پر آپڑی ہے۔ اور وہ سراسیمہ وار ایسی افراتفری اور عجلت کے ساتھ بھاگ گئی کہ اپنا کل سامان اور گودام بھی پیچھے چھوڑ گئے۔ اور چولہون پر اون کی دیگچیان جن مین گوشت ابھی تک پورا نہ گلا تھا دھری رہ گئین۔ جنرل انگرن مقام وارنا سخت زک پہونچ چکی تھی جب روسی فوج وارنا کی دیوارون کے قریب پہنچی اوس وقت بحیرہ اسود کا ترکی کمانڈر قلیج عثمان پاشا چھوٹے سے بیڑہ کے ساتھ وارنا کے قریب ...... گشت کر رہا تھا۔

اوس نے روسی فوج کو دیکھتے ہی عجلت پٹ پٹ چھ سو بحری سپاہی اپنے نائب کے ماتحت وارنا کی کمک کیلئے خشکی پر اتار دیئے۔ بندر مذکور کے قلعے چندان مضبوط نہ تہے۔ روسیون نے تھوڑی دیر اون پر گولہ باری کرکے دنا واکر دیا شہر کے ایک حصے مین داخل ہونے مین وہ کامیاب ہوگئے۔ اور وہان اونہون نے عیسائی محلہ پر قبضہ کر لیا۔ مگر دوسری طرف جہان وہ خندق کو پر کرنے کا سامان اور فصیلون پر چڑہنے کیلئے سیڑہیان ساتھ لیکے بغیر حملہ آور ہوئے تہے۔ سراسیمہ و پریشان پیچھے ہٹا دیئے گئے جس کے بعد ترکون نے اول الذکر حصہ پر حملہ کرکے وہان سے بھی روسیون کو باہر نکالدیا۔ اور پرنس ڈولگورکی کچھ فوج لیکر بابا طاغ کو اور رائگرن باقیماندہ کو ساتھ اسمبیلہ کو ہٹ گیا۔ وارنا کے معرکہ مین دو ہزار روسی قتل و زخمی ہوئے۔ اور وہ ایک سو گاڑیان سامان اوٹھانے والی۔ اور روس توپین پیچھے چھوڑ گئے۔ فتح بازارجک اور وارنا کی کامیاب محافظت یہہ دونون ۱۷۷۳ء کے محاربہ کو جس مین زیادہ تر ترکون کے حق مین فتح و ظفر کا پانسہ پڑتا رہا تہا۔ آخری فتحات تھی۔

سلطان مصطفے ثالث کی وفات

اسی سال جیسا کہ اوپر مفصل مذکور ہوچکا ہے ترکی عساکر اور پاپیی کو مصر اور شام مین باغیون کے برخلاف نمایان کامیابی نصیب ہوئی۔ مگر آغاز محاربہ کے وقت سے سلطنت کو اسقدر صدمے پہنچ چکے تھے کہ ان فتوحات سے اوسکی حسب اطمینان تلافی نہین ہوسکتی تھی۔ بنا برین سلطان کو جو اپنی سیاسی چالون کی ناکامی سے بھی بہت شکستہ دل ہو رہا تہا اس سے چندان خوشی نہ ہوئی۔ مصطفے اکثر اپنے خاندان کے سلاطین اور دیگر مشرقی فرمانرواؤن کیطرح نجوم کے فرضی علم کا بہت کچھ معتقد تہا۔ اور نجومیون نے اوسے بتایا تہا کہ وہ لڑائی مین ظفرمند رہیگا۔ اور اوس سے اوسے بہت فائدے پہونچین گے۔ مگر اب اُسے چند برسون کے مسلسل تجربے سے واضح ہوگیا کہ جس طرح اپنی تدبیر اوس کا بھروسہ درست نہین نکلا ویسے ہی ستارون نے بھی اوس کے ساتھ وفا نہ کی ہے۔ اس شکستہ دلی سے اوس کی صحت بھی آخر مین جاکر درست نہ رہ گئی۔ اور وہ اکثر اپنے سر عسکرون کی سستی اور عدم مستعدی کی شکایت کرتا رہتا۔ جب اُسے قرہ صو کی دوسری ہزیمت کی خبر ملی تو اوس نے بذات خود میدان جنگ مین جانے کا مصمم ارادہ ظاہر کیا۔ وزرا نے عرض کیا کہ ایسی اہم کارروائی دیوان کے مشورہ کے بغیر کرنی ہرگز مناسب نہین دیوان کے اجلاس مین علماء نے رائے ظاہر کی کہ موجودہ حالات مین بادشاہ کا میدان جنگ مین جانا خالی از خطر نہین ہوسکتا۔ خاصکر ایسی صورت مین جب کہ اوسکی صحت بھی اچھی نہین۔

مصطفے نے اس پر صحت کی بحالی ہونے تک اپنی روانگی کو ملتوی کر دیا۔ مگر درست ہونے کی بجائے وہ دن بدن خراب ہوتی گئی۔ اور وہ کئی ہفتون تک مرض کی تکلیفین برداشت کرنے کے بعد ۲۱ دسمبر ۱۷۷۳ء مطابق ۸ ذیقعدہ ۱۱۸۷ھ کو راہی ملک عدم ہوگیا۔

ناظرین کو اس بادشاہ کا کیرکٹر اور خواص حالات مندرجہ بالا سے بخوبی معلوم ہوگئے ہونگے۔ پہر بھی اُسکے کیرکٹر کا اجمالی بیان اس موقعہ پر نامناسب نہ ہوگا۔ بڑی خوبی اس مین یہ تھی کہ وہ اکثر سلاطین کیطرح حرمسرا کے عیش و عشرت کا

دلدادہ نہ ہوا۔ وہ سلطنت کی اصلاح۔ رعایا کی خوشحالی اور اپنے خاندان کے اقتدار کے استحکام کا دل سے خواہاں و ان مقاصد کے حصول کے لیئے جہان تک اوسکی ذات کا تعلق تہا۔ تادم مرگ استقلال اور ستعدی کے ساتھ مصروف رہا۔ اور ان اوصاف کے لحاظ سے اوسکی موت ملک اور قوم کے لیئے بیشک سخت افسوسناک سانحہ تہی۔ اگر وہ اپنی کوششون مین کامیاب اور اوس کا عہد حکومت خوش نصیب نہ ثابت ہوا۔ تو ہمین اوس کا چندان قصور نہ تہا۔ وہ اپنی طرف سے روس کی فتوحات کو روکنے اور پولینڈ کی بدقسمت ریاست کو بچانے کے لیئے پوری کوشش کرتا رہا تہا۔ اوس نے خارجیہ معاملات کے متعلق نامہ و پیام مین حیلہ حوالہ ٹال مٹول اور چالبازی سے بہت کام لیا تہا۔ مگر جب روس کی غاصبانہ بلند پروازی۔ آسٹریا اور پرشیا کی غدارانہ ناصحیت اور دوستی۔ فرانس کی جوڑ کی کا پرانا رفیق تہا کمزوری اور سب سے بڑہ کر خود اوس کی اپنی سلطنت کی بدانتظامی پر خیال کیا جائے تو اوسے بالکل معذور سمجھنا پڑتا ہے۔ وہ اپنے متقدمین کی غلطیون کی اصلاح۔ رعایا کی بہتری اور ملک کی سلامتی کا سچے دل سے شائق تہا۔ مگر افسوس اس کام کے لیئے وہ کافی اخلاقی طاقت اور ذہانت نہ رکہتا تہا یہی وجہ تھی کہ اپنی بہادرانہ جدوجہد اور مسلسل مساعی جمیلہ اور ۱۷۷۳ء کے محاربہ کی فتوحات کے باوجود وہ اپنے جانشین کیلئے کٹھن اور گرانبار ورثہ چھوڑ گیا۔

کریمیا۔ والیشیا اور مالڈیو یا پر روسی قابض تہی۔ ہرقل والی گرجستان (جارجیا) علانیہ کیتھراین کے ساتھ ملا ہوا تھا احمد پاشا گورنر بغداد محض برائے نام سلطان کا تابع تہا۔ ظاہر عرب قبائل کی مدد سے برابر برسر فساد اور آزادی کا نقارہ بجا رہا تھا مصر مین بھی گو علی بیک مارا گیا تہا مملوک اعیان نام ہی نام بطور پر فرمانبردار تہے۔ البانیا مین محمود پاشا علانیہ باغی ہو رہا تھا۔ اور سینیا (ریا) کا گورنر علی خودسری کی بنیاد قائم کر رہا تھا۔ یہ تھی اوس وقت سلطنت عثمانیہ کی حالت جبکہ تاج عثمانی ایک ایسے شہزادہ کے سر پر رکھا گیا جس نے نصف عمر محلسرائے شاہی کے اندرونی گوشون مین بسر کی تھی اور جو قرآن شریف کے نسخے لکہنے یا تیر کمان بنانے میں سے وقت گذاری کرتا رہا تھا۔

سلطان عبدالحمید اوّل کی تخت نشینی اور معاہدہ کناجی

سلطان عبدالحمید اوّل ۴۳ برس کی عمر مین تخت نشین ہوا۔ وہ حسب معمول ینگچریون کو خزانہ مین روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے تخت نشینی کا انعام نہ دیسکا اور تعجب ہے کہ اس مفسد اور شورہ پشت جماعت نے بھی کوئی اصرار نہ کیا۔ اوس نے وزراء اور عہدہ دارون مین بہت کم تغیر و تبدل کیا۔ وزارت عظمی محسن زادہ اور بحری افواج کی کمان بہادر حسن الجزائری کے پاس ہی رہنے دی۔ وہ صلح کا دل سے خواہان تہا۔ وزراء جرنیل اور سوائے علماء کے باقی کل طبقے بھی یہی چاہتے تھے۔ لیکن عالم کرتچ اور ینی قلعہ کو کفار روسیون کے حوالہ کرنے کو مخالف اور تاتاریون پر سے اقتدار اٹھا لینے کو منصب خلافت کے خلاف بیان کرتے تھے جس پر فریقین مین جاڑا گذر جانے پر پہر لڑائی شروع ہو گئی اور

اوس کے آغاز ہی میں ترکون کو ایسی ہزیمت ملی اور خلافت عظمیٰ کے لیئے بقدر خطرات پیدا ہوگئے کہ علماء بھی خاموش ہوگئے اور اہل شمشیر کی رائے غالب آگئی اور تنہا حمیمین میں صلح ہوگئی۔

۱۴ اپریل سنہ ۱۷۷۴ء کو وزیر اعظم نے شمولہ میں مولود شریف کی تقریب پر بڑی دہوم دہام سے جشن کیا۔ شاہی علم لشکر کمپ کے سامنے نصب کیے گئے اور کل امراء کی کونسل منعقد کی گئی جس میں جارحانہ کارروائی شروع کرکے روسیون کو ہرسوا سے نکالنے کا فیصلہ کیا گیا۔ مگر روسی جن کے دلون میں پچھلے سال کی ہزیمتون کی سخت خلش باقی تھی۔ اپنی فوج کی ترتیب اور جمعیت کی درستی و استحکام سے غافل نہ رہے تھے۔ علاوہ بریں ہرسوا میں سوروا ایسا روسی بہادر جرنیل موجود تھا جس نے ترکون کے حملہ کا انتظار کرنے کی بجائے خود ہی اونکی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ اور ایک اور روسی جرنیل کامنسکی کے دستہ کو رستے میں ساتھ ملا کر بمقام قوزلیجہ ترکی فوج سے جس کی جمعیت ۴۰ ہزار تھی ۱۷ جون کو معرکہ آرا ہوگیا۔ اس لڑائی میں ترکون کو کامل زک پہونچی اور وہ اپنا سارا کمپ کل قیام و خرگاہ، جنگی اسلحہ اور ۲۹ توپین غنیمت کے لیئے چھوڑ کر میدان جنگ سے سراسیمہ وار بہاگ گئے اور ادہر ادہر منتشر ہوگئے۔ چنانچہ جب روسی جرنیلان کامنسکی اور سیبلا روواڈورک نے اس لڑائی کے بعد شمولہ کی طرف بڑہنا شروع کیا تو اوس وقت وزیر کے پاس اس وسیع مورچہ بندی کی حفاظت کے لیئے فقط ۸ ہزار آدمی باقی رہ گئے ہوئے تھے۔ اور نہیں بھی[1] خانہ جنگی ہو رہی تھی۔

ادہر روسیون کو کئی وجوہ شمولہ سے جنوب کی طرف بڑہ کر بلقان کے درون تک پہنچ گئے ہوئے تھے۔ ایسی صورت میں وزیر اعظم کے لیئے کونٹ رومنزروف کے پاس جو نہایت خود داب کمان کر رہا تھا التوائے جنگ کی درخواست کرنیکو واسطے اپنا معتمد بھیجنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا۔ رومنزروف نے التوائے جنگ کی درخواست کو قبول کرنے سے انکار کرکے وزیر کو کہلا بھیجا کہ اگر چاہو تو شرائط صلح کی تصفیہ کے لیئے اپنے سفیر بہیج سکتے ہو۔ وزیر نے سلطان کو اس معاملہ کی اطلاع کی۔ یہان سے چند دنون کے بعد اجازت[2] موصول ہوگئی۔ وزیر نے اپنی طرف سے سفیر بہیج دیئے۔ اور دونون سلطنتون کے نمائندون کی کانفرنس نے بمقام کنارجی پہلا اجلاس ۱۰ جولائی کو کیا۔

جنگی دیرین کا جیسا کہ قاعدہ ہوتا ہے گفتگو سے مصالحت جلدی ختم ہوگئی۔ کیونکہ علاوہ اس امر کے کہ فریقین کے سفراء فوجی آدمی تھے دونون فریق لڑائی کو ختم کرنے میں خواہان تھے۔ روس کو فتوحات عدیدہ حاصل ہوئی تھیں۔ مگر دراصل فائدہ وسکا [illegible]

---

[1] ایک ہی شکست سے عثمانیون کی خود سری و سرکشی کا یہ عالم ہوگیا تھا کہ قوزلیجہ کے میدان سے بہاگ کر وقت جب ایک رئیس آفندی روکنا اور پہر دشمن کے مقابلہ کے لیئے جمع کرنے کی کوشش کرنے لگا تو اوس کو فوراً بندوق کا نشانہ بناکر بیجان زمین پر گرا دیا۔ مؤلف

[2] کریسی صاحب فرانس کی وساطت کا کوئی ذکر نہیں کرتے مگر [illegible] کا بیان ہے کہ سلطان نے صلح کی تجویز کی تہی اور کہلا بہیجا کہ وہ اگر ترکی کی مدد کرے تو [illegible] جائیگا اور [illegible] کبھی پوری نہیں ہوسکے گی۔ اس کے ساتھ ہی خود وسیط بننے کا منشا بھی ظاہر کیا مگر اپنی فرانس کی وساطت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور انگلستان کی [illegible] مگر ترکون نے فرانس کو سوا کسی اور کی وساطت ماننے سے قطعی انکار کر دیا۔ اور آخر زار نے فرانس کو وسیط مان لیا۔ برعکس اسکے [illegible] کریسی کی تواریخ کے مطابق لکہتے ہیں کہ یہ معاہدہ کسی کی وساطت کے بغیر براہ راست دونون نے کیا ہوا تھا۔ [illegible]

بہت تنگ ہو رہا تھا۔ اور اوسکی حالت اوسکے مغلوب دشمن سے بھی بدتر ہو رہی تھی۔ لڑائی مین اوسکی سپاہ کا بہت نقصان ہوا تھا اور جیسا کہ عموماً روسی فوجون مین ہوتا ہے مقتولین و مجروحین سے کئی گنے زیادہ سپاہی بھوک اور بیماری سے ضائع ہو گئے تھے۔ خود ملک مین بھی صوبے کے صوبے طاعون اور وبا سے تباہ ہو رہے تھے۔ آسترخان کو قریب ایک ضلع کا ضلع ہی ویران ہو گیا تھا۔ جہان سے چار لاکھ قلماق روسی گورنمنٹ کی مداخلت سے جو وہ اونکی رسم و رواج مین کرتی تھی آزردہ ہو کر ۱۷۷۱ء مین ترک وطن کر گئے تھے اور چینی علاقہ مین چلے گئے تھے۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر خطرہ ایک ملکی بغاوت سے پیدا ہو گیا تھا جس کے سرغنہ پوگاچیف نے ۱۷۷۳ء اور ۱۷۷۴ء مین جنوبی روس کے تمام علاقون مین تباہی برپا کر دی تھی۔ مزید برآن پولینڈ مین جسکا حصہ کثیر روس نے دیگر دو مسیحی قزاقون کے ساتھ ملکر غصب کیا تھا وہانکی آزادی پسند اور غیور آبادی کو مطیع فرمان بنانے کیلئے فوج کی مقدار کثیر کی ضرورت تھی۔ پس ان باتون کو مدنظر رکھکر دیکھیے۔ روس کی اس تعلی کی کیفیت بخوبی معلوم ہو سکتی ہے کہ اونہون متواتر فتوحات کے باوجود فیاضی اور عالی ظرفی سے کام لیکر ۱۷۷۴ء مین بھی وہی شرائط صلح کی جو اونہون ۱۷۷۲ء مین پیش کی تھین۔

دوسرے دن ۱۷ جولائی کے اجلاس مین سفرا مین کل سات گھنٹون کے مباحثہ کے بعد نئے معاہدۂ صلح کی شرائط کا تصفیہ ہو گیا۔ مگر روسی سپہ سالار نے اوسپر دستخط کیے جانے مین چار دن کا توقف کر دیا۔ تاکہ معاہدہ پر دستخط کی تاریخ (یعنی ۲۱ جولائی) اس معاہدہ کی تاریخ سے مطابق ہو جائے۔ یہ دن اوس ذلت ناک دستاویزون کے لیے یوم ذلت و شرم تھا۔ اوس وقت سے یہ دن ترکون کے لیے ایسا ہو گیا۔ کانفرنس کے مقام کیلئے کینارجی کے قصبہ کا انتخاب بھی محض اتفاقیہ نہین بلکہ عمداً کیا گیا تھا۔ روسی جرنیل رومیین کو ترکون نے سال ما قبل اسی جگہہ قتل کیا تھا۔ اور یہ عہدنامہ گویا اوسکی روح کا چڑھاوا تھا۔

عہدنامہ کینارجی مین ۲۸ کھلی اور دو خفیہ شرطین یا دفعات درج کیگئین۔ ایک خفیہ شرط کے رو سے باب عالی نے روس کو تین برس کے عرصہ مین چالیس لاکھ روبل (تخمیناً ایک کروڑ روپیہ) ادا کرنیکا اور دوسری نے بلا توقف بحیرۂ مجمع الجزائر سے اپنا بیڑہ واپس بلانیکا اقرار کیا۔ کھلی شرائط بھی کچھ کم اہم نہ تھین۔ انکی رو سے کوبن۔ کریمیا دریائے نیپر و بگ کے درمیانی علاقے متصلہ کریمیا اور نیز دریائے بوگ اور نیسٹر کے درمیانی علاقہ تا حدود پولینڈ کے تاتاریون کو مطلق آزادی دیگئی۔ اور یہ قرار پایا کہ آئندہ وہ خود ہی چنگیز خان کی نسل سے اپنا فرمانروا منتخب کیا کرین اسکے ساتھ ہی یہ شرط بالتصریح کیگئی کہ دربار روس یا عثمانیہ دربار متذکرہ صدر خان کے انتخاب یا مسند بالا ریاست کی خانگی پولیٹکل ملکی اور اندرونی معاملات مین کسی طرح کی جہت یا بہانہ سے کبھی مطلقاً دخل نہین دین گے بلکہ اوس کے برعکس متذکرہ بالا تاتاری قوم کو اوسکی پولیٹکل اور ملکی حیثیت کے لحاظ سے ویسی ہی طاقت تسلیم اور تصور کرینگے جیسی کہ دوسری خود مختار و آزاد طاقتین ہین اور جو خدا کے سوا اور کسی کے تابع نہین ہین۔ مگر اس نوساختہ تاتاری ریاست کی طبعی حدود مین سے روس نے معاہدہ کے رو سے کرچ اور ینی قلعہ (واقع کریمیا) کے قلعے مع بنادر و اضلاع۔ و نیز قصبہ آزاف مع ضلع اور قلعہ کلبرن (کل برن) جو نیپر کے شمال مین واقع ہے۔ معہ اس ضلع کے جو نیپر کے بائین ساحل پر واقع تھا اپنے تصرف مین رکھے۔ اور کل بورن کے مقابل کا قلعہ عشاکوف مع ضلع واقع بر ساحل رہنے ترکون کے قبضہ مین رہنے دیا گیا۔ کبرطاس کے دونون (خورد و کلان) علاقجات بھی روس کو دیے گئے

مگر فیصلہ ہوا کہ انکا باضابطہ قبضہ نسی تاتاری سلطنت کا خان اور رعایان روس کو حوالہ کرینگے۔ روس نے جارجیا اور منگریلیا کو اون قلعون
سے جو انسے فتح کر لیئے تھے یعنی فوجین واپس بلا لینے کا اقرار کیا۔ اور ان صوبون کی نسبت یہ فیصلہ ہوا کہ روس اون کو اوس کی ماتحت
سمجھیگا جسکے وہ پہلی تابع تھے یعنی اگر وہ زمانہ قدیم مین یا عرصہ دراز سے فی الحقیقت بابعالی کے تابع چلے آئے ہونگے تو وہ ابھی
اوسکے تابع سمجھے جائینگے گو آزادانہ کلمبرن۔ کرچ ینی قلعہ اور کبرطاس کے ماسوا روس باقی سب فتوحات سے دست بردار ہوگیا۔ بابعالی
کو مالڈیویا اور والیشیا ان شرائط پر واپس ملے کہ دوران جنگ مین وہانکی رعایا سے جو خطائین سرزد ہوئی ہین وہ معاف
کردیجائینگی عیسائیونکو اپنے مذہب مین پوری آزادی رہیگی آئیندہ انپر عادلانہ اور منصفانہ طریق اور نرمی رحمدلی سے حکومت کیجائیگی
اور روس کو سفرائے جو قسطنطنیہ مین مقیم ہون ان دونون صوبون کے حالات کے حسب حال بابعالی سے اونکے لیئے سفارش کرتے رہنے کی اجازت
ہوگی۔ اور بابعالی اونکی شکایات اور سفارشون کو ویسی ہی توجہ سے سننے کا وعدہ کرتا ہے جیسی توجہ کہ دوست اور معزز دول کی شان کے
مناسب ہو۔ روس بعد مین ان صوبجات کی حفاظت کا جو استحقاق جتاتا رہا تھا۔ وہ اسی شرط کی بنا پر تھا۔ اسی مضمون کی مگر اس سے زیادہ
اہم ایک اور شرط معاہدہ مین درج کیگئی۔ وہ ساتوین تھی۔ اور اسکی عبارت حسب ذیل تھی ۔۔ بابعالی عیسائی مذہب اور اسکے معابد کی ہمیشہ حفاظت
کرتے رہنے کا وعدہ کرتا ہے اور ساتھ ہی روس کے سفراء کو اختیار دیتا ہے کہ وہ ہر قسم کی کلیسا واقع قسطنطنیہ کے حق مین جسکا ذکر چودھوین شرط
مین کیا جائیگا۔ اور نیز کلیسا مذکور کے کارکن پادریونکی حمایت مین جب چاہین بابعالی کے پاس سفارش اور عرض معروضات کرتے رہا کرین
اور بابعالی وعدہ کرتا ہے کہ وہ ان سفارشون اور معروضات کو ویسی ہی توجہ اور غور سے دیکھیگا جیسی کہ ایک ہمسایہ اور مخلص دوست سلطنت کے
معتبر عہدہ داران کی سفارشون کو سننا چاہیے۔ ۱۸۵۴ء کی جنگ کریمیا کی بنا یہی شرط تھی۔ روس کا دعویٰ تھا کہ اوسکو اس شرط کی رو سے ترکی کے
تمام معتقدین کلیسائی یونانی کی حمایت و حفاظت کا استحقاق حاصل ہوگیا تھا۔ مگر یہ اوسکی ہٹ دھرمی تھی۔ شرط کنندگان کا منشا کبھی
نہین ہوسکتا تھا۔ اور وہ محض اس پیشبندی کے لیئے کیگئی تھی کہ کہین ترک ان صوبون کی رعایا کو جو روس نے واپس کیئے ہین قبضہ
لیتے ہی نمک حرامی کی سزا دینی شروع کردین بہرحال اگر یہ مان لیا جائے کہ شرط کنندگان کا منشا کل عیسائیون کے لیئے اور ہمیشہ کے لیئے انتظام کرنا
تھا۔ تو پھر بھی یہ الفاظ صریح واضح ہو رہے ہے کہ بابعالی نے خود ہی حفاظت کرنیکا وعدہ کیا تھا۔ حفاظت کا استحقاق کسی اجنبی سلطنت کو
نہ دیا تھا۔ پس ۱۸۵۳ء مین روس کا یہ دعویٰ کرکے صوبجات ڈنیوب پر قابض ہوجانا قوانین متمدنہ کی علانیہ خلاف ورزی تھی۔
دفعہ ۸ اسکے الفاظ یہ تھے ۔۔ دیگر طاقتونکی طرح روس کو بھی اس گرجہ کے علاوہ جو روسی سفیر کے محل اقامت مین تعمیر کیا گیا ہی ایک
عام کنیسہ محلہ غلاطے کے کوچہ بایا اوغلی مین تعمیر کرنے کی اجازت دیگئی ہے جس مین کلیسا یونانی کی رسوم کے مطابق عبادت کیجائیگی
اور وہ ہمیشہ سلطنت روس کی سفرا کی حفاظت مین اور ہر ایک طرح کے جبر اور بے حرمتی سے محفوظ رہیگا۔ دسوین دفعہ مین اقرار کیا گیا
روسی رعایا کو جزیہ یا کسی اور طرح کا ٹیکس دینے کے بغیر مقدس شہر یروشلم کی زیارت کو جانیکا اختیار ہوگا۔ اور وہ قوانین کی پناہ اور
حفاظت مین رہینگی۔ گیارہوین دفعہ کا مطلب یہ تھا کہ دونون ملکون کی تجارتی جہازات کو اون سمندرون مین جو ان سلطنتون کی سواحل سے ٹکراتے
ہین تجارت کے لیئے جہازرانی کرنیکا پورا پورا اختیار ہوگا۔ اسی دفعہ کی رو سے روس کو ترکی کی عین جہان کہین مناسب سمجھے مستقل قونصل مقرر

کرنیکا استحقاق دیا گیا۔ مگر اس کے معاوضہ مین ٹرکی کو روس مین اسیطرح باختیار خود جہان چاہے قونصل مامور کرنیکا کوئی استحقاق نہ دیا گیا صرف یہ عبارت درج کیگئی کہ روس مین ترکی رعایا کو تری اور خشکی دونون رستون سے تجارت کرنیکی پوری اجازت ہوگی اونھین وہی مراعات حاصل رہینگی جو انتہائی مراعات رکھنیوالی دیگر قومون کو حاصل ہین۔

چوتھی دفعہ مین قرار پایا کہ چونکہ ہر طاقت کو یہ قدرتی استحقاق حاصل ہے کہ وہ اپنے ملک مین جو انتظام مناسب سمجھے کرے اس لیے دونون سلطنتون کو کامل اختیار و آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنے اپنے ملکون مین اپنی اپنی حدود کے اندر جہان کہین مناسب سمجھین ہر طرح کے قلعے شہر بستیان عمارات اور مکانات تعمیر کرین یا پرانے قلعون شہرون بستیون وغیرہ کی مرمت اور درستی کرین دیگر شرائط یہ کہ روسی سلطان نے روسی سفیر کو ہمیشہ قسطنطنیہ مین رہنے کی اجازت دیدی اور شاہ روس کیلیے بادشاہ اعظم کا لقب جس سے ابتک انکار کیا جاتا رہا تھا تسلیم کر لیا اور دونون سلطنتون نے اقرار کیا کہ تمام سابقہ معاہدات جو دونون مین ہو چکے تھے سوا معاہدہ بلغراد اور اوس سے بعد کے عہدنامون کے باطل اور کالعدم ہوگئے ہین اور اونکی بنا پر کبھی کوئی دعوی نہین کیا جائیگا لیکن انمین سے ایک عہدنامہ جو صلح آزاف اور کوبان کی سرحدونکی تعیین کے متعلق حسن پاشا گورنر آشوف اور کونٹ ٹالسٹائی مین سنہ ۱۷۰۰ مین ہوا تھا برابر نافذ رکھا گیا۔

اس کل عہدنامہ مین پولنڈ کا بھولے سے بھی نام نہ لیا گیا۔ اگرچہ جنگ کی وجہ شروع ہی بڑا سبب اوس ملک مین روس کی بیجا دست اندازی ہی تھی۔ اس عدم تذکرہ سے یہ قیاس کر لیا گیا تھا کہ پولنڈ کے معاملات مین آئندہ ٹرکی کو مداخلت کرنیکا کوئی استحقاق نہین رہ گیا کسی تیسری طاقت کی وساطت کے بغیر اس عہدنامہ کا تکمیل ہو جانا بھی کیتھرائن کیلیے کچھ کم پولیٹکل کامیابی نہ تھی

سر کریسی جرمن مورخ وان ہیمر اور آسٹرین سفیر تھوگوٹ کی آرا کا خلاصہ دیکر اس عہدنامہ کی نسبت جس کا لب لباب اوپر دیا گیا ہے تحریر کرتے ہین کہ یہ اوس زمانہ کے تمام مدبرین نے سیاسی خودکشی قرار دیا کہ وہ اس مشرقی اسلامی سلطنت کی بیخکنی کا ہی پیش خیمہ نہین ہے بلکہ یوروپ کی دوسری سلطنتون کیلیے بھی ہمیشہ کیلیے مشکلات اور خرابیون کا منبع رہیگا۔ سر ہیمر کہتا ہے کہ اس نے ٹرکی کو بالکل روس کے رحم پر چھوڑ دیا اور کم از کم یوروپ مین مسلمان سلطنت کی انحطاط اور قطع برید کو آغاز کر دیا۔ وان ہیمر کی رائے مین معاہدہ ایڈریانوپل اسی تخم کا پھل تھا۔ اور مشرقی مسئلہ کی بنا اسی عہدنامہ کی تاریخ سے قائم ہوئی۔ جو ابتک خالی ٹرکی کیلیے ہی وبال جان نہین ہو رہا۔ بلکہ یوروپ کی عیسائی طاقتون کو بھی کئی دفعہ اپنے جوہر دکھا چکا اور دکھا رہا ہے کیونکہ بلاد مشرق کے عیسائیون کی محافظت کا مستحق ہونیکا دعوی مین فرانس کا ایک زبردست رقیب پیدا ہو گیا۔ اور یہ رقابت آخر کار کریمیا مین لاکھون عیسائیون کی خونریزی کا باعث ہوئی۔ خداوند کریم کا شکر ہے کہ دول معظم کی توجہ جدید مشرقی یوروپ سے ہٹ کر زیادہ تر دنیا کی دیگر قطعات اور دوسرے براعظمون کی وراثت پانے کیطرف منعطف ہو گئی ہے اور مزید براں اسوقت ہمارے موجودہ امیر المؤمنین عبدالحمید خان ثانی الغازی خلد اللہ ملکہ کی ۳۳ سالہ مساعی جمیلہ لیاقت خداداد اور بینظیر تدبر و تجربہ سے ٹرکی کی طاقت بھی بڑھ گئی اور عیسائی دول مین کچھ ایسی پھوٹ پڑ گئی ہے کہ اب یہ مسئلہ یا تنازعہ چند دنون کا مہمان دکھائی دیتا ہے۔ واللہ علی کل شیء قدیر

باب دھم

معاہدہ قاینارجہ کے نتائج - غازی حسن پاشا کی مساعی جمیلہ - روس کا اغتصاب - مزید عہدنامہ ۱۷۷۹ء روس کے ساتھ - الحاق کریمیا - فرانس کی بے فائدہ کوشش انگلستان کو روس کے خلاف اپنے ساتھ متحد کرنے کی لئے - فرانس کی پالیسی میں تغیر - روس اور آسٹریا کے ارادے ٹرکی کے متعلق - محاربہ آسٹریا کی ہزیمت یابی - روسیوں کا غلبہ - سلطان عبدالحمید اول کی وفات - اور سلطان سلیم ثالث کی تخت نشینی - تجدید محاربہ - انگلستان اور پرشیا کی وساطت - عہدنامہ جاسی ۔

جیسا کہ گذشتہ باب میں اشارہ کیا جاچکا ہے نہ فقط یورپ کے فضلا و مدبرین بلکہ ٹرکی کے علما و سیاستین نے بھی عہدنامہ قاینارجہ روسی شان و شوکت کا معراج اور خاندان عثمانیہ کی مذلت کا اکمال تصور کیا۔ فرنچ گورنمنٹ کے لئے بھی یہ کچھ کم مذلت کا باعث نہ تھا لیکن ٹرکی کی مسلسل کمزوری اور انحطاط سے اکثر اہالی فرنچ والٹیر کی رائے کے مقلد ہو گئے تھے۔ اور وہ ترکی اتحاد کو بے مصرف سمجھکر روسیوں کے ساتھ دوستانہ عہد و پیمان کرنیکی صلاح دینے لگ گئے تھے۔ چنانچہ اس عہدنامہ کی تکمیل پر پیرس کی جماعت ادبا نے قیصرہ اور اُس کے سپہ سالار رومنزوف کو لمبی چوڑی مبارکبادیں بھیجیں۔ اور اُن کی دیکھا دیکھی باقی یورپ کے مدعیان علم و فضل نے بھی ایسا ہی کیا۔ البتہ انگلستان میں ایک جوانمرد ایسا موجود تھا کہ اگر وہ غربت و افلاس کی وجہ سے خوشامدانہ رویہ اختیار کرتا تو ایک طرح سے معذور سمجھا جاتا۔ تاہم اُس نیک نہاد نے روس کی نسبت اپنی رائے کو جو اس کی کمال دور اندیشی اور تجربہ سیاسیہ پر دال تھی ۱۷۶۵ء کے محاربہ کی روسی فتوحات سے بھی کئی برس پہلے ۱۷۵۵ء میں ظاہر کر دیا تھا۔ اس ستباز کا نام اولیور گولڈسمتھ[لہ] ہے۔ جو اٹھارہویں صدی کا انگریزی انشا پردازوں اور شعرا کا سرتاج مانا جاتا ہے۔ اور یہ رائے اُس نے اپنی بے نظیر کتاب "کل عالم کا ساکن" (سٹیزن آف دی ورلڈ) میں ظاہر کی تھی جو حسب ذیل ہے "میں روس کو یورپ کے مغربی ممالک کا دشمن قرار دینے سے ہرگز باز نہیں رہ سکتا۔ اور وہ ایسا دشمن ہے کہ وہ گو اب بھی خاصا زبردست ہے مگر اپنی طرز حکومت کی وجہ سے دن بدن اور زیادہ مضبوط اور زبردست ہوتا جائیگا۔ یہ وسیع سلطنت جو ایشیا اور

لہ اسکا باپ آئرلینڈ کے ایک گاؤں کا پادری تھا جہاں وہ ۱۷۲۸ء میں پیدا ہوا۔ ڈبلن میں ایک آنریش علم کچھ عرصہ تعلیم پانیکے بعد اڈنبرہ گیا وہاں وہ ایک دوست کا ضامن ہوا اور اس ضمانت کی وجہ سے اسکو بھاگنا پڑا۔ اگرچہ راستہ میں پکڑا گیا اور دوستوں کی مہربانی کی وجہ سے اُسکو رہائی حاصل ہوئی۔ اسی زمانہ میں وہ ایک جہاز [illegible] کام لیکر ہالینڈ کے شہر لیڈن میں تعلیم پانیکے لئے پہنچا لیکن سیاحت کے شوق نے اسکو یہاں بھی چین نہ لینے دیا۔ اور فی الواقع وہ ایک پونڈ ایک قمیص اور بانسری لیکر ۱۷۵۵ء میں پیدل دنیا کی سیر کو چل پڑا۔ اور یورپ کے کئی ملکوں کی پیدل سیر کی۔ جہاں شام کے قریب کسی دہقان کے مکان کے پاس پہنچتا۔ بانسری کو نہایت خوش الحانی سے بجانا شروع کر دیتا جس سے خوش ہو کر دہقان اسکی مہمانداری کر لیتا۔ اگلی روز کے لئے بھی [illegible]۔ اسی سیاحت میں کسی مقام پر اس نے علم طب میں بی اے کی ڈگری حاصل کی اور طبابت میں بھی کچھ دسترس پیدا کر لی۔ [illegible] سیاحت سے واپس آکر لنڈن میں ڈاکٹری کا کام شروع کر دیا مگر اسمیں کامیابی نہ ہوئی۔ ۱۷۶۱ء میں اسکی ایک [illegible] بنام [illegible] نکلا مگر وہ بھی رفتہ رفتہ اسکی تصنیفات کی عام شہرت ہونے لگ گئی۔ اور اسکی مالی حالت سنبھل گئی لیکن اسکی فضول خرچی اور [illegible] نے اسے کبھی آسودہ نہ رہنے دیا۔ اُس نے ناولوں۔ نظموں اور علمی مضامین کے علاوہ کئی تاریخیں بھی لکھی ہیں۔ ۱۷۷۴ء میں لنڈن میں فوت ہوا۔ (مولف)

یورپ دونوں براعظموں میں پرانی دنیا کے تیسرے حصہ کو گھیرے ہوئے ہے تقریباً دو صدی پیشتر مختلف بادشاہیوں اور ریاستوں میں منقسم اور اس تقسیم کی وجہ سے کمزور اور بے قیمت سی تھی مگر جان سیلی ڈلیس کے وقت سے اس کی طاقت اور وسعت میں ترقی ہوتی گئی ہے۔ اور وہ جنگل جہاں پہلے کبھی آدمی کا گذر نہ ہوا تھا۔ اور جو وحشی درندوں کی گھر ہوا کرتے تھے اور جو کل ملک پر پھیلے ہوئے تھے۔ اب آباد اور بنی نوع انسان کا مسکن ہو گئے ہیں۔ پس ایسی سلطنت کے لیے جس کے اندرونی امن حاصل ہو جس کے مقبوضات کی وسعت پھیلا رہا ہو۔ اور جو ہمسایوں اور غیروں کے گلے کاٹ کاٹ کر فنون حرب سیکھ رہی ہو۔ دن بدن زیادہ طاقتور ہوتے جانا لازمی امر ہے۔ اور یہ عجیب انقلاب ہے کہ ہم زمانہ استقبال میں روس کو "صاحب دنیا" کے لقب سے ملقب سنیں گے۔ پیٹر دی گریٹ بادشاہ [illegible] کی یہی آرزو تھی کہ کسی طرح یورپ کے مغربی ممالک میں سے بعض میں دخل حاصل ہو جائے۔ اور اسکی آخری تدبیر [illegible] کا مدعا یہی تھا۔ مگر یورپ کی خوش قسمتی سے وہ اس میں کامیاب نہ ہوا۔ اس قوم کا ہاتھ ہر سمت میں چلا جاتا ہے جیسے کہ کسی نہر کا پانی کاٹ کر اس پر مسلط کر دیا جائے۔ اور یہ جب کبھی حرص و طمع فرزندان یافث کو تحریک کرے گی تو وہ کل مغربی دنیا کو اپنی وحشت کے سیلاب عظیم میں غرقاب کر دیں۔ یورپ کے جو مدبرین ہیں وہ ہم کو اپنی تنازعات [illegible] ہیں ان کا [illegible] جس قدر لکھوں تھوڑا ہے۔ روسی تہذیب اور وحشت کے بین بین اب اس حالت میں ہیں جو فوجی فتوحات کے لیے سب سے مناسب کار آمد ہوتی ہے۔ پس اگر ان کا قدم ایک دفعہ یورپ کے مغربی حصص میں جم گئے تو زنانہ صفت تہذیب اور نفاق و اختلاف کے فرزندان کی کمزور کوششیں انکو کبھی بے دخل نہیں کر سکیں گی۔ کیونکہ ان ممالک کی معتدل آب و ہوا اور زرخیز وادیاں ہمیشہ ان کے پیاسا [illegible] ریگستانی [illegible] پہاڑوں لاکھوں روسیوں کو کھینچتی رہیں گی۔ تاریخ تجربہ۔ فراست انسانی اور فطرت یہ سب چیزیں صحیفۂ عقل و دانش کو انسانوں کی آنکھوں کے سامنے کھولے ہوئے ہیں۔ مگر افسوس وہ اسے نہیں پڑھتے"۔

قسطنطنیہ میں پیروان اسلام یہ قیاس کرنے لگ گئے کہ کفار عظیم (یعنی روسیوں) کی دست برد کی وجہ سے انکے اب ایشیا میں جا رہنا ہی پڑے گا اور انکو عیسائیوں کی ان روایتوں اور پرانی پیشینگوئیوں کے درست ثابت ہونے پر دلی [illegible] کے ساتھ یقین ہونے لگ گیا کہ آخر یہ پایہ تخت اسلام السلطین (اسلامبول) زرد قوم کے فرزندوں کے تصرف میں چلا جائیگا لیکن اسلام اور مسلمانوں کی خوش قسمتی سے ابھی بہت ایسے بلند ہمت بھی موجود تھے جن پر ایسی مایوسی طاری نہ ہو سکی تھی۔ وہ ان فرائض کو جن کے پورا کئے جانے کا سلطنت ان سے تقاضا کر رہی تھی۔ اور نیز سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو کہ شکستوں سے شکستہ دل ہونا مردوں کا کام نہیں ہے خداوند کریم کی طرف سے مسلم و منافق کی پہچان کے لیے بطور امتحان و ابتلا ہوا کرتی ہیں بخوبی سمجھتے تھے۔ اور ان کو اپنے خالق کے مواعید پر جنہیں سے چند ایک سورہ آل عمران میں سے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ پورا پورا اعتماد اور کامل بھروسہ تھا۔ بلی ان تصبروا وتتقوا (ع ۱۳) ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (ع ۱۴) والله يحب الصابرين (ع ۱۵) والله يحيي ويميت والله بما تعملون بصير (ع ۱۷) وما اصابكم يوم التقى الجمعان فباذن الله وليعلم المومنين وليعلم الذين نافقوا (ع ۱۸) وان تصبروا وتتقوا فان ذلك من عزم الامور (ع ۱۹) يا ايها الذين آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا الله لعلكم تفلحون (ع ۲۰)

فرانس کے حق میں بھی یہ عہد نامہ کچھ کم مضر نہ تھا۔ مگر اسکے بدنتائج فرانس والوں کو چند برس تک محسوس نہ ہوئے۔ بلکہ اس عرصہ میں انہا(؟)

اُن کی تجارت کو ایشیا میں نہایت فروغ حاصل رہا۔ اور فرنچ تجارت میں ۲۰ ہزار ملاح اور ۳۰۰ جہاز مصروف اور فرانس کے بڑے بڑے کارخانے محض اسی تجارت کے سر پر چلتے رہے۔ فرنچ سفیر ابہ ڈی ہیلیسٹ نے فرانس کی تجارت کو جو ابتک قسطنطنیہ، بحیرۂ مجمع الجزائر کے بنادر تک محدود تھی بحیرۂ اسود کے بندرگاہوں تک پھیلا دیا۔ اور آخرش جب اہل یونان پر فرانس کا زور شروع ہو گیا تو فرنچ سفیر نے باب العالی کی درخواست پر بیت المقدس کی بھی نگرانی شروع کر دی۔ مگر یہی فروغ تجارت فرانس کے رقیبوں کی مخالفت کا جو فرانس کی تولیت مقامات مقدسہ اور رفاقت مخلصانہ باب العالی سے بہت کچھ جلتے تھے باعث ہو گئی اور انہوں نے اُسکے برخلاف جیسا اندرونی محفلوں میں بھی سنانا شروع کر دیا تھا اسمیں مزید استحاد اور سازشیں شروع کر دیں جسسے آخرکار فرانس کا اقتدار بالکل زائل ہو گیا اور وہ اپنا کچھ بھی اسکا اثر نہ رکھ سکا۔

غازی حسن پاشا کی مساعی جمیلہ

دربار فرانس نے ترکی کو عہد نامہ ترک نیاچہ اور صلح کا مشورہ اسلئے دیا تھا کہ وہ دشمن سے بدلہ لینے کے لئے چند برسوں میں اپنی حالت کو درست کر لے۔ مگر جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے اکثر سلاطین جن میں کئی ارکان دولت بھی شامل تھے انتہا مایوسی چھا گئی ہوئی تھی اور جنہوں نے حوصلے نہ ہارے تھے اُن کی تعداد اول الذکر کے مقابلہ پر کچھ ایسی بڑی نہ تھی۔ تاہم اس جماعت میں غازی حسن پاشا الجزائری ایسا بہادر اور جواں ہمت بھی شامل تھا۔ اور اُسنے اپنی ہمت اور کوشش سے سلطنت کے ڈگمگاتے ہوئے جہاز کو بہت کچھ سنبھال لیا۔ غازی کا خطاب قوم نے اُسے اپنی طرف سے عطا کر دیا تھا اور خوش نصیبی سے سلطان عبدالحمید کو بھی اُسپر کامل اطمینان و بھروسہ تھا جسنے اُسے غیر محدود اختیارات بخشدیے اور وہ محب قوم و ملت بے نظیر دلسوزی کے ساتھ اپنے ملک کی بری و بحری طاقت کی درستی اور اپنی سلطنت کے جانی دشمن روس کی محاربۂ آئندہ میں جو سب جانتے تھے کہ ضرور ہو گا پوری پوری خاطر مدارات کرنیکی تیاریوں میں مصروف ہو گیا سب سے اول اُسنے بری فوج میں نظام و ترتیب قائم کرنیکی کوشش کی۔ لیکن جب اُسے کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہو گیا کہ ینگچریوں اور سپاہیوں میں افسروں کی فرمانبرداری کی قابلیت و سلیقہ پیدا کرنا۔ اور جدید اسلحہ اور قواعد حرب کو اُن میں رائج کرنا بالکل ناممکن ہے۔ تو اُسنے ان باتوں کی کوشش چھوڑ کر طریق جدال کے متعلق نئی تدبیر سوچی۔ جسکا مدعا یہ تھا کہ ترکی فوج کے حملوں کو زیادہ مؤثر بنایا جائے۔ اُسکا منشا یہ تھا کہ ایک لاکھ آدمیوں کی فوج کو دس مختلف دستوں میں منقسم کیا جائے اور یکے بعد دیگرے الگ الگ اسطرح سے حملہ کیا کریں کہ اگر کسی دستہ کو زک ملے تو اسکا اثر دوسروں پر نہ پہنچے اور پسپا ہوتے وقت وہ اُن دستوں کو بھی جنہوں نے ابھی تک غنیم پر حملہ نہ کیا ہو پراگندہ نہ کر سکے۔ پاشائے موصوف کی رائے تھی کہ یہ درست ہے کہ اسطرح سے یورپین غنیم کا توپخانہ ہماری صفوں میں نسبتاً زیادہ تباہی برپا کر سکا کریگا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی بالبداہت ظاہر ہے کہ دنیا کی کوئی فوج ترکوں کے دس متواتر حملوں کے سامنے نہیں ٹھہر سکتی۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جیسے ایک لاکھ آدمیوں کا ایکساتھ حملہ کرنا خطرناک ہوتا ہے ویسے ہی دس ہزار آدمیوں کا۔ کیونکہ ایک لاکھ آدمیوں کے ساتھ حملہ کرنیکی صورت میں بھی یہی ہوتا ہے کہ جب اُنکی اگلی صفیں شکست کھا جائیں تو پچھلی صفیں جنکی طرف ہزیمت خوردہ صفیں واپس ہٹتی ہیں فی الفور راہ فرار اختیار کر لیتی ہیں۔ مگر تجربہ کرنے پر یہ تجویز ناقابل عمل ثابت ہوئی۔ قپودان پاشا نے خشکی کی کارزار کو بھی غالباً بحری طریق حرب پر قیاس کر لیا ہو گا۔ جسمیں جہازوں کے اسی طرح متفرق دستے بنا لینے کو اُسنے ذاتی تجربہ سے بہت کارآمد پایا تھا۔ اور اغلب قیاس ہے کہ اگر یہی

خشکی پر پہلے نبرد آزما ہونیکا موقع ملا ہوتا تو شاید وہ اس تجویز کو عمل میں لانیکی کوشش کرتا۔ لیکن بحری صیغہ جسکا تہا جسے وہ خوب سمجہتا تہا۔ اور اسی لئے اسکی درستی اور اصلاح کی اسنے جو کوششیں کیں وہ برمحل اور عین مناسب تہیں۔ لیکن بعض اوقات ایسی سخت گیری سے کام لیتا تہا جس سے اسکے الجزایری ہونیکا فوری پتہ ملجاتا تہا۔ حسن خود ایسا عالم نہ تہا لیکن عالموں کی قدر کرتا تہا۔ اور اسکی طبعی قابلیت نے ذریعہ سے اسے یورپین علم و ہنر اور سلطنت عثمانیہ کی ان قوموں سے جو جہازرانی اور ملاحی میں ید طولیٰ رکہتی تہیں۔ فائدہ اوٹہانیکا ڈہب اچہی طرح سے سکہا دیا ہوا تہا۔ اسکی کوششیں موجودہ جہازوں کی درستی پر ہی محدود نہ رہیں بلکہ اسنے نئے جہازات بنوائے اور قابل جہازران بہم پہنچانے کے علاوہ افسروں کی تعلیم کا بہی معقول انتظام کیا۔ ایک انگریز جہاز ساز کی مدد سے حسن نے ترکی جہازات کی طرز کو بالکل بدل دیا۔ ترکی جہازوں پر بیشمار مستول اور بادبان ہوتے تہے۔ ان کو دور کرکے اسنے انگریزی جہازوں کی طرز اختیار کی اور ان کی بلند اور بڑے بڑے دنبالوں کو مختصر کرکے ان پر منزل بمنزل توپیں نصب کردیں۔ ترکی نیوی میں پہلے تقریباً کل ملاح یونانی ہی یونانی ہوتے تہے اور گو اب بہی اسنے اپنے جہازوں کی ملاحی کے لئے زیادہ تر اسی قوم پر انحصار کرنا چاہا۔ کیونکہ ترک گولہ اندازی کرسکتا اور کسی جہازی کام کے کرنیسے مطلقاً کانوں پر ہاتہہ دہرتے تہے۔ مگر پہر بہی اسنے الجزایر، تیونس، مراکش، شمالی افریقہ اور بحیرہ اڈریاٹک کے مشرقی ساحل کے بنادر سے معقول تعداد ملاحوں کی بہم پہنچالی۔ اسنے جہازوں کے کپتانوں کا فرض گردان دیا کہ وہ نہایت خبرداری سے جہازوں اور اہل جہاز کی درستی اور نظام کی نگرانی کیا کریں۔ اس فرض کی تعمیل سے کوتاہی کرنیکا جو نتیجہ ہوتا تہا وہ مندرجہ ذیل واقعہ سے معلوم ہو جائیگا۔ سنہ ۱۸۰۰ء میں ترکی بیڑہ کا سب سے بڑا جہاز بحیرہ اسود میں غرق ہوگیا۔ باعث یہ تہا کہ اسکے تختے کمزور ہوگئے تہے۔ اور اس سے انکی درزیں مصالحہ[1] کے نکل جانیسے کہل گئی تہیں اور جہاز پانی بہر جانیسے غرق ہوگیا۔ حسن پاشا نے جب خبر سنی تو اسنے اس حادثہ کی وجہ یہ بتائی کہ مصالحہ درزوں میں سے جو نکالا گیا سے بہر آگیا تہا۔ چنانچہ جب بیڑہ قسطنطنیہ کو واپس آیا تو اسنے کل کپتانوں کو حکم دیدیا کہ اپنے سامنے اپنے جہازوں کی درزوں کو مصالحہ سے خوب اچہی طرح بہال کر بند کرائیں۔ جو کپتان فروگذاشت کریگا اسے قتل کردیا جائیگا۔ ایک دن ایک کپتان اپنے جہاز کے پاس بیکار بیٹہا بیٹہا اکتا گیا۔ اور اپنے گہر کو جو چند میل کے فاصلہ پر تہا چلا گیا۔ اس کی بدبختی سے اسیوقت حسن پاشا کام دیکہنے کیلئے کارخانہ میں آگیا اور کام میں کچہہ نقص دیکہکر کپتان کی نسبت پوچہا۔ وہ کہاں ہے؟ جہاز والوں کو مجبوراً سچی بات کہنی پڑی۔ حسن ایک جہوٹے سے قالین پر بیٹہ گیا۔ اور ایک آدمی کو اپنی بندوق لانے کیلئے۔ اور دوسرے کو کپتان کو بلانے کے لئے بہیجدیا اور جب بدقسمت کپتان سامنے آیا تو ایک لفظ منہ سے بولنے کے بغیر بندوق اٹہاکر اسے نشانہ اجل بنادیا اور پہر حکم دیا "جاؤ اسے دفن کرو۔ اور تمام کپتان قبرستان تک جنازہ کے ساتہہ جائیں۔ جنکی واپسی تک کام بند رہے"

حسن پاشا نے ضرورت کے وقت بیڑہ کو فی الفور تیار کرلینے کیلئے قسطنطنیہ میں قابل اور لائق ملاحوں کی معقول تعداد ہر وقت موجود رکہنے کی بہی کوشش کی۔ قاعدہ یہ تہا کہ خزاں سے موسم بہار تک جہاز قسطنطنیہ کی خلیج میں پڑے رہتے تہے اور ملاحوں کو

[1] جہازوں کی درزوں میں پہلے سن کی سُتلی کو ٹہونس کر پہر جو جگہ باقی رہتی ہے اس پر تارکول کا روغن کیا جاتا ہے کہ وہ گلنے نہ پائے۔ (مولف)

سنہ ۱۷۸۷ء میں جب ٹرکی روس پر چڑہائی کرنے والی تہی حسن پاشا نے باب عالی کو متنبہ کیا کہ پایہ تخت کو اطراف سے غیر محفوظ چھوڑ دینے کا دستور سخت خطرہ سے خالی نہیں تھا۔ اس نے کہا کہ روسی سرحدوں میں اپنے اُن بندرگاہوں سے جو اُن کو حال میں بحیرہ اسود پر حاصل ہوگئے ہیں روانہ ہوکر باسفورس میں گھس آئیں اور ہمارے جہازوں کو اُن کی لنگرگاہوں میں ہی تباہ کر دیں۔ اسکے تدارک کے لئے اُسنے یہ تجویز کی کہ قسطنطنیہ میں ملاحوں کیلئے بارکیں تعمیر کرنے کی تجویز پیش کی۔ تاکہ موسم سرما میں وہ گھروں کو چلے جانے کی بجائے ان میں اپنے جہازوں کے متصل رہا کریں۔ اس تجویز کی اہمیت کو نادان ہی سمجھ سکتے تھے۔ گو وزیر اعظم اور کئی دیگر اعلیٰ عہدہ داروں نے اس رشک سے جو اُس کی نسبت رکھتے تھے اسکی خفیہ مخالفت بڑے زور سے کی کہ اگر حسن پاشا کے ماتحت پایہ تخت میں اسقدر فوج رہنے لگی تو اُسکی طاقت بہت بڑھ جائیگی۔ چنانچہ وہ طرح طرح کے حیلہ و بہانہ سے اس کام کے لئے روپیہ دینے میں ٹال مٹول کرنے لگے تو جسپر حسن نے مجبور ہوکر اپنے ذاتی خرچ سے حسب تجویز کچھ بارکیں اس کام کے لئے بنوائیں۔

مگر یہ ظاہر ہے کہ اس صورت میں اُنکی تعداد بہت تھوڑے پیمانہ پر ہونا لازمی امر تھا۔ کہاں حسن اپنا ذاتی خرچ اور کہاں ایک سلطنت امیر البحر کا اندوختہ روپیہ۔ اس سلطان نے ایک بحری مدرسہ بھی بیڑہ جہازات کے واسطے ماہر افسر تیار کرنے کے لئے قائم کیا لیکن اُس کی تمام جانفشانی اور سرگرمی دوسروں کے رشک و حسد یا جاہلانہ تعصبات کی وجہ سے اکارت گئی۔ حسن نے ٹرکی کے فیوڈال سسٹم (طرز تیمار یا جاگیرداری) کی اصلاح کے لئے بھی بہت سعی کی۔ مگر اس میں بھی اُسے کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اس طریقہ میں بہت سی اوپری اور بہت خرابیاں پیدا ہوگئی تہیں۔ ملکی و فوجی خدمات کی بجائے ضیافتیں اور تحائف زیادہ تر منظوران نظر کو عطا ہوتی تہیں۔ جو ان کو متمول عیسائیوں اور یہودیوں کے پاس بیچ ڈالتے تھے اور اسطرح باب عالی کو جنگ کے وقت ان جاگیروں سے بہت کم مدد پہنچتی تہی۔

حسن پاشا کو متعدد صوبوں کی سرکشی کی بیخکنی کے لئے قسطنطنیہ سے اکثر باہر جانا پڑتا تھا۔ اور اسکی غیبت میں اُس کے دشمنوں کو اُسکی نیک تجاویز اور کاموں کے اثر کو بہت کچھ زائل کر دینے کا خاصہ موقع ملجاتا تھا۔ یہ دشمن بظاہر دوست کے پیرایہ میں ہوتے تھے۔ اور اُن کی مخالفت خفیہ اور درپردہ ہوا کرتی تہی۔ جسکا وہ کوئی انتظام نہ کر سکتا تھا۔ لیکن اُن دشمنوں کی جو کھلے میدان میں اُس کے سامنے آئے۔ اُسنے قرار واقعی گوشمالی کر دی۔ اُسنے شیخ ضاہر کی فوج کو شکست دیکر عکہ کا سمندر اور خشکی دونوں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ اور شیخ مذکور کو جبکہ وہ شہر سے کوہ صفد کی طرف بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا گرفتار کر کے صوبہ شام کی بغاوت کا قلع قمع کر دیا۔

موریا سے گو روسی نکالدیئے گئے اور باغی عیسائیوں کی سرکوبی کر دیگئی تہی۔ مگر کچھ عرصہ بعد اُن البانوی سپاہیوں کا گروہ جو ۱۷۷۰ء میں اورلانہ کو ساتھ لڑنے کے لئے لائے گئے تھے حد اعتدال سے بڑھ گیا تھا۔ اور اُنہوں نے باغیوں سے بڑھکر طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا تھا۔ اُن سے ترک اور یونانی دونوں طرح کے باشندوں کا مال و جان محفوظ نہ رہا تھا۔ اس بلند ہمت مصلح نے ۱۷۷۹ء میں اُن ظالموں کو تہ تیغ یا خارج از ملک کر کے موریا کو اُن کی دستبرد سے نجات دلوائی۔ یہ مشہور پشت کوہستانی بلاد رنگ

اپنے افسروں کو جب چاہتے قتل یا برطرف کردیتے تھے اور قوانین کی پابندی کا نام تک جانتے نہ تھے ان وحشی سپاہیوں کی سرکوبی کے لئے سلطان نے حسن کو اسی صوبہ کا گورنر مقرر کردیا اور اُسنے ملک میں امن قایم کرنے اور تجارت و زراعت کو فروغ دینے کے لئے اپنی طرف سے جد و جہد کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ان انتظامات سے فارغ ہوکر اُسنے مصر کے باغی مملوکوں کی سرکوبی کے لئے فوج جرار کے ساتھ مصر پر چڑھائی کی۔ اور اُن کو شکست دیکر قاہرہ پر تصرف کرلیا۔ سلطنت کے اس متشفی صوبہ میں سلطانی اقتدار کو قایم کرنے میں بہت کچھ کام کرچکا تھا کہ اُسے بیچارگی سنہ ۹۵-۱۷۹۸ء کی منحوس محاربہ میں جو گذشتہ محاربہ سے بڑھ کر ٹرکی کے لئے تباہی بخش ثابت ہوا۔ روسیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مصر سے واپس بلا لیا گیا۔

روس کا اغتصاب مزید عہدنامہ سنہ ۱۷۹۱ء

پچھلی لڑائی کو اب چودہ برس ہوگئے تھے۔ روس اس عرصہ میں بدستور لیسی ہی ریشہ دوانیوں اور کارروائیوں میں مصروف رہا۔ جو ٹرکی کے حق میں ویسی ہی مخالفانہ اور حریصانہ تھیں جیسے کہ اُسکے وہ فعل جو علانیہ لگاتار کئے وقت کئے جاتے رہے تھے۔ حتی کہ وہ مورخ اور لولیسند بھی جو راستی و صداقت کو بالائے طاق رکھا کیتھرائن کے نہایت مداح اور ترکوں کے جانی دشمن ہیں۔ اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ زارینہ نے عنان حکومت کو اپنے ہاتھ میں لینے کے وقت سے ہی ترکوں کو یورپ سے نکالنے کا عزم بالجزم کرلیا تھا۔ اور مرتے دم تک اس ارادہ کی تکمیل کے درپے رہی۔

ایک انگریزی مورخ مسمی ایٹن کی تحریرات اس کی شہادت میں موجود ہیں وہ ملکہ کے دربار میں کئی برس رہا تھا اور اُس کے عاشق یا معشوق پرنس پوٹمکن کا بے تکلف دوست تھا۔ یہہ شخص ترکوں کا سخت دشمن اور روسیوں کا بڑا حامی گذرا ہے۔ زارینہ کا بعینہ وہی ارادہ تھا جو پیٹر اعظم کا تھا۔ اور جسے آجتک یا کم از کم سنہ ۱۸۷۷ء تک دربار روس نے فراموش نہیں کیا تھا۔ سنہ ۱۸۷۷ء تک کی شرط اسلئے لگائی گئی ہے کہ پچھلے چند برسوں میں دنیا کی طاقتوں کے باہمی تعلقات میں بہت کچھ تغیر واقع ہوگیا ہے۔ اور روس کی توجہ اب اس پیٹر کی وصیت کے اُس حصہ کو پورا کرنیکی طرف جو ایشیا کے متعلق ہے زیادہ منعطف ہے۔ اس مسئلہ پر میں بست سالہ عہد حکومت اعلیٰ حضرت امیر المومنین سلطان عبد الحمید خان ثانی الغازی کے ضمیموں میں مفصل بحث کرچکا ہوں۔ شائقین اُنہیں مطالعہ کرسکتے ہیں۔ یہاں اُسکے دوہرانے کی ضرورت نہیں سنہ ۱۷۷۴ء میں روس کو ٹرکی سے عارضی طور پر صلح کرلینا ضروری ہو رہا تھا۔ مگر جب پوگاچف کی بغاوت فرد کردی گئی اور پولینڈ کے مقبوضہ صوبوں پر روسی تسلط مستحکم ہوگیا تو زارینہ بہت مشرقی منصوبہ کی تکمیل کرنے کیلئے مستعد ہوگئی۔ سنہ ۱۷۷۹ء میں اُسکے بیٹے پال کے ہاں دوسرا بیٹا پیدا ہوا — اُسکا نام قسطنطین رکھا گیا۔ اور اُسکو دودھ پلانے پر یونانی انائیں مقرر کی گئیں۔ اور اسطرح سے یونانی دودھ کے ساتھ ہی اُسکی مادری زبان بھی یونانی ہوگئی جس کی تکمیل بعد میں فاضل یونانی معلموں کے ذریعہ سے کرائی گئی۔ الغرض اُسکی تربیت و پرورش ایسے طریق سے کی گئی کہ وہ یونانیوں پر حکومت کرنے کے قابل ہوجائے۔ اس سے کل دنیا کو کیتھرائن کا عندیہ معلوم ہوگیا کہ وہ اپنے اس پوتے کو قسطنطنیہ کے تخت پر بٹھانے کی ہوس خام رکھتی ہے۔ اس امر کی تصدیق بھی وہی مسمی ایٹن کررہا ہے جسکا اوپر ذکر ہوچکا ہے۔ اس شخص کا بیان ہے کہ دوسرے برس (سنہ ۱۷۸۰ء) نمبر ۵ اور

پرنس پوٹمکن نے اس شرط پر امریکن آبادکاروں کے برخلاف انگلستان کی مدد کرنے کی صلاح کی کہ وہ روس کو ٹرکی کے برخلاف مدد دے۔ بحیرہ روم کے مغربی حصہ کا جزیرہ منورکا اسوقت انگلستان کے قبضہ میں تھا۔ ملکہ کا منشا تھا کہ انگلستان اُسے یہ جزیرہ دیدے تاکہ اوس سے روسی بیڑہ کے لیے پناہ گاہ اور یونانی باغیوں کے محل اجتماع کا کام لیا جائے۔

مسٹر ایلیسن لکھتا ہے کہ پرنس پوٹمکن نے اس تجویز کو مفصل تیار کرلیا تھا۔ اور اسے عنقریب انگریزی سفیر متعینہ سینٹ پیٹرزبرگ کے حوالہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ کونٹ پانن روسی وزیر خارجیہ کی چالاکی سے جو انگریزوں کا مخالف اور فرانس کا طرفدار تھا۔ اس معاملہ میں مزید کارروائی نہو سکی اور قیصرہ نے انگلستان کے معاملات سے الگ رہنے کی پالیسی اختیار کرلی۔ کہا جاتا ہو کہ پرنس مذکور کو تادم مرگ اس تجویز کی ناکامی کا افسوس رہا۔ اور وہ بار بار یہی کہا کرتا تھا کہ ٹرکی کے برخلاف محض انگلستان کی امداد سے روس اپنے مدعا میں کامیاب ہو سکتا ہو۔ نیرنگی زمانہ سے ہی روسی اب یہ خیال رکھتے ہیں کہ وہ انگلستان کے ایشیائی مقبوضات کو ٹرکی کی مدد یا کم از کم خاموش اور الگ رہنے کے بغیر فتح نہیں کرسکتے۔ جس قضیہ سے بلا شائبہ اختلاف یہ نتیجہ نکل رہا ہے کہ ٹرکی کی سلامتی انگلستان کے اتحاد اور انگلستان کے محولہ بالا مقبوضات کی سلامتی اس مشترک دشمن سے جو دونوں کی گھات میں ہے ٹرکی کے اتحاد و رفاقت پر منحصر ہے۔ مگر افسوس پھر اسی گردش زمانہ کے طفیل آج ٹرکی انگلستان کے ساتھ وہی روش اختیار کئے ہوئے ہو جو کیتھرائن کے کل عہد حکومت بالخصوص محاربہ سنہ ۱۸۵۴-۵۵ء میں انگلستان نے ٹرکی کے متعلق اختیار کی ہوئی تھی۔ لیکن یقین کامل ہے کہ دونوں کی ضروریات جلد اس کشیدگی کو مٹانے میں کامیاب ہوجائینگی اور دونوں کی اغراض عنقریب پھر اُن میں وہی تعلق پیدا کردینگی جو سنہ ۱۸۵۵ء کے محاربہ کریمیا کے زمانہ میں موجود تھا۔ واللہ علی کل شیء قدیر۔ وما تشاؤن الا ما یشاء اللہ ۔

روس کے ساتھ الحاق کریمیا

کریمیا روس کے ساتھ باضابطہ طور سے ملحق تو سنہ ۱۷۸۳ء میں ہوا۔ مگر اُس علاقہ کے حصول کے متعلق کارروائی عہدنامہ کنارجی (قاینارجہ) پر دستخط ہونیکی تاریخ سے ہی شروع تھی وہی عہدنامہ کنارجی جس کی رو سے روس نے قرم تاتاریوں کو بالکل آزاد اور محض خدا کے تابع قوم تسلیم کرنیکا حلفی اقرار کرکے اُن کے بادشاہ کے انتخاب یا دیگر معاملات اندرونی میں کسی طرح کی مداخلت نکرنیکا قسمیہ قول و اقرار کیا تھا۔

حسب معمول اُسی دوستانہ مداخلت اور اپنی سرحد کو بدامنی کی خطرناک ہمسایگت سے محفوظ رکھنے کے بہانوں سے روس نے تھوڑے سے ہی عرصہ میں کریمیا کو دوسرا پولینڈ بنادیا۔ اس ریاست میں البتہ یہ فرق تھا کہ اُس کی تقسیم میں روس کے ساتھ اور کوئی دعویدار نہ تھا۔ عہدنامہ کے بعد تاتاریوں نے چنگیز خاں کے خاندان میں سے دولت غیرای کو اپنا خان منتخب کیا۔ وہ مستقل مزاج۔ محب وطن۔ اور صاحب غیرت شخص تھا۔ اور اُس سے روسی دربار کی متابعت کی توقع رکھنا محض فضول تھا۔ مگر روسیوں نے ایسی صورت کا پہلے ہی سے بندوبست کر رکھا تھا۔ اور اسی کے تدارک کے لئے چند تاتاری خوانین کو لالچ زر اپنا مطیع بنا رکھا تھا روس کے اغوا سے اُنہوں نے دولت غیرای کے برخلاف علم بغاوت بلند کردیا۔ اور ملک میں بدامنی پھیلا دی جس سے

روس کو امن قائم کرنے کے لیے جزیرہ نمائے کریمیا میں فوج بھیجنے کا بظاہر معقول بہانہ مل گیا لیکن ساتھ ہی حکمت عملی سے کام لے کر روسیوں نے یہ مشتہر کر دیا کہ وہ خود قابض ہونے کے لیے داخل نہیں ہوئے۔ بلکہ محض ظالم دولت غیرائی کو معزول اور اسکی جگہ شاہین غیرائی کو تخت نشین کرانے کے لیے۔ یہ شاہین غیرائی بطور یرغمال دربار روس کے پاس نظر بند تھا۔ اور سب کو معلوم تھا کہ اسکے اپنے فیصلے کا حق کبھی استعمال نہیں کرتا۔ اور اسی لیے روسیوں نے زبردستی کرکے اسکو منتخب کیا تھا۔ دولت غیرائی جسے اکثر تاتاریوں کی طرح آزاد ہو جانے کے باوجود مسلمانوں کے مذہبی اور پولیٹیکل مقتدا خلیفۃ المسلمین سے بدستور کامل عقیدت اور اخلاص تھا[۱۵] ۱۷۷۶ء میں معزول کر دیا گیا۔ اور شاہین کو خان کریمیا بنا دیا گیا جس کے تقرر یہ انتخاب سے وہی نتائج کے برآمد ہونے کی توقع رکھی گئی تھی جو پولینڈ میں پونی آٹووسکی کے انتخاب سے ظہور میں آئے تھے۔ اور یہ توقع بالکل درست ثابت ہوئی۔ دولت غیرائی نے قسطنطنیہ جا کر باب عالی سے مدد کی التجا کی۔ مگر پابندی عہود۔ حزم و احتیاط یا الطمع زر جسے روسی فراخدلی سے دیوان کے اراکین میں خرچ کرتے تھے۔ باب عالی نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ اور شاہین نے خالی تخت پر متمکن رہا لیکن اسکی رعایا نے کچھ عجلت ہی میں ناراضگی ظاہر کرنی شروع کر دی۔ اور ترک بھی وقتاً فوقتاً زبانی دھمکیاں دینے لگے اسپر شاہین نے قیصرہ کی مدد مانگنے کے لیے حیدر مرزا ان کریمیا کا ڈپٹیشن سینٹ پیٹرزبرگ بھیجدیا۔ اور جسے کوئی چاہیے دو آنکھیں۔ زارینہ تو اس موقع کی تاک میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اسنے فوراً رومنزوف کو دریائے نیپر پر فوج جمع کرنیکا حکم دیدیا۔ اور اپنے صوبجات مالڈویا اور والیشیا میں جنکا قبضہ گذشتہ جنگ سے تمام چھوڑ رکھا تھا۔ ان کو مطلق آزاد کرانے کی سازشیں شروع کر دیں۔ اسکے ساتھ ہی چند شکایتیں اس مضمون کی بھی کر دیں کہ ترک خلاف معاہدہ روسی تجارت کو بہت کچھ دبانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ یہ کل پیش بندیاں اس غرض سے لیے تھیں کہ ترک کریمیا میں روسیوں سے تعرض نکریں۔ مگر ترکوں میں اسوقت لڑائی کے لیے کوئی سکت نہ تھی۔ فرانس نے بھی ان کو لڑائی سے محترز رہنے کا مشورہ دیا۔ اور آخر انہوں نے صوبجات مالڈویا اور والیشیا کو روسی دستبرد اور سازشوں سے بچا لینے کے لیے کریمیا کو قربان کر دیا۔ اور روسی تجارت کو بہت سی مراعات عطا کر دیں۔ جن سے آئندہ کے لیے قسطنطنیہ کی سلامتی بھی معرض خطر میں پڑ گئی ۱۷۷۹ء میں دونوں سلطنتوں میں جدید عہدنامہ ہوا۔ جس میں اول تو عہدنامہ کینارجی کی شرائط کی تجدید کی گئی۔ اور پھر چند زیادہ تر شرطیں درج کی گئیں جنکی رو سے سلطان نے شاہین کو کریمیا کا جائز فرمانروا تسلیم کر لیا۔ اور ان مذہبی مراسم کو جنکا ادا کرنا فرمانروا کی حکومت کو باضابطہ طور پر مذہبی منظوری دینے کے لیے بحیثیت خلیفۃ المسلمین اسپر لازم تھا ادا کرنیکا اقرار کیا[۱۶] اور فریقین نے حلف اٹھایا کہ یہ عہدنامہ جس پر انہوں نے دستخط کیے ہمیشہ کے لیے قائم رہیگا۔ اور اب دونوں سلطنتوں میں دائمی صلح رہیگی۔

[۱۵] یہ الفاظ ایک عیسائی مورخ مسٹر میکانکی کے ہیں (مولف)

[۱۶] یہ الفاظ جن میں سلطان کی خلافت کو بالصراحت تسلیم کیا گیا ہے ایک اور عیسائی مورخ سر کریسی کے ہیں۔ (مولف)

مگر شاہین غیرائی زارینہ کے مقاصد کے حصول میں محض آلہ کا کام دینے کے لئے خانی کے مرتبہ پر پہنچایا گیا تھا۔ وہ تخت پر بیٹھا ہی تھا کہ کیتھرائن نے سفیر کے پیرایہ میں اس کے پاس اپنا ایک جاسوس بھیجا اور اُسے یہ کام سپرد کیا گیا کہ وہ خان سے ایسے کام کراتا رہے جس سے رعایا کو اس سے اور زیادہ نفرت ہو جائے۔ اور اُدھر امرا رضامند دل کو رشوتیں دیکر خانہ جنگی کرادے۔ تاتاری روسیوں کی حکومت اور اُن کے رسم و رواج سے دور اور کوسوں بھاگتے تھے چنانچہ سفیر مذکور نے پہلے شاہین کو اپنے ڈھرے پر لاکر روسی عادات کا شیدا بنایا۔ اُس سے کہہ سنکر زارینہ کے پاس درخواست کرادی گئی کہ وہ اُسے اعزازی نشان عطا کرے۔ جس پر زارینہ نے اُسکو طبقہ سینٹ الینی کی حمایل اور امپیریل گارڈ کی رجمنٹ کے آنریری کرنیل کا رتبہ عطا کر دیا۔ مگر کرنیلی تاتاریوں کی نگاہ میں نہایت ادنیٰ عہدہ تھا۔ اس سے شاہین اُن کی نظروں میں اور حقیر ہو گیا۔ انہی روسی ایجنٹوں اور گماشتوں کے اغوا سے اُس نے روسیوں ایسی عادات اختیار کر لیں کہ اُنکی بدمعاشیاں چھوڑیں اور اُن کی طرح فوجی عظمت کا شوق اور فضول خرچی سیکھ لی۔ اُدھر تو ان سفیہانہ حرکات سے اُسکی حکومت کی بنیاد دن بدن متزلزل ہوتی چلی جارہی تھی۔ اور دوسری طرف ان گماشتوں نے اُسے بحری طاقت بڑھاکر کل بحیرہ اسود پر اقتدار قایم کرنیکی ہوس خام میں مبتلا کر دیا۔ اور اس سے بیدریغ روپیہ خرچ کرانا شروع کر دیا۔ اسکے ساتھ ہی وہ میرزاؤں اور خوانین کو جو دن بدن زیادہ برافروختہ ہوتے چلے جارہے تھے اکساتے رہنے میں بدستور ساعی رہے۔ آخر کار عام بغاوت برپا ہو گئی[1] جس کے فرو کرنیکے لئے اُسکے روسی مشیروں نے اُسکو زارینہ سے مدد مانگنے کی صلاح دی۔ اور اُس بیوقوف نے یہی کیا۔ روسی سپاہ پھر کریمیا میں داخل ہو گئی۔ مگر اُسے اپنا عمل زیادہ عرصہ پنہاں نہ رکھنا پڑا۔ کیتھرائن اور اسکے منظور نظر پوٹمکن نے سوچ لیا تھا کہ برسوں کی تمنا کو پورا کرنیکا مناسب موقع پہنچ گیا ہے۔ روسیوں نے جلدی ہی تلواروں کی چمک اور سنگینوں کی نوک سے اپنا منشا ظاہر کر دیا۔ جن تاتاریوں نے روسی تابعداری سے انکار کیا اُن کو بیدریغ قتل کر دیا گیا۔ ہزاروں تاتاری امرا تہ تیغ کئے گئے۔ اور بالآخر شاہین سے کچھ دم دلاسا اور کچھ دھمکیاں دیکر تخت سے دست برداری کا اقرارنامہ اور یہ بھی لکھوا لیا کہ اُسکے خاندان کو جس میں فرمانروائی اب تک تھی کریمیا اور کیوبن پر آئندہ کوئی دعوےٰ نہیں رہیگا۔ پھر اُسے نظربند کرکے روسی قصبہ کلوگا میں بھیجا گیا۔ جہاں کچھ عرصہ سخت تکلیفیں پہنچانے کے بعد اُسے ترکوں کے رحم پر چھوڑ دیا گیا۔ اور اُسکو

---

[1] مسٹر میکابخی روسی فوج کی مداخلت کی اور وجہ تحریر کرتے ہیں۔ جو حسب ذیل ہے "۱۷۸۲ء میں ترکوں کے بہکانے سے شاہین نے ترکی بادشاہ سے جزیرہ تمن کا قبضہ مانگا۔ تمن کریمیا کے مشرق میں واقع ہے۔ بادشاہ نے اُسکے قاصد کو قتل کر ڈالا جس سے روسیوں کو شاہین کے پھر کانے کا موقع مل گیا۔ اور اُسے کہا کہ اگر تم چاہو تو روس اس ذلت کا بدلہ لینے کو تیار ہے۔ کمزور طبیعت خان نے یہ بات کو مان لیا۔ اور روسی فوج کریمیا میں داخل ہو گئی۔ مگر مشرقی ساحل کے کنارے کنارے کچھ دور جاکر وہ پلٹ آئی اور تمن سے ترکوں کو نکالنے کی بجائے اُس نے اُسکے ملک پر جس کی امداد کو وہ آئی تھی قبضہ کر لیا۔ اور دھوکہ دیا جس سے تمام قلعوں پر متصرف ہوکر پردہ اُٹھا دیا۔ اور رعایا کو بنوک سنگین زارینہ کی اطاعت پر مجبور کیا گیا۔ تاتاریوں نے انکار کے مقابلہ کا تہیہ کیا جسپر پوٹمکن نے عین بحالت امن رعایا پر حملہ کرکے ۳۰ ہزار مرد و زن کو کمال سفاکی سے تہ تیغ کر دیا۔ الغرض اس طرح سے روس نے کریمیا کو فتح کیا۔ جو فتح ایسی بے شرمانہ اور مکروہ غداری سے حاصل ہوئی تھی جس کی نظیر قدیم و جدید کسی زمانہ کی تاریخ عالم میں نہیں ملتی" [illegible]

سرحد پار ترکی علاقہ میں بھجوا دیا گیا۔ ترکوں نے اسکو فوراً گرفتار کرکے قسطنطنیہ بھیجدیا۔ سلطان نے اُسے جزیرہ رہوڈس کو جلاوطن کر دیا۔ کل مسلمان اُسکی غداری سے کمال برافروختہ ہو رہے تھے۔ چنانچہ رہوڈس پہنچتے ہی وہاں کے مسلمان حکام نے اسکو فرنچ قونصل کے مکان میں قتل کر ڈالا۔ اور اس بیوقوف کو روسی دوستی کا آخری صلہ ملگیا۔

جزیرہ نما کریمیا معہ اضلاع ملحقہ روس کے ممالک محروسہ میں داخل کر لیا گیا۔ جس بیباکانہ اغتصاب اور سخت کردہ غداری کو حسب معمول بیشرمانہ منافقت سے دنیا پر مستحسن فعل ظاہر کرنے کے لئے کیتھرائن نے اپریل ۱۷۸۳ء میں ایک منشور شائع کیا جسکا خلاصہ حسب ذیل ہے۔ "روسی محض قیام امن کے لئے کریمیا میں داخل ہوئے تھے ...... تاتاریوں کی طبعی بے چینی اور مزاجی نے اس عمارت کو جسے زارینہ نے اُن کو خود اپنے منتخب کردہ فرمانروا کے زیر فرمان کامل آزادی اور خود مختاری دلا کر اُن کی آسایش و خوشحالی کے لئے کھڑا کیا تھا بالکل مسمار اور ویران کر دیا تھا .... الغرض کریمیا کی خانہ جنگی کیلئے ہر وقت فوج تیار رکھنے کی ضرورت کی اخراجات اور نیز اُن خرابیوں کی بیخکنی کی احتیاج نے زارینہ کو اُن نقصانات اور مضرتوں کے جائز معاوضہ میں نیز اسے امن اور خوشحالی قایم رکھنے پر کرنے کے لیے - جزیرہ نما کریمیا، جزیرہ تمن - اور کل علاقہ کوبان کو سلطنت روس میں شامل کرنے پر مجبور کر دیا ہے"۔ گو یورپ زارینہ اور اسکے شریک غارتگران قیصر آسٹریا و شاہ پرشیا کے اس قسم کے منافقانہ منشوروں کے سننے کا عادی ہو گیا تھا لیکن بقول کسی زارینہ کے اس اعلان جس میں کی کچھ فیاضی رحمدلی اور عالی ظرفی کا بڑے طمطراق سے ذکر کیا گیا تھا۔ یورپ کے خوشامدی مٹھو ہزار گوئیوں اور سوفسطائیوں کو کیتھرائن کی لمبی چوڑی تعریفیں چھاپنے کے لئے خوب مسالہ ملگیا۔ ان مکاروں نے ان مظالم پر کوئی توجہ نہ کی جو تاتاریوں پر توڑے گئے تھے" قوم کے کچھ حصہ نے اپنی آزادی کی حفاظت میں تلوار اٹھائی تقریباً کل سرکردہ لوگ اُن کے ساتھ شامل تھے۔ جنرل بال پوٹمکن (پرنس پوٹمکن کے بھتیجے) نے کل ناراضمندوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ اس قتل عام میں ۳۰ ہزار زن و مرد ہر عمر کے قتل ہوئے ہزارہا ملک سے بھاگ گئے - تارکان وطن میں ۷۵ ہزار آرمینی عیسائی بھی تھے جنمیں سے صرف ۷ ہزار ترکی علاقہ میں جان سلامت لیکر پہنچے - باقی راستے ہی میں بحیرہ ازاف کے مشرقی ساحل کے لقدق میدان سے گذرنیکی کوشش میں سردی - فاقہ - اور تکان سے ہلاک ہو گئے - زارینہ نے نو مفتوحہ ملک کا نام طارس

لہ مسٹر فاکس انگلستان کے مشہور مدبر جو کئی مرتبہ وزیر بھی ہوا اور فصاحت و بلاغت میں اپنی نظیر خود ہی سمجھا جاتا ہے کیتھرائن کی حمایت کرتے ہوئے ذرا زیادہ صاف گوئی سے کام لیا۔ مباحثہ کے دوران میں مسٹر ۲۹ مارچ ۱۷۹۱ء کو پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے۔ "عہد نامہ کنارجی کی رو سے کریمیا کو آزاد کر دیئے جانیکے بعد زارینہ نے بالعالی اور دیگر دول کو اطلاع دی کہ جب تک وہ کریمیا اور کوبان پر کامل تصرف نہ کر لے اُسکے ممالک مقبوضہ محفوظ نہیں رہ سکتے۔ زارینہ نے اپنی طرح کے استدلال منطق سے کام لیکر اُسی صاف کہدیا کہ "مجھ پر لازم ہے کہ میں مذکورہ بالا ملک پر قبضہ کر لوں"۔ فاکس اس وقت لبرل لیڈر تھا اور اپنے زمانہ کے مشہور مدبر پٹ کا مخالف تھا۔ اٹھارہویں صدی کے آخری حصہ میں دونوں آپس میں ایسے ہی حریف تھے جیسے انیسویں صدی میں مسٹر ڈسرائیلی (لارڈ بیکنسفیلڈ) اور مسٹر گلیڈسٹون تھے۔ فاکس ۱۷۴۹ء میں پیدا اور ۱۸۰۶ء میں فوت ہوا۔ ڈچیس آف ڈیونشایر کے ساتھ اسکا نہایت گہرا تعلق تھا۔ فاکس ۱۹ برس کی عمر میں پارلیمنٹ کا ممبر ہوا۔ (مؤلف)

رکھا۔ جنرل پال پوٹمکن کو جس خونریزی اور فتوحات کے صلہ میں نئے صوبہ کا گورنر اور بحیرہ اسود کی اعلیٰ امیر البحر کا خطاب عطا کیا گیا۔ اور پرنس پوٹمکن کو جس کی نگرانی میں اُسکا ہتھیانا کاربند ہو رہا تھا۔ طارشین (فاتح طارس) کا خطاب دیا گیا۔ اس سینہ زوری سے تمام ملک جسے آزاد تاتاری مملکت بنایا گیا تھا روس کے ساتھ شامل ہو گیا۔ یہ ملک صرف جزیرہ نما کریمیا اور اُسکے بینظیر اور قابل تعریف بندرگاہوں اور مضبوط مواقع پر ہی مشتمل نہ تھا بلکہ بحیرہ اسود کا تمام شمالی ساحل اور ایشیا کا علاقہ کوبان معہ جزیرہ تمن بھی اس میں شامل تھا۔ روسی جھنڈا اب کوبان میں نصب ہو گیا تھا جہاں سے وہ بالائی ایشیا کو ایرانی اور ترکی علاقے پر بآسانی مستبد کر سکنے کے قابل ہو گیا

فرانس کی بیفائدہ کوشش مسیحی دول کو راستی کی حد پر مائل کرنے کے لئے

اس جابرانہ قزاقی اور ڈکیتی سے قسطنطنیہ میں کمال ناراضگی پیدا ہو گئی اور فرانس کو بھی اپنے رقیب کی طاقت کو مزید اضافہ سے اور تشویش ہو گئی۔ اسوقت تک امریکن محاربہ ختم ہو چکا تھا۔ اور خاندان بوربون حکمران فرانس (جسمیں امریکن آبادکاروں کی مدد کر کے انگلستان سے اپنی ہزیمتوں اور نقصانوں کا پورا پورا بدلہ لے چکا تھا۔ اور اب اُسے انگلستان سے وہ کدورت نہ رہی تھی جو اپنے ملک کی مشہور بغاوت اور انقلاب عظیم سے پیشتر جو تھوڑا ہی عرصہ بعد وقوع میں آ گیا۔ امن و امان کا مختصر زمانہ اور فرانس کو دنیا کے عام تعلقات پر غور کرنیکی مہلت مل گئی ہوئی تھی۔ لوئی شانزدہم[1] اور اُسکا وزیر اعظم ڈی ورجینیز اپنے ملک کی قدیم پالیسی کو مد نظر رکھکر سمجھتے تھے۔ اس کی مستقیمی اور ظالمانہ کارروائی کو روکنے اور ٹرکی کو لوٹی جانے سے محفوظ رکھنے کے سچے دل سے خواہشمند تھے

[1] لوئی شانزدہم لوئی پانزدہم کے بڑے بیٹے کا جو باپ کی حین حیات ۱۷۶۵ء میں مرگیا فرزند اکبر تھا۔ اور ۱۷۷۴ء میں دادا کے بعد تخت نشین ہوا اسوقت خزانہ خالی اور فوجی قرضہ لیے ہوئے تھا۔ اور بحری طاقت کا تنزل ہو گیا معدوم تھی۔ اُن کی اصلاح کے لئے ڈی ورجینیز کو وزیر خارجہ اور ٹرگوٹ و ڈی بریگو کو مہتمم خزانہ و وزیر صیغہ بحری بنایا گیا۔ لوئی شانزدہم نے ہر دلعزیزی حاصل کرنیکے لئے پہلا کام یہ کیا کہ بر تخت نشینی پر عائد ہوتا تھا جو خاص ٹیکس لیا جاتا تھا اسے معاف کر دیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں ملک کی حالت سنبھل گئی۔ اتنے میں امریکہ کے آبادکاروں نے بغاوت کر دی۔ فرانس نے اُن کی مدد کی انگلستان اور فرانس میں جنگ شروع ہو گیا جس میں گو فرانس اور باغی امریکنوں کو کامل فتح نصیب ہوئی اور انگلستان سے امریکن آبادکار آزاد ہو گئے۔ لیکن فرانس کے حق میں یہ لڑائی بہت مضر ہوئی۔ جس سے بے اندازہ روپیہ اُٹھانا پڑا کہ خزانہ خالی ہو گیا اور اُسکو پُر کرنیکے لئے رعایا پر طرح طرح کے نئے ٹیکس لگانے پڑے جن سے رعایا تنگ آکر آخر بغاوت کر دی۔ انقلاب عظیم شروع ہو گیا اور بادشاہ کے خلاف سب کے سب اُٹھ کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے ۱۴ جولائی ۱۷۸۹ء کو پیرس کے قلعہ اور جیلخانہ باسٹیل پر قبضہ کر لیا۔ پھر اکتوبر میں شاہی محل واقع ورسیلز پر دھاوا کر دیا۔ ملکہ تو بھاگ گئی مگر بادشاہ معہ دیگر افراد کنبہ پکڑ لیا گیا اور باغی اُسے پیرس لے آئے۔ فروری ۱۷۹۰ء میں بادشاہ نے حسب منشا دستور حکومت کو منظور کر لیا لیکن پھر بھی وہ بحالت نظربندی اور قید کی حالت میں تھا چنانچہ ۲۱ جون ۱۷۹۱ء کو وہ معہ کنبہ پیرس سے بھاگ گیا۔ مگر رستہ میں بمقام ورینیز پکڑا گیا۔ اور سخت ذلت کے ساتھ پیرس واپس لایا گیا۔ اسی برس شہنشاہ آسٹریا اور شاہ پرشیا نے معزول بادشاہ کی حمایت میں فرانس پر چڑھائی کر دی۔ مگر رعایا اور فوج نے حملہ آوروں کو شکست دیکر اپنے ملک سے نکال دیا۔ آخرالامر پیرس کی منتخب کردہ مجلس کنونشن نے جنوری ۱۷۹۳ء میں بادشاہ کی موت کا فتویٰ صادر کر دیا۔ اور وہ اسی مہینہ کی ۲۱ تاریخ کو قتل کر دیا گیا۔ یہ بادشاہ اپنے بزرگوں کے برعکس نہایت نیک چلن تھا مگر مستقل مزاج نہ تھا۔ علم جغرافیہ کا بڑا مشتاق تھا۔ اور اسی کے عہد میں نہایت مشہور سفر عمل میں آیا جو ۱۷۸۵ء میں ہوا۔ (مؤلف)

آسٹریا پولینڈ کی تقسیم کے معاملہ میں اپنی ایمانداری اور ہے ظاہر کر چکی تھی کہ اُسے فرانس کی خوشنودی کی کسقدر پروا ہے۔ مگر فرنچ مدبرین کو ابھی سنہ ۱۷۵۶ء کے اتحادی معاہدہ پر کسیقدر بھروسہ باقی تھا۔ اور اُنہیں امید تھی کہ وہ اُسے سمجھا بجھا کر سیدھا راہ راست پر لے آئینگے اور اُسکے ذہن نشین کر دینگے کہ کل یورپ اور خود اُسکے اغراض اس امر کے متقاضی ہیں کہ وہ انگلستان کے بحری اور روس کے بری روز افزوں اقتدار کو روکنے کے لئے پروشیا اور فرانس سے سچے دل سے متحد ہو جائے۔ چنانچہ فرنچ وزیر نے آسٹریا کو روس کے ساتھ ملکر ٹرکی کے مخالف تجاویز سوچنے سے روکنے کے لئے دربار آسٹریا کے ساتھ سرگرمی سے خط و کتابت شروع کر دی۔ مگر ایماندار جوسف ثانی کیتھرائن کے ہاتھ پر بک چکا تھا اُسکے دل پر کچھ اثر نہوا لیکن اپنی غداری کو اندیشہ ناک نفرت انگیز بنانے کے لئے بظاہر فرانس سے بدستور دوستی کا دم بھرتا اور اسکی باتیں سنتا رہا۔ اُسنے فرنچ سفیر سے کہا "میں تمکو یقین دلاتا ہوں کہ میں کیتھرائن کو ٹرکی کے ساتھ لڑائی نہ کرنے کے لئے تا مقدور سمجھاتا رہتا ہوں۔ مگر وہ عورت کمال خودرائے ہے۔ اور اپنی ہٹ سے کسیطرح باز نہیں آتی" جوسف کی لیت و لعل سے تنگ آکر آخر لوئی شانزدہم نے اپنے سفیر کو اس سے یہ سوال کرنے کا حکم دیا کہ اگر ٹرکی اور روس میں لڑائی ہو گئی تو وہ کیا روش اختیار کریگا۔ جوسف نے جوابدیا "اگر روس نے باب عالی سے لڑائی کر دی تو جسقدر روس اپنے مقبوضات کو بڑھائیگا اسیقدر آسٹریا کو مجبوراً اپنے مقبوضات بڑھانے پڑینگے" ایم ورجینیز نے یہ جواب موصول ہونے پر سفیر کو حسب ذیل مراسلہ تحریر کیا "اس استدلال اور اصول معاوضہ طلبی سے ایسی بُری نظیر پیدا ہو جائیگی جس کی غلطی کا تدارک سو برس کی متواتر لڑائیوں سے بھی نہیں ہو سکیگا۔

"اگر آسٹریا اس خوف سے کہ کسی دن روسی طاقت غالب پاکر اُسپر چیرہ دست نہو جائے۔ اُسکے بدل میں جائز طور پر ایک ہیچگاہ تیسرے فریق کے مقبوضات ہضم کر سکتی ہے تو کیا دوسری سلطنتیں بھی ایک دن اسی بنا پر کہ کہیں آسٹریا زیادہ طاقتور ہو کر کسیدن اُن پر نہ جھک پڑے۔ روس اور آسٹریا کی تقلید میں اپنے ہمسایوں کے ساتھ یہی سلوک نہ کرینگی؟ اور اگر یہی آپا دھاپی اور خود غرضی سب کے دلوں میں یکساں موجزن ہو گئی تو بتاؤ یورپ کا کیا حشر ہوگا۔ اور چند برسوں کے بعد ہی وہ کیا سے کیا ہو جائیگا"

جوسف پر اس مخلصانہ اور عبرت انگیز نصیحت کا بھی کچھ اثر نہوا۔ جسپر فرانس نے اپنے پرانے دشمن کیطرف رجوع کیا کہ شاید وہی سمجھ جائے۔ اور حالانکہ ابھی اُس میں اور انگلستان میں قطعی عہدنامہ صلح طے نہوا تھا۔ فرانس نے کریمیا کے مسئلہ کے متعلق انگلستان سے سلسلہ جنبانی شروع کر دی۔ جون سنہ ۱۷۸۳ء میں ایم ڈاڈ کار فرنچ سفیر متعینہ لنڈن نے مسٹر فاکس (وزیر خارجیہ) کو اطلاع دی کہ شاہ فرانس کو دربار روس نے باضابطہ لکھا ہے کہ زارینہ نے کریمیا اور کوبان پر قبضہ کر لیا ہے کیا انگلستان روس کی اس نئی زبردستی کو لاپروائی سے دیکھیگا؟" انگریزی وزیر نے جوابدیا کہ مجھے اسمیں شک ہے کہ روس نے ان صوبوں پر قطعی قبضہ کر لیا ہو۔ اگر یہ بات ہوتی تو فریڈرک شاہ پروشیا فوراً روس سے لڑائی کر دیتا۔ اس ملاقات کے بعد بھی کئی دفعہ فرنچ سفیر نے اپنے دربار کے حسب الحکم مسٹر فاکس سے اس معاملہ کے متعلق گفتگو کی۔ آخری ملاقات میں اُسنے انگریزی وزیر سے یہ سوال کئے:۔

"کیا انگلستان باسفرس میں روسی بیڑہ کی موجودگی کو لاپروائی سے دیکھیگا؟ کیا انگلستان یہ چاہتا ہے کہ قسطنطنیہ کیتھرائن کے حوالہ کر دیا جائے؟ ہر نوع کیا زارینہ کی فتوحات کی کوئی حد نہیں مقرر کی جا سکتی؟ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ کوبان اُسے دیکر

کریمیا کو اسکے پنجہ سے چھڑا لیا جائے ۔ اگر انگلستان اور فرانس ملکر معترض ہونگے تو دربار روس لازمی طور پر انکی بابت کو توجہ سے سنیگا ۔ لیکن اکیلے پرشیا کی کچھ پروا نہیں کیجائیگی" فاکس نے کمال سردمہری سے جواب دیا کہ "مداخلت کرنیکا وقت گذر گیا ہے الحاق کریمیا عمل میں آچکا ۔ اب واویلا بے سود ہے ۔ مزید برآن انگلستان نے زارینہ کے ساتھ ایسے قول و اقرار کیے ہوئے ہیں جنکو توڑنا مناسب اور آسان نہیں" سفیر فاکس کے اس سوکھے جواب سے شکستہ دل ہوا ۔ اسنے بادشاہ انگلستان سے ملاقات کی درخواست کی ۔ اور اسکے منظور ہوجانے پر شاہ جارج سوم کو روسی فتوحات کی اہمیت اور غرض و غایت سمجھا کر بتایا کہ قیصر جوسیف ثانی اور کیتھرائن میں پولیٹیکل اتحاد اور یکجہتی دن بدن زیادہ مضبوط ہوتی جاتی ہے ۔ اور ان کے اتحاد کا لب لباب یہی ہے جیسا نظر آتا ہے کہ آپس میں ٹرکی کو بانٹ لیں ۔ کیونکہ پولینڈ کی تقسیم ہوچکی ہے اور وہ اسکے حصہ رکھنے پر قابض ہوگئے ہوئے ہیں جن سلطنت کی تقسیم کے لئے اب کیا انتظار ہوتا تھا ۔ جارج سوم جو واقعی شریف النفس بادشاہ تھا یہہ ذکر سنکر چونک پڑا ۔ سفیر کی باتوں نے اسکی صداقت وایمانداری اور فراست انسانی کو متحرک کردیا تھا ۔ وہ غضبناک ہوکر پکار اٹھا "اگر جلدی ہی کچھ تدبیر نہ کی تو یورپ جلد ایک ایسے جنگل کی مثال ہو جائیگا جہاں طاقتور کمزور کو لوٹ لیتا ہے ۔ اور کوئی سلطنت محفوظ نہیں رہ جائیگی" مگر افسوس تھا کہ بادشاہ[۱] انگلستان شاہ شطرنج سے کچھ ہی زیادہ اختیار رکھتا ہے ۔ وہ پارلیمنٹ اور وزراء کی اجازت اور وساطت کے بغیر بڑے قانون ملک سے براہ راست کچھ نہیں کرسکتا ۔ اور فاکس ٹرکی کی مخالفت اور روس کی حمایت میں ثابت قدم تھا ۔ وزراء کی تو یہہ حالت تھی ۔ باقی رہی قوم ۔ یا ان کا قائم مقام پارلیمنٹ ۔ سو وہ امریکن بھائیوں سے طویل و ناکام محاربہ سے جسنے انگلستان کو مذبذب چھوڑ دیا تھا ۔ ابھی تازہ تازہ فارغ ہوئی تھی اور وزیروں کے علاوہ قوم بھی فرانس سے اس شکست کیوجہ سے اور زیادہ چڑ گئی ہوئی تھی ۔ اور فرانس سے جس کے جہازات فتح کے بعد سے اڑا لئے ہوئے برٹش چینل پر قابض ہوتے ہوئے تھے ۔ ترک کہانیکا زخم ابھی اسکے دل میں تازہ تھا ۔ پس اگر وزراء آمادہ بھی ہوجاتے تو غالباً قوم رضامند نہوتی ۔

چنانچہ فرنچ سفیر نے بتاریخ ۸ اگست ۱۷۸۳ء میں گورنمنٹ کو مراسلہ لکھدیا کہ انگلستان سے شرکت و اعانت کی توقع رکھنا فضول ہے ۔ مسٹر فاکس اپنے غلط اصول کو ہاتھ سے چھوڑتا دکھائی نہیں دیتا ۔ اسی مرحلہ میں ایڈمنڈ برک نے ایک پیشنگوئی کی تھی جو آخر بالکل درست ثابت ہوئی ہے اسنے لکھا کہ ایسے معاملہ میں انگلستان ہمیشہ کیلئے کبھی خاموش اور معطل نہیں رہ سکتا ۔ اور انگلستان کو لازمی طور پر جلدی ہی یا دیر بعد روس کی بحری اور بری طاقت کی پیشقدمی کو روکنے کیلئے جو احتمال ہے کہ بصورت ثانی بلاد مشرق کو اپنی لپیٹ میں لیلیگی ۔ ضرور فرانس کے ساتھ سمجھوتہ اور قرارداد کرنا پڑیگا ۔ یہہ پیشنگوئی ۱۸۵۵ء–۱۸۵۶ء کے محاربہ کریمیا میں پوری ہوگئی ۔ مگر افسوس بعد ازاں پھر انگلستان کی پالیسی میں تغیر آگیا ۔ ادہر روس کی طاقت میں اسقدر اضافہ ہوگیا کہ دیگر دول کے تعلقات میں بھی بہت کچھ تغیر و تبدل ہوگیا ہے ۔ حتی کہ آج وہی فرانس ضروریات زمانہ

[۱] یہہ درست ہے کہ انگلستان کا بادشاہ باختیار خود کسی دوسری سلطنت سے اعلان جنگ کرسکتا ہے ۔ مگر لڑائی بغیر روپیہ کے نہیں ہوسکتی ہے اور روپیہ پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر نہ حاصل ہوسکتا ہے نہ خرچ کیا جاسکتا ہے ۔ پس بادشاہ کا یہہ اختیار بھی محض برائے نام اور نمائشی ہے ۔ (مولف)

اور صورت واقعات سے مجبور ہو کر روس کے ساتھ متحد ہے۔ اور انگلستان ٹرکی کو تنگ کرنے والی تجاویز میں دوسری دول کا مقدم بنا ہوا ہے۔ اور روس اپنے افعال سے یہ ثابت کر رہا ہے کہ وہ اب کچھ عرصہ تک ٹرکی کے خلاف کچھ کارروائی نہیں کرنا چاہتا۔ مگر اس مسئلہ پر بحث کرنے یا اظہار تاسف کے لئے یہ مناسب محل نہیں۔ میں انگلستان کی موجودہ پالیسی پر رسالہ مفروضہ مظالم آرمینیا اور رسالہ عہد حکومت میں مفصل بحث کر چکا ہوں اور ان واقعات پر جو اس تحریر کے دوران میں کریٹ وغیرہ کے متعلق حادثات ہو رہے ہیں تاریخ جنگ روم و یونان میں بالوضاحت اپنی رائے ظاہر کر دی ہے۔ ناظرین ان کتابوں کو مطالعہ کر سکتے ہیں۔

انگلستان سے بھی نا امید ہو کر دربار فرانس نے شاہ پرشیا کی طرف رجوع کیا۔ ایم دو مینیر نے فریڈرک کو لکھا کہ جو خطرناک اصول جوزف نے اختیار کیا ہے ویسا ایسا اصول کوئی تاکسی طامع سے طامع بادشاہ نے بھی اپنا دستور العمل نہیں بنایا۔ اور اگر اسے نہ روکا گیا تو کل دنیا کی اقوام کی بالعموم اور یورپ کی سلامتی بالخصوص سخت معرض خطر میں پڑ جائیگی۔ شاہ پرشیا نے جواب دیا کہ جب تک فرانس آسٹریا کے اتحادی معاہدہ ۱۷۵۶ء کو منسوخ نہ کر دے وہ اسکے ساتھ ملکر کوئی کارروائی نہیں کر سکتا۔ فرانسیسی وزیر نے جواب دیا کہ اتحاد مذکور محض ان دو باتوں کے لئے کیا گیا تھا۔ اول یہ کہ فرانس اور آسٹریا کے ذاتی اغراض محفوظ رہیں۔ دوم یورپ کا امن قائم رکھا جائے۔ پہلی غرض آسٹریا نے پولینڈ کی تقسیم میں شریک ہو کر کالعدم کر دی۔ اور دوسری اب انکے حریصانہ ارادوں سے باطل ہو گئی ہے۔ پس عہدنامہ مذکور کو اب باطل سمجھنا چاہئے۔ شاہ پرشیا نے اس معقول جواب کے موصول ہونے پر بھی فرانس سے متفق الرائے ہونے پر کوئی آمادگی ظاہر نہ کی۔ اٹلی کے دربار سے بھی فرانس کو ویسی ہی ناکامی ہوئی۔ آخر اس نے آسٹریا کے ساتھ از سر نو سلسلہ جنبانی کر کے اسے تحریک کی کہ اگر وہ اور کچھ نہیں کرنا چاہتی تو کم از کم روس سے یہ اقرار تو کرا لے کہ بحیرہ اسود میں کل اقوام کی تجارت کو آزادی حاصل ہوگی۔ اور روس اوسمیں صرف تجارتی جہاز یا معدودے چند ایسے جنگی جہاز جن پر بیس بیس سے زیادہ توپیں نہوں رکھیگا۔ جوزف ایسی باتوں کے سننے سے بدستور بہرہ بنا رہا۔ اور کل مسیحی یورپ میں ایک ریاست یا فرمانروا بھی نہ تھا جو لوئی شانزدہم کے ساتھ شریک ہونے پر رضامند ہوا جس سے اس بیچارے کو بھی مجبوراً خاموش رہنا پڑا۔

ترکوں نے الحاق کریمیا کی خبر سنتے ہی لڑائی کا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور اسیوقت سے فوجی تیاریاں شروع کر دی تھیں اور برینولا دربار فرانس میں بھی ہمصفیروں کو ساتھ ملانے کے لئے سعی کرتا رہا۔ جب وہ سب طرف سے نا امید ہو گیا تو شاہ فرانس نے باب عالی کو سمجھا دیا کہ اسوقت لڑائی کرنے سے وہ صریح نقصان اٹھائیگا۔ مصلحت اسی میں ہے کہ اس تازہ ذلت کو بھی صبر کے ساتھ برداشت کر کے جھگڑے کو مناسب موقع پر چھوڑ دیا جائے۔ ترکوں نے اپنے مخلص دوست کی نصیحت کو مان لیا۔ جنگی تیاریاں ملتوی کر دی گئیں۔ اور ۸ جنوری ۱۷۸۴ء کو روس اور ٹرکی میں نیا عہدنامہ ہو گیا جسمیں ٹرکی نے روس کے ساتھ کریمیا وغیرہ کا الحاق باضابطہ طور پر تسلیم کر لیا۔ اور ایشیا میں دریائے کوبان دونوں ملکوں کی سرحد قرار دیا گیا۔

لہ یعنی ستمبر سنہ ۱۷۹۱ء (مؤلف)

جو تاتاری دریائے مذکور سے پرے یعنی دریا اور بحیرہ اسود کے درمیان تھے۔ وہ روسی حمایت کے دائرہ سے باہر رکھے گئے۔ اوچاکوف اور علاقہ متصلہ کے متعلق عہدنامہ کنارجی کی شرائط کی پھر تجدید کر دی گئی۔ اس عہدنامہ میں بھی ۱۷۷۴ء کے معاہدہ کی طرح دائمی صلح و دوستی کے قول و اقرار صحیح کئے گئے۔ مگر یہ سب ایسی لفاظی اور فقرہ بندی تھی۔ روس کس طرح آرام لینے دے سکتی تھی۔ اور ترک ایسے ذلیل تھوڑی کب ہمیشہ کے لئے خاموشی سے برداشت کر سکتے تھے۔ آسٹریا اب کھلم کھلا روس کے ساتھ ہمداستان تھی۔ اور دونوں ملکوں کے فرمانرواؤں نے ایک دوسرے کی مدد کرنیکا باقاعدہ عہد و پیمان کر لیا تھا۔

فرانس کی پالیسی میں تغیر
روس اور آسٹریا کا ترکوں سے محاربہ

بدقسمتی سے فرانس کے اکثر مدبرین کی اب یہی رائے ہو گئی جسکا اسی باب میں اور نیز بیشتر ڈیوک آف اورلینز کے عہد تولیت میں ذکر ہو چکا ہے۔ ڈیوک کے زمانہ میں جب روس بھی دول عظام کے زمرہ میں محسوب ہونیکے قابل ہو گیا تو کئی فرنچ سیاسیوں کی یہ رائے ہو گئی تھی کہ ہم کو اب روس کے ساتھ متحد ہو جانا چاہئیے۔ ٹرکی دن بدن کمزور ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اور وہ کسی سہارے سے بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ ترکوں کی متواتر شکست و ناکامیوں سے ہم آلنز کی بھی یہی رائے ہو گئی تھی۔ اس کا بیان تھا کہ اگر ہم الگ رہے تو پولینڈ کی طرح ٹرکی بھی دوسروں میں منقسم ہو جائیگی۔ اور ہمیں صرف یہی اخلاقی نقصان ہی نہ اٹھانا پڑیگا کہ ہمارا ایک ایسا رفیق ہمارے سامنے ذبح کر ڈالا گیا ہے بلکہ ہم حصہ بخرہ میں شریک ہونے سے بھی محروم ہو جائینگے۔ برعکس اسکے اگر روس کے ساتھ متحد ہو گئے تو ایک تو متذکرہ صدر ذلت سے بچ جائینگے اور دوسرے مادی فوائد بھی حاصل کر لینگے۔ پالیسی کے اس تغیر کے بڑے حامی وہ فرنچ سفیر تھے جو یکے بعد دیگرے قسطنطنیہ میں مامور ہوتے رہتے تھے۔ مگر خوش قسمتی سے شاہ لوئی شانزدہم کو سلطنت عثمانیہ کے ایسے جلد برباد ہو جانیکا یقین نہ تھا۔ تاہم اسنے اس حادثہ کے لئے اپنی طرف سے تیار رہنے کا تہیہ کرنا شروع کر دیا۔ لیکن دوسری طرف ترکوں کو انکی بے بسی سے آگاہ اور روس کی پیشقدمی کو روکتے رہنے میں بھی کوئی کوتاہی نہ کی۔ ۱۷۸۴ء میں لیونٹ کو معتبر گماشتے بھیجے گئے کہ وہ ایسے مواقع تاڑ رکھیں جن پر عالمگیر لڑائی کے شروع ہو جانے پر فرانس کو قابض ہو جانا چاہئیے۔ اور سب کی نگاہیں باتفاق رائے مصر اور کریٹ پر پڑیں۔ اسی سال سینٹ پریسٹ کی جگہ شواسل گوفیر قسطنطنیہ میں فرنچ سفیر مقرر کیا گیا۔ اور اس کو سلطنت عثمانیہ کی سلامتی کو قائم رکھنے کے لئے تا مقدور کوشش کرتے رہنے کی سخت تاکید کر دی گئی۔ اور انجینیر معمار ہر قسم کے کاریگر اور مہندس اسکے حوالے کر دئیے گئے کہ انمیں سے جنکو پسند کرے ٹرکی کی اصلاح کے لئے اپنے ساتھ لیجائے۔ اور ساتھ ہی فرنچ سپاہیوں کا ایک چھوٹا سا دستہ ترکی فوج کو یورپین آداب حرب سکھانے کیلئے اسکے ساتھ کر دیا گیا۔ اس نیک نہاد نے سعی و ہمت کرکے روس اور ٹرکی میں پھر دوستی کا ایک اور معاہدہ کرا دیا۔ مگر کیتھرائن نے یہ کارروائی محض فرانس کو دھوکہ دینے اور اسی کچھ عرصہ تک بہلائے رکھنے کے لئے کی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ فرانس کا خزانہ خالی ہے۔ ملک میں عام ناراضی پھیل رہی ہے اور خود گورنمنٹ ٹرکی کے متعلق تذبذب کی حالت میں پڑ گئی ہوئی ہے۔ اور کوئی مستقل پالیسی اختیار نہیں کر سکتی۔ ادھر اسنے پالیسی کے تغیر کے خواہاں فریق کو خوش اور انکی رائے کو زیادہ وزندار بنانے کے لئے فرانس کے ساتھ ایسی شرائط پر جو فرانس کے حق میں بہت مفید تھیں

تجارتی معاہدہ کرلیا۔ اور اسکی یہہ چال بہی پوری کارگر ہوگئی۔ کل دنیا کو اس معاہدہ سے یہہ خیال ہوگیا کہ دربار فرانس نے ترکوں کا ساتھ چہوڑ دیا ہے

۱۷۸۷ء میں کیتھرائن شاہانہ جلوس اور کمال تزک و احتشام کے ساتھ سینٹ پیٹرس برگ سے نو مفتوحہ علاقہ کی سیاحت کے روانہ ہوئی راستہ میں اسے شہنشاہ جوسف بمقام خرسون جسے کیتھرائن نے ۱۷۷۸ء میں اوڈیسہ سے ۹۰ میل بجانب شمال دریائے نیپر پر آباد کیا تہا۔ آملا۔ اور اسکے ساتھ ساتھ کریمیا گیا۔ راستے میں یہہ دونوں فرمانروا جابجا جشن اور رنگ رلیاں مناتے گئے۔ ان جلسوں میں وہ ٹرکی کو حصہ بخرے کرنے کے مسئلہ پر کبھی متانت کے ساتھ اور کبھی از راہ تمسخر بحث مباحثہ کرتے۔ انہیں اپنی کامیابی پر ایسا بہروسہ تہا کہ وہ اکثر آپس میں ان سوالات پر تذکرہ کیا کرتے تہے کہ آزادی دلانے کے بعد یونانیوں کی حکومت کا کیا انتظام کیا جائیگا اور ان بیچارے ترکوں کیساتہہ کیا سلوک کرنا مناسب ہوگا۔ خوانین کے قدیم پایہ تخت باغچہ سرائے میں کئی جلسے ہوئے جنمیں ان تجاویز پر غور اور ترکوں کا تمسخر اڑایا جاتا رہا۔ کیتھرائن نے خلیج اختیار میں نیا شہر سباسٹوپول تعمیر کرایا۔ اور وہاں بہی اسیطرح کی خوش گپیاں ہوتی رہیں۔ قیصرہ اور اسکے مہمان اس نو تعمیر شہر کی بلندی پر کہڑے ہوکر اس خیال کے آجانے سے کپڑوں میں پہولے نہ سماتے تہے کہ بحیرہ اسود کی ان تمام خوشنما بندرگاہوں میں عنقریب ایک زبردست روسی بیڑہ گشت کیا کریگا۔ اور وہ بڑی تعلی سے یہہ ظاہر کرتے تہے کہ ترکی پایہ تخت پر اچانک اور فیصلہ کن حملہ کرنے کے لئے اس نئے شہر سے بہت ہی آسانیاں اور سہولتیں پیدا ہوگئی ہیں کیتھرائن اور جوسف نے ایک ساتھ ایڈریاٹک سے لیکر کوہ قاف تک ٹرکی کی کل شمالی سرحد پر حملہ کردینے کا آپس میں فیصلہ کرلیا تہا۔ مگر چونکہ زارینہ یورپ کے خوشامدی فضلاء اور ادیبوں کی نظر میں انصاف پسندی اور عالی ظرفی کے اپنے مفروضہ اور نمایشی اوصاف کو بدستور قایم رکہنا چاہتی تہی۔ اسنے یہہ تدبیر کی کہ کسیطرح خود ترک پہلے اعلان جنگ کریں۔ چنانچہ مالڈیویا والیشیا۔ یونان۔ جارجیا۔ اور دیگر صوبجات میں قاصد بہیجکر فساد برپا کروائے۔ ادہر صوبہ بسربیا اور اوچاکوف اور اکرمان کا اس حجت سے مطالبہ شروع کردیا کہ وہ پہلے زارینہ کے نئے صوبہ ٹاریڈا (طارس) کے خوانین کے تابع تہے۔ اور اسیطرح کی اور کئی اشتعال انگیز شرارتیں کیگئیں۔ ترک زارینہ اور قیصر کی آپس کی شوخیوں اور علانیہ بیہودگیوں سے جو وہ کریمیا کو جاتے ہوئے ترکوں کی کرتے رہے تہے بہرے بیٹہے تہے۔ اس سفر میں ان دونوں عیسائی فرمانرواؤں نے اپنے دلی ارادوں کو چہپانیکی کوئی پروا نہیں کی تہی۔ چنانچہ جب وہ نو آباد شہر خرسون کے جنوبی دروازہ سے گذرے تہے تو اسپر یونانی زبان میں یہہ تعلی آمیز عبارت لکہی گئی تہی "پایہ تخت (قسطنطنیہ) کا راستہ" ان جدید اشتعالکوں سے ترک غصہ سے بالکل بےبس ہوگئے۔ اور جب روسی فوج نے کل عہدناموں پر پانی پہیر کر علاقہ کوہ قاف پر یورشیں کرنی شروع کردیں۔ اور روسی سفیر نے گستاخانہ الفاظ سے ترکوں کو مخاطب کرنا اپنا شعار بنالیا۔ تو اونکے [illegible]۔ وزیر امیر اور خود سلطان لڑائی کے لئے بیتاب ہوگئے۔ اسی اثناء میں ترکی بیڑہ گشت کرتا ہوا دریائے نیپر کے دہانہ پر پہنچ گیا۔ جسے دیکہکر زارینہ نے سواحل بحیرہ اسود پر زیادہ دیر ٹہہرنا قرین مصلحت نہ سمجہا۔ اور وہ فی الفور سینٹ پیٹرس برگ کو

واپس چلی گئی۔ جہاں وہ ابھی پہنچنے بھی نہ پائی تھی کہ باب العالی نے روسی سفیر کو قلعہ ہفت برج میں مقید کر کے۔ اگست ۱۷۸۷ء کو اعلان جنگ کر دیا۔ مسٹر منبیرز کا بیان ہے کہ ترکوں سے اعلان جنگ میں جلدی انگلستان نے کرائی تھی۔ انگلستان فرانس سے امریکہ آباد کاروں کی کامیاب معاونت۔ اور نیز اس وجہ سے کہ فرانس نے دول یورپ سے یہہ فیصلہ کرا لیا تھا کہ سمندروں پر کل قوموں کو تجارتی جہاز رانی کا یکساں استحقاق حاصل ہے۔ اسمیں کوئی بحری طاقت مزاحم نہو۔ پہلے ہی سخت کھچ رہتا تھا۔ لیونٹ میں فرینچ تجارت پہلے ہی سے رونق پر تھی۔ اب نئے معاہدہ کی طفیل سے بحیرہ بالٹک میں بھی جہاں ابتک ایک طرح سے انگریزی تجارت کا اجارہ ہو رہا تھا۔ کمال فروغ ہو گیا تھا۔ اس سے انگلستان کی آتش رشک و حسد اور بھڑک گئی ہوئی تھی۔ اسلئے انگریزی وزرا نے تجارتی معاہدوں۔ پولیٹیکل اتحادوں اور اقتدار اغراض ہر معاملہ میں اپنے رقیب کو زک دینے پر کمر ہمت چست باندھ لی فرانس نے ترکوں کو روس سے سخت برافروختہ دیکھکر اُن کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ مگر انگلستان نے پرشیا کے ساتھہ ملکر اُن کی آتش غضب پر اور تیل ڈالدیا۔ اور اُن کو یہہ پٹی پڑھائی کہ دیکھا! زارینہ ڈر کے مارے بھاگ گئی ہے۔ اگر تم مستعدی کے ساتھہ جارحانہ کارروائی شروع کر دوگے تو اپنے تمام مفقودہ علاقے روس سے واپس لے سکوگے۔ حملہ کے لئے یہہ وقت نہایت مناسب ہے۔ اسکے ساتھہ ہی انگلستان نے وعدہ کیا کہ وہ آسٹریا کو روس کے ساتھہ شریک نہیں ہونے دیگا سویڈن اور پولینڈ کو اسلحہ پہنچائیگا۔ اور خود ٹرکی کو اپنی کل بحری طاقت سے مدد دیگا۔ باب العالی پہلے ہی لڑائی پر تلا بیٹھا تھا۔ وہ بآسانی ان باتوں میں آگیا۔ فرینچ سفیر نے بہت سمجھایا کہ یہہ سب دھوکہ ہے۔ آسٹریا اور روس ایک ہیں۔ لڑائی نہ کیجائے فرانس بیچ بچاؤ کر کے تمام تنازعات کا صلح صفائی سے پھر فیصلہ کرا دیگا۔ مگر اُسکی کسی نے نہ سنی۔ فرینچ سفیر کا بیان ہے کہ انگلستان نے سوچ لیا تھا کہ لڑائی میں اُسکا ہر طرح سود ہے۔ اگر فرانس نے ترکوں کی مدد نہ کی تو لیونٹ میں اُسکی تجارت معدوم ہو جائیگی۔ اور اگر مدد کی تو روس تمام مراعات واپس لے لیگا۔ اور بحیرہ بالٹک میں انگریزی تجارت کو پھر پہلے ایسا عروج حاصل ہو جائیگا۔

محاربہ کا اعلان ہوتے ہی آسٹریا روس کا علانیہ طرفدار ہو گیا۔ سویڈن نے باب العالی کی حمایت میں روس کے ساتھہ لڑائی کرنے کا فیصلہ کیا۔ انگلستان اور پرشیا ٹرکی کے خیر خواہ تھے مگر عملی طور پر خاموش رہے۔ باقی رہا فرانس۔ وہاں کی گورنمنٹ عجیب تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ اُسوقت کارڈینل ڈی برابن وزیر اعظم تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ انگلستان نے یہہ کارروائی پولینڈ سویڈن اور ٹرکی سے فرینچ اقتدار کو دور کر کے اسکی جگہہ خود لینے اور فرانس کو دوم درجہ کی سلطنت بنا دینے کے لئے کی ہے۔ مگر فرانس ان نقصانات کی انسداد کے لئے خود لڑائی میں شریک نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ ملک میں بغاوت کے آثار بڑی سختی سے نمایاں ہونے لگ گئے تھے۔ بنا بریں روسی اتحاد کے طرفداروں نے پھر زمین آسمان کے قلابے ملانے شروع کر دئیے۔ اسمعاملہ میں سب سے سرگرم ایک فرینچ ادیب مسمی ولنی تھا۔ اُسنے ایک رسالہ شائع کر کے ترکی اتحاد پر سخت اعتراض کئے اور اپنی گورنمنٹ کو روس کے ساتھہ ملکر ٹرکی کے حصہ بخرہ کرنے اور مصر پر قابض ہو جانے کا مشورہ دیا

اسی زمانہ میں فرنچ سفیر شواسل گوفیر کو جو یونانی فلسفہ اور علوم قدیمہ کا بڑا فدائی تھا یونانیوں کی حمایت اور ہمدردی کا خبط ہوگیا۔ اُسنے مسیحی دنیا کے سامنے واویلا کرنا شروع کیا کہ یونانیوں کی حالت نہایت قابل رحم ہو رہی ہے۔ موریا کو فرانس کے زیر حمایت آزاد ریاست بنا دینا چاہئے۔ عام رائے یہہ ہو رہی تھی کہ عثمانیوں کو اُبھارنا ناممکن ہوگیا ہے۔ وہ خود اس بات کو مانتے ہیں کہ اُن کا خاتمہ قریب پہنچگیا ہے۔ بابعالی کا اتحاد اب دول عظام میں مساوات قایم رکھنے کا کام نہیں دے سکتا۔ کیا ایسی قوم کی مدد کے لئے ہمیں بحیرہ اسود تک ٹانگیں پھیلانا اور اس سلطنت کے دارالخلافہ کی خود حفاظت کرنا کبھی مناسب ہوسکتا ہے۔ اور کیا ہم رقیب طاقتوں کے مقابلہ پر جو لیونٹ میں ہماری تجارت کو معدوم کرنے پر تُلی ہوئی ہیں کبھی یہہ کوشش عملی طور پر کرسکتے ہیں؟ اور کیا اسکے برعکس ہم کو (کیونکہ حصہ بخرہ ہوجانا یقینی ہے) بہترین ترکی بنادر پر قبضہ کرلینا اور مصر و شام کے دائمی وسایل آمدنی و تجارت پر متصرف ہوجانا نہیں چاہیئے؟" دربار فرانس کے پائے ثبات ان مخالف رایوں کی بوچھار سے ڈگمگا گئے۔ اوسی مذبذب حالت میں پیام دربار انگلستان کی چالوں کو رد کرنے کے لئے ایک طرف تو آسٹریا اور ہسپانیہ کو ساتھ ملاکر بابعالی سے کہا کہ ہم بیچ بچاؤ کرا دیتے ہیں۔ اور دوسری طرف روس سے اتحاد کرنیکی کوشش کی اور اُسکے لئے مقدم شرط یہہ قرار دی کہ ترکوں کے ساتھ صلح کرلیجائے۔ اور انگلستان و پرشیا کے فوجی منصوبوں کی روک تھام کیجائے۔ کیتھرائن اس درخواست سے تاڑگئی کہ فرانس اب مطلقاً اُس کی پالیسی سے متفق ہونیکا خواہشمند ہے۔ چنانچہ اُسنے فرانس کی تجویز کو بخوشی منظور کرلیا۔ مگر بابعالی نے پیش کردہ وساطت کو مسترد کردیا۔ ادہر انگلستان نے لڑائی کی دہمکی دیدی جسپر دربار فرانس نے نامہ و پیام ملتوی کردیا اور لڑائی شروع ہوگئی۔ مگر کلبرن کے واقعہ کے بعد جسمیں بتاریخ ۴ ستمبر سوارو نے ترکی حملہ کو پسپا کیا۔ موسم سرما میں لڑائی مجبوراً ملتوی ہوگئی۔ اور جارٹی کو یہہ موقع ملا کہ فرانس نے روس سے صلح کرا دینے اور اتحاد کرنیکے لئے یہہ سلسلہ جنبانی کردی۔ اور وہ ان کوششوں میں بافراط وجوہ کامیاب ہوجاتا۔ لیکن بدقسمتی سے ایم ڈی سیگور فرنچ سفیر متعینہ سنیٹ پیٹرسبرگ کا قاصد جس کے ہاتھہ سفیر مذکور نے کیتھرائن کی تحریری رضامندی اپنی گورنمنٹ کو بھیجی تھی۔ راستہ میں قتل کردیا گیا۔ اور یہہ معاملہ پھر کھٹائی میں پڑگیا۔

مسٹر ایٹن کا خیال ہے کہ اگر غازی حسن پاشا ۱۷۸۷ء کے موسم گرما میں قسطنطنیہ میں ہوتا تو غالباً وہ ٹرکی کو اُس وقت تک اعلان جنگ نہ کرنے دیتا جب تک کہ اُسکی جنگی تیاریاں بالکل مکمل نہ ہوگئی ہوتیں۔ غازی موصوف کی پالیسی یہہ تھی کہ کسی بیرونی دشمن سے لڑائی کرنے سے پیشتر باغی اور سرکش صوبوں کو اچھی طرح سے مطیع و محکوم کرلینا ضروری ہے۔ اور اسی تجویز کی تکمیل کی غرض سے وہ ۱۷۸۶ء میں مصر کے مفسد امرا اور بیگوں کی گوشمالی میں مصروف تھا۔ مگر کچھہ تو رشک و حسد کی وجہ سے جو یوسف پاشا وزیر اعظم اور دیگر اعلیٰ عہدہ دار غازی حسن سے رکھتے تھے اور کچھہ باشندگان دارالخلافہ کی عام برافروختگی کے باعث جو روسیوں کی حقارت آمیز حرکات اور شرارتوں سے تنگ آگئے تھے اور زیادہ تر جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے انگریزی گورنمنٹ کی صلاح و مشورہ سے بابعالی نے تساہل کاری سے کام لیکر نہ صرف تاریخ مذکورہ صدر کو

اعلان جنگ کردیا اور سلطان نے علم مقدس کہولکر جہاد کا اعلان کردیا اور تمام مومنین کو اپنے مذہبی جھنڈے کے گرد جمع ہونیکا حکم دیدیا۔

ترکوں نے سب سے اول قلعہ کلبرن کو جو معاہدہ قاینارجہ کی رُو سے کیتہرائن کے حوالہ کیا گیا تہا فتح کرنیکا عزم کیا یہہ قلعہ دریائے نیپر اور دریائے لوگ کی مشترکہ دہانہ پر واقع ہے۔ اس کام کے لئے غازی حسن پاشا مصر سے بلالیا گیا۔ اور اُسے اُس ترکی بحری و بری فوج کا جو بحیرہ اسود میں اور اسکے قریب موجود تہی اعلےٰ کمانڈر مقرر کردیا گیا۔ روسیوں کی طرف لیفٹننٹ کمشن لینے جو محاربے کے متعلقہ امور میں اپنی مالکہ کی طرف سے مختار عام تہا جنرل سووَرو کو قلعہ مذکور کی حفاظت کے لئے بہیجدیا۔ ترکی فوج کا ایک ڈویزن مقام مختا کوف جو کلبرن کے بالمقابل بحیرہ اسود کے ساحل پر واقع ہے مقیم تہا حسن پاشا نے حملہ کے لئے یہہ تجویز کی تہی کہ اس فوج کو اور نیز اُس فوج کو جو وہ بیڑہ پر قسطنطنیہ سے لایا تہا خشکی کی طرف سے حملہ کرنے کے لئے کلبرن کے سامنے ساحل پر اُتار دے۔ اور اِدہر خود جہازوں سے شہر پر گولہ باری کرے۔ سووَرو کے پاس فوج بہت تہوڑی تہی۔ اور کلبرن کی فصیلیں اور قلعہ بہی اُسوقت چنداں مضبوط نہ تہا۔ مگر اُسکی لیاقت خداداد نے شہر کو بہی نہ بچا لیا بلکہ حملہ آوروں کو تقریباً نیست و نابود کردیا۔ اسی فتح نمایاں سے ابتک کلبرن کو سووَرو کی نیکنامی کا نشان پکارا جاتا ہے۔ سووَرو نے دونوں دریاؤں کے مشترکہ دہانہ کو (جسے لیمان پکارا جاتا ہے) سرے پر ایک باٹری نصب کی۔ اور قصبہ نیکولیف سے جو دریائے لوگ پر سمندر سے چند میلوں کے فاصلہ پر واقع ہے روسی اگن بوٹوں کا ایک زبردست بیڑہ کمک کے لئے بلوالیا۔ یہہ انتظام کرکے سووَرو چپ چاپ بیٹہہ گیا۔ اور ترکی بیڑہ کو بلامزاحمت لیمان میں داخل ہو جانے دیا۔ مگر جب چہہ سات ہزار ترکی فوج ساحل پر اُتر چکی تو اُسنے اچانک دو پلٹن فوج پیدل سے کمال تُندی کے ساتھہ ترکوں پر حملہ کردیا۔ روسی سنگینیں سیدہی کئے ترکوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور جب اس ہلہ سے ترکوں کی صفیں پراگندہ ہوگئیں۔ تو سووَرو نے کاسک سواروں کی چند رجمنٹیں لیکر ترکوں کو آگے رکہہ لیا اور خشکی پر جسقدر ترکی فوج اُتری تہی وہ سب قتل کردی۔ اِدہر ایک طرف لیمان کی سرے والی باٹری نے ترکی بیڑہ پر گولہ باری شروع کردی۔ اور دوسری طرف روسی اگن بوٹوں نے اُنپر حملہ کردیا جس پاشا کے بیڑے کا بڑا حصہ تباہ ہو گیا اور اسطرح محاربہ کی ابتدا میں ہی فتح کا پالسہ روسیوں کے حق میں جہک گیا جسکا اثر کل اقوام اور بالخصوص ایشیائی قوموں پر بہت بڑا پڑتا ہے۔

روسی ابہی لڑائی کے لئے تیار نہ تہے۔ ترکوں کے حملہ آور ہونے پر تمام ملک سے بڑی سرگرمی کے ساتھہ جنوب کیطرف فوجیں بہیجی جانی شروع ہوگئیں جنکو راستہ میں بیماری اور فاقہ سے بہت نقصان اُٹہانا پڑا۔ یوروپین صوبے پہلی ہی لڑائیوں سے تقریباً ویران ہو رہے تہے اور اُن سے نئی فوجیں بہرتی کرنا مشکل ہو گیا ہوا تہا۔ اسکے عوض مجبوراً اُن لوگوں کو جو سائبیریا کو جلاوطن کردیئے گئے ہوئے تہے واپس بلاکر فوج میں شامل کرلیا گیا۔ روس کی خوش قسمتی سے اعلان جنگ اور معرکہ کنبرن کے بعد

ہ محاربہ کریمیا کے دوران میں جب کلبرن کو روسی جنرل نے ۱۸۵۵ء میں فرنچ اور انگریزی فوج کے حوالہ کیا تو بادرد دلی و غمگینی اُسکی زبان سے یہہ کلمہ نکل گیا "ہائے کلبرن! ہائے کلبرن! تو جو سووَرو کی نیکنامی کا باعث ہوا تہا۔ میری ذلت و شرمساری کا موجب ہوا ہے" (مولف)

جس میں سوروکی بےنظیر جوانمردی سے روسیوں کو نمایاں فتح حاصل ہوئی جلدی ہی جا بجا اثر آیا جس سے ترکوں کو مجبوری جنگی کارروائیاں
ملتوی کرنی پڑیں اور اس اثنا میں روس نے اپنی جمعیت درست کرلی۔ لیکن دوسرے برس کے موسم بہار کو شروع ہونے پر سویڈن نے
بابعالی کی حمایت میں روس کے ساتھ اعلان جنگ کر دیا۔ اور اسطرح کیتھرائن کو بامر مجبوری اپنی بہترین فوج اور قابل ترین جہاز بحیرہ
بالٹک اور اُسکے قرب وجوار میں رکھنے پڑے۔ مگر آسٹریا کی بے ایمانی نے ترکوں کو اس غیبی امداد سے کوئی فائدہ نہ اُٹھانے دیا۔
ایماندار جوسف کی ارادے اور تجاویز کا اوپر مفصل ذکر ہو چکا ہے۔ مگر اُس نے فی الفور جنگ کا اعلان نہ کیا تھا۔ بلکہ اپنی بے ایمانی کو اور
زیادہ مکروہ اور تاریک بنانے کے لئے اُس نے اپنے سفیر متعینہ قسطنطنیہ کو حکم بھیجا تھا کہ وہ ٹرکی اور روس میں آسٹرین وساطت سے لڑائی
بند کرا دینے کی تجویز بابعالی کے سامنے پیش کرے۔ یہ کل کارروائی رفع الوقتی اور ترکوں کو دھوکہ دینے کے لئے تھی۔ وہ اپنے مقبوضہ
ملک ہالینڈ و بلجیم میں بغاوت ہونیکی وجہ سے اپنی رفیقہ کے ساتھ شروع محاربہ میں شریک نہ ہو سکا تھا۔ جب وہ فساد عارضی طور پر رفع
کر دیئے گئے تو آسٹرین قیصر نے اُس وقت ترکوں کے برخلاف جنگی کارروائیاں پھر شروع کر دیں۔ اور کمال مسیحانہ ایمانداری سے کام
لیکر اعلان جنگ کو بغیر ہی بظاہر صلح کرا دینے والے کے پیرایہ میں ٹرکی کے حصن حصین بلغراد کو اچانک حملہ کر کے فتح کر لینے کا عزم
کر لیا اور ویسے ہی کر گذرا۔ یہ "قابل شرم اور نفرت انگیز" کوشش ۲ دسمبر ۱۷۸۷ء کی رات کو کی گئی۔ مگر جو آسٹرین فوجیں اس
کام پر مامور کی گئیں تھیں۔ وہ دریائے ڈنیوب اور ساوا سے گذرنیکے بعد قدرتی رکاوٹوں اور نیز مختلف دستوں کے کمانداروں
میں مناسبت یکجہتی اور تعلق نہ ہونیکی وجہ سے وقت معینہ پر بلغراد کے سامنے نہ پہنچ سکیں۔ اُن میں سے صرف ایک چھوٹا سا دستہ صبح کے
قریب بلغراد کے سامنے پہنچا جسپر اگر اس کی فوج مقیم قلعہ حملہ کر دیتی تو وہ یقیناً ملیا میٹ نابود ہو جاتا۔ مگر ترکی پاشا نے جاہلانہ
رحمدلی سے یا از راہ غداری ایسا کیا۔ اور آسٹرین کمانڈر کی عذر معذرت کو قبول کر کے اُسے مع فوج چھوڑ دیا اور وہ
بخیریت واپس ہو گئے۔ قیصر کی اس نامردانہ بے ایمانی اور قوانین بین الاقوام کی قابل نفرین خلاف ورزی پر ترکوں نے لعن طعن
کرنیکی بجائے قابل تعریف تحمل اور حوصلہ سے کام لیکر اُسے صرف یہ کہلا بھیجا کہ ترکوں کی خوش سلوکی کو یاد کر کے اُسے
مخالفانہ ارادوں سے دست بردار ہو جانا مناسب ہے۔ کیا اوسے یاد نہیں کہ چارلس ششم کی وفات پر جب آسٹریا سخت نرغہ میں
مبتلا ہو گئی تھی۔ اور قیصر کی ماں میریا تھریسیا چاروں طرف سے دشمنوں سے گھری ہوئی تھی۔ تو ٹرکی دوسروں کے اکسانے کے
باوجود اُسپر حملہ آور ہونے سے بالکل محترز رہی۔ اور کل سلطان یکے بعد دیگرے کمال ایمانداری سے عہدناموں کی پابندی
کرتے رہے ہیں۔ مگر احسانمندی اور فیاضی یا صدق و دیانت ایسے اوصاف نہ تھے جنکا اُس وقت کے اکثر مسیحی فرمانرواؤں میں نام و نشان تک
نہ پایا جاتا تھا۔ اور اُن کی جگہہ ہی حرص و طمع اور غداری و بے ایمانی نے لے رکھی تھی۔ جوسف پر ترکوں کے پیغاموں کا کچھ اثر
نہوا اور اُس نے ۹ فروری ۱۷۸۸ء کو اعلان جنگ کر دیا۔ اس اعلان میں بعینہ ویسی عبارت اور وہی مضمون درج کیا گیا جو
قیصر چارلس ششم نے ۱۷۳۷ء کے محاربہ کے اعلان میں درج کیا تھا۔ ہمسایہ سلطنت پر بحالت امن اور بظاہر دوست رہکر چپ چاپ
حملہ کر دینے کی رسم بھی اسی آخر الذکر قیصر نے ڈالی تھی۔ اعلان جنگ میں بھی اُسکی پیروی کر کے جوسف نے اُسکی پوری پوری نقل اُتاری

اور خداوند کریم نے اُسکو بے ایمانی کا ثمرہ بھی یہی بخشا جو اُسکے نانا کو ملا تھا ۔

آسٹریا کی ہزیمت یابی اور ناکامی

جوسف کو توقع تھی کہ وہ اس لڑائی سے نہ صرف بوسنیا اور سرویہ بلکہ مالڈیویا اور ولیشیا کو بھی فتح اور اپنے ملک سے ملحق کر لیگا ۔ اُسنے دو لاکھ فوج اور دو ہزار توپوں سے لڑائی شروع کی ۔ مگر اس جرار فوج کے باوجود ۱۷۸۸ء میں اُسنے اپنی تیاریوں کے حسب حال نہیں بلکہ اپنی ایمانداری کے مطابق پھل پایا ۔ تجویز یہہ تھی کہ ایک طرف سے آسٹرین مالڈیویا پر حملہ کریں اور دوسری طرف سے روسی صوبۂ مذکور میں داخل ہو کر آسٹرین فوج کا ہاتھ بٹائیں ۔ مگر سویڈن کے ساتھ لڑائی چھڑ جانیکی وجہ سے کیتھرائن جوسف کی کمک کے لئے صرف اٹہارہ ہزار فوج کی گنجایش نکال سکی ۔ اور بحیرہ بالٹک سے بھی اپنے بیڑہ کو حسب قرارداد بحیرہ مجمع الجزائر کو بھیج نسکی ۔ لیکن ترکوں کا بیڑہ جہازات متعینہ بحیرہ اسود خوب مضبوط اور مکمل کر لیا گیا ہوا تھا ۔ اور اُسپر جسقدر افسر موجود تھے وہ تقریباً اجنبی اقوام میں سے تھے ۔ ادہر جرنیلان ٹالیزن اور ٹمارک کے زیر کمان روسی فوج بحیرہ اسود اور بحیرہ خضر کے درمیانی علاقہ میں پے در پے فتوحات حاصل کر رہی تھی ۔ جنوبی روس کی روسی افواج کا قلب دریائے بوگ کے قریب پرنس پوٹمکن کے زیر کمان مقیم تھا ۔ اُسکی جمعیت معقول اور سامان بھی مکمل تھا مگر کثرت شمار اور آراستگی سامان کے باوجود اُسنے سنہ مذکور کے حصہ کثیر میں چنداں مستعدی نہ دکھلائی ۔

ترکوں نے اپنے سرحدی قلعہ عثناکوف کو خوب مستحکم اور مضبوط کر لیا ہوا تھا ۔ اُن کا خیال تھا کہ پوٹمکن کی فوج کے لئے یہی قلعہ سلطنت کی حفاظت کے لئے سد سکندری کا کام دیگا ۔ غازی حسن پاشا بحیرہ اسود کے بیڑہ کی کمان کر رہا تھا ۔ اور وزیر اعظم نے بلگریا میں زبردست فوج جمع کی ہوئی تھی کہ جسطرف ضرورت ہو اُدہر اُس سے کام لیا جائے ۔ اگر روسی اپنے پُرانے راستے صوبجات بسریبیا اور ولیشیا میں سے ہو کر آگے بڑھیں تو ادہر کا رخ کر دیا جائے ۔ اور اگر آسٹرین شمال مغرب سے حملہ کریں تو اُنکے مقابلہ کے لئے فوج بھیجدی جائے ۔

جوسف نے موسم بہار کا بڑا حصہ روسی کمک کے انتظار اور سکوتری کے پاشا اور سرحدی مقامات کے دیگر ترکی کمانڈروں کو اپنے ساتھ گانٹھنے کی ناکام کوششوں میں ضایع کر دیا ۔ ان پاشاؤں کی مسلسل سرکشی سے اُسنے اپنی سادہ لوحی سے یا مسلمانوں اور بالخصوص ترکوں کو بھی اپنے جیسا تصور کر کے یہہ قیاس کر لیا تھا کہ وہ باسانی اپنے ملک اور مذہب کے دشمنوں کے ساتھ شامل ہو جائینگے ۔ مگر آخر اُسے اس معاملہ میں سخت خفت اُٹھانی پڑی ۔ اور کل یورپ اُسکے تذبذب اور بزدلی پر خندہ زنی کرنے لگ گیا جس سے شرمسار ہو کر جب آخر اُسنے پیشقدمی شروع کر دی تو ترکی سپاہ تو علیحدہ رہی ۔ بوسنیا کے مسلمان باشندوں نے ہی اُسکے دانت اچھی طرح سے کھٹے کر دیئے ۔ البتہ سرویا کی کور نمک عیسائی رعایا حسب معمول بڑی خوشی سے حملہ آوروں کے ساتھ شریک ہو گئی ۔ اور سرویوں کی کئی مسلح جماعتیں جان توڑ کر اپنے آقاؤں سے لڑتی رہیں ۔ مگر انکی حمایت کیا سنوار سکتی تھی ۔ ترکوں کے ساتھ مقابلہ شروع ہوتے ہی آسٹریوں کی بُری گت بنی ۔ وزیر اعظم نے یہہ دیکھکر کہ اس سال جوسف کی پیشقدمی کرنیکی بظاہر کوئی توقع نہیں ۔ کل فوج لیکر آسٹرین خط پیشقدمی کے بازو کیطرف بڑھنا شروع کر دیا جسپر جوسف بسرعت تمام اپنے علاقہ کو واپس ہٹ گیا ۔ ترکوں نے ڈینیوب عبور کر کے بمقام میڈیا آسٹرین فوج کے ایک ڈیویژن کو

جو وارٹیزلیبن کے زیر کمان تھی۔ فاش شکست دی ضلع بنات کو تاخت وتاراج کرلیا۔ اور ہنگری پر حملہ کرنے کا تہیہ کرلیا۔ کہیل بگڑتا دیکھکر جوسف نے اپنی فوج کے ایک زبردست ڈویژن کی کمان پر جو جنیش کردتیا کے نام سے موسوم تھی جنگ ہفت سالہ کے ایک نامور سپہ سالار مارشل لاڈ ہن کو مقرر کر دیا جسنے فی الفور جارحانہ پہلو اختیار کر کے اُس ترکی فوج کو جو اُسکے مقابل تھی بمقام ڈوبتینزا شکست دی۔ اور موسم سرما کے آنیسے پہلے پہلے جبکہ سرد ممالک میں لڑائی مجبوری رُک جاتی ہے لوسینیا کے قلب تک بڑھکر شہر نووی کا محاصرہ اور پھر اُسے فتح کرلیا۔ مارشل مذکور مدافعانہ پہلو پر رہنے کو ہمیشہ ناپسند کرتا تھا۔ اُسکا بیان تھا کہ بیکاری میں بیماری اور فراری سے اسقدر آدمی کم ہو جاتے ہیں کہ سخت خونریز لڑائی میں بھی دشمن کے ہاتھ سے اسقدر ضایع نہیں ہوتے میں پھر یہہ اور مستزاد کرتا ہوں کہ مدافعانہ پہلو میں دو اور بڑی خرابیاں یہہ ہوتی ہیں کہ ایک تو بچاؤ کے پلتے پر رہنے سے سپاہ کا حوصلہ کسیقدر پست پڑجاتا ہے۔ دوسرے اگر دشمن کے حملہ کو روکدیا یا پسپا کردیا تو اس سے کچھ مادی فائدہ نہیں ہوتا۔ اور اگر شکست ہوئی تو پھر مفر کوئی نہیں رہجاتا۔ برعکس اسکے آگے بڑھکر خود دشمن پر حملہ کرنیکی صورت میں حوصلے تیز اور لڑائی خود دشمن کے گھر میں جا ہوتی ہے۔ اپنا ملک دشمن کی آمد ورفت کے لازمی خطرات سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ اور اسصورت میں اگر فتح ہوگئی تو ملک یا تاوان ملگیا اور کل تباہی غنیم کے ملک پر پڑی۔ اور اگر شکست ملی تو اپنے ملک میں ہٹ آنیکی گنجایش باقی رہتی ہے۔ بہرحال بچاؤ کے پہلو پر رہنا پہلے ہی نصف بازی کو ہار دینا ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں فتح ہونے پر بھی کچھ منفعت نہیں ہوتی۔ اور شکست کھانیکی صورت میں بے انتہا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ تاریخ عالم بتاتی ہے کہ فتح و صاحبقرانی محض جارحانہ پہلو سے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہہ کہ جس سلطنت نے بچاؤ کرنے پر انحصار رکھا وہ اگر جلد نیست و نابود نہیں ہوگئی تو کم از کم دن بدن محدود اور مضمحل ضرور ہوتی چلی گئی ہے۔ جارحانہ پہلو کی فوقیت کا ایک بہت بڑا گر یہہ بھی ہے کہ اُسکے واسطے سخت چستی اور نگرانی و ہوشیاری لازمی طور پر زیادہ کام میں لانی پڑتی ہے۔ اور بنا بریں انتظام و طاقت کو خوب مضبوط بنانا پڑتا ہے۔ ترکوں کے دن بدن کمزور ہوتے جانے کی بڑی وجہہ یہی ہے کہ اُنہوں نے متواتر ہزیمتوں سے شکستہ دل ہو کر جارحانہ پہلو کو ترک کر دیا ہے۔ اور مدافعت کو نیم بزدلانہ پہلو کو اختیار کر رکھا ہے یہی کلیہ جسطرح کل محاربہ کی صورت میں سلطنتوں کی قسمتوں پر موثر ہے اسیطرح محاربہ کی دورانی منفرد لڑائیوں پر حاوی ہے۔ یعنے اگر کوئی سلطنت لڑائی میں سبقت کر کے غنیم کے ملک میں جا گھسے تو جسطرح وہ جارحانہ پہلو کے فواید سے مستفید ہوگی اسیطرح محاربہ کے شروع ہو جانیکے بعد فریقین کے اسقدر ڈویژنوں کے جا بجا ہم مقابل ہونیکی صورت میں جو کمانڈر سبقت کرے اور جارحانہ پہلو اختیار کرے وہ اُس کمانڈر سے جو بچاؤ پر رہے عموماً نفع میں رہتا ہے ۱۸۵۴ و ۱۸۵۵ء کے محاربہ ڈنیوب و کریمیا میں محاربہ کو لحاظ سے روس نے سبقت کی تھی۔ اور وہ ٹرکی پر حملہ آور ہوگیا تھا۔ اس لحاظ سے وہ شکست کھانیکی صورت میں بھی مدافعانہ پہلو کے نقصانات سے محفوظ رہا۔ ادہر عمر پاشا ترکی سپہ سالار نے محاربہ کی ابتدا ہی میں جارحانہ روش اختیار کی۔ اور اسکے طفیل کل حرکوں میں پورا کامیاب رہا۔ اور روسیوں کو ایسا سبق ملا کہ پھر بیس برس کے بعد

اُن کو ٹرکی پر چڑہائی کرنیکا حوصلہ پڑا۔ اگر لڑائی میں بھی عمر پاشا مدافعت پر رہتے تو غالباً اس محاربہ کا بھی وہی انجام ہوتا جو ۱۸۲۸ء اور ۱۸۵۳ء کو محاربہ کا ہوا تھا۔ مگر جارحانہ پالیسی کے لئے باخبر۔ قابل باسامان اور افسر و سپاہ دونوں کے لحاظ سے ایسا تیار ہونا ضروری ہے کہ بادی النظر میں فتح کا کامل یقین ہو۔ جاہلانہ ترنگ اور غرور باطل سے اندھے ہو کر ایسے پہلو کے اختیار کرنیکا وہی نتیجہ ہوتا ہے جو قرہ مصطفیٰ کی نالائقی کا ہوا تھا۔* میں اس مسئلہ پر اس کتاب میں اوپر بھی کسی جگہہ کچھہ بحث پہلے کر چکا ہوں اور اخبار وکیل اور المؤید مصر کے متعدد آرٹیکلوں میں بھی جو کتاب عہد حکومت امیر المومنین عبدالحمید خاں ثانی الغازی اور رسالہ بغداد دمشق کی مجوزہ ریلوے لائن میں درج کر دئے گئے ہوئے ہیں۔ اپنی رائے مفصل ظاہر کر چکا ہوں یہاں اُن کے اعادہ کی ضرورت نہیں

متذکرہ صدر معرکہ لتھوانیا کی حدود کے متصل ہوا تھا۔ لاڈرمن کو کرونشیا فوج کی کمان دینے کے ساتھہ ہی خود قیصر بھی ۴۰ ہزار فوج لیکر جنرل وارٹنزلیبن کی کمک اور ہنگری کی حفاظت کے لئے روانہ ہو گیا تھا۔ آخر الذکر مدعا کے لئے جنرل مذکور کی فوج کو اپنے ساتھہ ملا کر وہ وادی قران سبز میں مقام سلاطینہ کے قریب خیمہ زن ہو گیا اور وہاں ایسی عجیب اور قابل یادگار شکست کھائی کہ تاریخ عالم میں اُسکی نظیریں بہت کم ملتی ہیں۔ اور اسی شکست پر اُسکے جنگی کارنامہ کا خاتمہ ہو گیا اسکے بعد پھر اُسنے سپہ سالاری کا نام نہ لیا۔

اُسکے پاس مقام مذکور میں ۸۰ ہزار فوج تھی۔ وزیر کی فوج تھوڑے سے فاصلہ پر اُسکے بالمقابل مقیم تھی۔ فوج کی کثرت اور آراستگی سے سرمست ہو کر جوسف نے ترکوں پر دہاوا کرنے اور ولیشیا کو میدان کارزار جا بنانے کا عزم کیا۔ اُس کے جنرلوں نے اس تجویز کو پسند کیا۔ اور رائے دی کہ صرف تین چار ہزار آدمیوں کے نقصان سے ترکوں پر آسانی کے ساتھہ فتح حاصل ہو جائیگی۔ ۲۰ ستمبر کو حملہ کے لئے کل فوج تیار ہو گئی اور جرنیل آخری احکام لینے کے لئے قیصر کے خیمہ میں جمع ہو گئے۔ فوج کے حوصلے خوب بڑہے ہوئے تھے اور ہر طرح آسٹریا کی فتح یقینی معلوم ہوتی تھی کہ عین موقع پر قیصر کے ہاتھہ پاؤں پھول گئے۔ وہ تذبذب میں پڑ گیا۔ اور مارشل لاسی سے سوال کیا کہ کیا اُسے غنیم پر فتح پانے کا کامل یقین ہے۔ مارشل نے وہی جواب دیا جو محتاط اور سمجھدار آدمی ایسی صورت میں دے سکتا تھا۔ اُسنے کہا "مجھے فتح کی توقع ہے۔ مگر میں یہہ نہیں کہہ سکتا کہ یقیناً ہو گی"۔ اس جواب سے جوسف کا حوصلہ ایسا پست ہو گیا کہ اُسنے اُسی وقت حملہ کا ارادہ چھوڑ دیا۔ اور تمیسوار کو ہٹ جانیکا عزم کر لیا۔ چنانچہ پسپائی کا انتظام کر دیا گیا۔ اور مزید احتیاط کے لئے یہہ حکم دیا گیا کہ حرکت تھوڑی نصف شب کے وقت شروع ہو۔ کوچ شروع ہونے پر فوج کچھہ فاصلہ طے کر چکی تھی جو مارشل لاسی کو معلوم ہوا کہ میسرہ کے بٹالینوں کو واپس نہیں بلایا گیا۔ اُسنے اُسی وقت اُن کے بلانے کو لئے سوار دوڑائے اور حکم دیا کہ اُن کے پہنچنے تک قلب لشکر چلنے سے رک جائے۔ ہالٹ کا حکم آواز بلند تمام صفوں میں بولا گیا۔ جس کی گونجدار آواز کو چند آسٹرین پلٹنوں نے رات کی تاریکی اور عام گھبراہٹ میں ترکوں کا نعرۂ جنگ "اللہ" سمجھہ لیا۔ اور خیال کیا کہ غنیم اُن پر آپڑا ہے۔ اس خبط کو سمجھتے ہی صفوں میں ابتری اور سراسیمگی پھیل گئی۔ بارود کی گاڑیوں

* یا سن رواں میں جنگ اُمدرمان کے موقع پر خلیفہ عبداللہ کے جانباز و سرفروش مگر جاہل درویشوں کا ہوا

کے نکلنے والوں نے اپنی جان سلامت لیجانے کے لئے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑایا۔ فوج پیدل نے خیال کیا کہ یہ غنیم کے سواروں کے حملہ کا شور و غل ہے۔ اور وہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں مجتمع ہو کر چاروں طرف آتشباری کرنے لگ گئی۔ یہ غلط فہمی صبح کی روشنی پھیلنے پر دُور ہوئی۔ مگر اُسوقت تک دس ہزار آدمی اپنے ہی ساتھیوں کی گولیوں سے ہلاک ہو چکے تھے۔ تاریکی دُور ہونے پر نظام درست اور صفیں پھر مرتب کر لی گئیں۔ اور تمیسور کی طرف کوچ شروع ہو گیا۔ ادھر ترکوں کو جب دشمنوں کی اس تحیر خیز حماقت و غلطی کی خبر ہوئی تو اُن کے حوصلے اُسی نسبت سے بڑھ گئے۔ جس نسبت سے کہ آسٹریا والوں کے پست ہو گئے تھے۔ اُنہوں نے دھاوا کر کے آسٹرین سامان کیمپ اور توپخانہ کا کچھ حصہ چھین لیا۔ نومبر میں تین مہینوں کے لئے فریقین میں جنگ ملتوی ہو گئی۔ مگر اس التوا تک صرف بیماری سے جوسف کی اور بیس ہزار سپاہ مضر صحت علاقہ میں بہت عرصہ مقیم رہنے سے ضائع ہو گئی تھی۔ اس سال کے محاربہ میں آسٹریا کے کل تیس ہزار مجروح و مقتول ہوئے۔ زیادہ تر آدمی معرکہ قران سبز میں ضائع ہوئے اور باقی دیگر متفرق معرکوں میں ؂

روسیوں کا غلبہ

بحیرہ اسود کے شمال مغربی ساحل پر گو روسیوں نے اگست سے عثاکوف کا محاصرہ کر لیا ہوا تھا۔ مگر سنہ ۱۷۸۸ع کے حصہ کثیر میں انہوں نے اور کوئی کارروائی نہ کی۔ پوٹمکن جب محاصرہ سے اکتا گیا تو اُسنے فاتح کلبرن کو اپنی مدد کے لئے بلا بھیجا۔ اور اس نامور کے زیر کمان روسی سپاہ کا ستارہ پھر چمک اُٹھا۔ محاصرہ کنندگان کو دن بدن زیادہ کامیابی ہونے لگ گئی اور گو آخری حملہ سے کچھ عرصہ پہلے سوورو زخمی ہو جانے کی وجہ سے ہیڈ کوارٹر سے چلا گیا تھا۔ مگر وہ فتح کے لئے راستہ بالکل صاف کر گیا۔ اور روسیوں میں نئی روح پھونک گیا ہوا تھا۔ آخری حملہ ۱۷ دسمبر سنہ ۱۷۸۸ع کو کیا گیا۔ اور اُسدن فریقین نے ایسے تہور و شجاعت سے کام لیا جو دیوانگی اور وحشت کی حد تک پہنچ گئی ہوئی تھی۔ محاصرہ سے پہلے عثاکوف کے ترکوں نے قریب کے ایک روسی گاؤں پر اچانک حملہ کر کے تمام باشندوں کو قتل کر دیا تھا۔ پوٹمکن اور سوورو نے حملہ کنندہ پلٹنوں کو اُس گاؤں کے بیچوں بیچ سے جو تودۂ خاکستر بنا ہوا تھا اور اُسکے کوچہ و بازار اُسکے ابنائے وطن کے خون سے رنگے ہوئے تھے گذارا۔ یہ خوفناک نظارہ دیکھکر روسیوں کا طبعی وحشیانہ تہور اور مشتعل ہو گیا۔ اُن کا خون عوض لینے کے لئے جوش زن ہو گیا۔ اور اسی حالت غیظ و غضب میں وہ لیمان کی یخ بستہ سطح سے گذر کر شہر کی سب سے کم محفوظ جانب پر حملہ آور ہو گئے۔ محصورین کی مسلسل آتشباری سے اُن کی صفوں کی صفیں فرش خاک پر لیٹ گئیں مگر گولیوں اور گولوں کی تابڑ توڑ بارش کی کچھ پروا نہ کر کے کمکی دستے کمال ثابت قدمی سے برابر پیچھے سے پہنچتے رہے۔ فصیل تک پہنچنے سے پہلے چار ہزار روسی ہلاک ہوئے۔ مگر جو بچ کر وہاں تک پہنچ گئے اُن کا روکنا محال تھا۔ مقابلہ کنندگان کو تہ تیغ کر کے وہ شہر میں گھس گئے۔ اور تین دن تک تاخت و تاراج اور قتل عام کا بازار گرم رہا۔ شیر خوار و پیر عورت و مرد کسی پر رحم نہ کیا گیا۔ اور ۲۵ ہزار کی آبادی[1] اور فوج میں سے صرف چند سو جن میں زیادہ تر عورتیں اور بچے تھے۔ افسروں کی سعی و کوشش سے خونخوار سپاہ کے پنجہ قہر و غضب سے

---

[1] آبادی ۲۵ ہزار تھی۔ اور فوج تقریباً ۱۵ ہزار۔ (مولف)

جانبر ہوئے - اور اس سفاکانہ روسی فتح سے اُس خونریزی پر جو آسٹرویوں کو شکست دینے میں ہوئی تھی انتہا پانی پھر گیا - پوٹمکن کے پاس
ہزار فوج تھی - عشاکوف کے پاشا نے اس محاصرہ سے پہلے تین دفعہ روسیوں اور کابرن پر حملے کئے تھے جن کو سوورو نے یکے بعد دیگرے
پسپا کر دیا تھا - فتح عشاکوف میں بیس ہزار روسی ہلاک ہوئے - انگریز مورخ مسٹر ایڈیٹن اس معرکہ میں پرنس پوٹمکن کے ساتھ تھا - وہ
ترکوں کی صفت تسلیم و تحمل کی بہت تعریف کرتا ہے اور اسکے ثبوت میں مندرجہ ذیل رقت انگیز واقعہ تحریر کرتا ہے - جب عشاکوف
فتح ہو گیا تو عورتیں اور بچے جو تعداد میں چار سو کے قریب تھے شہر سے روسی فوج کے ہیڈ کوارٹر میں لائے گئے - اور انکو پہلی رات
ایک خیمہ میں رکھا گیا - گو زندہ بچ گئے تھے [illegible] بھوکی ننگی اور اُنمیں سے اکثر جراحتوں سے بھی سخت تکلیف
اٹھا رہے تھے - مگر مجبوری تھی ان کے بسیرے کے لئے اسوقت اس سے بہتر انتظام نہیں ہو سکتا تھا - چونکہ میں ترکی بول سکتا تھا
اس رات ان کی نگرانی اور اہتمام میرے سپرد کیا گیا - میں نے خیمہ میں جا کر دیکھا کہ وہاں بالکل سناٹا چھایا ہوا ہے - اور اگرچہ
ایک بھی عورت ایسی نہ تھی جسکا باپ یا ماں بچہ یا خاوند قتل نہ ہوا ہو - مگر ایک بھی دکم از کم آواز بلند روتی یا بین کرتی نہ پائی
گئی - وہ قائم مستقل لب و لہجہ سے گفتگو کرتیں - اور بظاہر کسی طرح کی گھبراہٹ کے بغیر سوالات کا جواب دیتیں - میں یہ نظارہ
دیکھکر حیران رہ گیا - میں نہیں سمجھ سکتا تھا کہ اس استقلال کو خود رفتگی سے منسوب کروں - یا قسمت کے انقلابات عظیم کو دیکھتے
رہنے اور سہتے رہنے کی عادت سے یا اس صبر و تحمل اور تسلیم کو اس کا باعث قرار دوں جو ان کا مذہب اپنے معتقدین کے رگ و ریشہ میں
سا ہی کر دیتا ہے - میں ابتک اسکی کوئی خاص وجہ اپنے دل میں قرار نہیں دے سکا - ایک عورت بالکل خاموش مگر ایسی
غمزدہ اور پُر از تاسف وضع سے بیٹھی ہوئی تھی کہ میں اُسے تسلی آمیز الفاظ کہے بغیر نہ رہ سکا - میں نے اُسے کہا کہ تم اپنے
ساتھیوں کی طرف دیکھو - تم کیوں سچے مسلمان کی طرح حوصلہ اور مصیبت کو صبر و شکر سے برداشت نہیں کرتیں - اُس نے ان [illegible]
الفاظ میں جواب دیا "میں نے اپنا باپ - اپنے خاوند اور اپنے بچوں کو قتل ہوتے دیکھا ہے - میرے پاس اب صرف ایک بچہ
رہ گیا ہے" - میں نے بے صبری کے ساتھ پوچھا وہ کہاں ہے؟ اُس نے ایک بچہ کی طرف جو اسکے قریب پڑا تھا - اور جسکا ابھی دم
نکلا تھا اشارہ کر کے نہایت حوصلہ کے ساتھ کہا "یہاں" یہ دردناک منظر دیکھکر میں اور میرے رفقا کے بے اختیار آنسو
ٹپک پڑے - مگر اسکی آنکھ پُرنم نہ ہوئی - میں اس رات ان بدبخت عورتوں اور بچوں میں سے جو زخمی اور سردی سے مرنے
جا رہے تھے جسقدر کی گنجائش ہو سکتی تھی انکو اپنے زیر زمین گرم کمرے میں لے گیا جو میرے ساتھ بارہ دن رہیں - اس
تمام عرصہ میں انمیں سے کسی نے آواز بلند کوئی شکوہ شکایت نہ کی نہ کسی کے چہرہ سے یہ ظاہر ہوا کہ وہ دل میں سخت رنج و غم
کھا رہی ہے - بلکہ ہر ایک کیا بوڑھی کیا جوان - بلا کسی طرح کی آہ و بکا نالہ و زاری - جزع فزع یا آنسو بہانے کے اپنی اپنی
کہانی اسطرح سے سناتی رہی کہ گویا وہ کسی اور کی بیتی سنا رہی ہے" اور مذاہب تو درکنار - کیا مسلمانوں میں بھی ترکوں کے
سوا کسی اور قوم میں ایسا صبر - حوصلہ تحمل یا تسلیم پائی جاتی ہے؟

سلطان عبد الحمید اول کی وفات

مارچ سنہ ۱۷۸۸ء میں ترکی نے شہنشاہ آسٹریا کے ساتھ غیر معمولی مستعدی اور تیزی سے محاربہ شروع کیا۔ آسنے اُس روسی فوج کی نگرانی کے لئے جو والیشیا اور مالڈیویا میں تھی۔ اپنی فوج کا کچھہ حصہ ڈینیوب کے جنوبی کنارہ پر چھوڑ کر دریائے مذکور کو بمقام رسچک نوے ہزار فوج سے عبور کیا۔ اور سوبہ ٹرینسلوینیا کے صدر بمقام ہرمانسٹاٹ کی طرف تیز قدمی کے ساتھہ بڑہنا شروع کر دیا تاکہ دشمن کے گہر میں جاکر اُسکا قافیہ تنگ کرے۔ مگر ترکی کی بدقسمتی سے اس نازک موقع پر سلطان عبد الحمید کے فوت ہو جانے سے لائق وزیر اعظم عہدہ سے برطرف کر دیا گیا۔ اور اُسکی جگہہ ودین کا پاشا جو فوجی معاملات میں بالکل ناقابل تہا صدر اعظم بنا دیا گیا۔ اس تغیر و تبدل کا نتیجہ یہہ ہوا کہ مستعفی وزیر کی تجاویز کو ترک کر دیا گیا۔ اور ترکی فوجیں دریائے ڈینیوب کی جنوب میں ہٹالی گئیں۔ مگر آسٹریا کے حوصلے بہی بہت کچھہ پست ہو گئے تھے۔ چنانچہ ترکی فوج کی واپسی کے ساتھہ ہی قیصر آسٹریا بہی اپنے دار الخلافہ کو واپس چلا گیا۔ عبد الحمید مرحوم محب اہل اسلام اور حلیم الطبع فرمانروا تہا اپنے سولہ سال کے بعد اپریل ۱۷۸۹ء (سنہ ۱۲۰۳ ہجری) میں بعارضہ سکتہ عالم بقا کا راستہ لیا۔

سلیم ثالث کی تخت نشینی

عبد الحمید اول کے بعد اُسکا بہتیجا یعنی مصطفیٰ ثالث کا بیٹا سلیم ثالث ۷ اپریل ۱۷۸۹ء کو مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ اُسوقت اُسکی عمر[1] ۲۷ برس کی تہی۔ اور ۱۱۷۵ ہجری میں پیدا ہوا تہا۔ سلیم بلند ہمت اور نہایت قابل و عقلمند نوجوان تہا۔ اُسکی رعیت کو ایسے مستعد و گرمجوش نوجوان سلطان کی تخت نشینی سے بیحد مسرت ہوئی۔ اور اُسسے توقع ہو گئی کہ اس جوان تخت فرمانروا کے ظل عاطفت میں سلطنت کی نحوست کے دن ختم ہو کر خوشحالی و اقبالمندی کا دور پہر شروع ہو جائیگا۔ سلطان مرحوم کا برتاؤ اپنے بہتیجے سے ویسا نہیں تہا جیسا کہ اکثر سابقہ سلاطین کا اپنے خاندان کے شاہزادوں کے ساتھہ رہتا تہا۔ وہ اُس سے کمال شفقت و محبت سے پیش آتا تہا۔ اور اُسے ہر ایک طرح کی نسبتاً بہت آزادی دے رکہی تہی سلیم کو چلنے پہرنے کی کچھہ ایسی بندش نہ تہی۔ اور دماغی قوا کے نشو و نما کے لئے بہی اُس سے اور نیز دیگر فرنگی درباریوں سے سلیم مغربی یورپ کی اقوام کے ملکی و فوجی آئین و قوانین کے حالات اور عثمانیوں پر اُن کی فوقیت لیجانے کے اسباب بڑے شوق سے دریافت کرتا رہتا تہا۔ اور جو معلومات اسطرح سے اُسے حاصل ہوتی تہیں اُنہیں گنجینۂ دل میں جمع کرتا جاتا تہا۔ عثمانی اُسوقت تک اہالی فرانس کو ہی یورپ کی تمام قوموں سے مہذب ترین اور سر آوردہ سمجھتے تہے۔ چنانچہ اِس برگزیدہ با شائستہ ترین قوم کے سرداروں اور بڑے آدمیوں سے پولیٹیکل معاملات میں سبق لینے اور استفادہ کرنے کے لئے سلیم نے ایک معتبر سیاہ پیر اسحاق بک کی معرفت شاہ لوئی اور اُسکے وزرا ورجینیز اور مونٹمورن سے بہی سلسلۂ نامہ و پیام شروع کر دیا ہوا تہا۔ وہ ان خرابیوں کو جو اُسکے ملک میں غلبہ پا گئی ہوئی تہیں اچہی طرح سے محسوس کرتا تہا۔ کہا جاتا ہے کہ اُسکا نامشاد باپ مصطفیٰ ثالث ایک طویل یادداشت اپنے فرزند کے لئے چہوڑ گیا تہا۔ اُسمیں سلطان مرحوم نے اپنے عہد کے تمام بڑے بڑے واقعات پر نظر ثانی کر کے ترکی قوم کے انحطاط و

[1] بحساب سنین قمری ۲۸ برس ہوتے ہیں۔ (مولف)

زوال کے اسباب پر بحث کی تھی۔ اور تمام بڑی بڑی خرابیوں کا جو سلطنت میں پھیل گئی ہوئی تھیں ذکر کر کے اپنے فرزند کو انکی کامل بیخ کنی کی سخت تاکید کی تھی۔ آفرین ہے سلیم پر کہ تخت پر بیٹھتے وقت اپنے باپ کی نصیحت کو فراموش نہ کیا۔ اور تا مقدور ملک کی اصلاح میں ساعی رہا۔ مگر افسوس کہ مسیحی دول کی دراندازی نے اسکو موجودہ خلیفۃ المسلمین کی طرح اس عالی ہمت شہزادہ کو بھی ایکدم کے لئے چین نہ لینے دیا۔ وہ اس یادداشت کو ہمیشہ بڑے غور سے مطالعہ کرتا رہا۔ اور اسکا نہایت ادب و احترام کرتا تھا۔ وہ اصلاح ملک کے بڑے بڑے ارمان لیکر تخت پر بیٹھا تھا۔ لیکن اسوقت سب سے مقدم کام سلطنت کو دو متحدہ اعدا روس و آسٹریا سے جو سرگرم پیکار تھے محفوظ رکھنے کا تھا۔ اور سیدھا طرف اُسے اپنے عہد کے آغاز میں ہی افسوسناک ترین ہزیمت و تباہی کا شروع ہوا اپنی پوری توجہ مبذول کرنی پڑی۔

اُسنے تمام سلطنت میں اعلان کر دیا کہ سولہ برس سے لیکر ساٹھ برس کی عمر تک کے کل مسلمان اپنے ملک و مذہب کی حفاظت کیلئے مہیا ہو کر سلطانی علم کے نیچے جمع ہو جائیں۔ اور ادھر خود کبھی ملاحوں کے بھیس میں اور کبھی دوسرے بھیسوں میں دارالخلافت کے کوچہ و بازار کارخانوں اور قہوہ خانوں میں تن تنہا شب و روز گشت کرنا شروع کر دیا کہ اپنی رعایا کے خیالات اور ان کی ضروریات کو اُن کی زبانی معلوم کرے۔ اس طرح جہاں اُسنے اپنی فوجی طاقت کو بہت کچھ مضبوط کر لیا۔ مگر ظاہر ہے کہ ایک سلطنت کی آبادی کا حریفانہ نزاع اپنی سلطنت کی دو بہت کثیر التعداد (یعنی عیسائی آبادی) اور نیز دو زبردست طاقتوں کی متحدہ افواج سے کب تک نبرد آزما ہو سکتا تھا۔ آخر اُسے ہار ماننی پڑی۔

تجدید محاربہ فرانس میں انقلاب عظیم نے گل بوٹے دکھلانے شروع کر دیئے ہوئے تھے۔ اور وہاں کی گورنمنٹ کو اس اندرونی مخمصہ کا سخت فکر لاحق ہو گیا ہوا تھا۔ تاہم اُسنے حتی الامکان متخاصمین میں صلح کرا دینے کے لئے کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اور اُسکے اصرار و تقاضا سے زوکشانی میں چند کانفرنسیں بھی مصالحت کی غرض سے منعقد ہوئیں۔ لیکن انگلستان اور پرشیا کی مخالفت نے اُن سے کوئی نتیجہ مرتب نہ ہونے دیا۔ پرشیا اور انگلستان نے پولنڈ سے اتحاد کر لیا۔ اور ترکی و سویڈن کو بھی مدد دینے کا وعدہ کر کے انہیں صلح کرنے سے روک دیا۔ اور آسٹریا و روس اور ترکی میں پھر زور و شور سے ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا۔ سلطان سلیم نے خود میدان جنگ میں جانیکا عزم کیا لیکن مشیران سلطنت نے محض متوہمانہ دلایل سے اُسے ایسا نہ کرنے دیا۔

قیصر آسٹریا نے ۱۷۸۹ء میں اپنی فوج کے حصہ کثیر پر قابل سپہ سالار مارشل لاڈن کو علی الاعلان کمانڈر مقرر کر دیا تھا۔ اور پرنس کوبرگ کو اس آسٹرین فوج کا سپہ سالار بنا دیا تھا جو روسیوں کے ساتھ ملکر ترکوں سے لڑنے کے لئے علیحدہ کی گئی تھی۔ روسی پرنس پوٹمکن کی فوج فتح عتشاکوف کے بعد نیسٹر سے لیکر ڈینیوب کے ڈیلٹا تک کل علاقہ پر متصرف ہو گئی تھی۔ اور سوورف جو اب زخم سے صحتیاب ہو گیا تھا ایک روسی ڈویژن کے ساتھ کوبرگ کی اعانت کے لئے الڈاویا کو بھیجا گیا تھا۔ ادھر سلطان سلیم نے غازی حسن کو بحیرہ اسود کے بیڑہ کی کمان سے جہاں اُسے کئی ہزیمتیں اُٹھانی پڑی تھیں واپس بلا کر اس ترکی فوج کا کمانڈر مقرر

کر دیا۔ جس نے پرنس کوبرگ کی فوج کا مقابلہ کیا تھا۔ کوبرگ بمقام فوکشانی جو مالڈیویا کی انتہائی سرحد پر واقع ہے مقیم تھا۔ معہ امیر البحر غازی حسن فوج لیکر ادہر روانہ ہوا۔ آگے بڑہی سپہ سالار سوورو جس کی فوج نے دشوار گذار کوہستانی علاقہ میں ساٹھ میل کا فاصلہ ڈبل کوچ کرتے ہوئے ۳۶ گھنٹوں میں طے کیا تھا۔ عین وقت پر پہنچے آسٹرین ساتھی کو نہ آملتا تو غالباً خیال ہے کہ ترک آسٹروی فوجکو بالکل پامال کر دیتے۔ سوورو ۱۳ جولائی ۱۷۸۹ء کو شام کے ۵ بجے آسٹرین کیمپ میں داخل ہوا۔ حسن پاشا نے فوکشانی میں پہنچکر آسٹرین کیمپ کے سامنے مورچے تیار کر لیئے ہوئے تھے۔ سوورو نے ترکوں کے حملہ کے منتظر رہنے کی بجائے اسی رات گیارہ بجے کل فوج میں حکم دیدیا کہ دشمن پر حملہ کیا جائیگا۔ اور طلوع آفتاب سے دو گھنٹے پہلے آسٹرین و روسی فوج کو صف آرا کر کے ترکوں کے مورچوں پر دہاوا کر دیا۔ اس حملہ میں بھی توپ و تفنگ سے کام لینے کی بجائے محض سنگینوں پر بھروسہ کیا گیا۔ سوورو کا مقولہ تھا کہ گولیاں عموماً خطا جاتی ہیں۔ مگر سنگین کا وار کبھی خالی نہیں جاتا۔ چنانچہ اسکی زیر کمان روسی فوج ان سنگینی حملوں میں ایسی مشتاق ہو گئی تھی کہ یہہ ایک طرح سے اسکا قومی خاصہ سمجھا جاتا تھا۔ اس دہاوا ایک حملہ سے ترکوں کے قدم اکہڑ گئے۔ وہ بیحواس ہو کر بھاگ گئے۔ اور ان کا تمام توپخانہ اور سامان کیمپ دشمن کے تصرف میں چلا گیا۔ سلیم نے ہمت و کوشش کر کے نئی فوج جو پہلی سے تعداد میں زیادہ تھی میدان جنگ میں بھیجدی۔ اسکا ۲۲ ستمبر کو دشمن سے مقابلہ ہوا اور اسے بھی سوورو نے شکست دیکر بھگا دیا۔ مگر اسدفعہ ترکوں نے اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نکی تھی۔ فتح فوکشانی کے بعد روسی اور آسٹروی فوجیں ایک دوسرے سے جدا ہو گئی تھیں۔ ترکی سپہ سالار نے اس سے فائدہ اٹھا کر اکیلے آسٹرویوں پر حملہ کر دیا لیکن سوورو اسدفعہ بھی عین وقت پر پہنچگیا۔ اور کثرت اعداد سے ترک آخر مغلوب ہو گئے۔ یہہ لڑائی دریائے رمنک کے قریب ہوئی تھی۔ ترکی فوج کے ۲۲ ہزار آدمی اس معرکہ میں ضایع ہوئے۔ اور ۱۰۰ میدانی توپیں اور کل قلعہ شکن توپخانہ معہ سامان کیمپ فاتحین کو غنیمت میں ملا۔ اس فتح عظیم کے صلہ میں کیتھرائن نے سوورو کو رمنکی (فاتح رمنک) کا خطاب دیا۔ قسطنطنیہ میں اس شکست سے عام ہلڑ برپا ہو گیا اور سلیم نے رعایا کی ناراضگی کو فرو کرنے کے لیئے نامور غازی حسن کو جو گو اس محاربہ میں ناکامیاب رہا تھا۔ مگر اسکی جوانمردی اور جانثاری میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا تھا سردار دینے سے اپنے دامن نیکنامی پر بدنما دہبہ لگالیا۔ بقیۃ السیف ترکی فوج رمنک پر شکست کہانیکے بعد ڈینیوب سے گذر کر اسمعیل کو واپس ہٹ گئی۔

بوسینیا اور ہرزیگوینیا میں بھی آسٹرین مارشل لاڈوہان سے ترکی افواج کو ایسی ہی سخت زکیں ملیں۔ مارشل مذکور نے پہر سرویہ میں داخل ہو کر بلغراد کے مضافات کو بزور شمشیر فتح کر لیا۔ جبکہ ۸ اکتوبر کو بلغراد کے ترکی گورنر عثمان پاشا اور اسکی فوج نے آسٹروی فوج کے سامنے ہتھیار ڈالدیئے۔ اس سے چند دن بعد سمندریا اور پاساروو تز نے بھی فاتح مارشل کی اطاعت قبول کر لی۔ اور دونوں سلطنتوں روس اور آسٹریا کے فاتح جرنیلوں کے لیئے قسطنطنیہ کا راستہ ایک طرح سے بالکل صاف ہو گیا کہ اس اثناء میں ٹرکی کی خوش نصیبی سے قیصر آسٹریا کے ممالک محروسہ کے نظر بیا۔

ہر ایک حصہ میں آتش فساد و بغاوت یکبارگی مشتعل ہو گئی - اور اُسے اپنی فوج کی پیشقدمی کو روک کر اسی اپنی ہی رعیت کی سرکوبی کے لیئے واپس بلانا پڑا - ادہر انگلستان اور پرشیا نے جنہیں رُوس و آسٹریا کی مسلسل فتوحات سے اندیشہ پیدا ہو گیا تہا - ۳۱ جنوری سنہ ۱۷۹۰ع کو آپس میں جارحانہ و مدافعانہ اتحاد کر لیا جسکی رُو سے پرشیا نے موسم بہار کے شروع ہونے پر ٹرکی کے مخالفوں سے لڑائی شروع کر دینے کا اقرار کیا اور انگلستان نے بہی ٹرکی کی امداد کے لیئے جنگی تیاریاں شروع کر دیں - دوسری طرف سویڈن نے ایک زبردست فوج روسی علاقہ میں بہیجدی جس سے سینٹ پیٹرز برگ کی سلامتی معرض خطر میں پڑ گئی - اور اُسکے بیڑہ جہازات نے بحیرہ بالٹک میں روسی بیڑہ کو کئی شکستیں دیں - لیکن ٹرکی کی طاقت ایسی پامال ہو چکی تہی کہ وہ اپنے اعدا کی اُن جدید مشکلات سے کلی طور کا فایدہ جنگ میں نہیں اُٹہا سکتی تہی - اور اُسکے مخالف بالخصوص رُوس اپنی طاقت کو ایسا زبردست پاتا تہا کہ وہ ان نئے خطرات کے حدوث پر بہی ٹرکی کی کچہ حقیقت نہیں سمجہتا تہا - اس نازک موقع پر ٹرکی کے لیئے خود بخود بہتری کا سامان ہو گیا - آسٹریا کو پہلے تو گہر کی فکر پڑ گئی - اور تہوڑا ہی عرصہ بعد ۲۰ فروری سنہ ۱۷۹۰ع کو قیصر جوسف مر گیا - یہہ نیکبخت کیتہرائن سے کم ترکوں کا دشمن نہ تہا - اسکے مرنے سے سلیم کی ایک جانی دشمن سے خلاصی ہو گئی - جوسف کے بعد اُسکا بہائی لیوپولڈ تخت قیصری پر متمکن ہوا - اُسنے اپنی سلطنت کے اکثر حصص کی حالت ایسی خطرناک پائی کہ ایسی صورت میں ٹرکی سے لڑائی جاری رکہنا ہرگز قرین مصلحت نہ سمجہا - دوسری طرف اُسے پرشیا کے حملہ کا بہی فکر دامنگیر ہو گیا تہا - اُسنے مصلحت اسیمیں دیکہی کہ ترکوں سے باعزت شرایط پر صلح کر لیجائے دریں اثنا فریقین میں لڑائی برابر جاری تہی جسمیں آسٹریوں نے مقام ہرسووا کو فتح کر لیا - مگر یہہ مقام گیورگیو کے قریب ترکوں سے شکست کہائی - آخر فریقین میں التوائے جنگ ہو گیا - اور طویل مباحثہ اور گفتگو کے بعد دونوں سلطنتوں میں بمقام سسٹووا سنہ ۱۷۹۱ع کے وسط میں صلح کا عہدنامہ ہو گیا - اس معاہدہ پر جو عہدنامہ سسٹووا کہلاتا ہے ۴ اگست سنہ ۱۷۹۱ع کو دستخط ہوئے - اسکی رُو سے قیصر قصبہ قدیم ہرسووا اور صوبہ کروشیا کے اس چہوٹے سے ضلع کے سوا جو دریائے اونا کے بائیں ساحل پر واقع ہے تمام فتوحات سے دست بردار ہو گیا - اور ان خفیف سے تغیرات کے سوا آسٹریا اور ٹرکی میں وہی سرحد قایم رہی جو سنہ ۱۷۳۹ع کے معاہدہ بلغراد کی رُو سے قرار پائی تہی - مگر کیتہرائن ترکوں کو فنا کر دینے کی قسم کہائے ہوئے تہی - اُسنے آسٹریا کی علیحدگی کی کچہ پروا نکر کے ٹرکی سے لڑائی برابر جاری رکہی - اُسنے اگست سنہ ۱۷۹۰ع میں سویڈن سے آخر الذکر کے حق میں مفید شرایط پر صلح کر لی - لیکن ترکوں کے حق میں انگلستان اور پرشیا کی سفارشوں اور سفارتانہ کوششوں کو عرصہ تک نظر انداز کرتی رہی وہ قسطنطنیہ کے دُرِ بے بہا کو خواہ کچہ ہو لینے کا عزم کیئے ہوئے تہی - اور کئی دفعہ شیخی میں آ کر کہا کرتی تہی کہ خواہ مغربی طاقتیں مجہے سینٹ پیٹرز برگ سے نکالدیں وہ قسطنطنیہ کو لیئے بغیر نہیں رہیگی - اپنی حرص و آز کو اُسنے بظاہر اس شایستہ پردہ کا غلاف چڑہا یا ہوا تہا - کہ وہ محض یونانیوں کو عثمانیہ غلامی سے آزاد اور یونان کی سابقہ شان و شوکت کو تازہ کرنیکے لیئے یہہ سب جد و جہد کر رہی ہے - سابقہ محاربہ کیطرح اسدفعہ بہی کیتہرائن نے یونانیوں کو

اُبھار کر ٹرکی کے برخلاف اپنے مقاصد اُن کے ذریعہ سے حاصل کرنیکی پوری پوری کوشش کی - چنانچہ ۱۷۶۸ء میں لڑائی کے شروع ہونیسے پہلے اُسنے یونان کے تمام اقطاع و حصص میں اس مضمون کے اشتہار تقسیم کرادیئے تھے کہ "کل باشندگان مسیحیت کے اعداء کو ملک سے نکال دینے اور اپنی قدیم آزادی اور حریت کو حاصل کرنیکے لئے ہتھیار لیکر کھڑے ہوجائیں - اور روسی قیصرہ کے ساتھ شریک ہوجائیں" عیسائی رعایا کی وفاداری اور نمکحلالی سے روسی اغوا کنندگان اور قیصرہ کے اشتہار اس مرتبہ بھی بے اثر رہے - ایاسہرس کے تمام کوہستانی قبایل ترکوں کے برخلاف آپسمیں متحد و متفق ہوکر بغاوت پر کمربستہ ہوگئے - کیتھرائن نے ان لوگوں کی امداد و کمک کے لئے بحیرہ بالٹک کے بیڑہ میں سے چند جہاز مخصوص کردیئے تھے مگر سویڈن کے ساتھ لڑائی شروع ہوجانے سے جس میں سویڈش بیڑہ کو کئی فتوحات حاصل ہوئیں - اور نیز انگلستان کے مخالفانہ انداز کی وجہ سے وہ اُن جہازوں کو جیسا کہ اُسکا منشا تھا بحیرہ ابیض اور بارمورا کو نہ بھیج سکی - تاہم اُسکے حکم سے بحیرہ روم کے متعدد بندرگاہوں میں بارہ جہاز تیار کرالیئے گئے تھے - اسکا نام یونانی بیڑہ رکھا گیا تھا - جو ایک یونانی غدار یا محب وطن مسمی لمبرو کنزالی کے زیر کمان سنہ ۱۷۹۰ء کے شروع میں ترکی سمندروں کی طرف روانہ ہوگیا لمبرو کئی ہفتے بحیرہ ابیض یا مجمع الجزایر میں گشت کرتا رہا - جہاں اُسنے کئی ترکی جہاز گرفتار کرلیئے - وقتاً فوقتاً خشکی پر بھی اُترکر تاخت و تاراج کرتا رہا - اور آخر جزیرہ صنیا کو فتح کرلیا - جب اُسنے اپنے بحری سپاہیوں کے ایک حصہ سے مستقل قبضہ و تصرف کرلیا - اس باغی کی ان "فتوحات" سے سلطان کو اُسکی سرکوبی کی طرف توجہ ہوگئی - بحیرہ اسود کے باقیماندہ ترکی بیڑہ کا کچھ حصہ بحیرہ مجمع الجزایر کو بھیجا گیا - اور الجیریا کو بھی اپنا بیڑہ بھیجنے کیلئے لکھا گیا - وہاں کے ڈے نے فوراً اس حکم کی تعمیل کردی - اور متفقہ عثمانیہ الجزایری بیڑوں نے ۱۸ مئی سنہ ۱۷۹۰ء کو لمبرو کے بیڑہ پر حملہ کرکے اُسکے تمام جہازوں کو غرق کردیا - الجزایری گولہ اندازوں نے اس معرکہ میں قابل تعریف کام دیا تھا - اس فتح سے سمندر پر باغیوں کی صفائی ہوگئی - مگر خشکی پر بغاوت بدستور جاری تھی -

یانینا کے مشہور علی پاشا کی فوجوں کو کوہستانی باغی متواتر ہزیمتیں دیکر پسپا کرتے رہے - سنہ ۱۷۹۰ء کے شروع میں کل یونانی صوبوں کیطرف سے ایک ڈپوٹیشن روانہ سینٹ پیٹرسبرگ گیا - اور اُسنے کیتھرائن سے جسے "کل بادشاہوں سے بڑھکر اولوالعزم و بلند حوصلہ فرمانروا" کے لقب سے مخاطب کیا گیا تھا - مدد کی استدعا کرکے التجا کی کہ وہ اپنے پوتے قسطنطین کو اُنپر بادشاہ بنادے - قیصرہ وفد کے ساتھ کمال خوش اخلاقی اور نوازش و شفقت سے پیش آئی اور اُسکے پیش کردہ ایڈریس کو قبول کرکے امداد و دستگیری کا وعدہ کیا - ملکہ کی باریابی کے بعد وفد کے ارکان اُسکے پوتے کے کمرہ میں پہنچائے گئے - جہاں اُنہوں نے گرینڈ ڈیوک قسطنطین کی قدمبوسی کرکے اُسے "قیصر یونانیاں" کے لقب سے مخاطب کیا - بعدازاں اُن لوگوں سے یہہ صلاح و مشورہ ہوتا رہا کہ روسی فوج کے ایڈریانوپل پر پیشقدمی کرنے کے وقت یونانی باغی کسطرح اُسکا ہاتھ بٹا سکینگے - اور پھر اُن کو روسی جنرل تامارا اُن کے ساتھ پرنس پوٹمکن کے پاس مالڈیویا میں بھیجدیا گیا -

سنہ ۱۷۹۰ء کے محاربہ کا واقعہ عظیم اسمٰعیل کا فتح کرنا تھا - یہہ مشہور شہر ڈینیوب کی شمالی شاخ قلعہ کے بائیں ساحل پر

بحیرہ تھوؤ سے بہم پہنچ سکے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسمیں زبردست ترکی فوج مقیم تھی۔ اور جب تک اُسے فتح نہ کیا جاتا بلغاریا اور لنگیریا کے ساحلی علاقہ سے روسی فوج کا قسطنطنیہ کیطرف بڑھنا فوج مذکور کی لئے خطرہ سے خالی نہ تھا۔ اسلئے ۱۷۹۰ء میں محاصرہ پھر شروع ہوا۔ پوٹمکن نے پہلے اُسپر حملہ کیا اور کئی مہینے محاصرہ کیئے پڑا رہا۔ مگر اُسے فتح نہ کر سکا جسپر وہ خود تو عیش و عشرت کرنے اور رنگرلیاں منانے کیلئے بندر کو چلا گیا۔ اور اپنی جگہ وہاں کلبرن فوکشانی (فولٹ شینی) اور رمنیک کے فاتح کو بھیجدیا۔ سوورد کو اُسنے یہہ مختصر سا حکم دیا تھا "خواہ کتنا نقصان ہو اسمعیل کو فتح کرو" سوورد ۱۶ دسمبر کو فوج محاصرہ کنندہ میں پہنچا۔ اور ۲۲ دسمبر کو شہر فتح ہوگیا۔ مگر ایسی سفاکی۔ خونریزی۔ اور قتل عام کے بعد "جسکی نظیر بقول کرسی قدیم یا جدید کسی زمانہ کی جنگی تاریخ میں نہیں مل سکتی"۔

اس روسی جرنیل کی تعریف یہی انگریز مورخ ان الفاظ میں کرتا ہے۔ "سوورد[1] گو عالم کمل کئی زبانوں میں ماہر جنگ کے علمی اصول سے اعلیٰ درجہ کا واقف اور بےنظیر شاطر تھا۔ لیکن بظاہر اپنے اوضاع و اطوار بالکل دہقانوں ایسے بنائے رکھتا تھا۔ اور عوام کے اس خیال کو خود بہی پختہ کرنیکی کوشش کیا کرتا تھا کہ اُسے جو فتوحات حاصل ہوتی ہیں وہ اُسکی کمال سپاہیانہ قابلیت اور بےنظیر فوجی جوڑ توڑ اور حکمی جنگی چالوں کی بجائے زیادہ تر عین موقع پر حسن اتفاق سے سیدہی اور موافق چالیں پڑجانے سے حاصل ہوتی ہیں۔ اُسنے یہہ وضع اور رنگ انسانی فطرت کا نہایت گہرا علم

(۱) انگریز مورخ ایم ہیسرز جسنے فرانس کے انقلاب عظیم کی مفصل تاریخ لکہی ہے سوورد کی نسبت ایسی نیک رائے ظاہر نہیں کرتا۔ ۱۷۹۹ء کو موسم بہار کے شروع میں جبکہ ابہی نپولین مصر و شام میں تہا۔ روسیوں نے آسٹریا کے ساتھ ملکر فرانس کی جمہوری ریاست کے اطالین علاقہ پر حملہ کردیا تہا۔ سوورد بیس ہزار فوج لیکر آسٹریوں کی مدد کو گیا تہا۔ اور آسٹریوی اور روسی دونوں فوجوں کا جو شمار میں ۹۰ ہزار کے قریب تہیں یا مئی ۱۷۹۹ء میں سپہ سالار بنایا گیا تہا۔ ہیسرز کا بیان ہے کہ سوورد ترکوں پر فتوحات پانے اور پولینڈ میں ظلم و ستم کرنیکی وجہ سے تمام مشہور ہو رہا تہا۔ اور "جیت" پکارا جاتا تہا۔ اسمیں طبعی استعدادی اور تیزی بہت تہی۔ جس کے ساتھ اُسنے از راہ تصنع خود رائی کو بہی ملا رکہا تہا جو دیوانگی کی حدتک پہنچی ہوئی تہی۔ مگر اُسمیں فوج کے مختلف دستوں سے ایک ساتھ کام لینے کی لیاقت مطلقاً نہ تہی۔ وہ خالص وحشی تہا۔ اور اُس میں خوش قسمتی سے اپنی افواج کی سمت کا درست اندازہ اور اُنسے درست کام لینے کا مادہ نہ تہا۔ ورنہ جمہوری سلطنت شاید اُسکا مقابلہ نہ کر سکتی۔ اُسکی فوج بہی اُسکے مشابہ تہی۔ وہ شجاعت تو بےنظیر رکہتی تہی جو تہوّر اور جنون کی حدتک پہنچی ہوئی تہی مگر ذہانت نہ رکہتی تہی۔ روسی توپخانہ۔ سوار۔ اور انجینیر ایک مشین کے پرزوں کی طرح کام دیتے تہے۔ اور صرف سنگین کے استعمال میں ماہر کہے جاسکتے تہے۔ وہ اس ہتہیار کا ویسا ہی استعمال کرتے تہے جیسا کہ فرانسیسیوں نے انقلاب میں کیا تہا۔ سوورد آسٹریا افسروں سے بڑے دماغ سے پیش آتا۔ اور کہا کرتا۔ کہ "عورتوں۔ بانکوں اور نکموں کو فوج سے نکل جانا چاہیئے"۔ اُسے ابتداءً میں فرنچ افواج پر متواتر فتوحات حاصل ہوئیں۔ مگر آخر علمی قابلیت کے سامنے اُسکی وحشت زیادہ عرصہ نہ چل سکی۔ اور ۲۵-۲۶ ستمبر ۱۷۹۹ء کو اُسے زیورک (سوئٹزرلینڈ) کے قریب فاش شکست ملی۔ اور وہ پسپا ہوگیا (مولف)

کہنہ کی وجہ سے اختیار کیا ہوا تھا۔ وہ اُن لوگوں کی طبیعتوں اور میلانوں کو جنہیں وہ بتاتا تھا۔ اور خاصکر روسی سپاہیوں کی طبعی خاصہ اور قابلیتوں کو اچھی طرح سے سمجھتا اور جانتا تھا۔ اور اس علم اور واقفیت نے اُسے بتا دیا ہوا تھا کہ ان لوگوں سے بہترین طریق سے کام لینے کیلئے فلاں روش و انداز سب سے زیادہ مناسب ہوگا۔ وہ لوگ جواب اُسکی اکھڑ کُنا وہ دلی اور واقعی دہقانیت سے اُسکے عاشق زار بنے ہوئے تھے اگر وہ اپنی اعلیٰ قابلیت اور لیاقتوں کو اُنکے اصل رنگ میں ظاہر کرتا تو ممکن تھا کہ وہی شخص اُسکی خوبیوں کو غلط سمجھ لیتے بلکہ شاید اس سے بدظن ہی ہو جاتے۔ وہ ہمیشہ سپاہی کو "بھائی" کہکر پکارتا روسی سپاہیوں کے لیے افسر کی زبان سے ایسی تلطف آمیز صدا سُننا بالکل ہی نئی بات تھی۔ اور اس ایک لفظ نے اب سپاہ میں جو ایکطرح سے جنگی برادری ہوتی ہے سچی اخوت پیدا کردی تھی۔ سوّرد قواعد کوچ اور لڑائی کے وقت کوئی موقع ہو ہمیشہ اپنے سپاہیوں میں برادروار مل جل کر اُن کے ساتھ عامیانہ مگر حوصلہ بڑہانے والی ہنسی مذاق کیا کرتا اور ساتھ ہی وہ اُن تمام مصائب اور خطرات میں جنہیں وہ اپنے سپاہیوں کو جھیلنے اور برداشت کرنیکا انہیں حکم دیتا تھا۔ خود بھی اُنکی طرح اُن کے ساتھ شامل ہوتا تھا۔ اور اُن کو مختصر اور مانوس مگر جوش انگیز فقروں میں مخاطب کرنیکا ڈھب خوب جانتا تھا۔ ان فقروں سے خام سے خام روسی رنگروٹ میں بھی حب الوطنی۔ اپنے مذہب اور بادشاہ پر آنکھیں بند کرکے جان نثار کردینے کا جوش (جو صفت کہ یہ رنگروٹ اپنے دیہاتی گھروں سے آتے وقت ساتھ لاتے ہیں کیونکہ روسی دیہاتیوں کی فرمانبرداری اور شاہ پرستی ضرب المثل ہے) اور فوجی فخر و حمیت کی رگ (جو وصف کہ روسی سپاہی میں فوج میں داخل ہوتے ہی پیدا ہو جاتے ہیں) مشتعل ہو جاتی"

ایک مورخ کا بیان ہے کہ "گو سوّرد کی فوجی تدبیر نہایت ہی زبردست اور اُسکی چالیں کمال حکمی ہوتی تھیں۔ مگر لڑائی میں وہ اپنے سپاہیوں سے نہایت ہی سادہ طریق سے کام لیتا تھا۔ "سٹوپائی ای بی" (بڑھو اور مارو) اُس کا مرغوب خاطر فقرہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ روسی سپاہیوں میں جبّی اور عاقلانہ شجاعت کی جو اوصاف کہ اکثر دیگر یورپین اقوام کے سپاہیوں میں پائے جاتے ہیں کمی ہے مگر ساتھ ہی اُسے یہ بخوبی معلوم تھا کہ وہ اپنے سپاہیوں کی اُس بلڈاگ کتے ایسی بامردی اور سر باختگی پر جسے دیکھکر ہی فریڈرک ثانی (الملقب بہ اعظم) شاہ پرشیا بے اختیار پکار اُٹھا تھا کہ "روسی مرجاتے تو مرجاتے مگر وہ میدان جنگ سے بھاگتے کبھی نہیں"[1] پورا پورا بھروسہ کرسکتا ہے۔ بنا برین سوّرد اپنے سپاہیوں کو جنہیں ہمیشہ حملہ کرنیکی

[1] یہ صفت روسیوں میں موجود ہے اور ایسی موجود ہے کہ اُسکے برابر ہونا کسی اور قوم میں نہیں پائی جاتی۔ اُن کی صفوں کی صفیں کٹتی جائیں۔ مگر دوسرے اپنے ہمراہیوں کی لاشوں کو پُشتوں پر سے اسطرح کہ گویا وہ اُن کے رفیق نہیں جانوروں کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ اور بمصداق ع یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید۔ اندھا دھند دشمن کے مورچوں پر بڑھے چلے جاتے ہیں۔ ہمارہ میں وہ سوڑ ان کے مشہور ور دیتوں سے جو اپنے جاہلانہ تہور کا شاید آخری تماشا دیا کہ ۲ ستمبر ۱۸۷۷ء کے جنگ اہارمان میں دکھا چکے ہیں کسطرح کم نہیں مگر یہ کہنا کہ روسی سپاہی بھاگنے کا نام نہیں جانتے مبالغہ سے خالی نہیں۔ پچھلے جنگ روم و روس میں پلیونا کے میدان پر کئی دفعہ شیر پلیونا غازی عثمان پاشا کو جانباز بہادروں نے انہی روسیوں کے دل بادل کو نو کدم بھگا دیا تھا۔ تفصیل ناظرین کو کتاب محاربات پلیونا سے جو دفتر ... ملیگی

قواعد کرائی جاتی تھی۔ بڑے بڑے کالمون مین صف آرا کرکے آگے بڑھا دیتا۔ اور دشمن پر فی الفور قطعی و فیصلہ کن حملہ کر دیتا تھا۔ وہ بعیدی فاصلہ سے رائفل کی آتشباری کرنے اور دشمن کے سامنے ادہر اودہر رخ بدلنے کو ناپسند کرتا تھا۔ اوس نے جو قواعد مرتب کیئے ہوئے تھے انمین سے چند ایک حسب ذیل ہین:۔

"صف کو فی الفور پھیلا دو۔ اور سرد فولاد (سنگین) سے دشمن پر اوسی وقت حملہ کردو" "آتشباری گاہ گاہ کرو۔ مگر جب گولی چلاؤ یہ یقین کرلینے پر چلاؤ کہ وہ نشانہ پر بیٹھے گی" "سنگین لیکر دشمن پر ٹوٹ پڑو۔ گولی خطا چلی جائیگی۔ مگر سنگین کبھی خالی نہین جائیگا" "گولی چلانے والا احمق ہے۔ اور سنگین مرد میدان" روسی سپاہی اوسکی دیوتاؤن کیطرح پرستش کرتے تھے۔ اور وہ عموماً ہر محاربہ مین کامیاب ہوتا رہا۔ اسمٰعیل کی محاصرہ کنندہ فوج فتح سے مایوس ہوکر محاصرہ سے دستبردار ہوجانے کی تیاریان کر رہی تھی۔ مگر سوروف کے پہنچتے ہی سب کو سب گرمجوشی کے ساتھ ادائے فرض پر کمربستہ ہوگئے۔ اوس نے نوجوان سپاہیون کو بذات خود قواعد کرا کر سکھایا کہ ترکی شمشیر کے مقابلہ پر سنگین کو یون استعمال کرنا چاہیئے۔ اوس نے باضابطہ و باقاعدہ محاصرہ کی طول طویل کارروائی کو چھوڑ کر ترکی قلعبندیون پر عام حملہ کیا جانیکا حکم دیدیا۔ شہر کی فصیلون مین ابھی تک کوئی رخنہ نہین پڑا تھا مگر اوسنے دیکھ لیا کہ یہ ایسی روکین نہین جو ناقابل گذر ہون تاہم ایسی صورت مین عام حملہ مین آدمیون کا نقصان کثیر ہونا یقینی امر تھا۔ مگر اوس نے سوچ لیا کہ اگر محاصرہ کرکے تو یون ہی فصیلون کو توڑنے پر قناعت کیگئی تو اسطرح کئی مہینے اور صرف ہوجائینگے اور اس عرصہ مین جتنے آدمی صرف بیماری اور فاقہ سے مرجائینگے اتنے عام حملہ مین کبھی ضائع نہین ہونگے۔ اوس کے اس فیصلہ کی درستی کو سب تسلیم کرتے ہین۔ مگر اس صورت مین اسمٰعیل کے بہادر محافظین اور وہان کی دوسری آبادی کو قتل عام سے جو دہبہ سوروف کی اس فتح پر لگا ہے وہ بقول کریسی "قیامت تک نہین مٹیگا۔ اور یہ فعل ایسا نفرت انگیز اور خوفناک ہے کہ قلم اوسے بیان کرنے کی طاقت نہین رکھتی"۔

حملہ رات کے وقت کیا گیا۔ محافظین نے حملہ آورون کو کئی دفعہ نقصان کثیر کے ساتھ پسپا کردیا۔ آخر روسی صفین فصیلون سے گذر کر شہر مین داخل ہوگئین۔ مگر لڑائی کا اس سے خاتمہ نہ ہوا۔ بلکہ شہر کے اندر پہلے سے زیادہ تیزی کے ساتھ جاری رہی۔ ایک ایک کوچہ میدان جنگ اور ایک ایک گھر قلعہ اور ایسا قلعہ بنا ہوا تھا جس کی حفاظت کرنے والون کی شجاعت و سرباختگی کو مایوسی نے انتہائی درجہ تک پہنچا دیا ہوا تھا۔ روسی دستے چارون طرف سے شہر مین داخل ہوئے تھے۔ مگر وہ بہ مشکل دوپہر تک ہر طرف سے بڑھ کر منڈی مین ایک دوسرے کو مل سکے۔ منڈی مین ان دستون کا پہنچ جانا اس کا مرادف تھا کہ وہ رستہ مین تمام مکانات کو خاکستر اور اون کے باشندون کو تہ تیغ کر آئے ہین۔ شہر کی تاتاری و ترکی فوج اور آبادی کا کچھ حصہ اس منڈی مین جمع ہوگیا ہوا تھا۔ ان بہادرون نے دو گھنٹون تک روسیون کے دل بادل کا جسے پیچھے سے برابر کمک پہنچتی جارہی تھی کمال مردانگی سے مقابلہ کیا۔ انمین سے ایک متنفس نے امان نہ مانگی اور جب تک اس قلیل التعداد جماعت کا آخری مسلمان شہید نہ ہوگیا۔ لڑائی بند نہ ہوئی۔ اور اس اثنا مین روسیون کو تازہ دم دستے لوٹ مار اور خونریزی کے شوق سے بھرے ہوئے نصیب

شہر میں جس کا بقیہ تسمیف حصہ تین دن اونکی رحم پہ چھوڑ دیا گیا ۔ لگاتار داخل ہوتے رہے ۔

سوورد کا بیان ہو کہ ان چار دنون مین ۳۴ ہزار ترک تہ تیغ اور سخت مجروح ہوئے اور دس ہزار گرفتار کیئے گئے ۔ مؤرخین لکھتے ہین کہ روسیون نے تقریباً چالیس ہزار محافظین کو تہ تیغ کیا اور صرف چند سو جانبر ہوئے جن کو قیدی بنا لیا گیا تھا ۔ یہ تعداد صرف جنگ کنندگان کی ہی ۔ ہزار ہا پیر انہ سال مرد عورتین اور بچے جو شہر مین ہلاک اور بے بس ہو کر ذبح ہوئے علیحدہ رہے ۔ ابھی شہر کے منہدم مکانات کو ملبہ سے دھوان اٹھ رہا تھا اور بازارون کے فرشون سے خون خشک نہ ہوا تھا کہ سوورو نے دو موزون مصرعون مین قیصرہ کو بڑے فخر و مباہات کے ساتھ اس فتح کی اطلاع دی ۔

بعض مؤرخون کا خیال ہو کہ سوورو کی یہ ظرافت و مسرت بناوٹی اور نمائشی تھی ۔ دل مین اُسے بھی اس عام خونریزی اور مظالم ناگفتنی پر سخت تاسف ہوا تھا ۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد اوسنے ایک انگریز سیاح سے ذکر کیا کہ جب قتل عام ختم ہو چکا تو مین اپنے خیمہ مین واپس جا کر روتا رہا تھا ۔

کریسی لکھتا ہے کہ روس بیسہ سالار ہو بھی شمالی افریقہ کو قدیم و پارونق شہر کارتھیج[1] کو جلانے کے بعد اسطرح رویا تھا مگر ایسے آنسوؤن سے ایسی خونریزی کو داغ کبھی نہین دھل سکتے ۔ روسیون نے صرف ایک آدمی ترکون کو خبر پہنچانے کیلیئے جان سلامت لیکر جانے دیا تھا ۔ تا ہم ترکی جنرلون اور افسرون مین سے اکثر اسمٰعیل مین ہلاک ہو گئے تھے چنانچہ محاربہ مین بعد ازان ترکون کو مسلسل ہزیمتین اور زکین پہنچتی رہین ۔ مگر اسمٰعیل کے قتل عام سے مسلمانون مین اسقدر جوش بڑھ گیا تھا کہ سلطان سلیم پیچھے سے انکا فوجین بھیجتا رہا لیکن ان بیقاعدہ ٹکڑیون کی فوجین روسی جنرلون کو مزید فتوحات کا مصالح بہم پہنچانے کے سوا اور کچھ نہ کر سکین ۔ روسی جنرل کوٹوسوف نے جنوری ۱۷۹۱ء مین بابا طاغ کے قریب ایک ترکی فوجکو منتشر کیا اور جولائی مین جنرل رنیپن نے چالیس ہزار روسی فوج سے وزیر اعظم کی ایک لاکھ فوج کو تتر بتر کر دیا ۔

انگلستان اور پرشیا کی حکمت وساطت و معاہدہ جاسی

یہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ انگلستان نے آخر روس کی پیشقدمی اور ازدیاد قوت کے نتائج کی واقعی حقیقت کو سمجھ لیا تھا ۔ اور اپنی روش بدل لی تہی ۔ اس دور اندیشی کا سہرا ولیم پٹ کے سر پر بندہا تھا اور اپنے ملک کو اپنے پاؤن آپ کلہاڑی مارنے کی پالیسی سے بچانیکا فخر اسی نامور کو جو اس وقت وزیر اعظم تھا حاصل ہوا ۔ انگلستان اور پرشیا مین اتحاد ہونیکا بھی اوپر تذکرہ ہو چکا ہے ۔ اس مین ہالینڈ بھی شامل تھا اور یہ اتحاد ان تین ریاستون نے ۱۷۸۸ء مین

[1] افریقہ کا مشہور شہر جو ٹیونس کے محل وقوع کے قریب آباد تھا ۔ اب کئی صدیون سے کھنڈر پڑا ہے ۔ زمانہ عروج مین وہ اٹلی کی پایہ تخت روما کا رقیب گنا جاتا تھا ۔ اوسکی بنا کی ٹہیک تاریخ متحقق نہین ۔ بعض کا خیال ہو کہ اُسے ڈیڈو نے ۸۶۹ قبل مسیح بنایا اور بقول دیگر روما کی بنا سے ۲۰۰ یا ۳۰۰ برس پہلے آباد کیا تھا ۔ ۳۰ برس تک شہر مذکور اور وہان کی جمہوری ریاست خوب رونق پر رہی ۔ مہاتما ہانی بال کے وقت اوس کی شان و شوکت کمال عروج پر تہی ۔ اس ریاست کے روما کی جمہوری ریاست سے (باقی دوسرے صفحہ پر)

کیا تہا۔ اور اوس وقت اوسکا بڑا مدعا بلجیم اور ہالنڈ کی خانہ جنگیون کا خاتمہ کرنا تہا۔ مگر اس مدعا کے حصول کے بعد بھی اتحاد قائم رکھا گیا تہا۔ چنانچہ سنہ ۱۷۹۰ء مین اون تنازعات کے تصفیہ کے لیئے جو قیصر جوسف اور اوسکی بلجین رعایا کے مابین تہی۔ ہاگ (واقع ہالنڈ) مین جو کانگرس منعقد ہوئی تہی اوسمین ان تینون سلطنتون نے بر خلاف روس کو مدد دی تھی۔ آئندہ روس کی مدد کرنیسے روکدیا تہا۔ جب سنہ ۱۷۸۸ء مین آسٹریا اور ٹرکی کے درمیان لڑائی شروع ہو گئی تھی تو شاہ پرشیا نے آسٹریا کے حکمران خاندان ہپسبرگ کی رقابت کے باعث ٹرکی کے ساتھ جارحانہ و مدافعانہ اتحاد ظاہر کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ بلکہ اتحادی عہدنامہ کی شرائط بھی تیار ہو گئی تہین جن کی رو سے شاہ نے کریمیا ترکون کو واپس دلا دینے کا اقرار کرلیا تہا۔ مگر یہ معاہدہ تکمیل کو نہ پہنچا۔ اور اتحاد کا معاملہ رفت گذشت ہو گیا۔ لیکن جیسا کہ لکھا جاچکا ہے۔ آسٹریا اور ٹرکی مین سنہ ۱۷۹۱ء مین صلح انہی سلطنتون کے بیچ بچاؤ سے ہوئی تھی۔ اور سنہ ۱۷۹۱ء مین جو کانگرس بمقام سٹین باک (واقع پرشیا) مین ہوئی تھی اوس مین متحدہ سلطنتون نے اس بیچ بچاؤ کا فیصلہ کیا تہا۔ آسٹریا اور ٹرکی کے تنازعہ سے بکامیابی فارغ ہو کر پرشیا اور انگلستان روس کیطرف متوجہ ہوئے اور دربار روس کو کہا کہ اوسی اصول پر جس کے مطابق آسٹریا نے ٹرکی سے مصالحت کی ہے روس بھی اوس سے صلح کرلے۔

اس اصول کو سفارتانہ اصطلاحات مین بصورت ماقبل جنگ کہتی ہین۔ یعنی ہر فریق اپنی اپنی فتوحات سے دست بردار ہو جائے۔ اور دونون کے مقبوضات جیسے لڑائی سے پہلے تھی۔ ویسے ہی صحیح سالم رہین۔ روس نے اس اصول کو قطعاً مسترد کر دیا۔ اور براہ راست صلح کے متعلق گفتگو کرنے مین ہتک سمجہکر ہالنڈ کے وزیر پرنس ڈروٹ کی معرفت دربار لندن و برلن کو اپنی تجاویز سے آگاہ کیا۔ اوس کی ایک تجویز یہ تھی کہ صوبجات مالڈیویا۔ والیشیا اور بصربیا کو ایک آزاد ریاست بنا دیا جائے جس کی حکومت ایک عیسائی شہزادہ کے ہاتھ مین رہے۔ اس عیسائی شہزادہ کی چالاک روسی مدبرین نے کوئی تخصیص نہ کی۔ بعض نے خیال کیا کہ کیتھرائن اس ریاست پر اپنے پوتہ کو حکمران بنانا چاہتی ہے۔ دوسرون کا قیاس تہا کہ وہ یہ ریاست اپنی منظور نظر پوٹمکن کے لیئے جو علاقہ مذکور پر اوس وقت فی الواقع شاہی حلمطراق سے حکمرانی کر رہا تہا قایم کرنا چاہتی ہے۔

بہرحال ملکہ مذکورہ خواہ کسیکو اس علاقہ کا فرمانروا بنانا چاہتی تھی۔ کریمیا کے فتوحات سے کل یورپ کو یہ سبق ملگیا ہوا تھا کہ یہ کاروائی آخران صوبجات کے روس کے ساتھ ملحق ہوجانیکا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ چنانچہ انگلستان اور پرشیا نے اس تجویز کو قطعاً مسترد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۰) تین بڑے محاربے ہوئے جو پیونک محاربات ہا کے نام سے مشہور ہین۔ آخر رومن جرنیل سپیو دوم فاتح افریقہ نے ۱۴۶ قبل مسیح مین اس شہر کو بالکل معدوم و منہدم کر دیا۔ اوس کی فصیل کا محیط ۲۳ میل کا تہا۔ اور جب اسے آگ لگائی گئی تو وہ برابر ۱۷ دن رات جلتا رہا۔ اس بربادی سے پہلے اوس مین ۷ لاکھ کی آبادی تہی۔ سینٹر کلینے اوس کے کھنڈرات پر ایک چہوٹی سی بستی آباد کی۔ اور رومن قیصر ایڈرین نے شہر کا کچھ حصہ از سر نو تعمیر کر کے اوس کا نام ایڈریانوپلس رکھا۔ رومانوالون سے ۴۳۹ء مین اسے وینڈال قوم نے چہین لیا۔ اور ساتوین صدی مین عرب مسلمان اوسپر متصرف ہوئے +

(مؤلف)

کر دیا۔ ادرکیتھرائین کو جب یقین ہوگیا کہ یہ تمنا جو برسون سے اوس کو سینہ مین جوش مار رہی تھی۔ پوری نہین ہو سکتی تو وہ بتاسف تمام اوس سے دست بردار ہوگئی۔ مگر وہ حصول متذکرہ بالا سے عشاکوف اور اوس کے علاقہ متصلہ کو مستثنیٰ کر دیئے جانے اور روس کی حد دریائے نیسٹر تک بڑھا دئے جانے پر بڑے زور سے مُصر رہی۔

انگریزی وزارت مدبر پٹ یہ خوب جانتا تھا کہ بوگ اور نیپر کے درمیان کا روسی قبضہ مین چلا جانا ٹرکی کی سلامتی اور بالفاظ دیگر انگریزی اغراض کے لیئے سخت خطرناک امر ہوگا۔ روس اس جھیل کا مستقل قبضہ ملجانے پر قصبہ نیکولیف اور دیگر مقامات مین جہازات وغیرہ تیار کرکے اون کو بحفاظت تمام اوس مین پوشیدہ جمع کر سکیگا۔ اور پھر وہان سے مناسب موقعہ ملنے پر خاص قسطنطنیہ پر فیصلہ کن حملہ کرنے کے لیئے اپنے جمع شدہ جہازات کو اچانک بحیرہ اسود کے رستہ ٹرکی کے پایہ تخت کو روانہ کرنے کے قابل ہو جائیگا۔ پس ظاہر ہے کہ ایسا مآل اندیش وزیر روس کے اس مطالبہ کو کبھی تسلیم نہین کر سکتا تھا۔ اوس نے اس مطالبہ پر سخت اعتراض کیا۔ اور اپنے اعتراض کو باوقعت بنانے اور روس کو راہ راست پر لانے کے لیئے بحیرہ بالٹک مین انگریزی بیڑہ بھیجنے کا عزم کر لیا۔ چنانچہ انگلستان کی بندرگاہون مین ۱۷۹۰ء کے اختتام کے قریب اس بحری مہم کے لیئے شب و روز کی سرگرمی و مستعدی سے ضروری سامان تیار کر لیا گیا۔ اور ہالنڈ کو بھی شرائط اتحاد کے رو سے اپنا بیڑہ اس مہم کے لیئے بھیجنے کو دعوت دی کہلا بھیجا گیا۔ مگر مسٹر فاکس اور مسٹر بٹ کے دیگر مخالفین کی پرزور مخالفت سے جنہون نے اپنے مدعا کے حصول کے لیئے جائیز و ناجائز کوئی وسیلہ ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ انگلستان کی عام رائے روس سے لڑائی کرنے کی مخالف ہوگئی۔

مسٹر فاکس یعنے اٹھارہوین صدی کے گلیڈسٹون اور اوس کے ہم خیالون کو اپنے مدعا مین اس لیئے بھی کامیابی ہوگئی کہ انگلستان کی تجارت روس کے ساتھ خوب چمکی ہوئی تھی جس کو لازمی طور پر لڑائی سے صدمہ پہنچتا۔ اسطرح تجار بھی فاکس کے ساتھ شامل ہوگئے۔ سنہ ۱۷۹۱ء کو پارلیمنٹری اجلاس مین اس مسئلہ پر کئی مباحثے ہوئے جن مین مخالف فریق کے مقررون نے کوئی ایسی بری صفت نہ تھی جس کو ٹرکی سے منسوب نہ کیا ہو۔ اوسے ظالم اور وحشی ملک بتایا گیا۔ اور کہا گیا کہ اوسے مہذب یوروپین سلطنتون کے زمرہ مین کبھی شامل نہین کیا جا سکتا۔ نہ وہ اون مین شامل ہے۔ اور اگر وہ معدوم ہو جائے تو دول کے موازنہ طاقت پر اس سے کچھ اثر نہین پڑیگا۔ اس کے برعکس کیتھرائن کی بڑی لمبی چوڑی تعریفین کیگئیں۔ اوسے مجموعہ اوصاف حسنہ بتایا گیا۔ اور کہا گیا کہ یہ محض پاگلانہ خیال ہے کہ مغربی یوروپ کو روس کی ترقی سے کسیطرح کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ مسٹر فاکس نے کہا کہ اول تو سلطنت عثمانیہ کا معدوم ہو جانا بعید از غالب ہے۔ لیکن اگر ایسا ہو جائے۔ تو یہ امر دنیا کے لیئے بہت مفید ہوگا۔ اوس کا ایک چیلا مسٹر وہیٹ بریڈ نے جو گذشتہ صدی کا کبن یا میکال سمجھنا چاہیئے اپنی تقریر مین کہا۔

"فرض کر لیا کہ تمہارے ہی اون مقاصد مین جو اوسکی طرف منسوب کی جاتی ہین کامیاب ہو جائے گی۔ قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیگی۔ اور ترکون کو اون کے تمام یوروپین صوبون سے نکال دے گی۔ لیکن کیا کوئی منصف مزاج اس سے انکار کر سکتا ہے کہ اگر ایسا ہو جائے تو یہ امر بنی نوع انسان کے لیئے نہایت ہی مفید ہوگا۔" وزرا کے فریق کے مقررون نے ان شکوے کو جواب مین

ممبروں کو انگلستان کے حقیقی اغراض بتا کر سمجھایا کہ انگلستان کو قیصرہ کی ان بے اندازہ حرص و طمع کو روکنے اور اس امر کے حفظ ما تقدم کی کس قدر اور کیسی سخت ضرورت ہے کہ روس کی بحری طاقت اولاً بحیرۂ اسود میں اور پھر دارڈنیلز میں غلبہ نہ پا سکے۔ کیونکہ اگر اسے ان دونوں سمندروں میں غلبہ حاصل ہو گیا تو اوسکا لازمی نتیجہ ہو گا کہ بحیرہ روم میں بھی اوسکی بحری طاقت غلبہ پا جائے گی اور وہاں پہنچکر وہ اپنا اصل روپ اختیار کرے گی۔ مگر اوس وقت اوسکی طاقت ایسی بڑھی ہوئی ہوگی کہ پھر تدارک تقریباً ناممکن ہو گا۔ ان تقریروں نے سامعین کو کچھ ایسے طریق عمل سے جو کہ ذرا اجنبی قوموں سے زمانہا پیوستہ کشیدہ حالات بتائے اور آخر میں اپنے مخالفوں کو سرزنش کی کہ وہ گورنمنٹ پر محض دھڑہ بندی اور فریقانہ مخالفت کی وجہ سے پارلیمنٹ میں اعتراضوں اور حملوں کی بھرمار کر کے ایسے انگلستان کے اقتدار کو اوس نامہ و پیام اور گفتگو میں جو مصالحت کے متعلق ہو رہی ہے کم کرنیکا باعث ہوتے ہیں سنہ ۱۷۹۱ء کے اجلاس میں بھی اس مسئلہ پر پارلیمنٹ میں طویل مباحثے ہوئے۔ اوس وقت روس اور انگلستان کے تعلقات علانیہ بگڑ چکے تھے۔ اور مسٹر پٹ کو اپنے خیالات اور آرا سے پچھلے سال کی نسبت بدرجہا زیادہ آزادی سے ظاہر کرنیکا موقع ملگیا تھا کیونکہ سال ماقبل میں ابھی تک تعلقات قطعی طور پر نہیں بگڑ چکے تھے۔ اور ابھی صفائی ہو جانے کی توقع باقی تھی۔ مسٹر پٹ اور مسٹر جنکنسن نے جو بعد میں لارڈ لورپول ہو گیا۔ کمال شاندار طریق اور بے نظیر پیرایہ میں بیان کیا: "جو کچھ انگلستان کو خارجیہ پالیسی میں ہر وقت مدنظر رکھنا واجب ہے۔ یہ ہے کہ یورپ میں موازنہ طاقت قائم رکھا جائے یہی اصل الاصول ہے۔ اور موازنہ طاقت کا حقیقی قانون اس امر کا متقاضی ہے کہ **بشرط امکان روس کی طاقت کو بڑھنے اور ٹرکی کی طاقت کو گھٹنے نہ دیا جائے۔**"

یہ الفاظ آب زر سے لکھے جانے کے قابل اور اس لائق ہیں کہ انگلستان کا ہر ایک بہی خواہ انہیں ہر وقت مدنظر رکھے مگر افسوس گلیڈسٹون اور اوس کے ہمخیالوں نے آخر اس اصل الاصول کو فراموش کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ نیرنگی زمانہ سے اوس فریق (کنسرویٹیو) نے بھی جس کو مسٹر پٹ۔ لارڈ پامرسٹن اور لارڈ بیکنسفیلڈ ایسے مدبروں نے اپنی شمولیت سے ممتاز کیا تھا! یہ انیسویں صدی کے اخیر میں لارڈ سالسبری کی سرکردگی میں اس اصول سے منحرف ہو رہا ہے۔ اور اگر وہ جلد اس غلطی سے متنبہ نہ ہوا تو اندیشہ ہے کہ انگلستان کے حق میں یہ سنگین خطا جسنے چند برسوں سے اپنا جلوہ دکھانا شروع بھی کر دیا ہے بہت مضر ثابت ہوگی میں رسالہ مد مفروضہ مظالم آرمینیا "بست سالہ عہد حکومت" اور "تاریخ جنگ روم و یونان" میں موجودہ انگلشیہ وزارت کی اس غلط پالیسی کی خرابیاں مفصل بیان کر چکا ہوں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ سنہ ۱۷۹۱ء اور سنہ ۱۷۹۲ء کے یہ مباحثے جو بالخصوص اس وقت خاص غور کے قابل ہیں۔ انگلستان کی پارلیمنٹری ہسٹری (تاریخ) کی ۲۹ ویں جلد میں مندرج ہیں۔ اور وہ انگریزی خوان ناظرین جن کو ٹرکی اور انگلستان کے طبعی اتحاد۔ قدرتی رفاقت اور باہمی تعلقات کے مسائل سے واقفیت پیدا کرنیکا شوق ہو۔ اس غرض کے لیے اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں پائیں گے۔

فرانس اس وقت (سنہ ۱۷۹۰ء) انقلاب عظیم کی مشکلات میں جس کی تمہیدی کارروائیاں شروع ہو گئی تھیں مبتلا ہو گیا

ہوا تھا جس سے آخر تاجداران بوربون کے ہاتھ سے عنانِ حکومت نہ چھن گئی۔ بلکہ یوروپ میں فرانس کا اقتدار بھی بالکل نابید ہو گیا تھا۔ شاہی حکومت میں جو ابھی تک موجود تھی اسقدر طاقت نہ رہ گئی تھی کہ روس کے برخلاف وہ دیگر دول کو شریک ہونے کے لیے، فرانس جس کا وزیر ورجینیر ۱۷۸۷ء میں روس کے برخلاف مشترکہ کارروائی کئے جانے کے لیے ہر ایک سلطنت سے درخواست کر رہا تھا۔ اب اس قابل بھی نہیں رہ گیا ہوا تھا کہ فوجی شرکت تو درکنار سفارتی طریق سے ہی انگلستان و پرشیا وغیرہ کے ساتھ شامل ہو، رعیت کی اس عام مخالفت اور سرکشی سے تمام تاجداران یوروپ کو دل ہل گئے اور سب کی توجہ فرانس کی طرف منعطف ہو گئی تھی کہ دیکھئے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ آیا رعیت کامیاب ہوتی ہے یا شاہی مطلق العنانی۔ غرضکہ روس ایسا ملک تھا جو اسموقعہ کو جبکہ باقی کل یوروپ کی توجہ مغربی یوروپ کیطرف مبذول تھی ٹرکی کو پامال کرنے کے لیے غنیمت سمجھ رہا تھا۔

لیکن مسٹر پٹ کی دور اندیشی اور تدبر نے حریص و بے اصول کیتھرائن کو اس سے فائدہ نہ اٹھانے دیا۔ مسٹر موصوف کو فرانس اور ٹرکی کے صادق دوست کی امداد کی اس وقت سخت ضرورت تھی لیکن جواب مدد کے قابل ہی نہ رہ گیا تھا۔ اسکے عوض تاجپوشی ہو آسٹریا بالیسا ترکوں کا مخالف اوس کا ہمخیال ہو گیا۔ اوران سب سلطنتوں نے کیتھرائن کو ملامت کرنا شروع کر دیا کہ وہ لڑائی جاری رکھکر دولِ یوروپ کو مغربی معاملات کی طرف متوجہ ہونے سے باز رکھنے کا باعث ہو رہی ہے جب زبانی خیالات کا کچھ اثر نہ ہوا تو مسٹر پٹ نے فوجی دباؤ ڈالنے کا انتظام کیا۔ لیکن اُسے اپنا بیڑہ بحیرہ بالٹک بھیجنے کی ضرورت نہ پڑی کیونکہ قیصرہ کو آخر ہوش آ گیا اور اوس نے ترکی سرزمین کرنے اندازہ غصب کا ارادہ ترک کر دیا۔ گو دریائے اوسکی فوجوں کو ترکوں پر برابر فتوحات حاصل ہو رہی تھیں اور ان فتوحات سے کبھی کبھی اُسے انگلستان و پرشیا کی دھمکیوں کی کچھ پرواہ نہ کرنے اپنے پوتے کو تخت قسطنطنیہ پر بٹھانے کا ارادہ پورا کر دینے کا خیال ہو جاتا تھا۔ مگر آخرالامر حزم و مآل اندیشی کے مشورے غالب آ گئے۔ اور قیصرہ نے مصالحت کے لیے کانفرنس کا منعقد کیا جانا منظور کر لیا۔

اکثر مؤرخین کا خیال ہے کہ مغربی دول کی دھمکیوں کی بجائے زیادہ تر خزانہ کی تہیدستی اور پولش معاملات کی نئی صورت نے اس حریصہ کو صلح پر مجبور کیا تھا۔ پولینڈ کے بلند ہمت محب وطن کوسکی اسکو[1] اور اوس کے رفقا نے پولینڈ کے باقیماندہ آزاد حصہ کا

---

[1] تہاڈیوس کاسکی اسکو پولینڈ کا مشہور محب وطن گذرا ہے ۱۷۴۶ء میں صوبہ لتھوانیا میں پیدا ہوا اور پہلے وارسا میں اور پھر پیرس میں فوجی تعلیم پاتا رہا۔ فارغ التحصیل ہو کر وہ فرانس کے عالی ہمت لافیٹ کے ہمراہ جو انکے جرج واشنگٹن سپاہیوں کا ایک جتھا لیکر گیا تھا۔ امریکہ گیا اور آبادکاروں کیطرف سے انگریزی فوج کے ساتھ لڑتا رہا۔ لڑائی ختم ہونے پر وہ پولینڈ واپس آ گیا اور بادشاہ نے اُسے میجر جنرل بنا دیا۔ بمقام دبینکا اوس نے روسیوں کو شکست فاش دی جس سے اوسکی فوجی شہرت دول یوروپ میں مشہور ہو گئی۔ جب روسی ظلم حد سے بڑھ گیا تو ۱۷۹۴ء میں اوس نے پولینڈ کی فوج لیکر اوس روسی فوج پر جو وارسا میں مقیم تھی حملہ کر دیا۔ عام دہقان بھی درانتی اور کلہاڑیاں لیکر اوس کے ساتھ شریک ہو گئے (باقی دوسرے صفحہ پر)

میں اہم اصلاحات نافذ کرکے ریاست کی فوجی طاقت اور اندرونی حالت کو بہت کچھ سنبھال لیا تھا جس سے کیتھرائن کو بہت فکر لاحق ہوگیا تھا۔ اور وہ جان گئی تھی کہ اگر چندے پولنڈ کی طاقت اسی طرح مضبوط ہوتی چلی گئی تو پھر اُسے ہضم کرنا مشکل ہوجائیگا۔ پس اگر اس ریاست کو لینا مطلوب ہے تو اوسکی اُٹھتی ہوئی خوشحالی کو ابھی دبا دینا لازمی ہے۔ اور اسی غرض کیلیے اُسے سوورف اور سورما سپاہیوں کو ترکوں کے مقابلہ سے ہٹا کر پولنڈ بھیجنا ضروری ہے۔

اسی اثنا میں بمقام ماچین ترکوں کو ایک عظیم زک پہنچ چکی تھی جسپر صدر اعظم نے روسی جنرل ریپنن سے خط و کتابت نامہ و پیام کے بعد بمقام گالٹز ۱۱ اگست ۱۷۹۱ء کو التوائے جنگ کا معاہدہ کر لیا۔ اور پھر بمقام جاسی صلح کی گفتگو شروع ہوگئی۔ روسی کمانڈر انچیف پرنس پوٹمکن جو صلح کا سخت مخالف اور صوبجات ڈینوب کی شاہی کا خبط رکھتا تھا یلغار کرتا ہوا سینٹ پیٹرزبرگ سے جاسی پہنچ گیا۔ اور اوس نے آتے ہی ریپنن کی کل کارروائی کو یہ کہکر منسوخ کردیا کہ جنرل مذکور نے بلا اختیار معاہدہ التوائے جنگ کیا ہے۔ اور ایسی سخت شرائط پیش کیں جن سے کانفرنس کے ٹوٹ جانیکا اندیشہ ہوگیا۔ اتنے میں پرنس مذکور کو بخار ہوگیا۔ اور وہ تبدیل آب و ہوا کیلیے اپنی مرغوب خاطر رہائشگاہ قصبہ نیکولیف کو جاتا ہوا راستہ میں ہی مرگیا۔ اس اشد دشمن کے مرتے ہی خواہان صلح کیلیے راستہ صاف ہوگیا۔ اور ۹ جنوری ۱۷۹۲ء کو روس اور ٹرکی میں باضابطہ صلحنامہ ہوگیا۔ یہ صلحنامہ عہدنامہ جاسی کے نام سے مشہور ہے اس کے روسے روسی علاقہ دریائے نیسٹر تک بڑھا دیا گیا۔ اور اس دریا کو دونوں سلطنتوں میں حد فاصل قرار دیا گیا۔

اس عہدنامہ میں ایک دفعہ جو پانچویں تھی مہمل سی عبارت میں اس مضمون کی درج کیگئی کہ عثمانیہ مقبوضات ایشیا کی شمال مشرقی سرحد کے ترکی کمانڈر خفیہ یا علانیہ کسی بہانہ یا حجت سے ان ممالک اور اقوام کے معاملات میں جو شاہ ٹفلس و کارتھلینیا کے ماتحت ہیں دست اندازی نکرینگے۔ اور نہ اون سے کسیطرح کا خراج اور محصول لینگے۔ اس شاطرانہ شرط کا اصلی مدعا سمجھنے کے لیے یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کیتھرائن بھی اپنے مورث اعلی پیٹر اعظم کی طرح اون صوبجات پر جو بحیرہ اسود اور بحیرہ خضر کے درمیان ہیں۔ دانت رکھے ہوئے تھی محض اسی لیے نہیں کہ وہ نہایت زرخیز اور بارآور ہیں۔ بلکہ ان فوائد اور آسانیوں کے لحاظ سے بھی جو اونپر قابض ہو جانے سے ترکی علاقجات واقع ایشیا اور ایران پر فاتحانہ فوجکشی کرنے میں حاصل ہوسکتی تھیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۴)۔ اور روسی ریاست سے نکالدیے گئے۔ مگر جب روسی اور پرشین فوجوں کا ٹڈی دل آگے پیچھے پہنچ گیا تو وہ ہزیمت یاب ہوا۔ اور پھر سوورف نے ساٹھ ہزار فوج سے وارسا کے قریب اوس کی ۱۲ ہزار فوج کو شکست دیکر کوسکی اسکو کو گرفتار کر لیا۔ روسیوں نے وارسا کے تیس ہزار باشندے قتل کیے۔ اور ۱۷۹۵ء میں روس آسٹریا اور پرشیا نے پولنڈ کی باقیماندہ حصہ کو تیسری مرتبہ آپس میں بانٹ لیا۔ روسی قیصر پال نے کوسکی اسکو کو آخر قید سے رہا کرکے کچھ جاگیر بھی دی تھی اوسنے واپس کردی ۱۷۹۸ء میں وہ فرانس گیا۔ جہاں نپولین نے اُسے کئی مرتبہ فوج میں داخل ہوجانے کیلیے کہا مگر اُس نے نہ مانا اور ۱۸۱۶ء میں سوئٹزرلینڈ جاکر کاشتکاری کرنے لگ گیا۔ جہاں دوسرے برس گھوڑے سے گر کر مرگیا۔ (مؤلف)

کیتھرائن نے ان دونون سمندرون کے درمیان اپنی سرحد پر قلعون کے کئی سلسلے تیار کرادیے تھے اور بحیرہ خزر مین زبردست بیڑہ ہر وقت موجود رکھتی تھی - روسی گماشتے ہر وقت جارجیا - امرشیا - منگریلیا اور دیگر چھوٹی چھوٹی ریاستون کی عیسائی حکمرانون کو پیچھو لگے رہتے تھے اور اونہین سلطان روم اور شاہ ایران کی اطاعت سے جن دونون کے وہ عرصہ مدید سے باجگذار چلے آتے تھے منحرف ہوکر روسی قیصرہ کی حمایت مین آجانے کے لیئے بہکاتے رہتے تھے - یہ تدبیر شاہزادہ ہرکلیس والی جارجیا پر بالخصوص نہایت کارگر ہوئی تھین - قیصرہ نے اوسے تفلس و کرکل کے زار کا لقب عطا کردیا - اور اوس نے ۱۷۸۳ء مین زارینہ کی اطاعت اور وظیفہ قبول کرلیا - پس معاہدہ جاسی کی دفعہ پنجم کا یہ مدعا تھا کہ ترکی سے ایک طرح یہ تسلیم کرالیا جائے کہ روس ان اہم علاقون کا محافظ اور سرپرست ہے - کوہ قاف کے علاقجات کو ہضم کرنے کی اسی خواہش اور اسی زبردست چال نے عہدنامہ قینارجی مین دفعہ ۱۹ کی بظاہر مہمل سی عبارت درج کرادی تھی - چند برسون کے بعد جب معاہدہ قربان ہوا تو اس وقت اس پردہ کو قائم رکھنے کی کوئی ضرورت نہین رہگئی تھی - اور اوسے بالکل اوٹھا کر روسی مدعا صاف صاف معاہدہ مذکور مین بتادیا گیا - معاہدہ جاسی کی رو سے ترکی نے زارینہ کو ایک کروڑ بیس لاکھ قرش بطور تاوان جنگ ادا کرنیکا بھی اقرار کیا - مگر بعد مین زارینہ نے اس تاوان کو چھوڑ دیا - اور اسی پر خوش ہوگئی کہ ترکون نے تاوان دینا منظور کرلیا تھا - روس کو نیپر سے لیکر نیسٹر تک کا علاقہ مع اوچاکوف کے ملجانے سے ساتھ ہی یہ بھی فایدہ ہوگیا کہ اوس کے علاقجات پولنڈ اور یوکرین کے لیئے سمندر (بحیرہ اسود) کا راستہ کھلگیا - اس محاربہ مین تین لاکھ بیس ہزار ترک - دو لاکھ روسی اور ایک لاکھ تیس ہزار آسٹروی ضائع ہوئے -

مگر یہ صلح قیصرہ نے نیک نیتی سے نہین کی تھی - اوس نے اسے محض دفع الوقتی کے لیئے منظور کیا تھا - اور یہ ارادہ رکھا تھا کہ پولنڈ کی کامل تسخیر سے فارغ ہوکر اپنے مشرقی منصوبہ کو پورا کرنے کے لیئے دول یورپ کو کسی دیگر معاملہ مین منہمک ہونیکا انتظار کیا جائے - ۱۷۹۵ء مین پولنڈ کی طرف سے فراغت ہوگئی - اور ۱۷۹۶ء مین فرانس کے معاملات نے کل سلطنتون کی توجہ کو ازسرتاپا اپنی طرف مبذول کرلیا جس سے کیتھرائن کو حسب منشاء موقعہ ملگیا - کہ اتنے مین اوسے پیام اجل پہنچگیا - اور سلطنت عثمانیہ سخت خطرناک حملے سے بچگئی -

مسٹر ایٹن جو اوس وقت سینٹ پیٹرزبرگ مین مقیم تھا زارینہ کے مرنے سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے کے ارادون اور تیاریون کی متعلق حسب ذیل تحریر کرتا ہے -

"یورپ مین ترکون کے برخلاف فوجی کارروائی کرنے کے لیئے جس جس سامان کی ضرورت تھی وہ پولنڈ مین بافراط جمع کرلیئے گئے ہوئے تھے - خود پولنڈ مین روسی حکومت اور تسلط ایسی مضبوطی سے قائم ہوگیا تھا کہ اوسے وہان کسی طرح کے فساد وغیرہ ہونیکا اندیشہ نہین رہگیا تھا - اوس نے اسقدر جرار فوج تیار کرلی ہوئی تھی کہ وہ علان جنگ پر تین لاکھ جانباز سپاہی ترکی علاقہ پر بھیج سکتی تھی - اور اون کی کمک کے لیئے ڈیڑہ لاکھ آدمی اوس نے اور بہم پہنچا لیئے ہوئے تھے

اوس کا داہنی بیڑہ جو بحیرہ اسود مین تہا کل ترکی نیوی سے بدرجہا زبردست تہا - اور اس کے علاوہ اوس نے بیشمار چھوٹے چھوٹے جہاز بہی تیار کر لیئے ہوئے تھے - جو تین فیٹ گہرے پانی مین چل سکتے تہے اور اس غرض کے لیئے بنائے گئے تہو کہ انپر ساٹھ ہزار روسی فوج سوار ہو کر تین دن کے عرصہ مین سلطنت عثمانیہ کے پایہ تخت سے چند میلون کے فاصلہ پر جا اُترے - تجویز یہ تھی کہ ایکطرف بیڑہ جہازات ترکی جہازون کو ترکی بنادرمین ہی نیست و نابود کر دے اور دوسری طرف اُسیوقت بری فوج خشکی کے راستہ قسطنطنیہ پر حملہ کر دے - ایشیا کے واسطے یہ انتظام کیا گیا تہا کہ ایک زبردست فوج ورنیہ کے رستہ سرحد کو بہیجد یگئی ہوئی تھی - ایرانی خوانین سے وہ عرصہ دراز سے بظاہر بلاغرض و بلا مطلب مشفقانہ سلوک کرتی رہی اور اون کے باہمی تنازعات مین دخل دیتی رہی تھی - اوس کے سلوک اور مداخلت کا مدعا اب آکر ظاہر ہوا - بحیرہ کاسپین کی منزلی بندرگاہ دربند سے روسی فوج انہی خوانین کے علاقون سے گذر کر ترکی سرحد تک پہنچ سکتی تھی - اس لیئے اون کو سالہا سال پہلے ہاتھون پر ڈال لیا گیا تھا کہ ضرورت کے وقت وہ فوج گذرنے کی بخوشی اجازت دیدین - پس جب حملہ کا حکم پہنچتا - ان خوانین سے فی الفور سمجھوتہ کر لیا جاتا اور فوج مذکور ترکی ایشیائی صوبجات پر کو د پڑتی - اس حملہ کا یہ اثر ہوتا کہ یورپ مین ملعون مین ایشیائی اقوام کے جسقدر سپاہی موجود ہوتے وہ اپنی اپنی چھاونیون اور قلعون کو چھوڑ کر اپنے وطن کی حفاظت کے لیئے اُٹھ دوڑتے - اور اسطرح قسطنطنیہ کا رستہ بالکل صاف اور بے پناہ ہو جاتا"

بقول کریسی ترکی "تاریخ کا اب وہ زمانہ قریب پہنچگیا ہے جس مین ٹرکی کو بھی مجبوری اون محاربات عظیمہ مین جو انقلاب فرانس کی بدولت یوروپ اور بحیرہ روم کے متصلہ ممالک مین ہوئے شامل ہونا پڑگیا تھا - اور نیز یہی وہ زمانہ ہے جسمین سلطان سلیم نے اصلاحات جدیدہ کا دور شروع کیا - اور خود اسی جدوجہد مین ملک پر سے قربان ہو گیا - اور سلطان محمود ثانی نے اصلاح کا کام اپنے ہاتھ مین لیکر اُسے پایہ تکمیل پہنچایا - اس لیئے سلسلہ واقعات کی بیان کو تھوڑی دیر کے لیئے ملتوی رکھکر مختصر طور پر یہ بتا دینا نامناسب نہ ہوگا کہ اون تغیرات سے پیشتر جو نظام جدید کے قوانین اور دیگر اصلاحات سے سلطنت عثمانیہ کے انتظام مین وقوع پذیر ہوئے - اٹھارہوین صدی کے اختتام پر سلطنت مذکور کی حالت کیا تھی +

باب یازدہم (۱۱)

سلیم ثالث کی اصلاحات سے پہلے سلطنت عثمانیہ کی حالت - ملک کی تقسیم اراضی و لائیتون - لواؤن اور قضاؤن - پاشاؤن کی تقرریان - اعیان -

سلطنت کی وسعت۔ بدانتظامی اور عام تباہی۔ سلطان کی حکومت کی کمزوری۔ وہابی۔ روس۔ مملوک اور اہالی سوبیا۔ پاشاؤن کی بغاوتین۔ جاگیری انتظام مین خرابیان۔ محصلون کا جور وظلم۔ فوجی طاقت کی کمزوری۔ ینگچری و دیگر افواج۔ خاندان عثمانیہ کا کمال انحطاط۔

سلطان سلیم یورپ۔ ایشیا اور افریقہ مین ۲۶ ولائتون یا صوبجات پر حکمران تہا۔ یہ صوبے ۱۶۳ لوا یا کشتیرلون مین منقسم تہے۔ اور ہر ایک لوا یا قسمت مین کئی کئی قضا یعنی ضلاع تہے۔ ہر ایک قضا مین ایک ایک منیوسپلٹی موجود تہی قضا کسی بڑے شہر اور اوس کے ملحقات یا چند چہوٹے چہوٹے قصبون اور اون کے ملحقہ دیہات کے دیہاتی پرگنہ پر مشتمل ہوتی تہی۔ ولائت پر تین دُمون کے جہنڈے والا پاشا جو وزیر کا مرتبہ رکہتا تہا حکمران ہوتا تہا یہ پاشا ولائت کے ایک یا چند لواؤن پر تو براہ راست حکومت کرتا اور اپنی حکومت کی دیگر لواؤن کے حکام کی عام نگرانی کیا کرتا تہا۔ ۴۷ لواؤن پر دو دمون کے جہنڈون والے پاشا مامور تہے۔ ان لواؤن اور ولائتون پر عموماً پاشا ایک سال کے لیے مقرر کیے جاتے تہے مگر اکثر یہ ہوتا تہا کہ ایک ہی شخص کئی برسون تک بلکہ اگر وہ ایسا طاقتور ہوتا کہ بابعالی اوسے آسانی کے ساتھ معزول نہ کر سکتا ہو۔ یا وہ اسقدر متمول ہوتا کہ وقتاً فوقتاً رشوت خوار ممبران دیوان کو نذرانے وغیرہ بہیجکر اون کو خوش رکہ سکتا ہو تو مدت العمر اپنے عہدہ پر قائم رہتا۔ ۲۲ لواؤن پر از روے رواج پاشا مدت العمر کے لیے مقرر ہوتے تہے۔

گورنر کو صوبہ کے انتظام مین مدد دینے کے لیے باشندگان ولائت مین سے دو یا تین معتبر اور معزز اشخاص منتخب کیے جاتے تہے۔ اور اونکی جماعت صوبہ کی مجلس شوریٰ کہلاتی تہی۔ اور اوسے اعیان پکارا جاتا تہا۔ انکا انتخاب خود باشندگان کرتے تہے مگر باب عالی کی منظوری لازمی ہوتی تہی۔ بعض اوقات اعیان کا عہدہ موروثی ہوتا تہا۔ مگر اس صورت مین بہی باشندون کے حصہ کثیر سے نئے اعیان کی تقرری کا منظور کرانا لازمی ہوتا تہا۔ غیر مذہب عیسائیت کے لیے انہی مین سے چند اشخاص علیحدہ علیحدہ بہی ہوتے تہے۔ یہ اپنی اپنی قوم کے خوجہ باشی کہلاتے تہے اور انکا کام یہ ہوتا تہا کہ ضلع کے لیے جو رقم خراج و محاصل مقرر ہے۔ اوسے ہر ایک خاندان پر علیحدہ علیحدہ تشخیص کرین۔

۲۶ ولائتون کے نام حسب ذیل تہے۔ رومیلیا۔ بوسنیا۔ سلسٹریا۔ جزائر جس مین یونان کا بہی بہت سا حصہ شامل تہا۔ کریٹ۔ اناطولیا۔ مصر۔ بغداد۔ بصرہ۔ شام۔ ارض روم۔ سیواس۔ صیدہ۔ چلدر۔ جدہ۔ حلب۔ قرامانیہ۔ دیار بکر۔ ادانہ۔ طرابزون

موصل۔ طرابلس۔ البنان۔ قارص۔ ترسرنہ اول۔ آوردان کئی ضلع اور شہر ایسے بھی تھے جو کسی ولایت مین شامل نہین تھے۔ صوبجات والیشیا۔ و مالڈیویا۔ مکہ و مدینہ اور کردستان کی بھی حالت اسی قسم مین داخل تھی۔ ان علاقون کو گرد اپنے اپنے موروثی سردارون کی ماتحت ہوتے تھے۔ اور سلطان کو سپاہیون کی مقررہ تعداد بہم پہنچاتے رہنے کے سوا ہر طرح سے آزاد ہوتے تھے۔ ترکمانون کے چھ ضلاع بھی ایسی حیثیت سے سلطان کی ماتحت تھے۔ بربری ریاستون کے سلطانی گورنمنٹ سے اس وقت برائے نام ہی تعلقات تھے۔ جو سلطان محمد چہارم کے عہد کے حالات مین بیان ہو چکے ہین۔ وہ نہ تو مطلقاً آزاد تھین اور نہ جیسا کہ چاہیے سلطان کی فرمانبرداری کرتی تھین۔

ان علاقون کی تفصیل سے ناظرین کو معلوم ہو سکتا ہے کہ گو ہنگری۔ ٹرینسلوینیا۔ کریمیا اور بحیرہ اسود و آزاف کو شمالی صوبے سلطنت عثمانیہ کی قبضہ سے نکل گئے ہوے تھے لیکن پھر بھی اٹھارھوین صدی عیسوی کی ختم ہونے سے پہلے خاندان عثمانیہ ایسی وسیع سلطنت پر حکمران یا فرمانروا تھی۔ اسکا وجود بذاتہ ایسا تھا کہ اگر اسکی صرف قدرتی مواقع اور طبعی وسائل پیداوار پر ہی خیال کیا جاتا تو بھی وہ دنیا کی وسیع اور متمول ترین سلطنتون مین شمار کیے جانے کے قابل تھی۔ مگر افسوس! مندرجہ بالا صوبون مین سے اکثر پر سلطان سلیم کی حکومت برائے نام بھی نہین پائی جاتی تھی۔ اور تقریباً کل سلطنت مین گورنران اور عمال کی سرکشی اور خودسری سے طوفان بے تمیزی برپا ہو رہا تھا۔ اور رعایا پر ویسی ہی تباہی وارد ہو رہی تھی جیسی کہ شاہی سطوت کی مذکورہ صدر کمزوری کیوجہ سے طبعاً ہونی چاہیے تھی۔

وہابی مکہ و مدینہ کے سوا جن دونون شہرون کو وہ ابھی تک فتح نہین کر سکے تھے تقریباً تمام جزیرۂ عرب پر قابض ہو گئے ہوئے تھے۔ مصر مین گو قاہرہ کے قلعہ پر سلطانی علم لہرا رہا تھا مگر مملوک سردار پاشا اور اوس کے عمال کی کچھ حقیقت نہین سمجھتے تھے۔ شام مین کوہ لبنان کے متولی۔ دروس اور فلسطین کے کوہستانی علاقہ کے قبائل عملی طور پر بالکل آزاد تھے یہی حالت شمالی یونان۔ ایپائرس اور سولی علاقون کے قبیلون کی تھی۔ مانٹی نیگرو اور ہرزیگوینا مین بھی یہی نقشہ تھا۔ مالڈیویا اور والیشیا گو بظاہر ٹرکی کو واپس مل گئے ہوئے تھے۔ مگر درحقیقت عثمانیون کے بجائے وہ زیادہ تر روسی اقتدار کے ماتحت تھے۔ شومی بخت سے صرف وہی قومین جو مذہب، معاشرت اور زبان مین ترکون سے متغایر تھین نہین بگڑی ہوئی تھین۔ بلکہ مسلمان رعایا مین سے بھی جو کافی زبردست ہو جاتے تھے۔ وہ بطور قاعدہ کلیہ نمائشی اور زبانی فرمانبرداری کے سوا اور سب طرح سے مطلق العنان ہو جاتے۔ بغاوت اور خانہ جنگی بڑے بڑے پاشاؤن کا معمولی وطیرہ تھا۔ عکہ کے گورنر جزار پاشا نے خراج و محاصل دینے سے صاف انکار کر دیا۔ سلطانی قاصدون کو کمال بیباکی سے قتل کرا دیتا۔ اور جہان یہ علاقہ پر اسقدر جور و ظلم کرتا کہ لوگون نے اوسکا نام ہی جزار یعنی قصاب رکھ دیا تھا۔ اخالزقا اور طرابزون کے پاشاؤن کی بھی یہی کیفیت تھی۔ بغداد کے پاشا سے کئی برسون سے ایک حبہ شاہی خزانہ کو وصول نہ ہوا تھا۔ ودن مین مشہور پسوان اوغلو نے کئی برس اودہم برپا رکھا۔ اور قرب و جوار کے علاقہ کو اجنبی دشمن کیطرح تاخت و تاراج کرتا رہا۔ یہ شخص اعیان ودن مین سے تھا۔ عہدنامہ جاسی کی وقت اوسکا باپ بلاوجہ

کر دیا گیا تھا جسپر وہ حکومت سے بگڑ کر بلقانی علاقہ مین چلا گیا۔ اور آہستہ آہستہ وہان کے قزاقون کا جنہین قرزالی یکارا جاتا تھا جم غفیر جمع کرکے لوٹ مار شروع کر دی۔ اور پھر و دین پر قبضہ کرکے کل علاقہ مین اپنا سکہ بٹھا دیا۔ باب عالی نے کئی دفعہ اوس کے مقابلہ پر فوجین بھیجین جو ناکام واپس لوٹتی رہین۔ اسپر ترکی گورنمنٹ نے اُس سے تعلق اور چاپلوسی سے قابو کرنا چاہا۔ مگر وہ اِس تدبیر سے کبھی راہ راست پر نہ آیا۔ اسکا مزید ذکر صوبون کی بغاوت مین کیا جائیگا۔

پاشاؤن اور گورنرون کی خودسری کی یہ کیفیت تھی جو بیان ہوچکی ہے جیسا انتظام ابسا دہم پر بہم ہو تو ملک مین عام بد امنی کا ہونا کوئی تعجب کی بات نہین ہوسکتی کہین رعایا پاشاؤن کے ظلم سے تنگ آکر بغاوت کر رہی تھی کہین ایک پاشا دوسرے سے لڑ رہا تھا۔ اور اکثر صوبون مین بدمعاشون نے دلیر ہوکر رعایا کا ناک مین دم کر رکھا تھا۔ الغرض ملک کی بربادی اور رعایا کی تباہی کے لیے کوئی ایسا سامان نہ تہا۔ جو موجود نہ ہو جو دسرا پاشاؤن سے بڑہ کر خود انکی تسمت کے وہ فرمان تھے جو رعیت کی تباہی کا باعث ہو رہے تھے۔

یہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ چند مستثنیات کے علاوہ عام طور پر گورنر ایک سال کے لیے مقرر ہوتے تھے۔ اور یہ تقرریان ہمیشہ رشوتین دیکر حاصل کیجاتی تھین۔ مگر ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ جو شخص مصاحبین و وزرا سے گورنری حاصل کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ وہ گھر سے متمول ہوتا۔ یا اپنے پاس بقدر روپیہ رکھتے ہون جو عہدہ کی قیمت اور رشوتون کے دینے کے لیے کفایت کرے۔ وہ اس غرض کے لیے بالعموم محلہ فنار کے کسی مالدار یونانی یا کسی ارمنی ساہوکار سے رقم مطلوبہ قرض لیا کرتے تھے قرض دہندہ فی الحقیقت اِس صوبہ کا جسپر اوس کا مقروض متعین ہو مرتہن ہوجاتا تہا۔ اور رہن بھی باقبضہ ہوتا تھا کیونکہ لازمی طور پر اوس کا معتبر ایجنٹ سکرٹری کی حیثیت مین پاشا کے ساتھ جاتا تھا۔ اور بسا اوقات صوبہ کا واقعی حاکم یہی سکرٹری ہوتا تہا۔ یہ عموماً پایا گیا ہے کہ جب کبھی مفتوح قوم کے کسی فرد کو اپنے حاکمون کی ماتحت روپیہ کے زور سے کوئی طاقت حاصل ہو جاتی تو وہ فاتحین سے زیادہ تر فاتح قوم کے ہم مذہب اور نیز اپنی ہمقوم رعیت پر جور و ظلم کرتا ہے۔ یہی کیفیت ان عیسائی ایجنٹون کی تھی جو کمال سنگدلی اور بیرحمی سے بنام ملک اور اپنے بھائیون کا خون چوسا کرتے تھے۔ ہر سال عہدہ کی تجدید کرانے کی ضرورت پاشاؤن کو اِس مالی غلامی سے آزاد نہین ہونے دیتی تھی۔ بعض اوقات باب عالی تقرری سے پہلے ہی نو مقرر شدہ گورنرون سے یہ عہد لیا کرتا تہا کہ وہ کسی یونانی صراف یا ارمنی ساہوکار کی ضمانت داخل کرین۔ کہ صوبہ کی محاصل وقت مقررہ پر بھیجے جاتے رہین گے۔ اِس سے ان انسانی درندون اور بدخواہان ملک و قوم کو پاشاؤن پر اور زیادہ اقتدار حاصل ہو جاتا تھا۔ وہ جب چاہتے ضمانت کو فسخ کرا کر پاشا کو برطرف کرا سکتے تھے۔ اور اون کا یہ اقتدار رعیت کے حق مین اور ستم ڈہاتا تہا۔ اِن اور اسی طرح کی اور ذریعون سے رعایا کا خون کمال بیدردی سے چوسا جاتا تھا۔ مگر خزانہ شاہی مین بہت ہی کم روپیہ داخل ہوتا تھا۔ ہر ایک ایجنٹ اور اوس کا ماتحت عملہ رعیت کے بدن پر جونک کی طرح سود خواری سے لپٹا ہوا تھا۔ رشوت، جبر و ظلم الغرض ہر وسیلہ سے کپڑا تک نہ چھوڑتے تھے۔ لیکن محصولیون کا بڑا حصہ خود خورد برد کرکے بڑے سے بڑے منصب داروں کو حتی الامکان

تھوڑی سے تھوڑی رقم فرد وصولی مین دکھاتے تھے۔ اعیان بھی عموماً پاشا کے ساتھ ان خرابیون مین شریک ہوتے تھے۔ حالانکہ اونکی تقرری کا قاعدہ خاص اسلئے نافذ کیا گیا تھا کہ وہ رعیت کو پاشا اور اوس کے خوشامدیون کی ناجائز کارروائیون اور ستم سے محفوظ رکھنے کا کام دین۔ شاذ و نادر اگر کوئی اعیان متدین اور باہمت ہوتا اور ان خرابیون مین شریک نہ ہوتا۔ تو پاشا اور اوس کے ساتھیون کے پاس اسکا بہترین علاج موجود تھا کہ کوئی جھوٹا الزام لگا کر اُسے قاضی کے روبرو پیش کردیتے تھے۔ غالباً کی بات ہر کہ جب نوبت یہان تک آتی ہر تو سب کے سب ایک ہی رنگ مین رنگ جاتے ہین۔ قاضی صاحبان یعنی مجسٹریٹ بھی عموماً پاشاؤن کیطرح اپنے عہدون پر بذریعہ خرید متصرف اور واقعی ایسے ظالم اور خائن ہوتے تھے۔ چنانچہ قاضی صاحب فی الفور اوس بیگناہ کو سزا دیدیتے تھے جس سے وہ رتبہ اعیانی سے برطرف ہوجاتا۔

اپنے اپنے علاقہ مین رعیت کی حیات و ممات پر گورنرون کو کامل اختیار حاصل تھا۔ ہر پاشا شاہی طمطراق سے اپنا دربار اور نیز حاضرباش لشکر قائم رکھتا تھا جن کے اخراجات کے لیئے بھی اُسے ہر وقت روپیہ کی ضرورت رہتی تھی جس ضرورت کو کامل اختیارات بآسانی پورا کردیتے تھے۔ اونکی نگرانی اور خودسری کی روک تھام کے لیئے صرف مجلس اعیان ہی ہوتی تھی اور اس مجلس کے ارکان کی کیفیت اور ذلت لکھی جاچکی ہے۔ حکومت کیطرف سے اگر محاصل باقاعدہ بھیج جاتے رہین تو اور کسی امر پر کبھی کچھ بازپرس نہین ہوتی تھی۔ اور نہ کبھی یہ پوچھا جاتا تھا کہ زر مرسلہ کس طرح جمع کیا گیا ہے۔ ہان جب کبھی کسی صوبہ کی رعیت تنگ آکر شکایتین شروع کردیتی اور عرصہ تک شکایتون اور فریادون کا سلسلہ قائم رہتا اور ساتھ ہی وہ پاشا جس کی شکایت کیجارہی ہو دولتمند بھی ہو۔ تو اوس وقت باب عالی گاہ گاہ کروٹ بدلنے پر آمادہ ہوجاتا اور پاشا کو معزول کردیا جاتا۔ مگر رعیت کی کوئی اشک شوئی نہ ہوتی۔ نہ اوس کے نقصانات کی کچھ تلافی کیجاتی۔ معزول پاشا عموماً قتل اور اوسکا جمع جتھا سلطانی خزانہ مین داخل کردیا جاتا۔ رعایا ویسی کی ویسی بیٹھی رہتی۔ بلکہ نئے گورنر کی تقرری سے بسا اوقات پہلے سے بھی زیادہ گرفتار بلا ہوجاتے۔ کیونکہ معزول و مقتول پاشا تو کئی برسون سے خون چوس چوس کر خوب موٹا ہو گیا تھا۔ اور اُسے غالباً روپیہ کی پہلی جیسی ہوس نہین رہ گئی ہوتی تھی جس کے برعکس جدید گورنر کو ہوس ہی نہین روپیہ کی سخت احتیاج بھی ہوتی تھی۔

اونکے عہدہ دارون بیگون اور آغاؤن کے اختیارات بھی قانوناً اور رواجاً اوسی قسم کے تھے جیسے کہ پاشاؤن کے۔ فرق صرف اختیارات کے مدارج مین تھا۔ اسکے علاوہ کل سلطنت مین ایک اور قسم کے چھوٹے چھوٹے ظالمون کا لشکر بھرا پڑا تھا۔ یہ شخص اضلاع کے محاصل کے اجارہ دار تھے۔ جو چار چار پانچ پانچ دیہات کو ایک ایک پرگنہ کے سرکاری محاصل کا اجارہ مدت العمر یا چند برسون کیلیئے باب عالی سے حاصل کرلیا کرتے تھے۔ جو اجارے مدت العمر کیلیئے ہوتے تھے۔ وہ مقطع کہلاتے تھے اور میعادی اجارے التزامی۔ الغرض اوس وقت ترکی رعایا پر وہی تباہی وارد ہورہی تھی جو دو ہزار برس پیشتر انہی علاقون پر رومتہ الکبریٰ کی جمہوری ریاست کے انحطاط اور خرابی کے آخری دور مین پروقونصلون (گورنرون) اور پبلیکنون (محصلون) کے ہاتھون

وارد ہوئی تھی۔

میری ڈیل صاحب اپنی کتاب تاریخ روما میں اسکی متعلق حسب ذیل تحریر کرتے ہیں: "ہر دو فصیلوں کے گرد جتھہ داروں کا ایک لشکر موجود رہتا تھا جو سب کو سب اپنے لیے دولت بٹورنے اور اپنے ساتھیوں کی مدد کرنے میں مصروف رہتے تھے جو ہر دو فصیلوں کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے آپ کو اعلیٰ حکومت سے بالکل آزاد سمجھتے تھے۔ اور شتر بے مہار کی طرح اپنی سیہ کاریوں میں مشغول رہتے تھے۔ وہ خود کو کسی طرح مرکزی گورنمنٹ کی طرف سے باز پرس کیے جانے کا مستوجب نہیں سمجھتے تھے۔ محاصل ارضی خراج اور تمام دیگر ٹیکسوں کے اجارے رومن ٹھیکہ داروں کو ملے ہوئے تھے۔ یہ لوگ ان اشخاص میں سے ہوتے تھے جن کو وطن میں اعلیٰ ملکی عہدوں پر فائز ہونے کے موقع حاصل نہ ہوتے تھے۔ اور وہ اپنے اعلیٰ حکام صوبہ کی چشم پوشی اور روم کی مرکزی حکومت اور سلطنت کی تباہ حالت سے دلیر ہو کر حکومت اور رعایا دونوں کو یکساں اپنی مکروہ چالوں اور دغا بازیوں سے لوٹتے رہتے تھے۔"

جاگیری انتظام میں بے اندازہ خرابیاں پیدا کیں۔ اور باب عالی کی غفلت یا کمزوری سے سلطنت کے کئی اہم صوبوں میں مختلف اقوام و مذاہب کی چھوٹی چھوٹی خود سر ریاستوں کے قائم ہو جانے سے بھی سلطنت عثمانیہ کی کمزوری اور بدنصیبی میں بیحساب اضافہ ہو گیا ہوا تھا۔ سلطان سلیمان کے عہد کے حالات میں جب کہ ترکی سلطنت کا آفتاب اقبال نصف النہار پر پہنچ گیا تھا۔ جاگیری طریقہ کا مفصل ذکر ہو چکا ہے جسمیں وہ اسباب بھی بتا دیئے گئے تھے جن کی وجہ سے ترکی سلطنت میں اس طریقہ سے وہ خرابیاں پیدا نہیں ہو سکی تھیں جو زمانہ وسطیٰ میں تقریباً تمام عیسائی سلطنتوں میں پھیل گئی ہوئی تھیں۔ زمانہ مذکور میں یورپ میں بھی یہی طریق مروج تھا۔ مگر اس کی مشین کے پرزے ایسے ڈھیلے پڑ گئے تھے کہ ہر جاگیردار بجائے خود بادشاہ بن کر اپنے آقائے نعمت کا رقیب اور اپنے علاقہ کی رعایا کیلئے وبال جان ہو گیا ہوا تھا امتداد زمانہ سے ترکی طریق جاگیرداری میں بھی آخر یہی خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ اور اٹھارہویں صدی تک پہلا نقشہ بالکل ہی بدل گیا۔ کل ملک اور خاصکر ایشیائی مقبوضات میں ہزاروں موروثی جاگیردار موجود ہو گئے ہوئے تھے۔ وہ اپنے آپ کو عموماً درہ بک (اغایان یا مالکان درہ ہائے) کے خطاب سے موسوم کرتے تھے۔ اور انکی بادشاہ سے تمرد و سرکشی و نافرمانی اور ماتحتوں پر جور و ظلم کرنے سے ملک میں وہی قبیح برائیاں اور خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں جو چند صدی پیشتر جرمنی اور فرانس میں بیرنوں اور نائٹوں کی طفیل اور ہندوستان میں انگریزی سلطنت کی ابتدائی دور دورہ میں طوائف الملوکی کی وجہ سے برپا ہو رہی تھیں۔ یہ جاگیردار زبانی اور نام نہاد طور پر سلطان اور اوس کے گورنر کی اطاعت کو ماننے رہنے سے تو انکار نہیں کرتے تھے۔ لیکن یہ کسی سرکاری عہدہ دار کی مجال نہ تھی کہ جاگیردار کے قلعہ میں داخل ہو کر کسی سرکاری حکم کی تعمیل کرا سکے۔ اگر کوئی افسر ایسا کرنے کی جرأت کرتا تو اوس کے ساتھ وہی سلوک ہوتا جو جرمنی کے قیصر فریڈرک ثالث کے قاصد کے ساتھ دریائے رائن کے علاقہ کے کسی جرمن بیرن کے قلعہ میں۔ یا چارلس دہ لوج (شاہ فرانس) کے

ایلچی کے ساتھ فرانس کو صوبہ برٹینی یا روئین مین کیا جاتا۔

بقول کریسی اوس زمانہ مین جو بیٹیاک کمال بتری وطوائف الملوکی کا زمانہ تہا جو چھوٹی چھوٹی مقامی طاقتین (جاگیردار و محصل وعہدہ دار وغیرہ وغیرہ) ایکدوسرے کے ساتھ اور مرکزی حکومت سے برسر جنگ تہین۔ اونکی نوعیت عام شمار کا پورا پورا بیان ناظرین کو بتانا تقریبًا ناممکن ہی۔ ایک انگریز سیاح سر جان کلم ہوس نے جو بعد مین لارڈ بروٹن ہوگیا تھا گذشتہ صدی کے خاتمہ سے چند سال بعد صوبہ البانیا کے جو چشمدید حالات بیان کئیے ہین وہ دوسرے صوبون کی حالت کو اندازہ کرنے کے لیئے بخوبی مثال کا کام دیسکتے ہین۔ اوس کا بیان ہی کہ "البانیا مین تقریبًا ہر قسم کی طرز حکومت کا نمونہ پایا جاتا ہے بعض اضلاع اور قصبون پر ایک شخص جسے بالا باشی یا کپتان کا خطاب ملا ہوتا ہے حکمران ہی۔ بعض جگہ قوم کے بڑے حکمران ہین۔ اور کئی مقامات مین باشندے کسیکی ماتحت نہین۔ ہر ایک آدمی اپنے خاندان کا بادشاہ ہی بعض جگہ کسیطرح کی حکومت نہین۔ اور اگرچہ وہان بظاہر کوئی بدنظمی نظر نہین آتی بلکہ یہ حق الامر ہے کہ وہان کوئی حکمران موجود نہین ہماری سیاحت کے وقت آرگیرو کسترو کے قصبہ عظیم مین یہی کیفیت تھی۔ اکثر حصص مین آغا یا آپ اپنے اپنے علاقہ کے خود مختار حکمران ہین۔ باب عالی کی جس نے عثمانیہ عظمت کے زمانہ مین ملک کو متعدد چھوٹے چھوٹے صوبون اور ضلعون مین منقسم کیا تہا بہت کم پروا کیجاتی ہے اور اوس نے صوبون کی جو حدود مقرر کی تہین۔ وہ نسیًا منسیًا ہوگئی اور راون مین گربڑ پڑ گئی ہوئی ہے۔"[1]

قسطنطنیہ مین مرکزی حکومت کا جو کچھ شائبہ موجود تھا اوس مین بدستور فوجی اور ملکی معاملات مین وزیر اعظم سلطان کا اعلے مشیر اور افسر۔ اور مفتی علماء کے اعلی افسر کی حیثیت سے سلطان کے بعد "جو بحیثیت خلیفہ تمام سنی مسلمانون کا مذہبی مقتدا اور سردار تہا اور ہے" اعلے ترین مذہبی افسر تھا۔ وزیر اعظم کے ماتحت قائمقام یعنی نائب صدر اعظم کے علاوہ تاپہ یک ایک افسر ہوتا تھا جو داخلیہ و غیر فوجی صیغون کا نگران ہوتا تھا صیغہ خارجیہ رئیس آفندی کی تحویل مین ہوتا تھا۔ چاؤش باشی وزیر اعظم کی عدالت کا نائب میر مجلس و پایہ تخت کی پولیس کا اعلے افسر کا خطاب تہا۔ دربار کا اعلے مارشل بھی یہی عہدہ دار ہوا کرتا تھا۔ ہر ایک صیغہ کے لیئے متعدد منشاجی (سکرٹری) ہوتے تھے صیغہ مال مین کئی دفتر دار یعنی محاسب مقرر تھے۔ انکے علاوہ گورنمنٹ کے مختلف صیغون اور شاہی دربار مین ایشیائی شاہی درباروں کی طرح ہزارون چھوٹے بڑے اور عہدے تھے جن کی تعداد زوال پذیر سلطنتون مین زوال کے ساتھ ساتھ عمومًا بڑھتی چلی جاتی ہی کیونکہ زوال عمومًا بادشاہون کے عیش و عشرت مین پڑجانے سے شروع ہوجاتا ہی۔ اور اسی عیش و عشرت کیوجہ سے نئے نئے سامانون اور نئے رنگ کے آدمیون اور مصاحبون کا جمگھٹا بڑہتا جاتا ہے۔

اب عمومًا دیوان[2] تیسرے چہ ہفتون مین ایک دفعہ سے زیادہ منعقد نہین ہوا کرتا تھا۔ البتہ صدر اعظم کے معمولی دیوان کا

[1] یہ الفاظ سر ایڈورڈ کریسی کے ہین۔ دیکھو انکی تاریخ صفحہ ۴۵۱۔ مؤلف [2] سلطنت کی اعلیٰ مجلس شوریٰ کا نام

اجلاس اکثر ہوتا رہتا تھا یہ دیوان مجلس عدالت کا بھی کام دیا کرتا تھا۔ اور اوس مین وزیر کے علاوہ قپو دان پاشا۔ دو قاضی عسکر اور نشانجی و دفتر دار شامل ہوتے تھے۔ اہم معاملات پر غور کرنے کے لیئے بڑی کونسل طلب کیجاتی تھی۔ اسمین تقریباً جملہ ممبر بیئے سلطنت کو تمام طبقون کے اعلیٰ افسر اور مقتدا شامل ہوتے تھے۔ اشد ضرورت کے وقت جب کہ فی الفور کسی اہم ترین معاملہ کا فیصلہ کرنا ہوتو دیوان ایستادہ منعقد کیا جاتا تھا۔ اور اوس مین ارکان دیوان بیٹھنے کے بغیر کھڑے ہو کر معاملہ زیر بحث پر غور و فکر اور مباحثہ کرتے تھے۔

علماء اور بالخصوص مفتی یعنے شیخ الاسلام کی طاقت بہ نسبت سابق بہت بڑھ گئی تھی اور ابھی بڑہتی چلی جا رہی تھی یہی کیفیت املاک اوقاف کی تھی جن کی مقدار بہت بڑھ گئی ہوئی تھی۔ سلطنت کو املاک ارضی و عمارتی کو حصہ کثیر کو وقف ہوجانے دینا اغراض مملکت اور خزانہ شاہی کے لیئے گو بلاشبہ مستحسن امر نہ تھا۔ مگر مالکان جائیداد یہ کارروائی عموماً ان خرابیون سے کسیقدر بےفکر رہنے کے لیئے جو کمال بدانتظامی کیحالت مین ٹرکی کے مالکان املاک پر وارد ہوتی رہتی تھیں کرتے تھے اور نہ فقط شخصی جائیدادین بلکہ سالم ضلع کے ضلع اور شہر کے شہر مساجد اور دیگر مذہبی کامون (خانقاہ و مدارس وغیرہ وغیرہ) کے ملک مین داخل ہوگئے ہوئے تھے۔ اور اون کے متصرف و قابض حسب شرائط وقف رکان یا کرایہ دینے سے جو بالعموم خفیف ہوتا تھا۔ بلا فکر قابض و دخیل رہتے چلے جاتے تھے۔ اور شاہی حکومت کے ٹیکسون اور مقامی حاکمان کی دستبرد دونون سے محفوظ رہتے تھے۔ یہی مراعات اون اضلاع کے باشندون کو حاصل تہین۔ جو والدہ سلطان اور دیگر بڑے بڑے اشخاص کی خاص ملکیت تھے۔ انکے علاوہ بہت سے ایسے پرگنے بھی تھے۔ جہانکی عیسائی رعایا قدیم رواج یا شاہی سند کے رو سے فاتح قوم کی مداخلت سے بالکل مصئون تھی۔ اور جہان ہر ایک ترک کو رہایش اختیار کرنے کی قطعی ممانعت تھی اوس زمانہ مین جو تھوڑی سی بہت تجارتی رونق اور دولت ٹرکی مین پائی جاتی تھی۔ وہ ایسی ہی رعایتی علاقون کی موجودگی اور اوس خاص استحقاق کیوجہ سے تہی جو غیر ملک کی رعایا کو اپنے ہی ملک کے قوانین اور قونصلون کو ماتحت رہنے کا حاصل تہا۔ مزید برآن کبھی کبھی کوئی منصف مزاج اور قابل شخص بھی گورنری پر مامور ہوجاتے تھے۔ اور وہ کئی خرابیون کا حتی الوسع انسداد کردیتے تھے۔ اور کبھی کبھی ایسے جابر شخص گورنر ہوجاتے تھے جو اپنے سوا کسی اور فرد کو اپنے علاقہ مین کسیطرح کی زیادتی نہ کرنے دیتے تھے۔ اور خطا کار کو عبرت بخش سزا دیا کرتے تھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایک شخص خواہ کیسا ہی ظالم اور تلون مزاج

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۲)۔ دیوان تہا جس مین سلطان کی عدم موجودگی مین صدر اعظم میر مجلس ہوتا تہا۔ دیگر وزراء اور قاضی عسکر میر مجلس کے دائین ہاتھ اور دفتر دار و نشانجی بائین ہاتھ نشست کرتے تھے۔ اور تسکرجی جن کے ذمہ ہر محکمہ کے حالات عرض کرنے کا کام سپرد ہوتا تھا۔ صدر اعظم کے سامنے کھڑے ہوتے تہے۔ رئیس آفندی۔ اعلیٰ حاجب اور اعلیٰ شیر کے علاوہ دربار کے کئی اور اہلکار بھی دیوان مین شریک ہوتے تہے۔ وزیر اعظم بشرط ضرورت اپنے محل مین بھی دیوان کا اجلاس کرسکتا تہا۔ اور مہر سلطانی ہمیشہ اوسکی تحویل مین رہتی تھی۔ مؤلف

ہو۔ رعایا کو اوس سے اسقدر تکلیف اور سختی نہیں پہنچ سکتی جیسی کہ ہزارون کے ظلم وستم سے۔ خواہ وہ کیسی ہی تھوڑی تھوڑی سی مقدار مین کیون نہ کیا جائے۔

ان معاملات کو چھوڑ کر جب سلطنت کو اوس شعبہ کی طرف توجہ کی جائے جس سے اندرونی باغیون یا اجنبی حملہ آورون کے مقابلہ پر سلطان کی حکومت قایم رکھی جا سکتی تھی تو اوسے ایسی ابتر حالت مین پایا جائے گا کہ اوسے دیکھکر اس بات پر تعجب نہین ہوگا کہ عیسائی طاقتین کسطرح ٹرکی پر فتوحات حاصل کر رہی تھین۔ بلکہ اس بات پر کہ روسی و آسٹروی ابتک اوس کا قطعی قلع قمع کرنے مین کیون کامیاب نہ ہوئے۔

انگریز مورخ تھارنٹن اپنی تاریخ مین جو سنہ ۱۸۰۷ء مین شایع کی گئی تھی ٹرکی افواج کی دو بڑی اقسام تحریر کرتا ہے ایک تنخواہ دار تھی جسے کاپو قلی (غلامانِ بابعالی) پکارا جاتا تھا۔ اور دوسری بلا تنخواہ جو طوپراقلی کہلاتی تھی تنخواہ دار فوج مین سب سے زبردست اور کثیر التعداد ینگچریون کا دستہ تھا۔ اس فوج کے قیام و عروج و سرکشی کے حالات پہلے مفصل بیان ہوچکے ہین کہ کسطرح دوم عثمانیہ سلطان ارخان کے عہد مین وزیر علاؤ الدین اور قرا خلیل چندرلی کی صلاح سے یہ قایم کیا گیا پھر سلطان محمد فاتح اور سلطان سلیمان صاحقران کے عہد مین اونکی تعداد۔ با تعریف نظام اور طاقت مین کیا اضافہ ہوا۔ بعد ازان اون مین کسطرح خود سری کی بری عادت راسخ ہوتی چلی گئی۔ آیندہ عیسائی لڑکون کا حسب دستور قدیم اس فوج مین بھرتی کئے جانیکا طریقہ بتدریج ترک العمل ہوگیا۔ اور مسلمان ہی اس مین بھرتی ہونے لگ گئے۔ اور کسطرح اوس کی تعداد بے اندازہ بڑھتی گئی۔ اور پھر ینگچریون کے مختلف پیشہ اختیار کر لینے سے کسطرح اس فوج کی جنگی طاقت اور قابلیت مین کمی ہوگئی تھی۔ اٹھارہوین صدی کے خاتمہ پر ینگچری فوج کے رجسٹر مین ڈیرہ لاکھ نام درج تھے۔ جو سلطنت کے مختلف شہرون مین رہائش پذیر تھے۔ اور وہان فوجی اثر اور حکومت کی وجہ سے کسیکی کچھ حقیقت نہین سمجھتے تھے۔ اور جہان ساتھ ہی وہ فوجی کامون کو چھوڑ کر مختلف پیشون مین مصروف تھے۔ ڈیرہ لاکھ کی تعداد کچھ کم نہین۔ مگر اکثر لوگ ان مراعات کے باعث جو ینگچریون کو حاصل تہین۔ بد نیتی سے اپنا نام درج رجسٹر کرا دیتے تھے۔ اور سپاہیانہ قابلیت پیدا کرنے کا کبھی نام تک نہین لیتے تھے۔ پس لڑائی کی وقت اوسیقدر آدمیون کے جو درج رجسٹر تھے حاضر ہو جانے کی کبھی توقع نہین ہو سکتی تھی۔ خود ینگچری سپاہی کئی ناقابل اور بالکل نکمہ اشخاص کو نام طرح طرح کی دہوکہ بازیون سے رجسٹر مین درج کرا دیتے تھے۔ اور افسرون کی ایما سے کہے سبقت لیگئی ہوئی تھی ہزارون ایسے شخص رجسٹرون مین درج ہوتے تھے جو برسون کو مرچکے ہوتے تھے۔ اور انکی تنخواہین افسر خود ہضم کرتے رہتے تھے۔ تاہم ینگچریون کا ایسا ضبوط جتھا ملک مین موجود ہوگیا ہوا تھا جسے بحالت امن یا صلح بہت ہی بڑی قوت اور اہمیت حاصل تھی۔ وہ بڑے متعصب مسلمان تھے۔ اور چونکہ انہین علم تہا کہ سلاطین اس فوج کو بنظر اشتباہ دیکھتے ہین وہ اپنی طرف سے خوب ہشیار رہتے تھے۔ اور نظام ملک مین اگر ذرہ سی اصلاح بھی کیجاتی تھی تو اوسے نفرت اور شک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ اگر رعایا پر سختی کرنے یا بالا دست حکام اور حکومت کو برخلاف جب دل چاہا بغاوت کر دینے کے جو استحقاق

اونہون نے خود ہی اپنے لیے قایم کر لیے ہوئے تھے۔ اگر اون مین خفیف سی بداخلاقی اور دست اندازی ہونیکا اون کو شبہ ہو جاتا تو وہ سب متفق ہو کر بر سر فساد ہو جاتے۔

ینگچریون کے علاوہ تنخواہ دار فوج مین ایک دستہ توپچیون کا تھا۔ اونکی تعداد تیس ہزار درج رجسٹر تھی۔ وہ بھی ینگچریون کیطرح سلطنت کے بڑے بڑے شہرون مین پھیلے ہوئے تھے۔ اور اس بات کے پابند تھے کہ حکم ملتے ہی اپنی اپنی پلٹنون کے جھنڈے تلے جمع ہو جائین۔ قسطنطنیہ اور اڈریانوپل کے شاہی محلات کو باغبان برابر پہلے کیطرح مسلح رکھے جاتے تھے اور اونکی جمعیت کو بھی کم نہین ہونے دیا جاتا تھا۔ یہ کیطرح سے سلطان کے باڈی گارڈ (ذاتی محافظین) کا کام دیتے تھے۔ ان تینون قسم کے دستون کے علاوہ باقاعدہ فوج پیدل کے اور بھی کئی چھوٹے چھوٹے دستے تھے۔ سپاہیون اور سلحدارون کے پرانے رسالے بھی بدستور قایم تھے۔ مگر اون کی تعداد اور قابلیت مین بہت کمی ہوگئی ہوئی تھی۔ بے قاعدہ فوج یعنے طوبراقلی مین زیادہ اون جاگیردارون کے دستے ہوتے تھے جن کو بہم پہنچانیکا تیمارات اور زعامتون کے مالکون نے ذمہ لیا ہوا تھا۔ مگر جاگیری طریقہ کی متذکرہ صدر خرابیون کی وجہ سے ان دستون کی جمعیت کی نسبت یقین کے ساتھ نہین کہا جا سکتا تھا کہ وہ اسقدر ہوگی۔ اس کے علاوہ اونمین فوجی قابلیت تقریباً ناپید ہوگئی ہوئی تھی۔ اور اون مین سے جو میدان جنگ مین پہنچ گئے ہون اونپر بھی یہ بھروسہ نہین ہو سکتا تھا کہ وہ محاربہ کے خاتمہ تک موجود رہینگے۔ بھاگ نہین جائینگے۔

ان قسمون کے علاوہ ایک اور قسم تھی جس کا نام سیری عسکری تھا۔ یہ لوگ عین لڑائی کے موقعہ پر بھرتی کیے جاتے تھے۔ اور جب تک میدان جنگ مین رہین تنخواہ پایا کرتے تھے۔ جب کسی ترکی شہر کا محاصرہ ہو جاتا تھا تو دوران محاصرہ مین کام دینے کے لیے بطور قومی محافظین تمام مسلمان مردون کو مسلح کر دیا جاتا تھا۔ یہ لوگ بیرلی نفرات کہلاتے تھے۔ ان کے علاوہ جو دیگر بیقاعدہ مجاہدین ترکی فوج مین شامل ہو جایا کرتے تھے۔ اونہین رضاکار یا جند للہ پکارا جاتا تھا۔

متذکرہ بالا سلطانی افواج باقاعدہ و بیقاعدہ کے علاوہ ہر صوبہ مین ایک علیحدہ علیحدہ فوجی دستہ بھی ہوتا تھا۔ اون کو سپاہی صراط قلی کہلاتے تھے۔ اور اون کو صوبون کے پاشا خود بھرتی کرتے اور اپنے پاس سے تنخواہ دیتے تھے۔ اون کو ہر وقت حاضر باش نہ رہنا پڑتا بلکہ لڑائی کے وقت یا جب لشکر صوبہ مذکور سے گذر رہا ہو طلب کیے جاتے تھے۔ ان کی تین قسمین تہین۔ ایک آذاپ یا پاونیر جن کا کام سڑکون کو صاف کرنا تھا۔ دوسرے لاگون جی یعنی سرنگ باز اور تیسرے حصارلی جو توپخانہ کے کام مین توپچیون کو مدد دیا کرتے تھے۔

بعض اوقات اور بالخصوص محاربہ کے آغاز مین ان اقسام مین سے کثیر التعداد فوجین عثمانیہ جھنڈون کے تلے جمع ہو جایا کرتی تہین۔ جنگ کے شروع ہونے پر باب عالی تین لاکھ سپاہی میدان جنگ کو بھیج سکتا تھا۔ اور اگر لڑائی مین فتح و نصرت حاصل ہو تو پھر مجاہدین اور رنگروٹون کی کوئی کمی نہین رہ جاتی۔ مگر اس جم غفیر کا بڑا حصہ محض بیقاعدہ سپاہی ہوتے تھے۔ جو فوجی نظام اور تجربہ سے بالکل ناآشنا ہوتے تھے۔ اور سرکاری طور پر بھی چند مہینون سے زیادہ عرصہ کیلیے

شاذ و نادر ہی بھرتی کیئے جاتے تھے چنانچہ فوج کو پہلی شکست ہوتی ہی وہ ہزاروں کی تعداد مین کمپ سے بھاگ جاتے اور راستہ مین دوست دشمن اور عیسائی مسلمان دونون کے دیہات کو یکسان لوٹتے گھسوٹتے گہرون کو واپس چلے جاتے۔ البتہ مورچون اور فصیلون کے پیچھے اور ناہموار علاقہ کی بکھری ہوئی لڑائیون مین غیر قواعد دان ترک کی بھی طبعی شجاعت اپنا جوہر دکھا جاتی تلوار کا استعمال اون کو بچپن سے سکھایا جاتا تھا جو ہر موقعہ پر دشمن کے مقابلہ پر اونہین خوب کام دیتا۔ ترکی سوارون کی شجاعت بھی کچھ کم قابل تعریف نہ تھی۔ وہ ایسی خطرناک زمین سے جس پر سے گذرنے کی دنیا مین شاید ہی کوئی اور فوج سوارون کی کبھی جرأت کرے گذر کر دشمن پر کمال تیزی سے حملہ کر دیتی تھی۔ اور اگر اوس وقت غنیم اون کے حملہ کو روکنے کے لیئے تیار نہ ہو یا اوس کے پاؤن لڑکھڑا گئے ہون تو اوسکی تباہی مین کوئی شک نہین رہ جاتا تھا۔ مگر اس طبعی شجاعت اور تہور کے باوجود یوروپین افواج کے باقاعدہ نظام اور ماہرانہ نقل و حرکت کے مقابلہ پر ترکی فوج جیسا کہ نپولین اعظم نے ایکدفعہ کہا تھا خود سر بلوائیون کا ایک غول بے تمیز مجمع معلوم ہوتی تھی۔ دو حیرت افزا مگر مسلم الثبوت امر اس خرابی کی کنہ صاف صاف بتا رہے ہین۔ ایک یہ کہ سپاہیون کے پاس ایک ہی جیسے ہتھیار نہ ہوتے تھے۔ اور دوم وہ فوجی قواعد کے نام و نشان سے بھی ناواقف ہوا کرتے تھے۔ فوج پیدل یا کیولری کیسی ہی کیون نہ ہو کوئی قاعدہ نہ تھا کہ فلان فلان ہتھیار استعمال کیا جائے نہ ان فوجون کو کمپنیون اور پلٹنون مین منقسم کر کے کبھی قواعد سکھائی جاتی تھی اور وہ یہ بھی نہین جانتے تھے کہ کمپنی یا پلٹن کو کسطرح میدان جنگ پر ایک ساتھ رخ بدلنا چاہیے۔ ہر ایک سپاہی اپنی حسب پسند ہتھیار رکھتا تھا۔ اور لڑائی شروع ہونے پر ہر ایک جسطرح سے چاہتا تھا۔ لڑائی کرتا تھا۔ چنانچہ فرنچ جرنیل بوئیر اوس وقت کے ترکی سپاہیون کی نسبت یہ رائے تحریر کرتا ہے۔

"ان مین کوئی نظام۔ باقاعدگی یا ثبات موجود نہ تھا۔ وہ پلٹنون مین صف آرا ہو کر کوچ کرنا تک نہین جانتے تھے۔ اور بے ترتیب ٹولیون مین آگے بڑھ کر وحشیانہ تہور اور تیزی کے ساتھ یکبارگی غنیم پر ٹوٹ پڑتے تھے"

ترکی افواج مین قدیم سے یہ قاعدہ مروج تھا کہ سپاہیون کو غنیم کی سپاہیون کے سر کاٹ کر سر عسکر کے خیمہ کے سامنے لانے پر انعام ملا کرتا تھا۔ فی سر ایک خاص رقم مقرر تھی۔ جس سے سپاہی کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ وہ جہانتک ہو سکے مقتول اعداء کے زیادہ سر کاٹے۔

چنانچہ ترکی سپاہیون کے ایک دوسرے سے جدا ہو جانے اور ایکدوسرے کی مدد کی پروا نہ کرنے کا لڑائی مین ایک بہت بڑا باعث یہ وحشیانہ رسم بھی تھی۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ لڑائی کے ابتدائی مرحلہ مین ترکون کو غنیم پر غلبہ حاصل ہو گیا مگر سپاہی غنیم کا تعاقب کرنے اور اپنے غلبہ کو قائم رکھنے کی بجائے مقتولین کے سر کاٹنے اور جمع کرنے کے لیئے ادہر اودہر بکھر گئے جس سے دشمن کو سنبھلنے کا موقعہ ملگیا اور اوسنے حملہ کر کے شکست کو فتح سے بدلدیا۔

بحری فوج کی حالت غازی حسن اور اوس کے جانشین قپودان پاشاؤن کے جد و جہد کے باوجود بری فوج سے

بھی ابتر ہو رہی تھی ۔

الغرض سلطنت کے ہر شعبہ کی حالت ایسی ناگفتہ بہ تھی کہ اگر یہہ کہا جائے کہ گذشتہ صدی کے خاتمہ کے قریب یعنی آج سے ایک سو برس پہلے سلطنت عثمانیہ کمال انحطاط کے درجہ پر پہونچگئی تھی تو اس مین ذرہ بھر مبالغہ نہین ہوگا مگر سلطان سلیم مرحوم کی اصلاحات سے ترکی تاریخ کا نیا دور شروع ہوگیا ۔ یہ بالکل درست ہو کہ اوس وقت سی بعد بھی ترکی کو کئی سخت زکین اوٹھانی پڑی ہین ۔ اوس مین بیشمار بغاوتین ہو چکی ہین ۔ بلکہ ابھی تک ہو رہی ہین اور اوس کے قبضہ سے کئی زرخیز صوبے اور نکل گئے ہین ۔ اور اوس کی کئی فوجین اور بیڑے تباہ ہوچکے ہین مگر ان سب باتون کے باوجود اس سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ اوس وقت سی ترکی کے فرمانروایون اور اوس کے مدبرون مین ایک نئی روح سرایت کر گئی ہوئی ہے ۔ اوس کا عمل اگرچہ کئی دفعہ رک گیا ہے ۔ مگر وہ معدوم کبھی نہین ہوئی ۔ اور اوس نے گو ترکی کا آخر انجام کچھہ ہی ہو پچھلی صدی کے مورخین و ولنی وغیرہ کی ان پیشینگوئیان کو جن کے عنقریب پورا ہوجانے کا وہ باصرار دعوے کرتے تھے ۔ بالکل جھٹلا دیا ہے ۔ و ولنی کے الفاظ حسب ذیل تھے :-

"یہ سلطان رعایا کی جہالت سی متاثر ہوکر اوسی کیسا جاہل رہیگا ۔ اور اپنے محل مین بند رہکر گلستان پڑہا کریگا عورتین اور خواجہ سرا بدستور سرکاری عہدون اور منصبون پر اپنے منظور نظر اور لو احقون وغیرہ کو مقرر کرتے اور گورنریان علانیہ فروخت کرتے رہین گے ۔ پاشا بدستور رعایا کو لوٹتے کھسوٹتے اور صوبون کو تلاش محض بناتے رہین گے ۔ دیوان اپنے اوسی تکبر تعصب اور جہالت مین غرق رہیگا ۔ رعایا اسی طرح تعصب اور مذہبی جنگ مشتعل ہوتی رہے گی ۔ اور جرنیل بدستور نالایقی اور ناقابلیت کے ساتھہ محاربات کرتے اور شکستین اوٹھاتے رہینگے حتی کہ اس سلطنت کی بیجوڑ اور متضاد عناصر سے بنی ہوئی عمارت بیخ و بن سے ہلجائے گی ۔ اوسکا مرکز ثقل قایم نہین رہیگا ۔ وہ اوٹھار اور دہم زمین پر آرہیگی اور کل دنیا اس جدید عظیم الشان کھنڈر کو دیکھکر ششدر رہجائیگی"

سر کریسی اسپر ریمارک کرتے ہین کہ سنہ ۱۲۲۲ء مین سر طامس رو نے بھی ایسی ہی پیشینگوئی کی تھی ۔ اور ہمارے زمانہ کے کئی جنونی بھی یہی پیشینگویان کرتے رہتے ہین ۔ مگر جس طرح رو کا قیاس پورے تین سو برس کے عرصہ مین اور و ولنی کا قیاس ایک سو برس کے اندر بھی پورا نہین اترا اسیطرح زمانہ حال کے سودائیون کی بکواس کا حشر ہوگا ۔ یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جن اشخاص کے جلد مرجانیکا سب کو یقین ہوتا ہے وہ عموماً بہت دیر تک زندہ رہتے ہین یہی کیفیت بسا اوقات اون سلطنتون کی ہوتی ہے جن کی نسبت ایسی ہی اندیشے ظاہر کیے جاتے ہون ۔ خاصکر ایسی صورت مین جبکہ یہہ اندیشے اون کو متنبہ کرکے باخبر اور ہوشیار بنا دین ۔ اور خدا کا شکر ہے کہ ان اندیشون ۔ دشمنون کی چالون اور گذشتہ واقعات نے ہمارے موجودہ خلیفۃ المسلمین کو بائیس برسون سے جن کی ذات والا صفات سے تخت خلافت رونق حاصل

کر رہا ہے۔ بہ خوبی ہوشیار اور متنبہ کر دیا ہوا ہے۔ اور وہ ان خطرات کو مقابلہ کے لیئے ہر طرح سے تیار ہو گئے ہوئے ہیں اور برابر تیار ہو رہے ہیں۔

باب (۱۲) دوازدہم

سلیم کی اصلاحات۔ افواج جدید۔ نپولین کی فوجکشی مصر پر۔ ٹرکی اور فرانس میں جنگ۔ روس اور انگلستان سے اتحاد۔ شام و عکہ کی حفاظت فرنچ افواج کی واپسی مصر سے۔ یوروپین دول کی مصالحت عامہ۔ سرویا میں مشکلات کی ابتدا۔ خود سر جاگیردار۔ قرا جارج۔ روس و انگلستان سے جنگ انگلستان کے نقصانات۔ روس سے التوائے جنگ۔ سلیم ثالث کا عزل۔ مصطفےٰ چہارم کی تخت نشینی۔ بیرقدار کا مصطفےٰ کو معزول کرنا۔ سلطان محمود ثانی کی تخت نشینی بیرقدار کی شہادت۔ ینگچریوں کی ظفریابی اور بظاہر اصلاحات کا خاتمہ۔ روس سے محاربہ کا پھر شروع ہونا۔ اور معاہدہ بخارسٹ۔

معاہدہ جاسی سے روسی محاربہ سے فراغت پاجانے اور زار ینہ کیتھرائن کے عہدنامہ مذکور سے بعد جلد فوت ہو جانے سے عنقریب ہی پھر روس سے لڑائی چھڑ جانے کا اندیشہ نہ رہ جانے سے سلیم کو اندرونی اصلاح کے مشکل اور ضروری کام کے لیئے فرصت ملگئی اور وہ پوری ہمت سے اس کٹھن فرض کے سرانجام میں مصروف ہو گیا۔ اور ایڈ کے شہر جینا میں کے لیئے جنہوں نے سلطنت کا شیرازہ پراگندہ کر رکھا تھا۔ اوس نے لقریباً ہر ایک محکمہ نمایاں فوجی خدمات کیں ... ار سپرد کئیے۔ جاگیری انتظام کی قباحتوں کو دفعیہ کیلئے اوس نے یہ انتظام اور بحری فوج کو یوروپین طریقہ پر (باقی دوسرے صفحہ پر)

تجویز کو اس طرح عمل میں لایا جائے کہ جو جاگیردار مرجائے، اوس کی زعامت یا تیمار ضبط کرلیجائے اور آئندہ اوسکی آمدنی سرکاری خزانہ میں داخل ہو کر جدید فوج کے قیام پر صرف کیجائے۔ صوبجات کے حسن انتظام کیلیے پاشاؤں کے اقتدار کو کم کرنے کی تجویز کر کے یہ ارادہ کیا گیا کہ آئندہ پاشا ایک سال کی بجائے تین برسوں کے لیئے مقرر ہوا کریں اور اگر اوس عرصہ میں گورنر نے اپنی حسن انتظام سے رعایا کو خوش رکھا ہو تو میعاد کے ختم ہونے پر اوسے دوسرے تین برسوں کیلیئے بھی اپنے عہدہ پر بحال رکھا جائے۔ اس کے ساتھ ہی محاصل کی وصول کے طریقہ میں یہ اصلاح سوچی گئی کہ اجارون کا دیا جانا قطعی موقوف کردیا جائے اور سرکاری ٹیکس صیغہ مال کے اہلکار براہ راست خود وصول کیا کریں۔ مرکزی گورنمنٹ یعنی صدر حکومت میں بھی کئی اصلاحات تجویز کی گئیں۔ وزیر اعظم کے اختیارات محدود کر دیئے جائیں، آئندہ وہ تمام اہم معاملات پر دیوان سے مشورہ کر لیا کرے۔ بدستور سابق باختیار خود ایسے معاملات کا تصفیہ نہ کر دیا کرے۔ دیوان میں بارہ اعلےٰ وزرائے سلطنت شامل ہوں جن میں سے ایک وزیر کا خاص کام یہ ہو کہ وہ اون محاصل کی وصولی کی نگرانی کیا کرے جن سے نئی فوج قائم کرنے کی تجویز کیگئی ہے۔ سرکاری صیغوں کی ان اصلاحوں کے علاوہ سلیم نے اپنی رعیت کی ہر طبقہ میں تعلیم اور شائستگی کو رواج دینے میں بھی اپنی طرف سے سعی و کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ چھاپہ کے کام کو جو احمد ثالث کے عہد میں پہلے پہل ٹرکی میں رائج ہوا تھا پھر تازہ کیکے اوسے رونق دیگئی۔ اور سلطان کے حکم سے مشہور ریاضی دان عبدالرحمن آفندی کی نگرانی میں فن حرب اور قلعہ بندی کے متعلق بیشمار کتابیں فرانسیسی سے ترکی میں ترجمہ کیگئیں۔ کل ممالک محروسہ میں جا بجا سلیم کی خاص زیر حمایت اکثر مدرسے بھی قائم ہوگئے۔ سلطان کی اس فیاضی اور علمی سرپرستی سے زیادہ تر فائدہ یونانی رعایا نے اٹھایا۔ اس قوم نے بیشمار نئے مدرسے قائم کرلیئے اور اوس کے پرانے مدرسوں میں بھی نئی روح پڑ گئی۔

سلیم ایسا وسیع خیال اور علم دوست تھا کہ چند برسوں کے بعد جب اوسے معلوم ہوا کہ یونانیوں کی وہ جماعت جو کچھ برسوں سے روس وغیرہ کے اغوا اور نیز تقاضائے فطرت انسانی سے انقلاب کی کوشش کر رہی تھی، اس علمی تحریک سے اپنے ابنائے ملک میں ترکوں کے برخلاف آزادی کا جوش اور شوق پھیلانے کا کام لے رہی ہے تو اس نیکدل فرمانروا نے یونانی مدارس اور چھاپہ خانوں کو بند کر دینے کی بجائے سرکاری خرچ سے اپنے دارالخلافہ میں ایک یونانی مطبع قائم کر دیا اور دارالخلافہ کے یونانی پادریوں سے ترکی گورنمنٹ کی حمایت میں کتابیں لکھوا کر شائع کرنی شروع کر دیں اور اس طریق سے [illegible] الفان گورنمنٹ کی زہریلی سازشوں اور کوششوں کے اثر کو روکنے کی کوشش کی۔ ۱۸۹۷ء میں اسی طرح کی بدظنی گورنمنٹ انگلشیہ کو ہندوستان کے دیسی مطابع اور اخبارات کی نسبت ہوگئی تھی مگر واقعات مابعد نے ثابت کر دیا یونانی رعایا کی طرف سے ترکی گورنمنٹ کو بدظنی صدی گذشتہ کے اخیر میں جیسی کہ درست اور معقول بنا پر مبنی تھی۔ ویسی ہی گورنمنٹ انگلشیہ کی بے اعتباری محض وہمی و [illegible] تھی۔ دیسی مدارس کے لیئے کوئی وجہ موجود نہ تھی۔ باوجود اس تباین [illegible]

ایک گورنمنٹ نے جسے اس زمانہ مین بھی نیم وحشی ہونیکا خطاب دیا جاتا ہے پورے ایک سو برس ہوئے اون تدارک سے احتراز کیا جس کو موجودہ صدی کے اخیر پر ایک ایسی گورنمنٹ جسکو دنیا بھر مین مہذب ترین گورنمنٹ ہونیکا دعویٰ ہے۔ اور اس کا یہ دعویٰ کئی باتون مین غلط بھی نہین۔ کمال لاپروائی سے عمل مین لائی۔ اور معترضین کے اعتراضات کی کچھ پروا نہ کی۔ آخر الذکر گورنمنٹ کا یہ فعل تہذیب و شائستگی کے سطحی اصولون کے لحاظ سے گو بُرا اور معیوب گنا جاے لیکن ماہران علم سیاست اس کو کبھی مذموم نہین کہین گے۔ بلکہ سلطان سلیم اس وسیع خیالی اور فیاض منشی کو قابل اعتراض تصور کرین گے۔ آنحضرت مہذبانہ اصول یا بالفاظ دیگر نرمی سے مخالفون کی چالون کا مقابلہ کرنا چاہتا۔ اور کامیاب نہ ہوا۔ بس اگر سلطان مرحوم گورنمنٹ انگلشیہ کی سے اعتباری کر کے بھی ویسے ہی مستحکم قواین ہوتے تو اسمین کوئی کلام نہین کہ اگر وہ ویسی ہی نرمی سے کام لیتی تو اغراض ملکداری کیلیے اوسکی یہ نرمی اچھا اثر نہ پیدا کرتی۔ اوسپر اگر کوئی الزام وارد ہو سکتا ہے تو یہی کہ ارسنے معقول وجہ ہونے کے بغیر اپنے دلمین کیون بے اعتباری کو جگہہ دی۔ گو معاملات سلطنت کچھ ایسے نازک ہوتے ہین کہ بے اعتباری کیلیے موہوم سا قرینہ موجود ہونے پر بھی ہوشیار رہ جانا اور حفظ ماتقدم کر لینا کسی طرح قابل گرفت نہین ہو سکتا۔ اور غالباً سلطان سلیم ثالث اور اوسی کے ہمخیال سلاطین نے نرم سلوک کے نتائج سے ہی تجربہ حاصل کر کے موجودہ صدی کے یورپین واضعان قانون کو نہ فقط غیر قوم و غیر مذہب رعایا بلکہ اپنی ہمقوم رعیت کیلیے بھی قانون مطابع اور قانون فتنہ انگیزی کا وضع کرنا سوجھایا ہے ۔

جدید افواج

سلطان سلیم نے ترکون کو سیاسی معاملات مین بہترین تعلیم دلانے کیلیے یورپین دربارون مین سفارتین مقرر کرنے اور ان سفارتون مین سفرا کے علاوہ چند نوجوان ترکون کو بھیجکر رہنے کا ارادہ کر کے مستقل سفارتون کے قیام کیلیے یورپین فرمانروایون کے پاس درخواست کی۔ انگلستان۔ فرانس۔ آسٹریا اور پرشیا نے تو اس درخواست کو بخوشی منظور کر لیا مگر دربار روس نے مستقل ترکی سفیر کے قیام کو منظور کرنے سے بڑی شادی کے ساتھ پہلو بچا لیا۔ ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ اور اس قسم کی صلاحات سلطنت کی تمدنی و ملکی بہتری و درستی کیلیے نہایت ضروری تھین اور اگر عمل مین آجاتین تو نہایت ہی مفید ثابت ہوتین لیکن سلطان سلیم اچھی طرح سے جانتا تھا کہ نہ فقط سلطنت کو بیرونی حملون سے بچانے کیلیے بلکہ اس اندرونی اصلاح کے نفاذ اور پائیداری کے لیے بھی باقاعدہ منتظم اور وفادار فوج کا ہونا لابدی ہے۔ سلطان سلیم کے سامنے روس کے زار پیٹر اعظم کی مثال موجود تھی جسنے اپنی جدید فوج سے جسکو لیفورٹ[۱] نے مغربی یورپ کی افواج کے نمونہ پر آراستہ کیا تھا۔ اندرونی خانہ جنگیون اور بیرونی

[۱] فرینکو اس لیفورٹ ایک قدیم سکاچ خاندان کی نسل سے تھا۔ اوس کے بڑے سکاٹلینڈ سے جاکر سوٹزرلینڈ کے شہر جنیوا مین آباد ہو گئے تھے۔ وہ کچھ عرصہ فرنچ اور ڈچ افواج مین ملازم رہکر روس چلا گیا۔ اور وہان نمایان فوجی خدمات کین۔ زار پیٹر کو تخت پر بٹھلانے مین بھی اوس نے بڑی مدد دی تھی۔ اوس نے روس کی بری اور بحری فوج کو یورپین طریقہ پر (باقی دوسرے صفحہ پر)

دشمنوں دونوں کی کھینچی کر دی تھی۔ اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ بیدار مغز سلیم کو جو یورپ کے مدبروں اور علامہ زمان مصنفوں کے خیالات کو بڑے شوق سے دریافت کرتا رہتا تھا۔ گذشتہ صدی کے سب ہی سر برآوردہ و آفکار معاملات سیاسیہ یعنے آدم سمتھ کی رائے ضرور معلوم ہو گئی ہوگی۔ اس نامور ماہر علم تمدن و سیاست مدن کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔ اوس نے روس کی ترقی کے اسباب کے متعلق حسب ذیل رائے ظاہر کی تھی:۔

ملا اس شخص کو جو اون ترقیوں اور اصلاحات پر جنہیں پطر اعظم نے اپنے ملک میں رائج کیا تامل اور احتیاط کے ساتھ غور کرے۔ یہ واضح ہو جائیگا کہ ان سب کا اصل سبب اور موجب باقاعدہ و منتظم مستقل فوج کا قایم کیا جانا ہوا۔

پچھلی محاربہ میں ترکوں نے روسی فوج سے جو آدمی گرفتار کئے تھے اون میں ایک شخص پیدائشی ترک بھی تھا جو عرصہ دراز سے روسی فوج میں ملازم تھا۔ اور لفٹنٹی کے درجہ تک پہونچ گیا ہوا تھا۔ اور لایق افسر مشہور تھا۔ اسے یوسف پاشا وزیر اعظم کی فوج نے گرفتار کیا تھا۔ وزیر اعظم اوس سے اکثر ترکوں اور روسیوں کے فوجی آداب اور طریق حرب پر بڑے شوق سے گفتگو کیا کرتا۔ اور آخر اوس کی باتیں سن کر وزیر نے اوس کو یورپین نمونہ پر ایک چھوٹا سا دستہ بنانے کی اجازت دی۔ اس دستہ میں زیادہ تر وہ لوگ شامل کیئے گئے جو نومسلم تھے۔ وزیر اس چھوٹی سی پلٹن کی قواعد کو عموماً دیکھا کرتا۔ اور خوش ہوا کرتا تھا۔ وہ اس کھلونے سے کچھ ایسا مانوس ہو گیا تھا کہ لڑائی کے خاتمہ پر وہ اس کمپنی کو اپنے ساتھ واپس لیگیا۔ اور قسطنطنیہ کے قریب ایک گاؤں میں اوسے مقیم کیا۔

سلطان کو جب اس ننھی سی پلٹن کی خبر ہوئی تو اوس نے اُسے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اور کہا کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کفار کسطرح لڑتے ہیں۔ چنانچہ ایکدن اوس نے اس نئی فوج کی قواعد کو جاکر ملاحظہ کیا۔ اور اُسے فوراً معلوم ہو گیا کہ آتشباری کے معاملہ میں یہ سپاہی ترکی فوج پر کیسی فوقیت رکھتے ہیں۔ مگر سب سے زیادہ اثر اوس پر اون کے ہتھیار دیکھ کر ہوا۔ اون کے پاس وہی اسلحہ تھے جو عیسائی فوجیں استعمال کرتی تھیں۔ سلطان نے رائے ظاہر کی کہ یہی وہ ہتھیار ہیں اور قواعد ہے عیسائی افواج کا ترکی عساکر پر فتح پاتے رہنا لازمی امر ہے۔ سلطان نے اس کمپنی کو قایم رکھے جانیکا حکم دیا۔ اور اوس کے افسر کی جس کا نام عمر آغا رکھا گیا تھا بہت کچھ حوصلہ افزائی کی۔ اس سلطانی سرپرستی سے عمر آغا اپنی پلٹن میں اور نومسلموں کو بھی بھرتی کرنے کے قابل ہو گیا۔ کئی مفلس ترک بھی افلاس کی وجہ سے کفار کی قواعد سیکھنے اور اون کے اسلحہ استعمال کرنے پر رضامند ہو کر عمر آغا کی پلٹن میں داخل ہو گئے۔ معاینہ سے کچھ عرصہ بعد سلطان نے اپنے دیوان کو ینگچری فوج میں اس نئے طریقہ کو رائج کرنے کے مسئلہ پر غور کرنیکا حکم دیا۔ مگر ینگچری یہ سنتے ہی بگڑ گئے جن کو سلطان نے دم دلاسا دیکر راضی کر لیا۔ اور سردست نیا ارادہ کو معرض التوا میں ڈالدیا۔ لیکن عمر آغا کی کمپنی بدستور قایم رکھی گئی۔ اوس وقت یورپ کے

بقیہ حاشیہ صفحہ (۲۵۱) ۔ آراستہ و مرتب کیا۔ اور صنعت و حرفت اور زراعت کو بھی بہت فروغ دلایا۔ پطر اوسکی بہت عزت کرتا تھا اور اوسکے بعد کل سلطنت میں یہی دوسرا مقتدر شخص تھا۔ ۱۶۵۶ء میں پیدا اور ۱۷۱۹ء میں فوت ہوا۔ ایسکلف

تقریباً تمام تاجدار فرانس کی جمہوری رعایا سے جس نے فرنچ رعایا نے شاہی خاندان اور امراء کو بیدخل کر کے ۱۷۹۲ء مین قایم کیا تھا بگڑے ہوئے اور اوس سے مشغول کارزار تہے۔ اونہون نے ٹرکی کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنے کی بہت کوشش کی بلکہ انگلستان نے تو یہانتک وعدہ کیا کہ اگر سلطان فرانس کے برخلاف دوسری طاقتون کے ساتھ متفق ہو جائے تو وہ اوس کو روس سے مفتوحہ علاقہ واپس دلا دیگا۔ مگر سلیم اندرونی اصلاح کو سب سے مقدم اور اس کے لئے اس فرصت کو غنیمت سمجھتا تہا۔ اوس نے دیگر یوروپین مطلق العنان بادشاہون کے جتھے مین شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ اور اس طرح سے فرانس اور ٹرکی مین سفارتانہ تعلقات برابر قایم رہے ۱۷۹۵ء مین فرانس کی جمہوری سلطنت کی طرف سے ڈیسکارشس سابق مارکوئیس ڈی سینٹ کرائکس کی جگہ جنرل البرٹ ڈوبائیٹ سفیر ہو کر قسطنطنیہ پہنچا۔ وہ چند جدید توپین معہ مکمل سامان ولوازمات نمونہ کا کام دینے کے لئے بطور تحفہ مرغوب اپنے ساتھ لایا۔ اوس کی ہمراہ کئی فرنچ توپچی اور انجنیر بھی تہے تاکہ توپچیون کو اتالیقی کا کام دین۔ اور عثمانیہ کارخانجات اسلحہ سازی کو اہتمام مین مدد دین۔ سپاہیون (فوج سواران) اور ینگچریون (فوج پیادہ) کو یوروپین آداب حرب سکھانے کے لئے وہ فرنچ فوج پیدل و سوار سے چند قواعد آموز سارجنٹ بھی ہمراہ لایا۔ فرنچ توپچیون کی اتالیقی تو کل گولندازون نے بڑی خوشی سے منظور کر لی۔ اور تھوڑے ہی عرصہ مین ترکی توپون کی صنعت تیاری و لوازمات مین نمایان ترقی ہو گئی۔ اور ایک چھوٹا سا دستہ سوارون کا بھی یوروپین نمونہ پر مسلح اور قایم کر لیا گیا۔ مگر بدبخت ینگچریون نے اب پھر فرنگی فوج پیدل کے اسلحہ و قواعد کو اختیار کرنے سے قطعاً انکار کر دیا۔ جسپر ڈوبائیٹ کو سارجنٹون کو اپنی اتالیقی صرف عمر آغا کی پلٹن تک محدود رکھنی پڑی۔ چند مہینون کے بعد البرٹ ڈوبائیٹ فوت ہو گیا۔ اور اوس کے افسر ٹرکی سے واپس چلے گئے۔ مگر حسین قپودان پاشا نے جو نیز سلطان کیطرح نئے طریقہ کے فوائد اور اہمیت سے واقف تہا۔ معدودے چند کو اپنے ماتحت ملازم رکھ لیا اور بڑی بڑی تنخواہین دیکر اور خاص مہربانیون سے چند اور مسلمانون کو عمر آغا کی فوج مین داخل ہونے پر آمادہ کر لیا اس پلٹن کی جمعیت چھ سو تک پہونچ گئی تھی کہ ۱۷۹۸ء مین مصر پر نپولین کے حملہ آور ہونے کی خبر پہنچنے پر ٹرکی اور فرانس مین لڑائی چھڑ گئی ✢

مصر پر نپولین کی فوجکشی اور وہان کا مدبرانہ انتظام

اہالی فرانس کو جو دیگر اقوام یوروپ سے پہلے بیدار ہوئی تہے اور جن کے اکثر فرمانروا اولوالعزم اور بلند خیال گذرے ہین فلپ آگسٹس[1] اور صلیبی لڑائیون کے وقت سے ہی مصر پر قابض ہونے کی تمنا چلی آئی ہے۔ وہ جانتے تھے کہ اس قبضہ سے بحیرہ روم پر اونکا اقتدار قایم ہو جائیگا اور

[1] انقلاب عظیم مین کئی نیک دل اور محب وطن امرائے بلکہ معدودے چند شہزادے بھی رعایا کے ساتھ شامل ہو گئے تہے اور اپنے ملک کی طرف سے اپنے رفقاء امیرون اور شاہی خاندان اور اوس کے معاون یوروپین بادشاہون سے (باقی دوسرے صفحہ پر)

مشرق و مغرب کی تجارت اون کے ہاتھ مین آجائیگی۔

یہ تمنا ایک دفعہ پیدا ہو کر حالات زمانہ کے تقاضا سے کئی کئی صدیون تک بالی رہتی رہی ہے۔ مگر فرینچ قوم اور اوس کے حکمرانون کے دلون سے یہ کبھی نہین ہوئی۔ چنانچہ فرینچ بادشاہ لوئی نہم[1] نے جسے ولی لوئی کہا جاتا ہے جب ساتوین صلیبی لڑائی کے لیئے مشرق کیطرف رُخ کیا تو ۱۲۴۸ء مین پہلے اوس نے مصر ہی پر حملہ کیا تھا۔ پانچوین صلیبی لڑائی مین بھی میدان جنگ فلسطین سے مصر کے ساحل پر منتقل کر دیا گیا تھا۔ اگر لوئی نہم اس مہم مین جسے ایک عیسائی مورخ نے اون پاگلانہ مہمون مین سے آخری مہم جنہون نے دو سو برس تک یورپ کی ہر ایک قوم کو پراگندہ خاطر بنائے رکھا تھا۔ لکھتا ہے اگر کامیاب ہو جاتا تو ہمین کوئی شبہ نہین کہ وہ مصر پر مستقل قبضہ کر کے اوسے فرانس کے ساتھ ملحق کر لیتا۔ ۱۶۷۲ء مین جب لوئی چہاردہم نے ہالینڈ پر فوج کشی کا عزم کیا تھا تو مشہور جرمنی عالم لیبنیز[2] نے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۳) سے لڑتے رہے تھے۔ ان عالی ہمتون نے نئے قانون کے مطابق امیری کا خطاب بخوشی چھوڑ کر موسیو یعنی مسٹر کا سادہ خطاب اختیار کر لیا تھا۔ کیونکہ نئی صورت کے مطابق کسی شخص کو کوئی ذاتی یا خاندانی امتیاز نہین رہ گیا تھا۔ سب آپس مین بھائی بھائی اور یکسان تھے جیسا کہ اخوت و مساوات و آزادی کا تقاضا ہے۔ مؤلف

حاشیہ متعلق صفحہ ۲۵۳ کا سلہ۔ فلپ ثانی الملقب بہ آگسٹس اپنے باپ لوئی ہفتم کے بعد ۱۱۸۰ء مین پندرہ برس کی سن مین تخت فرانس پر بیٹھا۔ اوس کی کم سنی دیکھکر ہنری ثانی شاہ انگلستان نے فرانس پر حملہ کیا مگر فلپ نے اوسے شکست دیکر پسپا کر دیا۔ اس فتح کے بعد وہ اندرونی اصلاح اور پیرس کی درستی مین کچھ عرصہ مصروف رہا۔ اس اثنا مین اوس نے یہودیون کو کمال سنگدلی اور بیرحمی کے ساتھ اپنے ملک سے جلاوطن کیا۔ یہ بڑا متعصب عیسائی تھا۔ سنہ ۱۱۹۰ء مین وہ رچرڈ اول شاہ انگلستان کے ہمراہ فتح بیت المقدس کے لیئے فلسطین کو گیا۔ اور دونون بادشاہون نے عکہ فتح کر لیا مگر یہ جلدی ہی رچرڈ کے رقیبانہ برتاؤ سے تنگ آکر فرانس واپس چلا گیا۔ رچرڈ کے بعد جب جان شاہ انگلستان ہوا اور اوس کے بھتیجے نے بغاوت کی تو شاہ فرانس نے باغی کی مدد کی۔ جان نے پوپ سے مدد مانگی جس سے انگریزی قوم بگڑ گئی۔ اور اوس نے فلپ کو تخت انگلستان پیش کیا۔ جس نے اپنے بیٹے لوئی کو لنڈن بھیجدیا۔ اور ۱۲۱۶ء مین تاج انگلستان اوس کے سر پر رکھا گیا۔ مگر جان کے مرنے پر انگریز امرا نے اوس کے بیٹے ہنری ثالث کی اطاعت قبول کر لی۔ اور لوئی فرانس واپس چلا گیا۔ فلپ ۱۱۶۵ء مین پیدا اور ۱۲۲۳ء مین فوت ہوا۔ مؤلف

[1] فلپ ثانی کا پوتا اور لوئی ہشتم کا بیٹا۔ باپ کے بعد تین سال کی حکمرانی کے بعد فوت ہونے پر ۱۲۲۶ء مین فرانس کے تخت پر بیٹھا۔ اور ہنری ثالث شاہ انگلستان کو شکست دیکر مفید شرائط پر اوس سے صلح کی۔ ایک دفعہ سخت بیمار ہو جانے پر اوس نے بشرط صحت بیت المقدس کو مسلمانون کے قبضہ سے چھڑانے کی نذر مانی۔ صحت یاب ہو گیا اور چار برس مین جنگی تیاریان مکمل کر کے ۱۲۴۸ء مین پچاس ہزار فوج اور جہازون سے مصر پر حملہ آور ہوا۔ جہان اوس نے ۱۲۴۹ء مین دمیاط کو فتح کیا

اوسنے ہالنڈ کی بجائے مصر پر حملہ کرنیکا مشورہ دیا تہا۔ لوئی چہار دہم کے بعد اکثر فرنچ وزرا اور مدبرین کی رائے مین جو کچھ تغیر آگیا تھا۔ اوس کا اس کتاب مین کئی دفعہ ذکر ہو چکا ہے۔ اور ناظرین کو فراموش نہ ہوا ہوگا کہ لوئی شانز دہم کے وقت ایک خاص کمیشن بلاد مشرق کو اس غرض کے لیئے بہیجی گئی تھی کہ ٹرکی کے کن کن مقبوضات پر قبضہ کرلینا مفید ہوگا۔ اور اوس نے کریٹ اور مصر پر متصرف ہوجانے کی سفارش کی تھی۔

شاہی کے بعد جب جمہوری حکومت قایم ہوئی تو ڈایرکٹری مین بھی (انصرام مہام سلطنت کے لیئے تین ڈایرکٹر مقرر کیئے گئے تھے) اس مسئلہ پر بحث ہوئی اور ایک مشہور انجنیر مسمی لازوسکی موقعہ پر جاکر رائے قایم کرنے کے لیئے ٹرکی بہیجا گیا۔ اوس نے رپورٹ کی کہ فرنچ گورنمنٹ کو پایمالی کے اتحاد سے دست بردار ہوکر اوس کے صوبون پر جلد اوس کے ہاتھ سے نکل جا رہے ہین قبضہ کرلینا چاہیئے۔ اور سب سے اول یہ کارروائی مصر کے متعلق کیجائے۔ وہان سلطانی حکومت محض براے نام ہے۔ اور ٹرکی فرنچ فوجکشی کا بالکل مقابلہ نہین کرسکے گی۔ ٹرکی چند دنون کی مہمان ہے اور فرانس کو لازم ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۴)۔ دمیاط کو فتح کرلیا۔ اور مسلمانون پر دو فتحین پائین مگر آخر میں فوج گرفتار ہوگیا چنانچہ اوس نے ایک لاکھ درہم دیکر دس برس کے لیئے صلح کرلی۔ اور ۱۲۵۰ء مین رہائی پائی۔ اس کے بعد دو برس فلسطین مین رہکر وہ فرانس کو لوٹ آیا ۱۲۷۰ء مین پھر مسلمانون پر فوجکشی کی مگر تیونس کے سامنے طاعون سے ہلاک ہوگیا۔ مولف ۰۰

حاشیہ نمبر ۱ متعلقہ صفحہ ۲۵۵) صرف فرنسیسی ہی نہین بلکہ یورپ کی دیگر اقوام بھی جون جون اون کو ہوش آتا گیا قبضہ مصر کے لیئے للچاتی رہی ہین چنانچہ آج اوسپر وہی قوم قابض ہے جو سب سے زیادہ ہوشیار اور مقبوضات بعیدہ کے حصول کے معاملہ مین سب سے زیادہ کامیاب ثابت ہوئی ہے۔ فرنچ قوم کے بعد پرتگیز قوم کو توسیع سلطنت و حکومت کا شوق پیدا ہوا اور اس قوم کے ایک نامور بانی واسکوڈی گاما نے ہندوستان جانے کیلیئے اس امید کا رستہ دریافت کیا۔ اسی واقعہ سے چند برس بعد مشہور پرتگالی مدبر البوقرق کو مصر کی طرف توجہ ہوئی۔ اوس نے سوچا کہ جب تک مصر کو ہندوستان اور یورپ کے مابین درمیانی منزل کا کام دینے سے جو وہ بحیرہ قلزم اور دریائے نیل کیوجہ سے دے سکتا ہے بیکار نہ کردیا جائیگا۔ اوس رستہ کو جو پرتگیزون نے دریافت کیا ہے فروغ حاصل نہین ہوگا۔ اس کے لیئے اوسنے یہ سوچی کہ دریائے نیل کے دہارے کا رخ کسی طرح بدلدیا جائے کہ وہ بحیرہ روم میں گرنے کی بجائے بحیرہ قلزم میں گرے۔ اس طریق سے مصر تجارت کے لیئے بالکل بیکار ہوجائیگا۔ مگر یہ کام اوس کی طاقت سے باہر تھا مگر آخر اوس کا خیال درست ثابت ہوا۔ بحیرہ قلزم اور دریائے نیل نے اس امید کے رستہ کو زیادہ عرصہ فروغ نہ پکڑنے دیا۔ اور آخر نہر سویز نے جو نپولین ایک فرنسیسی کی ہمت کا نتیجہ ہے ہوئی۔ اس امید کے رستہ کو بالکل بیکار کردیا۔ لیبنیز نے لوئی چہار دہم کو ان الفاظ سے مخاطب کیا تہا ۔ آقا من ہم ان نکتہ ہالنڈیون کو اس طرح کبھی فتح نہین کرسکو گے۔ تمام یورپیا اون کا طرفدار ہوجائیگا۔ تم صرف مصر مین اون کو ضرر پہنچا سکتے ہو۔ ہندوستان کی تجارت کا حقیقی راستہ وہین ہے جب مصر آپ نے لیلیا تو گویا ہالنڈیون کی تجارت کو چھین لیا۔ علاوہ برین بلاد مشرق مین فرانس کا اقتدار (باقی دوسرے صفحہ پر)

اس عمارت کو گرنیسے پہلے اوس کے اہم مقبوضات پر اپنا تصرف قائم کرلے تاکہ فرانس کے مخالفین کو اونپر قابو پانیکا موقعہ نہ ملے۔ ڈایرکٹری نے سابقہ رفاقت کے لحاظ سے اس رپورٹ کو نظر انداز کردیا۔ اور یہ معاملہ پھر ملتویاً ہوگیا۔ مگر تھوڑا ہی عرصہ بعد جمہوری ریاست کے نوجوان جنرل نے اٹلی کی فتوحات سے واپس آکر اوسے دوبارہ اعادہ کردیا۔ [illegible] ڈایرکٹری اوس وقت انگلستان پر حملہ کرنے پر تُلی بیٹھی تھی۔ اوس نے بونا پارٹ کو کہا کہ اگر مصر پر حملہ کیا گیا تو انگلستان کی مہم ملتوی ہوجائے گی۔ بونا پارٹ نے جواب دیا کہ سرما سے پہلے انگلستان پر حملہ کرنا ناممکن ہے۔ علاوہ بریں انگلستان کو اس کی اطلاع ہوچکی ہے اور وہ خبردار ہوگیا ہوا ہے۔ برعکس اس کے چونکہ مصر پر اچانک حملہ کیا جائیگا۔ اور کسی کو اس عزم کی خبر نہیں۔ وہاں ہمیں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ میں چند مہینوں میں اس مہم سے فارغ ہوکر واپس آجاؤنگا۔ اور شروع سال میں انگلستان پر حملہ کردونگا۔ اس وقت موسم بھی اس کام کیلئے موافق ہوگا۔ اور دوسرے انگلستان نے حملہ مصر کی خبر سن کر اپنے ہندی مقبوضات کی حفاظت کیلئے اپنے بیڑہ کا کچھ حصہ بھی ہندوستان کیطرف بھیجدیا ہوگا۔ اور اس طرح سواحل انگلستان پر اوسکی طاقت کمزور ہوگئی ہوگی۔ قبضہ مصر کے فوائد اوس نے حسب ذیل بیان کیے:۔

"یوروپ اور ہندوستان کے درمیان آمد و رفت کرنیکا حقیقی رستہ مصر ہی ہے۔ اور انگلستان کو ہم اوس پر قابض ہونیسے تباہ کرسکتے ہیں۔ امریکہ کے جزیرہ سان ڈومنگو کے ہمارے قبضہ سے نکلجانے کی باحسن وجوہ تلافی ہوجائے گی اس سے بحیرہ روم ہمارے تصرف میں ہوجائیگا۔ اور وہ گویا فرانسیسی جھیل بنجائے گا۔ اور اس طرح سے ہم ترکی سلطنت کو قائم رکھنے یا اوسکی تقسیم کے وقت بہترین حصہ پانے کے قابل ہوجائینگے۔ مصر پر قابض ہوجانیسے دو باتیں ہمارے اختیار میں ہوجائینگی۔ خواہ مصر کو فرینچ نوآبادی اور بیگرین بنالیں۔ اور خواہ یہہ کام لیں کہ انگلستان کی ایشیائی مقبوضات کو فتح کرنیکے لیئے بحیرہ قلزم میں زبردست بیڑہ بنائیں۔ ہندوستان کی تجارت راس امید کے رستہ زیادہ عرصہ نہیں ہوتی رہے گی۔ وہ ضرور مصر کیطرف عود کرے گی۔ شام، عرب اور کل افریقہ کی تجارت کی منڈی تو اس وقت بھی قاہرہ ہی ہے۔ ان سب ممالک کی تجارت ہمارے ہاتھ میں آجائے گی۔ مصر بہت زرخیز ملک ہے اور ہر قسم کا اناج وہاں بافراط پیدا ہوتا ہے۔ پس اوس کا قبضہ امریکہ کی فرینچ نوآبادیوں کے چھن جانیکا خاصہ معاوضہ ہوجائیگا۔"

ان فوائد کے علاوہ کسی ذاتی اغراض بھی نپولین کو اس مہم کیلیئے اکسا رہی تھیں۔ پیرس کی بیکاری سے وہ اکتا رہا تھا۔ پالٹیکس کیلئے کوئی نیا میدان موجود نہ تھا۔ اوسے اپنی فوجی عزت اور ناموری کے زنگ آلود ہوجانیکا اندیشہ تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہہ وجہ تھی کہ وہ ذاتی ترقی اور شہرت کیلئے اسے نہایت عمدہ ذریعہ تصور کرتا تھا۔ بلاد مشرق کا خیال اٹلی میں ہی اوس کے دماغ میں پیدا ہوگیا تھا۔ وہ اس ملک میں شام کو اپنے پرائیویٹ سکرٹری کے ساتھ سیر و تفریح کرتا ہوا اکثر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۵) ہمیشہ کیلئے قائم ہوجائے گا۔ اور کل مسیحی آپ کی اس فتح پر خوشی منائیں گے۔" نپولین کو حملہ سے پہلے فرنچ قونصل مجنگالون نے بھی ڈایرکٹری کے پاس ایسی مضمون کی متواتر عرضداشتیں بھیجی تھیں۔ مؤلف۔

یہ کہا کرتا تھا یہ یورپ چیونٹیوں کی پہاڑی ہے۔ یہاں کبھی عظیم الشان سلطنتیں قائم نہیں ہوئیں۔ نہ بڑے بڑے انقلاب وقوع پذیر ہوئے ہیں۔ یہ فخر مشرق کو ہی حاصل ہے جہاں ساٹھ کروڑ انسان آباد ہیں۔ جو کل مذاہب کا مہد اور علوم الہیات کا مخزن ہے۔ بڑا نام صرف مشرق (ایشیا) میں حاصل ہو سکتا ہے"

ڈایرکٹری بالخصوص ڈایرکٹر لاری ولیبر لیپاکس نے اوسکی سخت مخالفت کی۔ اور جب بوناپارٹ کی دلیلیں مؤثر نہ ثابت ہوئیں تو اوس نے جوش میں آکر ڈایرکٹری کی خدمت سے مستعفی ہو جانیکا اشارہ کیا۔ لاری ولیبر نے جواب دیا "میں ہرگز نہیں چاہتا کہ تم استعفا دیدو۔ لیکن اگر تم اُسے پیش کرو۔ تو میری رائے میں اسکو منظور کر لینا چاہیے"۔

اوس دن کے بعد نپولین نے پھر کبھی مستعفی کا لفظ زبان پر نہ آنے دیا۔ آخر اوس کا اصرار غالب آگیا اور مصر پر فوجکشی کی اجازت دیدی گئی۔ مگر یہ راز ایسا پوشیدہ[1] رکھا گیا کہ خود نپولین کے ہمراہی افسروں اور فوج کو بھی مصر میں پہنچ جانے تک اس مہم کا مدعا نہ معلوم ہوا۔ کل دنیا کو یہی خیال رہا کہ انگلستان پر حملہ کرنے کیلئے یہ تیاریاں ہو رہی ہیں۔ بعض کی رائے تھی کہ وہ بحیرۂ اسود جانے کی تیاری ہو رہی ہیں تاکہ کریمیا ترکوں کو واپس دلا دی جائے۔ چند کا خیال تھا کہ یہ مہم ٹیپو صاحب کی مدد کیلئے ہندوستان کو جا رہی ہے۔ بمعدودے چند نے قیاس ظاہر کیا کہ یہ مہم خاکنائے سویز میں نہر تیار کرنے کیلئے یا خاکنا کو ایک سرے پر اُتر کر پھر اوسکی دوسری طرف جہازوں پر سوار ہو کر براہ بحیرۂ قلزم ہندوستان جانے کیلئے تیار ہو رہی ہے۔

جب سب قسم کی تیاریاں مکمل ہو گئیں تو نپولین اور اوسکی ہمراہی فوج ۱۹ مئی ۱۷۹۸ء کو فرانس کے جنوبی بندرگاہ ٹولون سے جہازوں پر سوار ہو گئی۔ یہ فرانس کی چیدہ فوج تھی اور اٹلی میں نپولین کے زیر کمان رہ چکی تھی۔ دس ہزار ملاحوں کے علاوہ ۳۶ ہزار سپاہی تھے۔ فوج چار سو جہازوں پر سوار ہوئی۔ اور اوسکی حفاظت کیلئے پندرہ کلاں جنگی جہازوں، چودہ فرائی گیٹوں اور ۷۲ اگنبوٹوں کا جرار بیڑہ ہمراہ تھا۔ نپولین نے فوج کے علاوہ تقریباً ایک سو علماء وفضلاء مہندس اور جغرافیہ دان اور عربی و یونانی کے پریس بھی ساتھ لیلیے تھے۔ ۱۰ جون کو یہ بیڑہ مالٹا پہنچا۔ اور وہاں کے گرینڈ ماسٹر اور چند فرانسیسی نائیٹوں کی سازش سے یہ ناممکن التسخیر حصار جسے سلیمان عظیم الشان کی جرار فوجیں اور عظیم الشان بیڑے فتح نہ کر سکے تھے نپولین کے قبضہ میں آگیا۔ نائیٹوں نے مالٹا اور اوس کی ملحقہ و ماتحت جزایر کا تصرف باضابطہ طور پر فرانس کے حوالہ کر دیا۔ اس کے عوض میں نپولین نے فرانس کی طرف سے اقرار کیا کہ راسٹاٹ کی کانفرنس میں جو آسٹریا و فرانس میں ہو رہی تھی۔ گرینڈ ماسٹر کو جرمنی میں ایک ریاست دلوا دی جائے گی۔ اور اگر فرانس اسمیں کامیاب نہ ہو تو وہ گرینڈ ماسٹر کو چھ لاکھ فرینک یکمشت اور تین لاکھ فرینک سالانہ وظیفہ دیا کرے گا۔ نائیٹوں میں سے جو فرنچ قوم کے تھے اونکو ۷ سو اور ان میں سے جن کی عمر ساٹھ برس کی تھی انکو ایک ایک ہزار فرینک کی پنشنیں عطا کیگئیں۔ اور دیگر اقوام کے نائیٹوں سے وعدہ کیا گیا کہ اون کو اپنے اپنے ممالک میں انکو طبقہ کیلئے جو جائدادیں معین

---

[1] مجلس ڈایرکٹران کے ممبر مجلس نے خود اپنے قلم سے فوجکشی کا حکم لکھکر نپولین کو دیا تھا۔ سکرٹریوں سے نہ لکھوایا گیا کہ کہیں راز فاش نہ ہو جائے۔ مؤلف۔

وقت مین اونکا قبضہ اونہین دلادیا جائیگا۔

تصفیہ شرائط کے بعد جب فرنچ قلعہ مین داخل ہوئے تو ایک ظریف اور زندہ دل فرنچ افسر مسمی کفارلی وذخایر کا معاینہ اور قلعہ بندیون کو دیکھکر بے اختیار پکار اٹھا خدا کا شکر ہے کہ قلعہ کے اندر ایسے لوگ موجود تھے جنہون نے اس کا دروازہ ہمین کھولدیا۔

نپولین کو حالانکہ معلوم تھا کہ انگریزی بیڑہ نیلسن کے زیر کمان اوسکی تلاش مین پھر رہا ہے۔ مگر اوسنے مالٹا ایسے اہم جزیرہ کو بغیر فتح یا حاصل کرتے جانا ضروری سمجھا۔ اور وہان دس دن قیام کیا پھر وہان تین ہزار فوج چھوڑکر ۱۹ جون کو اسکندریہ کیطرف روانہ ہوگیا۔ انگریزی گورنمنٹ نے امیر البحر نیلسن کو تین جنگی جہازون کے ساتھ فرنچ بیڑہ مقیمہ طولون کی نگرانی کرنے پر مامور کر رکھا تھا مگر جسدن فرنچ فوج جہازون پر سوار ہوئی اوس دن ایسی سخت آندھی چلی کہ نیلسن کے جہازات کو سخت نقصان پہنچا اور وہ اون کو درست کرانے کیلیے جزیرہ سینٹ پیری کو چلا گیا۔ اسی اثنا مین فرنچ جہاز طولون سے روانہ ہوگئے۔ اور نپولین پہلے جنوا پھر کارسیکا کے صدر مقام اجاسیو اور بعد ازان خلیج نیپلز کے بندرگاہ سیویٹا وکیچیا ہوتا ہوا جہان اس مہم کے لیے علیحدہ علیحدہ دستے تیار کئے گئے تھے۔ مالٹا پہنچ گیا۔ نیلسن یکم جون کو جبکہ دس جنگی جہاز اور چند فرگیٹ اوسکی کمک کو پہنچ گئے تھے جبکہ طولون واپس آیا تو وہان فرنچ بیڑہ کا نام و نشان نہ پایا۔ وہان سے وہ اٹلی کے ساحل پر ناپلز کیطرف روانہ ہوا وہان پہنچکر اوس کو ۲۰ جون کو خبر ملی کہ نپولین مالٹا سے روانہ ہوتا تھا نیلسن پہنچا۔ اور وہان فرنچ بیڑہ کے مالٹا کیطرف جاتے ہوئے دیکھے جانیکی خبر سنکر مالٹا کو چلدیا۔ وہان اوسکو خیال پیدا ہوا کہ نپولین اسکندریہ کیطرف گیا ہے۔ چنانچہ وہ بھی اوس طرف روانہ ہوگیا۔ اور اسکندریہ جاتے ہوئے وہ فرنچ بیڑہ سے صرف چند میلون کے فاصلہ سے گذر گیا لیکن کہر کی وجہ سے اوسے نہ دیکھ سکا۔ نیلسن اسکندریہ فرنچ جہازات سے پہلے پہنچا۔ اور اونکو وہان نہ پاکر دارڈ نیلز کی طرف چلا گیا۔ اور اوس کے چلے جانے کے دو دن بعد یکم جولائی ۱۷۹۸ء کو نپولین اسکندریہ کے بالمقابل پہنچ گیا۔

انگریز مورخین کا بیان ہے کہ نپولین جب تک سمندر پر رہا اوسے انگریزی بیڑہ کی طرف سے تشویش رہی مگر فرنچ مورخین کا بیان ہے اور وہ غالباً زیادہ درست بھی معلوم ہوتا ہے کہ نپولین اور اوسکی فوج کو انگریزی بیڑہ سے مقابلہ ہو جانیکے سے کسیطرح کا خطرہ نہین تھا۔ اور اوس نے ہر جنگی جہاز پر پانچ پانچ سو چیدہ سپاہی بانٹ دیئے تھے جو روزانہ توپون پر مشق کرتے رہتے تھے۔ ہان یہ درست ہے کہ وہ مقابلہ ہو جانا نہین چاہتا تھا کیونکہ چار سو باربرداری کے جہاز فوج سے بھرے ہوئے اوس کے پاس تھے۔ اور غنیم کی گولہ باری سے اون مین سے ایک کے بھی غرق ہو جانے سے سینکڑون جانباز سپاہی ضایع ہو جاتے لیکن اگر مقابلہ ہو جاتا تو وہ اوس کیلیے بالکل تیار تھا۔ اور فرانسیسی امیر البحر کو بھی مقابلہ مین غنیم پر فتح پانے کا پورا یقین تھا کیونکہ اون کے پاس جنگی جہازون کی معقول تعداد موجود تھی۔ اسکندریہ کے سامنے پہنچکر اوس نے فوراً وہان کے فرنچ قونصل کے پاس قاصد بھیجا اور جب انگریزی بیڑہ کی آمد کی خبر سنی تو فوراً فوج کو خشکی پر اتارنے کا عزم کر لیا کہ کہین غنیم کا بیڑہ

قریب ہی گشت نہ کر رہا ہو۔ مگر اسکندریہ کی محافظ فوج مقابلہ کو لیئے تیار ہوگئی جس کی وجہ سے اوسے اسکندریہ کے بندرگاہ مین داخل ہونا سخت مشکل ہوگیا۔ اسپر اوسنے اپنے بیڑہ کو ساحل کے برابر تھوڑی دور اور آگے بڑہا دیا۔ اوس وقت تک دن بہت گذر چکا تھا۔ اور سمندر نہایت تلاطم پر تھا جس کی لہرین بڑے زور کے ساتھ ساحل کی چٹانون کے ساتھ ٹکرا رہی تہین۔ ایسی صورت مین کشتیون کا کنارہ تک پہنچنا محال تہا۔ سمندر کی موجون کا اون کو ایک دوسرے سے ہی ٹکرا کر پاش پاش کر دینے کا خطرہ تھا تاہم نپولین نے بیڑہ کو کھڑا ہو جانیکا حکم دیدیا۔ اور سب سے اول خود کشتی پر سوار ہو کر سب سے پہلے خشکی پر پہنچ گیا۔ سپاہی بھی اپنے نوجوان جنیل کے ساتھہ جانے کے لیئے جس کی عمر اوس وقت صرف تیس برس کی تھی۔ واویلا مچانے لگ گئے۔ چنانچہ اون کو بھی جہازون سے کشتیون پر اتارنا شروع کر دیا گیا۔ اور ایک پہر رات ہوتے تک چار پانچ ہزار سپاہی خشکی پر پہنچ گئے تو نپولین نے اس قدر فوج سے اسکندریہ پر حملہ کرنیکا عزم کر لیا تاکہ ترکون کو وہان کی مورچہ بندی وغیرہ کر لینے کی فرصت نہ مل سکے۔ اوس وقت ایک گھوڑا بھی جہاز سے نہ اترا تھا۔ بونا پارٹ نے اسکی کچھہ پروا نہ کی۔ وہ اور کلاٹ اور لنگر اکفارلی جس کی ایک ٹانگ جنگ مین ٹوٹ گئی تھی پیدل چل پڑے۔ اور پندرہ بیس میل کا ریگستانی فاصلہ طلوع فجر تک طے کر کے اسکندریہ کے سامنے جا پہنچے۔

اسکندریہ کا قدیم شہر تقریبًا ویران پڑا تہا۔ ترک مقبول مصری اور یورپ کے چند سوداگر نئے شہر مین آباد تھے پرانے شہر کے کھنڈرات مین صرف چند عرب خاندان بستے تہے۔ نئے اور پرانے دونون شہرون کو ایک برجدار کہنہ فصیل احاطہ کئے ہوئے تہی جس کے باہر سب طرف ریت کے سوا اور کچھہ نظر نہین آتا تھا۔ ریگستان کو اگر مصر کا مقیاس التہذیب کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

ناظرین کو غالبًا معلوم ہوگا کہ وادی نیل کے سوا باقی تمام ملک ریگستان ہے۔ اور اس وادی کی زمین بھی ریگستانی ہے جسپر نیل کے سیلابون سے مٹی کی تہ جمی ہوئی ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ قابل کاشت ہی نہین بلکہ زرخیز بنی ہوئی ہے۔ پس مصر مین نیل اور ریگستان .... مین ہر وقت لڑائی ہوتی رہتی ہے۔ اگر ملک مین حکومت مہذب اور بانتظام ہوئی تو وہ نیل کے پانی کو نہرون وغیرہ کے ذریعہ سے اوس کے کنارون سے نہایت دور دور تک پہنچاتے رہکر ریگستان کی حدود کو پیچھے ہٹاتی رہتی ہے۔ اگر بدنظمی کا دور دورہ ہوا تو نہرین وغیرہ خراب حالت مین پڑ جاتی ہین۔ اور ریگستان کو اپنی حدود آگے بڑہانیکا موقعہ ملجاتا ہے۔ یا بالفاظ دیگر کہ نیل کا تصرف دن بدن کم ہوتا جاتا ہے۔ اور صرف اسقدر زمینین قابل زراعت رہجاتی ہین جو نیل کی طغیانی سے خود بخود سیراب ہو سکتی ہین۔ کہتے ہین کہ زمانہ قدیم مین نیل کے سات دہانے تھے جن کے نشان اب تک موجود ہین۔ مگر اجکل ورات سے صرف دو دہانے قائم ہین۔ جن مین جہاز چل سکتے ہین۔ نیل کی یہ دو بڑی شاخین سمندر سے تقریبًا دو سو میل کے فاصلہ پر ایک دوسرے سے پھٹتی ہین۔ ان دونون شاخون اور کنارہ سمندر سے جو مثلث بنتا ہے اوسے ڈلٹا کہا جاتا ہے۔ سمندر کیطرف والا ضلع تقریبًا اسی میل لمبا ہے۔ کل ملک مین یہی علاقہ سب سے زرخیز ہے۔ اسے مصر بحریہ پکارا جاتا ہے۔ اس سے اوپر کے حصہ کو

۱؎ نپولین اپنے ساتھہ اٹہائی ہزار چیدہ سوار لایا تھا۔ مگر گھوڑے صرف تین سو لئے تھے۔ باقیماندہ کے لیئے اسکو مصر سے گھوڑے ملجانیکی توقع تہی جو پوری ہوگئی۔ مولف

مصر وسطیٰ اور اوس سے اوپر کے حصّہ کو مصر صعید پکارتے ہین۔ وادی نیل کے سوا صرف دو علاقون مین کسیقدر سبزی پائی جاتی ہے۔ یہ دریائے نیل کے بائین کنارے سے کسیقدر فاصلہ پر ہین تاکہ سمندر مین دو جزیرون کی مانند ہین۔ انہی نخلستان پکارا جاتا ہے۔ ایک بڑا۔ اور دوسرا چھوٹا۔ ان تک نہرون کے ذریعہ نیل کا پانی پہنچ سکتا ہے۔ مگر ابتک کسی نے اس طرف توجہ نہین کی خاص مصر مین کبھی بارش نہین ہوتی۔ وہان نیل پر تمازت آفتاب سے جو ابخرات اوپر جاکر بادل بنتے ہین اونہین موسمی یا تجارتی ہوائین جو مئی جون اور جولائی کے مہینون مین وہان ہر وقت شمال کیطرف سے جنوب کو چلتی رہتی ہین۔ وہان ایکدم نہین ٹھیرنے دیتین۔ اور حبش اور استوائی علاقون کے پہاڑون کیطرف اڑا لیجاتی ہین۔ وہ ابخرات ان پہاڑون سے رک کر اوس جگہ جمع ہوجاتے ہین اور جولائی اگست و ستمبر مین وہان دل کھول کر برستے ہین۔ پھر اسی بارش کا پانی دریائے نیل کے رستہ علاقہ جات حبش وغیرہ کی زرخیز مٹی کو اپنے ساتھ ملا کر مصر مین پہنچتا اور اوسے سیراب کرتا ہے۔ دریا مین جولائی سے طغیانی شروع ہو کر ستمبر کو ختم ہوجاتی ہے۔ اوس وقت سے ترددار کاشت کا کام شروع ہوجاتا ہے۔ اور اکتوبر نومبر دسمبر جنوری اور فروری کے مہینون مین تمام وادی سرسبز باغ دکھائی دیتی ہے۔ مارچ سے موسم گرما کی تمازت پڑنے لگ جاتی ہے۔ اور آفتاب کی گرمی سے زمین پھٹنی شروع ہوجاتی ہے۔ اور بعض جگہہ تنگنائے آخر بڑے بڑے پڑجاتے ہین کہ زین سواری پر سفر کرنا خالی از خطرہ نہین ہوتا۔ مارچ سے زراعتی کام ختم ہوجاتا ہے۔ مصر مین روغن دار اجناس کی کاشت کا رواج نہین اور بڑے بڑے درخت کہین نہین پائے جاتے۔ لکڑی بہت کمیاب ہے اور عموماً اپلون سے ایندھن کا کام لیا جاتا ہے۔ مصر کے گھوڑے عرب گھوڑون سے کچھ ہی کم قابل تعریف ہوتے ہین۔ اور بافراط پائے جاتے ہین۔ ریگستان کا زندہ جہاز یعنے اونٹ بھی بکثرت ہوتے ہین۔ مرغیان اور بھیڑ بکری بھی افراط کے ساتھ پرورش کیجاتی ہین۔ کسی زمانہ مین مصر مین دو کروڑ کی آبادی تھی۔ مگر فرنچ حملہ کے وقت بیس لاکھ سے زیادہ تھی۔ آجکل ایک کروڑ کے قریب آبادی ہے۔ گذشتہ صدی کے اخیر مین وہان تین بڑی قومین آباد تہین۔ ایک قدیم مصری یعنی قبطی۔ نپولین کی فوجکشی کے وقت انکا شمار دو لاکھ سے زیادہ نہ تھا۔ یہ عیسائی مذہب ہین۔ اور اوس وقت تمام رذیل پیشے اونکے ہاتھ مین تھے۔ دوسرے عرب جو آبادی کا بڑا حصّہ اوس وقت بھی تھے اور اب بھی ہین۔ یہ عرب فاتحان مصر کی اولاد ہین اور کئی طبقون مین منقسم ہین۔ اعلٰے طبقہ کے مصری۔ مالکان اراضی۔ عالم۔ قاضی اور مفتی ہین۔ وہ شیخ کہلاتے ہین۔ اور مصر کے اصل امرا وہی ہین۔ ان سے اتر کر چھوٹے چھوٹے زمیندار ہین۔ اور سب سے ادنٰی غریب کاشتکار اور مزدور لوگ ہین۔ جو فلاحین کہلاتے ہین۔

عربون کی چوتھی قسم بدوی ہے جو کبھی شہرون مین آباد نہین ہوئی۔ اور متصل ریگستانون مین پھرتی رہتی ہے۔ یہ لوگ اکثر کاروانون اور شہرون کی آبادیون کو لوٹتے رہتے تھے۔ فرنچ حملہ کے وقت انکی کل آبادی لاکھ سوا لاکھ سے زیادہ نہ تھی۔ اور بہترین چالاک سوار اون مین موجود تھے۔ جو دشمن کو صرف تنگ کرنیکا کام دے سکتے تھے۔ لڑ نہین سکتے تھے۔ تیسری قوم ترکون کی تھی جن کی آبادی قبطیون سے زیادہ نہ تھی۔ مملوک بھی اسی زمرہ مین شامل کئے گئے ہین جو عثمانیہ ترک جو سلطان سلیم اول فاتح مصر

سے وقت سے اوس ملک مین آباد ہوئے زیادہ تر ینگچری فوج مین شامل تھی۔

مگر یہ بتانے کی چندان ضرورت نہین کہ بعد مین اکثر لوگ عموماً ینگچریون کی سی رعائتین حاصل کرنے کیلئے اپنے نام فوج مین درج کرا دیا کرتے تھے۔ فی الواقع فوجی خدمت دینے والے بہت کم تھے۔ سلطان کیطرف سے قاہرہ مین ایک پاشا مقرر ہوتا تھا جو اپنے معدودے چند ینگچریون سے سلطانی اقتدار کو بمشکل قایم رکھہ سکتا تھا۔ اوس کے اقتدار مین اون ای پیشبندیون سے جو سلطان سلیم اول نے اوس کے قایم رکھنے کیلئے کی تھین بہت کمزوری اور ضعف واقع ہو گیا ہوا تھا سلاطین ہمیشہ اس امر کے تدارک کیلئے کہ کبھی کوئی چالاک اور بلند پرواز پاشا قسطنطنیہ اور مصر مین مسافت عظیم ہونے سے فایدہ اوٹھا کر یا دلیر ہو کر آزاد ریاست قایم کرنے پر آمادہ نہ ہو جائے مصری گورنر کی طاقت کو بڑھنے کو یکسان رکھنے کیلئے مملوکون کی ایک فوج بھی قایم رہنے دی تھی۔ مگر بُعد مسافت آخر یہی تاثیر پیدا کئے بغیر نہ رہے۔ لیکن پاشا کی بجائے مملوک قسطنطنیہ سے خود سر اور مصر کے ایکطرح سے مطلق العنان مالک بن گئے ہوئے تھے۔ یہ مملوک ۲۴ بیگون کے ماتحت ہوتے تھے جو ہمیشہ چرکستان اور کاکیشیا سے نئے غلام خرید کر اپنی جمعیت کو قایم رکھتے تھے۔ ہر ایک بیگ کے پاس پانسو سے لیکر چھہ سو تک غلام ہوتے تھے جن کی پرورش اور گذارہ کا کفیل بیگ ہوتا تھا۔ اور ایسا اکثر ہوتا تھا کہ بیگ مرتے وقت بیٹے کی بجائے کسی غلام کو اپنا جانشین بنا جاتے تھے۔ ہر ایک مملوک یا غلام کی خدمت کیلئے دو فلاح مامور رہتے تھے۔ مملوک شہسواری اور شجاعت مین اپنی نظیر نہین رکھتے تھے۔ انکی کل جمعیت بارہ ہزار سوارون کے قریب تھی۔ اور ۲۴ ہزار فلاح اون کے خدمتگار رہتے تھے۔ ملک کا محاصل یہی بیگ قبطی محصلون کی معرفت وصول کیا کرتے تھے۔ اور ترکی گورنر اون کے ہاتھ مین ایک کٹھ پتلی ہوا کرتا تھا۔ اور سلاطین اونکی سرکوبی کیلئے وقتاً فوقتاً مہمین بھیجتے رہتے تھے۔

چنانچہ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے غازی حسن نے کسیقدر انتظام بھی کر لیا تھا مگر روس کے ساتھ محاربہ شروع ہو جانے پر اسے مصر سے چلا جانا پڑا۔ یہ بیگ قانوناً یکسان استحقاق رکھتے تھے۔ مگر وہ عموماً ایک دوسرے کے ساتھ مشغولِ کارزار رہتے تھے۔ اور جو سب سے طاقتور ہو جاتے۔ وہ سب کا سردار تسلیم کر لیا جاتا تھا۔ اور ملک کا بادشاہ درحقیقت وہی ہوا کرتا تھا۔ اور ایسا اکثر ہوتا تھا کہ وہ ترکی پاشا یا باب عالی کو محاصلِ ارضی کے ادا کرنے سے بھی انکار کر دیا کرتا تھا۔

نپولین کی فوجکشی کے وقت دو بیگ سربرآوردہ تھے۔ ایک کا نام ابراہیم بک تھا جو متمول ہوشیار اور طاقتور تھا دوسرا مراد بک تھا جو بہادر شجاع اور گرمجوش نوجوان تھا۔ ان دونون نے باہمی رضامندی سے حکومت کو اسطرح سے آپس مین بانٹ رکھا تھا کہ تمام ملکی امور کا انتظام ابراہیم بک کے ہاتھ مین تھا۔ اور فوجی معاملات مراد بک کے تصرف مین تھے۔ گویا وہ سپہ سالار تھا۔ اور کل مملوک بھی اوسکے ماتحت لڑنے پر دل و جان سے رضامند تھے۔ مصر کی اوس وقت کی حالت کے اس اجمالی بیان کے بعد نپولین کے فوجی کاروائیون کیطرف رجوع کیا جاتا ہے۔

نپولین نے اپنی چالیس ہزار فوج کو تین حصون مین تقسیم کر کے اسکندریہ پر تین طرف سے حملہ کیا۔ گو ان اعربون نے

فصیل کے پیچھے سے تابڑ توڑ آتشباری کی۔ مگر فرانسیسی فصیل پر چڑھ گئے۔ چڑھتے وقت ایک حصہ کا کمانڈر مشہور کلیبر سب سے پہلے زخمی ہو کر نیچے گرا لیکن حملہ آوروں کی حوصلے اس سے بھی پست نہ ہوئے۔ وہ پرانے شہر میں داخل ہو گئے۔ اور محافظین نئے شہر کو پیچھے ہٹ گئے۔ جہاں فرنچ مورخ تھیئرز کا بیان ہے کہ ضرور دست بدست لڑائی ہوتی۔ لیکن ایک ترکی کپتان نے بیچ بچاؤ کر کے مصالحت کرادی۔ نیپولین نے اوسکی معرفت کہلا بھیجا کہ وہ ملک کو لوٹنے یا اُسے سلطان کے تصرف سے چھیننے کو نہیں آیا بلکہ اوسے مملوکوں کے دست ظلم سے بچانے اور ان سے ان بے شمار دقتوں کا بدلہ لینے کے لیے جو وہ فرانسیسی سوداگروں کو دیتے رہے ہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ملک کی حکومت بحال رکھی جائے گی۔ اور باشندوں کے مذہب یا مال و جان اور رسم و رواج میں کوئی دست اندازی نہیں کی جائے گی۔"

ابو قیر اور رشید کے سوا ہر جگہ محافظین مقابلہ سے دستبردار ہو گئے۔ اور سکندریہ پر نیپولین کا قبضہ ہو گیا۔ اسی اثناء میں باقیماندہ فوج بھی خشکی پر اتر آئی تھی۔ جو اپنے جرنیل کو مقدمہ شہر میں آملی۔ نیپولین نے اوس پالیسی و طریق عمل کا جو اُسکا مصر میں اختیار کرنا مفید مطلب ہو سکتا تھا پہلے سے ہی تصفیہ کر لیا ہوا تھا۔ اوس نے باب عالی کے متعلق یہ پالیسی پسند کی تھی کہ جس طرح ہو اُسے وہم و اسباب سے الگ رکھے اور فرنچ مہم سے بدظن ہونے نہ دیا جائے۔ اور اُسے کہا جائے کہ فرانسیسی محض مملوکوں کو تباہ کرنے کی غرض سے مصر میں داخل ہوئے ہیں پھر بتدریج اُسے یا تو مصر کو بالکل فرانس کے سپرد کر دینے پر راضی کر لیا جائے یا ترکی پاشا بدستور سابق اوسی طرح میں رہنے دیا جا کر مملوکوں کی جگہ خود لے لی جائے۔ باشندوں کی تالیف قلوب کرنے کی غرض سے یہ تجویز ہوا۔ اوس نے مشائخ و شیوخ کی دلداری کی پالیسی اختیار کی۔ چنانچہ اوس نے ترکی پاشا، رعایا اور اپنی سپاہ کے نام علاحدہ علاحدہ اعلان کیے۔ ان کا ترجمہ عربی زبان میں بھی ہر ایک جگہ مشتہر کرا دیا۔

پاشا کی طرف یہ اعلان بھیجا گیا۔ "فرنچ گورنمنٹ نے مملوک بیگوں کی سرکوبی کے لیے بھیجا ہے کیونکہ اس صدی میں ٹیونس اور الجزائر کے بیگوں کے برخلاف کئی مرتبہ اپنی فوجیں بھیجنی پڑی ہیں۔ ایک زبردست فوج مصر کو روانہ کی ہے۔ تم کو معلوم ہونا چاہیے تم ان بیگوں کا حاکم ہے۔ مگر بے اختیار غلام بنے ہو اور ان کے ہاتھ میں بالکل بے بس ہو۔ میری آمد پر بالخصوص تم کو خوش ہونا چاہیے۔ تم کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ میں قرآن یا سلطان کے برخلاف کسی امر کا مرتکب ہونے کے لیے نہیں آیا۔ تم کو معلوم ہے کہ کل یورپ میں صرف فرنچ قوم ہی سلطان کی دوست ہے۔ بس میرے ساتھ آکر شامل ہو جاؤ۔ اور میرے ساتھ مل کر بیگوں کی اس ملعون قوم پر لعنت بھیجو۔"

رعایائے مصر کو نیپولین نے اپنے اعلان میں اس طرح مخاطب کیا۔ "باشندگان مصر تم کو کہا جائیگا کہ میں تمھارے مذہب کو محو کرنے کے لیے آیا ہوں۔ اس پر ہرگز یقین نہ کرنا۔ بلکہ یہ کہنے والے کو جواب دو کہ میں تمھارے حقوق کو قائم کرنے اور غاصبوں کو سزا دینے کے لیے آیا ہوں۔ اور کہو میں خدا۔ اوس کے رسول اور قرآن شریف کا ادب و احترام اوس سے زیادہ کرتا ہوں اور ان کا مجھے اوس سے زیادہ پاس ہے جتنا کہ مملوکوں کا ہے۔ کیا کوئی ایسا بھی زرخیز قطعہ ہے یا کوئی اچھی رعیت

کنیز یا عمدہ گھوڑا یا نفیس عمارت ہی جو مملوکون کی دستبرد سے بچی ہوئی ہو اور جسکو اونہون نے تمہارے تصرف مین رہنے دیا ہو۔ کیا مصر اون کے اجارہ مین آگیا ہوا ہے۔ اگر یہی بات ہی تو وہ اوس پٹہ کو پیش کرین جو خدا نے اون کو اس ملک کا دیا ہے مگر نہیں خدا عادل اور اپنے بندون پر رحیم ہے۔ اور اوس نے حکم دیدیا ہے کہ مملوکون کی حکومت اب اور زیادہ عرصہ قایم نہین رہے گی۔ ہم فرانسیسی بھی سچے مسلمان ہین۔ کیا ہم ہی وہ نہین ہین جنہون نے ا رومۃ[1] پوپ کو جو مسلمانون کو برخلاف جہاد کا وعظ کیا کرتا تہا برباد کیا ہے؟ کیا ہم ہی وہ نہین ہین جنہون نے مالٹا کے نائیٹون کو تباہ کیا ہے کیونکہ وہ متعصب بدھیلا رکھتے تھے کہ خدا نے اونہین مسلمانون کے ساتھ لڑتے رہنے کا حکم دے رکھا ہے۔ پس مبارک اور سعید ہین وہ لوگ جو ہمارے ساتھ شامل ہوجائین یا بالکل الگ تھلگ رہین۔ لیکن کمال بدبخت ہون گے وہ لوگ جو مملوکون کے ساتھ شریک ہوکر ہمسے مقابلہ کرین گے ۔

اپنے سپاہیون کو بوناپارٹ نے یاین الفاظ مخاطب کیا۔ "تم ایک ایسی فتح کیلئے تہیہ کر رہے ہو جس کا اثر دنیا کی تہذیب اور تجارت پر نے اندازہ پڑے گا۔ تم اس سے انگلستان کو ایسا کاری زخم لگاؤ گے جو اُس مہلک وار اور پیام اجل کا پیش خیمہ ہوگا۔ جو بعد ازان تم عنقریب اوس پر وارد کرو گے جن لوگون میں اب ہمین رہائش اختیار کرنی پڑے گی وہ مسلمان ہین۔ اور اون کے مذہب کا پہلا اصول یہ ہے کہ خدا ایک ہی اور محمد اوس کا رسول ہی۔ اسکی ہرگز تردید نہ کرنا۔ اون کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرو جیسا کہ تم یہودیون اور اطالیون سے کرچکے ہو۔ اون کے مفتیون اور اماموں کا ویسا ہی احترام کرو جیسا کہ تم یہودی اماموں اور عیسائی بشپون کا کرتے رہے ہو۔ انکی مذہبی مراسم اور مساجد کی ویسی ہی حرمت کرو جیسی کہ تم راہب خانون معابد یہودان اور یہودی و عیسائی مذہب کی کرتے رہے ہو۔ رومن افواج سب مذاہب کی حفاظت کرتی تہین تم یہان کی رسم و رواج کو یورپ کی رسم و رواج سے مختلف پاؤ گے تم انہیں ایسے اون رسومات سے مانوس بنانا چاہئے یہ لوگ جن مین ہم آئے ہین عورتون کو ویسا نہین سمجھتے جیسا کہ ہم۔ اور یہ یاد رکھو کہ ہر ملک مین زنا بالجبر کے مرتکب صرف بزدل ہی ہوا کرتے ہین سب سے پہلا شہر جو ہم دیکھین گے وہ اسکندر کا آباد کیا ہوا ہے ہم قدم قدم پر شاندار یادگارین پائین گے اور پرانے نامورون کے کارنامے ہماری آنکھون مین پھر جائین گے۔ اور وہ اس قابل ہین کہ فرانسیسیون کی عرق حمیت اور جوش رقابت اون سے مشتعل ہو۔"

اسکندریہ پر قابض ہونے کے بعد اوس نے رعایا کی تالیف قلوب کیلئے عدالت کا پہلے جیسا ہی انتظام رہنے دیا اور قاضیون کو اون کے عہدون پر بحال رکھا۔ صرف مملوکون کے ہاتھ مین جو محصول تہا اوسپر ایک فرنچ کمشنر کو مقرر کر دیا جو صیغہ وصولی محاصل کا تھا۔ دریائے نیل مین طغیانی آنیکا موسم عنقریب شروع ہونے والا تہا۔ اس لیئے اوس نے مناسب سمجھا کہ × علاقہ مین طغیانی کا سیلاب پہنچنے سے

[1] فتح اٹلی اور روم کی طرف اشارہ ہی۔ مولف ۱۲

پہلے پیشقدمی کرکے ڈلٹا اور قاہرہ پر قبضہ کرلیا جائے تین ہزار فوج کلیبر کے ماتحت جو زخم کی وجہ سے چند مہینہ تک لڑائی کا کام نہین کرسکتا تھا۔ اسکندریہ مین چھوڑی گئی۔ اور اوس کو صلاح و مشورہ دیتے رہنے کیلیے شہر کے شیوخ اور معززین کی میونسپل کمیٹی قایم کردیگئی۔ اسکندریہ کے قلعون اور حفاظتی تعمیرات کی درستی اور تیاری کا کام کپتان کریٹن کے سپرد کیا گیا جس نے تھوڑے ہی عرصہ مین تھوڑے خرچ پر بحیرہ روم کی عروس البلاد کو خوب مستحکم کردیا۔

ان انتظامون سے فارغ ہوکر نپولین نے فوج کا کچھ حصہ ہلکے ہلکے جہازون پر سوار کرکے دریا کے دہانہ کے راستہ قاہرہ کو روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ رحمانیہ مین نپولین کا انتظار کرے۔ اور خود باقیماندہ فوج لیکر خشکی کے رستہ ۷ جولائی کو رحمانیہ کیطرف چلدیا۔ مقام مذکور کو سکندریہ سے دو سڑکین جاتی تھین۔ ایک آباد علاقہ مین سے اور دوسری دمنہور کے راستہ ریگستان مین سے۔ مگر آخر الذکر کی مسافت پہلے سے بہت کم تھی۔ نپولین نے اوسی کو پسند کیا۔ اوسکی فوج کو بہت تشنگی و فاقہ رہا۔ بدوون اور عرب سوارون کی چھیڑ چھاڑ سے سخت تکلیف پہونچی۔ سپاہی افسرون پر دل کے پھپھولے بڑی سختی کے ساتھ پھوڑتے تھے۔ اور یہ کہتے کہ کیا یہی وہ زرخیز ملک ہے جہان سے کہا جاتا تھا کہ ہمین اسقدر دولت ملیگی کہ ہر ایک سپاہی مال غنیمت سے فرانس مین چھ چھ ایکڑ زمین خرید سکیگا۔ آخر ۱۰ جولائی کو نیل کے کنارہ پر پہنچ جانے سے ان تکالیف کا خاتمہ ہوگیا۔ اور سپاہ کی بشاشت پھر تازہ ہوگئی۔ مراد بک کو اس پیشقدمی کی خبر پہنچگئی تھی۔ اور اوسنے قاہرہ مین مملوک فوج جمع کرنی شروع کردی تھی جسکے جمع ہونے تک وہ بارہ تیرہ سو سوار لیکر دشمن کے کوچ مین مزاحم ہونیکیلیے آگے بڑھ آیا تھا۔

نپولین بیڑہ سے پہلے رحمانیہ پہنچگیا۔ اوس نے بیڑہ کا انتظار کرنے اور فوج کو آرام دلانے کی لیے ۱۳ جولائی تک وہان قیام کیا۔ پھر بیڑہ کو پہلے روانہ کرکے خود بھی اوسی دن روانہ ہوگیا۔ مملوکون کے پاس بھی چھوٹے چھوٹے جہازون کا ایک مصری بیڑہ تھا۔ اوس نے فرنچ بیڑہ پر بڑی تیزی سے حملہ کرکے دو گنبوٹ چھین لیے مگر فرانسیسیون نے یہ جہاز پھر واپس لیلیے۔ اور آخر مملوکی بیڑہ پسپا کردیا گیا۔

یہ معرکہ شبراخیت کے قریب پہونچا ہی تھا کہ نپولین بھی فوج لیکر پہنچگیا۔ مملوک شہسواری شجاعت شمشیر بازی اور حملہ کی تیزی مین کل دنیا کی فوج سواران سے ممتاز شمار کیے جاتے تھے۔ اون کے مقابلہ کیلیے نپولین کے پاس صرف فوج پیدل تھی جسے اب پہلی مرتبہ ان بلا کے پھرتیلے شہسوارون سے سابقہ پڑنے والا تھا۔ نپولین نے اپنی پانچون ڈویژنون کو پانچ مربعون کی شکل مین صف بستہ کردیا۔ توپین ہر مربع کے زاویون پر رکھی گئین۔ اور مربعے ایک دوسرے کے دوش بدوش کھڑے کیے گئے۔ سامان کمپ مربعون کے اندر کرلیا گیا۔ مملوک جن کی تعداد بارہ تیرہ سو کے قریب تھی بجلی کیطرح کڑکتے ہوے ان مربعون پر جھپٹے۔ مگر فرانسیسیون کے قدم نہ لرزے۔ اور اونہون نے حملہ آورون کو سنگینون کی نوکون پر لیلیا۔ مملوکون کے پاس پستول بھی ہوا کرتے تھے جن کو وہ قریب پہنچکر دشمن پر خالی کردیتے تھے۔ اور پھر تلوار پکڑکر اپنے غنیم کو جسکی صفین حملہ کے تصادم سے پراگندہ ہوگئی ہوتی تھین کاٹنا شروع کردیتے تھے۔ مگر فرنچ مربعون کی پہلی صفین قایم رہین۔ مملوک کا وار کاٹ کر دوسری صفون کیطرف

پلٹے۔ ادہر بھی سنگینون کی یکسان باڑہ جو دیتی۔ وہ کسیطرف نپولین کے مربعون مین سے کسی ایک کا کوئی ضلع نہ توڑ سکے لیکن اثنا مین فرنچ آتشباری رہا ہے اون کے دو تین سو بہادر قتل ہو چکے تھے جبکہ مراد اور اوس کے ہمراہی سرپٹ گھوڑے دوڑاتے ہوئے قاہرہ کے نیچے پہونچ گئے۔

قاہرہ دریائے نیل کے داہنے کنارہ پر واقع ہے مراد بک نے دریا کے بائین کنارہ پر اوس میدان مین جو اہرام مصری اور دریا کے درمیان ہے غنیم کے مقابلہ کا انتظام کیا۔ اس غرض کیلئے اوس نے دس ہزار کے قریب مملوک سوار جمع کرلیے جن کے ساتھ بیس ہزار پیدل ہمراہ ایک گاؤن مین جس کا نام انبابہ ہے مورچون کے پیچھے رکھے گئے۔ ابراہیم نے پاشا کی ینگچری فوج کو بھی اپنے ساتھ شامل کرلیا ہوا تھا۔ ترکی گورنر نپولین کے اعلان کے باوجود مراد کے ساتھ شریک ہوگیا تھا۔ مراد بک کی فوج کے علاوہ کئی ہزار بدوی عرب بھی اس انتظار مین ایکطرف کو کھڑے تھے کہ فرنسیسیون کو شکست ہو تو یہ لوگ ٹوٹ پڑین اور اونکا مال اسباب لوٹ لین ادہر قاہرہ مین ابراہیم ایک ہزار مملوک اور اپنی کل مستورات۔ غلامون اور زر و دولت کو جمع کرکے اس کام کیلئے تیار بیٹھا تھا کہ اگر مملوک فوج کو شکست ہو تو وہ فوراً قاہرہ سے شام کیطرف بھاگ جائے۔

نپولین کا مملوک فوج سے ۲۱ جولائی کو مقابلہ ہوا۔ اوس دن اونکی فوج طلوع آفتاب سے پہلے کوچ کرکے انبابہ کیطرف چلی تھی اسکندریہ سے آگے بھی راستہ مین بہت تکلیف اٹھانی پڑی تھی۔ اور راستے کوئی بڑا شہر راستہ مین نہ ملا تھا جس سے فرنچ سپاہیون کو خیال ہو گیا تھا کہ قاہرہ کا بھی یونہی نام مشہور ہے۔ وہ بھی دمنہور اور رحمانیہ کی طرح گھاس پھوس کی جھونپڑیون کی کوئی ٹوٹی پھوٹی بستی ہوگی۔ مگر ۲۱ جولائی کو سورج کے نکلنے پر جب انہین دور سے قاہرہ کی مساجد کے سربفلک مینار اور گنبد دکھائی دیئے تو خوشی سے اونکی باچھین کھل گئین۔ اور ان میناروں کے ایکطرف اور دوسری طرف اہرام مصری کو دیکھکر وہ کچھ ایسے مبہوت ہوگئے کہ کل فوج کے قدم تھوڑی دیر کے لیئے آگے بڑھنے سے رک گئے۔ فوج کا یہ رنگ دیکھکر نپولین کی سرخوشی اور خوشی کی بھی کوئی انتہا نہ رہ گئی۔ وہ گھوڑے کو ایڑ لگا کر سپاہیون کی صفون کے سامنے چکر لگانے لگ گیا۔ اور ہر صف کو اہرام کیطرف اشارہ کرکے ان سے خطاب کرتا جاتا "یہ خیال رکھو۔ ان اہرام کی چوٹیون سے چالیس صدیان تمہین دیکھ رہی ہین"۔

دشمن کے قریب پہنچکر نپولین نے اپنی فوج کو پہلے کیطرح پھر مربعون مین صف آرا کرکے آگے بڑھنا شروع کیا اور جب مراد بک نے دہاوا کیا تو اوس کے ڈویژن دشمن کے دہاوے کو روکنے کیلئے یکبارگی مربع باندھے کھڑے ہوگئے۔ مراد کی یہاں بھی فرنچ سنگینون کی باڑ کے سامنے کوئی پیش نہ گئی۔ اوس نے متواتر تین حملے کیئے جن مین فرنچ آتشباری اور گولون سے سیکڑون مملوک ہلاک ہوگئے۔ آخر مملوکون کی صفین پراگندہ ہوگئین۔ اور وہ صحرا کی طرف یا دریا کے رخ بھاگ گئے۔ اور لڑائی کا خاتمہ ہوگیا تقریباً چھ سو مملوک لڑائی مین قتل ہوئے اور ایک ہزار کے قریب دریا مین ڈوب گئے۔ فرانسیسی ایک سو کے قریب قتل اور زخمی ہوئے کیونکہ قاعدہ ہے کہ اگر مربع بندی ٹوٹ جائے تو نہایت ہی سخت نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ لیکن اگر مربع بندی کی چال کامیاب رہی تو بہت ہی خفیف نقصان ہوتا ہے۔ نپولین نے فتح کے بعد جیزہ مین جہان مراد بک نے عالیشان محل تیار

کیا ہوا تھا قیام کیا۔ فرنچ فاتحین کو غزا اور آبا یہ میں بیشمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ مقتول مملوکوں کی لاشوں سے بھی اون کو بیکراں دولت ملی۔ مملوکوں کا قاعدہ تھا کہ وہ اپنی کل دولت اپنے ساتھ ہمیانیوں میں ڈالکر رکھا کرتے تھے۔ لاشوں کی کمروں سے ان ہمیانیوں کو کھول لیا گیا جن میں سے ہر ایک میں دو دو تین تین سو طلائی دینار پائے گئے۔ میدان کا صفایا کر لینے کے بعد دریا سے مملوکوں کی لاشیں کئی دن تک اسی غرض سے نکالی جاتی رہیں۔ قیمتی شال۔ مرصع زینیں اور نادر اسلحہ جو دستیاب ہوئے وہ علیحدہ رہے۔

مملوکوں کو شکست ملتے ہی قاہرہ میں بدمعاش فرقہ نے ہر جگہ تباہی مچادی۔ اور تاخت و تاراج کا بازار گرم ہو گیا۔ فرنچ بیڑہ ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ اس لئے نپولین دریا کو عبور کر کے قاہرہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ لیکن شہر والے غارت گروں کی دست برد سے ایسے تنگ آگئے کہ اونہوں نے دوسرے ہی روز قاہرہ کے فرنچ سوداگروں کو نپولین کے پاس بھیجکر اسے شہر میں داخل ہونے کے لئے کہلا بھیجا۔ اور نپولین نے چند جرم مہیا کر کے کچھ فوج شہر میں بھیجدی جس نے وہاں امن قایم کر دیا۔ تیسرے دن نپولین شہر میں داخل ہوا۔ اور مراد بک کے محل پر قابض ہو گیا۔

قاہرہ میں بھی فاتح نے وہی پالیسی قایم رکھی جو اسکندریہ میں اختیار کی گئی تھی یعنی کہ انہوں اپنی جادو بیانی خوش اخلاقی اور نرم برتاؤ سے جامع ازہر کے علما تک سے یہ فتوے لکھا لیا کہ تمام مصریوں کو اس نیک بخت اور عادل فرمانروا کی تابعداری کرنی چاہئیے۔ خداوند کریم کا کمال احسان و فضل ہے کہ اوس نے ہمکو مملوکوں کے ظلم سے بچانے کے لئے یہ فرشتہ رحمت یہاں بھیجدیا ہے۔

عدالتوں کا انتظام وہی رہنے دیا گیا۔ اور اسکندریہ کی طرح یہاں بھی اعیانِ شہر اور شیوخ کی مجلس شورے قایم کی گئی صرف محاصل کی وصولی اپنے ہاتھ میں رکھی۔ تالیفِ قلوب کی ان تدابیر سے فارغ ہو کر اوسنے بالائی مصر اور دیگر علاقوں پر متصرف ہونے کے لئے مختلف دستے بھیجدیئے۔ ہر ایک جنیل کو رعایا کی تسخیرِ قلوب کی سخت ہدایت کر دیگئی۔ بعدازاں فوج کو آرام و آسائش کا انتظام کیا۔ اون کو مملوکوں کے مکانات میں فروکش۔ اور اونکی خورد و نوش کا باحتیاط بندوبست کیا لیکن ساتھ ہی اون کو عورتوں کی عزت و احترام کرتے رہنے کی کمال تاکید کر دی۔ فرانسیسی طبعاً زندہ دل اور خوش باش ہوتے ہیں۔ وہ فوراً عوام کے ساتھ گھل مل گئے۔ اور فاتح و مفتوح میں جو مغایرت ہوا کرتی ہے اوسکا نام و نشان نہ رہا۔

بونا پارٹ نے ہمسایہ ممالک سے دوستانہ تعلقات قایم کرنے کو بھی فراموش نہ کیا۔ ہر سال مصر سے جو حاجیوں کا قافلہ مکہ معظمہ جاتا ہے۔ اوس کے لئے خود ہی امیر حاج مقرر کیا۔ اور فرنچ قونصلوں کی معرفت شمالی افریقہ کی ریاستوں کے حکمرانوں کو مطلع کر دیا کہ حاجیوں کا قافلہ بدستور اس سال بھی روانہ ہو گا۔ اون ممالک کے مسلمانوں کے قافلے آئیں ذرہ بھی نہ جھجکیں۔ شیوخ مصر کی معرفت بھی اطلاع شریف مکہ کو دیگئی کہ حاجیوں کے قافلوں کی بدستور حفاظت و حمایت کی جاوے گی۔ قاہرہ کا ترکی گورنر ابراہیم بک کے ساتھ بلبیس کو بھاگ گیا تھا۔ اسلئے اور نیز دمشق و عکہ کے ترکی گورنروں کو بھی اطلاع دیگئی کہ فرانس بدستور

باب عالی کا دوست ہی مگر یہ پیشبندیان بالکل فضول تھین۔ باب عالی اپنے ذخیرۂ ترین صوبہ پر جبین امن کی حالت مین اس طرح اچانک حملہ کر دیئے جانے اور مصر کے اوپر قابض ہوجانے سے کبھی چشم پوشی نہین کر سکتا تھا مگر باب عالی کی ناراضگی کے ذکر سے پہلے اس موقعہ پر نپولین کے مصری کارنامون کے سلسلہ کو ختم کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہو

نپولین نے عرب باشندگان مصر کے رسم و رواج سے بہ خوبی واقفیت ہونے کیلئے اون کے جلسون اور تیوہارون مین بڑی خوشی سے شریک ہونا شروع کر دیا۔ چنانچہ وہ دریائے نیل کی طغیانی کے تیوہار مین جو مصر مین سب سے بڑی خوشی کا موقع ہوتا ہے نہایت تزک و احتشام سے کل فوج سمیت شریک ہوا مصر کا کل دار و مدار نیل پر ہے۔ اور اس لیئے وہان کے باشندے اوسے نہایت محبت بلکہ ادب کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔

طغیانی آنے پر دریا کا پانی قاہرہ مین لایا جاتا ہے اور اوس وقت بڑی خوشی منائی جاتی ہے اسی طرح کہتے ہین اور فتح اسلام سے پہلے اس موقعہ پر مصری ایک نوجوان خوبصورت کنواری لڑکی کو دریائے نیل کی بھینٹ چڑھایا کرتے تھے حضرت عمرو بن العاص نے مصر کو فتح کرنے پر اس رسم کو موقوف کیا تھا۔ اور لڑکی کے عوض اس مضمون کا رقعہ دریا مین پھینکا تھا "اگر تو خدا کے حکم سے چڑہتا ہے تو اب بھی چڑہے گا۔ اور اگر اپنی مرضی سے چڑہا کرتا ہے۔ تو نہ چڑھ" پانی نہر کے ذریعہ سے شہر مین لایا جاتا ہی۔ اس نہر کے سرے پر ایک مضبوط بند بنا ہوا ہے جب دریا مین پانی مقررہ انداز تک چڑھ آتا ہی تو اوس وقت اعیان دولت کنارہ دریا پر جمع ہوتے اور اس پشتہ کو کٹوا کر دریا مین پانی نہر کا داخل کرتے ہین۔ یہ رسم عموماً ماہ اگست کو ادا کی جاتی ہے۔ اوس وقت کشتیون کی دوڑ بھی ہوتی ہے نپولین نے اوس دن کل فوج کو صف آرا کیا۔ اپنے ہاتھ سے دوڑ جیتنے والون کو انعام دیئے۔ اور رات کو سارے شہر مین چراغان کرا دی۔ مولود نبوی کی تقریب پر بھی نپولین نے اسی طرح کیا۔ اور بڑی دہوم دہام سے مجلسین کرائین خود جامع مسجد مین جا کر مولود خوان کے ساتھ مقابلے پر بیٹھا رہا۔ اور مسلمانون کی طرح درود و تسبیح پڑہتا رہا۔ پھر شام کو شیخ الاسلام کی دعوت مین شریک ہوا۔

ان کارروائیون سے نپولین نے مصری مسلمانون کے دلون کو پورا پورا قابو کر لیا۔ اور اوسکی تعریف و ثنا مین سیکڑون گیت بنالیے گئے جن کو چھوٹے چھوٹے بچے بھی بازارون مین گاتے پہرتے تھے۔ ان باتون کے ساتھ ہی وہ نو مفتوحہ ملک کو علم و تہذیب کی نورانی شعاعون سے منور کرنے سے بھی غافل نہ رہا۔ وہ بڑے بڑے علماء و فضلاء اور ماہران علوم جدیدہ کو ہمراہ لیکیا ہوا ہی تھا۔ اونکی اب وہان ایک انسٹی ٹیوٹ قایم کی۔ اور ایک عالیشان محل اور بیش بہا جاگیر اوس کے لیئے وقف کر دی۔ اس انسٹیٹیوٹ کو بعض ممبر ملک کی مساحت اور اوس کا مکمل نقشہ تیار کرنے مین مصروف ہوگئے۔ بعض کے ذمہ کھنڈرات کی دیکھ بھال کا کام ڈالا گیا۔ بعض ملک کی طبعی پیداوارون کی پڑتال مین مشغول ہوگئے۔ کچھ علم ہیئت فلسفہ طبعی اور علم موجودات کے متعلق مشاہدے اور تجربے کرنے لگ گئے۔ اور چند کو یہ کام سپرد کیا گیا کہ کلون نہرون چاہات۔ اور دیگر مہذب وسائل اور یورپ کی معلومات جدیدہ سے کسطرح باشندگان مصر کی حالت کو سنوارا جاسکتا ہے۔

کی صفائی کے لیے خاص تدابیر کیگئیں۔ دریائے نیل کے پانی صاف کرنے کی تدابیر اور نئی ملکی پیداوار دریافت کرنے کے لیے جو پہلے مصر میں نا بود تھیں تیار کیا جا سکے کئی نامور سائنس دان مقرر کیے گئے۔ الغرض ملک کی خوشحالی اور ترقی کے لیے نیز صنعتی و علمی ترقی کی کوشش شروع کر دیگئی۔

ابھی قاہرہ میں داخل ہوئے ہی تھے کہ بحری اور وسطانیہ مصر کے تمام علاقوں پر بآسانی تمام فرنچ تسلط قائم ہو گیا۔ صرف بدوی عربوں سے کہیں کہیں خفیف سا مقابلہ ہوا۔ بلبیس پر فوج کشی کر کے ابراہیم بک کو وہاں سے بھی نکالدیا گیا۔ وہ شام کو چلا گیا۔ البتہ مصر صعید میں ابھی مراد بک موجود تھا۔ لیکن اسکی طرف سے چنداں کوئی اندیشہ نہ تھا۔ نپولین کا جرنیل ڈیساکس فوج لیے ہوئے سرحد پر تیار بیٹھا تھا۔ کہ دریا کی طغیانی فرو ہوتے ہی اس علاقہ کو بھی مطیع و منقاد بنالے۔ الغرض مصر میں نپولین کو اپنی مہم میں کامل اور سریع کامیابی ہو گئی تھی مگر قسمت اسکی فتوحات کے دوران میں دوسری طرف اوس کے لیے ایک سخت مصیبت اور شکست کا سامان تیار کر رہی تھی۔ نپولین کو اسکندریہ پر قابض ہوتے ہی سب سے پہلے اپنے بیڑہ کو کسی محفوظ مقام میں لنگر انداز کرنیکا فکر لاحق ہوا تھا۔

چنانچہ اسکندریہ سے روانہ ہونے کے وقت اوس نے ایڈمرل بروایس کو تاکید کر دی تھی کہ وہ اپنے جہازات کو انگریزی بیڑہ سے محفوظ رکھنے کیلیے یا تو انہیں بندرگاہ اسکندریہ میں داخل کر دے خواہ جزیرہ کارفو کو لیجائے اور اس امر کی خاص طور پر سخت تاکید کی تھی کہ وہ انہیں ابو قیر کے سامنے کھلے سمندر میں ہرگز لنگر انداز نہ رکھے کیونکہ لنگر انداز ہونے کی صورت میں دشمن سے مقابلہ ہو جانے کی نسبت یہ بہت بہتر ہوتا ہے کہ دشمن سے مقابلہ ہونے کے وقت بیڑہ متحرک ہو۔ بروایس افسروں نے پہلو اس مسئلہ پر بحث کی کہ آیا جہازات اسکندریہ کے بندرگاہ میں جس کا گزرنا تنگ احتیاط سے معلوم کر لیا گیا تھا داخل ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ اسپر باتفاق رائے یہ فیصلہ ہوا کہ اسی اسی توپوں والے دو جہازوں اور ایک سو بیس توپوں والے جہاز کے سوا اور سب بآسانی داخل ہو سکتے ہیں۔ اور اگر ان تینوں جہازوں پر سے بھی انکی توپیں اتار لی جائیں تو وہ بھی داخل ہو سکیں گے۔ امیر البحر نے توپیں اتار کر انکو بندرگاہ میں داخل کرنا منظور نہ کیا۔ اوسکی رائے تھی کہ جہاز داخل تو ہو جائیں گے لیکن اگر دشمن کے چند بھی جہازوں نے ناکہ بندی کر لی تو پھر بیڑہ کا باہر نکلنا دشوار ہو جائے گا کیونکہ توپوں کے بغیر تینوں جہاز جو کل بیڑہ میں سب سے بڑے ہیں۔ مقابلہ کے وقت بیکار ثابت ہونگے اور اگر توپیں چڑھائی گئیں۔ تو وہ بندرگاہ میں نشین ہو جائیں گے۔ باہر نہ نکل سکیں گے۔ بنا بریں اوس نے کارفو چلے جانیکا فیصلہ کیا مگر چونکہ اسے نپولین سے بڑی الفت تھی اوس نے اوس کے قاہرہ میں بخیریت پہنچ جانے کی خبر سنے بغیر پہلے مصر کے ساحل کو چھوڑ جانا گوارا نہ کیا۔ اور اس خبر کے پہنچنے تک اسکندریہ کے دہانوں کا عرض و عمق ناپتا رہا۔ یہ توقف نہ صرف اوس کے بیڑے اوس کے ملک کے لیے کمال مضر ثابت ہوا۔ اور اوس نے دنیا کی تاریخ میں ایک عظیم تغیر پیدا کر دیا۔

امیرالبحر مذکور کے جہازات ابوقیر کے سامنے جو اسکندریہ سے بجانب مشرق چند میلون کے فاصلہ پر واقع ہے کھلے سمندر مین نیم دایرہ کی شکل مین لنگر زن تھے۔ یہ جہاز تعداد مین تیرہ تھے۔ اور اون کے نیم دایرہ یا قوس کا ایک سرا ایک چھوٹے سے جزیرہ سے جو جزیرہ ابوقیر کے نام سے پکارا جاتا ہے مس کرتا تھا۔ اس جزیرہ پر امیرالبحر نے بارہ پونڈ گولہ چلانے والی توپون کی ایک باتری نصب کر دی تھی۔ اور اوسے بخوبی یقین تہا کہ مخالف کا کوئی جہاز اس جزیرہ اور اوس کے جہازات کی صف کے درمیان سے گذر کر اوس کے عقب کو نہین جا سکتا۔ اس امر کا اوسے ایسا کامل یقین تھا کہ جزیرہ کی طرف اوس نے اپنی صف مین کمزور ترین جہاز رکھے ہوئے تھے۔ اوسے بڑا فکر اپنی صف کے دوسرے سرے کے بچاؤ کا تھا۔ کیونکہ وہ کھلے سمندر مین تہا۔ اور اوس کی حفاظت کے لیے بازو پر کوئی خشکی موجود نہ تھی۔ اسی لیئے اوس نے بڑے بڑے جہاز ادہر متعین کئے ہوئے تھے۔

علاوہ برین جس رخ پر اوس نے اپنے جہازون کی صف قایم کی ہوئی تھی۔ اور جدہر سے غنیم اوسپر حملہ آور ہو سکتا تہا۔ ہوا اُس سے مخالف رخ کو چل رہی تھی جس سے اوس نے خیال کر لیا تھا کہ ایسی صورت مین کوئی دشمن اوس پر حملہ کرنیکی جرات نہین کرے گا۔ پس بزعم خود سب طرح سے محفوظ ہونیکا انتظام کر کے وہ نپولین کی فتحیابی کی خوشخبری کا منتظر رہا کہ اوس کے سنتے ہی کارفو کو چلدے۔

نیلسن کو بحیرہ مجمع الجزایر سے ہو کر پھر بحیرہ ایڈریاٹک نیپلز اور سسلی جانے پر آخر نپولین کے اسکندریہ پہونچ جانیکا پختہ پتہ لگ گیا۔ اور وہ فوراً فرانسیسی بیڑہ سے لڑائی کرنے کے لیئے ادہر روانہ ہو گیا۔ قریب پہونچکر اوس نے ایک ہلکا جہاز غنیم کی وضع اقامت اور طاقت کو معلوم کرنے کے لیئے آگے بھیجا۔ اور اس جہاز نے ابوقیر کے قریب جا کر فرانسیسی بیڑہ کی اچھی طرح سے دیکھ بھال کر لی فرنچ امیرالبحر کے پاس ہلکے جہاز تو بہت تھے۔ مگر اون کو اوس نے اسکندریہ کے بندرگاہ مین داخل کر دیا ہوا تھا اور اپنے جنگی جہازون کی صف کے قریب سمندر مین گشت کرتے رہنے کے لیئے ایک فرایگیٹ بھی باہر نہ رکھا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اوسے نہ صرف انگریزی بیڑہ کی آمد کی ہی خبر نہ ہوئی۔ بلکہ انگریزی فرایگیٹ کی دیکھ بھال کا بھی اوسے علم نہ ہوا اور اس جہاز نے کل نقشہ نیلسن کو جا بتایا۔ جو فی الفور سیدہا ابوقیر کو چل پڑا۔ اور یکم اگست کی شام کو چھ بجے فرنچ بیڑہ کے بالمقابل پہنچ گیا۔ فرنچ امیرالبحر اوس وقت کھانا کھا رہا تھا۔ اوس نے اوسی وقت لڑائی کا حکم دیدیا۔ فرانسیسیون کو دشمن کی مطلقاً توقع نہ تھی۔ اور اکثر ملاح ساحل کو گئے ہوئے تھے۔ فرنچ امیرالبحر نے اونکو بلانے کے لیئے فوراً قاصد بھیجدیئے۔ اوسے خیال تہا کہ نیلسن اسی شام کو کبھی حملہ نہین کرے گا اور صبح ہونے تک مین کل سامان مکمل کر لونگا۔ مگر نیلسن فی الفور حملہ کرنیکا فیصلہ کر کے کمال دلیرانہ چال چلا۔ اوس نے دیکھ لیا کہ دشمن پر صرف اسطرح فتح حاصل ہو سکتی ہے کہ اوسکی صف کو جزیرہ والے سرے کے پاس سے گذر کر چند جہاز اوس کے عقب مین پہنچا دیئے جائین۔ یہ کام سخت خطرناک تھا۔ مگر بہادر نیلسن ذرا نہ جھجکا۔ اور اوس نے شام کے اٹھ بجے دشمن پر حملہ کر دیا۔ فریقین کے جہازون کی تعداد مساوی تھی نیلسن کو صف کے سرے اور جزیرہ کے درمیان سے اپنے جہاز گذرنے

میں پہلے تو کامیابی نہ ہوئی۔ پہلا جہاز اسی کوشش میں چٹان پر بیٹھ گیا لیکن آخر پانچ جہاز یکے بعد دیگرے اس خطرناک رستہ سے گذر کر فرنچ جہازوں کے عقب میں پہنچ گئے۔ باقی دوسری طرف رہے اور اس طرح فرنچ صف کو بیار کے جہاز دو طرفہ نرغے میں آ گئے اور سخت معرکہ آرائی شروع ہو گئی۔ فرنچ صف کے قلب میں امیر البحر بروائیس کا جہاز تھا۔ اوس کی مہیب گولہ باری سے کئی انگریزی جہاز بیکار ہو گئے۔ اور خود نیلسن کے جہاز کو بھی سخت نقصان پہونچا۔ اور اگر اوس وقت فرنچ صف کا میمنہ جس میں پانچ بہترین جہاز تھے قلب اور میسرہ کی مدد کو آ پہنچتا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بربادی جو فرنچ بیڑہ پر وارد ہوئی انگریزی بیڑہ پر وارد ہوتی۔ مگر میمنہ کے کمانڈر نے تاریکی میں اپنے امیر البحر کے نشان کو جو کمک کے لیے بلا رہا تھا۔ نہ دیکھا اور وہ اپنے جہازوں کو لیے ہوئے بیکار کھڑا رہا۔ حالانکہ ایسے موقعہ پر نشان کے بغیر ہی کمانڈر مذکور پر اپنے اعلیٰ افسر کی کمک پر آ جانا فرض تھا۔

اسی اثناء میں فرنچ امیر البحر زخمی اور پھر گولہ کی ضرب سے تختہ جہاز پر ہی جسے اوس نے زخمی ہونے کے باوجود بھی نہ چھوڑا تھا۔ ہلاک ہو گیا۔ اور آدھے اوس کا جہاز میگزین میں آگ لگ جانے سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑ گیا۔ دو اور جہاز بھی اس وقت تک نابود ہو چکے تھے لیکن باقی پانچوں کمال استقلال سے برابر ابھی تک مشغول کارزار تھے۔ اور اگر میمنہ کا کمانڈر اب بھی جہاز لیکر لڑائی میں شریک ہو جاتا تو فتح کا پانسہ فرانسیسیوں کے حق میں پڑتا۔ کیونکہ انگریزی بیڑہ کا بھی فرانسیسیوں سے کچھ کم نقصان نہ ہوا تھا۔ حالانکہ نیلسن کے تیرہ اور بروائیس کے صرف آٹھ جہاز مشغول کارزار تھے۔ مگر میمنہ کے کمانڈر کی بزدلی نے آخر لڑائی کا فیصلہ کر دیا۔ وہ پانچوں جہاز لیکر میدان سے ہٹ جانے کے لیے اپنی جگہ سے روانہ ہو گیا۔ رات کی تاریکی میں اوس کے تین جہاز ساحل سے ٹکرا گئے۔ اور باقی دونوں کو لیکر جن کے ساتھ دو فریگیٹ بھی آملے تھے وہ مالٹا کو چلا گیا ان دو جنگی اور دو ہلکے جہازوں کے سوا فرنچ جنگی بیڑہ میں ایک بھی جہاز سلامت نہ بچا۔ نیلسن کو بھی اس قدر نقصان پہونچا کہ وہ ان مفرور جہازوں کا تعاقب تک نہ کر سکا۔ مگر جو کچھ اوس نے کر دکھایا وہی کچھ کم نہ تھا۔

نیلسن کی اس شاندار فتح سے نپولین اور اوسکی فوج فرانس سے بالکل بے تعلق ہو گئی۔ اونہیں فرانس سے کمک پہنچانے یا ملک کو واپس لیجانیکا کوئی ذریعہ باقی نہ رہ گیا۔ اس فتح نے نپولین کے تمام ارادوں اور منصوبوں پر جو انگلستان اور اوسکی ایشیائی مقبوضات کی فتح کے متعلق باندھ رہا تھا پانی پھیر دیا۔

اس فتح نے باب عالی کو تذبذب چھوڑ کر فرانس سے اعلان جنگ کر دینے پر آمادہ کر دیا۔ اور اسی فتح سے کیتھرائن کا جانشین پال زار روس اور شاہ نیپلز فرانس کے برخلاف انگلستان کے ساتھ متحد و متفق ہو گیا۔ اور آسٹریا کو فرانس سے جنگ کرنے کی پھر جرأت پیدا ہو گئی۔

فرنچ فوج کو جب ابوقیر کی تباہی کی خبر پہونچی تو ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ اور انکی مایوسی اور بد نصیبی اور شکستہ دلی کی کوئی انتہا نہ رہ گئی۔ مگر خوش قسمتی سے نپولین اور کلیبر ایسے جوانمرد اون کے سپہ سالار تھے۔ [illegible] انکو

بھی تصور رہا ہوگا۔ اور اون کے دل مین بھی طرح طرح کے وسوسے گذر گئے ہون گے۔ مگر یہی نہین کہ اونہون نے اپنا پھر نجو حوصلون کو قایم رکھا۔ بلکہ اپنی ثابت قدمی بے دردی اور اولوالعزمی سے اپنی سپاہیون کی ہمتون کو بھی پھر تازہ کر دیا۔ اور اس سانحہ رنج افزا کو اون کے دلون سے چند ہی دنون مین فراموش کرا دیا۔

ٹرکی اور فرانس مین جنگ۔ اور روس انگلستان سے اتحاد۔

نپولین نے مصر پر روانہ ہونے سے پہلے ڈایرکٹری کے ساتھ ملکر یہہ تجویز کی تھی کہ جسطرح ہو باب عالی کو اس فرنچ حملہ سے ناراض نہ ہونے دیا جائے اور اوسے یہ ذہن نشین کرا دیا جائے کہ فرانس نے مصر کو ملحق کرنے کے لیئے اوسپر چڑھائی نہین کی۔ یہہ کام مشہور فرنچ مدبر ٹالی رنڈ کے سپرد کیا گیا تھا کہ نپولین کی روانگی کے وقت وہ سیدھا قسطنطنیہ چلا جائے۔ اور وہان جاکر سلطان اور اوس کے مشیرون کو فرانس سے برافروختہ نہ ہونے دے۔ مگر ٹالی رنڈ لومڑی سے زیادہ زیرک تھا۔ اور جانتا تھا کہ مصر پر فرنچ فوجکشی کی خبر سنتے ہی ترک یکبارگی ایسے مشتعل ہو جائینگے کہ اوس وقت اون کو سمجھانے کی کوشش کرنا ہی فضول نہ ہوگا۔ بلکہ اوس طیش کی حالت مین اون سے جان کو سلامت رکھنا بھی مشکل ہوگا۔ یہ سوچ کر اوس نے قسطنطنیہ جانے کا نام تک نہ لیا۔ اور فرانسیسی سفارت اور فرانسیسی اغراض کا انصرام قائممقام سفیر ایم رفن کے ہی ہاتھ مین رہا۔ حملہ مصر سے پہلے آسٹریا کو شکست دیکر فرانس کی جمہوری ریاست نے وینس کے مقبوضات جزائر ایونین اور سواحلی علاقجات پر یویسا وغیرہ پر اپنا قبضہ کر لیا ہوا تھا جس سے بحیرۂ روم اور اوس کے سواحل پر فرانس کی تجارت کو ادہ فروغ ہو گیا تھا۔ اور زیادہ تر اسی غرض کے لیئے اب مصر پر چڑھائی کیگئی تھی مگر ابوقیر کی شکست سے نتیجہ توقع کے برعکس نکلا۔

باب عالی کو جس وقت اسکندریہ پر فرنچ حملہ کی خبر پہنچی تو وہ ششدر رہ گیا۔ اور فرانس کے مخالف انگلستان کو سلطان سلیم کے بھڑکانے کیلیئے جو اب تک دل یورپ کی باہمی جدال و قتال و نزاع و مخاصمت سے بچا رہا تھا خاصہ موقع ملگیا۔ لیکن سلطان اور اوس کے مشیرون نے یکبارگی اپنے حلیفون کو رفیق سے بگاڑنا مناسب نہ سمجھا۔ بلکہ کچھہ عرصہ تک تو انہین یہی خیال رہا کہ انگلستان نے محض ترکون کو اکسانے کیلیئے فرنچ حملہ کی خبر خود گھڑ دی ہے۔ فرنچ سفیر بھی عجب مخمصہ مین مبتلا تھا۔ اوسے نہ اپنی گورنمنٹ سے اس معاملہ کے متعلق کوئی اطلاع یا ہدایت نہین ملی تھی۔ کہ وہ فلان روش اختیار کرے۔ ادہر ترکی وزرا بار بار اوس سے دریافت کرتے تھے کہ بتاؤ یہ کیا معاملہ ہے۔ اور دوسرے سفرا کیا کہہ رہے ہین۔ اوس نے پہلے تو بالکل ہی کانون پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ حملہ کی خبر بالکل غلط ہے۔ مگر جب اسکی صداقت مین کوئی شبہ نہ رہ گیا تو نپولین کے اعلان سے اسنے یہ عذر لنگ سوچا کہ فرانس نے سلطان کی حکومت کو زایل کرنے کے لیئے نہین بلکہ مملوکون کو پامال کرکے اوسے مستحکم کرنے کے لیئے اپنی فوج مصر بھیجی ہے یہ وجہ معقول تو ہو سکتی تھی۔ مگر صرف اوس صورت مین جب کہ سلطان سے پہلے استمزاج کر لیا گیا ہوتا۔ اور اوس سے اجازت لیگئی ہوتی ملک پر تصرف کر لینے کے بعد ایسی طفل تسلیون سے سلطان کی کب تشفی ہو سکتی تھی۔ اس مین کوئی کلام نہین کہ ترک مملوکون کی سلسل

شورہ پشتی سے بہت تنگ آئے ہوئے تھے۔ مگر سلاطین کا ہمیشہ اونکی سرکوبی کے لیئے مہمین بھیجتے رہنا صاف بتا رہا تھا کہ ترکی گورنمنٹ اس قیمتی مقبوضہ کی قدر و منزلت سے بخوبی واقف تھی۔ اور اوس کا قبضہ سے نکلجانا کبھی گوارا نہین کرسکتی تھی چنانچہ ہی ہفتون بعد نپولین کے انتظامات اور اوس کے ارادون کے متعلق جو کچھ شک و شبہہ باقی تھا۔ اوسے بھی دور کرکے اوس کا منشا بخوبی واضح کردیا۔ اور نیز انگریزی وزیر اعظم مسٹر پٹ کو فرانس کی غداری باب عالی پر روشن کرنے کے لیئے زبردست وجوہات مل گئین سلطان کا رہا سہا تذبذب فرنچ سفیر کی خاموشی سے کافور ہوگیا۔ اور باب عالی نے ۱۱ ستمبر ۱۷۹۸ء کو اعلان جنگ دیکر فرنچ سفیر رفن کو قلعہ ہفت برج مین مقید کردیا۔ یہ آخری سفیر تھا جس کو اسطرح سے نظر بند کیا گیا۔

ورینڈ لانسلیسن نے نیپلز جاکر اپنے بیڑہ کو پھر درست کرلیا تھا۔ اور بحیرہ مجمع الجزائر کو واپس آگیا تھا سلطان سلیم نے اسے مرصع قبضہ کی تلوار اور الماس کی کلغی عطا فرماکر سلطانی نوازشات سے سرفراز کیا۔ اور زار پال نے بھی جو فرانس کے برخلاف اب علانیہ انگلستان کے ساتھ متحد ہوگیا ہوا تھا۔ جہان کہین فرنچ سوداگرون کی کوٹھیان تھین۔ اون کو تاخت و تاراج کرکے برباد کردیا۔ اور ممالک محروسہ مین جسقدر فرنچ موجود تھے۔ اون کو گرفتار کرکے باسفرس کے ایشیائی قلعون مین قید کردیا گیا۔ مجمع الجزائر اور سمرنا و بیروت وغیرہ مین اگر سلمانون نے کسی فرنچ کوٹھی کو باقی بھی رہنے دیا تھا۔ تو اُسے انگریزی بیڑہ نے ترک حکام کو مجبور کرکے غارت کرادیا۔

الغرض مصر پر حملہ کرنیکا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ تمام بحیرۂ روم مین فرانسیسی تجارت کی بیخکنی ہوگئی۔ لیکن ساتھ ہی یہ بتا دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نپولین کو سوجھی تو بہی دور کی تھی۔ اور وہ اس بلا کا اولوالعزم جری تھا کہ اگر اوس کا بیڑہ سوء اتفاق۔ یا نلسن کی بہادری یا فرنچ بیڑہ کے کمانڈر کی حماقت یا بزدلی سے برباد نہ ہوجاتا تو ایشیائی فتوحات مین بھی وہ وہی نام پیدا کرلیتا جو سکندر اور تیمور کو حاصل ہے۔

اعلان جنگ سے چونکہ اب روس اور ٹرکی کی اغراض متحد ہوگئی تھین۔ ۲۳ دسمبر ۱۷۹۸ء کو دونون سلطنتون مین اتحادی عہدنامہ ہوگیا جس کے رو سے مدامی صلح کا اقرار اور ایکدوسرے کے مقبوضات کی سلامتی کی ضمانت کیگئی۔ ترکی مقبوضات مین مصر کا نام بالتصریح اور تخصیص کے ساتھ درج کیا گیا۔ ۵ جنوری ۱۷۹۹ء کو انگلستان بھی اس اتحاد مین شامل ہوگیا۔ اور بعد ازان نیپلز کی ریاست بھی اون کے ساتھ شریک ہوگئی۔

اعلان حرب کے بعد سلطان نے فرانسیسیون کو مصر[1] سے نکالنے کے لیئے ایک طرف جزیرہ رہوڈس مین ترکی فوج اور بیڑہ دونون کے جمع ہونیکا اور دوسری طرف شام مین ایک جرار فوج فراہم کیئے جانیکا حکم دیا۔ عکہ کا مشہور جزار پاشا گو برائے نام سلطانی حکومت سے ایکطرح سے بالکل آزاد رہتا تھا۔ مگر اس نازک موقعہ اور ضرورت کے وقت اُسنے کفار فرنگستان کو مقابلہ کرنے کے لیئے سلطانی

[1] سلطان اور اوس کی رفیق سلطنتون نے بحیرہ ایڈریاٹک مین بھی فرنچ مقبوضات پر حملہ کیا۔ جس کا مفصل ذکر مصر کی فتوحات سے بعد درج کردیا گیا ہے۔ مؤلف ؁

فوج کا سر عسکر بننا بڑی خوشی سے منظور کر لیا اور شام کی فوج کی اعلیٰ کمان اوس کے حوالہ کر دی گئی۔ رہوڈس میں مصطفےٰ پاشا کے زیر کمان ۱۶ ہزار فوج جمع کرنے کا حکم صادر ہوا تھا سلطانی گورنمنٹ نے بمشورہ رفقا یہ تجویز کی تھی کہ شامی فوج براہ صحرا سنہ ۱۷۹۹ء کے شروع میں مصر پر حملہ کرے اور اسی وقت رہوڈس والی فوج جہازوں پر سوار ہو کر ابو قیر جا اترے۔ مگر نپولین کی مستعدی اور پیش دستی نے اس دو طرفہ حملہ کی تجویز کو تار عنکبوت کی طرح توڑ دیا۔

سلسلہ واقعات کو مکمل کرنے کے لیے نپولین کے مصری کارناموں کی داستان پھر ستمبر ۱۷۹۸ء سے شروع کی جاتی ہے۔ ٹرکی کی اعلان جنگ کے وقت مصر صعید پر ابھی تک نپولین کا قبضہ نہ ہوا تھا۔ مگر اوس کا جنرل ڈیساکس جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے اوس علاقہ کی سرحد پر فوج لیے پڑا تھا نیل کی طغیانی فرو ہو جانے کے بعد اکتوبر میں ڈیساکس نے پیش قدمی شروع کی۔ مراد بک نے پیچھے ہٹ کر سدیمن میں مقابلہ کا انتظام کیا ہوا تھا۔ ۷ اکتوبر کو فریقین میں سخت معرکہ آرائی ہوئی۔ مصر میں ایسی سخت لڑائی اب تک فرانسیسی فوج کو نہ لڑنی پڑی تھی۔ دو ہزار فرنچ فوج کے مقابلہ پر چار ہزار مملوک اور آٹھ ہزار فلاحین تھے۔ مملوک حسب معمول کھلے میدان میں اور فلاحین فصیلوں کے پیچھے مورچوں میں تھے۔ ڈیساکس نے اپنی سپاہ کو چار مربعوں میں صف آرا کیا جن میں سے دو بڑے تھے اور دو چھوٹے۔ چھوٹے بڑے مربعوں کی دونوں طرف تھے اس لڑائی میں پہلی مرتبہ فرنچ فوج پیدل کی مربع بندی کو شکست ہوئی۔ بازو کی طرف کا ایک چھوٹا مربع سواروں کے تصادم کی تاب نہ لا سکا۔ اور اوسکی صفیں ٹوٹ گئیں۔ مگر اوس کے سپاہیوں نے یہ عقلمندی کی کہ وہ فوراً زمین پر لیٹ گئے تاکہ دوسرے مربع کی صفوں کو دشمن پر آتشباری کرنے کا موقعہ مل جائے۔ مملوک صف شکستہ مربع میں سے گذر کر دوسرے مربع پر حملہ آور ہوئے مگر وہاں انہیں کوئی کامیابی نہ ہوئی اور کئی گھنٹے متواتر حملہ کرتے رہکر آخر پسپا ہو گئے۔ اور ڈیساکس نے اسی مربع بندی کی شکل میں آگے بڑھ کر مورچوں کو فتح کر لیا جس وقت بقیۃ السیف مملوکوں نے بڑا چکر کاٹ کر فرنچ مجروحین کو جو پیچھے میدان جنگ میں پڑے ہوئے تھے قتل کر دیا۔ اس کے معاً بعد میں ڈیساکس نے بھی مورچوں میں غضب پیر ہو کر خونریزی کی۔ اس معرکہ میں تین سو فرانسیسی قتل ہوئے۔

سدیمن کو فتح کر کے ڈیساکس آبشاروں تک بڑھتا چلا گیا۔ اور چند مزید معرکوں کے بعد قرنا تک فرنچ تسلط قائم کر دیا۔ اس علاقہ میں اوس نے جیسی کہ اپنی شجاعت سے ناموری حاصل کی ویسی ہی عدل و انصاف اور رحمدلی سے ہر دل عزیز بھی ہو گیا چنانچہ قاہرہ میں اگر نپولین کو سلطان کبیر پکارا جاتا تھا تو مصر صعید میں ڈیساکس سلطان عادل کے نام سے مشہور تھا۔ دیگر نپولین نے بلبیس پر حملہ آور ہو کر ابراہیم بک کو وہاں سے شام کی طرف بھگا دیا۔ ۲۱ اکتوبر کو مراد بک کے خفیہ جاسوسوں کی اغوا سے قاہرہ میں جو بغاوت ہو گئی تھی اوسے بڑی سختی سے فرو کیا گیا۔ الغرض موسم سرما کے شروع ہونے تک کل مصر پر فرنچ حکومت بااستحکام قائم ہو گئی۔

مہم شام و محاصرہ عکہ

نپولین کو جب ترکی افواج کے اجتماع اور باب عالی کی تجویز کی اطلاع ملی تو اوسنے فوراً سوچا کہ مصر میں بیٹھا رہکر حملہ کا منتظر رہنا سخت نقصان بخش ہوگا۔ مناسب

یہی ہے کہ خود سبقت کر کے غنیم کے ارادون کو ملیامیٹ کیا جائے۔ اوسے یہ خبر ہو گئی تھی کہ ترکی افواج ۱۷۹۹ء کے موسم بہار مین حملہ کرین گی۔ لیکن اوس موسم مین مصر اور شام کے درمیانی صحرا کو عبور کر کے دشمن پر حملہ آور ہونا تقریباً ناممکن تھا جس پر اوس نے فی الفور جارحانہ پہلو اختیار کر لینے کا عزم کر لیا۔ اوس نے لبنان کے کوہستانی قبائل سے مصر جاتے ہی خط و کتابت شروع کر دی ہوئی تھی۔ (ورود سون متولیون دوارجی اسلمان قبائل) اور عیسائی قبیلون نے اوس کو ساتھ شریک ہونیکا وعدہ کر لیا تھا۔ نپولین نے اس جارحانہ کارروائی کے فوائد اپنے مشیرون کے سامنے حسب ذیل پیش کیئے:۔

"جب ہم نے شام پر حملہ کر دیا تو رہوڈس والی فوج کو حکماً اون کی امداد کے لیئے شام آنا پڑے گا۔ پس مصر حملہ کرنے والی کوئی فوج نہین رہ جائے گی سو وہان بالامن رہیگا۔ اوسطرح ہم وہان سے بتدریج اور وقتاً فوقتاً اپنی فوج کا حصۂ کثیر شام مین منگو اسکنے کے قابل ہو جائین گے۔ اور جب ہم شام پر قابض ہو گئے تو مراد بک اور ابراہیم بک کو مملوک صحاری مصر کے عرب۔ کوہ لبنان کے دروس متولی۔ شام کے عیسائی اور شام کے علاقہ آذو کے تمام عرب شیوخ ہمارے ساتھ شامل ہو جائین گے۔ اور پھر یہ تحریک کل عربستان مین پھیل جائیگی کیونکہ ممالک عثمانیہ کے وہ تمام صوبجات جن مین عربی زبان بولی جاتی ہے۔ انقلاب کیلئے بیتاب ہو رہے ہین۔ اور محض کسی ایسے شخص کے منتظر ہین جو اس کام کو کر سکے۔ اگر ان معرکون مین کامیاب ہو گئے تو ہم موسم بہار کے پہلے تک دریاء فرات کو کنارے تک پہنچ جائین گے۔ اور ۲۵ ہزار چیدہ فرنچ فوج کے علاوہ جو کل دنیا مین شجیع ترین ہے بیشمار توپ خانہ اور ایک لاکھ امدادی عساکر ہمارے پاس ہون گے۔ اوس وقت ہمارے اختیار مین ہوگا کہ اگر سلطان مخالفت سے باز نہ آئے تو قسطنطنیہ پر حملہ کر کے اوسے فتح کرین ۔ اور پھر اوس راستہ سے اپنے ملک کو واپس چلے جائین ـــــ اور اگر اس اثناء مین فرانس سلطان سے دوستانہ تعلقات پھر قایم کر لینے مین کامیاب ہو گیا۔ تو ہم (عراق عرب اور جنوبی ایران کے) صحرا سے گذر کر موسم سرما کے اخیر مین ہندوستان پر حملہ آور ہو جائین گے"

مگر جزار پاشا کی شجاعت اور ثابت قدمی نے اوس کے تمام ایشیائی منصوبون کو خاک مین ملا دیا۔ جزار نے اپنی فوج کا ہراول عبداللہ پاشا والی دمشق کے ماتحت العریش کو جو فلسطین اور مصر کے علاقہ سینا کی ملحقہ سرحد پر واقع ہے بھیج دیا ہوا تھا۔ اور وہ غزا اور جافا کی حفاظت کا انتظام کرنے کے بعد جنوری ۱۷۹۹ء کے اخیر مین وہان پہنچ گیا ہوا تھا۔ نپولین تیرہ ہزار فوج پیدل۔ نو سو سوار اور ۴۹ توپین لیکر جو کلیبر۔ رینیئر۔ لانز۔ بون اور جنیلون کے زیر کمان تھی شروع فروری مین مصر سے روانہ ہوا۔ نپولین نے مصر مین ایک نئی قسم کی رجمنٹ بھی تیار کر لی ہوئی تھی۔ یہ شتر سوارون کی فوج تھی۔ ہندوستان کے باشندے سانڈنیون کے دم اور تیز رفتاری سے بخوبی واقف ہین۔ اور جانتے ہین کہ یہ جانور ریگستانون مین سو سو میل کی مسافت ایک دم طے کر سکتا ہے۔ نپولین نے یہ رجمنٹ بدوی عربون کی تاخت و تاراج کے انسداد اور اون کے تعاقب کرنے کے لیئے تیار کی تھی۔ فی سانڈنی دو سپاہی ایک دوسرے کی طرف پشت کر کے سوار ہوتے تھے۔ ہم شام مین اس رجمنٹ کو بھی

نپولین نے ساتھ لیلیا۔

علاوہ بریں وہ نائب امیر البحر پرپی کو حکم دے گیا کہ وہ اسکندریہ سے تین فراگیٹیوں پر قلعہ شکن توپیں اور اون کا سامان لیکر شام کے ساحل پر پہنچ جائے۔ نپولین ۱۷ فروری کو قلعہ العریش کے سامنے پہنچا۔ اور خفیف سے مقابلہ کے بعد فوج محافظ نے جس کی جمعیت تیرہ سو آدمیوں کی تھی اوس کے آگے ہتھیار ڈالدیئے۔ فاتحین کو وہان سے بیشمار مال اسباب اور گودام غنیمت میں ملے۔ ابراہیم بک قلعہ مذکور کی مدد کو چلا آرہا تھا۔ نپولین نے اوسے شکست دیکر بھگا دیا۔ اور اوس کا کل کیمپ جس میں بیکران زر و دولت پائی گئی فرنچ فوج کے ہاتھ لگا۔ سپاہیوں کو اس مہم میں بھی ریگستان طے کرنے وقت سخت تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں۔ مگر جب وہ یہہ دیکھتے کہ اونکا سپہ سالار بھی بیمار اور کمزور ہونے کے باوجود اون کے دوش بدوش اونکی طرح پیدل چلرہا ہے اور کل دکھ درد میں اونکا شریک حال ہو تو وہ حرف شکایت زبان پر لانے کی جرأت نہیں کرسکتے تھے۔ چند دنون کے بعد وہ غزا پہونچ گئے۔ اور یہہ قلعہ بھی بآسانی فرنچ فوج کے قبضہ میں آگیا۔ اور وہان بھی العریش کیطرح سامان حرب اور رسد کی وافر مقدار پائی گئی۔ غزا سے یروشلیم کے بندرگاہ جافا (یافا) کی طرف کوچ کیا گیا اور نپولین ۳ مارچ کو وہان پہنچ گیا۔

جافہ کا نام زمانہ قدیم میں جاپہ تھا۔ اوسکی حفاظت کیلیئے بجدار سنگین فصیل موجود تھی۔ اور چار ہزار فوج اوسکی محافظ تھی جس نے حملہ آورون کا ثابت قدمی سے مقابلہ کیا۔ ۴ مارچ کو شہر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اور جب گولہ باری سے فصیل میں جا بجا رخنے ہوگئے تو نپولین نے ترک افسر کو اطاعت قبول کرلینے کیلیئے کہلا بھیجا جس کے جواب میں محافظین نے قاصد کا سر قلم کرکے فصیل سے نیچے پھینکوا دیا۔ اس پر نپولین نے ۷ مارچ کو شہر پر حملہ کر دیا۔ اور بنوک سنگین اوسے فتح کرکے تیس گھنٹون تک تاخت و تاراج اور قتل عام کا بازار گرم رکھا یہان سے بھی اسی طرح توپ خانہ کا ذخیرہ سامان اور دیگر ہر ایک قسم کے گودام ہاتھ آئے۔ فاتحین نے بقول بعض دو ہزار اور بروایت دیگر چار ہزار ترک سپاہی اسیر بھی کیئے تھے۔ فرنچ مورخ تھیرز بلا تخصیص عدد کئی ہزار لکھتا ہے۔ مسٹر سکاٹ کی نپولین کے پرائیویٹ سکرٹری بوریّن کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ ان سپاہیون نے جن میں زیادہ تر ارنوط اور البانوی تھے بونا پارٹ کے ایڈیکانگون (یاورون) یوجین بوہارنیس اور کروزیہ کے سامنے بوعدہ امان ہتھیار رکھے تھے۔ اسقدر جم غفیر کو مصر واپس بھیجنے کیلیئے انکی حراست کو واسطے کم از کم کئی سو سپاہی درکار تھے جن کی نپولین اپنی فوج سے گنجایش نہین نکال سکتا تھا۔ اور نہ اتنی بڑی جمعیت کو وہ آزاد کرسکتا تھا کہ وہ دوسری ترکی فوج میں جا کر شامل ہوجانیسے اوسکی طاقت کو بڑہا دین۔ اسی مخمصہ سے بچنے کیلیئے اوس نے ایک نہایت خوفناک تدبیر سوچی۔ اور ان سب کو قتل کرادینے کا عزم کرلیا۔ نپولین کے اس فعل پر دوسری قومون کے مورخ ہی نہیں بلکہ خود فرنچ وقائع نگار بھی سخت نفرین کرتے ہیں۔ البتہ اسقدر ایزاد کرتے ہیں کہ مدت العمر میں ایک یہی ظالمانہ فعل اوس سے سرزد ہوا تھا۔ اور وہ بھی غالباً اس وجہ سے کہ حبشی ممالک کی بود و باش سے وہان کی ظالمانہ عادات اوس میں نامعلوم طور پر سرایت کرگئی تھین۔ ان ہی فرنچ مورخون کا بیان ہے کہ فرنچ سپاہیون نے اپنے افسر کے حکم کی تعمیل تو کی مگر بکراہت۔ مسٹر والٹر سکاٹ لکھتے ہیں

کی بیرحمی اور ترکون کے استقلال اور تسلیم برضائے الٰہی کی کیفیت ان الفاظ مین تحریر کرتا ہی:-

"وہ اسیرون کی جماعت فرنچ پلٹن کو ایک بڑے مربع کے حلقہ مین یافہ سے باہر لیجائی گئی۔ ترکون کو معلوم ہو گیا تھا کہ اون کے ساتھ کیا سلوک کیا جائیگا مگر انہون نے اوس پر بھی کوئی منت و عاجزی یا شکوہ شکایت نہ کیا۔ قیدی یافہ کے جنوب مشرق میں ریت کے ریگستانی ٹیلون پر پہنچائے گئے۔ اور وہان اون کو چھوٹی چھوٹی جماعتون مین تقسیم کر کے بندوقون کا نشانہ بنا دیا گیا۔ اس خونریزی مین بہت وقت صرف ہوا۔ جو قیدی گولی سے ہلاک نہ ہوئے اونکا کام سنگینون سے تمام کیا گیا سب قیدیون کی مشکین بندھی ہوئی تھین۔ کچھ قتل عام کے وقت رسیان توڑ کر سمندر مین کود پڑے۔ جن کو وہین بندوقون سے نیست و نابود کر دیا گیا۔ جب سب قتل ہو چکے تو اون کی لاشون کو ایک جگہ جمع کر کے ایک بڑا انبار بنا دیا گیا۔ جو اب تک نظر آتا ہے۔ مگر اب وہ خونی لاشون کی بجائے سفید ہڈیون کا انبار رہ گیا ہے۔ اور مسافر ادہر سے گذرتے وقت اوس جگہ سے کترا کاٹ کر پرے ہٹ جاتے ہین تاکہ مغربی تہذیب کی یہ خوفناک یادگار اونہین دکھائی نہ دے"۔

یہ قتل عام جو ۱۰ مارچ ۱۷۹۹ء کو ہوا۔ اپنا پھل دیئے بغیر نہ رہا۔ اس کے بعد فوراً ہی جب کہ فرنچ فوج ابھی یافہ ہی مین تھی۔ اوس مین طاعون پھوٹ پڑی۔ اور ہزارون فرانسیسی اوس سے ہلاک ہو گئے۔

یافہ سے بوناپارٹ عکہ کو روانہ ہوا۔ اس کا قدیم نام ٹولیماس تھا۔ وہ کوہ کارمل کے دامن مین آباد ہے۔ اور شام خاص کی کلید متصور ہوتا ہے۔ نپولین کے راستہ مین یہی ایک رکاوٹ باقی تھی جس کا دور کر لینا فتح شام اور بنا بریں کل تمناؤن کے برآنیکا مرادف تھا۔ جزار پاشا زبردست فوج لیے ہوئے وہان مقیم تھا۔ اور اوس نے شہر کی حفاظت کے لیے خوب مستحکم مورچے وغیرہ تیار کر لیے ہوئے تھے۔ سمندر مین انگریزی امیر البحر سر سڈنی سمتھ جنگی جہاز لیے ہوئے اوسکی کمک پر موجود تھا۔ اس انگریز افسر نے پاشائے مذکور کو انجینیر، گولنداز اور گولہ بارود بھی بھیجا ہوا تھا۔ ادہر دمشق کی طرف سے بھی تیس ہزار کی مدد کے لیے فوج چلی آ رہی تھی۔ نپولین نے عکہ پہنچتے ہی پاشا کو کمک پہنچ جانے اور نیز اوس کے مورچون کے مکمل ہو جانے سے پہلے حملہ کر دینے کا فیصلہ کر کے ۲۰ مارچ کو اوس کا محاصرہ کر لیا۔ اور ترکی مورچون اور چند توپون کے بالمقابل مورچے اور چند قلعے تیار کر لیے گئے۔ مگر قلعہ شکن توپون کے نہ ہونے سے بہت دقت پیش آئی۔ اسکندریہ سے جو توپخانہ بھیجا گیا تھا اوسے سر سڈنی سمتھ نے راستہ مین چھین لیا تھا۔ نپولین کے پاس صرف سات ۲۴ پونڈر[1]، چار بارہ پونڈر اور آٹھ غبارے تھے۔ نپولین کے پاس گولے بھی نہ تھے۔ جو عجیب مضحکہ خیز و لطیف تدبیر سے حاصل کئے گئے۔ اوس نے چند سوار کنارہ سمندر پر بھیج دیئے جن کو دیکھ کر سر سڈنی سمتھ نے اپنی کل بائٹریون سے دہوان دہار گولہ باری شروع کر دی۔ نپولین نے حکم دیدیا کہ سپاہیون کو فی گولہ ۵ پیسے قیمت دیا جاوے گی۔ وہ فوراً اکٹھے ہو گئے۔ اور عین گولہ باری کے دوران مین انگریزون کی نادانی پر ہنستے ہوئے گولون کو جمع کر کے لانے لگے۔ اور اس طرح نپولین کے توپخانہ کیلیے سب قسم کے ہزارون گولے پہنچ گئے۔

[1] یعنی ۲۴ پونڈ یا سولہ سیر وزن کا گولہ چلانے والی توپ۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے نپولین نے خشکی کی طرف سے عکہ کا ۲۰ مارچ کو محاصرہ شروع کر کے دھاوا کرنے والی فوجوں کے بچاؤ کے لیئے خندقیں کھدوانا شروع کر دیا تھا۔ ابتدائی کارروائی کے وقت اعلیٰ فرانسیسی جنرل نے محصورین کی قلعہ بندیوں کا معائنہ کیا۔ وہ ایک برج تک پہونچ گیا جسے اوس نے خیال کیا کہ فصیل قلعہ ہے۔ وہاں تک جاتے ہوئے اوسے راستہ میں کوئی خندق یا پشتہ نہیں ملا تھا۔ اس سے اوس نے خیال کر لیا کہ قلعہ پر حملہ کرنے کے لیئے صرف اوس دیوار میں جو اوس نے فصیل تصور کیا تھا رخنہ ڈالنے کی ضرورت ہوگی۔ ۲۵ مارچ کو اوس میں شگاف کر دیا گیا۔ اور دھاوے کے لیئے سب سامان تیار تھا۔ بلکہ اوس کے لیئے آگے بڑھنا بھی شروع کر دیا گیا تھا کہ عین اوسوقت خندق اور پشتہ کی موجودگی کا علم ہوا جس سے اوسے ملتوی کر دیا گیا۔ اور پشتہ کو اڑانے کے لیئے سرنگ کا کام شروع کیا گیا محصورین سرنگ بازوں پر بندوقوں اور اونچی توپوں سے جو سڈنی سمتھ نے فرانسیسی جہازوں سے چھینی تھیں سرنگ لگانیوالوں پر بڑی سختی سے آتشباری کرتے رہے۔ جزار کے پاس ایک قابل فرانسیسی انجینیر فلیپو کس بھی تھا۔ یہ انجینیر اون لوگوں میں سے تھا جو انقلاب عظیم کے وقت فرانس سے بھاگ گئے تھے۔ سرنگ ۲۸ مارچ کو تیار کرلیگئی۔ لیکن جب اوسے آگ دیگئی تو پشتہ کا صرف تھوڑا سا حصہ گرا۔ تاہم دیوقامت فرانسیسی سپاہیوں نے خندق سے گذر کر جس کا کچھ حصہ پشتہ کے ٹکڑے گرنے سے کسیقدر بھر گیا تھا دھاوا کر دیا۔ اور فصیل کے ساتھ سیڑھی کھڑی کر دی۔ ترک یہ دلاوری دیکھکر کسیقدر سہم گئے۔ مگر اتنے میں حملہ آوروں کا افسر ہلاک ہوگیا۔ اور اوس کے سپاہی شکستہ دل ہوگئے۔ ادہر ترکوں کے حوصلے پھر مضبوط ہوگئے۔ اور انہوں نے فصیل پر واپس آکر ان دو فرانسیسی پلٹنوں پر جو پہلے حملہ آوروں کے پیچھے پیچھے دھاوے کیلیئے آگے بڑھ رہی تھیں سخت آتشباری شروع کر دی ان پلٹنوں کا افسر بھی قتل ہوگیا۔ اور حملہ آوروں کو دوبارا اپنی مدعا میں ناکامی نصیب ہوئی۔

اس کے بعد پشتہ کو گرا کر خندق کو پاٹنے کے لیئے پھر ایک سرنگ شروع کیگئی۔ یہ ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ یکم اپریل کو نپولین کو خبر پہونچی کہ دمشق سے ترکی فوج جزار کی کمک کو پہونچ گئی ہے نپولین نے محاصرہ کو قائم رکھکر اپنی فوج سے ایک ڈویژن[1] کلیبر کے ماتحت دریائے جارڈن کو بھیجا کہ دمشقی فوج کو دریائے مذکور سے عبور نہ کرنے دے۔ عبداللہ پاشا نے جس کے ساتھ سامان رسد کی سینکڑوں گاڑیوں کے علاوہ بارہ ہزار سوار اور تیرہ ہزار پیدل تھے ۴ اپریل کو یعقوب پل سے دریا جارڈن کو عبور کر لیا۔ اور ۸ اپریل کو ناصرت کی سڑک پر ترکی فوج ہراول کی کلیبر کے پانسو ہراول سپاہیوں کے جو جونا کی زیر کمان تھے مڈبھیڑ ہوگئی۔ جونا نے پیچھے ہٹ جانے کی بجائے مربع باندھ کر غنیم سے لڑنا شروع کر دیا۔ اور اسے بہت نقصان پہنچایا کہ دس ترکی علم چھین لیئے۔ مگر آخر کثرت تعداد کے سامنے اوس کی پیش نہ گئی۔ اور اوسے ترکی لشکر کی طرف جو اپنے ہراول کو بلانے کیلیئے سرعت آگے بڑھ آ رہا تھا پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ نپولین کو جب غنیم کی جمعیت کی خبر پہونچی تو اوس نے خود ایک ڈویژن لیکر کلیبر کی مدد پر جانے کا ارادہ کر لیا۔ اسی وقت جزار نے فرانسیسی فوج پر دھاوا کر دیا۔ مگر فرانسیسی توپخانہ اور غبارہ روں نے بھی دھڑا دھڑ گولہ باری کی کہ اوسے پھر اپنے مورچوں کو ہٹ جانا پڑا۔ اور نپولین ایک ڈویژن لیکر کلیبر کی مدد کو روانہ ہوگیا۔

[1] نپولین نے تمام شام کی فوج کو چار پیدل ڈویژنوں اور ایک ڈویژن فوج سوار پر منقسم کیا ہوا تھا۔ مؤلف۔

کلیبر کوہستانی خلاف پیش بندی سے گذر کر ۱۶ اپریل کو موضع فولی کے قریب اوس میدان میں پہنچ گیا جو کوہ طابور کے دامن تک پھیلا ہوا ہے۔ ترکی فوج اوس میدان میں مقیم تھی۔ کلیبر کا ارادہ رات کے وقت اچانک ترکی کیمپ پر جا پڑنے کا تھا مگر وہ دن نکلنے سے پہلے وہاں نہ پہنچ سکا۔ اور اوس وقت اوسنے کل ترکی فوج کو لڑائی کیلئے صف آرا پایا۔ فوج پیدل موضع فولی میں مورچوں کے پیچھے تھی اور سوار میدان میں۔ کلیبر کے پاس کل تین ہزار فوج پیدل تھی جس کو اوس نے حسب معمول مربع شکل میں ترتیب کر لیا ہزارہا ترک سواروں نے اس مربع پر بڑی سختی اور تیزی سے حملہ کیا مگر وہ اوس کی صفوں کو نہ توڑ سکے۔ اور فرنچ توپوں اور بندوقوں کی آتشباری سے تھوڑی ہی دیر میں مربع کے چاروں ضلعوں کے سامنے مقتول ترک سواروں اور اون کے مردہ گھوڑوں کے ڈھیر لگ گئے جن سے فرانسیسی صفوں کے اردگرد ایک خاص پشتہ دار دیوار گوشت و پوست کی بن گئی۔ اور فرانسیسی اسکی آڑ میں اپنے اعداء کی پرغضب پلٹنوں کو برابر چھ گھنٹوں تک روکتے رہنے کے قابل ہو گئے۔

شور حرب ابھی خوب گرم تھا کہ نپولین بھی اپنا ڈویژن لیکر کوہ طابور کے درہ سے میدان میں پہنچ گیا۔ اوس نے اپنے دستہ کو بطور دو مربعوں میں تقسیم کرکے چپ چاپ اس طرح سے آگے بڑھنا شروع کر دیا کہ کلیبر کے مربع کے ساتھ ملکر یہ دونوں مربع مثلث متساوی الاضلاع بنالیں اور عبد اللہ کی فوج ان تینوں میں گھر جائے۔ کلیبر اور عبد اللہ کو اسی وقت اوس کی آمد کی خبر ہوئی جب کہ نپولین نے قریب پہنچکر توپ سر کیے جانے کا حکم دیا ترک ان تینوں طرفوں سے شاہی بخشش آتشباری کی بوچھاڑ میں گھر گئے۔ سواروں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ سراسیمہ وار میدان جنگ سے بھاگ گئے۔ اسپر کلیبر کی ڈویژن نے جو نپولین کے پہنچ جانے سے گویا پھر تازہ دم ہو گیا تھا فولی پر دھاوا کر دیا۔ اور بذور سنگین اوسے فتح کرکے ترک پیدلوں کے خون سے مورچوں کو تر کر دیا۔ عبد اللہ کی کل فوج ایک دن میں تقریباً معدوم ہو گئی۔ اوسکا علم کل کیمپ۔ چار سو اونٹ اور بیشمار مال غنیمت فاتحین کے ہاتھ آیا۔ مورت فوج سواران لیکر دریائے جارڈن کے کناروں پر موجود تھا۔ جہاں اوسنے ہزارہا مفروروں کو تہ تیغ کیا۔ علاقہ نابلس کے تمام دیہات نپولین کے حکم سے جلا دیئے گئے۔ اور اوس کی چھ ہزار فوج اپنے سے کئی گنی زیادہ فوج کو پامال کرکے مظفر و منصور عکہ کے کیمپ کو واپس لوٹی۔

دریں اثنا محاصرین اور محصورین ایک دوسرے کی برخلاف لگاتار سرنگیں بناتے اور اون کو اڑاتے رہتے تھے۔ اور ایک ایک انچ زمین کے لیے سینکڑوں جانیں قربان کیجاتی رہی تھیں۔ فرانسیسیوں کو محاصرہ کیئے اب چھ ہفتے ہو گئے تھے اور اس عرصہ میں کئی حملے فریقین کیطرف سے ہو چکے تھے مگر ہنوز روز اول کا معاملہ تھا۔ اور فرنچ فوج کی اسقدر جمعیت نہ تھی کہ ہر ہفتہ سینکڑوں کو کٹ جانیسے اوس میں کسیطرح کا ضعف پیدا نہ ہو سکتا۔ اوس کے پیچھے سے فی الفور کوئی کمک نہیں پہونچ سکتی تھی۔ وقت اور آدمی دونوں چیزیں بہت قیمتی تھیں۔ ۷ مئی کو سمندر کے رستہ بارہ ہزار فوج کی کمک جزائر پاشا کو پہنچ گئی قسطنطنیہ میں یورپین اصول پر جو پلٹنیں تیار کیگئی تھیں وہ بھی اسی میں شامل تھیں۔ اوس نے اختتام محاصرہ تک ایسی جوانمردی اور ثابت قدمی دکھائی کہ ترک تو علیحدہ رہے خود نپولین بھی عش عش کرتا تھا۔ جب یہ کمک بندر میں داخل ہوئی تو

نپولین نے اندازہ لگایا کہ اوسنے شگاف پہ اترنے کے لیے کم از کم چھ گھنٹے درکار ہونگے پس اگر اسی عرصہ میں فرنچ فوجیں کو توڑ کر قلعہ اور شہر پر قابض ہو جاوے اگر ایسا نہ ہوا تو یہ کہ محصورین کو کچھ مدد پہنچ سکیگی۔ اوس نے اسیوقت چوبیس پونڈر توپوں کو فصیل کے کمزور ترین موقعہ پر گولہ باری کا حکم دیدیا جس میں رات تک شگاف کر لیا گیا۔ اور فرنچ فوج نے دھاوا کر کے اوس طرف کی مورچہ بندی کو فتح کر لیا۔ وہاں کی توپوں کو میخیں ٹھونک کر بیکار کر دیا گیا۔ اور ان مورچوں کے کل محافظین تہ تیغ کر دیے گئے اب فرنچ فوج آگے بڑھنا ہی چاہتی تھی کہ کمکی فوج جو ابھی جہازوں سے اتری تھی صف بستہ وہاں پہنچ گئی۔ وہ فرنچ افسر جو سب سے پہلے شگاف پر پہنچے تھے قتل یا زخمی ہو گئے۔ اوسیوقت محافظین کا ایک دستہ دوسری طرف سے باہر نکلکر شگاف والی فرنچ فوج کے عقب میں پہونچ گیا۔ اور اوس کے واپس جانے کے لیے کوئی رستہ نہ چھوڑا۔ دو طرفہ نرغہ میں گھر جانے سے فرنچ دستہ جو قلعہ میں داخل ہو گیا تھا گھبرا گیا۔ اوس کے کچھ سپاہی جس طرح سے بن پڑا اپنے کیمپ کی طرف بھاگ گئے۔ اور باقی والے کڑا کر کے دوڑ کر ایک مسجد میں گھس گئے۔ اور وہاں مورچہ بند ہو کر جب تک آخری کارتوس نہ چل لیا مقابلہ کرتے رہے۔ کارتوسوں کے ختم ہو جانے پر وہ سنگینوں سے آخری دم تک لڑتے رہنے کا عزم کر چکے تھے۔ مگر سڈنی اسمتھ نے جو اون کی بہادری اور شجاعت دیکھکر دنگ رہ گیا تھا بوعدہ امان اون سے ہتھیار رکھوا لیے۔

نپولین کی بھی باقیماندہ فوج پہلے دھاوا کرنے والوں کی کمک کے لیے آگے بڑھی چلی آ رہی تھی۔ اوس نے دو دن ترکوں کو فصیل سے باہر نکلکر نقصان کثیر کے ساتھ پسپا کر دیا۔ اور اون میں آٹھ سو کو گرفتار بھی کر لیا۔ مگر وہ شگاف پر قابض نہ ہو سکی اور بے نیل مرام پیچھے ہٹ گئی۔

بوناپارٹ پر عکہ کی بیسود خونریزی واضح ہو چکی تھی۔ مگر اوس کے سر پر جنون سوار ہو رہا تھا اوسنے ایک اور آخری کوشش کیے بغیر محاصرہ سے دست بردار ہونا منظور نہ کیا۔ اوس نے دو دن فوج کو آرام دیکر تیسرے دن بتاریخ ۱۰ مئی حملہ کیا اور فرنسیسی ایک دفعہ پھر شگاف پر قابض ہو گئے مگر زندہ دیواروں کو پھاڑ کر آگے بڑھنا ناممکن تھا۔ وہ شگاف سے ایک قدم آگے نہ بڑھ سکے۔ اور آخر بیکار یورشوں میں جانیں ضائع کر کر واپس ہٹ گئے۔ فرنچ فوج کو عکہ کے سامنے پڑے ہوئے دو مہینے کے قریب ہو گئے تھے۔ اور اس عرصہ میں اوسے اسقدر نقصان پہنچ چکا تھا کہ اور زیادہ عرصہ تک اوسکی طاقت اس طرح کمزور کرتے جانا صریح حماقت تھی۔ مقتولین کے علاوہ بارہ سو فرنچ سپاہی جانبر ہو کے کیمپ میں زخمی پڑے تھے۔ اور کئی سو طاعون کے بیمار فوجی ہسپتالوں میں سسک رہے تھے۔ ادھر فوجوں کو مصر کے ساحل پر اوتارنے کا موسم قریب پہنچ گیا تھا۔ اور یہ خبر موصول ہو گئی تھی کہ ترکی فوج رہوڈس سے روانہ ہو کر دریائے نیل کے دہانہ کے قریب پہنچ گئی ہے۔ پس اگر وہ عکہ کے محاصرہ پر مصر رہتا تو اوسکی طاقت اسقدر کمزور ہو جاتی کہ وہ ان نئے حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے مشکل قابل رہتا۔ اوسکی مہم کا بڑا مدعا یہ تھا کہ شام اور رہوڈس کی فوجوں کو ملنے نہ دے۔ جو شام کی ترکی فوج کو پامال کر دینے سے بخوبی حاصل ہو گیا تھا۔ البتہ بلاد مشرق میں فتوحات کی جو لمبے چوڑے منصوبے اوس نے اپنے دل میں تیار کیے ہوئے تھے۔ اون سے اوسے دست بردار ہونا پڑتا تھا اور مصر

نے اوس کو ایسا کرنے پر مجبور کر دیا جس کا اوسے ہمیشہ افسوس رہا بلکہ جب خوش قسمتی نے اوسے اس واقعہ سے بعد اس عروج و مرتبہ پر پہنچا دیا جو بہت تھوڑے لوگون کو حاصل ہوا ہے تو وہ اوس وقت بھی سڈنی سمتھ کا ذکر آ جانے پر بے اختیار یہ کہہ اٹھا کرتا تھا: "اوس شخص نے میری قسمت پر پانی پھیر دیا"

۲۰ مارچ کو محاصرہ شروع کر کے ۲۰ مئی کو وہ اوس سے دست بردار ہوا ان دو مہینون مین اوس نے عکہ پر آٹھ حملے اور محاصرین نے گیارہ دھاوے کیے۔ روانہ ہوتے ہوئے پھپھولے دل کا بخار نکالنے کے لیے اوس نے شہر پر ایسی سخت گولہ باری کی کہ اوس مین شاید ہی کوئی عمارت کھڑی رہ گئی۔ وہ ریگستان کے رستہ ہی سے مصر کو واپس لوٹا لیکن ایسی قابلیت اور سرعت کے ساتھ واپس گیا کہ غنیم کو اوسے گزند پہنچانے کا کوئی موقع نہ مل سکا۔ بیماری، لڑائی اور دیگر تکالیف سے اوسکی فوج کا تقریبًا تیسرا حصہ یعنی چار ہزار آدمی اس مہم مین ضائع ہو چکے تھے اور باقیماندہ مین سے بھی بارہ سو زخمی تھے۔ مراجعت کے وقت وہ کل علاقہ کو برباد کرتا گیا۔ اور جافہ پہنچکر وہان کے قلعون کو بارود سے اڑوا دیا۔ اسی شہر کے ہسپتال مین اوس کے وہ سپاہی پڑے تھے جو طاعون سے بیمار تھے جن کو ساتھ لیجانا تو اس لیے نا ممکن تھا کہ چھوت سے دوسرے بھی بیمار نہ ہو جاتے اور پیچھے چھوڑنا اس لیے مناسب نہ تھا کہ اونکا کوئی خبرگیران نہ ہوتا اور اول تو ترک ہی اون کو ذبح کر ڈالتے۔ ورنہ وہ بھوک اور بیماری سے تو ضرور ہی مر جاتے۔ ان مشکلات پر غور کر کے نپولین نے اعلیٰ ڈاکٹر ڈس جنیٹس کو کہا میری رائے مین ان مریضون کو زندہ رہنے دینے کی بجائے افیون کھلا کر ہلاک کر دینا اون کے حق مین بڑا رحم ہوگا۔ ڈاکٹر مذکور نے یہ شریفانہ جواب دیا "میرا کام صحت دلانا ہے نہ کہ ہلاک کرنا"۔ انگریز مورخ الیسن کا بیان ہے کہ نپولین یہ جواب سنکر بھی اپنی رائے پر قائم رہا اور مریضون کو زہر دیدیا گیا۔ مسٹر سکاٹ بھی لکھتے ہین۔ ایسے مریضون کی تعداد جن کو زہر دیا گیا تھا خود نپولین نے سینٹ ہلینا مین سات یا آٹھ بتائی تھی۔ اوس کے پرائیویٹ سیکرٹری بوریین ساٹھ بتاتا ہے انگریز مورخ سر رابرٹ ولسن نے ۵۰۰ لکھی ہے۔ اور ترکی مورخ جودت پاشا تعداد کی تعیین نہین کرتا مگر زہر کا دیا جانا تسلیم کرتا ہے۔ اس کے برعکس تھیر یہ لکھتا ہے کہ نپولین اور ڈاکٹر کا جو سوال جواب ہوا تھا اوس کے بعد یہ ارادہ ترک کر دیا گیا تھا۔ اور کسی مریض کو زہر نہین دیا گیا تھی۔ منجملہ دیگر نپولین اور ڈاکٹر کی گفتگو سے اوس پر اس فعل کا الزام لگایا گیا ہے اور اوس کا نتیجہ ثابت کر دیا ہے۔ لیکن تھیر نے یہ نہین لکھا کہ آخر نپولین نے ان مریضون کا کیا انتظام کیا۔ آیا وہ اون کو جافہ مین چھوڑ گیا یا مصر اپنے ساتھ لیگیا۔

نپولین ۲۶ دن کے پر صعوبت سفر کے بعد ۱۴ جون ۱۷۹۹ء کو قاہرہ واپس پہنچا۔ اور ٹھیک بروقت پہونچا۔ تمام ڈیلٹا بغاوت پر آمادہ ہو رہا تھا۔ اور مہدویت کے ایک مدعی نے کئی ہزار کی جمعیت فراہم کر لی ہوئی تھی۔ اوس کا دعوے تھا کہ کوئی ہتھیار اوس پر اثر نہین کر سکتا۔ اور وہ فرانسیسیون کو صرف خاک کی مٹھی پھینک کر ملک سے باہر نکال دیگا۔ مملوک سردارون کی جماعتین بھی اس کے معاون تھیں۔ اور رشید و منصورہ کی فرنچ فوج کو قتل کر کے اوس پر قبضہ کر لیا ہوا تھا۔ بونا پارٹ نے قاہرہ پہنچ

ایک دستہ بھیجکر مہدی کا خاتمہ کردیا۔ اور باقی علاقون مین اوسکی واپسی پر خود بخود امن قائم ہوگیا۔ قاہرہ مین اوسنے اپنی فتوحات پر بڑی دہوم دہام سے جشن کیئے۔ لیکن اون منصوبون کا جو خاک مین ملگئے تھے نام تک نہ لیا۔ اوس نے باشندگان مصر کے نام جدید اعلان مشتہر کرکے اونہین متنبہ کیا کہ اوسے اون کے دلون کے خفیہ سے خفیہ بھید بھی معلوم ہوجاتے ہین۔ اونکی بہتری اسی مین ہے کہ جادۂ اطاعت و فرمانبرداری سے کبھی قدم باہر نہ نکالین۔ مصریون پر اوس کا کچھ ایسا رعب بیٹھا ہوا تھا کہ اونہون نے اوسکے ان دعوون کو بالکل سچ سمجھ لیا۔ مگر اُسے صرف مصریون کو ہی قابو مین رکھنا ضروری نہین ہورہا تھا بلکہ اپنی فوج اور اوس کے جرنیلون کو بھی۔ تمام فوج مین سخت بیدلی پھیل رہی تھی۔ اس لیئے نہین کہ اون کو کسیطرح کی تکلیف یا خطرہ تھا۔ اون کے پاس سب سامان وافر موجود اور کل لوازمات آسائش و آرام مہیا تھے۔ بلکہ حب وطن کی الفت اور چاہ کی وجہ سے۔ جو فرانسیسیون کو پردیس مین کہین چین نہین لینے دیتی۔ اون کو مصر مین آئے ہوئے ایک سال ہوگیا تہا۔ اور چھ مہینون سے وطن کی کوئی خبر نہین سُنی تھی۔ کیونکہ انگریزی بیڑہ کسی فرنچ جہاز کو مصر کے ساحل کے قریب نہین پھٹکنے دیتا تھا۔ کوئی دن ایسا نہین گذرتا تھا کہ جس مین کئی کئی افسر اور جرنیل بونا پارٹ سے رخصت کی درخواست نہ کرتے جن کو وہ عموماً نامنظور کردیتا۔ اور اگر کسی کی درخواست کو منظور بھی کرتا۔ تو ساتھ ہی زبانی ایسی ناراضگی ظاہر کرتا جس سے پایا جاتا کہ وہ رخصت پر جانے والون کو بزدل سمجھتا ہے۔ ایکدفعہ کل فوج نے ایکہ کرلیا کہ نپولین سے پوچھے بغیر قاہرہ سے اسکندریہ چلدے۔ اور وہان ہی جہازون پر سوار ہوجائے۔ مگر نپولین کا رعب ایسا غالب تھا کہ اون کو یہ ارادہ قوت سے فعل مین لانے کی جرأت نہ پڑی۔ نپولین کے افسر اور جرنیل بھی اوسکی عدم موجودگی مین تو بہت برا بہلا کرتے۔ مگر اوس کے روبرو کسیکو دم لینے کا حوصلہ نہ پڑتا تھا۔ البتہ کلیبر نے چند مرتبہ اپنے سپہ سالار سے سخت کلامی کی۔ مگر جلد ہی اونکی آپس مین صلح ہوجاتی۔ جون کا مہینہ اطمینان سے گذرگیا۔ فرنچ فوج بدستور یورپ مین معاملات سے بیخبر تھی۔ اور اون کو کچھ پتہ نہ تھا کہ آسٹریا اور روس کی فوجون نے اٹلی مین فرانس کا قافیہ کیسا تنگ کر رکھا ہے۔ اتنا سب کو معلوم تھا کہ یورپ مین حالت مخدوش ہو رہی ہے لڑائی عنقریب ہوا چاہتی ہے۔ نپولین مفصل حالات معلوم کرنے کو بیحد سخت بیتاب ہورہا تھا۔ لیکن ابھی ادھر سے کچھ اطلاع نہ تھی۔ اس لاعلمی کے باعث وہ اپنے لیئے کوئی مستقل رائے قائم نہین کرسکتا تہا۔ اور اسی تذبذب مین تہا کہ آیا مصر ہی مین بیٹہا رہے یا یورپ کو واپس چلا جائے کہ اتنے مین ترکی حملہ نے اسے مصر مین ایک اور نمایان فتح کا سہرا باندہنے کا موقعہ دیدیا۔ اور اوس کے ساتھ ہی اوسے یورپ کے حالات بھی معلوم ہوگئے۔

رہوڈس کی ترکی فوج کی روانگی کا ذکر اوپر ہوچکا ہے۔ وہ مصطفے پاشا والیٔ رومیلیا کے زیر کمان تھی۔ جو کئی جہازون پر سوار سڈنی سمتھ کے بیڑہ کی حفاظت مین ۱۱ جولائی کو سکندریہ کے مقابل پہنچی۔ اور ابوقیر کے متصل اوسی موقعہ پر لنگر انداز ہوئی۔ جہان فرنچ بیڑہ تباہ ہوا تھا۔ انگریزی امیر البحر نے فوج کو خشکی پر اتارنے کیلیئے اوسی جزیرہ نما کو پسند کیا جو فرنچ بیڑہ کی صف کی ایکطرف کو تھا۔ اسکا نام بھی ابوقیر ہے۔ اور وہ سمندر اور جھیل مادیہ کے درمیان واقع ہے۔ اس کے سرے پر ایک قلعہ بنا

ہوا ہے۔ بوناپارٹ نے اسکندریہ کی فوج کے افسر مارمونٹ کو حکم دیا تھا کہ ابو قیر کے قلعہ کو مستحکم کرکے موضع ابو قیر کو جو قلعہ کے گرد بنا ہوا ہے صاف کر دے۔ مگر افسر مذکور نے گاؤن کو برباد نہ کیا۔ اور وہاں کی جھونپڑیوں سے بجائے اوس کی گرد دگاہ کا کام لیا۔ البتہ موضع مذکور کی حفاظت کے لئے خشکی کی جانب ایک لمبا مورچہ بنا دیا۔ مگر مورچہ کے دونوں سرے سمندر تک نہ ملائے گئے تھے۔ اور جس نقص سے قلعہ بہ خوبی مستحکم نہ ہو سکا۔ مصطفی پاشا کے زیر کمان پندرہ ہزار پیدل اور بہت تھوڑا توپخانہ تھا۔ سوار بالکل نہ تھے۔ ترک دشمن کی آتشباری کی کچھ پروا نہ کرکے کمال دلاوری سے خشکی پر اوترے۔ اور وہاں پہونچتے ہی شمشیر بدست فرنچ مورچہ پر حملہ آور ہوگئے۔ تھوڑے ہی دیر میں اونہون نے فی الفور فتح کرکے موضع پر قبضہ کر لیا۔ گاؤن پر ترکون کا قبضہ ہو جانے سے قلعہ کو زیادہ دیر تک بچائے رکھنا ناممکن تھا۔ چنانچہ وہاں کی فرنچ فوج نے ترکون کے سامنے ہتھیار ڈالدیئے۔ مارمونٹ بارہ سو سپاہی لیکر ابو قیر کی کمک کو اسکندریہ سے چل پڑا ہوا تھا۔ مگر راستہ میں یہ سنکر کہ ترک موضع اور قلعہ پر قابض ہو گئے ہیں۔ اور بہ تعداد کثیر جہازون سے اتر چکے ہیں۔ اوسے آگے بڑھنے کی جرات نہ پڑی۔ اور وہ اسکندریہ کو واپس ہٹ گیا۔

ترک صرف تین سو گھوڑے ساتھ لائے تھے۔ اون کو توقع تھی کہ فوج کی سوارون کی کمی مراد بک بالائی مصر سے صحرا کے راستہ دو تین ہزار مملوک سوارون کو ساتھ لاکر پوری کر دیگا۔

نپولین ترکون کے اوترنے کی خبر سنتے ہی اسکندریہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ تین ڈویژن اوس نے اپنے ساتھ لیئے ڈیسا کس کو کہلا بھیجا کہ بالائی مصر کو خالی کرکے قاہرہ واپس آ جائے۔ اور کلیبر اور رینیئر کو دو ڈویژن لیکر ابو قیر کے قریب پہنچ جانے کا حکم بھیجدیا۔ اوس نے اپنی افواج کے اجتماع کیلئے موضع برکہ کو جو اسکندریہ اور ابو قیر کے مابین واقع ہے پسند کیا۔ اوسکو بڑا اندیشہ یہ تھا کہ کہین ترکون کے ساتھ کوئی انگریزی جمعیت بھی شامل نہ ہو۔

مراد بک نے مصطفی پاشا کے حسب الحکم صحرا کے راستہ تیلیبی یا بحیرہ مصر میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ مگر اوس کا مقابلہ مورت سے ہو گیا جس نے اسے شکست دیکر پھر صحرا کو بھگا دیا۔ اور ترکی فوج کو کیولری کی ملنے کی کوئی امید نہ رہ گئی۔ لیکن پھر بھی ترک ایک مورچہ بند مقام میں موجود تھی۔ اور یہ مورچے کے پیچھے جس بہادری اور استقلال کے ساتھ ترک فوج لڑی ہے وہ فرانسیسیون کو بہ خوبی معلوم تھا۔ بوناپارٹ نے اسکندریہ پہونچکر وہان کے مورچون اور کرنیل کرٹین کے تعمیر کردہ جدید قلعون کا معائنہ کیا۔ اور مارمونٹ کو سخت سرزنش کی کہ جب ترکون نے خشکی پر اترنا شروع کیا تھا اوسوقت اوسپر کیون نہ حملہ کر دیا۔ وہ ۲۴ جولائی کو اسکندریہ سے روانہ ہوا۔ اور ۲۵ کو جنوب میں وہاں پہنچ گیا۔ ابھی تک اوس کے صرف تین ڈویژن جن میں چھ ہزار آدمی تھے جمع ہوئے تھے۔ بنا بریں اوسنے ارادہ کیا کہ ترکی کیمپ کے مقابل مورچے تیار رکھے اور باقیماندہ ڈویژنون کے پہنچنے کا انتظار کرے۔ اور ادن کے آجانے پر ترکون پر حملہ کرے۔ مگر ترکی کیمپ کے مورچون اور دیگر انتظامات کو دیکھکر اوسکی رائے بدل گئی۔ اور اوسنے فوراً حملہ کرنیکا فیصلہ کر لیا۔ اوس نے ترکی مورچون کے معائنہ سے قیاس کر لیا کہ وہ ترکون کے

وہان سے بہ آسانی ہٹاکر گاؤن مین دھکیل سکے گا۔ اور پھر گاؤن پر بمب کے گولے اور غبارے پھینک کر انہین نیست ونابود کردے گا۔

ترک جزیرہ نما کے پہلے سرے پر جو بہت ہی تنگ سی مستقیم تہے۔ اور اپنی حفاظت کے لیے انہون نے مورچون کی دوہری قطار تیار کرلی ہوئی تھی۔ اونکا کیمپ موضع ابوقیر سے دو میل آگے کو نصب تہا۔ اوس کی دونون طرف ریت کے ٹیلے موجود تہے۔ ایک برلب بحر اور دوسرا جھیل معدیہ کے ساحل پر۔ یہ گویا ترکی فوج کے میمنہ ومیسرہ تہے۔ وسط مین ایک چھوٹا سا گاؤن تہا۔ اس گاؤن مین چار ہزار فوج میمنہ کی پہاڑی پر ایک ہزار۔ اور میسرہ کی پہاڑی پر دو ہزار ترکی فوج متعین تھی۔ یہ اونکی پہلی صف تھی۔ اونکی دوسری صف موضع آدھ میل ہٹکر تھی۔ فرانسیسیون نے جو مورچہ تیار کیا ہوا تھا یہ دوسری صف اُسی کی پناہ مین تھی۔ اور ترکون نے اس مورچہ کو دونون طرف جھیل معدیہ اور سمندر سے ملا دیا ہوا تھا۔ ترکی فوج اور کیمپ کا بڑا حصہ اسی مورچہ کے پیچھے تہا۔ نپولین نے اپنا ایک افسر کو چند پلٹنین دیکر میمنہ کی پہاڑی پر اور دوسرے کو میسرہ کی پہاڑی پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اور مورت کو سوار لیکر ان پہاڑیون کے عقب مین پہونچ جانیکا حکم دیا۔ نپولین کی یہ تدبیر بہت بہتر ثابت ہوئی۔ ڈسٹانگ نے ترکون کے میمنہ پر حملہ کر دیا۔ اور مورت سوار لیکر پہاڑی کے عقب مین پہونچ گیا۔ ترک یہ دیکھکر بہت گھبرائے۔ اور مورت نے اوس وقت اونپر حملہ کرکے سینکڑون کو تہ تیغ کردیا۔ باقیماندہ سمندر کو ہٹا دیئے گئے۔ مگر اونہون نے اطاعت قبول کرنے پر سمندر مین گرکر غرق ہوجانے کو ترجیح دی۔ ترکی میسرہ پر بھی ایسی ہی کامیابی ہوئی۔ فرانسیسی جنرل لانس نے فوج پیدل لیکر وہان کے دو ہزار ترکون پر سامنے سے حملہ کردیا۔ ادہر مورت میمنہ کے ترکون کا صفایا کرنیکے بعد اونکے عقب مین پہونچ گیا اور وہان کے ترکون کو بھی جو لانس کے سامنے سے پیچھے ہٹے تھے قتل کر دیا۔ یا سمندر مین ڈبو دیا۔ دونون بازؤون سے فارغ ہوکر ڈسٹانگ اور لانس نے متفق ہوکر پہلی صف کے قلب یعنی گاؤن پر حملہ کیا۔ اوس جگہ کے ترکون نے حملہ آورون کا دلاوری سے مقابلہ کیا۔ اون کو امید تھی کہ دوسری صف سے اونہین کمک آپہونچے گی۔ اونکا یہ خیال غلط نہ تھا۔ ابوقیر سے ایک دستہ اونکی مدد کے لیے بھیجا گیا تہا۔ مگر مورت اس موقع پر بھی پیش بینی کرکے گاؤن کے عقب مین پہونچ گیا ہوا تھا۔ اوس نے کمکی کالم کے حصہ کثیر کو اپنے سوارون سے تہ تیغ کرکے باقیماندہ کو پیچھے ہٹا دیا۔ اس عرصہ مین لانس اور ڈسٹانگ کی پلٹنین دہاوا کرکے گاؤن مین داخل ہونے مین کامیاب ہوگئین۔ ترک اوس سے باہر نکال دیئے گئے۔ اور وہ چارون طرف بکھر گئے۔ لیکن عقب پر مورت موجود تہا اور اون کے لیئے اطاعت مان لینی یا سمندر مین کود پڑنے کے سوا کوئی چارہ نہ تہا۔ اونہون نے آخری صورت کو پسند کیا اور بہ تعداد کثیر سمندر مین غرق ہوگئے۔

اس وقت تک چار یا پانچ ہزار ترک قتل یا غرق ہوچکے تہے۔ اور اون کی مورچون کی پہلی قطار فتح ہوچکی تھی۔ یعنی نپولین کا مدعا حاصل ہوگیا تہا۔ اور وہ اگر چاہتا تو ابوقیر اور انگریزی جہازون کے پہنچنے تک باقی ترکون پر جو موضع ابوقیر مین گھر گئے تہے گولہ باری کرتے رہنے پر اکتفا کرسکتا تہا۔ مگر اب اوس نے اوسی وقت فتح کو مکمل کرلینے کا عزم کرلیا۔ اور فوج کو ستانے کے لیئے تھوڑی سی

مہلت دیکر دوسری قطار یا صف پر بھی حملہ کر دیا۔ اوس وقت تبیلر ڈویژن بھی جو ریزرو مین رکھا گیا تھا ڈوسٹانگ اور لانیس کے ڈویژنون کے ساتھ کر دیا گیا لیکن اوس مورچہ کو جو آبوقیر کے محاذ پر بنا ہوا تھا۔ بزور سنگین فتح کرنا بچون کا کھیل نہ تھا۔ اوسکی ایک طرف ایک خندق سمندر تک اور دوسری طرف دوسری خندق جھیل آبوقیر تک بنا دی گئی ہوئی تھی۔ اور مورچہ اور ان خندقون کے پیچھے نو ہزار ترک (ینگچری) موجود تھے۔ مورچہ کے سامنے جو کھلا میدان تہا۔ اوسپر انگریزی جہازون سے دہوان دار گولہ باری ہو رہی تھی۔ معمولی ہمت و حوصلہ کا جرنیل ایسے خطرات کا کبھی مقابلہ نہ کرتا۔ مگر نپولین بذات خود بھی کسی خطرہ کی کچھ پروا نہین کیا کرتا تھا۔ بلکہ اوسنے اپنے سپاہیون کو بھی اسی رنگ مین رنگے ہوا تھا۔ اوسنے بلا درنگ اپنی فوج کو دشمن کے مورچہ پر ٹہا دیا۔ فوج پیدل کو مورچہ کے قلب اور میسرہ پر اور مورت کیولری کو جو نخلستان مین دشمن کی نظر سے پوشیدہ کھڑی تھی میمنہ پر حملہ کرنے اور پھر جہازون کی گولہ باری کی زد مین سے گذر کر جھیل اور مورچہ کے درمیانی کھلے میدان مین پہونچ جانیکا حکم دیا۔ فرنچ فوج کی ۳۲ وین رجمنٹ اپنی بندوقون کو کندہ پر اٹھائے ہوئے خندقون کیطرف روانہ ہوئی۔ اور اٹھارہوین رجمنٹ خندق کے آخری سرے کو عقب مین پہونچگئی۔ ترک مورچہ مین کھڑے ہوکر اونکا مقابلہ کرنے کی بجاے آگے بڑہ آئے۔ اور دست بدست لڑائی شروع ہوگئی۔ ترکون نے پہلے اپنی بندوقون[1] اور پھر پستولون کو خالی کیا۔ پھر تلوارین سونتلین۔ فرانسیسیون نے سنگینون سے کام لیا۔ ترک سنگینون کو ہاتھ سے پکڑنے کی کوشش کرتے مگر نتیجہ اسکے سوا کیا ہوسکتا تھا کہ وہ اون کی پسلیون مین گھس گئی ہوئی تھین۔ خوب گھمسان کا رن ہوا۔ اور سخت خونریزی ہوئی جس مین سنگینون کی طفیل ترکون کا زیادہ نقصان ہوا۔ فرنچ ۱۸ وین رجمنٹ خندق سے گذر کر مورچہ مین داخل ہی ہونے لگی تھی کہ وہان کی توپ کی مسلسل گولہ باری نے اون کو پھر مورچہ کے دامن مین گرا دیا۔ اور کئی نامور فرنچ افسر قتل اور مجروح ہوگئے۔

مرینولا مورت نے سوار لیکر متعدد صدر میدان کو ترکون سے خالی کرنے کے لیئے کئی حملے کیے۔ مگر مورچہ اور انگریزی جہازون کی دو طرفہ گولہ باری نے اوسکی کوئی پیش نہ جانے دی۔ اور اوسکو مجبوراً پیچھے ہٹ آنا پڑا۔ اوسکے کئی سوار عین مورچہ کی خندقون تک پہونچ گئے تھے۔ مگر اونکی یہ بہادری محض بیکار ثابت ہوئی۔ اور کل حملہ آور فرنچ دستے فاش شکست کھا کر پسپا ہوگئے۔ نپولین اپنے سپاہیون کی اس خونریزی کو بیفکری سے دیکھتا رہا۔ وہ اس امر کا منتظر تھا کہ مناسب موقع ملتے ہی پھر حملہ کر دے۔ اوسکی خوش قسمتی سے ایسا موقع اوسکو جلد ملگیا۔ ترک حسب معمول مقتول فرانسیسیون کے سر کاٹنے کے لیئے خندقون اور مورچون سے نکلکر سامنے کے میدان مین بکھر گئے۔ اس طریقہ کا اوپر ذکر ہوچکا ہے۔ اور اوسکی خرابیان بھی اوسیوقت بیان کیجاچکی ہین۔ اس موقع پر اسی قدر کہ

[1] ہر ایک ینگچری کے پاس ایک ایک بندوق۔ دو دو پستول اور ایک ایک تلوار ہوتی تھی۔ اور چونکہ اوس زمانہ مین کارتوسی بندوقین نہین تھین۔ اور بندوق کو منہ کیطرف سے بھرنے مین بہت وقت صرف ہوتا تھا۔ ینگچری حملہ کرتے وقت اپنی بھری ہوئی بندوقون اور پستولون کو دشمن پر خالی کر کے پہر تلوار پکڑ لیتے تھے۔ ملک کے سوارون کا بھی جو سپاہ کے پہلو پر ہی رہتے تھے۔ بلکہ اکثر کسی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑتے تھے یہی طریقہ تھا ۔

طریقے نے فتح کو شکست سے بدل دیا۔

ترکون کے مورچون سے نکلکر منتشر ہونے ہی نپولین کو سوجھ گئی کہ اب وہ موقعہ آگیا ہے جس کا وہ منتظر کھڑا تھا اوس نے ریزرو دستہ سے دو پلٹنین نئے لیکر چند توپون پر بڑھا دین۔ اور اونہون نے چشم زدن مین اونپر قبضہ کر لیا۔ ادہر میمنہ پر جو اون رجمنٹ تھی اوس نے اس خداداد موقعہ سے فایدہ اوٹھاکر مورچہ مین داخل ہو گئی۔ دوسری طرف مورت نے پھر یلہ کر دیا۔ اور پچھلے میدان سے جسپر اب صرف انگریزی جہازون کے گولے پڑ رہے تھے۔ سرپٹ گذر کر ایک چھوٹے سے رخنہ کے راستہ سے جو ترکی مورچون کی قطارون مین کہلا رہ گیا تھا۔ اندر داخل ہو گیا۔ اور چند لمحون مین آبو قیر کے اندر پہنچ گیا۔ ترک چو طرفہ دشمنون کا نرغہ دیکھ کر بوکھلا گئے۔ وہ سراسیمہ وار ادہر ادہر اوٹھ دوڑے اور فرانسیسیون نے فراریون کو بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔ اونہون نے ترکون کو سنگینون کی باڑ کے آگے دہر لیا۔ اور دھکیلتے دھکیلتے اونہین سمندر مین جا پھینکا جس کی سطح پر تا وقتیکہ ترک غرق نہ ہو گئے چند منٹون تک پگڑیان ہی پگڑیان دکھائی دیتی رہین۔ مورت سوار لیے ہوے مصطفے پاشا کے کیمپ مین گھس گیا۔ دلاور پاشا نے اوس عالم مایوسی کے وقت بھی بلا مقابلہ ہتھیار ڈالنا منظور نہ کیا۔ اوس نے مورت پر پستول سر کیا جس سے وہ کسیقدر زخمی ہو گیا۔ ادہر مورت نے اوسپر تلوار چلائی جس سے پاشا کی دو انگلیان کٹ گئین۔ آخر اوسے گرفتار کر لیا گیا۔ اور بونا پارٹ کے پاس بھیجدیا گیا۔

جو قدرے قلیل ترک قتل یا غرقابی سے بچے رہے۔ وہ آبو قیر کے قلعے مین داخل ہو گئے۔ تقریباً بارہ ہزار ترکون کی لاشین اوسی سمندر مین تیر رہی تھین جس مین گیارہ مہینے پہلے اسیطرح فرنچ ملاحون کی لاشین دکھائی دے رہی تھین۔ دو یا تین ہزار گولہ باری یا سنگینون سے ہلاک ہوے۔ اور باقیماندہ کے لیے جو قلعہ مین گھس گئے تھے فاتح کی اطاعت مان لینے کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا یعنی ایکدن مین سالم کی سالم فوج کلہم تباہ و پامال ہو گئی۔ فرنچ مورخین بڑے فخر سے لکھتے ہین کہ تاریخ عالم مین یہ شاید پہلا موقعہ تھا جس مین غنیم کی فوج اسطرح سے تباہ ہوئی۔ کلیبر لڑائی کے ختم ہو جانے کے بعد شام کے قریب پہنچا تھا اوس نے آتے ہی بے اختیار نپولین کو چھاتی سے لگا لیا۔ اور یہ فقرہ جو تھوڑے ہی عرصہ مین شہرہ آفاق ہو گیا کہا: "جنیل تم بیشک کل دنیا سے بڑے ہو۔"

اس موقعہ پر بہادر برگشتہ نصیب مصطفے کی استقلال اور جرأت کا بھی ایک واقعہ ذکر کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔ قسمت نے اوسکا ساتھ چھوڑ دیا تھا مگر اوس شجاع کے دم خم مین کوئی فرق نہ پڑا تھا جب اوسے نپولین کے سامنے پیش کیا گیا تو بونا پارٹ نے اوس کی دلدہی کو یہ کہا۔ اگرچہ بدقسمتی سے میدان تمہارے ہاتھ مین نہ رہا مگر جو شجاعت تم نے لڑائی مین دکھلائی ہے مین اوسکی اطلاع ضرور سلطان کو پہنچا دونگا۔ جسپر گرفتار شدہ نے تنک کر جواب دیا۔ "تجھے یہ تکلیف اوٹھانے کی کوئی ضرورت نہین۔ میرا آقا مجھے تجھ سے بہتر جانتا ہے"۔

مصر سے فرنچ افواج کی واپسی

شام کی فتوحات اور نیز اس فتح سے نپولین کو کم از کم کچھ عرصہ کے لیئے مصر پر ترکی افواج کی حملہ آوری کا اندیشہ نہ رہ گیا تھا اور اوس کی ماتحت فوج کی حالت بھی کچھ ایسی کمزور نہ تھی۔ ایک سال کے معرکوں کے بعد اب بھی اوسکی جمعیت ۲۵ ہزار کے قریب تھی اور یہ ۲۵ ہزار آدمی ایسے تھے جن کو دنیا بھر میں شجاع ترین اور کار آزمودہ کار کہنا مبالغہ میں داخل نہیں تھا۔ مزید برین باشندگان مصر اور فرنچ حملہ آوروں میں ایک سال کی بود و باش سے ہنقدر موانست پیدا ہوگئی تھی کہ اب مصر والوں کیطرف سے بغاوت کا تقریبًا کوئی خطرہ نہیں رہ گیا تھا۔ پس اگرچہ یوروپ میں فرانس کا قافیہ دن بدن تنگ ہوتا چلا جارہا تھا لیکن افریقیہ میں اوس کا علم دریائے نیل پر برابر مظفر و منصور لہرا رہا تھا۔ مگر اس کامیابی میں بھی نپولین کی طبیعت کو عجب بے چینی ہو رہی تھی۔ وہ یوروپین معاملات سے بدستور بے خبر تھا ڈائرکٹری اور اوس کے بھائیوں نے جو خطوط روانہ کیئے تھے۔ ادھر ادن میں سے کوئی نہ ملا تھا آخرش اوس کی بیکلی حد برداشت سے گذر گئی۔ اسکندریہ کے بندرگاہ میں اوس کے پاس ابھی تک کئی چھوٹے چھوٹے جہاز موجود تھے۔ ادن کو اوس نے سمندر میں گشت کرنے کو بھیجدیا۔ اور حکم دیا کہ جو تجارتی جہاز ملے اوسے روک کر یوروپ کے حالات جہاز والوں سے دریافت کریں۔ ادھر ایک افسر بظاہر صلح کی گفتگو اور قیدیوں کے باہمی تبادلہ کیلئے ترکی بیڑہ پر جو ابوقیر کے پاس انگریزی جہازوں سمیت لنگر ڈالے پڑا تھا بھیجدیا مگر اصل مدعا یہ تھا کہ وہ بیڑہ والوں کی بات چیت سے اور جس طرح بن سکے اسیطرح یہ معلوم کرے کہ یوروپ میں کیا ہو رہا ہے۔ انگریزی امیر البحر نے اس قاصد کی بہت خاطر تواضع کی۔ اور جب اوس قاصد کے انداز گفتگو سے یہ مترشح ہوگیا کہ یوروپ میں فرانس پر جو مصیبتیں وارد ہو رہی ہیں نپولین کو اونکی کوئی خبر نہیں تو بقول فرنچ مورخین بربنائے کینہ توزی سے نپولین کا دل جلانے کے لیئے اور بقول انگریزی مورخین نپولین کے مرسلہ تحائف اور خوش اخلاقی کے بتقاضائے شکر معاوضہ میں بمصداق ہل جزاء الاحسان الا الاحسان اوسے سال بھر کے اخبارات کی پوری فائل قاصد کے ہاتھ بھیجدی۔ نپولین اخبارات کو لیتے ہی علیحدہ کمرے میں چلا گیا۔ اور ساری رات میں ادن کو اول سے آخر تک پڑھ لیا۔ ادن سے اوسے اپنے ملک کی مشکلات اور روس آسٹریا کی متفقہ افواج کی اٹلی میں کامیابی کی مفصل کیفیت معلوم ہوگئی۔ اور اس کے معلوم ہوتے ہی اوس نے آیندہ کیلئے اپنی رائے قایم کرلی۔ اور خفیہ یوروپ کو پلٹنے کا عزم کرلیا۔ انگریزی جہازات جا بجا بحیرۂ روم میں گشت کرتے پھرتے تھے مگر اوس نے قسمت پر بھروسہ کیا اور سمجھ لیا کہ اگر طالع بیدار ہیں تو کسی نہ کسی طرح ادن سے بچکر فرانس پہونچ جائے گا۔ اوس نے فرنچ نائب امیر البحر کو اپنے سامنے بلا کر دو فریگیٹ سمندر کے سفر کے لیئے تیار کرنیکا حکم دیا۔ اور کسی سے اپنے ارادہ کا ذکر کرنے کے بغیر ملک کو انتظام کا بند و بست کرنے کے لیئے بعجلت تمام اسکندریہ سے قاہرہ چلدیا۔ وہاں اوس نے کلیبر کے لیئے جس کے ہاتھ اوس نے کل سیاہ و سفید اور فوج کی کمان چھوڑ جانے کا ارادہ کرلیا تھا۔ ہدایات کی طویل یادداشت تیار کی اور اس کام سے فارغ ہو کر فی الفور اسکندریہ واپس گیا۔ وہ دونوں

جہازون کی تیاری کا حکم دیا گیا تہا اسکندریہ سے بجانب مغرب چند میل کے فاصلہ پر بہجدیئے گئے۔ نپولین نے چند افسر ہمراہ لیئے اور ۲۲۔ اگست ۱۷۹۹ء کی رات کو ساحل کے اوس مقام پر جس کے سامنے جہاز لنگر انداز تہے جاکر کشتیون کے ذریعہ اوسی رات جہازون پر سوار ہوگیا تاکہ دن چڑہنے تک وہ انگریزی بیڑہ کے گشت کنندہ جہازون سے بہت دور نکلجائے انگریز مورخین نپولین کی اس کارروائی پر سخت نکتہ چینی کرتے ہین۔ اور اون کا بیان ہو کہ اوس نے اپنی فوج سے سخت بیوفائی کی۔ اور بزدلون کی طرح اون کو مصیبت مین چہوڑکر خود بہاگ گیا۔[1] مگر فرنچ مورخ ان الزامون کی بوجوہات معقول تردید کرتے ہین۔ چونکہ یہ بحث ہمارے مضمون کے دایرہ سے خارج ہے اس لیئے اوسے نظرانداز کر دیا جاتا ہے لیکن تاہم یہہ بتا دینا ضروری ہے کہ کلیبر کے نام جو وہ ہدایتین چہوڑ گیا تہا۔ اون سے یہ کسیطرح مترشح نہین ہوتا کہ وہ فرنچ فوج مقیمہ مصر کی حالت نازک تصور کرتا تھا۔ یا مصر کو فضول محض سمجھکر وہان سے جان بچاکر بہاگ گیا تہا۔ برعکس اس کے یادداشت مذکور سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مصر کے قبضہ کو وہ برابر ضروری سمجہتا تھا۔ اور تہوڑے کثر اوس سے دست بردار نہین ہونا چاہتا تھا مصر سے روانہ ہونیسے پہلے ۲۱۔ اگست ۱۷۹۹ء کو اوسنے جو خط کلیبر کے نام لکہا تھا اوسکے چند فقرات حسب ذیل تہے "۔ اگر ہم کو مصر پر قابض دیکہکر کانپ اوٹہے ہین۔ ہم یوروپ کو دکھا دیوینگے کہ ہندوستان کو اون کے ہاتہ سے چہیننے کیلئے مناسب تدبیر اور ذریعہ کیا ہے۔ انگریزون کو ہندوستان پر اپنے قبضہ کے استحکام کا ابھی یقین نہین۔ اور ہو بہی کیسے سکتا ہے۔ اگر چالیس پچاس ہزار فرنچ خاندان مصر مین آباد ہوکر اپنے کارخانے اور حکومت وہان قایم کرلین۔ اور اپنے قوانین نافذ کردین تو فوجی حملہ تو درکنار محض تقاضائے واقعات سے ہندوستان فی الفور انگریزون کے ہاتہ سے نکلجائے گا۔ میری طرح تمہین بھی اچھی طرح سے معلوم ہے کہ فرانس کے لیئے مصر کا قبضہ کیسا ضروری ہے۔ ہمین یہہ بہی معلوم ہے کہ سلطنت عثمانیہ بربادی کے قریب پہونچ گئی ہے۔ اور عنقریب اوس کے تمام اعضا جدا جدا ہوجاینگے۔ پس ایسے وقت مصر کو خالی کرنا فرانس کے حق مین مصیبت عظیمہ سے کم نہ ہوگا۔ کیونکہ ہمارے بعد کوئی نہ کوئی اور یوروپین سلطنت اوسپر متصرف ہوجائے گی"

جنرل کلیبر اور اوس کے ہمراہی افسرون کو نپولین کی اس کارروائی اور بالخصوص اپنی روانگی کو اون سے مخفی رکھنے سے رنج تو ضرور ہوا۔ مگر اونہون نے اپنے فرائض کی تعمیل مین سرِمو کوتاہی نہ کی۔ لیکن تہوڑاہی عرصہ بعد وہ طرح طرح کی مشکلات مین مبتلا ہوگیا۔ ترکون نے حملہ کرکے ابوقیر کو پہر فتح کرلیا۔ ادہر کلیبر کی فوج مین طاعون نمودار ہوگئی جس سے

[1] نپولین کا یہ سفر مخالف ہواؤن کی وجہ سے تقریبا ڈیڑہ مہینے مین ختم ہوا۔ رستہ مین اوسے کئی دفعہ دور سے انگریزی جہاز دکھائی دیئے۔ مگر اوس کی خوش قسمتی سے دشمن کی نگاہ اوس کے جہازون پر نہ پڑی۔ ۹۔ اکتوبر کو جنوبی فرانس کے بندرگاہ فریجوس مین پہونچا۔ اور اوسی دن پیرس کو روانہ ہوگیا۔ جہان اسی سال ۱۷۹۹ء مین ڈایرکٹری کا خاتمہ کرکے اوسنے کونسل مقرر کی اور خود اول قونصل ہوگیا۔ مولف۔

فوج کی بیدلی میں اور اضافہ ہوگیا - ان حالات میں تخلیہ مصر کے لیئے انگریزی امیرالبحر سے نامہ و پیام کرنے میں کوئی بدنامی کی بات نہ دیکھی - امیرالبحر مذکور بھی صلح پر آمادہ تھا - فریقین میں ۲۹ دسمبر ۱۷۹۹ء کو عہد نامہ ہوگیا جسپر انگلستان کیطرف سے سر سڈنی نے اور فرانس کیطرف سے جنرل ڈیباکس اور ایم پوسلگی نے دستخط کیئے - اس عہد نامہ میں صرف تین شرطین تھین جن کے روسے باب عالی اور فرانس میں حسب ذیل یہ اقرار ہوا: باب عالی فرانس کو اوس کے وہ تمام مقبوضات[1] واپس کر دے جو بدوران محاربہ ٹرکی نے فتح کر لیئے تھے - سلطنت عثمانیہ اور فرانس کی جمہوری ریاست میں پھر ویسے ہی تعلقات قایم ہو جائین جیسے کہ لڑائی سے پہلے تھے - تین مہینون کے لیئے فریقین میں جنگ ملتوی ہو جائے تاکہ اس عرصہ مین فرنچ فوج مقیمہ مصر معہ سامان و اسلحہ فرانس واپس جانے کی تیاریان کرلے -

یہ شرائط کل فریقون کے لیئے مفید تھین - لیکن وزارت انگلشیہ نے ان کو منظور کرنیسے انکار کر دیا - اور اپنے امیرالبحر متعینہ بحیرہ روم لارڈ کیتھ کی معرفت کلیبر کو کہلا بھیجا کہ سر سڈنی نے بلا اختیار یہ شرطین کی ہین مصالحت صرف اس طرح ہو سکتی ہے کہ فرنچ فوج بلا کسی شرط کے اپنے تئین بطور اسیران جنگ انگلستان کے حوالہ کر دے - بہادر کلیبر ایسی ذلت بخش شرط کو کب منظور کر سکتا تھا - اوس نے انکار کر دیا - اور فریقین کے تعلقات بدستور معاندانہ رہے - سنہ ۱۸۰۰ء کے شروع میں پھر ٹرکی نے مصر پر مہم بھیجی - اور وزیر اعظم چالیس ہزار فوج لیکر مصر میں داخل ہوگیا جسے ۲۰ مارچ سنہ ۱۸۰۰ء کو کلیبر نے بمقام ہیلیوپولس (جو قاہرہ کے قریب شمال مشرق میں ایک قدیم قصبہ ہے - اور اب کھنڈر پڑا ہوا ہے) شکست فاش دیکر ریگستان کیطرف بھگا دیا - اس فتح کے بعد کلیبر نے اپنی خوش اخلاقی اور نرم سلوک سے مراد بیگ کو بھی جو فرانسیسیون کا جانی دشمن اور مستعد مخالف تھا - اپنا دوست بنا لیا - اور اوس نے فرانس کے باجگذار کی حیثیت میں بالائی مصر کے صوبجات جرجہ و صولون کی حکومت قبول کر لی کلیبر نے متذکرہ صدر معاہدہ کے روسے جو عہد نامہ العریش کے نام سے مشہور ہے قاہرہ کو بھی خالی کر دیا ہوا تھا - اوس پر اوس نے اب پھر قبضہ کر لیا - اور وہان فتوحات آئندہ کا منتظر ہو بیٹھا -

اپریل سنہ ۱۸۰۰ء مین کلیبر کو جو باغ میں ٹہل رہا تھا - ایک ترک دیوانہ نے قتل کر دیا - اور اوس کے بعد فرنچ فوج کی کمان جنرل مینو کے ہاتھ میں چلی گئی - کلیبر کی شجاعت - لیاقت اور انتظامی قابلیت اسی سے ظاہر ہو رہی ہے کہ اوس نے مصر میں فرنچ اقتدار کو ذرہ بھر ضعیف نہیں ہونے دیا تھا - مگر مینو میں بقول تو ہیں ویسی جنگی قابلیت نہ تھی - اوس کی نسبت یہ رائے شاید اس لیئے قایم کر لیگئی ہے کہ وہ ان متعدد مدن کیطرح مصریون ترکون اور انگریزون کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ نہ کر سکا تھا جو نپولین نے جزیرہ سینٹ ہلینا میں اوسکی نسبت یہ رائے ظاہر کی تھی -

"در کمانڈری کے لیئے جو اوصاف لازمی ہین وہ سب مینو میں معلوم ہوتے تھے - وہ متدین - ہوشیار - عالم اور ملکی گورنری کیلیئے نہایت مناسب تھا - وہ مسلمان ہوگیا ہوا تھا - وس کی یہ حرکت جو اگرچہ کیسی ہی مضحکہ خیز کیون نہ ہو مگر باشندگان مصر کی

[1] ان سے جزائر الیونین و پیریو بیسا وغیرہ مراد ہین - مولف + [2] لفظی معنی شہر آفتاب یا مدینۃ الشمس ۱۲ +

نظروں میں اس سے اوسکی بہت وقعت ہوگئی ہوئی تھی۔ اوسکی فوجی قابلیت کی نسبت کیسا ہی شبہ رہتا لیکن اوس کی ذاتی بہادری میں کسیطرح کا کلام نہیں ہوسکتا تھا۔

کلیبر کی انتظامی اور جنگی کامیابی دیکھکر انگلشیہ وزراء کو معاہدہ العریش کو مسترد کر دینے کا بہت ہی افسوس ہوا اور اونہوں نے اونہی شرائط پر پھر مصالحت کرنی چاہی مگر اس وقت کلیبر نے اون کی ایک نہ سنی جسپر انگریزی وزارت کو فرانسیسیوں کے مقابلہ پر مجبورًا انگریزی فوج مصر بھیجنی پڑی۔ جو سر ریلف ابیرکرامبی کے زیر کمان یکم مارچ ۱۸۰۱ء کو اسکندریہ پہنچی۔ فرنچ فوج کے ساتھ اوسکی کئی معرکہ آرائیاں ہوئیں جن میں عمومًا فرانسیسی شکستیاب ہوتے رہے آخر سکندریہ اور قاہرہ کی فرنچ افواج مصالحت کرنے پر مجبور ہوگئیں۔ اور وہ مصر کو چھوڑکر فرانس کو روانہ ہوگئیں مگر یہ مصالحت بھی اونہی شرائط پر کیگئی جو العریش کے معاہدہ میں درج کیگئی تھیں۔

انگریزی فوج کو ان فتوحات میں بیشمار مال و اسباب غنیمت میں ملا صرف اسکندریہ کے مورچوں سے ۳۱۲ توپیں حاصل ہوئیں اور ۷۷ توپیں فرنچ جہازوں پر ان کے علاوہ ملیں میگزینوں میں دو ہزار چار سو ۵ من بارود اور چودہ ہزار کارتوس توپوں کے پائے گئے۔ ۱۵۱ ملاحوں اور ۵۰۰ سول اہلکاروں کے علاوہ دس ہزار گیارہ فرنچ فوجیوں نے انگریزی فوج کے سامنے ہتھیار ڈالے۔ کل فرنچ فوج کی تعداد جو سکندریہ و قاہرہ کے عہدناموں مصالحت میں شمار کیگئی تھی ۲۴ ہزار تھی۔ یعنی نپولین کی روانگی کے بعد صرف ایک ہزار سپاہی کم ہوئے تھے۔

ٹرکی اور فرانس کے درمیان صرف شام اور مصر میں ہی لڑائی نہیں ہوئی تھی بلکہ بحیرہ ایڈریاٹک کے مشرقی ساحل پر بھی میدان کارزار گرم رہا تھا۔ اور سطرح ٹرکی کو چند مقبوضات بھی حاصل ہوگئے تھے جو عہدنامہ کامپو فارمیو کے ذریعہ فرانس کی ملکیت پائی۔ یہ ۱۷۹۷ء میں فرانس اور آسٹریا کے درمیان ہوا تھا۔ دونوں سلطنتوں نے وینس کی جمہوری ریاست کو معدوم کرکے اوس کے مقبوضات آپس میں تقسیم کرلئے تھے۔ اور اس تقسیم میں جزائر ایونین اور مشرقی ساحل کے قصبات مثلاً پریویسا پرجہ۔ وونتزا۔ اور بٹرنطو فرانس کے حصہ میں آئے تھے۔ ٹرکی اور فرانس میں اعلان حرب ہوتے ہی یانینا کے گورنر علی پاشا نے جس کا مفصل ذکر آگے آئیگا۔ پریویسا۔ وونتزا اور بٹرنطو پر حملہ کرکے اون کو فرانسیسیوں سے فتح کرلیا۔ اس سے تھوڑا ہی عرصہ بعد زار نے پورے شرائط معاہدہ اتحادی اپنا بیڑہ بحیرہ اسود سے باسفورس کو بھیجا جہاں اوس کا بڑی دھوم دھام سے استقبال کیا گیا۔ اور خود سلطان نے جاکر جہازوں کا معاینہ کیا۔ ڈارڈنیلز سے باہر اس سے ترکی بیڑہ بھی آملا۔ اور دونوں بیڑوں نے امیرالبحر نیلسن کی حسب ہدایت جزائر ایونین پر حملہ کرکے انہیں فرانسیسیوں سے چھین لیا۔ اس سے فارغ ہوکر ترکی و روسی بیڑے فرانس کے مخالفوں کو کمک دینے اور پوپ کو مدد پہنچانے کیلئے اٹلی کے سواحل پر گشت کرتے رہے۔ عجیب زمانہ کی نیرنگی کیا ہوسکتی ہے کہ تقاضائے وقت اور بحر سلطنت روس اور ٹرکی اپنے جانی دشمنوں کو بھی ایک دوسرے ملک کو برخلاف چند صدیوں سے سچا یا جھوٹا ٹرکی کا دینی چلا آتا تھا۔ آپس میں متحد نہیں کر دیا تھا۔

اب اوسی پوپ کی مدد کررہا تھا جس سے متقدم کئی صدیوں تک فرنگستان کو مسلمانوں کی شکنجی پر اکسا تو رہتا تھا ترکی اور روسی بیڑے تو یہ کام کرتے رہے۔ دوسری طرف انگریزی بیڑے کا کچھ حصہ تو شام و مصر کے سواحل پر گشت کرتا رہا۔ اور باقی حصے سے جزیرہ مالٹا کا محاصرہ کرلیا گیا۔ جہان کے فرنچ گیریزن نے فاقہ سے مجبور ہو کر سنہ ۱۸۰۰ء میں جزیرہ کا قبضہ انگریزی امیرالبحر کو دیدیا جو اب تک بدستور قائم ہے۔

روس اور ٹرکی نے باہمی سمجھوتہ کرکے جزائر ایونین کو سنہ ۱۸۰۰ء میں جمہوری ریاست بناکر سلطان کی زیر حفاظت کردیا۔ اور ساحل پر جو وینیشی مقبوضات ترکون نے فرانسیسیون سے فتح کرلیے تھے۔ اونپر بھی روس نے ٹرکی کے قبضہ کو باضابطہ تسلیم کرلیا۔ اس کے عوض اوس نے علاقہ کا کیشیا مین سلطان کی رضامندی سے جارجیا کو اپنے ممالک محروسہ مین ملحق کرلیا۔ مگر سنہ ۱۸۰۳ء مین باشندگان جزائر نے سلطانی حمایت کو قبول کرنے سے انکار کرکے زار کو اپنا حامی بنانے کی خواہش ظاہر کی جسپر ترکی فوج وہان سے واپس بلالیگئی۔ اور روسی وہان قابض ہوگئے۔ علی پاشا کو ان جزائر پر متصرف ہونیکی بڑی خواہش و تمنا تھی۔ اسلیے نہین کہ اون کے الحاق سے اوس کے آقا کی طاقت مین اضافہ ہو بلکہ محض ذاتی نفع اور اپنی طاقت کو بڑہانے کیلئے۔ مگر اوسکی یہ تمنا کبھی پوری نہ ہوئی۔ سنہ ۱۸۰۷ء مین جب کہ باہمی تعلقات زار نے ضرورت حتیا کی اور روس نے نپولین سے فاش شکستین کھاکر بمقام ٹلسٹ اوس سے مصالحت کرلی تو یہ جزائر روسی قبضہ سے پھر فرنچ تصرف مین چلے گئے جس سے اونہین انگلستان نے چھین لیا۔ اور سالہاسال مدید تک ہفت جزائر کی جمہوری ریاست کا حکمران یا محافظ رہا۔

پرلیسوییبا۔ بٹرنٹو اور ووئنتزا کو فتح کرنے کے بعد علی پاشا نے پرجہ پر فوجکشی کی۔ مگر وہان کے ولاور کوہستانی سولیوٹ ان کو مغلوب نہ کرسکا۔ اور وہ برابر چودہ برس تک اوس کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس کے بعد چار برس تک انگلستان اونکا محافظ رہا۔ مگر جب انگلستان نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور باشندگان پرجہ کو شہر حوالہ کردینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہ گیا تو اونہون نے علی پاشا کی ماتحتی مین رہنے پر جلاوطنی کو ترجیح دی۔ اور شہر اوس کے حوالہ کرکے خود نکل گئے وینیشی ریاست کے ان مقبوضات کا مجمل ذکر اس لیے اس جگہ کردیا گیا ہے کہ پھر بار بار اونکا ذکر نہ کرنا پڑے۔

دول یورپ کی مصالحت عام

سنہ ۱۸۰۲ء مین جزائر ایونین روس کے واقعہ قبضہ مین چلے جانیکا اوپر ذکر ہوچکا ہے۔ اسی سال کے اکتوبر مہینے مین روس نے دوستی کے پیرایہ مین سلطان سے مالڈیویا اور والیشیا کے باشندون کے حق مین فرمان شاہی حاصل کرلیا۔ اس کے روسے اون کو مزید رعایات عطا کرد ی گئین اور سلطان نے عہد کیا کہ ان صوبون کے حکمران یا گورنر روس کے بلا مشورہ کبھی معزول نہین کیئے جائینگے۔ اور تاجرون و سوداگرون کے سوا کسی ترک کو ان صوبون مین داخل نہین ہونے دیا جائیگا۔ اسی سال دول یورپ یعنی فرانس اور اوسکی مخالف عیسائی سلطنتون مین عام مصالحت ہوگئی۔ اور ۲۵ جون سنہ ۱۸۰۲ء کو بمقام آمیئنز واقع فرانس کل فریقین کے

وکلاء کے عہدنامۂ صلح پر دستخط ہوگئے۔ انگلستان نے ٹرکی کو بھی امینز کی کانفرنس میں شریک کرنا چاہا تھا۔ مگر نپولین نے جو اوس وقت فرانس کا اول قونصل تھا نہ مانا۔ اور کہا کہ فرانس ٹرکی سے علیحدہ صلح کرے گا۔ چنانچہ صلح امینز کے ساتھ ہی فرانس اور ٹرکی میں علیحدہ صلح کا عہدنامہ ہوگیا جس کے رو سے نپولین نے بابعالی کے تمام مقبوضات اور مصر پر اوس کی کامل حکومت کو تسلیم کرلیا۔ اور سلطان سلیم نے ان تمام مراعات کی جو سابقہ معاہدوں اور بالخصوص ۱۷۴۰ء کے عہدنامہ کے رو سے فرانسیسیوں کو حاصل تھیں تجدید کردی اور دوران محاربہ جس قدر مال و اسباب فرنچ سوداگروں کا ضبط کیا گیا تھا اوسے واگذار اور فرنچ محبوسین کو رہا کردینے کا اقرار کیا۔ اور پرانی مراعات پر یہ رعایت مزید عطا کردی کہ فرانسیسی تجارتی جہازات کو بحیرہ اسود میں داخل ہونے اور اس میں سفر کرنے کی کامل آزادی حاصل ہوگی۔ باہمی مصالحت ہوجانے پر رفین قلعۂ ہفت برج سے رہا کردیا گیا۔ اور اوس نے بدستور سابق سفارت کا کاروبار شروع کردیا۔ جنوری سنہ ۱۸۰۳ء میں نپولین نے جنرل برون کو مستقل سفیر بناکر قسطنطنیہ بھیجدیا۔ اور اوس کی اور اوس کے جانشین جنرل سباسٹیانی کی ہمت و کوشش اور قابلیت سے فرانس کا اقتدار قسطنطنیہ میں پھر پہلے ایسا ہی نہیں بلکہ اوس سے کئی گنا زیادہ قائم ہوگیا اور فرانس اور ٹرکی میں گہری رفاقت ہوگئی۔

اس مصالحت سے سلیم کو ایک دوسری دفعہ بیرونی محاربے سے فرصت نصیب ہوگئی۔ جو ۱۸۰۶ء تک اوسے حاصل رہی لیکن اندرونی فتنہ و فساد نے اوسے اس فراغت سے کما حقہ فائدہ نہ اٹھانے دیا۔ وہابیوں نے پھر شام پر حملے کرنے شروع کردیئے اور ۱۸۰۳ء میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر قبضہ کرلیا جس سے تقریبًا تمام عرب پر اون کی حکومت قائم ہوگئی۔ اور انہوں نے سنت جماعت عقیدہ کے حاجیوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دینی شروع کردیں۔ حرمین شریفین کا قبضہ سے نکلجانا ہی ترکی رعایا کو حکومت سے آزردہ خاطر کرنے کے لیئے کچھ کم نہ تھا کہ وہابیوں کی تشدد نے اوس آزردگی کو اور تیز کردیا۔ اور جاہل و متعصب لوگوں کو یہ کہنے کا موقعہ ملگیا کہ ملک پر یہ سب عذاب اور مصیبتیں سلطان کی بدعتوں سے نازل ہو رہی ہیں۔ مصر میں بھی بد امنی کا دور دورہ تھا۔ فرنچ فوج کے چلے جانے پر جو ترکی فوج وہان بھیجی گئی تھی مملوک عرصہ تک اوس کا مقابلہ کرتے رہے۔ شام میں جزار پاشا نے پھر وہی مطلق العنانی اختیار کرلی تھی۔ اور رعایا پر بدستور تشدد شروع کردیا تھا۔ مگر خدا خدا کرکے ۱۸۰۴ء میں وہ فوت ہوگیا۔ اور شام کیطرف سے بے فکری حاصل ہوگئی۔ ڈینیوب پر سے پاسوان اوغلو کے وہی دم خم تھے۔ چنانچہ جب وہ کسی طرح مغلوب نہ ہوسکا تو آخر بابعالی نے ۱۸۰۱ء میں اوس تمام علاقہ کا گورنر تسلیم کرکے اوسے اعلیٰ ترین پاشا کا نشان و علم بھیجدیا۔

سربیا میں مشکلات کی ابتدا۔ اور خود جاگیردار مگر سب سے زیادہ اہم۔ اندیشناک اور قابل غور وہ مشکلات تھیں جو صوبہ سربیا میں نمودار ہوئیں۔ اور جن کی وجہ سے آخر نتیجہ زرخیز اور سیاسی متوقعہ صوبہ کئی صدیوں کی محکومی کے بعد خاندان عثمانیہ کے تسلط سے آزاد ہوکر خود مختار ریاست ہوگیا

ان مشکلات کو برپا کرنے والے اور سرویا کی آزادی کے باعث وہی خودسر ینگچری تھے جو سالہاسال سے دراز تک خاندانِ عثمان کی طاقت و اقتدار کو بڑھاتے تھے یہ شیر کے لیے زبردست اوزار کا کام دینے کے بعد اب کئی نسلوں سے ملک و قوم اور سلطنت کے لیے وبالِ جان ہو رہے تھے۔ چنانچہ سرویا کی مشکلات نے اس سخت ضرورت کو اور بھی اچھی طرح سے محسوس کرا دیا کہ جب تک اس شوریدہ پشت ٹولے کا ستیاناس نہ کیا جائے ملک کی خیر نہیں۔

سرویا ۷۔ اگست ۱۷۹۱ء کی صلح کوسودا کے بعد باضابطہ طور پر عثمانیہ سلطنت میں شامل کر لیا گیا تھا۔ اور اس کی اراضیات حسبِ معمول تیماروں اور زعامتوں میں تقسیم ہو کر سپاہیوں (یعنی جاگیردار سواروں اور ان کے افسروں) کو عطا کر دی گئی تھیں۔ ہر صوبہ میں ان فوجی جاگیرداروں کے علاوہ ینگچری یعنی باقاعدہ تنخواہدار اور پیدل فوج نظام کے دستے بھی مامور رہتے تھے۔ اور بتقاضائے فطرتِ انسانی دونوں فریق ایک دوسرے کو رشک و حسد اور کبھی کبھی بغض و عناد کی نگاہ سے دیکھتے رہتے تھے۔

چنانچہ امتدادِ زمانہ سے نظام و نگرانی میں فرق آ جانے پر جب سپاہیوں نے جا بجا یعنی سرویا کے دیہاتوں پر سختیاں کرنی شروع کر دیں تو وہ مجبوراً پناہ و حفاظت کے لیے ینگچریوں کی طرف جو خزانہ سلطانی سے تنخواہ پانے کی وجہ سے ملک بری طرح کا یارانہ تھے رجوع لانے لگے۔ مزید برآں چونکہ عیسائی رعایا سے مذکور پچھلی سترہویں صدی تک پانچواں حصہ اس فوج میں شامل کر لیا جاتا رہا تھا سرویا کی رعایا اور ینگچریوں میں خون کا تعلق بھی موجود تھا۔ اور اس طرح ینگچریوں اور سپاہیوں میں دن بدن زیادہ کشیدگی ہوتی گئی۔ لیکن ینگچریوں کی عادات بھی آخر متغیر ہو گئیں۔ مذہبی مغایرت خونی قرابت پر غالب آ گئی۔ اور سترہویں صدی سے بعد یہ قرابت بھی بالکل معدوم ہو گئی۔ اور آخر رفتہ رفتہ نظام کے بگڑنے سے خود سرویا نے ینگچریوں کو بھی رعایا کے حق میں سپاہیوں سے کچھ کم ظالم و سفاک نہ رہنے دیا۔ مگر ساتھ ہی ان دونوں قوتوں میں قدیمی رقابت بھی بدستور موجود رہی۔

انتظام جاگیرداری میں رعیت زمین کے قبضہ سے بے دخل نہیں کی جاتی تھی۔ جاگیردار صرف محاصل لینے کا مجاز ہوتا تھا۔ اور کاشتکار کو کاشتکاری اور اپنی فصل سے فائدہ اٹھانے کی قانوناً پوری آزادی تھی۔ علاوہ بریں ابتدائی ترکی سلاطین نے فراخ حوصلگی اور فیاض منشی سے کام لے کر غیر مذہب رعایا کو شروع ہی سے وہ بھی ایسی رعایتیں عطا کر دی تھیں۔ جو مہذب ترین یورپین سلطنتوں نے بھی ابتک اپنی کسی محکوم اور غیر جنس رعیت کو عطا نہیں کیں۔ رعایا اپنے لیے [illegible] خود اپنے میں سے ہی مجسٹریٹ اور محاصل کے تشخیص کنندگان مقرر اور منتخب کرتی تھی۔ یہ لوگ سرویا میں کنیز کہلاتے تھے۔ البتہ عیسائیوں کے لیے یہ حکم تھا کہ وہ اپنی طرزِ معاشرت اور ظاہری وضع قطع کی رکھیں کہ حاکم و محکوم میں تمیز ہوتی رہے۔ مگر بتدریج بادشاہوں میں عیاشی، تن پرستی اور کاہلی آتے جانے سے جوں جوں ترکی حکومت کا دبدبہ کم ہوتا گیا جاگیرداروں میں خودسری پیدا ہوتی گئی۔ اور وہ قانون و آئین کو بالائے طاق رکھ کر اپنے کاشتکاروں پر جبر و ستم کرنے لگ گئے۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ رعایا میں نارضگی پھیلتی گئی۔ کئی من چلے من پسند کاروبار اور پیشہ چھوڑ کر قزاقی اور لوٹ مار پر کمر بستہ ہو گئے۔ اور باقی ظالموں کے پنجہ سے رہائی پانے کے لئے موقعہ کے منتظر ہو بیٹھے۔ سرویا والوں کو ایسا موقعہ آسٹریا کے حملوں سے مل گیا۔ چنانچہ جب قیصر جوسف ثانی نے ۱۷۸۸ء میں ٹرکی پر حملہ کیا تو پہلے محاربوں کی نسبت سرولی بہت زیادہ تعداد میں حملہ آوروں کے ساتھ شریک ہو گئے۔ اور سواروں اور پیدلوں کے بیشمار دستے تیار کر کے آسٹرویوں کو ترکوں کے برخلاف نمایاں مدد دی۔ ان معرکہ آرائیوں میں سرویوں کی تھوڑے ہی عرصہ میں ایسی کایا پلٹ ہو گئی کہ جب صلحنامہ سسٹووا کے رو سے آسٹریا نے صرف اسقدر اقرار لیکر کہ باشندوں کو عام معافی دیدی جاوے۔ سرویا ٹرکی کو واپس کر دیا اور ترکی کمشنر قسطنطنیہ سے صوبہ کا باضابطہ قبضہ لینے گئے تو وہ اپنی عیسائی رعایا کی متغیر شدہ حالت کو دیکھکر کمال حیران اور کسیقدر خوفزدہ بھی ہو گئے۔ چنانچہ ایک قلعہ کو خالی کرتے وقت جب ایک سرولی رسالہ ٹھاٹ سے فوجی آداب کے ساتھ برابر ہو کر ترکی کمشنروں کے پاس سے گذرا تو ایک ترک آسٹروی افسروں کو مخاطب کر کے بے اختیار پکار اٹھا "پڑوسیو! تم نے ہماری رعایا کو کیا سے کیا بنا دیا ہے!"

ترکوں نے قبضہ لینے کے بعد ان سرولی رجمنٹوں کو توڑ کر ان کے سپاہیوں کو گھروں کو واپس کر دیا۔ اور ترکی تسلط پھر بدستور قائم ہو گیا۔ مگر قوم میں جو جنگی روح پھونکی گئی تھی۔ وہ پھر کبھی معدوم نہ ہو سکی۔ بلکہ اسکی طاقت دن بدن بڑھتی ہوتی گئی۔ لیکن بجائے اس کے کہ یہ طاقت سلطان کی حکومت کے برخلاف استعمال میں لائی جاتی شروع شروع میں سرولی سلطان کی حکومت کی تائید میں مسلح ہوئے۔ اس عجیب واقعہ کا باعث موجب وہی ینگچری فوج تھی۔ کل ممالک محروسہ میں اور کسی جگہ اس شوریدہ پشت جماعت کے افراد کا وحشیانہ ظلم و ستم اس حد تک نہ پہنچا تھا جسقدر کہ بلغراد میں۔ سرویا میں فوج مذکور کے افسروں نے بربری ریاستوں کے گورنروں کی تقلید کر کے اپنا لقب بھی ڈاہی رکھ لیا ہوا تھا۔ ناظرین کو پہلے بتایا جا چکا ہے کہ بربری ریاستوں میں بھی خود سر سپاہ نے ہی آزادی اور مطلق العنانی کی بنیاد قائم کی تھی۔ ینگچریان سرویا نہ فقط رعایا پر ہی جور و تشدد کرتے تھے۔ بلکہ جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے جاگیرداروں یعنی سپاہیوں سے بھی رعایا سے بدتر سلوک کیا کرتے تھے۔ ترکی گورنر کا اقتدار ایسا برائے نام تھا کہ بدوران محاربہ آسٹروی اوس سے نامہ و پیام کرنے کی بجائے ینگچریوں کے آغا سے خط و کتابت کیا کرتے تھے۔ صلح ہو جانے پر ینگچریوں نے پھر وہی وطیرہ اختیار کر لیا۔ سلیم اس فوج کی شرارتوں سے پہلے ہی تنگ آیا ہوا تھا۔ اوس نے انکی گوشمالی کا کام اول اول اس سرحدی صوبہ سے شروع کرنیکا مصمم ارادہ کر لیا۔ اوس نے ابو بکر پاشا کو گورنر مقرر کر کے بلغراد بھیجدیا۔ اور بذریعہ فرمان شاہی جو پاشا موصوف کو حوالہ کر دیا گیا ینگچریوں کے تمام شہر اور کل صوبہ سے نکل جانیکا حکم جاری کر دیا۔ ابو بکر پاشا نے بلغراد پہونچکر اس فرمان کو شائع کرنے میں جلد بازی نہ کی۔ وہ ینگچریوں کی طاقت اور سرکشی سے بخوبی واقف تھا۔ سب سے اول اوس نے صوبہ کے عیسائی باشندوں کو عام معافی عطا کر کے مطمئن خاطر کیا۔ اور پھر اپنے منصفانہ برتاؤ سے اون کو اپنا طرفدار بنا لیا۔ ادھر سپاہیوں کو اپنے ساتھ

موافق کر لیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر اوس نے شاہی انشا کی تعمیل پر توجہ کی۔ ینگچریون کا آغا خفیہ ہلاک کرا دیا گیا۔ اور جب ینگچری بلے سر رہ گئے تو فرمان سلطانی مشتہر کر کے خودسرون کو بجبر خارج کر دیا۔ مخرج ینگچری بدلہ لینے کے لیے ودّین کو باغی پسوان اوغلو کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور اونکی تحریک سے اوس نے سرویا پر حملہ کر دیا۔ دریں اثنا ابوبکر کی جگہ حاجی مصطفیٰ سرویا کا گورنر مقرر ہو گیا تھا۔ اور اوس نے بھی اپنے متقدم کے قدم بقدم چلکر سربیون سے ایسا اچھا سلوک کیا تھا کہ وہ اوس کے غلام بے دام ہو گئے ہوئے تھے۔ اور اوس کا نام "میری سربی" یعنی خیر خواہ سربیان رکھدیا ہوا تھا۔ ان دونون گورنرون کے وقت رعایا نہایت خوشحال ہو گئی تھی۔ اور تجارت بھی بہت رونق پکڑ گئی تھی۔ حاجی مصطفیٰ کے پاس کوئی فوج سپاہیون کے سوا موجود نہ تھی۔ سربیون کو صوبہ کی حفاظت کے لیے کھڑا ہو جانیکا حکم دیا جس کی تعمیل میں چارون طرف سے ہزار ہا سربی بطیب خاطر اپنے گورنر کے پاس جمع ہو گئے۔ اور اپنے سابق ظالمان یعنی ینگچریون کا قابل تعریف دلاوری سے مقابلہ کر کے اون کو صوبہ سے باہر نکال دیا۔ اور پسوان اوغلو ودّین واپس چلا گیا۔ مگر جب ان واقعات کی خبر ممالک محروسہ کے دیگر حصص بالخصوص خاص پایۂ تخت کے ینگچریون کو پہونچی تو اون کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہ گئی۔ اکثر علماء اور عام مسلمانون نے بھی اون سے اتفاق رائے کیا۔ بقول جرمن مورخ رینکی[1] "یہ امر کل مسلمانون کو سخت ناگوار گذرا کہ پرانے مسلمان صوبہ سے بیدخل کر دیئے جائیں۔ اور کفار و رعایا کو مسلح کر کے اون کے مقابلہ پر کھڑا کیا جائے"

سلطان کل قوم کی ناراضگی کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اوسے مجبوراً اپنے عزم کو بدلنا پڑا۔ اور حاجی پاشا کے نام حکم بھیجدیا گیا کہ وہ ینگچریون کو بلغراد واپس آ جانے دے۔ پاشا نے اس حکم کی تعمیل تو کر دی۔ مگر اس نرمی کا نتیجہ اچھا نہ نکلا۔ ان نمک حرامون نے سلطانی مہربانی کا مشکور ہو کر آئندہ کے لیے اپنا طریق عمل درست کرنے کی بجائے پہلے سے بھی زیادہ شرارتیں شروع کر دیں۔ وہ اپنے تئین خود مختار سمجھتے تھے۔ اور اونکا خیال تھا کہ سلطان نے دب کر اون سے یہ سلوک کیا ہے۔ اونہون نے پہلے تو ایک اعلیٰ سربی افسر کو ہلاک کیا۔ اور پھر پسوان اوغلو کی مدد سے بلغراد پر اپنا تصرف کر کے حاجی مصطفیٰ پاشا کو شہید کر دیا۔ اس نالائقی کے بعد اونہون نے ظاہرداری کے لیے باب عالی کو کوئی اور گورنر بھیجدینے کو لکھا مگر اون کے افعال سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ زمام حکومت اپنے ہی قبضہ میں رکھنے کا عزم کر چکے ہیں۔ اون کے چار اعلیٰ سردارون نے ڈائی کا لقب اختیار کر کے کل صوبہ کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ اور ہر ایک ایک ایک حصہ یا ضلع کا گورنر بن بیٹھا مگر اونکا مشترکہ دار الحکومت بلغراد ہی رہا۔ اور وہ عموماً وہین جمع ہو کر آپس میں صلاح و مشورہ کرتے۔ اور چونکہ اون کی جمعیت چندان مضبوط نہ تھی۔ اونہون نے اپنی مدد کے لیے ایک اور دستہ بوسنیا اور البانیا کے مسلمانون سے تیار کر لیا۔ اور اسطرح سے

[1] موجودہ صدی کا مشہور مورخ ہے۔ پورا نام لیوپولڈ فان رنکہ (یا رینکی) ہے ۱۷۹۵ء میں پیدا ہوا۔ اوس نے مختلف ممالک کی کئی تاریخیں لکھی ہیں جو نہایت مستند سمجھی جاتی ہیں۔ مولف

اپنی طاقت مستحکم کر کے نہ فقط رعایا پر ہی علانیہ اور کھلے بندون جور و ظلم کرنے لگ گئے بلکہ سپاہیون کو بھی اونکی جاگیرون سے نکالکر صوبہ سے بیدخل کر دیا۔ اور کل علاقہ کے مطلق العنان مالک و قابض ہو گئے۔ تو سینیا مین بھی صوبہ سونسک کو رئیس علی بک نے اسیطرح ایک وسیع علاقہ پر تسلط کر لیا ہوا تھا۔ اوس نے بھی بلغراد کے ڈاہیون سے اتحاد کر لیا۔ اور پسونکن اوغلو جو ابھی تک بدستور باغی تھا پہلے سے ہی اون کا شریک اور رفیق تہا۔ الغرض تقریباً تمام شمالی ٹرکی مین سلطنت کی برخلاف قزاقون اور باغیون کا ایک خاصہ جتہا قایم ہو گیا تھا۔ مخرج منصب دارون نے اپنی مصیبتین اور سختیان عرض کر کے سلطان سے دستگیری کی التجا کی۔ اوہر سرولی رعایا نے بھی جن کی مصیبتون اور تکلیفون کی اب کوئی حد و انتہا ہی نہین رہ گئی تھی ظالمون کے پنجہ سے چھڑائے جانے کے لیئے اپنے شہنشاہ سے التجا کی۔ کل سرولی "نیئون" یعنی مجسٹریٹون نے ایک محضر نامہ قسطنطنیہ بھیجکر اپنی تمام سرگذشت اوس مین مومبو درج کی۔ اور لکھا کہ "اونہین قلاش محض ہی نہین کر دیا گیا بلکہ اون کی مذہب اور ننگ و ناموس مین بھی رخنہ اندازی کیجا رہی ہے کوئی خاوند اپنی بیوی۔ کوئی باپ اپنی لڑکی اور کوئی بہائی اپنی بہن کے ناموس کی سلامت رہنے پر بھروسہ نہین کر سکتا۔ معابد کنائس۔ پادری۔ راہب سب کی بیحرمت کیا جا رہا ہے" آخر مین اونہون نے ان الفاظ مین سلطان سے فریاد کی۔ "اگر تو ابھی تک ہمارا شہنشاہ ہے۔ تو پہنچ۔ اور ہمین ان شقیون سے نجات دلوا۔ یا اگر تو ہمین بچانا نہین چاہتا تو کم از کم ہمین یہ بتا ہی دے۔ تاکہ ہم یہ فیصلہ کرین کہ آیا جنگلون اور پہاڑون کو بہاگ جائین یا کہ دریاؤن مین غرق ہو کر اپنی ناشاد اور بدقسمت زندگی کا خاتمہ کر دین"

باب عالی کے پاس جو اس وقت مصر کو فرانس سے چھڑانے کی کوششون مین مصروف تھا ڈاہیون کی سرکوبی کو لیئے کوئی فوج موجود نہ تھی۔ اور وہ دہمکیان دینے سے بڑہ کر کچھ نہین کر سکتا تہا۔ چنانچہ بلغراد کہلا بھیجا گیا کہ "اگر شکیکی اپنا طریق عمل درست نہین کرین گے تو سلطان اونکی سرکوبی کے لیئے فوج بھیجدین گے۔ لیکن یہ فوج عثمانیہ سپاہیون کی نہین ہو گی۔ کیونکہ مسلمانون کو مسلمانون سے لڑانا پسندیدہ نہین ہو سکتا۔ بلکہ دوسری اقوام اور دوسرے مذہب کے سپاہی بھیجے جائین گے۔ اور اوس وقت تم پر ایسی تباہی وارد ہو گی جیسی کہ پہلے اب تک کسی عثمانی پر نازل نہین ہوئی"

یہ پیغام سن کر ڈاہی ایک دوسرے سے پوچھنے لگ گئے "بادشاہ کا اشارہ کس فوج کیطرف ہو سکتا ہے۔ کیا روسی یا آسٹروی فوج سے اوس کی مراد ہے؟ نہین ایسا نہین ہو سکتا۔ وہ ان اجنبیون کو کبھی اپنے ملک مین نہین لائے گا" پھر سب باتفاق رائے پکار اٹھے "بخدا بادشاہ کی مراد رعایا سے ہی" اور اون کو یقین ہو گیا کہ سلطان سرویون کو اون کے قومی مجسٹریٹون کے زیر کمان جمع اور مسلح کرنے کے لیئے کسی جرنیل کو بھیجدے گا۔ اونہون نے اس اندیشہ کو دفعیہ کے لیئے تمام ایسے عیسائیون کو جو اپنی وجاہت اور حیثیت یا قومی پرجوشی اور بلند خیالی سے خطرناک ہو سکتے تہے قتل کر دینے کا

عزم بالجزم کر لیا۔ ہر ایک ڈاہی اس فیصلہ کی تعمیل کے لیے اپنے اپنے علاقہ کو چلدیا۔ اور سب نے ایک ساتھ فروری ۱۸۰۴ء مین یہ مہیب کام شروع کر دیا۔ شروع شروع مین بیشمار سرکردہ سرولی اچانک آفت ناگہانی کے نازل ہوجانے سے ان کا شکار ہو گئے۔ لیکن بعض کو بر وقت خبر ہو گئی۔ اور وہ جان سلامت لیکر بھاگ گئے۔ ان سے فارغ ہو کر ڈاہی عام رعایا کیطرف متوجہ ہوئے۔ جس سے سرویا مین یہ عام یقین ہو گیا کہ ینگچریون نے صوبہ مذکور کی کل عیسائی آبادی کو نیست و نابود کرنے کا قصد کر لیا ہے۔ لیکن رعایا کی بےبسی حالت نہ رہ گئی تھی کہ وہ ہاتھ پاؤن ہلائے بغیر تئین بتقدیر سونپ دیتی اور اپنے بچاؤ کے لیے کوئی جد و جہد نہ کرتی۔ ہزارون دہقان اور گڈریے جانین بچا کر پہاڑون کی لوٹیرون کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور جب جانون کی سلامتی سے بیفکر ہو گئے تو انہین اب یہ فکر لاحق ہوا کہ کسی طرح پھر اپنے املاک اور اراضیات کا قبضہ حاصل کرین اور بخیریت گھرون کو واپس جائین۔ اس غرض کے ساتھ ہی لازمی طور پر انہین یہ بھی سوجھ گئی کہ جب تک ظالمون کی بیخکنی نہ کی جائے یہ تمنا پوری نہین ہو سکتی۔ اور بیخکنی اوسی صورت مین ہو سکتی ہے کہ کل قوم ہتھیار لیکر کھڑی ہو جائے۔ خیال پیدا ہونے کی دیر تھی کہ ضرورت نے اوسے فوراً عملی قالب مین ڈھالدیا۔ اور کل سرویا مین قومی جنگ کا انتظام ہو گیا۔ پہاڑی قزاقون نے اس قومی کام مین بڑی سرگرمی سے امداد دی۔ اون کے ماسوا ابھی تک قوم کے کئی مستند قایل اور بہادر سرغنے موجود تھے۔ اونہون نے مختلف اضلاع کے دہقانون کو متفق و متحد کر کے عام بغاوت برپا اور سب جگہ لڑائی شروع کرا دی۔

ڈاہیون کے فوجی دستے اور گماشتے چشم زدن مین کھلے میدانون۔ دیہات اور تمام چھوٹے چھوٹے قصبون سے مار کر نکالدیئے گئے۔ اور چند ہفتون مین بلغراد اور چند دیگر مضبوط قلعون کے سوا کل سرویا پر سرویون کا تصرف ہو گیا اوس وقت سرویون کو اپنا ایک سپہ سالار مقرر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور اونہون نے یہ منصب جلیل اپنے ایک نامور سورما جارج پیٹروونش کو پیش کیا۔ سرولی اسے زرنی (سیاہ) جارج اور ترک قرا (سیاہ) جارج پکارتے ہین۔ مگر عام شہرت قرا جارج ہی کی ہوا۔

یہ شخص ایک سرولی دہقان مسمی پیٹرونی کا بیٹا اور ۱۷۶۰ء و ۱۷۷۰ء کے درمیان موضع وٹن ٹسی مین پیدا ہوا تھا۔ ۱۷۸۹ء کے معارکہ مین وہ سرولی مجاہدین کے دستہ مین شامل رہ کر ترکون کے ساتھ لڑتا رہا تھا۔ اور معاہدہ سستوا کے بعد کئی برس تک سورون کی پالنے اور اون کی خرید و فروخت کا بیوپار کرتا رہا تھا۔ سرویا مین یہ پیشہ کل دیگر پیشون سے زیادہ فایدہ بخش ہی نہین بلکہ سب سے معزز بھی سمجھا جاتا ہے۔ جب ڈاہیون نے رعیت کو تباہ کرنا شروع کیا تو وہ چراگاہون اور اپنے سورون کے گلون کو چھوڑ کر پہاڑون مین بھاگ گیا۔ وہان وہ تھوڑے سے عرصہ مین زبردست قزاقون مین شمار ہونے لگ گیا۔ اور جب قومی جنگ چھڑ پڑی۔ تو اوس نے بے نظیر سپہ سالارانہ قابلیت اور ذاتی شجاعت کا جوہر دکھایا۔ وہ شاہی شوکت اور ترک و احتشام سے سخت متنفر تھا۔ جس زمانہ مین وہ کمال عروج پر پہنچ گیا تھا۔ اور سرویا بلکہ سرویا کے علاوہ اور بھی تمام

علاقہ کا خود مختار حکمران ہو گیا تھا۔ تو وہ اوس وقت بھی وہی معمولی گڈریوں والی پوشاک اور اپنی مشہور سیاہ ٹوپی پہنا کرتا تھا۔ اوس کی مزاج بالعموم نرمی کیطرف مائل تھی۔ لیکن مشتعل بھی جلد ہو جاتی تھی۔ اور غصہ کے وقت وہ بالکل بے بس ہو جاتا تھا بحالت غضب وہ مجرم کو خود اپنے ہاتھ سے تلوار یا بندوق سے موت کا طعمہ بنا دیتا اور دوست و دشمن اپنے بیگانے مین کوئی تمیز نہ کرتا تھا۔ وہ گو ظالم تھا لیکن کینہ تو ز نہ تھا اگر وہ کسی سے معافی کا وعدہ کر دیتا تو زبان سے ہی نہین دل سے بھی اوسکی خطا معاف کر دیتا۔ اوس کی انتقامت ولی منصف مزاجی حب الوطنی اور بوقت ضرورت سخت دلی کا اسی سے پتہ مل سکتا ہے کہ اوس نے اپنے باپ کو بندوق کا نشانہ بنا دیا۔ اور اپنے سگے بھائی کو پھانسی دلوا دیا تھا۔ باپ کو قتل کرنے کا واقعہ اس طرح سے وقوع مین آیا۔

محاربہ آسٹریا کے شروع مین جارج سرویا سے بھاگ کر آسٹروین کے ساتھ جاملنے کے لیئے چند منگروی جہازون کی انتظار مین جو اوسے اور اوس کے رفقاء کو دوسری طرف لیجانے کو آنیوالے تھے دریا ساوہ کے کنارہ موضع دولیو کے قریب تین دن تک چھپا رہا۔ اوس کا باپ بھی ساتھ تھا۔ وہ پہلے پہل تو جوش مین آکر چلا آیا مگر ان انتظار کے دنون مین اپنے وطن کے پہاڑون کو دیکھکر جن مین اوسکی تمام ملک املاک موجود تھے اوس کا حوصلہ قایم نہ رہا۔ اور وطن کی زنانہ محبت نے اوس کے جوش کو سرد کر دیا۔ اوس نے اپنے بیٹے کو کہا کہ ترکون کی اطاعت قبول کر لو۔ اور آسٹریا جانے کا عزم فسخ کر دو۔ بلند ہمت جارج نے کچھ پرواہ نہ کی جسپر باپ نرمی سے سختی پر اتر آیا۔ اور کہا کہ اگر تم واپس نہ جاؤ گے تو مین ابھی ترکی حکام کو خبر کر دونگا کہ اونکے دشمنون کے پاس چلے جانے کے لیئے تم جنگل مین چھپے ہوئے ہو۔

جارج نے یہ بات سن کر باپ کی بہت منت عاجزی کی کہ وہ اون کے ساتھ ہی رہے۔ مگر جب اوس نے نہ مانا اور جھکر چلدیا تو جارج نے بندوق اٹھا کر اوسے گولی سے ہلاک کر دیا۔ اور کہا "تیرے ایک کا مرجانا ہم سب کو ہلاک ہونے سے بہتر ہے" بھائی اس سے بھی زیادہ قبیح حرکات کی طفیل ہلاک ہوا تھا۔ وہ اپنے بھائی کے منصب پر گھمنڈ کر کے سخت بد چلنی اور عیاشی مین مبتلا ہو گیا جس سے کچھ عرصہ تک تو جارج چشم پوشی کرتا رہا۔ آخر اوس کا اسقدر حوصلہ بڑھ گیا۔ کہ اوس نے ایک معزز خاندان کی سخت پردہ دری کی۔ جسپر لڑکی کے والدین چیختے چلاتے جارج کے پاس پہونچے۔ اور اوسے کہا کہ ایسی ہی کرتوتون اور جرایم کی وجہ سے تو ہم ترکون کے برخلاف کھڑے ہوئے تھے۔ یہ سنکر قراجارج پر بڑا اثر ہوا۔ اوس نے فی الفور اپنے مجرم بھائی کو مکان کے دروازہ پر پھانسی دلوا دیا اور ماں کو منع کر دیا کہ ایسے نالایق بیٹے کیلیئے کوئی ماتمی لباس نہ پہنو۔

قراجارج اپنی طبیعت کی تیزی سے بخوبی واقف تھا۔ اور اوسکی قوم بھی اوسے منتخب کرنے سے پیشتر ہی اوسکی سخت مزاجی کو جانتی تھی۔ چنانچہ جب قوم کے وکلاء اور مجسٹریٹون کی مجلس نے اوسے سپہ سالار یعنی حکمران بنانا تجویز کیا تو اوس نے اس عہدہ سے بچنے کے لیئے عذر کیا کہ مین حکومت کرنے کا ڈھب نہین جانتا ہون۔ انہون نے جواب دیا "ہم تمہین صلاح و مشورہ دیتے رہین گے" پھر اوس نے عذر کیا کہ مین ایسا تیز طبیعت ہون کہ اس منصب کی لایق نہین ہون مشورہ سننے تک تحمل نہین کر سکونگا۔ اور تمہاری

قتل کرنے پر مائل ہوجاؤنگا" قوم کے رؤسا نے جواب دیا کہ "اس وقت ایسی ہی سختی کی ضرورت ہے"

جب اوس کی یہ حجت پیش نہ گئی تو اوس نے سپہ سالاری کو منظور کر لیا۔ اور کچھ عرصہ بعد اس کی بجائے "اعلے حکمران" کا لقب اختیار کر لیا۔ کریسی صاحب لکھتے ہین کہ "اوس کے افعال کو ہم خواہ کیسے ہی جابرانہ اور اوسکی سنتعدی کو کیسی ہی ظالمانہ کیون نہ خیال کرین مگر اسمین کوئی کلام نہین کہ اوس نے اپنے ملک کو ظالمون کے پنجہ سے چھڑا دیا۔ اور کئی برسون تک اوسکی آزادی کو بے نظیر استقلال اور قابلیت کے ساتھ قایم رکھا" مگر یہ استقلال اور قابلیت آخری دم تک نہ پہنچی یہی مورخ پھر اوسکی نسبت لکھتا ہے کہ "یہ ذہانت کی نیرنگیان کچھ ایسی ہین کہ آخرکار یہی شخص حالانکہ وہ ابھی تک شباب کے عالم مین تھا۔ ایسے وقت اور ایسے موقعہ پر جس مین کہ ایک معمولی دل و گردہ کے آدمی سے بھی ثابت قدم رہنے کی توقع کیجا سکتی تھی۔ سخت غیر مستقل مزاج اور بے حوصلہ ہوگیا" لیکن ۱۸۰۴ء مین اوسے منتخب کرتے وقت کسی کو یہ شان وگمان بھی نہین ہوسکتا کہ اوسکی پولیٹکل زندگی کا خاتمہ ذلت بخش ہوگا۔ اوس وقت تمام قوم کی آنکھین اوسیکی طرف لگی ہوئی تھین۔ وہ فاتح اور کامیاب محب وطن اور مسلمان کی طاقت وحکومت سے محکوم عیسائی اقوام کی آزادی کے اصول کی بنیاد رکھنے والا متصور ہوتا تھا۔

حالات متذکرہ صدر سے یہ نتیجہ نکال لیا جائے کہ سرویا کو آزاد کرانے کا کام ایک سال مین ہی پایۂ تکمیل پہنچگیا تھا یہ درست ہے کہ محبان قوم کے کھڑے ہوتے ہی ڈاہی سراسیمہ و پریشان مقبوضات سے نکال دیئے گئے تھے مگر وہ سخت اور جانگداز مقابلہ کے بغیر کامل طور پر مغلوب نہین کیئے جا سکتے تھے۔ شہرون مین پہنچکر ینگچریون نے اپنے رفیق بوسنیا کے علی پاک کو مدد کیلئے بلا بھیجا۔ اور اودہر اون قزاقون کی کئی جماعتوں کو جنمین سب قومون اور مذاہب کے لوگ شامل تھے۔ اور جو قرشلی کہلاتے تھے اپنے ساتھ ملا لیا۔ دوسری طرف سرویا بھی بلا مدد نہ رہے۔ سپاہی یعنی جاگیردار اونکی اعانت پر کھڑے ہوگئے۔ بوسنیا کا پاشا سلطان کے حکم سے صوبہ مذکور کی فوج لیکر اون کی مدد کو پہنچگیا۔ اور کئی ترک سرویون کی فوج مین شامل ہوگئے۔ کیونکہ سلطان نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ بشرط امکان سرویا کے ینگچریون کو جو اس شورہ پشت قوم کا شریر ترین حصہ تھی۔ اس موقعہ سے فایدہ اٹھاکر بالکل پامال کردیا جائے۔ اور اس غرض کیلئے اوس نے وفادار مسلمانون کو سرویون کے ساتھ شامل ہوجانیکا حکم دیدیا تھا۔ نتیجا اس دفعہ بھی غالب رہا۔ لیکن ہر مرتبہ سرویون نے اصرار کیا کہ ان ظالمون کو پہلی کیطرح بچ جانیکا موقعہ نہ دیا جائے۔ اور جلاوطن کرنے کی بجائے ڈاہیون اور اون کے ہمراہیون کو تہ تیغ کردیا جائے۔ پاشا کسی قدر اونکا ہوا خواہ تھا۔ وہی کیا گیا جو سرویون کا منشاء تھا۔ اور سوائے اون معدودے چند کے جو کسیطرح بھاگ کر ودین اور اوظرکے پاس پہنچگئے باقی سب تلوار کی گھاٹ اتار دیئے گئے۔ اور چارون ڈاہیون کے سر سرویا فوج کی کمپ مین بلیون پر نصب کردیئے گئے۔

اب قومی جنگ کا مدعا حاصل ہوچکا تھا۔ اور سلطانی نوازشات اور انصاف اسی امر کی مقتضی تھین کہ سرویا کی فوج کو توڑ کر لوگ اپنے اپنے کام مین مشغول ہوجائین۔ چنانچہ پاشا نے اس مضمون کا اعلان صادر کرکے سرویون کو حکم دیا کہ باغی سزا پاچکے ہین۔ اب تم ہتھیار رکھکر اپنے اپنے گھرون کو جاکر اپنے کاروبار مین مصروف ہوجاؤ۔ مگر انسانی فطرت اس حکم کی کب تعمیل ہونے

دیتی تھی۔ سرویوں نے کئی صدیوں کے بعد اب پھر قومیت اور آزادی کے دلفریب و راحت کا سرور بخش پھل چکھا تھا۔ اور اوس کا نشہ ایسا نہ تھا کہ خالی باتوں سے اُتر جائے۔ سرویا اب وہ سرویا نہیں رہ گئے تھے جن میں مسلمانوں کی آنکھیں بند کر کے اطاعت کرتے رہنا طبیعت ثانی ہو گیا ہو تھا۔ وہ اب قواعد آموز اور فتحمند سپاہی تھے۔ اور عثمانیہ افواج کی چیدہ ترین سپاہ کا مقابلہ کر کے اوسکو شکست دے چکے تھے۔ وہ اب پاشاؤں اور منصب داروں کو نہیں بلکہ اپنی قوم کے سرداروں اور سرگروہوں کو اپنے حقیقی حکمران سمجھتے تھے اور اونہی کے احکام کو واجب التعمیل خیال کرتے تھے۔ مگر یہ سردار جن میں سے ہر ایک کے پاس جان نثار اور وفادار ہمراہیوں کی جمعیتیں موجود تھیں اور جو اپنی ہمت یا زور سے طاقتور ہو گئے تھے حکومت کے مزوں سے جنہیں اونہوں نے ابھی چکھنا شروع کیا تھا کسی دوسرے کے برداشت ہونا مشکل سمجھتے تھے۔ قوم نے شروع شروع میں تو صرف ظالم ڈاہیوں سے اپنا جان و مال اور ننگ و ناموس محفوظ رکھنے کے لئے سلاح اٹھایا تھا۔ مگر رفتہ رفتہ سرویوں کے دلوں میں اوس چیز کی اُمنگ پیدا ہو گئی تھی جسے چار سو برس ہوئے مراد اول نے اُن سے چھینا تھا۔

اِس اُمنگ کا یہ نتیجہ ہوا کہ جو لڑائی پہلے سلطان کے مسلمان باغیوں کے ساتھ کیجارہی تھی وہ اب خود سلطان کے برخلاف جاری رکھا گیا۔ قرہ جارج ایوبک گورنر بوسنیا کی امداد سے بلغراد اور سمندریا پر قابض ہو چکا تھا جب پاشا نے سرویوں کے طور بطور اور اپنی جمعیت کمزور دیکھی تو وہ مجبوراً صوبہ کو اوس کے حال پر چھوڑ کر اپنے علاقہ کو واپس چلا گیا۔

سرب جانتے تھے کہ سلطان اِس اہم صوبہ کا اپنی سلطنت سے جدا ہونا کبھی گوارا نہیں کرے گا۔ اور اوس کو پھر مطیع بنانے کے لئے کوئی دقیقہ کوشش کا اُٹھا نہیں رکھیگا۔ اور ہم میں اسقدر طاقت نہیں کہ تنہا ایک عظیم سلطنت سے زیادہ عرصہ تک عہدہ برآ ہو سکیں اس کا تدارک انہیں یہ سوجھا کہ کسی زبردست عیسائی سلطنت سے مدد مانگی جائے۔ سب سے قریب آسٹریا تھی۔ اور اوسی کی طرف سب سے اول اونکا خیال رجوع ہوا۔ قربت کے علاوہ اون میں سے اکثر آسٹریا ہی کے علم کے نیچے لڑ چکے تھے۔ اور اون کے ابھی تک کئی قبیلے آسٹریا کی حکومت میں موجود تھے۔ مگر پھر خیال آیا کہ آسٹریا پہلے بھی کئی مرتبہ سرویا پر قابض ہو چکے ہیں۔ اور ہر دفعہ ترکوں کو واپس کر دیتے رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ سمجھ لیا گیا کہ آسٹریا اس وقت اپنے دھندوں میں مبتلا ہے۔ فرانس اوسکو ان چند برسوں میں دو دفعہ ذلیل کر چکا ہے۔ اسی خطرناک دشمن کے ساتھ اوسکی پھر لڑائی ہوا چاہتی ہے۔ اور وہ اپنی کل ہمت و کوشش سے اس جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ آسٹریا کے بعد قریب ترین دوسری عظیم مسیحی سلطنت روس کی تھی۔ وہ مضبوط اور زبردست بھی تھی۔ اور اب تک اوسکو فرانس یا ترکوں سے شکست نصیب نہ ہوئی تھی۔ بلکہ اوس کا جرنیل سوورو دونوں کو متواتر شکستیں دے چکا تھا۔ مزید برآں روسی صرف عیسائی ہی نہیں بلکہ سرویوں کی طرح کلیسائی یونانی بھی تھے۔ اور اپنے ہم مذہبوں کا جسقدر اون کو پاس تھا۔ وہ سرویوں کو اون متواتر زبانی اور عملی سفارشوں سے معلوم ہو گیا تھا جو وہ اہالی مالڈیویا اور ولاشیا کی بابت باب عالی سے کرتے رہتے تھے ان سب باتوں پر لحاظ کر کے سرویوں نے اگست ۱۸۰۴ء میں ایک ڈیپوٹیشن سینٹ پیٹرزبرگ روانہ کیا۔ جو مفید مطلب جواب لیکر فروری ۱۸۰۵ء میں واپس لوٹا۔ مگر زار نے ساتھ ہی یہ نصیحت کی کہ مناسب ہے کہ علانیہ سرتابی

کرنے سے پیشتر اپنی معروضات سلطان کی خدمت میں پیش کریں۔ روسی سفیر بھی اس معاملہ میں اونکی مدد اور سلطان سے انہیں معافی دلانے کی کوشش کرے گا۔

ناظرین حیران ہوں گے کہ روس اور وہ ٹرکی کو کمزور کرنے کا یہ موقعہ ہاتھ سے جانے دے اور ایک سلطانی صوبہ کے عیسائی باغیوں کو ایسی نصیحت کرے۔ مگر اس وقت نپولین کی فتوحات کے سیلاب نے تمام یوروپین فرمانرواؤں کو کچھ ایسا پریشان کر دیا ہوئے تھا کہ وہ آپس میں لڑنا بھڑنا ہرگز قرین مصلحت نہ سمجھتے تھے۔ علاوہ برین روس اس زمانہ میں دوستی کے پیرایہ میں سلطان سے وہ باتیں منوانا چاہتا تھا جو غالباً لڑائی کرنے سے حسب مراد ظہور میں نہ آتیں۔ اس لیئے زار نے مصلحت وقت سے مجبور ہو کر یہ چال اختیار کی تھی کہ سرویا والے بھی مایوس نہ ہو جائیں اور ہاتھ سے نہ نکلیں اور سلطان کو بھی برافروختہ ہونے کا موقعہ نہ دیا جائے۔

سرویوں نے زار کی نصیحت پر عمل کر کے ۱۸۰۶ء کے موسم گرما میں حسب ذیل درخواستیں باب عالی کے سامنے پیش کرنے کے لیئے اپنی طرف سے ایک سفارت قسطنطنیہ روانہ کی:-

(۱) سرویا کے تمام قلعوں میں سرولی فوج متعین رہے (۲) پچھلے[1] فسادوں میں رعایا پر سخت مصیبتیں اور تکلیفیں نازل ہوتی رہی ہیں انکا لحاظ کر کے محاصل اور جزیہ کے کل بقایے معاف کر دیئے جائیں۔ دوسری شرط تو خیر ایسی نہ تھی مگر پہلی بہت کڑی تھی۔ اور ترک اوسے بہ آسانی منظور نہیں کر سکتے تھے۔ بلگریڈ اور اکثر دیگر مقبوضہ مقامات پر ابھی تک مسلمان قابض تھے۔ اگر سرولی ان پر قابض ہو گئے ہوتے تو پھر شاید سلطان کو اس درخواست کے قبول کرنے سے کچھ زیادہ انکار نہ ہوتا۔

جس زمانہ میں یہ درخواستیں پیش کیگئیں۔ وہ سلطان سلیم ثالث کے عہد حکومت میں نہایت نازک اور آزمائش کا موقعہ تھا۔ نپولین نے صلح ہو جانے کے بعد پھر ٹرکی میں بدستور سابق بلکہ پہلے سے بھی زیادہ فرانس کا اقتدار قائم کرنے کی کوشش شروع کر دی ہوئی تھی۔ ادہر روس انگلستان کی معاونت سے اوس غلبہ کو جو دوستی کے پیرایہ میں اوسے باب عالی پر حاصل ہو گیا تھا برقرار رکھنے کے لیئے جد و جہد کر رہا تھا۔ ان یوروپین رقیبوں یا معاندوں کے بالمقابل جوڑ توڑ اور سازشوں کے علاوہ خود عثمانیہ قوم کے بھی دو گروہ ہو گئے ہوئے تھے۔ ایک اصلاح کا طرفدار تھا۔ اور دوسرا لکیر کا فقیر جو پرانے رسم و رواج سے ایک انچ آگے بڑھنا بھی دین و ایمان اور قومیت کے برخلاف سمجھتا تھا۔ اب سرولی مسئلہ کی نئی شاخ کھڑی ہو گئی۔ اور اوس کا ان دونوں سازشوں سے نہایت گہرا تعلق ہو گیا تھا یہاں پر پہلے ٹرکی اور دیگر یوروپین دول کے تعلقات اور یوروپین معاملات و حالات کی مختصر کیفیت درج کر دینی ضروری معلوم ہوتی ہے۔

---

[1] ایک مورخ کا بیان ہے کہ بقایا کی معافی کی درخواست کی بجائے بیس لاکھ پیاسٹر بطور ہرجانہ و تاوان جنگ ملنے کی درخواست کی گئی تھی۔ مؤلف۔

اوس وقت آسٹریا و انگلستان اور فرانس میں پھر جنگ شروع ہوگئی ہوئی تھی۔ اور امینس کی صلح کالعدم ہوگئی تھی اسکا ایک بڑا باعث یہ بھی تھا کہ نپولین نے ٹرکی میں کیوں اپنا اقتدار بڑھانے کی پھر کوشش شروع کی ہے نپولین کو بلاد مشرق سے اسیطرح سے طبعًا محبت اور انکی فتوحات کی دلی تمنا تھی۔ وہ سینٹ ہیلینا میں بھی اسبات کا ہمیشہ افسوس کیا کرتا تھا کہ عکہ کی مدافعت نے اوسکی مشرقی فتوحات کے سیلاب کو روک دیا۔ اوسے یقین تھا کہ یوروپ کی قسمت اور اسکا نیک و بد بہت کچھ اسی پُراسرار لیوانٹ پر منحصر ہے۔ جو نہ فقط بحیرہ روم بلکہ ہندوستان کی شاہ راہ کی بھی کلید ہے۔ اور لیوانٹ کے ساتھ ہی دولت عثمانیہ کے قیام و زوال پر بھی منحصر ہے۔ مگر تمام سابقہ فرنچ گورنمنٹوں کیطرح مسیحستان میں اس ایک اسلامی سلطنت کا وجود اوس کے لئے بھی نہایت پیچیدہ معمہ سے کم نہ تھا۔ اور وہ بھی اکثر اس کرشمہ قدرت سے کمال متحیر ہوا کرتا تھا۔ الغرض اس یقین کیوجہ سے اوسکی آنکھیں ہر وقت لیوانٹ کیطرف لگی رہتی تھیں۔ اور وہ اس امر سے سخت متردد رہتا تھا کہ مغربی معاملات اسکی توجہ اور ہمت کو ایک لحظہ کیلئے مشرق کیطرف متوجہ ہونے کی مہلت نہیں دیتے۔ تاہم جہاں تک ہوسکتا تھا وہ مشرق سے تعلق رکھنے کی سعی و کوشش کرتا تھا۔ چنانچہ ٹرکی کے ساتھ صلح ہوتے ہی اوس نے کرنیل سباسٹیانی ایسے قابل شخص کو فرنچ اقتدار اور تجارت کو پھر تازہ کرنے کے لئے مصر و شام اور لیوانٹ کو بھیجدیا۔ کرنیل کی سفارت کے مقاصد علانیہ طور پر یہ بیان کئے گئے۔ اسکندریہ کو انگریزی فوج سے خالی کرایا جائے۔ پاشایان مصر و شام کو صلح ہوجانے کی خبر پہنچائی جائے اور اون کو آگاہ کیا جائے۔ کہ پھر تجارتی تعلقات قائم کرنے کے لئے عنقریب فرنچ کمشنر لیوانٹ کے بندرگاہوں کو آنے والے ہیں۔

سباسٹیانی کی سفارت کی رپورٹ شائع ہوتے ہی فرانس کے مخالف چوکنے ہوگئے اور اونہیں یقین واثق ہوگیا کہ نپولین ابھی تک بلاد مشرق کی فتح کے ارادے ہی نہیں رکھتا بلکہ اوس نے اون کو علانیہ اس رپورٹ کے پیرایہ میں ظاہر کرنے کی بھی جرأت پیدا کرلی۔ چنانچہ جارج سوم شاہ انگلستان نے اس موقع پر پارلیمنٹ اور قوم کو مخاطب کرکے اپنی تقریر میں اس کے متعلق یہ الفاظ کہے۔

"فرانسیسی گورنمنٹ مصر اور کارفو کی نسبت بدستور بری نیت رکھتی ہے۔ بلکہ اوسکی نیت بد کا دائرہ اسقدر وسیع ہوگیا ہے کہ اوس نے سلطنت عثمانیہ کی تقسیم تک کا ایما کردیا ہے۔ اوسکی یہ نیت کرنیل سباسٹیانی کی رپورٹ کی باضابطہ اشاعت اور مصر و شام اور جزائر ایونین میں افسر مذکور اور دیگر فرنچ کارندوں کے طریق عمل سے کل دنیا پر واضح ہوگئی ہے"

ان فقرات سے صاف ظاہر ہورہا ہے کہ شاہ انگلستان یا بالفاظ دیگر اوس کے وزیر مسٹر پٹ کو یہ یقین ہوگیا تھا کہ فرانس کی جمہوری ریاست بھی شاہی حکومت کے قدم بقدم چلکر اپنے فاتحانہ ارادوں پر قائم ہے بلکہ اوس کے ارادے پہلے سے بھی وسیع ہوگئے ہیں۔ اور اوس نے ٹھان لی ہے کہ اگر یہ ارادے سلطنت عثمانیہ کو تقویت دینے سے حاصل ہوسکتے ہیں تو اسے تقویت پہنچائے اور اگر اوس کے برباد کردینے سے پورے ہوسکتے ہیں تو بیدریغ اوسکی تکا بوٹی کردے۔ انہی ارادوں کے اندیشہ سے وزارت انگلستان

مالٹا کا قبضہ چھوڑنے سے انکار کر دیا۔

لارڈ ہیلیم نے پارلیمنٹ میں بیان کیا کہ "مصر کے برخلاف فرانس کے ارادوں کو روکنے کے لیئے یہ جزیرہ ضمانت کا کام دیتا ہے۔ اور اوس پر انگلستان کا قابض رہنا اشد ضروری ہے" نپولین ایسا اہم جزیرہ کا فرانس کے تصرف سے نکل کر کسی اور زبردست سلطنت کے قبضہ میں چلا جانا کب گوارا کر سکتا تھا۔ چہ جائے کہ وہ سلطنت بجز انگلستان ایسی مخالف اور رقیب ہو۔ اوس نے انگریزی دعا کا جواب دیا کہ "اگر انگریز جو ہندوستان اور امریکہ کی تجارت کو پہلے سے ہی یکہ و تنہا مالک بنے ہوئے ہیں۔ مالٹا پر بھی قابض رہنے دیئے جائیں تو فرانس پھر ہرگز بحری طاقت نہیں رہ جائے گی۔ انگریز فرانسیسی جہازوں اور تجارت کو لیونٹ کی بندرگاہوں اور کل بحیرہ روم سے بھی خارج کر دیں گے" اس جزیرہ سے تو انگلستان کے ساتھ بگاڑ ہوا۔ اور جزائر آیونین کی وجہ سے فرانس کی روس کے ساتھ بگڑ گئی۔ روسیوں نے ان جزائر میں جیسا پہلے لکھا جا چکا ہے اپنا فوجی دستہ مامور کر رکھا تھا۔ نپولین کو یہی امر ناگوار تھا۔ مگر جب روسیوں نے حکومت بھی اپنے ہاتھ میں لیکر محاصل وصول کرنے شروع کر دیئے۔ اور ان جزیروں میں بیٹھکر البانیا اور مانٹی نیگرو کے باشندوں کو اپنے ساتھ ملانے لگے تو نپولین سے زیادہ صبر نہ ہو سکا۔ آسٹریا بھی فرانس سے جلا بھنا بیٹھا تھا۔ وہ بھی روس اور انگلستان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ امینز کی صلح توڑ دی گئی اور ۱۸۰۵ء میں تینوں سلطنتوں نے فرانس پر حملہ کر دیا۔

اس لڑائی کے شروع ہونے پر روس نے جو کئی برسوں سے ترکی پر ایسا غالبانہ اقتدار قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ مشرق یا مغرب یا جدھر چاہے وہ سلطنت عثمانیہ کے تمام وسائل اور محکوم قوموں سے اپنی فاتحانہ کارروائیوں میں حسب منشاء کام لے سکے ان کوششوں کو پہلے سے دگنی سرگرمی سے شروع کر دیا۔

سلیم نے ۱۷۹۸ء سے بعد جب کہ ٹرکی اور روس میں اتحاد ہو گیا تھا روس کو بہت سے حقوق اور مراعات جن کو عثمانیہ قوم بنظر تشویش و ناراضگی دیکھ رہی تھی عطا کر دی تھیں۔ روس کے بیڑوں کو آبنائے باسفورس اور ڈارڈنیلز سے گذرنے کی عام اجازت ملگئی ہوئی تھی۔ اس سے قسطنطنیہ کے ترکوں کی ناراضگی اسقدر بڑھ گئی کہ آخر سلطان کو یہ کہنا پڑا کہ اگر روس کی کسی ایسی سلطنت سے جو باب عالی کے ساتھ برسر صلح ہو لڑائی ہو جائے تو اوس کے بیڑہ کو گذرنے کی اجازت نہیں دیجائے گی۔ روس نے ان بیڑوں سے جو بحیرہ اسود سے بحیرہ ایڈریاٹک کو بھیجے گئے تھے جزائر آیونین میں اپنی طاقت بہت بڑھا لی تھی اور مزید براں جیسا کہ لکھا جا چکا ہے ترکی حکام کی فہمایش کے باوجود صوبجات البانیا و مانٹی نیگرو کے باشندوں کو بھرتی کر کے اپنی فوج کی جمعیت کو بھی خاصہ مضبوط کر لیا تھا۔ ۱۸۰۲ء میں صوبجات والیشیا اور مالڈیویا میں جو دخل اوس نے حاصل کر لیا تھا اوس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ ۱۸۰۵ء کے شروع میں اوس نے بحیرہ اسود کے جنوب مشرقی ساحل پر سلطان سے حیرت انگیز حقوق حاصل کئے باب عالی نے روسیوں کو صوبہ منگریلیا کے دریائے فاسیس کی جہازرانی اور اوس کے ساحل پر اپنے بیڑوں کی حفاظت مزید کے لیئے قلعے تعمیر کرنے اور وہاں میں فوجیں مقیم رکھنے کی اجازت دیدی اور صرف اجازت ہی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ ارض روم کے باشندوں کو

تاکیدی احکام بھیجے گئے کہ وہ روسیون کو متذکرہ صدر فوجی چوکیون کے قیام اور دیگر امور مین مدد دیتا رہے۔ روس اوس وقت ایران کی مشغول کارزار تھا۔ پاشا مذکور کو اس لڑائی مین بھی ہر طرح سے روسیون کی امداد کرنے رہنے کی تاکید کیگئی روسیون نے اپنی عادت مستمرہ سے کام لیکر اس سلطانی اجازت سے ناجایز فایدہ اوٹھانے مین مطلق دریغ نہ کیا۔ اجازت تو دیگئی تھی صرف دریاء فاسس کے کنارون پر قلعے بنانے کی۔ اور اونہون نے اون اضلاع پر بھی تصرف کرلیا جو دریاء مذکور سے کسیقدر فاصلہ پر تھے۔ اونہون نے قلعہ اناکریہ پر قبضہ کرلیا۔ اور ایک ویسا ہی مضبوط قلعہ بحیرہ اسود کے ساحل پر بھی تعمیر کرلیا۔ آخر جب فرانس سے لڑائی ختم ہوگئی تو روسی گورنمنٹ نے اپنی گذشتہ کامیابیون سے دلیر ہوکر اپنے سفیر ایم اٹالنسکی (ذرزندسوری) کی معرفت رئیس آفندی سے باضابطہ درخواست کردی کہ یوروپ کی موجودہ حالت اس امر کی مقتضی ہے کہ ٹرکی اور روس مین نئے سرے سے جارحانہ اور مدافعانہ اتحاد ہوجائے۔ اس کے علاوہ ایک اور عجیب درخواست یہ کیگئی کہ سلطان کی تمام ایسی رعایا جو کلیسائی یونانی مذہب رکھتی ہے آیندہ روس کے قیصر کی حفاظت مین سمجھی جائے۔ اور جب کبھی ترک اونہین ستائین تو باب عالی اس امر کا پابند ہوگا کہ روسی سفیر کی طرف سے اطلاع ملتے پر اس زیادتی کی اصلاح وتلافی کردیا کرے۔ یہ مطالبات وسی وقت پیش کیے گئے جب کہ سرنی ٹیپوٹیشن نے روس کی علانیہ نصیحت پر اپنی درخواستیں باب عالی کے سامنے پیش کی تھین۔

کریسی صاحب کا بیان ہے کہ جب سلطان سلیم نے یہ سنا کہ روس سلطنت عثمانیہ کے تمام ایسے باشندون کو جو کلیسائی یونانی کے پیرو ہین اپنی حمایت مین لینے کا خواستگار ہے تو اپنی سلطنت کی پستی دیکھکر رنج وغصہ سے اوس کی آنکھون سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے۔ اور کئی دن تک اوسپر ایسا رنج طاری رہا کہ اوس نے کسی سے گفتگو نہ کی۔ آخر اوس نے دیوان کے ایسے ارکان کو جو روسی رشوتون کے لینے مین بدنام نہتھے طلب کرکے اس معاملہ مین اونکی رائے دریافت کی۔ اون سب نے باتفاق رائے عرض کیا کہ اس عہدنامہ پر دستخط کرنے کی بجائے جس سے عثمانیہ طاقت معدوم ہوتی ہو قسطنطینیہ کا کھنڈر ہوجانا اور ان کھنڈرات مین خود دبکر مرجانا اولے وانسب ہے۔

مگر جب وہ اس امر پر غور کرتے تھے کہ بحیرہ اسود کے روسی بندرگاہون مین روس کی بیشمار فوج جمع ہے۔ اور وہ آٹھ دن کے اندر محلسرائے سلطانی کی دیوارون کے نیچے پہنچ سکتی ہین۔ ادہر جزایر ایونین کی روسی فوج نے بغیر البانیا پر حملہ کرکے البانوی اور یونانی باغیون کی مدد سے بلا مزاحمت ایڈریانوپل تک بڑھ سکتی ہے۔ جارجیا مین بھی اوسکی جرار فوج موجود ہے جو ابھی حال مین ایران کو مغلوب کرکے فارغ ہوگئی ہے۔ اور دوسری طرف روس ملڈیویا پر حملہ آور ہوکر باغی سرویون کی امداد سے تھوڑے ہی دنون مین بلغاریا پر متصرف ہوسکتا ہے۔ تو اون کے دل ٹوٹے جاتے تھے۔

الغرض جب سلیم اور اوس کے مشیرون نے ان باتون پر اور غنیم کے غلبہ اور اپنی کمزوری پر خیال کیا۔ تو یہی صلاح ٹھیری کہ صاف صاف انکار کرنا ہرگز مناسب نہین نظر مین مصلحت یہی ہے کہ دفع الوقتی کیجائے۔ اور دشمن کو باتون مین لگاکر بچاؤ کی تدبیر

سوچی جائے۔ شاید اِس عرصہ مین دشمن کو اپنی پڑ جائے یا کوئی اور نیک صورت پیدا ہو جائے اور اِس سینہ زوری کا اندیشہ نہ رہ جائے اور خدانخواستہ اگر کوئی صورت حسب مراد ظہور مین نہ آئے تو پھر کوئی علاقہ یا روپیہ دیکر روس کا مونھ بند کر دیا جائے۔ ایسی مُہلک درخواست کو کبھی منظور نہ کیا جائے۔

اِس فیصلے کے مطابق کارروائی شروع کیگئی۔ ترکی وزرا روسی سفیر کو باتون مین لگانے مین کامیاب ہو گئے اور اوس نے اپنی درخواستون کے متعلق ترکی وزرا سے بحث مباحثہ کرنا منظور کر لیا جس سے سلطان کو مطلوبہ مہلت مل گئی اور اِس اثنا مین خداوند کریم نے اوسکی حسب مراد نتیجہ پیدا کر دیا۔ نپولین کی جب روس اور اوس کے رفقا انگلستان و آسٹریا سے جنگ چھڑ گئی تو اوس نے جیسا کہ فرانس پہلے بھی ایسے موقعون پر کیا کرتا تھا۔ باب عالی کو صوبجات ڈینیوب مین روس اور آسٹریا سے لڑائی کرنے پر اکسانے کی کوشش کی۔ اور فرنچ سفیر بروِن کو اِس کے متعلق احکام بھیجے گئے سنہ ۱۸۰۶ء مین روس کو جیسا کچھ غلبہ ترکی مین حاصل ہو گیا تھا وہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ یہی کیفیت انگلستان کی تھی۔ جس نے گو اوس زمانہ مین ترکی سے دوستی کے پیرایہ مین کوئی مادی فائدہ نہ اٹھایا۔ مگر باب عالی کے ساتھ اوس کے برتاؤ کا اندازہ کسیقدر سرپرستانہ ضرور تھا۔ وہ باب عالی سے اِسطرح پیش آتا تھا جیسے استاد شاگرد سے۔ یا طاقتور دوست اپنے کسی ممنونِ احسان اور کمزور رفیق سے۔ بیدار مغز سلطان اِن باتون کو بمجبوری گوارا کر رہا تھا۔ اوسنے چاہا اِن دونون رفیقون کی غلامی سے نکلے اور فرانس کے ساتھ پھر سابقہ اتحاد کو تازہ کرنے کیلئے متوجہ ہوگیا۔ مگر وہ کئی بوجوہات سے اوس سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔ ایک تو دیوان کے اکثر ارکان روس اور انگلستان کے پنشن خوار تھے۔ دوسرے فرنچ سفیر بروِن سیدھا سادا راست باز اور صاف گو شخص تھا۔ اور اِن اوصاف کے باعث ایسے دربار مین جس کے تقریباً کل ارکان راشی اور خائن ہون سفارت ایسے نازک کام کے قابل نہ تھا۔ مزید برآن باب عالی کی حالت کچھ ایسی خراب ہو گئی ہوئی تھی کہ اوس کی خاص اپنی کوئی پالیسی نہین رہ گئی تھی جیسے سب سے زبردست طاقت پاتا۔ اوسی کے پیچھے ہو چلتا۔ باب عالی کے زعم مین متحدہ سلطنتین فرانس سے طاقتور تھین۔ اوس نے بروِن کی تجاویز کو بہت لاپرواہی سے سُنا۔ بلکہ نپولین کو جس نے سنہ ۱۸۰۴ء مین خطاب قیصری اختیار کر لیا تھا قیصر یا امپراطور تسلیم کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ سفیر نے اپنے قسطنطنیہ سے چلے جانے کی دھمکی دی۔ دیوان نے کچھ پروا نہ کی۔ اور وہ چلا گیا۔ یہ واقعہ روسی مطالبات کے پیش کیے جانے سے پہلے کا ہے۔ روسی سفیر نے بروِن کے چلے جانیکے بعد اتحاد کا تقاضا کر کے باب عالی کو ترکی افواج اٹلی مین بھیجنے کو بھی کہا تھا جسکا باب عالی نے دبی زبان سے کچھ وعدہ سا تو کر دیا۔ مگر وہی دفع الوقتی کیلئے۔

اِدھر نپولین کو جب اپنے سفیر کی ناکامی کی خبر پہنچی تو وہ ترکی سے ناراض تو بہت ہوا لیکن اوس نے دور اندیشی سے کام لیکر اِس حقیقت کا عوض لینے کا خیال نہ کیا۔ اوس نے سوچا کہ اگر مجھے اِس محاربہ مین فتح حاصل ہو گئی تو اوس کا اثر خود قسطنطنیہ تک پہنچ جائے گا۔ اور اوس وقت باب عالی خود بخود فرانس کیطرف جھک پڑیگا۔ اِس کے بعض مشیرون کی رائے اِس کے برعکس تھی۔ مثلاً ٹیلی رینڈ چاہتا تھا کہ آسٹریا کو مغلوب کر لینے کے بعد باب عالی سے ایسی شرطین منوائی جائین کہ اوسکی شان و شوکت

ظاہر مین تو بدستور قایم رہے۔ مگر در اصل وہ ایک مطیع اور فرمان بردار سلطنت بنجائے۔ اس غرض کے حصول کے لیئے اوس نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ آسٹریا سے اوس کے جرمن صوبجات چھین کر ان کے عوض اوسے صوبجات والیشیا۔ مالڈیویا اور بوسنیا ٹرکی سے دلا دیئے جائین جب آسٹریا دریاے ڈینیوب پر متمکن ہوگئی تو اوس مین اور روس مین ہمیشہ کیلیئے دشمنی ہوجائیگی اور اسطرح سے وہ فرانس کی قدرتی رفیق بن جائیگی۔ اور ساتھ ہی ٹرکی کی نسبت بھی غرض مطلوبہ حاصل ہوجائیگی مگر نپولین نے اس تجویز کو پسند نہ کیا۔ اور جیساکہ اونسے سوچ رکھا تھا۔ اوسے آسٹریا مین فتوحات حاصل ہوتے ہی سلطان سلیم روس اور انگلستان کے دباؤ سے آزاد ہوگیا۔ اور نپولین سے اوس کا گہرا ارتباط ہوگیا۔ ان فتوحات سے جو ۱۸۰۵ء کے موسم خزان میں سلسلہ مین نپولین کو آسٹریا مین روسی سرحد کے قریب حاصل ہوئین روس کو وہ پندرہ ہزار فوج جو اوس نے ٹرکی کو دبانے کیلیئے سباسٹوپول مین جمع کر رکھی تھی۔ واپس منگوا لینی پڑی۔ ادہر روسی سفیر کا تقاضا روز بروز کمزور ہوتا گیا اور ترکی وزراء ویسے ہی دن بدن اوس کے ساتھ زیادہ لاپروائی سے پیش آنے لگ گئے۔

آسٹریا نے جنگ آسٹرلز کی شکست کے بعد ۲۶ دسمبر ۱۸۰۵ء کو بمقام پریسبرگ نپولین سے صلح کا عہدنامہ کر لیا۔ اس کے رو سے نپولین کو آسٹریا سے صوبجات ڈلمیشیا۔ الیریا اور خلیج کٹارو وغیرہ ملے۔ یہ علاقے ٹرکی کی شمال مغربی سرحد کے قریب واقع تھے۔ انکے ملجانے سے نپولین کے مقبوضات کی سرحد ترکی سرحد سے ملگئی۔ اور اس غرض یعنی ٹرکی کا ہمسایہ بننے کو لیئے نپولین نے یہ صوبے لیئے تھے۔ تاکہ اگر باب عالی کے ساتھ اتحاد ہو تو وہ اوسے فوراً مدد پہنچا سکے۔ اور اگر بر سر عداوت ہو تو اوسکی گوشمالی کر سکے۔ روس نے جو یونان مین برابر سازشون کا جال پھیلا رکھا تھا۔ اور جس کے گماشتون نے مانٹی نیگرو کے باشندون سے بغاوت کرا دی ہوئی تھی۔ فرانسیسیون کے قابض ہونیسے پہلے خلیج کٹارو پر قبضہ کر لیا۔ اس کے عوض نپولین نے راگوسا پر تصرف کر لیا۔

فرنچ سفیر رفن نے جو چھ برس کے بعد آگیا تھا معاہدہ پریسبرگ کی نقل وزیر اعظم کے سامنے پیش کر کے فرانس سے اتحاد کر لینے کے فوائد خوب شرح و بسط سے بیان کیئے۔ سلطان نے نپولین کو امپراطور فرانس تسلیم کر لیا۔ اور ۵ جون ۱۸۰۶ء کو اوسکی طرف آسٹریا مین ایک خاص سفیر روانہ کیا۔ اور باضابطہ مراسلہ مین اوس کے بھیجنے کا مقصد ان الفاظ مین ظاہر کیا۔

"یہ ایلچی اس لیئے بھیجا جاتا ہے کہ جس فرمانروا کو مین اپنی سلطنت کا نہایت ہی ضروری، کمال وفادار اور قدیم ترین دوست سمجھتا ہون۔ اوسکی جیسی کچھ محبت اور تعریف میرے دل مین جاگزین ہے۔ اور جو نہایت بھروسہ مجھکو اوس پر ہے۔ اوسے نہایت واضح طور پر ظاہر کرے" نپولین نے اسکا حسب ذیل جواب دیا۔

"مین اپنی اس تازہ فتح سے جو سب سے بڑا۔ اور سب سے بیشی فایدہ اوٹھانا چاہتا ہون یہ ہے کہ اپنے نہایت ہی کار آمد اور قدیم ترین رفیق کی مدد و اعانت کرون۔ معزز سفیر مین اس بات کا تہیہ علی رؤس الاشہاد کمال خوشی سے و حلفیہ یقین دلاتا ہون کہ جو چیز عثمانیون کے لیئے مبارک ہوگی وہ فرانس کو لیئے بھی مبارک ہوگی۔ اور جو اون کیلیئے نامبارک وہ فرانس

کے واسطے بھی نامبارک ہوگی۔ مسٹر سفیر نے یہ الفاظ سلطان سلیم کو پہنچا دئے تاکہ جب کبھی میرے دشمن جو اون کے بھی دشمن ہیں اونسے دھمکانے کی کوشش کریں تو وہ اِن الفاظ کو یاد کر لیا کریں۔ اوسے مجھسے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور مجھسے متحد رہ کر اُسے ہرگز کسی دشمن سے کسیطرح کا اندیشہ نہیں ہو سکتا"

اوسی وقت نپولین نے جنرل سباسٹیانی کو خاص سفیر بنا کر قسطنطنیہ بھیجا۔ عثمانیہ افواج کی [illegible] کیلئے وہ اپنے ساتھ کئی افسر بھی لیتا گیا۔ روس کے ساتھ ترکی کی لڑائی ہو جانی اوس وقت نپولین کے لئے نہایت کارآمد تھی۔ [illegible] اسکندر اول پر شہنشاہ فریڈرک ولیم کو فاتح نپولین کے برخلاف مدد دینے کیلئے تامقدور کوشش کر رہا تھا۔ یہ لازمی طور پر [illegible] کہ روس کے ساتھ لڑائی چھڑ جانے پر [illegible] کو بہت کچھ کنارہ کش ہو جانا پڑتا تھا۔ [illegible] ذہین ایلچی نے آتے ہی [illegible] سلطان سلیم کو بالکل اپنا گرویدہ کر لیا۔ اور سلطان نے اوسکی تحریک سے [illegible] روس سے [illegible] ترکی کی لڑائی ہو جانا [illegible] امر ہوگیا۔ مگر [illegible] کی کارروائیوں اور انکے نتائج کو بیان کرنے سے پہلے سرحدی مشکلات اور چند دیگر اہم اندرونی و بیرونی واقعات و معاملات کا جو اس عہد میں حادث ہوئے ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

امریکہ و طرابلس الغرب

ترکی کا تنزل [illegible] اسکے شروع میں کچھ ایسا پراگندہ اور اوس کے ماتحت صوبے کچھ ایسے خودسر اور مرکزی حکومت سے بے تعلق ہو رہے تھے کہ ایک ایسی سلطنت نے جو نو خیز ہونے کے علاوہ یورپ سے بہت جدا اور بے واسطہ بھی تھی۔ ایک عثمانیہ مقبوضہ پر حملہ کر کے کئی برس وہاں میدان کارزار گرم رکھا مگر قسطنطنیہ میں کسیکو خبر تک نہ ہوئی۔ اور حملہ آور خود ہی مقبوضہ مذکور کے گورنر سے صلح صفائی کر کے واپس چلے گئے۔ حملہ آور تو شمالی امریکہ کی ریاست ہائے متحدہ تھیں۔ اور جس عثمانیہ مقبوضہ پر حملہ کیا گیا وہ شمالی افریقہ کا صوبہ طرابلس الغرب تھا۔ مصر سے ترکی فوج ابھی نکلی نہ تھی کہ اوس کے ہمسایہ صوبہ پر اس امریکن مملکت نے حملہ کر دیا۔ [illegible] وہی بحری قزاقی تھی جس کا کئی مرتبہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ [illegible] امریکن تجارتی جہازوں کو لوٹ لیا۔ [illegible] کا بدلہ لینے کیلئے امریکن بیڑہ بحیرۂ روم میں داخل ہوا [illegible] سے ۱۸۰۵ء تک طرابلس کے ساحلی قصبوں پر متواتر گولہ باری کرتا رہا۔ اور اسی عرصہ میں ایک قصبہ پر جسکا نام [illegible] تھا کچھ عرصہ کیلئے امریکن جھنڈا بھی لہراتا رہا۔ قصبہ مذکور میں ایک امریکن [illegible] نامی [illegible] تھا [illegible] حکمران پاشا کے برخلاف اوسکے بھائی سے بغاوت کرا دی۔ اور جب یہ قصبہ مذکور پر متصرف ہو گیا تو قونصل نے وہاں امریکن جھنڈا لہرا دیا۔ اوس وقت امریکن امیر البحر قصبہ طرابلس کا محاصرہ کئے ہوئے تھا جس سے تنگ آکر پاشا نے اوس سے صلح کر لی۔ اور امریکن بیڑہ سواحل طرابلس سے روانہ ہوگیا۔

امیر البحر نے عہدنامہ صلح میں پاشا کے سرکش بھائی کی حفاظت و سلامتی کا کوئی انتظام نہ کیا تھا بیڑہ کے چلے جانے پر

پاشا نے باغی پر فوج کشی کر کے اوسے کیفر کردار کو پہنچا دیا۔ نہ صرف ترکی تاریخ بلکہ صوبجات متحدہ کی تاریخ کے لحاظ سے بھی یہ واقعہ کچھ کم اہم نہیں۔ لیکن سلیم کے زمانہ میں ٹرکی اور نیز یوروپ میں پے در پے ایسے اہم اور ضروری تاریخی واقعات اور حوادث پیش آتے رہے کہ ٹرکی پر جسقدر تاریخیں انگریزی زبان میں عام مروج ہیں اون میں سے کسی میں بھی اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اور اگر جنگ ہسپانیہ و امریکہ کی بدولت یوروپین علماء اور مورخین کو امریکہ کے گذشتہ کارناموں کے معلوم کرنے کی کرید نہ پیدا ہو جاتی تو غالباً اب تک یہ معاملہ گوشۂ گمنامی میں چھپا رہتا لیکن پروفیسر البرٹ ہارٹ کا بھلا ہو جس نے ستمبر ۱۸۹۹ء کے رسالہ ہارپرز میگزین میں صوبجات متحدہ کی خارجیہ فوجی کارروائیوں اور جنگی مداخلتوں کا ذکر کرتے ہوئے اس واقعہ کا بھی ذکر کر دیا۔ اور اوس کی طفیل ہم اوسے یہاں درج کر سکے یہ پہلی فوجی مداخلت تھی جو امریکہ نے یوروپ میں کی۔ دوسری چھیڑ چھاڑ جو اب تک آخری ہے ۱۸۵۳ء میں ایک ہنگرین کی طفیل جو امریکن رعایا بننا چاہتا تھا آسٹریا سے ہوئی تھی مگر اوس میں لڑائی تک نوبت نہ پہنچی۔

قرہ جارج کی کامیابی

سرولوں کے ڈیپوٹیشن اور اون کے مطالبات کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ ترکی وزراء نے روسی سفیر کو تو باتوں میں لگا لیا مگر سرویا کا مسئلہ ایسا نہ تھا جو معرض التواء میں ڈالا جا سکے کیونکہ اوس سے دوسری عیسائی رعایا کے بھی بگڑنے کا اندیشہ تھا۔ اور معاملہ کو یکسو کرنا ضروری تھا سلطان کے پیش دو ہی صورتیں موجود تھیں یا تو اون کی درخواستوں کو قبول کر لے۔ یا مسترد کر کے اونکی سرکوبی کا انتظام کرے۔ بقول کریسی بہتر یہی ہوتا کہ پہلے امر کو منظور کرتے۔ سلطان نے فوجی اصلاحات میں معقول ترقی کر لی تھی۔ فرنچ افسروں نے توپچیوں کو بہت کچھ آراستہ کر لیا تھا۔ اور اونکا فوجی اعزاز ینگچریوں سے برتر کر دیا گیا ہوا تھا۔ نیز آغا کی چھوٹی سی پلٹن نے عکہ میں کار نمایاں کرنے کے بعد رومیلیا میں قزاقوں کی بیخ کنی کر کے اپنے نام اور شہرت کو اور بڑھا دیا تھا۔ یہ قزاق اسقدر دلیر ہو گئے تھے کہ سنہ ۱۷۹۸ء میں انہیں اڈریانوپل پر حملہ کرنے کی جرأت ہو گئی تھی۔ اوس وقت سلطان نے پلٹن مذکور کو ایک کمپنی توپخانہ۔ ایک رسالہ اور تین قرامانی رجمنٹوں کے ساتھ قزاقوں کے مقابلہ پر جو ینگچریوں کو متواتر شکستیں دیتے رہے تھے بھیج دیا۔ اور اس جدید فوج نے ہر معرکہ میں باغیوں کو شکست دیکر کل صوبہ کو اون سے نجات دلوا دی۔ سلطان نے اپنی نئی فوج کے کارنامے سے خوش ہو کر اوسے انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔ اور دو جدید بٹالین نظام جدید میں بھرتی کر لیں جن کو جدید ترین فرنچ توپخانہ سے مسلح اور ملبس کر کے یوروپین قواعد سکھلانی شروع کر دی گئی۔ اور دو سال کے عرصہ میں یہ طاق ہو گئیں۔ نئی فوج کی تنخواہ کے لیئے خاص علیحدہ فنڈ مقرر کر دیئے گئے۔ اور چند پاشا بالخصوص عبدالرحمن گورنر قرامانیہ اسپارٹہ میں سلطان کے سرگرم معاون ہو گئے۔ نئی فوج کی نمایاں کامیابی نے قدرتی طور پر سلطان کو اوسکی جمعیت بڑھانے کی ضرورت محسوس کرا دی۔

چنانچہ مارچ سنہ ۱۸۰۵ء میں سلیم نے فرمان سلطانی صادر کر دیا کہ یوروپین صوبجات کے قصبات سے بڑے بڑے ہٹے

سے ینگچریوں اور دوسرے مسلمانوں میں سے بیس اور ۳۵ برس کی عمر کے درمیان کے منضبط اور قدر آور جوان کرنتی کئے جائیں تیار کئے جائیں۔ اس حکم کے صدور کے وقت سرویا میں ینگچریوں کی طاقت معدوم ہو چکی تھی مگر سلطنت کے دوسرے حصوں میں اونکی قوت برابر زبردست تھی۔ ہر جگہ وہ سلطانی حکم کی مخالفت پر کھڑے ہو گئے۔ اور عوام مسلمان بھی جہالت اور تعصب سے اون کے ساتھ شامل ہو گئے۔ صرف قسطنطنیہ میں کوئی ہلچل نہ پڑی جسکی وجہ یہ تھی کہ وہاں یہ فرمان شائع نہیں کیا گیا تھا۔ اور روشن خیال شیخ الاسلام نے ماتحت علماء کو خاموش رہنے کی تاکید کر دی تھی۔ ایڈریانوپل میں دس ہزار ینگچری جمع ہو گئے۔ اور اوس قاضی کو جو سلطان کے فرمان کی تعمیل کرنے کی کوشش کر رہا تھا پکڑ کر پھانسی دیدیا۔ کم و بیش یہی کیفیت دوسرے شہروں میں پائی گئی۔ جس سے ظاہر ہو گیا کہ کم از کم سردست مجوزہ اصلاح کا نفاذ ناممکن ہے ۱۸۰۶ء میں دیوان نے یورپ کی عام حالت کا لحاظ کر کے اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ پیش بندی کرنا ضروری سمجھا قاضی پاشا کو حکم بھیجا تھا کہ وہ نظام جدید کی رجمنٹوں کی تعداد بڑھا دے۔ اور اونہیں اپنے صوبہ کے تمام جاگیرداروں اور وہاں کی دو زبردست قبائل چپان اوغلو اور قرہ عثمان اوغلو کے دو رسالوں کے ہمراہ قسطنطنیہ لے آئے۔ سلطان کا خیال تھا کہ جب یہ فوج ڈنیوب پہنچ جائے گی تو وہ اون شہروں کے باشندوں کو جنہوں نے فرمان سلطانی کی تعمیل سے انکار کر دیا ہے راہ راست پر لا سکے گی۔ اگر فوج قسطنطنیہ پہنچتے ہی آگے بھیجدی جاتی تو شاید یہ مدعا حاصل ہو جاتا۔ مگر سلطان سے یہ غلطی ہو گئی کہ اوس نے فوج مذکور کو اوسکی قواعد وغیرہ دیکھنے کے لئے ایک مہینہ تک دار الخلافہ میں روک رکھا۔ اور اس اثنا میں ینگچریوں نے کوہستان رہوڈوپ، بلقان اور پنڈس کے قزاقوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور عام باشندوں کو بھی یہ مشہور کر کے کہ سلطان فرمان کی بالجبر تعمیل کرانے والا ہے مقابلہ پر تیار کر دیا۔

چنانچہ جب قاضی پاشا نے جولائی کے وسط میں کوچ شروع کیا تو دار الخلافہ سے باہر نکلتے ہی قدم قدم پر اوسکی مزاحمت ہونے لگ گئی۔ اس موقعہ پر جب کہ کل مسلمان رعایا برافروختہ ہو رہی تھی سرویوں جیسی مسلح اور تجربہ کار رعایا کی خدمات بقول کریسی سلطان کو قابلقدر کام دے سکتی تھیں مگر اوس کے رستہ میں کئی مشکلات حائل تھیں۔ اول تو سلطان کو یہ یقین مشکل سے ہو سکتا تھا کہ سرویا وغیرہ کے عیسائی جو روس کے دام میں پھنسے ہوئے تھے ایسے نازک موقعہ پر وفاداری سے کام دیں گے دوسرے اوسے اندیشہ تھا کہ اگر سرویوں سے ایڈریانوپل وغیرہ کے ینگچریوں کے برخلاف بھی کام لیا گیا تو کل مسلمان جو پہلے سے ہی ینگچریان سرویا کے برخلاف سرویوں سے کام لینے سے سخت ناراض ہو رہے ہیں غالباً فی الفور بغاوت کر دیں گے۔ اور اوس وقت سلطان کو مسلمان رعایا کی دلجوئی کی سخت احتیاج تھی۔ روس کے تیور بگڑے ہوئے تھے۔ اور اوس کے حملہ کو روکنے کو لیے سلطان کا کل دار و مدار مسلمانوں پر ہی تھا۔ ان وجوہات سے اوس نے سرویوں کی درخواستوں کو منظور کر کے اونکو دوست بنانیکا خیال ترک کر دیا۔

دریں اثنا قاضی پاشا ینگچریوں اور مسلمانوں کی مزاحمت سے مجبور ہو کر واپس لوٹ آیا تھا۔ سلطان نے مسلمان رعایا کی

تارضگی دور کرنے کے لیئے اوسنے پھر ایشیا کو واپس بھیجدیا۔ اور ینگچریون کا اقتدار اس قدر بڑہ گیا کہ وزراء جان بچا کر دار الخلافہ سے بھاگ گئے۔ ینگچریون کا آغا وزیر اعظم بنایا گیا۔ اور سلطان کا ہمخیال شیخ الاسلام خود بروصہ کو جلاوطن ہوگیا۔ ینگچریون کے اس غلبہ سے سلطان کو سرویون کی خاطرداری کا خیال بالکل ہی چھوڑ دینا پڑا۔ وہ سلطنت کے دشمن قرار دیئے گئے۔ اور اونکو بزور شمشیر مطیع و منقاد بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ ڈپیوٹیشن کے ارکان قیدخانہ مین ڈالدیئے گئے۔ اور نسا کے گورنر حافظ پاشا کو سرویا مین داخل ہوکر رعایا سے ہتھیار لے لینے کا حکم دیا گیا۔ قرہ جارج نے سرحد پر مقابلہ کر کے اوسکو شکست دی۔ اور پھر بمقام سمندرا عام قومی مجلس جمع کر کے کل ابنائے وطن کو ملک کی آزادی کے لیئے کمربستہ ہوجانیکا اعلان دیا۔ حافظ کی ہزیمت یابی پر البانیا اور بوسینیا کے پاشاؤن نے سرویا مین داخل ہو کر کشت و خون کا بازار گرم کر دیا۔ قرہ جارج نے پندرہ ہزار فوج سے دونون کو علیحدہ علیحدہ شکست دی۔ اور آخر اگست ۱۸۰۶ء مین بمقام سینزتر ترکی افواج پر کامل فتح پائی۔ اس پر اسقوطری کے پاشا نے ان شرائط پر سرویون سے صلح کر لینی چاہئیے؛

(۱) سرویا اندرونی طور پر سلطان کے ماتحت خود مختار صوبہ رہے (۲) سرویا ترک جاگیرداروں کو اون کی جاگیرون کا معاوضہ مین چھ لاکھ فلورن ادا کرین۔ (۳) بلغراد کے قلعہ پر ترکی فوج قابض رہے۔ سرویون نے یہ شرطین منظور کر لین۔ مگر دسمبر ۱۸۰۶ء مین سلطان نے اون کو ماننے سے انکار کر دیا جبپر سرویون نے قلعہ بلغراد کو بھی فتح کر لیا۔ اور کل سرویا ترکون سے آزاد ہوگیا کیونکہ روس نے ترکی پر حملہ کر دیا ہوا تھا۔ اس سے سرویون کو خودسری اور آزادی پر قائم رہنے مین اور بھی تقویت پہنچگئی؛

محاربہ روم و روس۔ انگلستان کا بحری حملہ اور اوس مین ناکامی۔

روس کے غاصبانہ ارادون سے یہ جنگ پہلے ہی ایک طرح سے اٹل ہو رہا تھا۔ نپولین کی مداخلت اوسکے لیئے ایک بہانہ ہوگئی۔ مگر اسمین بونا پارٹ پر کسی قسم کا اعتراض وارد نہین ہو سکتا تھا۔ اوس نے ترکی اور روس مین لڑائی ہونے سے پہلے ایک دو مرتبہ روس اور انگلستان سے صلح کر لینے کو لیئے سلسلہ جنبانی کرتے وقت صلح کی مقدم شرط یہ بتائی تھی کہ سلطنت عثمانیہ کی کامل آزادی میری صرف کمال دلی خواہش ہی نہین بلکہ میری پالیسی کا نہایت مستقل اور مضبوط اصول ہے"

جب وہ اس نامہ و پیام مین کامیاب نہ ہوا۔ اور لڑائی برابر جاری رہی تو باب عالی نے بطور حفظ ماتقدم اور اس امر کے انتظام کے لیئے کہ کسی فریق کو مقبوضات عثمانیہ مین یکایک داخل ہونے کی جرأت نہ پڑے۔ مالڈیویا اور والیشیا کے حکمرانون کو اپنے اپنے قلعون مین سامانِ جنگ و رسد فراہم کر رکھنے اور روسیلیا کے پاشا کو اپنی فوج ڈینوب کے کنارہ پر جمع کرنیکا حکم بھیجدیا۔ روس نے احتیاطی کارروائیون کو بنظر اشتباہ دیکھکر ترکی مین بدامنی پھیلانے کیلئے پہلے سے بڑھکر سازشین شروع کر دین۔ اور سرویون کو برانگیختہ کرنے کے بعد اتالی مانٹی نیگرو اور سرویا کو بھی ہتھیار بھیجے۔ اور آخر صوبجات ڈینوب مین وہ آگ جلنے لگ گیا جو پولینڈ مین جلتا رہا تھا۔

والیشیا کے باشندوں کو بھی تیسوان ارغلو کی بغاوت کی وجہ سے جو عموماً اس علاقہ کو بھی تاخت و تاراج کرتا رہتا تھا بہت تکلیف پہنچ رہی تھی۔ اہالی رومانیہ نے نپولین کو سب سے زبردست عیسائی فرمانروا دیکھکر اوس کے پاس ڈیپوٹیشن بھیجا کہ وہ رومانیا کو فرانس کی حمایت میں آزاد ریاست بنادے۔ نپولین نے ٹرکی کے کسی صوبہ کو ایسی امداد دینے سے صاف انکار کردیا جس پر گورنمنٹ رومانیہ پھر روس کیطرف ملتجی ہوئے۔ اور اوس کے ایما سے والیشیا کے امراء نے ایپ سیلانٹی کو اور اہالی مالڈیویا نے موروزی کو جو دونوں روس کے بڑے ہوا خواہ اور ترکوں کے جانی دشمن تھے۔ اپنا اپنا حکمران منتخب کرلیا۔ باب عالی نے ایپ سیلانٹی کی تقرری منظور کرلی۔ مگر جنرل سباسٹیانی نے جو قسطنطنیہ کو جاتا ہوا کچھ عرصہ بخارسٹ میں ٹھیرا تھا اور یہ نیس ایپ سیلانٹی کے ارادوں سے بخوبی واقف ہوگیا تھا۔ دربار روس کی چالوں سے سلطان کو آگاہ کرکے دونوں گورنروں کو یک قلم موقوف کردینے کی صلاح دی۔ وزیر اعظم نے اعتراض کیا کہ ۱۸۰۲ء کے فرمان اور عہد نامہ یاسی کے رو سے یہ حکمران جو سات برس کیلئے منتخب کیے گئے ہیں زار کی رضامندی کے بغیر موقوف نہیں کیئے جاسکتے۔

سباسٹیانی نے پرائیویٹ ملاقات کرکے سلطان کی خدمت میں عرض کیا کہ ایسی رضامندی کی تب ضرورت ہے جب کہ کسی انتظامی نقص کیوجہ سے موقوف کرنیکا ارادہ ہو۔ نہ کہ اوس صورت میں بھی جب کہ صریح غداری کیجارہی ہو۔ یہ امر ظاہر ہے کہ سرویا کی بغاوت کا بانی مبانی یہی ایپ سیلانٹی ہے۔ سلطان کو سباسٹیانی کی دلیل معقول معلوم ہوئی۔ اور اوس نے ۲۴ اگست ۱۸۰۶ء کو ایپ سیلانٹی اور موروزی کی موقوفی کا حکم صادر کرکے اونکی جگہ سوزو اور کالی ماکی کو جو دونوں فرانس کے ہوا خواہ تھے مقرر کردیا۔ ایپ سیلانٹی پہلے ٹرنسلوانیا کو اور وہاں سے روسی فوج کو بھاگ گیا۔ اوسکی جائداد ضبط کرلیگئی اور اوسکا معمر باپ قتل کردیا گیا۔ موروزی بہ تعمیل فرمان قسطنطنیہ واپس آگیا۔

فرنچ سفیر کو یہ سفارتانہ فتح ایسی جلد حاصل ہوئی تھی کہ روس کو اوس کی مزاحمت کرنے کیلئے کوئی مہلت نہ ملی اور شکست کی جرأت نا تعجب ہو وہ کسیقدر سنبھلا ہی تھا کہ اوس کے رقیب نے اُسے ایک اور ویسی ہی سخت زک پہنچائی۔

ہم اوپر بیان کرچکے ہیں کہ بوناپارٹ نے روس سے صلح کرلینی چاہی تھی۔ اس بارہ میں یہاں تک کارروائی ہوگئی کہ عہدنامہ صلح پر روسی سفیر نے دستخط بھی کردیئے تھے۔ مگر زار نے اوسکی تصدیق سے انکار کردیا تھا۔ سباسٹیانی نے دیوان کو ذہن نشین کیا کہ روس نے اسواسطے صلح نہیں کی کہ فرانس اوس سے سلطنت عثمانیہ کی سلامتی کی ضمانت چاہتا تھا۔ اور عہدنامہ میں اس مضمون کی شرطیں درج تھیں۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عہدنامہ مذکور میں جزائر ایونین کی آزادی کی شرط مندرج تھی جس سے روس اوس طرف سے ٹرکی پر حملہ کرنے کے قابل نہیں رہ جاتا تھا۔ اور دوسری شرط یہ تھی کہ راگوسا کو ٹرکی کی حمایت میں آزاد ریاست بنادیا جائے جنرل سباسٹیانی نے کہا کہ اس عہدنامہ کی رو سے روس کریمیا کی طرح ٹرکی صوبوں پر حملہ کرنے یا بوقت امن جسطرح اوس نے جہازوں کا تصرف اور باسفورس سے گذرنے کا استحقاق چھین لیا ہے ترکی صوبوں کو چھیننے کے قابل نہیں رہ جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی جنرل

مذکور نے باب عالی سے مطالبہ کیا کہ آیندہ روس کے کسی جنگی یا فوجی یا باربرداری جہاز کو جسپر فوج یا سامان حرب بار ہو آبنائے مین سے نہ گذرنے دیا جائے۔ ایسی اجازت دیو رکھنے سے ٹرکی حیادت پر قایم نہین رہیگی۔ اور اس سے فرانس کو بھی عثمانیہ علاقہ سے گذر کر روس کے علاقہ تیطیر پر حملہ کرنے کا استحقاق حاصل ہوجائیگا۔ پھر باب عالی کو حوصلہ دلانے کے لیئے کہا کہ ڈیلمیشیا مین فرنچ فوج اسی لیئے مقیم ہے کہ سلطنت عثمانیہ کی سلامتی کو قایم رکھے۔ لیکن اگر باب عالی فرانس کے دشمنون کے ساتھ ملگیا۔ تو امپراطور نپولین کو مجبوراً اوس فوج سے باب عالی کے برخلاف کام لینا پڑیگا۔ ترکی گورنمنٹ نے سباسٹیانی کا یہ مطالبہ بھی مان لیا۔ اور تھوڑا عرصہ بعد جب ایک روسی جہاز آبنائے باسفرس مین داخل ہونے لگا۔ تو اوسکو روک دیا گیا۔

انگلستان اور روس کے سفیر مسٹر آربتھ ناٹ اور ایم ڈی اٹالنسکی یہ کارروائی دیکھکر ششدر رہ گئے۔ اور اونہین معلوم ہوگیا کہ بابعالی کی پالیسی بالکل بدلگئی ہے۔ انگریزی سفیر نے دیوان کو فہمایش کی کہ وہ فرانس کی انقلابی گورنمنٹ کے دام تزویر مین پھنسکر پرانے رفقاء کو چھوڑنے مین سخت غلطی کر رہا ہے۔

اودہر روسی سفیر نے دہمکی دی کہ روس کا مالک معاہدہ کی ان خلاف ورزیون کو کبھی گوارا نہین کریگا۔ اور دونون نے متفق ہوکر تجدید اتحاد اور زیر موقوف شدہ گورنران والیشیا و مالڈیویا کی بحالی کا مطالبہ کیا۔ ترکی وزراء اونکی تہدید و تنبیہ سے سہم گئے۔ اور روس و انگلستان کے مطالبات کو قبول کرلینے پر مائل ہوگئے۔ اونہون نے سوچا کہ فرانس کے اتحاد سے روس کی توجیہ سے بچاؤ ہوجائیگا۔ مگر انگلستان کے برخلاف یہ اتحاد کسی کام نہین آسکتا۔ انگریزی بیڑہ کل سلطنت کی بحری تجارت کو نیست و نابود کر دیگا۔ علاوہ برین اونہین ایسکا بھی پاس تھا کہ اب تک انگلستان خود کوئی فایدہ اوٹھانے کے بغیر ٹرکی کی مدد کرتا رہا ہے۔ ایسے بیغرض دوست سے بگاڑ کرنا مناسب نہین لیکن سباسٹیانی نے یہ کہکر اون کا حوصلہ پھر تازہ کر دیا کہ انگلستان ایسی امور کی خاطر جس سے فی الحقیقت اوسے کوئی نقصان نہین پہونچتا۔ ٹرکی سے بگاڑ کرکے سلطنت عثمانیہ مین اپنی تجارت کو نقصان پہنچانا کبھی منظور نہین کریگا۔

ترکی وزراء کو سباسٹیانی کی باتون سے جب دلیری ہوگئی۔ تو اونہون نے روسی و انگریزی سفراء کے مطالبات کی تعمیل کا ارادہ فسخ کرکے اون کو باتون مین لگائے رکھنے کی پھر وہی پرانی چال چلنے کی کوشش کی۔ مگر اب وہ بھی اس چال کی تہ کو پہنچ گئے ہوئے تھے۔ روسی سفیر تو فوراً ایک روسی تجارتی جہاز پر جو بندر مین موجود تھا چلا گیا۔ اور لیجانے کا اجازہ ترکی گورنمنٹ سے منگوا بھیجا۔ اور انگریزی سفیر نے جسکو ہوا نے ٹوپوک دره مین روک رکھا تھا۔ اور وہ خود نہین آسکتا تھا۔ اپنے دوم سکرٹری وسلی پول کو صاف صاف جواب لینے کے لیئے وزراء کے پاس بھیجا۔ سکرٹری مذکور سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا باب عالی پہنچا۔ بارش ہو رہی تھی۔ کیچڑ سے اوس کے سارے کپڑے لت پت ہوگئے۔ وہ اسی ہیئت سے چابک ہاتھ مین لیئے ترکی وزیر خارجہ کے سامنے گئے۔ اور اپنے اوزیر رکھا

ـــــــــــــــــــ

سلہ قسطنطنیہ کا مضافاتی قصبہ جو باسفرس کے یورپی ساحل پر واقع ہے ٭

سفیر نے کہیں مطالبات کو دوہرا کر ان پر اصرار کیا کہ انگریزی بیڑہ جبرالٹر سے روانہ ہو گیا ہے بصورت انکار وہ آبنائے ڈاردانیلز سے گذر آئے گا۔ اور روسی فوج ترکی صوبہ پر حملہ کر دے گی۔ سکرٹری کا سپاہیانہ انداز اور اوس کے دھمکی آمیز الفاظ اپنا کام کر گئے۔ دیوان نے فوراً موقوف شدہ گورنروں کی بحالی کا حکم دیدیا۔ اور روسی سفیر نے خشکی پر واپس آ کر اپنا کار منصبی پھر شروع کر دیا۔

سلیم کو اپنے وزراء کی بزدلی سے بہت رنج پہنچا چنانچہ انہی دنوں سباسٹیانی سے خفیہ ملاقات کرتے ہوئے سفیر مذکور کو ان الفاظ سے مخاطب کیا "میرے وزراء کے بزدلانہ صلاح و مشورہ کے طوفان بے تمیزی میں اچانک گھر چکے ہیں۔ میں نے اون کی صلاح کو منظور کر لیا مگر تم یقین رکھو کہ میں قیصر (نپولین) کی پالیسی کی تقلید و پیروی کرتے رہنے اور اوس رشتہ مودت کو جو صدیوں سے فرانس اور ٹرکی کو ملائے ہوئے ہے پہلے سے زیادہ مضبوط اور متصل بنانے کا مصمم ارادہ کر چکا ہوں۔"

سباسٹیانی نے عرض کیا کہ نپولین آپ کی مشکلات کو اچھی طرح سے سمجھتا ہے اس کارروائی سے اوس کی دوستی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ سلیم کو نپولین کی ناراضگی کا اسقدر ڈر تھا کہ اوس نے خود اپنے ہاتھ سے بھی ایک خط نپولین کو لکھا جس کے جواب میں (ماہ مارچ سنہ ۱۸۰۶ء) اوس نے سلطان کو اپنی دوستی کا یقین دلا کر لکھا کہ "اگر ضرورت ہو تو میری فوج مقیمہ ڈلمیشیا بوسنیا کے راستے ڈینوبی صوبجات میں پہنچ سکتی ہے۔ اور فرنچ بیڑہ بھی جو کیڈز (ہسپانیہ کا بندر) میں مقیم ہے سلطان کی خدمت کے لیئے حاضر ہے وہ آبنائے باسفورس سے گذر کر کل بحیرہ اسود سے روسی جہازوں کو معدوم کر دیگا۔ میں انجنیر اور افسران توپخانہ بسرعت تمام ڈلمیشیا سے روانہ کرتا ہوں۔"

باب عالی کو یقین تھا کہ گورنروں کی بحالی سے روس کو حملہ کرنے کے لیئے کوئی حجت باقی نہیں رہجائے گی اور وہ بدی سے باز آجائے گا۔ علاوہ بریں نپولین نے حال ہی میں مقام جینا پر پروشی فوج کو شکست فاش دی تھی۔ اور سکندر اول شاہ روس نے حلف اٹھائی ہوئی تھی کہ وہ پروشیا کو دشمنوں کے گزند سے محفوظ رکھیگا۔ پس ترکی وزراء کو اس سے بھی بہت کچھ اطمینان ہو گیا ہوا تھا۔ اور اون کا خیال تھا کہ زار روس فی الوقت ٹرکی پر حملہ کرنے کی بجائے اپنے رفیق شاہ پروشیا کی حمایت و امداد کو مقدم سمجھیگا۔ مگر اون کا یہ خیال غلط نکلا۔ ایماندار زار نے نہ حلف کی کچھ پروا کی نہ ترکی گورنمنٹ کی تعمیل مطالبات کی۔ وہ ٹرکی پر حملہ کرنے کے لیئے کوئی بہانہ چاہتا تھا جو اوسے گورنروں کی موقوفی سے ہاتھ آگیا۔ ادہر جب کہ اون کا سفیر اور مسٹر آربتھنٹ ناٹ گورنروں کی بحالی کا تقاضا کر رہے تھے۔ اوس نے ادہر اوپنی فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دے دیا تھا۔ چنانچہ بحالی کے احکام ابھی باضابطہ جاری نہ ہونے پائے تھے کہ ۳۵ ہزار فوج جنرل مکلسن کے زیر کمان بلا اعلان جنگ اکتوبر کے اخیر میں مالڈیویا اور والیشیا میں داخل ہو گئی۔ اور سلطان کو اس حملہ کی اوس وقت خبر ملی جبکہ مخالف کی فوج یاسی پر قابض ہو چکی تھی۔ اور بسارابیا میں کہ کہ ٹرکی اوس کے مقابلہ کے لیئے کوئی فوج بھیج سکے بعجلت تمام

والیشیا اور مالڈیویا پر متصرف ہوگیا۔ اور ۲۷ دسمبر ۱۸۰۶ء کو روسی جنرل نے بخارسٹ میں داخل ہوکر عام اعلان کیا کہ اسکی فوج عنقریب ڈینیوب کو عبور کرکے بلگیریا پر حملہ کرے گی۔

روس کی اس جابرانہ کارروائی سے ترکوں میں لازمی طور پر سخت جوش پھیل گیا۔ اور سلطان سلیم بھی اس غاصبانہ فعل سے درگذر نہیں کرسکتا تھا۔ روسی سفیر سے اس کی کیفیت طلب کی گئی۔ وہ خود اپنے آقا کے اس قابل نفرین فعل سے متحیر تھا۔ وہ کچھ جواب نہ دے سکا۔ اوس کے ساتھی انگریزی سفیر کی بھی یہی کیفیت تھی بلکہ اوسے تسلیم کرنا پڑا کہ اگر گورنروں کے مسئلہ کے علاوہ کوئی اور حجت روس کے پاس موجود نہیں تو اوس کے اس فعل سے ترکوں کا ناراض ہونا بالکل حق بجانب ہیں۔ ترکوں کی ناراضگی میں دن بدن اسقدر ترقی ہوتی جاتی تھی کہ اگر سباسٹیانی نہ روکتا تو روسی سفیر ضرور قلعہ ہفت برج میں قید کر دیا جاتا۔ تاہم اوسکا ایسی حالت میں قسطنطنیہ میں رہنا خالی از خطرہ نہ تھا۔ وہ ایک انگریزی جہاز پر سوار ہوکر جزیرہ ٹینی ڈوس کو چلا گیا۔ روسیوں نے سباسٹیانی کی مروت کا یہ عوض دیا کہ یاسی کے فرنچ قونصل جنرل ریم رینارڈ کو قید کرکے ماسکو بھیج دیا۔

نپولین کو جب روسی حملہ کی خبر پہنچی تو اُسے بھی روس کی اس بیہودگی سے بہت رنج پہنچا۔ ساتھ ہی اوسے یہ بھی تردد پیدا ہوگیا کہ کہیں باب عالی اس حملے سے ڈر کر پھر روسی دباؤ میں نہ آجائے لیکن ساتھ ہی خیال کیا کہ اسکی پرشیا کی فتوحات کا اثر ضرور قسطنطنیہ تک پہنچیگا۔ اور روس کو مجبوراً اپنی کل فوج یا اوس کا بہت سا حصہ وہاں سے ہٹانا پڑے گا۔ اور اسطرح اوس کا زور کم ہوجائیگا باب عالی کی پالیسی میں لغزش نہیں پڑے گی۔ چنانچہ اوس نے ۲۸ اکتوبر ۱۸۰۶ء کو بمقام برلن ترکی سفیر کو اس مضمون کا خط سلطان کے پاس بھیجنے کے لیئے کہا۔ نپولین کے چند الفاظ یہ ہیں (اوس نے سفیر مذکور سے کہا تھا) "جو کچھ یہاں ہو رہا ہے اوسکی اطلاع اپنے دربار کو دیکر اوسے تسلی دلا دو کہ روسی تمہاری سلطنت کے برخلاف کچھ نہیں کرینگے"

نپولین کا خیال ایک حد تک درست بھی ثابت ہوا۔ زار روس کو جنرل مکلسن کی فوج سے دو ڈویژن جنرل ایسن کے زیر کمان جنگ ایلاؤ میں شریک ہونے والے بنگسن کی حفاظت کے لیئے واپس منگوانے پڑے۔ مگر والیشیا اور مالڈیویا میں کوئی ترکی فوج نہ تھی میدان بالکل صاف پڑا تھا۔ اور جنرل مکلسن کی باقیماندہ فوج دونوں صوبوں پر بہ آسانی قابض ہو جانے کے لیئے کافی تھی۔

روسیوں کی بے بلا مزاحمت کامیابی اور پیشقدمی دیکھکر نپولین کو ترکوں کی کمزوری پر بہت رحم آیا اور اوس نے فرنچ قوم کے دل سے ترکوں کا مدد و معاون بنانے اور روس کا دلی منشا معلوم کرنے کے لیئے اس موقعہ کو غنیمت سمجھکر علانیہ اپنا منشا ظاہر کردیا کہ زار کے ساتھ فرانس کی صلح اس شرط پر ہوسکتی ہے کہ وہ ٹرکی کی آزادی اور سلامتی کے قیام کی حلف اٹھائے اور ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کردیا کہ جب تک روسی والیشیا اور مالڈیویا کو جنپر انہوں نے معاہدوں کی صریح خلاف ورزی کرکے

قبضہ کرلیا ہے خالی نہ کرینگے میں زار اسکندر سے صلح کے متعلق کبھی گفتگو نہیں کرونگا"

۲۹ جنوری ۱۸۰۸ء کو اوس نے فرنچ سینٹ (دار الامرا) کو اپنے مراسلہ میں ٹرکی اور روس کے متعلق حسب ذیل تحریر کرکے فرنچ قوم کے جوش رفاقت کو ترکون کی تائید میں ابہارنے کی کوشش کی ہے "اگر ایک بڑے شہر (پیرس سے مراد ہے) کے قابل شرم اور نامردانہ لوازمات آرام و آسائش اور سامان عیش و عشرت فرزانہ دوراندیشی کے صلاح و مشورہ پر غالب آجائین۔ اور فرنچ قوم سلطنت عثمانیہ کو برباد ہوجانے دے۔ تو اس بربادی سے جو خرابیان اور مصیبتین پیدا ہوجائینگی۔ اونکی تلافی کے لیئے آخر ایک دن ہمقدر طول طویل محاربے اور بیشمار لڑائیان کرنی پڑینگی کہ کوئی فرد بشر اوسکا اندازہ نہیں کرسکتا۔ اس صورت مین ہم اپنی اولاد کے لیئے محاربون اور جھگڑون کا طویل السلسلہ ورثہ چھوڑ جائینگے۔ یونانی قیاصرہ کی کلغی پھر فرش خاک سے بلند ہو جائے گی (یعنی روسی زار جو پیرو یونانی المذہب ہین اگر قسطنطنیہ پر قابض ہوگئے۔ تو گویا یونانی قیاصرہ کی کلغی پھر بلند ہوگئی) بحیرہ بالٹک سے بحیرہ روم تک روس کا اقتدار قائم ہوجائے گا۔ اور پھر ایک وقت ایسا آئیگا کہ ہم مذہبی جنونیون اور روحشیون (روسیون سے مراد ہے) کے ٹڈی دلون کو اپنے صوبون پر حملہ آور ہوتے ہوئے دیکھینگے۔ اور اگر اوس وقت مہذب یورپ اس سیلاب نما معرکہ مین مغلوب و معدوم ہوگیا تو یہہ ہماری ہی قابل نفرین لاپروائی کا نتیجہ ہوگا۔ اور آیندہ نسلین ہم پر جسقدر لعن طعن اور ملامت و نفرین کرین ہم اوس کے مستوجب ہونگے۔ اور یہہ لاپروائی تاریخ مین ہمارے لیئے نشان رسوائی اور طوق لعنت ہوگا"

جس تاریخ سینیٹ کو یہہ خط لکھا گیا۔ اوسی تاریخ نپولین نے مارشل مارمونٹ کو جو ڈلمیشیا کی فوج کا کمانڈر تھا حکم بھیجدیا کہ وہ بوسینیا اور سقوطرے کے پاشاؤن کو اسلحہ سامان حرب صلاح و مشورہ الغرض ہر طرح سے مدد دے۔ اور اون کے پاس اپنے سٹاف افسر بھیجدے۔ جن مین سے چند تو پاشاؤن کے پاس ٹہیرین اور باقی ترکی صوبجات مین دورہ کرکے فرانسیسی امداد کے وعدہ سے افسردہ دلون (یعنی ترکون) کے حوصلے تازہ اور مفید معلومات فراہم کرین۔ نپولین کے قاصد میجر جنرل برتھیر نے مارشل مذکور کو یہہ بھی پیغام پہنچایا کہ "اگر سلطان سپاہ کی مدد مانگے تو قیصر تمہین ۲۵ ہزار فوج مہیا کر بھیجدینے کی اجازت دیتے ہین۔ اوس وقت تمہاری یہہ فوج فرانس کی گرینڈ آرمی (فوج کلان۔ یہہ اوس فوج کا نام تھا جو نپولین کے زیر کمان رہا کرتی تھی) کا انتہائی میمنہ ہوجائے گی۔ لیکن فوج کی روانگی سلطان کی درخواست کرنے پر مشروط ہے خود بخود نہ بھیجنا۔ اور غالب قیاس ہے کہ اس کے بھیجنے کی ضرورت نہین پڑے گی کیونکہ انگلستان ابھی تک مذبذب ہے۔ اور قرائن سے پایا جاتا ہے کہ وہ باب عالی سے بہتر صلح رکھنا چاہتا ہے"

نپولین کا یہہ قیاس بے بنیاد نہ تھا۔ روسی سفیر کے چلے جانے کے بعد انگریزی سفیر قسطنطنیہ مین ہی ٹھیرا رہا تھا۔ اور فرنچ اقتدار غالب آنے اور سلطان کو پھر انگلستان اور روس کے ساتھ ملانے کے لیئے سر توڑ کوشش کرتا رہا تھا مگر جب

دونون سباسٹیانی کی مدبرانہ قابلیت اور نپولین کی فتوحات کے لازمی اثر کا مقابلہ نہ کر سکے تھے تو اب اوس اکیلے کی کیا پیش جا سکتی تھی۔ ادھر سباسٹیانی کو صرف اپنی لیاقت اور اپنے آقا کے نام کا ہی فایدہ حاصل نہ تھا۔ بلکہ ہسپانیہ اور ہالینڈ کے سفراء بھی اوس کے مدد و معاون تھے۔ آسٹریا کا سفیر بیرن سٹرمر دونون فریق سے الگ تھلگ تھا۔ اور پرشیا کی نمایندگی سے اوس کے سفیر کی کچھ وقعت نہ رہ گئی تھی۔ نپولین کی فتوحات اور نیز اوس کے روس کے سر پر پہنچ جانے سے سلیم کو یقین ہو گیا تھا کہ روس سے پچھلی شکستوں کا بدلہ لینے کے لیے مناسب وقت پہنچ گیا ہے۔ قوم میں پہلے ہی سے جوش پھیلا ہوا تھا۔ آخر جب اوس نے روسی جرنیل کے بسارابیا میں داخل ہونے کی خبر سنی تو باضابطہ روس کے برخلاف اعلان جنگ کر دیا۔ سباسٹیانی جانتا تھا کہ انگلستان اب ضرور چھوٹے ہتھیاروں پر اتر آئے گا۔ اوس نے باب عالی کو ڈارڈنیلز اور باسفرس کی مورچہ بندی کی تاکید کی۔ اوسیوقت اوس کے ماتحت افسر جنرل[1] جو برڈی سیبسٹیانی کا جو انجینیروں کی ترکی پلٹن کا کمانڈر تھا دونوں آبناؤں کے قلعوں کی موجودہ حالت پر مفصل رپورٹ سلطان کی خدمت میں بھیجی جس پر افسر مذکور کے تجویز کردہ کاموں کی فوری تعمیر کے لیے سلطانی حکم صادر کر دیا گیا۔

انگریزی سفیر نے جب دیکھا کہ کل کھیل بگڑ گیا ہے۔ اور ترکی علانیہ فرانس کے ساتھ شریک ہو گئی ہے تو وہ کھل کھیلا اور کھسیانا ہو کر ایسی شرطیں پیش کیں جن کی منظوری کی کسی احمق سے احمق کو بھی توقع نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ شرطیں یہ تھیں کہ سباسٹیانی کو بلاد عثمانیہ سے نکال دیا جائے۔ مالڈیویا اور والیشیا روس کو دیے جائیں۔ ترکی بیڑہ اور نیز ڈارڈنیلز کے قلعے اور باتریاں انگلستان کے حوالہ کر دیجائیں۔ بصورت انکار قسطنطنیہ پر حملہ کر دیا جائے گا۔

ترکی وزیر خارجہ نے ان فضول اور طفلانہ شرائط کو سن کر جو جواب دیا اوس کی معقولیت اور باوقار بے جنگی کے خود انگریز مورخین معترف ہیں۔ رئیس آفندی نے مسٹر آربتھ ناٹ کو جو بعد میں سر ہو گئے تھے پہلے یہ کہا کہ تم خود ہی انصاف کرو کہ ترکی قیام صلح کے لیے کیسی کیسی کوششیں کر رہی ہے۔ بلکہ خفتیں اٹھاتی رہی ہے مگر صلح و امن کو توڑنا پسند نہ کیا۔ کیا محض اس غرض کے لیے سلطان نے موقوف شدہ گورنروں کو خود بخود بحال کر دینے کی خفت نہیں اٹھائی تھی۔ پہلے روس نے ترکی علاقہ اور ترکی افواج پر حملہ کیا ہے اور سلطان کو مجبوراً اعلان جنگ کرنا پڑا ہے مجھ کو امید ہے کہ انگریز دوں ایسی روشن خیال اور تہذیب قوم باب عالی کے صبر و تحمل اور چشم پوشیوں کی جو وہ محض قیام امن کی خاطر کرتا رہا ہے ضرور قدر کرے گی۔ اور اب اپنے بچاؤ میں ہتھیار اوٹھانے پر اوسے حق بجانب سمجھے گی۔ لیکن اگر انگلستان نے روس کو سلطان کے برخلاف مدد دینے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے تو وہ طاقت کو طاقت سے روکیگا۔ (یعنے کلہ بہ کلہ جواب دیگا) اور اس تند نامنصفانہ اور جابرانہ تعصب اور سینہ زوری سے مخلصی پانے کے لیے خداوند کریم پر بھروسہ رکھیگا۔ اور یاد رکھے کہ اگر ترکی کی قسمت میں بربادی ہی

[1] یہ افسر بعد میں جرنیل ہو گیا تھا۔ اور کئی برس فرانس کی طرف سے یونان میں سفیر رہا تھا۔ اوس نے ۱۷۹۲ء سے لیکر ۱۸۴۴ء تک سلطنت عثمانیہ کی تاریخ بھی لکھی ہے۔ مولف

مقدر ہو تو وہ اپنے دار الخلافہ کی حفاظت کرتی ہوئی برباد ہوگی۔ اور یہ بیڑہ کہ انگلستان کو وہ ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ جو لازمی طور پر سلطنت عثمانیہ کی بربادی سے منتج ہوگا۔"

یہ جواب سن کر ان تعصبات دلمیں تو ضرور قائل ہوگیا ہوگا۔ مگر اپنی حکومت کی پالیسی سے مجبور تھا۔ یہ پیغام سنتے ہی تمام انگریز سوداگروں کو لیکر سفارتی جہاز اینڈ میں پر سوار ہوگیا۔ اور نیپوران پاشا کی مہربانی سے بلا مزاحمت جزیرہ ٹینیڈوس کے قریب روسی بیڑہ پر پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی اوس نے دیوان کو پھر ایک خط لکھا کہ میں ابھی تک اپنے تئیں ترکی قلمرو میں تصور کرتا ہوں۔ اور میری رائے میں سلسلہ نامہ و پیام ہنوز منقطع نہیں ہوا۔ سلطان نے جدید قلعوں کی تعمیر کی نگرانی کے لیے شیخی آفندی نام ایک افسر کو ڈارڈنیلز بھیجا ہوا تھا۔ اوسے اور نیپوران پاشا کو انگریزی سفیر سے گفتگو کرنے کا حکم بھیجا گیا۔ اور انگریزی سفیر نے اپنا ترجمان اول اون کے پاس بھیجدیا۔ جو بظاہر تو صلح و صفائی کی گفتگو کرنیکیلئے بھیجا گیا تھا مگر خفیہ مقصد یہ تھا کہ ان ترکی افسروں کو صلح کے ساتھ تصفیہ ہوجانیکا یقین دلا کر قلعوں کی درستی اور تعمیر سے اون کی توجہ کو ہٹا دے۔ سباسٹیانی کے ایڈیکانگ ایم ڈی لسکورز نے مذکورہ بالا افسروں کو سمجھانے کی بہت کوشش کی۔ مگر وہ انگریزی قاصد کے بہت قول میں ایسے آگئے تھے کہ انہیں کسی طرح کے خطرہ کے ہونیکا مطلقاً یقین نہ آتا تھا۔ اتنے میں انگریزی بیڑہ ایڈمرل ڈک ورتھ کے زیر کمان ٹینیڈوس پہنچ گیا۔ جہاں تین روسی جہاز پہلے سے لنگر انداز تھے۔ انگریزی امیر البحر کو حکم ملا ہوا تھا کہ سیدھا قسطنطنیہ جاکر ترکی بیڑہ کی حوالگی کا مطالبہ کرے۔ اور اگر وہ حوالہ نہ کیا جائے تو اوسے جلا دے۔ اور شہر پر گولہ باری کرے۔ ترک انگریزی سفارت کے ترجمان کی باتوں پر مطمئن بیٹھے تھے کہ ۱۹ فروری ۱۸۰۷ء کو انگریزی بیڑہ موافق ہوا اور عید کے تیوہار سے فایدہ اٹھا کر جس کی وجہ سے ترک باتریوں کو چھوڑ چھاڑ کر خوشی منانے میں مصروف تھے۔ ڈارڈنیلز میں داخل ہوگیا۔ بیڑہ مذکور میں نو جنگی جہاز تین فرانگیٹ اور دو آتشین جہاز[1] تھے۔ نیپوران پاشا نے انگریزی جہازوں کے قریب پہنچ جانے پر اپنی غفلت کی کچھ تلافی کرنی چاہی۔ کہ اتنے میں چند گولے اوس باتری پر جہاں وہ کھڑا تھا آگرے۔ اور وہ اونسے ایسا ڈرا کہ بیڑہ کو احکام دینے کے بہانہ سے کھسک گیا۔ اوسکی بزدلی نے ترک گولہ اندازوں کو بھی نامرد بنا دیا۔ اور وہ توپوں کے سامنے اور آتشبازی میں پھینک کر گولوں کی زد سے پرے ہٹ گئے۔ صرف پانچ افسر اپنی اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ مگر یہ معدودے چند کیا کر سکتے تھے۔ انگریزی بیڑہ خفیف سا نقصان اوٹھا کر ڈارڈنیلز کے دہانہ سے گذر کر آبنائے میں داخل ہوگیا۔ ترکی بیڑہ جس میں ایک جنگی جہاز ۶۴ توپوں کا۔ چار فرانگیٹ اور چند کاروٹ تھے۔ اس وقت گیلی پولی کے قریب لنگر انداز تھا۔ انگریزی جہازوں نے اوسے چشم زدن میں نیست و نابود کردیا۔ صرف ایک چھوٹا سا جہاز بچا۔ اور اوس نے دشمن کی آمد کی خبر قسطنطنیہ میں پہنچائی

---

[1] [illegible] بیڑہ کی جمعیت ساتھ جنگی جہاز اور دو فرانگیٹ بتاتے ہیں۔ ایک اور انگریز مورخ سات جنگی جہاز اور تین فرانگیٹ بتاتا ہے۔ مگر ہشر صاحب کے اعداد جو متن میں درج کر دیئے گئے ہیں۔ ان دونوں سے معتبر اور زیادہ درست معلوم ہوتے ہیں۔ (مؤلف)

جس سے وہان عام کھلبلی پڑ گئی۔

انگریزی بیڑہ ۲۰ فروری کو چار بجے شام کے قریب جزائر شہزادگان کے متصل جو قسطنطنیہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پہ ہے اوس زمانہ مین چند گھنٹون کے رستہ پر جیرہ مارمورا مین واقع ہین۔ لنگر انداز ہوا۔ اور ایک قاصد کے ہاتھ انگریزی سفیر کا الٹی میٹم سلطان کے پاس بھیجا گیا۔ قاصد سے تھوڑی دیر بعد فرنچ افسر بھی ڈارڈنیلز سے پہونچ گئے۔ اور انہون نے ترکون کی نامردی کا ذکر کرکے قپودان پاشا اور مفتی آفندی کی غفلت اور لاپروائی کی سخت شکایت کی۔ دیوان نے اوسیوقت اول الذکر کو معزول کرکے اوسکی جائداد وغیرہ کی ضبطی اور آخر الذکر کے قتل کر دیئے جانیکا حکم صادر کر دیا اور پھر یہ خیال کرکے کہ اب کچھ نہین ہو سکتا۔ اوس نے انگریزی سفیر کی شرائط کے مان لینے کا عزم کر لیا۔ شرائط مذکورہ یہ تھین کہ فرنچ سفیر فوراً نکال دیا جائے۔ ترکی اور انگلستان کے ساتھ از سر نو اتحاد کر لیا جائے۔ روس کے جنگی جہازون کو باسفورس اور ڈارڈنیلز سے گذرنے کی پھر اجازت دیجائے۔ ترکی بیڑہ انگلستان کو سپرد کر دیا جائے جو اوسے صلح ہو جانیکے وقت تک اپنے کسی بندرگاہ مین رکھیگا۔

سلطان نے بھی دیوان کے فیصلہ سے اتفاق رائے کیا۔ اور اوس نے سباسٹیانی کو کہلا بھیجا کہ مناسب یہی ہے کہ تم قسطنطنیہ سے چلے جاؤ۔ مین فرانس کا بدستور دوست صمیم ہون۔ مگر ضرورت اس امر کی مقتضی ہے۔ شہر بالکل بے پناہ ہے۔ اور رعایا کہتی ہے کہ تم ہی لڑائی کے بانی مبانی ہو۔ ایسی صورت مین تمہین رعایا کے ہاتھ سے گزند پہنچ جانے کا اندیشہ ہے جسکو گورنمنٹ بمشکل روک سکیگی۔ سباسٹیانی کے پاس جب سلطانی قاصد پہنچا تو اوس کے تمام افسر اور سکرٹری اوس کے گرد موجود تھے۔ اوس نے قسطنطنیہ سے چلے جانیکے پیغام کا جواب دیا کہ مین یہان اپنے بادشاہ کے حکم سے مقیم ہون اور تا وقتیکہ جبراً نہ نکالدیا جاؤن اوس کے حکم کے بغیر یہان سے نہین جا سکتا۔ پہر ذاتی بحث سے ہٹ کر اوس معاملہ کی نسبت جس کی وجہ سے سلطان کو ایسی درخواست کرنی پڑی تھی یہ کہا۔ اس وقت یہان سلطنت عثمانیہ کی عزت اور آزادی کی بازی لگی ہوئی ہے۔ اگر جوانمردی دکھائی تو وہ سلامت رہیگی۔ ورنہ ہمیشہ کیلئے اوس سے ہاتھ دہو بیٹھوگے۔ انگریزی امیر البحر کا بیڑہ شہر کا کچھ حصہ بیشک جلا سکتا ہے۔ اور اسطرح کچھ جانین بھی ضائع کر سکتا ہے۔ لیکن بری فوج کے بغیر وہ اس پایہ تخت پر کبھی قبضہ نہین کر سکتا۔ خواہ تم اوس کے دروازے اپنے ہاتھ سے کھول دو اور بلا مزاحمت شہر اوس کے حوالہ کر دو۔ بہرحال تم متواتر تنفر دلیون سے نقصان اوٹھاتے رہتے ہو اور ان سے بھی زیادہ تمہین نقصان پہنچانی رہتی ہے کیا تم اپنے مذہب اور اپنے ملک کی حفاظت کیلئے اس دشمن کا بھی مستقل مزاجی اور ثابت قدمی سے بھی مقابلہ نہین کرنا چاہتے۔ جیساکہ طاعون اور آتشزدگیون کا کرتے ہو۔ مین کبھی باور نہین کر سکتا کہ سلطان سلیم اپنے شان کے نقیض کمزوری ظاہر کرکے اوس بلند مرتبہ سے جو اوسے اپنے اجداد کی بدولت حاصل ہے نیچے اوترنا منظور کرے گا۔ تمہاری فصیلون پر بیشک توپین نصب نہین۔ لیکن تمہارے پاس لوہا۔ سامان حرب۔ رسد اور سامان بافراط موجود ہین۔ ان چیزون پر ایک ہمت شجاعت اور ایزاد کر دو۔ اور تم اپنے اعداء پر غالب رہوگے۔ مین تم سے استدعا کرتا ہون کہ

اپنے آقا کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو کہ مین پورے اطمینان اور بھروسہ کے ساتھ اُسکی ذات سے اسی مستقل مزاجی اور اسی عزم کا متوقع ہون کہ جو اوسکی اور اُسکی سلطنت کے شایان ہو"

سلطانی قاصد کو یہ پیغام دے کر رخصت کرنے کے بعد اوس نے وزراء، ارکان، دیوان اور علماء کے پاس خطوط بھیجکر انہین اپنے بزدلانہ فیصلہ کی تنسیخ پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ اور آخر ہمت و کوشش سے اون کی رگِ حمیت کو متحرک کرنے مین کامیاب ہو گیا اور انکو اپنی ہمت طاقت اور وسایل پر اعتبار و بھروسہ ہو گیا۔ [1]

اکثر انگریز مؤرخون کا بیان ہے کہ انگریزی بیڑہ کی آمد کی خبر سنکر باشندگان شہر بھی کمال ہراسان ہو گئے تھے۔ اور اگر انگریزی بیڑہ جزائر شاہزادگان کے پاس کھڑا ہو جانے کی بجائے برابر قسطنطنیہ تک بڑھا چلا جاتا تو شہر کے فتح ہو جانے مین کوئی شک نہین تھا۔ گورنمنٹ اور باشندے دونون سراسیمگی و پریشانی اور خوف و ہراس سے مقابلہ کرنے کے قابل نہین رہ گئے ہوئے تھے۔ مگر [illegible] صاحب کا بیان ہے کہ صرف گورنمنٹ کے ہی حواس باختہ ہوئے تھے۔ باشندے یہی نہین کہ ہراسان نہ ہوئے تھے۔ بلکہ وہ انگریزی جہازون کو دور سے دیکھتے ہی مرنے مارنے پر تیار ہو گئے تھے ینگچری فی الفور مسلح ہو گئے۔ اور توپچی اپنی اپنی باتریون پر قایم ہو گئے۔ سباسٹیانی قاصدون کے بعد خود بھی بڑی تلاش سے چوری چوری رئیس آفندی سے جا ملا۔ اور اوسے سمجھایا کہ ہوا مخالف چل رہی ہے۔ اور جب تک اسکا رخ یہی رہے غنیم کے جہاز آگے نہین بڑھ سکتے۔ اور چند دنون مین پایہ تخت کی حفاظت کا بخوبی انتظام ہو سکتا ہے۔ وزیر اعظم نے سباسٹیانی سے اتفاق کیا۔ اور دونون کے سمجھانے سے وزیر خارجہ کی بھی رائے بدل گئی۔ ادھر وزیر اعظم نے فوراً سلطان سے سباسٹیانی کی ملاقات کا بندوبست کرا دیا۔ سلیم نے اوسیوقت چند اور مشیرون کو بھی بلا لیا۔ اور آپس مین مباحثہ شروع ہو گیا جس مین سباسٹیانی نے پرجوش تقریر کر کے اپنی رائے کی معقولیت کو قوی دلایل سے واضح کیا۔ اوس نے کہا کہ اگر تم انگریزون کی گستاخانہ مطالبات کو اگر مان لو تو تمہارا نام دنیا کی ممتاز قومون کی فہرست سے اوسیوقت محو ہو جائیگا تمہارا بیان ہے کہ انگریزی بیڑہ تمہارے شہر کو جلا دیگا۔ اچھا تو پھر کیا ہوا تم اوسے پھر تعمیر کر سکتے ہو کم از کم تمہاری ناموس قومی پر تو حرف نہ آئے گا۔ مگر نہین تمہارا یہ خیال درست نہین ذرا غور تو کرو کہ کیا دشمن تمہاری باتریون کو

[1] ایک فرنچ امیر بیرن ہیری دو وسٹ کا جو اوس وقت قسطنطنیہ مین سباسٹیانی کے ساتھ موجود تھا۔ بیان ہے کہ خود سباسٹیانی کو بھی ایکبار اپنی بازی کے ہر جانے اور مخالفت کی سفارتی کامیابی کا یقین سا ہو گیا تھا۔ اور گو اُسکی بیان مندرجہ صدر سے کمال عظمت اور دلیری ٹپکتی تھی تاہم اوس نے اپنی روانگی کیلئے کل تیاریان کر لی تھین۔ اور اگرچہ ہم رتبہ نے اوسے بہت حوصلہ دلایا کہ ڈارڈنیلز کی طرف سے آنے والے بیڑہ کے رستہ مین قسطنطنیہ کے قریب پہنچنے کی قدرتی مشکلات حایل ہین مگر اُسے یقین نہ آیا۔ اور اوس نے اپنے بادشاہ کے نام احکام اور دیگر خطوط و خفیہ کاغذ جلا دیئے۔ اور ایسی افراتفری مین چلدیئے کہ اپنا نکاح نامہ بھی تلف کر دیا۔ روانگی کیلئے ایک چھوٹا سا جہاز دریڈ تیار کر لیا گیا۔ اور چونکہ اوسکی بیوی کے ایام بہت قریب پہنچ گئے ہوئے تھے۔ اور اُسے جہاز پر سوار کرانا مناسب نہ تھا۔ اوسکی حفاظت کیلئے آسٹرین سفیر کی طرف خط لکھدیا گیا۔ مگر جب سفیر مذکور تک لیجانے کی ضرورت نہ پڑی۔ مؤلف

سامنے سے گذرنے کے بغیر شہر کے سامنے پہنچ سکتا ہے۔ اور باتریون کے مقابل سے گذرتے وقت وہ تم سے سو گنا زیادہ خطرہ مین مبتلا نہ ہوگا۔ بفرض محال اگر وہ تمہارے عالیشان دار الخلافہ کو منہدم بھی کردے تو یہ تو بتاؤ کہ وہ اپنے مٹھی بھر آدمیون سے اوسپر قابض کس طرح ہوسکتا ہے۔ اور ابھی منہدم کرنے سے پہلے اوس کے رستہ مین لڑائی سمندر اور خاصکر مخالف ہواؤن کے خطرات حائل ہین۔ اگر صرف ہوا ہی مخالف چلتی رہی تو وہ یہی نہین کہ کچھ نہین کرسکے گا بلکہ تب تک تمہارے بس مین ہوگا۔ پس صلاح وقت یہی ہے کہ اوسے باتون مین لگائے رکھو۔ اور نامہ و پیام مین جلد بازی سے محترز رہو۔ اسطرح تمہین وقت ملجائے گا۔ میری آخری نصیحت یہی ہے کہ تمہاری سلامتی اور تمہارے اعداء کی ذلت محض تمہارے طریق عمل پر منحصر ہے۔"

مجلس ابھی گرم ہی تھی کہ جرمنی سے دریائے وسٹولا کے کنارون سے ایک قاصد نپولین کا خط لیئے ہوئے پہنچ گیا جسمین نپولین نے سلطان کو حوصلہ قایم رکھنے کی سخت تاکیدین کی ہوئی تھین خط مذکور کی کچھ عبارت یہان بجنسہٖ نقل کردیجاتی ہے:- "بلند ہمت سلیم۔ اپنے طریق عمل سے ثابت کرکے دکھلا کہ تو محمد کے قابل جانشینون کا لائق اور سپوت بیٹا ہے۔ دیکھ وہ وقت آگیا ہے کہ تو اپنی تئین اون معاہدون سے جو تیرے حق مین مضر ہین آزاد ہوجائے۔ مین تیرا دوستانہ و تیرا رفیق تیرے لیے موجود ہون۔ اور پولنڈ کی درستی مین مصروف ہون۔ میری ایک فوج (ڈلمیشیا سے) ڈنیوب پر چڑھ کر روسیون کو پاڑ دینے سے آدھ جھنے کے لیئے تیار ہے۔ تو اونپر سامنے سے حملہ کر۔ میرا ایک بیڑہ تیرے دار الخلافہ اور بحیرہ اسود کی حفاظت کے لیئے طولون سے روانہ ہونے والا ہے۔ پس ہمت و حوصلہ سے کام لے تجھے اپنی سلطنت کی عظمت کو دوبارہ تازہ کرنے اور اپنے نام کو ہمیشہ کے لیئے یادگار چھوڑ جانے کیلئے پھر ایسا موقعہ کبھی نہین ملیگا۔"

سباسٹیانی کی تقریر اور اس خط کے مضمون نے سب کے حوصلے ابھار دیئے۔ دیوان نے پہلا فیصلہ منسوخ کرکے مقابلہ کرنیکا فیصلہ کردیا۔ اور شہر کی حفاظت کا انتظام سباسٹیانی کو سپرد کردیا گیا۔

انگریزی مورخ سر جان ڈکھورتھ پر بہت ناراض ہین کہ اوس نے کیون فوراً قسطنطنیہ پر حملہ نہ کردیا۔ اور اگر یہ نہ کیا تھا تو اپنے الٹی میٹم کے مطابق ہی کیون نہ عمل کیا۔ اوس مین سلطان کو ۲۴ گھنٹون کی مہلت شرائط مان لینے کے لیئے دیگئی تھی۔ معترضین کہتے ہین کہ ان چوبیس گھنٹون کے گذر جانے پر ہی اگر وہ حملہ کردیتا تو پھر بھی اپنے مدعا مین کامیاب ہوجاتا۔ مگر اس مین انگریزی امیر البحر کا کچھ قصور نہ تھا۔ اصل وجہ تو تیزی و بیکاری کی مخالف ہوا تھی۔ اور اوسکی اس بیکاری سے سباسٹیانی کی جنگی قابلیت اور مدبرانہ لیاقت نے پورا پورا فایدہ اوٹھایا۔ سباسٹیانی نے اپنی حسب مراد فیصلہ کراتے ہی دیوان کیطرف سے سر جان ڈکھورتھ کو الٹی میٹم کے متعلق ایسے انداز سے جواب دیا جس سے اوس کو بالآخر اپنی شرائط کے قبول کرلیئے جانے کا یقین ہوگیا اور اوس نے بیجا اجتناب کاری سے کام لینا مناسب سمجھا۔ اس طرح سباسٹیانی کو مطلوبہ مہلت ملگئی۔ اوس نے محلسرا کے باغات مین اپنے لیئے خیمہ نصب کراکے اپنے کل افسرون اور تقریباً ایک سو دیگر فرانسیسیون کو فصیلون کے مختلف موقعون پر باتریون کے نصب کرانے اور کام کرنے والون کو حوصلہ دلانے کے لیئے بکھیر دیا۔ سباسٹیانی کی مستقل مزاجی کا یہ نتیجہ نکلا کہ ...

کر گئی کل زن و مرد طفل مسلمان عیسائی یہودی رئیس سب کے سب مٹی ڈھونے۔ دمدمے تیار کرنے اور توپوں کو کھینچکر اوپر چڑھانے پر مصروف ہو گئے۔ اور کام اس عجلت سے ختم ہونے لگ گیا کہ گویا جنات تعمیر کر رہے ہیں پہلے دن یہ کام کیا گیا کہ بندرگاہ کے دہانہ پر اگن بوٹوں کی دوہری قطار اور سات جنگی جہاز کھڑے کر دیئے گئے۔ اور تین سو توپیں فصیلوں کی باڑیوں میں نصب کر دی گئیں۔ اور پانچ دن نہ گذرے تھے کہ تقریباً بارہ سو توپیں اور تیس ریڑے منہ کی چھوٹی چھوٹی توپیں) چڑھا دی گئیں۔ اور شہر کی حد کے اندر داخل ہونا ناممکن ہو گیا۔ دن بدن رعایا کی پرجوشی میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ خود سلطان کئی دفعہ پیدل زیر تعمیر باتریوں کا معائنہ کرنے گیا اور وزرا بڑے بڑے اہلکاروں کو ساتھ لیئے ہوئے کام کرنے والوں کے حوصلے بڑھاتے پھرتے تھے آخر باشندوں کے دل یہاں تک بڑھ گئے کہ ترک ملاح اپنی نازک نازک کشتیوں پر سوار ہو کر انگریزی جہازوں کے ارد گرد چکر لگانے۔ اور جو انگریزی کشتیاں ایک جہاز سے دوسرے جہاز کو جاتیں ان کو چھیڑنے لگ گئے جب قسطنطنیہ کی حفاظت کا سامان مکمل ہو گیا تو سینے(?) تھوڑوں پاشا نے ترکی بیڑہ سے انگریزی جہازوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا جسے اوسے بمشکل روکا گیا۔

دریں اثنا آربتھنا ناٹ بیمار ہو گیا۔ اور اوس نے نامہ و پیام کا کام بھی امیر البحر کی سپرد کر دیا۔ جو الٹی میٹم کے جواب کے لیئے قاصد پر قاصد دوڑاتا رہا مگر جوں جوں باتریاں تیار ہوتی گئیں ترکی وزرا کے جواب جو پہلے مہمل اور ملاطفت کے پیرایہ(?) ہوتے تھے۔ دن بدن زیادہ دلیرانہ اور سخت ہوتے گئے آخر انگریزی امیر البحر نے جب دیکھا کہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنا ناممکن ہو گیا ہے اور ترک پیچھے ڈارڈنیلز کی بھی ناکہ بندی کر رہے ہیں تو اوس نے سلامتی اسی میں دیکھی کہ جس طرح ہو سکے بحیرہ مارمورا کے پھندے سے باہر نکلکر کھلے سمندر میں پہنچ جائے۔ چنانچہ انگریزی بیڑہ یکم مارچ ۱۸۰۷ء کو لنگر اوٹھا کر واپس چل دیا۔ مگر اوس وقت ترک سب طرح سے تیار تھے۔ وہ بخیر ڈارڈنیلز سے نہ گذر سکا۔ ترکوں نے فرنچ افسروں کی نگرانی میں نئی توپوں سے ہی نہیں بلکہ پرانی قلعہ شکن[ل] توپوں سے بھی جو صدیوں سے نہیں چلائی گئی تھیں۔ اور ان میں پتھر کے گولے چلائے جاتے تھے ایسا کام لیا کہ ڈکورتھ نقصان کثیر اوٹھائے بغیر آبنائے سے نہ گذر سکا۔ اوس کے چھ سو آدمی قتل و مجروح اور دو کار وٹ غرق ہوئے۔ اور باقیماندہ جہازوں میں سے بھی اکثر کو کم و بیش صدمہ پہنچا۔ ڈکورتھ ۳ مارچ کو آبنائے سے گذر کر ٹنی ڈوس کے قریب روسی بیڑہ سے جا ملا روسی امیر البحر سینیاوین نے تجویز پیش کی کہ ایک دفعہ دونوں بیڑے ملکر قسطنطنیہ پر حملہ کریں مگر واپسی کے تجربہ نے انگریزی امیر البحر کو ایسا کرنے نہ دیا۔ اور باب عالی سے پھر نامہ و پیام شروع کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن سباسٹیانی کا اقتدار کمال کو پہنچ گیا ہوا تھا

ل یہ توپیں پیتل کی ہیں۔ اور اکثر دو دو حصوں میں جو پیچ سے آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ اور سنگی چبوتروں پر نصب ہیں۔ پہلے کسی کے نہیں سیرن ٹوٹی(?) مانٹ ۱۸۶۸ء میں جب توپ کو چلا کر دیکھا تھا وہ طرفداری(?) کے وقت کی بنی ہوئی تھی۔ اور ایک دفعہ کے چلانے پر سوا چار من بارود صرف ہوا تھا۔ ان میں تو دس دس من انگریزی کے سنگی گولے چلائے جاتے تھے۔ ہر ایک توپ کی نال کا قطر سوا دو فیٹ تھا ان سنگی گولوں سے انگریزی جہازوں کو بہت نقصان پہنچا تھا۔ مؤلف۔ ۱۲

انگریزی سفیر کے مراسلات کا اوس نے ایسا سخت جواب دیا کہ پھر اوس نے سلسلہ جنبانی کا نام تک نہ لیا۔ دونوں امیر البحر بہت حیرت ہو کہ کسیطرح سلطان کو ڈرا دہمکا سکیں جب کوئی تدبیر بن نہ آئی تو ڈکورتھ مالٹا کو چلدیا۔ اور وہان سے پانچہزار انگریزی فوج لیکر مصر پر حملہ کر دیا کہ شاید اسطرح سلطان فرانس کا ساتھ چھوڑنے پر مجبور ہو جائے۔

دربیولا قسطنطنیہ مین اس فتح پر دہوم دہام سے جشن منائے گئے۔ اور بہرکیف و مہ نے سباسٹیانی کو مبارکبادین دین۔ سلطان کے دل مین فرانسیسیون کی عزت و وقعت اور محبت درجہ کمال تک پہنچ گئی۔ اور اپنی ممنونیت کے اظہار کے لیے اوس نے خود سفیر کو شاہی باتری مین جاکر سباسٹیانی کو اپنے سامنے بلایا۔ اور سب کے سامنے اوس کا شکریہ ادا کر کے اوسے طبقہ ہلال کے اول درجہ کا نشان عطا فرمایا۔ اور یہی نشان ہسپانوی سفیر مارکوئیس ڈیلیمارا کو جس نے سباسٹیانی کی بہت تائید کی تھی۔ اور نیز فرنچ سفیر کے مشیر ایم زوئن کو جس کے تجربہ اور واقفیت نے سباسٹیانی کی مستعدی سے کچھ کم کام نہ دیا تھا عطا کیئے۔

کریسی صاحب کا یہ قول بالکل درست ہو کہ ڈکورتھ کے جہازات گذر جانے سے ترکون کا یہ عام یقین باطل ہو گیا کہ کفار کے جہازات آبنا سے گذر ہی نہین سکتے شہر کی حفاظت کے لیئے یہ ایسی سد سکندری موجود ہے جو ناممکن التسخیر ہے لیکن ساتھ ہی واپسی کے تجربہ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ اگر محافظین ہوشیار اور بیدار ہون تو آبنا سے مذکور مین سے گذرنا ناممکن نہی سخت ترین خطرہ سے کسیطرح خالی نہین۔ انگریزی بیڑہ کی ناکام اور نامبارک مراجعت سے قسطنطنیہ و دیگر طبقہ کے مسلمانون کے جوش اور حوصلے بہت بڑھ گئے۔ لیکن بدقسمتی سے اس کے ساتھ ہی جاہلانہ تعصب مین بھی بہت اضافہ ہو گیا۔ اور یوروپین لوگون اور یوروپین رسم و رواج اور آئین و ضوابط سے پہلے سے زیادہ نفرت پھیل گئی۔ اور یوروپین طریقون کے رواج دینے کے طرفدار غدار اور دشمن ملت و قوم سمجھے جانے لگے جس کا نتیجہ عنقریب ہی سلیم یا بالفاظ دیگر سلطنت عثمانیہ کے لیئے اچھا نہ ہوا۔

روسی بیڑہ پر حملہ۔ مصر پر انگریزی حملہ۔ محمد علی بانی خاندان خدیویہ۔

ترکون کو جب یہ معلوم ہوا کہ انگریزی بیڑہ تو مالٹا کو چلا گیا ہے مگر روسی جہاز ابھی تک ٹنی ڈوس کے قریب موجود ہین تو سید علی قپودان پاشا نے آبنا سے نکلکر اوس پر حملہ کر دیا۔ اور اوس کی بحری فوج نہایت شجاعت سے لڑی۔ لیکن فتح کا پانسہ دشمن کے حق مین پڑا۔ اور ترکی امیر البحر پھر دوارڈ نیلز کو ہٹ آیا۔ اس ناکامی کی وجہ یہ تھی کہ امیر البحر نے نشانون کے ذریعہ سے جو حکم ماتحت افسرون کو دیئے تھے وہ درست نہ سمجھے گئے تھے اس کوتاہی کی پاداش مین نائب امیر البحر کا سر قلم کر دیا گیا۔ تاہم یہ لڑائی فایدہ سے خالی نہ رہی روسی جہازات کو بھی لڑائی مین بہت نقصان پہنچا جن کی مرمت اور درستی کے لیئے روسی امیر البحر کو جزائر ایونین جانا پڑا۔ اور اس طرح سے قسطنطنیہ اور ترکی مقبوضات واقع بحیرہ روم کے درمیان جہازی آمد و رفت کا سلسلہ جاری

جہازون کیوجہ سے بند ہوگیا تھا پہر جاری ہوگیا۔ یہ لڑائی ۱۸۰۱ء مین ہوئی۔

انگریزی فوج کی مصر کی طرف روانگی کا اوپر ذکر ہوچکا ہے۔ اونہی اسباب و وجوہات سے جن سے نپولین کو مصر پر حملہ کرنے کی تحریک ہوئی تھی انگلستان نے عرصہ دراز سے مصر کے مملوکون سے دوستانہ تعلقات قایم کر رکھے تھے۔ ٹرکی سے علاقہ بگاڑ ہوجانے پر اوس نے خیال کیا کہ اس زرخیز اور اہم ترکی صوبہ پر قبضہ کرلینے کیلئے اب مناسب موقعہ اور معقول بہانہ ہاتھ آگیا ہے۔ مگر کاتبان تقدیر نے اس کام کیلئے ایک اور وقت معین کر رکھا تھا جس مین ابھی پورے ۷۵ برس کا وقفہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انگلستان ایسی ہوشیار ملک کے مدبرین سے یہ غلطی ہوگئی کہ اونہون نے مصر ایسے ملک کو فتح کرنے کیلئے صرف پانچہزار فوج کافی سمجھی۔ مگر اس مین کلام نہین کہ ظاہری اسباب بہت کچھ اون کے ممد و معاون تھے۔ اور اونکی بناء پر انگلستان کو ایسی امید رکھنے مین نا عاقبت اندیشی کا ملزم نہین ٹہیرایا جاسکتا مصر سے فرنچ فوج کی روانگی کے بعد کے واقعات کی مجمل بیان سے محولہ بالا اسباب اور انگریزی مہم کی ناکامی کی وجہ بخوبی واضح ہوجاینگے۔

فرنچ فوج روانگی کے بعد مصر کو ترکون تہوڑی سی انگریزی فوج اور مملوکون کے تصرف مین چھوڑ گئی تھی۔ باب عالی نے اوس کام کو جسے فرانسیسیون نے شروع کیا تھا بر سر تکمیل پہنچانے کیلئے اپنے گورنر محمد خسرو پاشا کو حکم دیا کہ آیندہ جرکس اور حبشی غلامون کی خرید و فروخت نہ ہونی دیجاوے۔

ناظرین کو غالبًا یاد ہوگا کہ مملوکون کی جماعت کی طاقت کے قیام کا بڑا باعث یہی تہا کہ اوس مین ہمیشہ تازہ دم اور نوجوان نئے غلامون کے بھرتی ہوتی رہتی تھی۔ پاشاء نے جب حکم کی تعمیل کرنی چاہی تو مملوک بگڑ گئے۔ اور اپنے دو سرغنہ سردارون مسمیان عثمان باردیسی اور محمد الفی کے ماتحت جمع ہوکر بمقام ساری چشمہ ترکی فوج کو کامل زک دی۔ خسرو پاشا نے اس شکست کا باعث یہ بتایا کہ اوس کا ایک ماتحت فوجی افسر جو ایک ہزار البانوی سپاہیون کا کمانڈر تھا۔ ترکی فوج مین موجود نہ تھا۔ شکست کے بعد اوس نے اس افسر کو فوج مین آکر شریک ہونیکے لئے بلا بھیجا۔ مگر اوس کا ارادہ یہ تہا کہ اوسے آتے ہی قتل کرادے۔ افسر مذکور کو پاشا کے ارادہ سے اطلاع ہوگئی۔ وہ اپنے دستہ سمیت قاہرہ مین موجود تھا۔ اسپر وہ مملوکون کے ساتھ ملگیا۔ اونکے دروازہ کھولکر اوسپر اونکا قبضہ دخل کرادیا۔ محمد علی بانی خاندان خدیویہ بھی افسر تھا۔ جو مقدونیہ کے قصبہ قوالا مین پیدا ہوا تھا۔ قاہرہ مملوکون کا تصرف کرادینے کے بعد اوس نے مع فوج باردیسی کی ملازمت اختیار کرلی۔ اور پھر خسرو پاشا کے مقابلہ کیلئے باہر نکل کر یہ ہلوادسے دمیاط کی طرف ہٹا دیا۔ اور پھر گرفتار کرکے وسے بجرم سنہ جولائی ۱۸۰۳ء مین قاہرہ بھیجدیا۔ تہوڑا عرصہ بعد مملوکون مین پھر پھوٹ پڑگئی جس سے فائدہ اوٹھاکر محمد علی نے اپنی فوج کی جمعیت کو بہت بڑہالیا۔ اور ساتھ ہی خوش سلوکی سے مصریون مین بھی ہر دلعزیزی پیدا کرلی۔

ورنیولا باردیسی نے باشندگان قاہرہ پر سنگین محصول لگادیئے کہ وہ تنگ آگئے۔ اور اونہون نے باردیسی کو شہر سے خارج کرکے پھر خسرو کو اپنا گورنر بنالیا۔ مگر محمد علی اور دیگر البانوی افسرون نے اوسے پاشا تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ اور اوس کو جہاز

ہوا کر کے قسطنطنیہ بھیجدیا۔اوسکی جگہ خورشید پاشا گورنر بنایا گیا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ جب تک البانیون کا غلبہ ہے تب تک جس طرح پہلے ترکی گورنر مملوکون کے ہاتھ مین کٹھ پتلی ہوا کرتا تھا۔اسیطرح اب ان کوہتانیون کے ہاتھ مین کٹھ پتلی رہیگا۔چنانچہ جب اوس نے اپنا اقتدار کسیقدر قایم کر لیا۔تو وہ ان کوہتانیون کو جو فرانسیسیون کو مصر سے نکالنے کے لیئے ترکی فوجین بھرتی ہوکر آئے تھے۔ملک سے خارج کرنے کے درپے ہوگیا۔اور کئی البانوی افسرون کو واپس بھیجنے مین کامیاب بھی ہوگیا۔مگر جب محمد علی کی نوبت آئی تو رعایا نے جسے ہمیشہ محمد علی سے مدد ملتی رہتی تھی۔اوس کی روانگی کی مخالفت کی۔اور خورشید کو معزول کر کے اوس کی جگہ محمد علی کو مصر کا پاشا بنا دیا۔باب عالی یورپ کی جھگڑون مین ایسا مبتلا تھا کہ اُسے اپنی افریقی مقبوضات کیطرف متوجہ ہونے کی کوئی فرصت نہ ملتی تھی۔علاوہ برین محمد علی چونکہ خود ترکی فوج کا ہی ایک افسر اور بدین لحاظ ترک تھا۔اوس کی انتخاب سے باب عالی کو کسیطرح کا اندیشہ نہین ہوسکتا تھا۔وہ صرف یہ امر مدنظر رکھتا تھا کہ کسیطرح مملوکون کا پھر غلبہ نہ ہونے پائے۔ باب عالی نے محمد علی کو باضابطہ بتاریخ ۹ جولائی ۱۸۰۵ء مصر کا گورنر تسلیم کر کے اوسے سند شاہی بھیجدی۔اور سالانہ خراج جسمین اون محاصل کی جو صوبہ کے انتظامی اور فوجی اخراجات کے بعد خزانہ سلطانی مین داخل ہونے چاہیئے تھے سالانہ مقدار [illegible] لاکھ قرش مقرر کردی۔نئے پاشا نے عنانِ حکومت ہاتھ مین لیتے ہی زبردست فوج تیار کر لی۔اور ملک مین نظام و امن قایم کر کے فرانس کے ساتھ جس کی حملہ آور فوج کے اکثر افسر اور قابل اشخاص مسلمان ہوکر مصر مین ہی مقیم ہوگئے تھے۔اور وطن واپس نہ گئے تھے دوستانہ تعلقات پیدا کر لیئے۔

مملوک محمد علی کے مقابلہ کی طاقت نہ پاکر اب پھر بالائی مصر کو ہٹ گئے ہوئے تھے۔مگر وہ بھی جوڑ توڑ سے بےفکر نہ تھے۔انھون نے محمد علی اور ترکون کو مصر سے نکالنے کیلیئے انگلستان سے مدد کی استدعا کی۔اور ملک کی باہمی تقسیم کا اقرار ہوجانے پر انگریزون نے مملوکون کو مدد دینے کا وعدہ کیا۔تجویز یہ ہوئی کہ انگریز اسکندریہ پر حملہ کرین۔محمد علی لازمی طور پر اون کے مقابلہ کیلیئے قاہرہ سے روانہ ہوگا۔اس اثنا مین مملوک بالائی مصر سے حملہ آور ہوکر قاہرہ پر تصرف کرلین۔اور پھر دونون فوجین محمد علی کو دونون طرف سے بیچ مین لیکر نیست و نابود کر دین۔مگر انگریزون نے فوج اتنی تھوڑی بھیجی کہ وہ محمد علی کی جدید فوج کو پامال کرنے کے لیئے جو فرنچ متوطن اور نو وارد افسرون کی نگرانی مین یوروپین اصول پر تیار کیگئی تھی۔ہرگز کافی نہ تھی۔اس فوج کی جمعیت صرف پانچ ہزار تھی جس نے جنرل فریزر کے زیر کمان ۲۰ مارچ ۱۸۰۷ء کو اسکندریہ پر بآسانی قبضہ کر لیا۔اور پھر دمیاط کو بھی لیلیا۔مگر راشد (رشید) پر حملہ کرنے مین اُسے سخت ناکامی ہوئی اور وہ مجبوراً اسکندریہ کو لوٹ آئی۔اور محمد علی نے فوج کا کچھ حصہ قاہرہ کی حفاظت کے لیئے چھوڑ کر باقی فوج سے انگریزون کا اسکندریہ مین محاصرہ کر لیا۔اور آخر کئی مہینون کی بیہودہ معرکہ آرائیون سے تنگ آکر جنرل فریزر نے ستمبر ۱۸۰۷ء مین محمد علی سے اس شرط پر صلح کرلی کہ انگریزی فوج کو بعزت مصر سے چلا جانے دیا جائے۔فریقین نے اسیران جنگ کا تبادلہ کر لیا۔اور انگریزی جنرل کئی ہزار آدمی بیماری اور جنگ کی نذر کر کے واپس چلا گیا۔اور انگلستان کو اپنے دوستون کی [illegible] کرنے کا یہ ثمرہ ملا کہ اوس کی یہ فوج جو براعظم یورپ مین نپولین کے خلاف بہت کچھ کام دیتی یہی نہین کہ بیٹھے بٹھائے کچھ کام ہی نہ دیسکی

بلکہ تقریباً ضائع ہو گئی۔

ادہر باب عالی کو جب انگریزی حملہ کی خبر پہنچی تو اوس نے انگلستان سے بر خلاف اعلان جنگ کر کے کل انگریز سوداگرون کی جائداد ضبط کر لی۔ اور فرانس سے باضابطہ اتحادی معاہدہ کر لیا۔ مگر انگریزی وزراء نے اس موقعہ پر مجبوری یا عاقبت اندیشی سے کام لیکر بات کو زیادہ نہ بڑہنے دیا۔ بلکہ اس ایک غلطی کی تلافی مین سواحل شام اور بحیرہ مجمع الجزائر سے اپنے بیڑون کو بھی واپس بلا لیا۔ اور اسطرح فریقین مین کشمکش زیادہ نہ بڑہنے پائی۔

انگریزی بیڑہ کے بعد روسی بیڑہ بھی بحیرہ مجمع الجزائر سے نکل چکا تھا۔ اب سواحل شام کی بھی دشمنون کے جہازون سے مخلصی ہو گئی۔ اور مصر مین بھی کامیابی کا پانسہ ترکون کے حق مین رہا۔ الغرض سلطنت کے جنوبی حصص مین ترکون کو خاصہ غلبہ حاصل رہا۔ شمال مین دریائے ڈینیوب کے کنارون پر ترکی اور روسی فوجین تقریباً برابر رہین کسیکو دوسرے پر نمایان فایدہ حاصل نہ ہو سکا۔ روسیون کے ہاتھ تو نپولین کے حملہ پولینڈ و پروشیا نے باندہ رکھے تھے۔ اور ترک بھی اندرونی جھگڑون کی وجہ سے شمالی مین اپنی پوری طاقت سے کام نہ لے سکتے تھے۔ چنانچہ یہ محاربہ جو ۱۸۰۶ء مین شروع ہو کر ۱۸۱۲ء مین عہدنامہ بخارسٹ پر ختم ہوا تھا بلحاظ اہمیت اور نتیجہ خیزی مین کل روسی ترکی محاربون سے اقل ترین مرتبہ رکھتا ہے۔ عرصہ دراز تک سلوبوسیا کی التوائی معاہدہ سے فریقین مین جنگ ملتوی رہا۔ اور اس کے بعد بھی جب شروع ہوا۔ تو ویسی ہی بیدلی سے۔ سلطان سلیم نے اعلان جنگ کرتے ہی نپولین کے وعدہ امداد سے دلیر ہو کر روس کو مقابلہ کیلئے لمبی چوڑی تیاریان کر لی تھین۔ بوسنیا کا پاشا سرویا کے باغیون کو روسیون کے ساتھ ملنے سے روکنے کیلئے سرویا مین داخل ہو گیا تھا۔ اور وزیر اعظم ینگچریون اور ایشیائی جاگیر دارون کی فوج کے ساتھ شوملہ کو بھیجدیا گیا تھا۔ اور مصطفی بیرقدار رسچک کے پاشا کو جس نے پندرہ ہزار فوج البانیون کی خود تیار کی ہوئی تھی والیشیا مین داخل ہونیکا حکم دیا گیا تھا۔ نظام جدید کے سپاہیون کی نسبت قرار پایا تھا کہ وہ باسفورس اور ڈارڈنیلز کے قلعون اور بعض ایشیائی چھاونیون مین مقیم رہین۔ مگر شومیٔ قسمت سے جو فوج قسطنطنیہ سے میدان جنگ کو بھیجی گئی۔ وہ ڈینیوب تک پہونچنے بھی نہ پائی تھی کہ اوسکی ترتیبین سب مختل ہو گئی۔ ایشیائی جاگیر دارون کی فوج کے ساتھ قرمان کے پاشا کی جو سلیم کی اصلاحات کا سرگرم معاون تھا۔ یوروپین طریق پر تیار کی ہوئی پلٹنین بھی شامل تھین۔ وہ اس فوج کو لیئے ہوئے چلا جاتا تھا کہ ینگچریون اور دیسی طریق کی دیگر مخالف افواج کا جم غفیر مقام بابا اسکی جو دریا پر واقع ہے۔ اچانک اوسپر ٹوٹ پڑا۔ قرمانی فوج جی توڑ کر لڑی۔ مگر کثرت اعدا نے اوسکی کوئی پیش نہ جانے دی۔ اور وہ شکست کھا کر منتشر ہو گئی۔ انہی خرابیون کی وجہ سے ترک والیشیا مین روسیون کی کمزوری سے کچھ فایدہ نہ اوٹھا سکے۔ ادہر مخالفان اصلاح کا پلہ روز بروز بھاری ہوتا جاتا تھا جن کے سامنے آخر سلطان سلیم کو سر تسلیم خم کرنا پڑا۔

فوج یمق کی بغاوت اور سلطان سلیم کی معزولی

سلطان سلیم کی بیدار مغزی حب الوطنی اور جانفشانی زندگی مین کسی کے کام نہ آئی مگر

خود سپاہ کی اصلاح یا تنظیم کیلئے جو اوصاف نہایت ضروری ہیں وہ اوس میں موجود نہ تھے۔ وہ خود جنگی لیاقت نہ رکھتا تھا مزاج برآن متلون اور جابر نہ تھا۔ اور ایسے کام نرم دلوں سے پایۂ تکمیل نہیں پہنچتے۔ اس نرم مزاجی کا اوسے خمیازہ بھگتنا پڑا۔

ناظرین کو صفحات ماقبل سے پتہ تو معلوم ہوچکا ہے کہ کل ینگچری فوج اور تقریباً تمام مسلمان رعایا بلا تمیز عالم و جاہل (کیونکہ ہمارے اکثر علمائے دین بھی ہماری شامت اعمال سے جاہلانہ تعصب۔ استبداد و کورانہ تقلید اور مخالفت زمانہ میں جاہلوں سے کم نہیں) سلطان کی اصلاحات فوجی سے ناراض تھی۔ تاہم چند روشن خیال پاشا اور بالخصوص شیخ الاسلام اوس کے ہمخیال تھے اور شیخ الاسلام کیوجہ سے وہ اوس کے ماتحت علماء علانیہ اپنی ناراضگی کا اظہار نہیں کرسکتے تھے۔ یہ شیخ الاسلام ۱۲۱۳ھ کے شروع میں راہی ملک بقا ہوگیا۔ سلطان نے اوسکی جگہ عطاء اللہ افندی رومیلیا کے قاضی عسکر کو شیخ الاسلام مقرر کیا۔ یہ غدار اس وقت تک بظاہر سلطان کے ہمخیال ہو کر اپنے آپکو اصلاح کا معاون جتاتا رہا تھا۔ یہ سب بناوٹی باتیں تھیں۔ اور صرف سلطان کا منظور نظر بننے اور اعلیٰ مدارج حاصل کرنیکے لئے تھیں۔ ویسے وہ سخت مخالف تھا۔ شیخ الاسلام بننے کے بعد اوسے اپنی خباثت سے کام لینے کا موقعہ ملگیا اسی اثنا میں سلطان نے کسی امر پر اوسے کچھ سرزنش کی جس سے وہ سلطان کی اصلاحات کا ہی مخالف نہ رہ گیا۔ بلکہ خود سلطان کا بھی دشمن جان بنگیا۔ اور موسیٰ پاشا نائب مقام وزیر اور ینگچری سرداروں کے ساتھ ملکر سلیم کے برخلاف سازشیں کرنے لگ گیا تحریک گو اس نے کر لی تھی۔ مگر سلطان کو معزول کرانے میں سب سے زیادہ جد و جہد جس دشمن ملک و ملت نے کیا وہ موسیٰ پاشا تھا۔ یہ شخص ۲۰ برس سے دربار میں دخیل تھا۔ اور بظاہر ایسا گربہ مسکین بنا رہتا اور ایسے بااثر افسروں کی ایسی خوشامد و لجاجت کیا کرتا تھا کہ کسی کو اوس سے کبھی اوس کام کی توقع نہ ہو سکتی تھی جو آخر اوسنے کر دکھایا۔ البتہ جزار پاشا والی عکہ ایک ایسا شخص تھا جو اوس کے خبث باطن کو بھانپ گیا تھا۔ اور اوسنے پیشگوئی کردی تھی کہ یہ شخص جو بظاہر مسکین و عاجز اور فرمانبردار معلوم ہوتا ہے۔ ویسا ہی اندر سے سیاہ اور شرارت کا پتلا ہے۔ یہ مار آستین سے کم نہیں۔ اور کسی دن سلطنت کو اسکی بدولت بہت مصیبتیں اٹھانی پڑیں گی۔ سلیم اوس کی مسکینی اور غربت سے دھوکہ کھا گیا۔ اور اوسنے اس شخص کو بایں توقع نائب مقام وزیر کے اہم عہدہ پر مقرر کردیا کہ وہ اس منصب جلیلہ کی نمائشی شان و شوکت سے مسرت پاکر اوس کے اختیارات کو بڑھنے کا کبھی خیال تک نہ کرے گا۔ اوسکی یہ توقع غلط ثابت ہوئی موسیٰ بظاہر سلطان کا ایسا فرمانبردار بنا رہا کہ سلیم کو اوسکی نسبت کسیطرح کا شائبہ شبہ پیدا نہ ہوا۔ اور ہر وہ علماء اور ینگچریوں کے سرداروں سے ملگیا۔ انگریزی بیڑہ کو بحیرہ مارمورا سے گئے ہوئے ابھی دو مہینے ہوئے تھے کہ سلطان نے بھاء باسفرس کے قلعوں کی محافظ سپاہ کی وردی میں کسیقدر تغیر کیئے جانے کا حکم دیا۔ اس حکم سے موسیٰ کو اپنی بد ذاتی دکھانیکا خاصہ موقع ملگیا۔

ینگچریوں کے ڈینوب کیطرف بھیجدیئے جانے کے بعد علاقہ طرابزون کے چھ ہزار ایشیائی سپاہی نظام جدید کی فوج کے ساتھ شامل کرکے باسفرس کی باتریوں کی حفاظت پر مامور کر دیئے گئے تھے۔ یہ سپاہی یمق تابیہ لی پکارے جاتے تھے۔ اون کو بھی وہی تنخواہ ملتی تھی جو نظام جدید کے سپاہیوں کی تھی۔ اور دیگر مراعات میں بھی اون سے وہی برتاؤ کیا جاتا تھا۔ سلطان کو منشا یہ تھی کہ اس سلوک اور نیز رفاقت نظام جدید فوج کے ساتھ رہنے سے اونپر بھی صحبت کا اثر ہو جائیگا۔ اور وہ خود بخود فوج نظام میں

داخل ہونے پر رضامند ہو جائیں گے۔ موسی نے اس حکم سے پہلے ہی اپنے گماشتوں کی معرفت مفتی کے خیالات سلطان اور جدید فوج کی طرف سے فاسد کرنے شروع کر دیئے ہوئے تھے۔ گماشتے ان سپاہیوں کو بہکاتے رہے کہ تم دیکھتے ہو کہ تمہیں نئی فوج میں شامل ہو جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان بدعتیوں کی جنہوں نے کفار کے ملبوسات اور رسم و رواج کو سلطنت میں داخل کر کے اسلام کو خراب کرنا شروع کر دیا ہے کیا واسطہ ہے۔ ان کا لباس پہننا مسلمانوں کے لیئے موجب شرم ہے۔ سلطان کا تو خیال تھا کہ جمعیت و رفاقت کی وجہ سے ہی نظام جدید میں داخل ہو جانے پر رضامند ہو جائیں گے۔ اور ادھر موسی کے قائمقام نے اپنی ابلیسانہ تدبیروں سے ان کو الٹا ایسا برگشتہ خاطر کر دیا کہ دونوں فوجوں کے سپاہیوں میں لڑائی جھگڑے برپا ہو گئے۔ سلطان کو اس مخالفت کی کوئی خبر نہ تھی جب موسی نے دیکھا کہ ینی چری اور نظام جدید میں اسقدر رنجش بڑھ گئی ہے کہ ایک چھوٹی سی چنگاری سے بھی ان میں آتش حرب بھڑک اٹھے گی۔ تو اسی سلطان کی تبدیل پوشاک کا متذکرہ صدر حکم صادر کرا دیا۔ اور محمود آفندی اپنے ایک نائب کو ساتھ فوج ینی چری کی تنخواہ کا بقایا بھیجکر ساتھ ہی اس نے نظام جدید کی چند وردیاں دیدیں۔ محمود آفندی نے پہلی تنخواہ تقسیم کی۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ تقسیم تنخواہ کے دن ملازموں میں ایک غیر معمولی سی خوشی پائی جاتی ہے۔ یہی حالت ینی چری فوج کی تھی کہ محمود آفندی نے وردیاں نکالکر سپاہ اور اوس کے افسروں کو سلطان کی منشاء سے آگاہ کیا۔ وردیوں کو دیکھکر ینی چری طاہیہ لی جنکو پہلے ہی اچھی طرح سے برگشتہ خاطر کر دیا گیا ہوا تھا کسیقدر بڑبڑائے جسپر محمود آفندی نے دھمکی دی کہ بصورت نافرمانبرداری اونہیں سزا دی جائے گی۔ اس دھمکی سے ینی چری فوج کا غصہ اور بڑھ گیا اور انہوں نے ہتھیار اوٹھا لیئے۔ یہ رنگ دیکھکر نظام جدید کے سپاہی جو قریب موجود تھے محمود آفندی کی مدد کو آگئے۔ اور فریقین میں لڑائی شروع ہو گئی۔ یہ تنازعہ پہلو باسفرس کے یورپ ساحل کے قلعہ رومیلی قواق میں ہوا۔ وہان سے دوسرے قلعوں میں بھی فوراً خبر پہنچ گئی۔ اور جا بجا فوج ینی چری اور نظام جدید میں تلوار چلنے لگی۔ محمود آفندی بیوک درہ کی گھاٹ سے کشتی پر سوار ہوتا ہوا ہلاک کر دیا گیا۔ یہی سلوک ایشیائی ساحل کے قلعوں کے کمانڈر کے ساتھ ہوا۔ اور فوج نظام کے سپاہی قلعوں کو چھوڑکر اپنی پرانی بارکوں میں چلے گئے۔ دیوان نے اطلاع ملنے پر محمود آفندی کے قاتلوں کی تلاش کا حکم دیا۔ مگر موسی نے یہ کہکر ٹالدیا کہ اوسکی موت محض اتفاقیہ تھی ینی چری اطاعت کے لیئے تیار ہیں۔ چنانچہ دیوان نے اپنی طرف سے کوئی انتظام فساد کو روکنے کے لیئے نہ کیا۔ لیکن موسی کا یہ صریح دھوکہ تھا ینی چری ہرگز مطیع ہونا نہیں چاہتے تھے سپاہ ینی چری بیوک درہ میں جمع ہوئے۔ اور اپنے ایک سردار قباقچی اوغلی کو افسر اعلیٰ مقرر کرکے اوسے حیات و ممات کا اختیار کل دیدیا۔ اس انتخاب کے بعد تین دن تک بظاہر مکمل امن رہا۔ لیکن درحقیقت ینی چری باغیوں نے بغاوت کی تدبیروں کو سوچنے اور اپنی طاقت کو مضبوط کرنے میں صرف کیئے۔

٢٧ مئی کو قباقچی چھ سو ینی چری لیکر قسطنطنیہ میں داخل ہوا۔ شہر میں داخل ہونے سے پہلے ان تین باتوں کی حلف لیلی تھی (١) اہل فرنگی رعایاء اور ترک کے جان و مال کی حرمت کیجائے گی۔ جو خلاف ورزی کرے وہ واجب القتل ہوگا۔ (٢) مفتی و علماء کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کیا جائے گا۔ (٣) سپاہی میدان میں جمع ہوکر اون مطالبات کو تجویز کریں جو باب عالی سے کیئے جانے ضروری

سمجھو جائین بلکہ اٹھن سے لگیں کہ ایک ننگی تلوار زمین پر رکھدیگئی۔ اور سب اوس کے اوپر سے گذر گئے۔ تنقیجی کی کسی نے مزاحمت نہ کی نظام جدید سلطان کی حکم سے بارکون مین بیٹھی رہی کیونکہ موسٹے نے سلطان کو یقین دلا دیا تھا کہ ینی چری کسی فساد کی نیت سے شہر مین نہین آتے۔ وہان آٹھ سو ینگچری رستہ مین تنقیجی کے ساتھ شامل ہوگئے۔ یہ تمرہ پہلے بحری فوج کی بارکون کو گیا۔ فوج نے کوٹھے کے پھاٹک بند کر لیے۔ اور مقابلہ کے واسطے تیار ہوگئی۔ مگر باغیون کے کہنے سننے سے آخر اونکی ساتھ شریک ہوگئی۔ اسیطرح فوج توپخانہ نے کیا۔ جس سے باغیون کی جمعیت اسقدر بڑھ گئی کہ ادہر فوج جدید اپنی بارکون مین زندگی سے مایوس ہو بیٹھی اور دوسری طرف سلطان کے حواس باختہ ہو رہے تھے۔ تنقیجی نے آتمیدان مین جو صدیون سے باغی ینگچریون کا میدان اجتماع چلا آتا تھا پہنچکر بہ نشان مقابل ہر ینگچری پلٹن کی دیگین منگوا کر الٹی رکھوا دین۔ اور اپنے ہمراہیون کو مخاطب کر کے حسب ذیل تقریر کی۔

"اے دوستو۔ اس گھڑی ہمارے دشمن مقہور ہونیوالے ہین۔ خداوند کریم ہماری مدد کرے گا۔ اس امر کا اظہار اوسکی مشیت سے ہے پس ہم عثمانلو کی مملکت سے اس شجرہ ملعونہ کو جو ینگچریون کی خرابی کا باعث ہوا ہے بیخ و بن سے اکھاڑ دین گے یہ کام خدا اور رسول نے مسلمانون کو نصاریٰ کے لباس مین آراستہ کر کے کفار کے مشابہ بنا دیا ہے۔ اور دین مین فتنے برپا کر دیئے ہین۔ نظام جدید کے سپاہی اسیارہ مین مقصود ہین۔ اون سے مخاصمت روا ہے ہین حسب باطن پاشاؤن اور بحسب ظاہر امراء نے جو بدعت کے رواج ورنق کا باعث ہین۔ ایمان کی پاکی کو نجاست سے بدل دیا ہے۔ اور فوج ینگچری کے رذیلہ ہین جو دولت عثمانیہ کا ستون ہے خلل ڈالدیا ہے اون سے جلد انتقام لینا چاہیئے۔"

یہ کہکر اوس نے جیب سے کاغذ نکالا۔ اوس مین اون لوگون کے نام درج تھے جو اوسکی رائے مین واجب القتل تھے اور سب سے اول سلطان کے مشیرون اور وزراء کے نام تھے اس فہرست کو پڑھ کر حکم دیا کہ ان لوگون کو لاکر یہان قتل کرو۔ سپاہی گروہ در گروہ شہر مین پھیل گئے کئی سردار گھرون مین قتل کئے گئے۔ اکثر یہودیون اور نصاریٰ کے مکانون مین جا چھپے۔ ادہتیرہ سردار (ابراہیم نسیم آفندی۔ ابوبکر آفندی حاجی ابراہیم آفندی۔ صافی آفندی واحمد آفندی وغیرہ) زندہ گرفتار ہو کر تنقیجی کے سامنے لائے گئے۔ اور آتمیدان مین قتل کئے گئے تین ساعت تک شہر مین ہنگامہ عظیم برپا رہا۔ عہدہ داران شہر سے فارغ ہو کر تنقیجی نے بستانجی باشی مصاحب سلطانی کو قتل کرنے کے لیے طلب کیا۔ سلطان نے اوس کے دینے سے کچھ تامل کیا۔ بستانجی باشی نے دیکھا کہ اگر کچھ بھی توقف ہوا تو باغی قصر شاہی پر حملہ کر کے بادشاہ کو قتل کر دین گے۔ اوس نے بادشاہ سے التجا کی کہ میرے دینے مین کچھ تامل نہ کیا جائے۔ بادشاہ نے آخر مجبور ہو کر جلاد کو اوس کے قتل کا اشارہ کیا۔ اور اوسکا سر باغیون کے پاس بھجوا دیا۔ سلیم نے ساتھ ہی باغیون کو خوش کرنے کے لیے نظام جدید کی موقوفی کا فرمان صادر کیا۔ اور ظن غالب تھا کہ خود سلطان فرمان سے خوش ہو جاتے۔ مگر موسیٰ پاشا جسنے اب تک منہ سے بالکل نقاب اوٹھا دیا تھا اور کھلم کھلا باغیون کے ساتھ جا ملا تھا۔ اور عطاء اللہ نے سرداران ینی چری کو کہا کہ اگر بادشاہ کو تخت پر رہنے دیا گیا تو وہ تا بلوغ اپنے پر ضرور اس کا بدلہ لیگا۔ اسپر تنقیجی نے مقتولین کی لاشون کیطرف اشارہ کر کے ہمراہیون کو ان الفاظ مخاطب کیا "اے گروہ تمہارے دشمن قتل ہو گئے ہین۔ کیا تمہاری ابتک تسلی ہوگئی ہے یا نہین۔ علاوہ برین سلطان نے جدید فوج کی موقوفی کا بھی وعدہ کر لیا ہے۔ پس اب کس بات کا خطرہ و اندیشہ ہے؟" اور ساتھ ہی آہستہ سے

یہ کہدیا کہ "یہ بادشاہ ہمارا دشمن ہے۔ ہم سے کبھی راضی نہ ہوگا۔ اس بارہ میں مفتی سے فتویٰ طلب کرو"۔
سپاہ نے مفتی سے یہ مغالطہ دہ استفتا کیا "کیا ایسا بادشاہ جو قرآن کے برخلاف عمل کرتا ہو بادشاہی کے لائق ہے؟"
شیخ الاسلام نے جواب دیا "ہرگز نہیں"۔ قبقجی نے سپاہ کو جواب استفتا سے آگاہ کیا جس پر سب نے یکزبان ہوکر کہا کہ بادشاہ سلیم
کو تخت سے اتار کر مصطفےٰ کو تخت نشین کیا جائے۔ قبقجی نے مفتی کو کہا کہ تم قصر شاہی میں جاکر سلیم کو فوج کے فیصلہ سے اطلاع کردو
تاکہ اگر وہ خود بخود تخت چھوڑ دے تو جدال و قتال کی ضرورت نہ رہے گی۔ بدکار مفتی غمگین صورت بنائے ہوئے سلطان کے سامنے گیا اور
ناصح غمگسار بن کر کہا "سلطان میں نے کئی دفعہ نصیحت کی اور اسلامی فوج کو بھی روکتا رہا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اب فوج ینگچری نے
تمہارے چچا زاد بھائی کو سلطان بنا دیا ہے۔ تقدیر کے سامنے دم مارنے کی جگہ نہیں"۔ سلطان نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ اور نہایت خوشی سے تخت
سے اٹھ کر اپنے پرانے مکان کو جہاں عمر کے پہلے ۱۸ برس بسر کیے تھے تن تنہا چلدیا۔ رستہ میں مصطفےٰ ملا جو تخت پر بیٹھنے کیلئے جا رہا
تھا۔ سلیم نے اوس سے کہا "بھائی میں نے پرانی فوج کو فنون سپاہگری سے عاطل اور مقابلہ دشمن میں زبون دیکھ کر نظام سلطنت کی تقویت
اور اصلاح و فلاح دین کیلئے فرنگیوں کے آئین جنگی کے مطابق نئی سپاہ تیار کی تھی۔ پرانی فوج نے فساد کرکے مجھکو معزول اور تجھکو بادشاہ
بنا دیا ہے۔ میں اپنے پرانے گھر جاکر باقی عمر بسر کرتا ہوں۔ تو تخت پر بیٹھ اور حکمت و عقل اور تدبیر سے بادشاہی کر"۔
مصطفےٰ اکھڑے کھڑے یہ باتیں سنیں۔ اور ایوان شاہی کو چلا گیا۔ اور سلیم شہزادگان کی نظربندی کے محل میں جا پہنچا
وہاں مصطفےٰ کا چھوٹا بھائی محمود بھی نظربند تھا۔ سلیم نے اوس سے معانقہ کیا۔ اور دونوں کچھ دیر خوب دل کھولکر روئے۔ سلیم نے بقیہ عمر
بھی بے مصرف نجانے دیا۔ اوس نے شہزادہ محمود کو اپنی شاگردی میں لیکر اوسے جہانبانی کے اصول سے واقف کیا اور اپنے دو نہایت معلوم
نظیر پیش کرکے اوس کو ذہن نشین کر دیا کہ خواہان اصلاح فرمانروا کو نہ صرف اپنے ملک بلکہ اپنی ذات کے بچاؤ کے لیے بھی بڑی احتیاط
میں سے ہے کہ وہ کمزوری اور نرمی سے بچتا رہے۔ سلیم کی یہ نصائح بیکار نہ گئیں۔ محمود نے اون کو دل میں جگہ دی اور
بادشاہ ہونے پر ایسے استقلال اور جوانمردی سے کام لیا کہ جو روگ پے درپے کئی سلطانوں سے دور نہ ہوسکا تھا آخر اوس کی اوس
کی ہمت و کوشش سے ہمیشہ کیلئے معدوم ہوگیا۔

سلیم کا عزل اور مصطفےٰ چہارم کا نصب ۲۹ مئی ۱۸۰۷ء کو واقع ہوا۔ ایک انگریز سیاح سر جان ہوب ہاؤس جو ان واقعات سے
چند ماہ بعد البانیا اور ٹرکی کی سیاحت کو آیا تھا سلیم کی بہت تعریف کرتا ہے۔ اوسکا بیان ہے کہ "وہ بہترین بادشاہوں بلکہ بہترین سلطانان عثمانیہ
میں سے ایک تھا۔ بلکہ اوس نے اپنے ملک کے لیے جو نئی آئین تجویز کرکے اوس کے نفاذ کی کوشش کی تھی کیا بلحاظ عظمت و وسعت تجویز اور کیا بلحاظ
مفید و سود مند دستور و تجاویز کی جدت کے کسی ملک کی تاریخ میں آئین مذکور کی نظیر نہیں ملتی"۔ سلیم کی ناکامی کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ
"وہ برمحل اور وقت مناسب کو پہنچ جانے سے پہلے فوراً اپنا ارادہ قائم نہیں کرسکتا تھا۔ اور علاوہ برآن جب اوسکی تجویز کی تنفیذ کا موقع
پہنچا تو وہ اوس کیلئے تیار نہ تھا"۔ تاہم اوس نے جو بیج بو دیا تھا وہ اکارت نہ گیا۔ اور کم از کم قوم اور اوس کے بادشاہوں پر یہ اچھی
طرح سے ثابت ہوگیا کہ حکومت اور ینگچری دونوں موجود نہیں رہ سکتے۔ بہر حال آخر الذکر کا معدوم کرنا ضروری ہے۔ ورنہ دونوں

معدوم ہو جائیں گے۔"

سلیم کے عہد حکومت کے آخری چھ سات برسوں میں وہابیان نجد کو بھی عرب و حجاز میں متواتر فتوحات کر کے بہت بڑا انتہا کا جاہ حاصل ہو گیا تھا۔ مگر اس کے حالات وہاں کی حکومت کی ترتیب یا اس کے موقعہ پر سلطان محمود ثانی کے عہد کے واقعات میں بیان کئے جائیں گے۔ وہابیوں کے بعد دوسرا اہم معاملہ جس کا اس جگہ ابھی ذکر نہیں کیا گیا علی پاشا والی یانیا کا عروج ہے جس کے عروج و زوال کے حالات ایک ہی موقعہ پر درج کر دیے جائیں گے۔

مصطفیٰ چہارم کا عہد حکومت۔ نپولین کی پالیسی میں تغیر۔

مصطفیٰ چہارم فرزند عبدالحمید اول تیس برس کی عمر میں ۲۹ مئی ۱۸۰۷ء کو تخت پر بیٹھا۔ سرداران ینی چری اور ینگچری نے نذریں گذرانیں۔ اور مفتی نے میدان میں آکر باآواز بلند سب کو سنا دیا کہ مصطفیٰ تخت پر بیٹھ گیا ہے۔ اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ لشکر جدید کو جلد موقوف کر دیگا۔ اور سپاہ قدیم کا روزینہ بحال رہیگا۔ سپاہ یہ مژدہ سنکر فرحاں و شاداں اپنے اپنے قلعوں اور بارکوں کو واپس چلی گئی۔ اور نظام جدید کے سپاہی سلطان کے حکم کے صدور سے پہلے ہی مایوس و شکستہ دل ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلدیے چنانچہ جب انکے مخالف کامیابی سے سرشار ان کی بارکوں میں گئے تو انہیں بالکل خالی پایا۔ سلطان مصطفیٰ شروع سے ہی اپنے عمزاد بھائی کی اصلاحوں کا مخالف تھا چنانچہ تخت پر بیٹھنے سے پیشتر عرصہ پہلے اس نے اپنے ایک دوست کو خط لکھا تھا کہ عثمانیہ عساکر پر اسلئے ذلت پر ذلت وارد ہو رہی ہے کہ سلیم نے یورپین قوموں کے رواج کی تقلید اختیار کر لی ہے جس سے غضب الٰہی وارد ہو رہا ہے۔ اور عیسائیوں کی جسارت حد برداشت سے گذر گئی ہے۔ خط کے آخری الفاظ یہ تھے "ہمارا کھیل تمام ہو چکا ہے اور خداوند کریم ایسی صورت میں ہمارے بازوؤں میں کبھی برکت نہیں ڈال سکتا۔"

علاوہ بریں جوانی کا عالم تھا اور عیش و عشرت مرغوب خاطر۔ وہ کل انتظام مشیروں اور وزراء کے سپرد کر کے لہو و لعب میں مشغول ہو گیا۔ جو وزیر باغیوں کے ہاتھ سے بچ بچا کر رہ گئے تھے وہ بحال رکھے گئے۔ اور کل اختیار مفتی عطاء اللہ، موسیٰ پاشا اور قبیچی کے ہاتھ میں رہا لیکن تھوڑے عرصہ بعد موسیٰ کو معزول کر دیا گیا اور طیار پاشا اسکی جگہ قائمقام بنایا گیا۔

فوج قدیم کے اکثر اعلیٰ افسر بھی اس انقلاب سے خوش نہ تھے۔ وہ سلیم کو اپنا محافظ اور حامی سمجھتے تھے اور اصلاح کی ضرورت کے قائل تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ینگچریوں کے آغا کی زبان سے جو اصلاح کا طرفدار تھا بے اختیار یہ نکل گیا کہ قسطنطنیہ کے ینگچریوں نے بندوقوں کو ساتھ نشکر ہو جانے سے ہمیشہ کیلئے ولایتی رسوائی خرید لیا ہے۔ یہ کہنے کی دیر تھی کہ اسکی سپاہیوں نے اسے فی الفور قتل کر دیا۔

اس بادشاہ گردی سے کل فوجی کارروائی معطل ہو گئی۔ مگر ترکی کی خوش قسمتی سے انہی دنوں (۱۴ جون ۱۸۰۷ء) روسی فوج کو بمقام فریڈلینڈ نپولین کے ہاتھ سے شکست فاش ملی۔ اور زار کو اپنی کل فوج مالڈیویا سے واپس بلانی پڑی۔ صرف والیشیا میں تھوڑی سی فوج باقی رہی۔

ان خرابیوں کے علاوہ فوج کی بغاوت سے ترکی کو یہ نتیجہ صدمہ پہنچا کہ نپولین کی پالیسی میں یکلخت تغیر واقع ہو گیا۔ سلیم کی معزولی

کی خبر سنکر اوسے سخت افسوس ہوا مگر ساتھ ہی اُسنے ترکون کی اصلاح سے مایوسی ہوگئی۔ عزل کی خبر سنتے ہی یہ الفاظ اوسکی زبان سے نکلے "انسان ان وحشیون کے لیئے کچھہ نہین کرسکتا۔ خدا نے مجھے اون سے آزاد کر دیا ہے۔ اب ہم اون کے حصے بخرے کرنے کا انتظام کرتے ہین"

الغرض اُسنے دوستی کا خیال بالکل چھوڑ دیا۔ اور لوئی شانزدہم کی پالیسی اختیار کرلی۔ اوس کا یہ پرانا خیال پھر عود کرآیا کہ سلطنت عثمانیہ کا زوال اٹل ہے۔ اور فرانس کو بیٹے روس سے اتحاد کرلینا واجبات سے ہے۔ جبتک یہ اتحاد نہ کیا جائے انگلستان فتح نہین ہوسکیگا۔ یہ کوئی شخص دعوی سے نہین کہہ سکتا کہ آیا نپولین کی پالیسی مین یہ تغیر محض واقعہ سلیم کے عزل سے پیدا ہوا تھا یا اوس کی نیت پہلے سے ہی بدلگئی ہوئی تھی اور اس عزل سے اوسے بہانہ ہاتھہ آگیا تھا۔ قیاس یہی چاہتا ہے کہ گو سلیم کا عزل محض بہانہ بنگیا ہو لیکن کم از کم اوس سے پہلے نپولین کی نیت مین فرق نہین آیا تھا۔ کیونکہ اسی جنگ فریدلینڈ سے ایک مہینہ پہلے اوسنے بمقام فنکن سٹن ہمرے دربار مین باآواز بلند ترکی سفیر کو یہ الفاظ کہے تھے "سلطان سلیم اور مجھہ مین ایسا تعلق ہے جو میرے داہنے ہاتھہ کو بائین سے ہے جسطرح یہ دونون ایک دوسرے سے جدا نہین ہوسکتے اسیطرح ہم بھی نہین ہوسکتے"

مگر باینہمہ نپولین بیوفائی کے الزام سے نہین بچ سکتا۔ نہ وہ یہ عذر کرسکتا تھا کہ وہ ترکی قوم کا نہین بلکہ حضرت سلیم کا دوست تھا کیونکہ آخرالذکر صورت مین بھی وہ پھر یہ الزام وارد ہوتا ہے کہ جسکا دوست ابھی تک زندہ تھا۔ اور اگر وہ چاہتا تو ترکی قوم کے علی الرغم اوسکو پھر تخت نشین کراسکتا تھا۔ بہرحال فیصلہ اسی بات پر ہوتا ہے کہ جنگ فریدلینڈ سے پہلے ترکی کی نسبت اوسکی نیت صاف تھی۔ اوس فتح کے بعد زار کی چکنی چپڑی باتون مین آکر اوس کے ارادون مین فرق آگیا۔ اور حسن اتفاق سے اسی زمانہ مین سلیم کے معزول ہوجانے سے اوسے ترکی سے اپنا دامن چھڑا لینے کی حجت ہاتھہ آگئی۔ اوسنے سمو قعہ کو غنیمت سمجھا۔ اور ترکی کی مدد یا سلیم کی دستگیری کا بہولکے اوسکا نام نہ لیا فرانس پہلے ہی وقت پر ترکی کو دغا دیتا رہا تھا اسیطرح اب نپولین نے کیا۔ جنگ فریدلینڈ کے بعد روس اور فرانس مین بمقام ٹلسٹ دونون قیصرون نے بالمشافہ ملاقاتین کرکے عہدنامہ صلح مرتب کیا جس مین فرانس نے ترکی سے بالکل قطع تعلق کرلیا۔ عہدنامہ مذکور کی دفعات ۲۲-۲۳ وہم مین ترکی کے متعلق صرف یہ عہد وپیمان ہوا کہ فرنچ کمشنر کی موجودگی مین روسی و ترک وکلاء التوائے جنگ کی شرائط کا تصفیہ کرین جس کے بعد فریقین مین لڑائی ملتوی ہوجائے۔ اور التوائے جنگ کے معاہدہ پر دستخط ہوجانیسے ۳۵ دن کے اندر روسی فوجین والیشیا اور مالڈیویا کو خالی کردین۔ مگر جبتک دونون سلطنتون مین قطعی عہدنامہ صلح نہ ہوجائے ترکی فوج صوبجات مذکور مین داخل نہ ہو قطعی صلحنامہ کی تیاری مین جس امر کا دونون فریق دربار روس اور باب عالی آپس مین تصفیہ نہ کرسکین اوسے فرانس بطور ثالث فیصل کردیگا۔

اس علانیہ عہدنامہ کو ساتھہ ہی ارا اور نپولین مین ایک خفیہ عہدنامہ بھی ہوا۔ اوسکی ایک شرط یہ تھی کہ اگر اون تغیرات کی وجہ سے جو قسطنطنیہ مین واقعہ ہوئے ہین۔[1] باب عالی فرانس کی ثالثی کو منظور نہ کرے یا منظور کرے لیکن نامہ وپیام مصالحت تین مہینون کے عرصہ مین

---

[1] سلیم کے عزل اور نئے سلطان کی تخت نشینی سے مراد ہے۔ مولف

قابل اطمینان نتیجہ مترتب نہ ہو۔ تو فرانس باب عالی کو برخلاف روس کے متفق ہو جائے گا۔ اور دونون فریق متعاہد (روس و فرانس) شہر قسطنطنیہ اور صوبہ رومیلیا کے سوا سلطنت عثمانیہ کے باقی تمام یوروپین صوبجات کو ترکون کی غلامی اور جور و ظلم سے آزاد کرانے کیلئے باہمی سمجھوتہ کرلین گے۔“

نپولین کے مراسلات بنام سباسٹیانی سے اس سمجھوتہ اور مجوزہ تقسیم کی کیفیت بھی واضح ہو رہی ہے۔ اگر تقسیم کا تصفیہ ہو جاتا تو فرانس کو صوبجات بوسینیا۔ البانیا۔ اپایرس۔ کل یونان تھسیلی اور مقدونیہ ملتے۔ آسٹریا کو سرویا دیا جاتا۔ اور روس کو ولیشیا۔ مالڈیویا۔ بلگیریا اور دریائے میرزا تک صوبہ تھریس ملتا۔ سلطان کے پاس یوروپ مین صرف قسطنطنیہ اور صوبہ تھریس کا وہ حصہ جو قصبہ عاس اور قصبہ انیوس کے درمیان ہے رہجاتا۔

ترکون کو جب عہدنامہ ٹلسٹ کی شرائط معلوم ہوئین تو وہ ششدر رہ گئے۔ اونہین امید تھی کہ نپولین جب تک کریمیا اور بسریبیا ترک کو نہ دلائیگا۔ روس سے صلح نہین کرے گا۔ اور نہ ترکون سے پوچھا تک ہی اور روس سے صلح کرلی۔ جب معاہدہ ٹلسٹ کی علانیہ شرائط سے ترکون کو اسقدر حیرت اور تعجب ہوا۔ اور وہ نپولین پر لعن طعن کرنے لگے تو صاف ظاہر ہے کہ اگر اون کو خفیہ عہدنامہ کی متذکرہ صدر شرط بھی معلوم ہو جاتی تو شاید ترک مین ایک فرانسیسی زندہ نہ چھوڑا جاتا۔

فرانس نے خود ہی ترک کو جنگ مین مبتلا کرکے یہ پہلی مرتبہ روس سے بیوفائی نہین کی تھی۔ لوئی چہاردہم نے بھی اسیطرح کیا تھا۔ اوسنے پہلے ترکون کو آسٹریا سے بھڑا دیا۔ اور پھر تنہا بمقام ریسوک آسٹریا سے صلح کرلی۔ لوئی پانزدہم نے بھی یہی کیا تھا۔ ترکون کو پولینڈ کی حمایت مین کھڑا کرکے پھر سارا بوجھ اونپر ڈالدیا۔ اور خود کنارہ کش ہوگیا۔ مگر بقول مسٹر ینز۔ جو نپولین کی بہت طرفدار ہین) نپولین کی غداری سب پر فوقیت لیگئی۔ اوسنے غداری ہی نہ کی۔ بلکہ چال بھی غلط چلا۔ غلط چال کی اوسے سزا بھی ایسی ملی کہ پہلے کبھی کسی غلط چال پر کسیکو ایسی سزا نہین ملی تھی۔ کیونکہ یہ امر دنیا سے پوشیدہ نہین کہ جن اسباب نے آخر اس نامور فاتح کو جزیرہ سینٹ ہلینیا کے زندان مین ڈلوایا تھا۔ اون مین سے ایک بڑا سبب وہ دغا اور بے وفائی بھی تھی۔ جو نپولین نے بمقام ٹلسٹ ترکون کے ساتھ کی تھی۔

۹ جولائی ۱۸۰۷ء کو فریخ جنرل گیلی مینات عہدنامہ ٹلسٹ ان روسی اور ترک جرنیلون کے پاس پہنچانے کیلئے جو دریائے ڈینیوب کے کنارون پر ایکدوسرے کے بالمقابل ڈیرے ڈالے ہوئے تھے ٹلسٹ سے روانہ ہوا۔ فریقین نے فرانس کی وساطت قبول کرکے عہدنامہ کا اسقدر حصہ جو اونکے متعلق تھا منظور کرلیا۔ اور ۲۴ اگست ۱۸۰۷ء کو بمقام سلوبوسیا فریخ کمشنر کی موجودگی مین فریقین (روسی و ترکی وکلا) نے عہدنامہ التوائے جنگ پر دستخط کردیئے۔ مگر جب قطعی صلح کیلئے بحث مباحثہ شروع ہوا۔ تو اون مین کوئی سمجھوتہ نہ ہوسکا۔ اور کانفرنس کچھہ کرنے کے بغیر برخاست ہوگئی۔ تاہم لڑائی اور دو برس تک شروع نہ ہوسکی۔ البتہ ولیشیا اور مالڈیویا پر روسی برابر قابض رہے۔ بعض سے نپولین اور زار سکندر اول مین نزدیک رفتہ رفتہ پھر اسقدر نزاع بڑہتی گئی کہ آخر اتحادی معاہدہ منسوخ اور دونون مین جانگداز جدال و قتال

سلہ بعض مورخ شام۔ مصر اور ڈلمیشیا کو بھی فرانس کے حصہ مین اور سرویا کو روس کے حصہ مین شامل کرتے ہین۔ آسٹریا کو کوئی حصہ نہین دیا گیا۔

مولف

شروع ہوگیا۔ اگرچہ مورخین کا بیان ہے کہ والیشیا و مالڈیویا کے روسی قبضہ کے علاوہ اسیاست پر بھی نزاع بڑھ گئی تھی کہ سکندر مجوزہ تقسیم میں قسطنطنیہ خود لینا چاہتا تھا اور نپولین[1] اوسے منظور نہ کرتا تھا۔ اس سے کشیدگی بڑھتے بڑھتے پھر نوبت لڑائی تک پہنچ گئی۔ اور اس کشیدگی کا یہ نتیجہ ہوا کہ دونوں طامع محروم رہے۔ اور ترکی تقریباً محفوظ رہی۔ ادھر نپولین کو اپنی غداری اور بیوفائی کا ثمرہ مل گیا کہ وہ اس موقعہ پر جب کہ اوسے ترکوں کی مدد یا کم از کم اس امر کی سخت احتیاج تھی کہ وہ روس کے ساتھ لڑائی جاری رکھیں۔ انہوں نے روس کے ساتھ صلح کرلی۔ اور اس طرح سے روس نے یکسو ہوکر نپولین کی فوج کو ایسا پامال کیا کہ پھر وہ کبھی نہ پنپ سکا۔ درحقیقت یہیں سے اوس کا زوال شروع ہوگیا۔

دربار لندن عرصہ سے اس تاک میں بیٹھا ہوا تھا کہ دربار قسطنطنیہ سے پھر راہ و رسم پیدا کرنے کا کسی طرح سے موقعہ ملے جب اوسے فرانس سے ترکوں کی ناخوشی کی خبر ملی تو اوس نے منقطع شدہ تعلقات کی تجدید کے لیے درپردہ سلسلہ جنبانی شروع کردی اس معاملہ کی خبر سباسٹیانی کو باب عالی کے اول ترجمان پرنس سوزو کے ذریعہ سے ہوگئی۔ اور اوسنے ترکی وزراء پر عہدشکنی کا الزام لگا کر کہلا بھیجا کہ مجھے پروانہ راہداری دیدیا جائے میں قسطنطنیہ سے چلا جاتا ہوں۔ انگلستان سے نامہ و پیام کرنے میں اگر ترکی وزراء نے فی الواقع بدعہدی کی مرتکب بھی ہوئے تو بھی وہ اس بارہ میں حق بجانب تھے کیونکہ پہلے غداری نپولین کیطرف سے ظہور میں آچکی تھی۔ مگر اوسکی طاقت ایسی زبردست تھی کہ ترکی گورنمنٹ بلاخوف گزند اوسے ناراض نہیں کرسکتی تھی۔ وزراء نے سباسٹیانی کی دھمکی سے ڈر کر انگلستان سے نامہ و پیام یکقلم موقوف کردیا لیکن پرنس سوزو کو اوس کی نمک حرامی کی سزا دے کر دل ٹھنڈا کر لیا۔ اس نمک حرام یونانی کا اسم۔ اکتوبر ۱۸۱۲ء کو سر قلم کردیا گیا۔

تیبقچی اوغلی سوزو کا دوست تھا اوس نے اپنے ینگچریوں کو بھڑکا کر سوزو کو بچانے کی کوشش کی۔ اوسے اس میں مفتی کی مخالفت کی وجہ سے کامیابی نہ ہوئی جس سے تیبقچی اونکا جانی دشمن ہوگیا۔ اور اوس کی تحریک سے مفتی عطاء اللہ سے سازش کرلی مفتی ان دونوں کا مقابلہ نہ کرسکا۔ اور سلطان نے اوسے ینگچریوں کے شوروغوغا پر جلاوطن کرکے جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے کیلار پاشا کو قائم مقام بنادیا۔ مگر کل اختیار سلطنت کی مدد تیبقچی کے ہاتھ میں رہا۔ رعایا بھی تیبقچی سے خوش تھی۔ سباسٹیانی نے اوسکا پلڑا بھاری دیکھکر اوس کو اپنے ہاتھ پر چڑھا لیا

[1] نپولین نے اس کے متعلق سینٹ ہیلینا میں بزبان خود حسب ذیل کہا تھا: "ارا سکندر یہ ہمہ تن ترکی کی فتح کے خیال میں منہمک تھے ہم نے اس مسئلہ پر آپس میں کئی دفعہ مباحثہ کیا۔ ابتداً اوس کی تجاویز سن کر بہت خوش ہوا میں نے خیال کیا کہ کل دنیا وحشی ترکوں کے یورپ سے نکال دیئے جانے پر خوشی سے پھولی نہ سمائے گی۔ مگر جب میں نے اوس کے نتائج پر غور کیا اور یہ دیکھا کہ اس سے روس کی طاقت میں بےحساب اضافہ ہوجائے گا۔ کیونکہ ترکی میں یونانیوں کی بیشمار آبادی ہے۔ اور وہ قدرتی طور پر روسیوں سے ملجاتے۔ تو میں نے تقسیم پر رضامند ہونے سے انکار کردیا۔ میرے انکار کی ایک اور بڑی وجہ یہ تھی کہ اسکندر قسطنطنیہ لینا چاہتا تھا۔ اور میں اسے کبھی منظور نہیں کرسکتا تھا۔ کیونکہ ایسا ہونے سے یورپ کا موازنہ طاقت معدوم ہوجاتا تھا۔"

(مؤلف)

اور اوسکی مدد سے بونا پارٹ کے ایلچی سباسٹیانی کو باب عالی پر وہی اقتدار حاصل رہا جو اُسے سلیم کے وقت میں حاصل تھا لیکن اوسکا قسطنطنیہ میں رہنا دن بدن مشکل ہوتا جاتا تھا ترک اوسپر روز طعنہ زنی کرتے تھے کہ تمہارے بادشاہ وعدے کر کے پھر گئے۔ اور وہ خود اپنے آقا کی ایسی کارروائی سے دل میں سخت نادم تھا۔ اوسنے تبدیل کی درخواست کر دی۔ اور نپولین نے اوسکی جگہ ایم ڈی لاٹور مابورگ کو سفیر بنا کر قسطنطنیہ بھیجدیا۔

مصطفیٰ کی معزولی

مصطفیٰ ابھی عیش و عشرت میں مصروف تھا اور قباقچی کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا۔ طیار سے بھی قباقچی کی نہ بنی۔ اور وہ رنجیدہ خاطر ہو کر سیلسٹریا کے پاشا مصطفیٰ بیرقدار کے پاس چلا گیا۔ بیرقدار نہ فقط سلطان سلیم کے خیالات سے متفق تھا بلکہ اوس کی ذات کا بھی جان نثار ہوا خواہ تھا۔ اوسنے محض سلیم کی شفقت و نوازش سے اس قدر ترقی کی تھی۔ وہ اپنے مربی کی معزولی کی خبر سنکر رنجیدہ تو بہت ہوا مگر روس کی فوجیں اوسے ڈینیوب کے کنارہ سے فوراً قسطنطنیہ پہنچکر سلیم کی مدد کرنے سے مانع رہے۔ اوسے اپنی فوج اور مفتی سے جنکی دلی عداوت تھی طیار کے پہنچنے سے اوس کو جوش انتقام اور ساتھ ہی جوش عداوت کو از سر نو تحریک ہو گئی۔ ادھر سلوبوزیا کے معاہدہ التوائے جنگ سے اُسے روسیوں کے مقابلہ سے بھی فراغت ہو گئی تھی۔ وہ سلطان سلیم کو پھر تخت پر بٹھانے بلکہ اوسکا انتقام لینے کے لیئے کمر بستہ ہو گیا۔ وزیر اعظم چلبی مصطفیٰ پاشا ینگچیری فوج لیئے ہوئے شروع سال سے ایڈریانوپل میں مقیم تھا۔ اوسکی طرف بہیج آفندی کو بھیجکر اُسے اپنا طرفدار بنانے کی کوشش کی۔ اور کہلا بھیجا کہ تمہاری صدارت برائے نام ہے کل وزارت تو مفتی اور قباقچی کے ہاتھ میں ہے۔ چلبی مصطفیٰ بیرقدار کے ساتھ متفق الرائے ہو گیا۔ اور اوسنے فوج لیکر ایڈریانوپل آنیکے لیئے پیغام بھیجدیا۔ بیرقدار ۱۶ ہزار جان نثار البانوی اور بوسنوی ہمراہ لیکر وزیر اعظم کے پاس پہنچ گیا۔ اوسکے آنیسے وزیر کی ینگچیری فوج کسیقدر مشوش ہوئی۔ مگر بیرقدار کی تشفی دینے سے وہ اوس کی طرف سے مطمئن خاطر ہو گئی۔ وزیر نے بیرقدار کو اپنے چند عزیزوں اور دوستوں کیطرف جو قسطنطنیہ میں تھے سفارشی خط لکھدیئے۔ یہ خطوط اور فوج کا ایک زبردست دستہ بیرقدار نے اپنے معتبر حاجی علی آغا کو دے کر اوسکو قسطنطنیہ کیطرف بھیجدیا کہ جسطرح ہو باسفورس کے قلعجات پر قابض ہو جائے اور قباقچی کو قتل کر دے۔ حاجی علی مدبر شخص تھا۔ وہ اپنے مدعا میں آسانی کامیاب ہو گیا۔ استنبول پہنچکر اوسنے قباقچی کے ذاتی ملازموں کو اپنے ساتھ گانٹھ لیا۔ اور اونکی مدد سے چار آدمی ہمراہ لیکر آدھی رات کو قباقچی کی خوابگاہ میں گھس گیا۔ آہٹ سنکر قباقچی جاگ اوٹھا۔ مگر حاجی علی نے اوسے زیادہ مہلت نہ دی۔ اور خنجر آبدار سے اوسکا پیٹ چاک کر کے سر قلم کر لیا۔ اور پھر اپنے ہمراہیوں کے پاس واپس جا کر سر کو اوسیوقت بیرقدار کے پاس بھیجدیا۔ قباقچی کے وارثوں کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ روتے چلاتے ینگچری فوج کے پاس پہونچے۔ اور اونہیں نہ صرف قباقچی کا عوض لینے بلکہ اپنی جان بچانے کے لیئے بھی لڑائی کے لیئے تیار ہو جانے کے لیئے کہا۔ سپاہ مذکور نے لشکر لڑائی پر آمادہ ہو گئی۔ مگر حاجی علی آغا کا دستہ ایسا کمزور نہ تھا۔ دوسرے بیرقدار قباقچی کا سر دیکھتے ہی یلغار کرتا ہوا قسطنطنیہ کے مضافات میں پہنچ گیا۔ اور شہر سے چار میل کے فاصلہ پر میدان داؤد پاشا میں خیمہ زن ہو کر سلطان سے فوج ینگچری کی تنخواہ کی موقوفی مفتی عطاء اللہ کی معزولی اور اپنے قصور و جسارت کی معافی کی درخواست کر کے کہلا بھیجا۔ سلطان بالکل بے بس تھا۔ اوسنے ایسا ہی کیا۔ اور پھر بیرقدار کا شکریہ ادا کرنے کے لیئے کہ اوسنے گورنمنٹ کا خود

بخشیون اور دیگر مفسدون سے ہاتھ دلائی جلد ہی اوس کو کیمپ مین گیا۔ بیرقدار نہایت تزک اور شوکت و انکسار کے ساتھ پیش آیا۔ اور سلطان خوش و خرم محلسرا کو واپس جا کر پھر اپنے عیش و عشرت مین مصروف ہوگیا۔ اور بیرقدار چند دن اوکے کیمپ مین رہ کر معاملات سلطنت کا انصرام کرتا رہا۔ آخر کو شہر مین داخل ہونے کا قصد کیا۔ وزیر اعظم بھی ہمراہ تھا۔ بیرقدار نے اوس سے کہا کہ جو کچھ مین کہون اوسے قبول کرنے جانے اور ہر حال مین میرے ساتھ شریک رہنے کا وعدہ کرو۔ وزیر نے کسیقدر تامل کیا جس سے ناراض ہوکر بیرقدار نے اوسکو قید کر دیا۔ اور وزارت کی خاتم و نگین اوس سے چھین لی۔ پھر شہر مین داخل ہوکر اعلان کیا کہ روس کے ساتھ صلح ہوگئی ہے اور مین علم مقدس محلسرا مین رکھنے کیلئے واپس لایا ہون۔ کل رعایا یہ سنکر خوش ہوگئی۔ اور محلسرا سلطانی کے باہر دروازہ تک اوس کے ساتھ ساتھ گئی۔ اس دروازہ پر بگچیرون کا پہرہ تھا۔ اونہون نے بیرقدار کو گذر جانے دیا مگر دوسرے صحن کے پھاٹک پر بوستانجی باشی کی مامور تھے۔ اونہون نے سلطان مصطفیٰ کے حکم بغیر دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ بیرقدار کو گمان تہا کہ اب کوئی کسر باقی نہین رہ گئی۔ میدان جیت لیا ہے۔ اوس نے غضبناک ساتھ بوستانجی باشیون کے افسر کو جواب دیا کہ کیسا مصطفیٰ کا نام لیتے ہو۔ ہمارا اور تیرا بادشاہ سلیم ہے۔ یہ کہتے ہی اوسنے اپنے سپاہیون کو دروازہ توڑنے کا حکم دیدیا۔ مگر اوس کی توڑنے کیلئے کچھ وقت درکار تھا۔ یہ وقفہ سلیم کے حق مین مہلک ثابت ہوا۔ مصطفیٰ کو بیرقدار کے اس فقرہ سے اوس کا عندیہ معلوم ہوگیا۔ اوس نے فوراً حکم دیا کہ سلیم اور اپنے بہائی محمود کو قتل کر دیا جائے۔ یہ حکم دیدیا کیونکہ ان کے ہلاک ہوجانے پر وہ خاندان عثمان کا اکیلا فرد رہ جاتا۔ اور اوس سے پھر کوئی ترک ہاتھ لگانے کی بھی جرأت نہ کر سکتا۔ جلاد چشم زدن مین سلیم کے سر پر پہنچ گئے۔ اوس اولوالعزم نے جان توڑ کر مقابلہ کیا۔ اور اگرچہ بہت سے تھے اور وہ تنہا تھا تاہم لڑتا رہا۔ بیرقدار اوسے امداد نہ دے سکا کیونکہ جلاد اوسکو مغلوب کرکے ابھی کمان سے اوس کا گلا گھونٹ ہی رہے تھے کہ بیرقدار کے سپاہی دروازہ توڑ کر صحن مین داخل ہوگئے تھے۔ جب وہ اندرونی صحن مین پہنچے تو مصطفیٰ کے خواجہ سراؤن نے سلیم کی بیجان لاش بیرقدار کے سامنے پھینک کر کہا۔ "یہ ہے تمہارا سلطان جسکو تم ڈھونڈ رہے ہو" بیرقدار اپنے مربی کی لاش دیکھکر حواس باختہ ہوگیا۔ اور اوس کے سرہانے دو زانو بیٹھکر زار زار رونا شروع کر دیا۔ یہ کیفیت دیکھکر قپودان پاشا سید علی نے جو بیرقدار کے ساتھ شامل تہا۔ بیرقدار کو شانہ سے پکڑ کر للکارا کہ ماتم و گریہ کا وقت نہیں ہے۔ نہ عورتون کیطرح آہ و بکا کرنا پاشا کیلئے شایان ہے۔ سلطان سلیم جیسے انسان کا نہیں بلکہ انتقام کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اوٹھو اور اوسکا عوض لو۔ اور محمود خان کو تلاش کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بہی مارا جائے۔ اور آل عثمان کا خاندان ختم ہوجائے۔ اور خونخوار ظالم (سلطان مصطفیٰ سے مراد ہے) ان کے اعمال کی پاداش سے محفوظ ہو جائے گا"

بیرقدار کو پاشا کی اس تنبیہ سے ہوش آگیا۔ وہ اوٹھ بیٹھا۔ اور سب پاشا تخت گاہ کی طرف گئے۔ سلطان مصطفیٰ وہان پر عجب شوکت لباس شاہانہ سے سجکر تخت پر آبیٹھا تھا۔ مگر بیرقدار نے تاج و تخت کی کچھ پروا نہ کی۔ اور یہ کہہ کر یہان کیا کام ہے۔ اسے ہاتھ سے تخت خالی کرنے کیلئے خال کر کھینچتے ہوئے اوسکو پیچ کر تخت سے نیچے گرا دیا۔ اور اوسی کمرہ مین جہان سلیم نظربند تھا اوسے مقید کر دیا۔

اگرچہ چند گھنٹون کی اور دیر ہوجاتی تو مصطفیٰ اپنے ارادہ مین کامیاب ہوگیا تھا۔ محمود کو ایک وفادار غلام نے ایک آتشخانہ کی انگیٹھی مین چھپا دیا ہوا تھا۔ قاتل سلیم سے فارغ ہوکر دوسرے کمرون کی تلاش کے بعد خاص اوسی کمرہ مین جہان محمود چھپا ہوا تھا پہنچ گئے تھے۔ او

اور ڈھونڈنے والے ہر گوشہ و کونہ میں تلاش کر رہے تھے ہی لگے تھے کہ محل فاتح البانیوں کے نعروں سے گونج اٹھا۔ یہ نعرے محمود کو اپنی جان کی سلامتی کی بھی نوید خوش آہنگ تھے بلکہ تاج و تخت شاہی کے حصول کی بھی مژدہ سنانے والے تھے۔ بیرقدار کے آدمیوں میں محمود کے پاس پہنچ گیا۔ اور ۲۸ جولائی ۱۸۰۸ء کی شام سے پہلے سلطان کی توپوں کی سلامی نے باشندگان قسطنطنیہ کو اطلاع کر دی کہ مصطفیٰ چہارم کا عہد سلطنت کا خاتمہ ہو گیا ہو اور اب محمود ثانی سلطنت عثمانیہ کا بادشاہ و فرمانروا ہے۔

محمود ثانی کی تخت نشینی بیرقدار کی قوت۔ ینگچری کی کامیابی اور اصلاح کی طرف سے بظاہر مایوسی۔ محکمہ کی تجدید اور اصلاح کا ...

محمود کی عمر اوس وقت ۲۳ برس کی تھی تخت نشینی کے چند دنوں بعد جیسا معمول ہے ایوب میں شمشیر بندی کی رسم ادا کی گئی۔ محمود ثانی الملقب بہ مصلح کی تخت نشینی سے ترکی تاریخ کا نیا دور شروع ہوا۔ اوس کی استقلال اور ہمت خداداد سے تمام پرانی خرابیاں دور ہو کر نئے سبب ترقی جہاں داری کی بنا قائم ہو گئی لیکن یہ کام ایک دن کا نہیں تھا سلیم مرحوم کا کل عہد اس کام پر صرف ہوا۔ اور کبھی دفعہ مخالفان اصلاح کو بھی کامیابی حاصل ہوئی کہ اصلاح کی طرف سے بالکل ہی ناامیدی ہو جاتی تھی۔

محمود ۱۷۸۵ء (۱۱۹۹ھ) میں پیدا ہوا تھا۔ ابتدا سے ہی مطالعہ کا شوق تھا۔ اور نظر بندی کے زمانہ میں ترکی و فارسی علم ادب اور تاریخ کا مطالعہ کرتا رہا تھا سلطنت کی خوش قسمتی سے تخت نشینی سے کچھ عرصہ پہلے اوسے سلیم ایسا قابل و لائق بردار سچا محتسب قوم و ملت اتالیق مل گیا جس سے اوس نے نہ فقط اصول جہانبانی کے متعلق بہت کچھ استفادہ کیا۔ بلکہ خود اپنے ملک کی ضروریات سے بھی بخوبی واقف ہو گیا۔ اور بادشاہ ہونے کی صورت میں سلیم کی تجاویز و اصلاحات کو عمل میں لانیکا مصمم ارادہ کر لیا۔ ایسا موقعہ اچھے ایک سال کے بعد ہی مل گیا۔ اور جلدی وہ وقت جب کہ وہ جان سے ہاتھ دھوئے بیٹھا تھا نیرنگی قدرت سے ایک عظیم سلطنت کا مطلق العنان فرمانروا بن گیا۔ اور حسن اتفاق سے اوسکو تخت پر بیٹھتے ہی اپنے ارادوں کو عمل میں لانے کیلئے کافی سامان بہم پہنچ گئے مگر گذشتہ دور انقلاب نے کام لیکر اون وسائل سے باوجود حزم و احتیاط کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اور جوانی کی امنگ اور اصلاح کے جوش میں آکر جلد بازی کا مرتکب نہ ہوا۔

عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اوس نے مصطفیٰ بیرقدار کو وزارت عظمیٰ کے منصب پر سرفراز کیا جس نے سب سے اول سلیم کے قاتلوں اور مخالفوں کی قطع و بیخکنی کی موسیٰ پاشا اور کئی دیگر نمک حرام فوج یمق کے اکثر سرداروں سمیت قتل کر دیئے گئے اور مصطفیٰ کی حرم کی ۴ ، ۱۱ کنیزیں دریا میں غرق کرادی گئیں۔ ایک ایشیائی مورخ کا بیان ہو کہ سلطان محمود نے خود اپنے ہاتھ سے مصطفیٰ کی ستر کنیزوں کو اس خطا پر قتل کیا کہ ایک مرتبہ انہوں نے محمود کو سوتے ہوئے قتل کرنیکا ارادہ کیا تھا۔ ان جھگڑوں سے فارغ ہو کر بیرقدار فوجی اصلاح کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس کام کو اس پیرایہ میں شروع کرنا چاہا کہ مخالفان اصلاح کو بگڑنے کا موقعہ نہ ملے۔ اس کیلئے اوس نے یہ تدبیر سوچی کہ جدید فوج کو

افواج تدبیر کی ایک قسم کے نام سے تیار کیا جائے یہ قسم فوج سیمنان کے نام سے موسوم تھی۔ اوس نے عمل کارروائی سے پہلے اکثر اعیان سلطنت، علماء ملت، سرداران فوج اور امرائے دولت کو قسطنطنیہ میں جمع کیا۔ اور اونکی منظوری کے لیے حسب ذیل تجاویز پیش کیں (۱) ینگچری فوج کی اسامیاں آئندہ فروخت نہ ہوا کریں (۲) مجرد ینگچریوں کو بارکوں میں رہنا لازمی گردانا جائے (۳) جو ینگچری بارکوں میں موجود ہوں اور نہ دار الخلافہ سے باہر کہیں فوجی خدمت دے رہے ہوں اونکی تنخواہ ضبط کرلی جائے (۴) ینگچریوں پر اون اسلحہ اور قواعد کے استعمال کو لازمی کر دیا جائے جن کی بدولت کفار کی افواج کو چیرہ دستی حاصل ہو رہی ہے (۵) سیمنوں کی جدید پلٹنیں تیار کی جائیں یہ لوگ نو عمر مسلمانوں سے بھرتی کیے جائیں اور یورپین طریقہ پر مسلح۔ انہیں توپچیوں کے برابر تنخواہ دیجائے اور انکا اندرونی اہتمام و نظام وہی ہو جو ینگچریوں کا قدیم سے چلا آیا ہے

علماء اور سرداران فوج نے بظاہر بڑی خوشی سے ان تجاویز کو قبول کرلیا۔ مگر انکی رضامندی محض بناوٹی تھی۔ یہ تجویز نہیں ہو بیرقدار نے حقیقی اور وقتی تصور کر لیا ینگچری دل ہی دل میں اس دستور کے مخالف تھے۔ اور علماء بھی اون کے ہم خیال تھے تاہم بیرقدار نے شیخ مفتی سے فتویٰ حاصل کر کے ان تجاویز پر عملدرآمد شروع کر دیا۔ جدید فوج سیمنوں میں شریف مسلمانوں نے تعصب جاہلانہ سے بھرتی ہونا پسند نہ کیا جسپر تدبیر کو چھوڑ ادنی طبقہ کے لوگ نوکر رکھے گئے۔ اور اس سے علماء اور ینگچریوں کی ناراضگی میں اور اضافہ ہو گیا۔ ادھر وزیر کو روپیہ کی ضرورت تھی۔ اس ضرورت کو رفع کرنے کے لیے اوس نے کئی دفعہ مساجد اور اوقاف کی املاک کی آمدنی سرکاری مصرف میں لانیکا ارادہ کیا بلکہ اسے ظاہر بھی کر دیتا رہا۔ لیکن کسی نہ کسی وجہ سے وہ اسے عمل میں لانے سے متردد رہا۔ چند مہینوں کے تجربہ گذر جانے پر اسے یقین ہو گیا کہ ینگچری اب جدید فوجی اصلاح سے مانوس ہو گئے ہیں۔ فساد کا اندیشہ کرنا فضول ہے۔ اسلیے اوس نے صرف چار ہزار فوج (جس میں زیادہ سیمن ہمرویوں کی سپاہی تھی اور اوس کو انپر کمال بھروسہ تھا) دار الخلافہ میں رکھکر باقی کل فوج جسے وہ روسچک سے ساتھ لایا تھا واپس کر دی۔ اسکے علاوہ آٹھ ہزار ایشیائی سپاہ قاضی پاشا کی زیر کمان سقوطرے (سکوٹری) میں متعین تھی۔ اس بارہ ہزار فوج کو اوس نے ینگچریوں کے دبائے رکھنے کے لیے کافی سمجھا۔ مگر بوسنوی اور البانوی سپاہیوں کی روانگی سے دوسرے ہی دن فساد برپا ہو گیا جس کو یہ مفسدوں کو اسی دن کا بہانہ ملگیا تھا۔ رمضان کا مہینہ تھا اور تیس دن ابھی باقی رہتے تھے کہ بیرقدار شیخ مفتی کو ملنے گیا۔ وہ ہر وقت اپنے ساتھ سواروں کا ایک دستہ رکھا کرتا تھا۔ ایک بازار میں اسقدر ہجوم تھا کہ رستہ بالکل رک گیا ہوا تھا بیرقدار نے اپنی اردلی کے سواروں (چاؤشوں) کو رستہ صاف کرنیکا حکم دیا۔ اور جب لوگ زبانی فہمائش سے نہ ہٹے تو سواروں نے ڈنڈوں سے کام لیا۔ یہ واقعہ ۱۴ نومبر ۱۸۰۸ء کو گذرا۔ اس سے مفسدوں کو لوگوں کے بھڑکانیکا اچھا موقعہ ملگیا۔ کہ وزیر کا دماغ اب اسقدر اونچا ہو گیا ہے کہ وہ آدمیوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ قہوہ خانوں اور مسجدوں میں جا بجا اسکا چرچا ہونے لگ گیا۔ اور علماء بھی ینگچریوں کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور آغا ینگچریوں کی صلاح و مشورہ سے اُسی رات بلوہ کر دینے کا فیصلہ کر دیا گیا۔

چنانچہ بیرقدار اپنے محل میں بیٹھکر سو رہا تھا کہ ینگچریوں نے اوس کے محل اور متصلہ مکانات کو آگ لگا دی۔ اور محل کے معدود چند محافظوں کو تہ تیغ کر دیا۔ وزیر عالم سراسیمگی پیدا ہو کر ایک سنگی برج میں پناہ گزین ہو گیا۔ اور وہاں سے دشمنوں کا جان توڑ کر مقابلہ کرتا

میں بہت سا گولہ بارود رکھا ہوا تھا۔ بقول بعض بیرقدار نے جب دیکھا کہ وہ اب کسی طرح مفسدون کے ہاتھ سے نہیں بچ سکتا تو اوس نے خود اوسمین آگ لگا دی۔ اور بروایت دیگر آگ بڑھتی بڑھتی خود بخود وہان تک پہنچ گئی۔ اور بارود کے ساتھ برج اور بیرقدار بھی اڑ گئے۔ باغیون نے وزیر کے محل پر ایسا اچانک حملہ کیا تھا کہ وہ سلطان یا قاضی پاشا کو بھی اطلاع نہ دے سکا تھا۔ اور اون کو ابھی خبر نہ ہوئی تھی کہ اوس کا کام تمام ہو گیا۔ وزیر سے فارغ ہو کر ینگچری فوج سیمین اور محلسرا سلطانی کیطرف متوجہ ہوئے۔ مگر اتنے میں قپودان پاشا مقابلہ کیلیے تیار ہو گیا تھا۔ اور قاضی پاشا کی آدھی فوج اسکودار کے باشندون کو قابو میں رکھنے کیلیے پیچھے چھوڑ کر باقی چار ہزار سے محلسرا سلطانی کی حفاظت کیلیے پہونچ گیا تھا۔ قپودان پاشا کے دو جہاز بندرگاہ (خلیج گولڈن ہارن) میں موجود تھے۔ اونہون نے سید علی کے حکم سے ینگچریون کے آغا کے محل اور بارکون پر گولہ باری شروع کی۔ پندرہ اور سولہ نومبر کو فریقین میں سخت معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ اور شہر میں آگ بشدت تمام پھیلتی جا رہی تھی جس سے کئی محلے اور تمام سرکاری گودام سامان حرب کے نیست و نابود ہو گئے۔ سلطان محمود محل کی چھت پر کھڑا ہوا اپنے دار السلطنت کو اسطرح سے برباد ہوتا ہوا دیکھکر کف افسوس مل رہا تھا۔ مگر اوسکی کوئی پیش نہ جاتی تھی۔ آخر [illegible] کو توپچی بھی ینگچریون کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اب تو مفسدون کا پلڑا اسقدر بھاری ہو گیا کہ اونکا مقابلہ کرنا ناممکن ہو گیا۔ اور بلوائیون نے محمود کی معزولی اور مصطفیٰ کی بحالی کے نعرے بلند کرنے شروع کر دیئے۔ اسپر سلطان کے ہواخواہون نے ضرورت وقت سے مجبور ہو کر مصطفیٰ اوس کے [illegible] اور اوسکی چار حامیان کو قتل کر دیا۔ محمود خاندان عثمان کا تنہا فرد رہ گیا۔ اور ینگچریون کو مجبوراً سر اطاعت خم کرنا پڑا۔ تاہم سلطان نے اونکی دلداری کیلیے اونکے حق میں فرمان شاہی صادر کر کے تمام یورپین رسم و رواج کے نفاذ کے برخلاف فیصلہ صادر کر دیا۔ باغی خوش و خرم گھرون اور بارکون کو واپس چلے گئے۔ اور پھر پرانا دستور یعنی معہ اپنی لازمی خرابیون کے جاری و نافذ ہو گیا

ملہ یہ امر بہت کچھ مختلف فیہ ہے کہ آیا مصطفیٰ محمود کے حکم سے قتل کیا گیا تھا یا کہ اوس کے وزرا نے خود بخود اوسے قتل کر دیا تھا۔ تاہم اسمین کوئی شبہ نہیں کہ اگر مصطفیٰ ہلاک نہ کر دیا جاتا تو ینگچری ضرور محمود کو معزول کر کے پھر مصطفیٰ کو تخت پر بٹھلا دیتے۔ ایک یونانی مؤرخ کا بیان ہے کہ مصطفیٰ اس ہنگامہ میں قتل نہیں کیا گیا تھا۔ قاضی پاشا۔ راس پاشا اور شیخ آفندی وغیرہ کے ہلاک ہو جانے اور ینگچریون کے غالب آجانے پر محمود نے اون کو دلاسا و دلیری سے رام کر لیا تھا۔ اس واقعہ سے چند ماہ بعد مصطفیٰ نے امرائے ینگچری کو در پردہ خط لکھا کہ محمود کو قتل کر کے مجھے سلطان بناؤ۔ یہ خط ایک عالم کو ملگیا جس نے [illegible] علما کو دکھایا۔ اور وہ سب شیخ الاسلام کے پاس جمع ہوئے۔ اور سب کی صلاح سے منیب آفندی قاضی اسلام بول سلطان کے پاس گیا۔ اور مصطفیٰ کو قتل کرنے کی اجازت چاہی۔ سلطان نے قبول نہ کیا۔ اور کہا کہ جب میں اوس کے ارادہ کو روکنے پر قادر ہون تو پھر کیون اوسکی گردن مارنے کا حکم دون۔ قاضی نے اصرار کیا اور دلیل میں یہ حدیث پیش کی " اذا اجتمع الخلیفتان فاقتلوا احدهما " سلطان نے یہ سنکر منہ پھیر لیا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ منیب نے پھر کہا کہ سکوت علامت رضا ہے۔ پھر بستانجی باشی کو اشارہ کیا اور اوس نے مصطفیٰ کو کمرہ میں جا کر گلا گھونٹ کر قتل کر دیا۔ [illegible] کا بیان ہے کہ منیب کو دیر ہو گئی تو امرائے ینگچری خود پشیمان ہو کر قتل مصطفیٰ کی درخواست کرنے کے لیے سلطان کے پاس حاضر ہوئے۔ آخر [illegible] مصطفیٰ کی نعش لایا جسے دیکھکر محمود چشم پر آب ہو گیا۔ اور سب حاضرین کو یہ کہکر کہ مجھے اس وقت اپنے بھائی کی وفات [illegible] کر دیا مگر یہ روایت [illegible] نومبر ۱۸۰۸ء کو ہنگامہ کے وقت ہی قتل کیا گیا تھا۔ مولانا

اور بظاہر اصلاح کیطرف سے کامل مایوسی ہو گئی۔ لیکن قوم میں کئی عقلمند اور مستقل مزاج افراد موجود تھے۔ اور ان کو ان خرابیوں اور شدید تغیر کلی کی ضرورت اور بھی زیادہ محسوس ہو گئی تھی۔ وہ بظاہر خاموش تھے مگر مناسب وقت آ جانے پر اوس سے فائدہ اوٹھانے کیلئے تیاریاں کر رہے تھے سب سے بڑھ کر خود سلطان محمود جو بہر طرح اپنے ملک اور قوم کے ان اشد ظالموں اور دشمنوں سے خلاصی پانے کیلئے مناسب وقت کی آمد اور وسائل ضروری کے حصول کا منتظر بیٹھا تھا سلطان نے ینگچریوں سے قطع کرنے سے پیشتر اپنے ان خیر خواہ مشیروں اور وزراء کو جو لڑائی میں شہید نہیں ہوئے تھے چپکے سے قسطنطنیہ سے باہر بھیجدیا تھا۔ اور اس طرح سے ان کو ینگچریوں کے پنجہ سے بچا لیا تھا۔

نپولین اور زار اسکندر کے منصوبوں کی کیفیت اور انکو آپس میں متفق نہ ہو سکنے کا باعث اوپر بتایا جا چکا ہے۔ بلاد عثمانیہ کی ان اندرونی خرابیوں سے اسکندر کو سلطنت عثمانیہ کی باہمی تقسیم کی تجویز کو عمل میں لانے کی درخواست نپولین سے پیش کرنے کی از سر نو تحریک ہو گئی۔ اوس نے نپولین کو لکھا کہ یہ ٹرک بیمار رہتا ہے جو دیگر وارثوں کی عدم موجودگی کی وجہ سے بہر حال کسی نہ کسی دن روس کو مل رہیگا۔ اوسکی حرص میں پہلے سے بھی زیادہ ترقی ہو گئی ہوئی تھی۔ بمقام تلسٹ تو صرف [illegible] صوبجات کی تقسیم کی تجویز کی گئی تھی۔ اب کے اونہوں نے تقریباً کل سلطنت کے حصے بخرے کرنے کی سکیم تیار کی۔ آسٹریا کو [illegible] بوسنیا اور سرویا بلکہ مقدونیہ کا صوبہ بھی دیدیا جائے صرف سالونیکا کا شہر اور بندرگاہ مستثنٰی کر دیا جائے۔ فرانس البانیہ یونان اور کریٹ کے علاوہ تمام جزائر قبرس شام اور مصر کو لیلے۔ اور روس کو والیشیا مالڈیویا اور بلگیریا کے علاوہ صوبہ تھریس قسطنطنیہ اپنا ڈارڈنیلز اور باسفورس کے متصلہ ایشیائی صوبجات بھی دیدیئے جائیں ترکوں کے پاس صرف کوہ طارس کے درمیان کا ملک [illegible] زوال رہنے دیا جائے۔ یہی مزید طمع نپولین اور اسکندر میں بگاڑ کرنے کا باعث ہوئی۔ فرنچ سفیر متعینہ سینٹ پیٹرز برگ مسی کالین کور نے زار کو سمجھایا کہ قسطنطنیہ اور ڈارڈنیلز کسی صورت میں بھی روس کو نہیں دیئے جا سکتے۔ اس سے تو روس لیوانٹ اور ہندوستان کی تجارت کا مالک ہو جائیگا۔ اور جب چاہے کارفو اور ٹولون وغیرہ کے دروازوں پر نمودار ہو سکیگا۔ زار نے جواب دیا کہ یہ تو [illegible] قسطنطنیہ ہماری سلطنت کا صرف ایک سرحدی قصبہ رہیگا۔ اور سلطنت کی انتہا پر واقع ہونے کی وجہ سے [illegible] وہ قدر و منزلت نہیں رہیگی جو اب سلطنت عثمانیہ کا دار الخلافہ ہونے کیوجہ سے اوسکو حاصل ہے لیکن چونکہ وہ ہمارے گھر کا پھاٹک [illegible] متصرف ہونا ہمارے لیئے نہایت ضروری ہوگا۔

الغرض زار نے فرانس کو اس امر پر رضامند کرنے کے لیئے کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ اوسنے کبھی [illegible] کبھی خفگی دکھلائی۔ دھمکیاں دیں۔ اور کبھی ہمیشہ دوست صادق رہنے کا وعدہ کر کے نپولین جو معاوضہ چاہے وہی دینے کا اقرار کیا۔ اور کہا کہ دنیا میں جہاں ضرورت پڑے میں نپولین کا ساتھ دونگا۔ قصہ مختصر روس نے گویا اپنا لشکر اور اپنی خود مختاری [illegible] صداقت اور کھلم کھلے طور پر ظاہر کی تھیں جیسی کہ اسموقعہ پر کیگئیں۔ فرنچ سفیر نے اس اصرار سے تنگ آ کے کوئی تدبیر [illegible] تجویز کیا کہ قسطنطنیہ اور آبنائے کو جرمنی کے قصبہ ہمبرگ کیطرح جمہوری شہر بنا دیا جائے پر زار اس پر بھی آمادہ [illegible]

اور اوس مسئلہ سے حال فرانس کے قبضہ میں دیدیتے جائیں تو روس بیشک قسطنطنیہ پر قبضہ کر لے۔ روسی سفیر رومانزوف نے کہا کہ ایسی صورت میں زار قسطنطنیہ کو لینے کی بجائے تقسیم کی پہلی تجویز کو ترجیح دے گا۔ الغرض اگرچہ اس وقت ان دونوں حریفوں کو جو غیر ممکن جمہ کے خیالی منافع کی تقسیم پر اس طرح سے جھگڑ رہے تھے اس امر کا وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ ترک تو قسطنطنیہ پر اپنے قبضہ کی چوتھی صدی پوری کر کے تقریبا پانچویں صدی کے وسط تک بھی پہنچ جائیں گے مگر چند ہی برسوں کے بعد روس کی قدیم دار الخلافہ ماسکو سے آگ کے شعلے آسمان تک بلند دکھائی دیں گے۔ اور روسیوں کی بجائے فرانسیسی اوس میں مقیم ہوں گے۔ اور پھر کچھ عرصہ بعد فرانس کا دار الخلافہ روزی تو یورپ کے سامنے سر تسلیم خم کرے گا۔ اور شہنشاہ نپولین بونا پارٹ افریقہ کے ایک گمنام و نمودہ زرخیز جزیرہ میں قیدی بنا ہوا دکھائی دے گا۔

تاہم روس کو فرانس پر یہ فوقیت حاصل تھی کہ وہ ولشیا اور والڈیویا پر قابض تھا۔ اور فرانس کے پاس ترکی سرزمین کا ایک انچ بھی نہ تھا … اون کو عہدیدار جو آخر نظام سلسٹار روس ہو گئے تھے بہت پچھتانا پڑا۔ اور انہیں معلوم ہو گیا کہ … اوس نے اسکندر کو ٹالنے کی بہت کوشش کی اور اسے کہا … سلطنت عثمانیہ کو برباد کرنے میں اوس وقت تک توقف کرنا چاہیے جب تک کہ ہمیں اطراف سے بیفکری نہ ہو جائے کہ … مقبوضات کی تقسیم میں تصفیہ نہیں ہو سکیگا۔ اور … جو سب سے بیش قیمت مقبوضات میں تھا فیصل نہیں ہو سکیگا۔

نپولین بڑی غلطی میں پڑا ہوا تھا کہ وہ روس سے قطع تعلق کر دینے سے ذرہ بھی تامل نہ کرتا مگر ہسپانیہ میں اوسکی فوج کو اسپینی مزاحمت سے شکست فاش ملی تھی۔ اور دوسری طرف آسٹریا بھی سر تور فوجی تیاریاں کر رہا تھا جس سے اوسکو پہلے روس سے اتحاد قائم رکھنا ضروری ہو گیا تھا چنانچہ اوس نے … ملاقات کرکے زار کو اپنے … پر لانے کیلئے اوس سے بمقام ارفرٹ (واقع جرمنی) ملاقات کی۔ اور اوس کو ترکی کی تقسیم کے خبط سے باز رکھکر بتاریخ ۱۲ اکتوبر ۱۸۰۸ء خفیہ معاہدہ کر کے روس سے یہ تسلیم کرایا کہ زار ولشیا و والڈیویا اور نیز جنوبی … پر جو حال میں … قبضہ کیا گیا تھا … پولینڈ کی سلطنت کو دوبارہ قائم نہیں کیا جائیگا۔ اور آخر میں دونوں نے باہم … کیا کہ جب تک انگلستان صوبجات مذکور کو روسی سلطنت کا جز تسلیم کرلے اوس سے صلح کی گفتگو ملتوی نہیں کی جائیگی۔

انگریزی وزارت کو اس … کی خبر ملی جس میں نپولین نے فرانس کی حقیقی پالیسی اور بہتری کو ذاتی اغراض کو پورا کرنے کیلئے قربان کر دیا تھا … ہوئی تھی۔ اور … باب عالی … پر روسی قبضہ کی طرف سے سخت تشویش ہو رہی تھی۔ اور اسے بھی روس اور فرانس کی باہمی سازشوں کی کچھ … پہنچ گئی تھی جس کا تدارک اوسنے یہی سوچا کہ انگلستان اور ترکی میں صلح کرا دے چنانچہ ایسا کرنے میں … کامیاب ہو گیا۔ اور ۵ جنوری ۱۸۰۹ء کو انگلستان اور ترکی میں صلح ہوگئی۔ باب عالی نے روس سے بھی مصالحت کی کوشش کی مگر … روسی … کہ گفتگوئے مصالحت ترک کر دی گئی۔ فرانس اور روس

لہ یہ طیبین … نپولین … صوبجات … جنوبی صوبجات … تسلیم کرے … [illegible] … زیر حمایت … خود مختاری عطا کر دی گئی۔

ٹرکی کو انگلستان سے صلح کر لینے سے روکنے کیلئے بہت کچھ دھمکیاں دیں لیکن ان سے بجائے ترکوں کا غصہ اور بڑھتا گیا۔ حتی کہ کل قوم روس کے ساتھ لڑائی شروع کیلئے جانیکا مطالبہ کرنے لگ گئی۔ ہر ترک کی یہی خواہش و تمنا تھی کہ اس ذلیل و تیغ کی لڑائی کی جائے۔ دغاباز دشمنوں اور مکار دوستوں کی ضرورتوں پر اسے ہرگز درمیان میں ملتوی نہ کیا جائے۔ نوبتیں یہیں تک آئی جو معاہدہ ٹلسٹ کے وقت سے بند تھی پھر شروع ہو گئی۔ اور سلطنت عثمانیہ کے ہر حصہ سے جوق در جوق مسلمان مجاہدین پایہ تخت میں جمع ہونے شروع ہو گئے مگر پچھلی بغاوت سے بدنظمی اور بے ترتیبی کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ سلطانی افواج میں کوئی اتحاد نہ رہا تھا۔ اور افسروں کی تابعداری اور فرمانبرداری کا نام و نشان نہ پایا جاتا تھا۔ سر رابرٹ اڈیلو انگریزی سفیر ۱۳ جون ۱۸۰۹ء کے اپنے مراسلہ میں افواج کی سرکشی کی جو کیفیت اپنی گورنمنٹ کو تحریر کرتا ہے۔ وہ سخت قابل افسوس ہے۔ اس کا بیان ہے کہ کئی مہینوں تک ینگچریوں نے سلطان کے مقرر کردہ وزیر اعظم کو وزیر نہ مانا اور جب تک یہ سرکش راضی نہ ہوئے۔ وزیر مذکور قسطنطنیہ میں آنے کی جرأت نہ کر سکا کوتاہ کلام مصطفیٰ کی موت کے وقت سے لیکر اب تک یہ حالت رہی ہے کہ گویا سلطنت عثمانیہ میں کوئی حکومت ہی موجود نہیں مختلف محکموں کے اعلیٰ افسر اپنے اپنے صیغہ کے کاروبار سے ایک قدم تجاوز نہیں کرتے۔ کوئی شخص کل حکومت کا بوجھ اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ تمام ضروری سرکاری کاروبار معطل پڑے ہیں۔ اور صوبجات میں مسلسل فتنے برپا ہوتے رہتے ہیں۔ الغرض گورنمنٹ کے جوڑ ہر جگہ کچھ ایسے ڈھیلے پڑ گئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ جس کام میں قوم بھی اس کی مددگار ہو اسے بھی وہ دلچسپی سے نہیں چلا سکتی۔ ان خرابیوں کی کنہ اور ماہیت اس سرگذشت سے جو روس کے ساتھ لڑائی چھڑ جانے پر سرحدوں پر گذری بخوبی واضح ہو سکتی ہے۔

"میں پہلے اطلاع دے چکا ہوں کہ روس کے بیجا مطالبات سے قوم کا جوش مارچ کے آخر میں انتہائی درجہ کو پہونچ گیا تھا اور اس نوعمر پروز زاریت عثمانیہ میں بھی کسیقدر جان پیدا ہو گئی تھی۔ تمام فوجی صیغوں میں نہایت مستعدی سے کام شروع ہو گیا اور بیڑہ کی تیاری کا حکم صادر کیا گیا۔ اور یہ کام ایسی پھرتی سے کیا گیا کہ دنوں میں دس جنگی جہاز سیکڑوں سے لیس ہو گئے سرحدی قلعوں کو فوجیں اور سامان رسد بھیجنے کا حکم دیا گیا۔ اور ہر روز ہزاروں آدمی باسفرس سے سرحدوں کو جاتے دکھائی دیتے تھے۔ مگر بدقسمتی سے جب وہ ڈنیوب پر پہنچے تو دشمن کے مقابلہ کیلئے فوج میں شامل ہونے کی بجائے مخالف پاشاؤں کے اپنے باوردی کے پاس ملازم ہو گئے۔ انمیں سے ایک تو ملا کا اعیان ہے۔ اور دوسرے کا نام پہلوان آغا ہے۔ جو دونوں روس کی بجائے ایک دوسرے کے ساتھ خانہ جنگی میں مصروف ملک کو تباہ اور سلطنت کو کمزور کر رہے ہیں۔"

ٹرکی اور روس میں لڑائی شروع ہونے پر سن ۱۸۰۹ء میں آسٹریا اور فرانس میں بھی پھر جنگ برپا ہو گیا تھا جس میں روس کو اتحادی معاہدہ کی وجہ سے نپولین کا ساتھ دینا پڑا لیکن زار کے دل میں ٹرکی کی تقسیم کے معاملہ میں نپولین کی طرف سے بدمزگی بیٹھ گئی ہوئی تھی۔ اور مزید برآن وہ اس تاریخ فاتح کی کارروائیوں کو نظر تعجب سے اور نگاہ رشک سے دیکھتا تھا۔ وہ ہر ایک بے دلی کے ساتھ میدان میں آیا۔ مگر انہی وجوہات کے باعث اسکی ساری توجہ فرانس اور آسٹریا کی لڑائی کی طرف منعطف رہی

اور اپنی بہترین فوج اور قابل ترین جرنیل صوبجات ڈنیوب اور پولینڈ سے واپس منگوا لینے پڑے کہ اگر نپولین سے سامنا ہو جائے تو کام دیں۔ تاہم اوس کے جرنیل پگریشن نے سن مذکور میں ترکون پر چند فتوحات حاصل کرلیں۔ یکم اپریل ۱۸۰۹ء کو اوس نے بمقام سلوبوزیا ترکون کو شکست دے کر قصبات گرگیوا، اسماعیل، طلچہ اور ہرسووا فتح کرلیے۔ جس سے روسیون کے قدم دریائے ڈنیوب کے داہنے ساحل پر بھی جم گئے۔ ترکون نے اس شکست کا بدلہ لینے کے لیے ۲۴ اکتوبر کو بمقام تاتاریزا روسیون پر حملہ کیا مگر کوئی قطعی تصفیہ نہ ہوا۔ دونون فریق فتح کے مدعی رہے۔ ایشیا میں روسی افواج نے مشہور بندرگاہ پوٹی کو جو بحیرۂ اسود کے مشرقی ساحل اور دریائے فاسیس کے دہانہ پر واقع ہے فتح کرلیا۔

روسیون کی ان فتوحات پر مسرور ہونے کی بجائے نپولین نے بڑی خوشی ظاہر کی۔ اور اون سے فائدہ اوٹھا کر اپنے پارلیمنٹ کو بڑے فخر کے ساتھ ہمسایہ سلطنت کے اتحاد سے آگاہ کیا چنانچہ ۳ دسمبر ۱۸۰۹ء کو اوس نے ان الفاظ میں اپنا عندیہ ظاہر کیا: "صوبجات الیریا کے قبضہ سے میری سلطنت عظیمہ کی سرحد دریائے ساوا تک پہنچ گئی۔ اور سلطنت عثمانیہ سے متصل ہوگئی ہے۔ اور اوس مقام سے مین بحیرۂ روم اور ایڈریاٹک مین اپنی تجارت کی بخوبی حفاظت کرسکتا ہون۔ اور اگر باب عالی انگلستان کے مہلک مشورون کو سننا چھوڑ دے تو مین اوسکی حفاظت کرونگا۔ لیکن اگر وہ اوس کی مکاری اور پر از دغا صلاح و مشورہ کے دباؤ مین آگیا تو مین اوسے سخت سزا دونگا۔ میرے دوست اور رفیق قیصر روس نے صوبجات فنلینڈ، مالڈیویا، ولیشیا اور گلیشیا کے ایک حصہ کو اپنی وسیع سلطنت مین شامل کرلیا ہے۔ مجھے اوس سلطنت کی ترقی اور خوش نصیبی پر مطلقاً رشک نہین۔"

دوسرے برس (۱۸۱۰ء) کے موسم بہار مین روسیون نے جنرل کامنسکی کے زیر کمان جنگ شروع کرکے ۱ جون کو سلسٹریا فتح کرلیا۔ مگر شمولا کو جہان وزیر اعظم موجود تھا کئی حملون کے باوجود فتح نہ کرسکے۔ ۳ اگست کو رسچک کے سامنے سخت شکست اوٹھائی جس مین خود روسیون کے بیان کے مطابق اون کے آٹھ ہزار آدمی قتل اور زخمی ہوئے۔ اور اس مین کوئی شک نہین کہ اگر بوسنیا کا پاشا روسیون کے شکست کھا کر بھاگتے وقت اون پر قلعہ سے باہر نکلکر حملہ کر دیتا تو اونکی کل فوج نیست و نابود ہوجاتی مگر جیسا کہ ابھی بیان ہوا اس جنگ مین اکثر دیگر پاشاؤن کی کیفیت تھی سلطان کے افسر کی حیثیت سے کام کرنے کی بجائے ایک خود مختار بادشاہ بنا ہوا تھا۔ وہ بیرقدار کے بعد رسچک کا گورنر بنایا گیا تھا۔ اور بیرقدار کی وفات کے بعد اوس نے باب عالی کی ماتحتی سے آزاد ہوکر رسچک اور اوس کے ملحقہ علاقہ پر خود مختارانہ حکمرانی شروع کر دی تھی جب روسیون نے اوس کے شہر پر حملہ کیا تو اونہون نے کمال شجاعت سے مقابلہ کیا مگر جب وہ شکست کھا کر بھاگ گئے تو اوسے اونکی کچھ پرواہ نہ رہ گئی۔ اور اوس نے کھلے میدان مین اونپر حملہ آور ہوکر اپنی طاقت کو کمزور کرنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وزیر اعظم جسے باغی سمجھتا تھا شمولا مین موجود ہے۔ اور وہ اوس کی کمزوری سے فائدہ اوٹھانے سے دریغ نہین کرے گا۔ بعد ازان جب باب عالی سے اوسکی صلح ہوگئی تو وہ اس محاربہ کی آخری لڑائیون مین کمال وفاداری اور مردانگی سے کام دیتا رہا۔ مگر اسی ایک واقعہ سے ناظرین کو معلوم ہوسکتا ہے کہ ترکون کی حالت کیسی ابتر ہو رہی تھی۔ اور سلطنت کیسی سخت مشکلات مین مبتلا تھی۔ اسی سال کے موسم خزان مین روسیون نے دوبارہ حملہ کرکے رسچک کے شہر کو فتح کرلیا۔ مگر قلعہ پر بدستور

ترک قابض رہے۔ چنانچہ ۱۸۱۱ء میں روسی شہر کو آگ لگا کر اُسے خالی کر گئے۔ اس فتح سے چند دن پہلے روسیوں نے بمقام باتن ۷ ستمبر کو ترکوں کو شکست فاش دے کر اون کا کل توپخانہ کیمپ اور سامان چھین لیا۔ بعد ازاں سلسٹریا اور کئی دیگر مشہور مقام اُن کے قبضہ میں آگئے۔ مگر شوملا کو فتح کر کے بلقان کو عبور کرنے کی کوششوں میں کامیابی نہ ہوئی۔ ۱۸۱۱ء میں فرانس کے ساتھ تعلقات ایسے بگڑ گئے کہ ان روسی جرنیلوں کو جو ترکوں کے مقابلہ پر مامور تھے۔ صرف مدافعت پر رہنے کا حکم موصول ہو گیا جس پر ترک لیڈر دریا کو عبور کر کے ولیشیا میں داخل ہو گئے۔ اور کئی معرکوں میں روسیوں کو ہزیمتیں بھی دیں۔ مگر آخرش کمانڈروں کی ناقابلیت سے اونکی ایک سالم فوج دشمن کے نرغہ میں گھر گئی اور تیس ہزار ترک سپاہیوں نے ۸ نومبر ۱۸۱۱ء کو روسی جرنیل کوٹوسوف کے سامنے اس شرط پر ہتھیار رکھ دیئے کہ اگر دونوں سلطنتوں میں صلح نہ ہوئی تو ان کو اسیران جنگ متصور کیا جائیگا۔

درمیان میں کئی مرتبہ مصالحت کی کوشش کی گئی تھی۔ ۱۸۱۰ء میں روس نے یہ شرائط پیش کی تھیں۔ مالڈیویا اور والیشیا روس کے حوالہ کر دیئے جائیں۔ جارجیا وغیرہ روسی علاقہ میں شامل سمجھے جائیں۔ چالیس ہزار دینار بطور تاوان جنگ دیئے جائیں اور تا وصولی روس۔ وارنا۔ سلسٹریا اور شوملہ پر قابض رہیگا۔ ۱۸۱۱ء میں نپولین کے حملہ کے خوف سے ان شرائط میں بہت تخفیف کر دی گئی۔ اور کل مطالبات چھوڑ کر روس نے صرف دریائے سرٹ تک روسی حد تسلیم اور تیس ہزار اشرفی تاوان ادا کئے جانیکا مطالبہ کیا۔ ترکی وزراء نے دریائے سرٹ کی بجائے دریائے پروتھ تک کا علاقہ (یعنی بسیربیا) دینا منظور کیا۔ روس کو لڑائی میں اسقدر غلبہ حاصل رہا تھا کہ وہ اگر اپنی پہلی شرائط پر بھی مُصر رہتا تو شاید ترکوں سے منظور کرا لیتا۔ مگر نپولین پانچ لاکھ جرار فوج لیکر روس کے قلب ملک پر حملہ کرنے کیلئے بڑھا چلا آرہا تھا۔ اور روس کو اپنے ملک کو بچاؤ کیلئے ایک ایک سپاہی کی ضرورت تھی۔ اور وہ جس شرط پر ترک چاہتے اوسی پر صلح کرنے کیلئے تیار تھا۔ ادہر سلطان کو بھی دشمن کے خطرہ کا علم تھا۔ اور وہ جانتا تھا کہ روس سے بدلہ لینے کا وقت آپہنچا ہے۔ اودہر نپولین نے بھی گذشتہ غلطیوں کی تلافی کیلئے سلطان سے سلسلہ جنبانی کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ چنانچہ جب سلطان کو اپنے وزیر اعظم کی کارروائی کی خبر پہنچی تو وہ سخت ناراض ہوا۔ اور پیشکردہ شرائط کی تصدیق سے انکار کر کے نئی فوج کی طلبی اور بھرتی کا حکم دیدیا۔ اوس کے انداز سے پایا جاتا تھا کہ اس نئی سپاہ کی کمان وہ خود اپنے ہاتھ میں لینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ لیکن باب عالی نے اپنے بادشاہ کی رائے سے اتفاق نہ کیا۔ ایک تو انہیں یہ اندیشہ تھا کہ نپولین کہیں پھر پہلے کیطرح دغا نہ دے۔ دوسرے انگلستان نے روپیہ کی مدد سے اکثر ارکان کو اپنے ساتھ ملا لیا ہوا تھا۔ ادہر انگریزی اور روسی سفراء نے سلطان کو ٹلسٹ اور ارفرٹ کے خفیہ معاہدوں کے مضمون سے مطلع کر دیا۔ نپولین نے سلطان کو اپنے سفیر کی معرفت کہلا بھیجا تھا کہ اگر ترک لڑائی جاری رکھیں اور روس کے مقابلہ پر اپنی پوری طاقت سے کام لیں گے تو وہ نہ صرف صوبجات ڈینیوب بلکہ کریمیا بھی ترکوں کو واپس دلا دیگا۔ مگر اوسکی یہ کوششیں بیہودہ رہیں۔ اوسکی سابقہ بیوفائی، انگریزوں کی خود غرضی اور اکثر ارکان دولت کی غداری نے سلطان کو روس سے صلح کر لینے پر مجبور کر دیا۔ اور فریقین میں ۲۸ مئی ۱۸۱۲ء کو بمقام بخارسٹ عہد نامہ مصالحت ہو گیا جس نے نپولین کی بربادی میں اسکی اعداد کو کچھ کم مدد نہ دی۔ ماسکو پر حملہ کنندہ فرنچ فوج کے میمنہ کو جس

روسی فوج نے تباہ کیا تھا۔ وہ وہی فوج تھی جو ترکون سے صلح ہوجانے پر مالڈیویا سے گئی تھی۔ اور اسی نے مینہ کو تباہ کرنے کے بعد نپولین کے قلب لشکر کو ماسکو سے مراجعت کرنے وقت تباہ و برباد کیا تھا۔ معاہدہ بخارسٹ سے ترکون نے معاہدہ ٹلسٹ کا تو بدلہ لے لیا مگر ساتھ ہی نپولین کو روسی حملہ مین دھوکہ دینے سے اپنی گردن پر بھی چھری پھیر لی۔

سرویا کے باغی بھی اس محاربہ مین روس کے ساتھ شریک رہے تھے۔ اور اون کو یقین تھا کہ روسی سرویا کو آزادی دلائے بغیر ٹرکی سے صلح نہ کرین گے۔ مگر روس کو اوس وقت اپنی ایسی پڑی ہوئی تھی کہ وہ ترکون سے اپنا چھٹکارا ہوجانا غنیمت سمجھتا تھا۔ روسی وکلا نے حدود کی شرائط کے بعد جن مین نیسٹر کی بجائے دریا پروتھ حد فاصل مقرر کیا گیا اور دریا ڈینوب کے رستے مغربی جانب کا کل علاقہ مالڈیویا اور صوبہ والیشیا ٹرکی کو واپس کر دیا گیا۔ سرویا کو ٹرکی کے حوالہ کرکے یہ شرط کی کہ اندرونی معاملات مین سرویون کو خود مختار رکھا جائے اور اون پر نئے محاصل لگائے نہ جائین۔ اور ان محاصل کی وصولی اجارہ دارون کی معرفت نہ ہو۔ بلکہ براہ راست سرکاری تحصیلدار وصول کیا کرین۔ اور کل سرولی قلعون پر پھر ترکی فوج قابض ہوجائے۔ سرولی مورخ روس کی اس خودغرضی پر سخت ناراض ہین۔ اونکا بیان ہے کہ اس مکار دوست نے خود تو بصرہ بیا لیا مگر سرویون کو دغا دی۔ لیکن ساتھ ہی سرویون اور ترکون کے باہمی تعلقات کی تصریح ایسے مہمل الفاظ مین کی کہ انھی آیندہ مداخلت کرتے رہنے کا موقعہ ملتا رہے۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سرویا اب کبھی ترکون کی اطاعت نہین مانین گے۔ اور ٹرکی کے ساتھ اونکے جھگڑے تنازعے ہوتے رہین گے۔

ایشیا مین حدود وہی رہین جو پہلے تھین۔ اور روس نے علاقہ جات مفتوحہ اناپہ وغیرہ کو واپس کر دینے کا اقرار کیا مگر خطرہ کا وقت گذر جانے پر اوسکی تعمیل سے اغماض کر گیا۔

باشندگان والیشیا اور مالڈیویا کے حقوق قایم رکھے گئے اور باجگذاری نے دو برس تک اونھین محاصل معاف کر دینے کا اقرار کیا۔

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے سلطان روس کے خطرہ سے واقف تھا مگر جو بات اوسکا صدر اعظم کے اوسکی پیش نہ جانے دی۔ انگلستان نے صرف اکثر ارکان دولت کو بھی بطمع زر اپنے ساتھ نہین گانٹھ لیا ہوا تھا بلکہ سلطان کے دہم کا نیکے لیئے بیڑہ جہازات بھی ترکی سمندرون مین بھیجدیا ہوا تھا۔ غیر ممکن ہے سلطان نے یہ خیال کر لیا ہو کہ مسیحی دول کی یہ مخاصمت عرصہ دراز تک قایم رہے گی۔ اور اسکی بدولت اوسے اپنے ملک کی اندرونی اصلاح اور استحکام طاقت کے لیئے کافی مہلت ملجاوے گی۔ اونکے جھگڑے مین غرض ایسے موقعہ کو کیون ہاتھ سے جانے دیا جائے۔

بہرنوع روسیون نے ترکون سے مصالحت ہوجانے پر بیقدر خوشی منائی کہ جیسا کہ مین رسالہ **مفروضہ مظالم آرمینیا** مین [illegible] بندی عہد کی بحث مین لکھ چکا ہون ایک دوسری سلطنت کے سفیر نے روسی سفیر متعینہ لنڈن سے متعجب ہو کر کہا کہ مجھے کوئی [illegible] کہانی دیجئے کہ تم لوگ کیون اسقدر خوشی ظاہر کر رہے ہو جس معاہدہ پر تم اسقدر نازان ہو رہے ہو وہ میری رائے مین ردی کاغذ سے زیادہ وقعت نہین رکھتا بلکہ میرا خیال ہے کہ ترکون نے محض تمہین دھوکہ دینے کے لیئے ہی اوسپر دستخط کیئے ہین۔ بعد

ناممکن ہے کہ روسی فوج کے واپس ہٹتے ہی ترک پھر اعلان جنگ نہ کر دیں۔ اور جو ملک تم نے ان سے لیے ہیں ان پر قبضہ نہ کر لیں جہاں تک مجھ کو علم ہے کوئی عیسائی طاقت تو ایسے موقعہ کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اور مجھ کو توقع نہیں کہ ترک بھی اسے جانے دیں۔" پرنس لیوین روسی سفیر نے جواب دیا "کہ تم ترکوں سے واقف نہیں۔ اس عہدنامہ کی سیاہی ہماری نظروں میں ایک لاکھ سپاہیوں کے برابر وقعت رکھتی ہے۔" سر اسپنسر انگریز مورخ اس فقرہ کو لکھ کر لکھتا ہے "اللہ اکبر یہ ہے اعتماد و بھروسہ جو خود روسی اپنے عثمانیہ دشمنوں کے حلفیہ قول و اقرار پر رکھتے ہیں۔"

اس کے بعد یہی مصنف مزید لکھتا ہے کہ "گو ترکوں پر اکثر معاہدوں میں دوسروں کی متواتر اور باقاعدہ بدعہدیوں کی زیادتی ہوتی رہی ہیں مگر وہ اپنی طرف سے معاہدوں کی ایمانداری سے تعمیل کرتے رہے ہیں۔"

باب (۱۳) سیزدہم

محمود ثانی کا کیریکٹر۔ بغاوت سرویا کا انجام۔ محمد علی پاشا اور مملوک۔ وہابیوں کی ہزیمت۔ علی پاشا کی سرکوبی۔ عیسائی رعایا کی امنگیں۔ یونانی باغیانہ کمیٹیاں موسومہ ہیٹیریا۔ یونانیوں کی بغاوت۔ ابراہیم پاشا فرزند محمد علی کا یونان پر حملہ کرنا۔ ینگ چریوں کی بیخ کنی۔ روس کے ساتھ تنازعہ۔ معاہدہ آق کرمان۔ فرانس انگلستان اور روس کی مداخلت یونانیوں کی حمایت میں۔ جنگ ناوارینو۔ محاربہ روس۔ عہدنامہ ایڈریانوپل۔ یونان کی آزادی۔ فرانس اور اوس کے تعلقات مشرق سے۔ محمد علی کی بغاوت اور ترکی افواج کی ہزیمت۔

روسی امداد۔ عہد نامہ خونکار اسکلہ سی۔ محمود کی اصلاحات۔ مصر سے پھر بگاڑ ہو جانا۔ مصری افواج کی فتحیابی۔ سلطان محمود کی وفات۔ سلطان عبدالحمید کی تخت نشینی۔ انگلستان کی امداد سے تنازعہ مصر کا تصفیہ۔

کریسی صاحب اس نامور سلطان کا کیرکٹر جو اس نام کا دوسرا اور اپنے خاندان کا تیسواں فرمانروا تھا تحریر کرنے سے پہلے لکھتے ہیں "وہ روس کو اپنے لئے خطرہ سمجھتا تھا۔ انگلستان کو اس سے اندیشہ تھا۔ فرانس کیطرف سے اسے خدشہ۔ باغی ینگچریوں اور متمرد علماء سے اوسے خوف تھا۔ وہابیوں، ملکوں، سرویوں، البانیوں، یونانیوں، روسوں، کردوں، شامیوں اور مصریوں کی بغاوتیں یکے بعد دیگرے اوسکے لئے وبال جان رہیں۔ اور جا بجا سرکش پاشاؤں کی خودسری سے جو خاندان عثمانیہ کو برباد جمعیت کر کے اپنی اڑھائی اڑھائی اینٹ کی جدا جدا مسجدیں بنانے کے درپے تھے اسے خطرہ رہا۔ الغرض سلطان محمود کے عہد حکومت پر مصائب و مشکلات کے جو تاریک بادل چھائے رہے ان میں سے چند ایک یہ ہیں جن کی تفصیل درج ہے۔ اس جوانمرد نے ان کل خطرات کا مقابلہ کیا۔ قسمت نے کئی مرتبہ اوس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ مگر اس عالی ہمت نے کبھی حوصلہ نہ ہارا۔ زمانہ قدیم کے مشہور مدبر اور طلیق اللسان مقرر ڈیماس تھینز نے اصول وضع کیا تھا کہ عزت کے لائق وہی شخص ہے جو عقل و فرزانگی سے کام لیکر آئندہ کی بہتری کے وسائل کو سوچ لے۔ اور پھر اون کے حصول کے لئے جوانمردی سے کوشش کرے۔ صرف ایسا شخص ہی عزت کے قابل ہے۔ خواہ وہ اپنے مدعا میں کامیاب ہو اور خواہ مخالف حالات کی وجہ سے مجبوراً ناکام رہے۔ اس اصول کے لحاظ سے محمود واقعی اس قابل ہے کہ اوسکا نام ہمیشہ عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھا جائے"

اس کے بعد صاحب موصوف لکھتے ہیں "یہ ممالک مغرب میں سلطان مرحوم کے کارنامہ زندگی کے اکثر حصص کی خبریں ابھی تک مفصل معلوم نہیں ہوئیں۔ اس لئے اوسکی مفصل و مبسوط سوانح عمری لکھنے کا ابھی وقت نہیں آیا۔ تاہم اوس کے کیرکٹر کے عام خواص بالبداہت نظر آرہے ہیں۔ وہ بزدل یا احمق نہ تھا۔ اور نہ لوئی پانزدہم (شاہ فرانس) کی طرح خود غرض عیاش تھا کہ اپنی سلطنت کی روز افزوں تباہی اور حکومت کی قریب الوقوع زوال کو بخوبی سمجھتا ہو مگر دل میں اندازہ لگا کر مطمئن و بیفکر بیٹھا رہے کہ کم از کم میری عمر تک یہ سب سامان عیش و عشرت اور شان و شوکت قائم رہیں گے۔ میرے بعد فنا و معدوم ہوں تو ہوا کریں۔ مجھے کیا۔ محمود کو کامل مایوسی کے وقت بھی کبھی ایسی نامردانہ خود غرضی اور بزدلانہ نفس پروری کا خیال تک نہ گذرا تھا۔ جو قبائح و خطرات عظیم اوس کے گردوپیش موجود تھے۔ اون کو دیکھتے ہی محمود واقعی جوانمردانہ ہمت و دلیری سے اون کے مقابلہ کیلئے تیار ہو گیا۔ اور حرم سرائے عیش و آرام کو ملک و قوم کی خدمتگذاری کے لئے ہمیشہ کے واسطے تیاگ دیا۔ یہ دعوے کرنا تو صحیح نہ ہوگی کہ اوس سے کبھی کوئی غلطی نہ ہوئی تھی یا اوس سے کبھی کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہوا تھا جو معیوب متصور ہو سکے۔ لیکن ہمیں کوئی

شک نہیں کہ اگر اوس کے کل کارنامہ پر غور کیا جائے تو وہ بیشک بڑا آدمی تھا اور اوس نے مشکلات اور مصیبتوں کے گھسان میں اپنے شاہی خاندان کی جس کی وہ نسل تھا۔ اور اپنی سلطنت کی جو کسی زمانہ میں نہایت شاندار رہ چکی تھی۔ اور جس کو چلانا نہایت صعب و دشوار کام اب اوس کے کندہوں پر پڑا تھا خدمات اور فرائض کو نہایت شریفانہ طور پر ادا کیا"۔ اس مختصر سی تحریر میں کریسی نے سلطان مرحوم کے اوصاف ایسی خوبی اور فصاحت سے بیان کر دیئے ہیں کہ میں اوس پر اضافہ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں پاتا۔ اور پھر تاریخی واقعات کیطرف رجوع کرتا ہوں۔

محمود کو عہدنامہ بخارسٹ سے اپنے ملک کے اندرونی معاملات کیطرف متوجہ ہونے کیلئے بہت کچھ مہلت مل گئی۔ اور اوس نے اس مہلت سے فائدہ بھی بہت کچھ اوٹھایا۔ گو نیرنگی قدرت سے اوسے پھر اونہی سے بعد میں سخت نقصان اوٹھانا پڑا جنسے اوس کو اس فرصت کے وقت ملک کو اندرونی خرخشوں سے پاک کرنے میں معقول امداد ملی تھی۔ روس نے معاہدہ بخارسٹ کے بعد ٹرکی سے فرانس کے برخلاف اتحادی معاہدہ کرنے کیلئے بہت کوشش کی۔ اور چاہا کہ سلطان روسی افواج کو اپنے علاقہ سے گذر کر فرنچ فوج مقیمہ ڈلمیشیا پر حملہ کرنے کی اجازت دے۔ مگر محمود نے یورپین معاملات اور مسیحی دول کی باہمی تکراروں میں کوئی دخل نہ دیا چنانچہ نپولین کے پہلی عزل کے بعد جب ۱۸۱۴ء میں دول یوروپ نے معاملات یوروپ اور خاصکر اون ملکوں کی نسبت جن کی تقسیم میں نپولین کی فتوحات کے سبب بہت تغیر و تبدل ہو گیا تھا۔ وی آنا میں کانفرنس کی تو سلطان کیطرف سے اوس میں کوئی نائب شریک نہ ہوا۔ اور نہ ٹرکی کے متعلق اوس میں کوئی بحث و مباحثہ ہوا۔ مگر اس عدم تذکرہ سے ہی دول یوروپ نے گویا یہ تسلیم کر لیا۔ کہ ٹرکی کا وجود موازنہ طاقت کیلئے ضروری ہے۔ اور یہی ضرورت ہے جسنے اب تک ٹرکی کو عیسائی طاقتوں کے ہاتھ سے بالکل پامال ہو جانے سے بچایا ہوا ہے۔ اس کانفرنس کے بعد نپولین کے پھر پیرس میں نمودار ہو جانے سے یوروپ میں تہلکہ برپا ہو گیا۔ اور اوس کو قابو کرنے کیلئے دول یوروپ کو پورا زور لگانا پڑا جسکے بعد ٹرکی کے معاندین بالخصوص روس کو اپنی طاقت کو سنبھالنے اور درست کرنے کیلئے کچھ عرصہ آرام کرنا ضروری ہو گیا اور سلطان کو بیرونی حملہ آوروں سے فرصت مل گئی۔ مگر بدقسمتی سے ملک کی حالت خانہ جنگیوں اور اندرونی بغاوتوں سے ایسی خستہ و خراب ہو رہی تھی کہ سلطان کو مسائل ملکی اور تمدنی اصلاحات کیلئے زیادہ مہلت نہ ملی۔ اور اوسکو سب سے اول ان متکبر ناسوروں کے اندمال کا انتظام کرنا پڑا تاہم یہ بلند ہمت اصلاحات سے بھی غافل نہ رہا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس بارہ میں بھی کچھ نہ کچھ کرتا رہا اور آخر اتنا کچھ کر گیا کہ تمام دستور و آئین کی کایا پلٹ دی۔

روس کے ساتھ ابھی مصالحت نہ ہوئی تھی کہ سلیمان پاشا حاکم بغداد نے ۱۸۱۰ء میں علانیہ بغاوت کر دی۔ سلطان نے خالد آفندی کو ادہر روانہ کیا اور اوس نے باغی کو قتل کر کے عراق عرب میں کسیقدر امن قائم کر دیا جب روس سے صلح ہو گئی تو سرویا میں پھر فساد برپا ہو گیا۔

بغاوت سرویا کا نتیجہ

اس صوبہ کے متعلق عہدنامہ بخارسٹ میں جو شرائط ہوئی تھیں وہ اوپر درج ہو چکی ہیں لیکن مطابق ترکوں کو پھر سرویا میں دخل ہونے کے حالات ویسے ہی جیسے پہلے بغاوت سرویا کے

سلسلہ وقعات کو پھر اس جگہ سے شروع کرنا جہاں اُسے چھوڑا گیا تھا ضروری ہے بیتو طرسے کر پاشا کا شرائط پیش کرنا یا یون کا اونہین قبول کرلینا مگر سلطان سلیم کا اونہین مسترد کردینا پہلے لکھا جا چکا ہے سلطان کی نامنظوری پر قرا جارج نے شہر بلغراد کو فتح کرکے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ بالیعال سلیمان پاشا کمانڈر قلعہ کو کوئی مدد نہ پہنچا سکا جسپر اوس نے فاقہ سے مجبور ہوکر اس شرط پر قلعہ سرویون کے حوالہ کر دیا کہ اوسکی فوج کو بلا تعرض سرویا سے چلا جانے دیا جائے۔ مگر وہ بلغراد سے چند میل کے فاصلہ پر ہی پہنچا تھا کہ ایماندار سرویون نے اچانک حملہ آور ہوکر سلیمان اور اوس کے ہمراہیون کو تہ تیغ کر دیا۔ اور پھر تمام ترک باشندون پر جو ابھی تک صوبہ کے مختلف شہرون مین مقیم تھے۔ ٹوٹ پڑے۔ اونکا تمام اسباب لوٹ لیا گیا؛ بچو کمال سنگدلی سے ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے۔ مرد ایک زندہ نہ چھوڑا گیا۔ اور اون کی عورتین جنہین کبھی آفتاب نے بھی بے نقاب نہ دیکھا تھا سخت بیحرمتی کے بعد قتل کر دیگیئن یا کنیزکین بنالیگیئن۔

الغرض ۱۸۰۶ء مین سرویا مین ایک مسلمان متنفس باقی نرہ گیا۔ اور سرب قطعًا آزاد ہوگئے سرولی سردارون نے ملک کو آپس مین بانٹ لیا۔ اور ترکون کی املاک پر جشن منائے گئے۔ مگر اس طوائف الملوکی سے صوبہ مین عام طوفان بے تمیزی برپا ہوگیا قرا جارج علاقہ شومادیا پر حکمران تھا۔ اور ایک اور سردار مسمی میلاسک اوبرینووک دونتیزا سے سمندریا تک علاقہ ردونک پر۔ آخراس طوائف الملوکی کو دور کرنے کو بیتہ بارہ ممبرون کا ایک سینیٹ یا سوویٹ (مجلس تشخیص) قائم کیگئی لیکن جنگی سردار اوسکے فیصلون کی کچھ پیروا نہ کرتے تھے۔ بدانتی برابر موجود رہی۔ اسپر چند ارکان مجلس نے تجویز پیش کی کہ اس سے تو یہی بہتر ہے کہ ملک پھر ترکون کے حوالہ کر دیا جائے۔ اور اون سے وہی رعایتین حاصل کیجائین جو باشندگان مالڈیویا اور ولیشیا کو حاصل ہین۔ دوسرون نے کہا کہ روس یا آسٹریا یا فرانس مین سے کسیکی حمایت قبول کیجائے۔ آخرالذکر تجویز پر عمل کرکے قرا جارج نے صوبجات الیریا کے فرنچ گورنر کی معرفت نپولین سے ٹرکی کے سلیو باشندون کو اپنی حفاظت مین لے لینے کی استدعا کی نپولین نے اس درخواست کے جواب مین سرولی باغیکو سنہری قبضہ کی ایک تلوار بھیجکر حمایت سے انکار کر دیا۔ اسپر زار سے التجا کی گئی۔ اوسنے فی الفور باغیون کو اسلحہ روپیہ اور فوجی افسر بھیجدیئے۔ اور ساتھ ہی وعدہ کیا کہ اگر وہ کسی فناری یونانی کو اپنا حاکم بنائین تو روس اونہین اپنی حفاظت مین لے لیگا۔ ترک پہلے تو بادشاہ گردیون کیوجہ سے اور پھر روس اور ٹرکی مین از سر نو جنگ شروع ہو جانیسے باغیون کی سرکوبی کا کوئی انتظام نہ کرسکے۔ اور اون کے حوصلے اسقدر بڑھ گئے کہ ۱۸۰۹ء مین سرویون کی ایک جماعت نے میلوسک اور دو بری نیا زکے زیر کمان ترکی علاقہ نسا پر اور دوسری جماعت نے قرہ جارج کے زیر کمان صوبہ بوسینیا پر حملہ کرکے قصبہ نووی بازار کا محاصرہ کرلیا۔ اول الذکر جماعت کو ترکون نے شکست دیکر دریا مورادو آنک کا کل علاقہ پھر فتح کرلیا جسپر جارج کو بوسینیا سے واپس ہٹ آنا پڑا۔ اور بوسنوی پاشا نے تعاقب کرکے سرولی قصبہ لونتیزا کا محاصرہ کرلیا۔ اس دوطرفہ حملہ سے سرویون کی حالت بہت نازک ہوگئی۔ اور اون کے اکثر سردارون نے زار کو ملک کا بادشاہ مشتہر کر دینے کا تقاضا شروع کر دیا۔ اس امر کے تصفیہ کے لیے جنوری ۱۸۱۱ء مین عام قومی مجلس منعقد کیگئی۔ اوسمین کوئی تصفیہ نہ ہوسکا۔ اور ممبرون نے چند نائب روسی

ہیڈ کوارٹر میں امداد کی درخواست کرنے بھیجی پر قناعت کی۔ درینہ لانسا کا پاشا تیس ہزار فوج لیکر ملک کو تاخت و تاراج کرتا پھرتا تھا۔ اور اکثر سرولی اپنے اپنے گھروں کی حفاظت کرنے کے لیئے قلعوں کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ قرہ جارج نے پاشا کا مقابلہ کرکے اوسے پسپا کر دیا۔ اور پھر کچھ عرصہ بعد بوسنوی فوج پر بھی نمایان فتح حاصل کی۔ اس معرکے کے متعلق وہ خود حسب ذیل لکھتا ہے:۔

"ہم آپس میں مل گئے تھے۔ دو گھنٹوں تک تلوار کی لڑائی کی۔ اور بیشمار ترکوں کو قتل کرکے اون کے سر کاٹ لیئے۔ اون کے ہم سے پانچگنا زیادہ آدمی ضائع ہوئے۔ ایسی بڑی لڑائی ہمنے پہلے کبھی نہ کی تھی"۔ اس لڑائی کے بعد بوسنوی سرحد دریا سے نکل گئے۔ اور بوسینیا و سرویا میں دریائے ڈرینا حد فاصل ہو گیا۔ اس فتح کی طفیل قرہ جارج کا سکہ اپنوں اور بیگانوں کے دلوں پر ایسا بیٹھ گیا کہ سینیٹ نے اوسکو قومی سرداروں پر ایک طرح سے شاہی اختیارات عطا کر دیئے۔ اور اوسنے رعایا کی آسایش کے لیئے دستور العمل وضع کر دیا۔ اوس کے مخالفین جلاوطن کر دیئے گئے جس کسی نے سر اٹھایا اوسے بزور شمشیر مطیع و منقاد بنا دیا گیا۔ اس طرح سے قرہ جارج کل سرویا کا مطلق العنان بادشاہ ہو گیا۔ اور ترکوں کو جو روسیوں کے ساتھ مصروف پیکار تھے اس شخص پر حملہ کرنے کی جرات نہ رہ گئی تھی۔ نساکر پاشا نے جارج کو کہلا بھیجا کہ اگر تم روسی حفاظت کو چھوڑ دو تو میں تمہیں سلطان سے گورنری کی سند دلا دیتا ہوں۔ جارج نے زار کی بلا اجازت ترکوں سے سلسلہ جنبانی مناسب نہ سمجھ کر پاشا کی تجاویز سے روسی جنرل کو آگاہ کیا جس نے اسکا یہ عوض دیا کہ دوسرے برس ترکوں سے مصالحت کر لینے پر بروئے معاہدہ بخارسٹ ترکوں کو سرویا کے تمام قلعوں پر قبضہ کر لینے کا اختیار دیدیا۔

سرویوں نے اوس معاہدہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک ترک رعایا کی سلامتی اور حفاظت کا صریح ذمہ نہ لیں سے وعدہ نہ کریں اونکو سرویا میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔ اودہر ترکی وزراء مصر تھے کہ سرولی فی الفور تمام قلعے اور بلغراد سلطانی فوج کے حوالہ کر دیں۔ یہ تنازعہ ابھی جاری تھا کہ ایک تنگ بخت و رجب قوم و ملک مسلمان ملا پاشا گورنر بلغراد نے جو وہان کی سابقہ حاکم پہلوان اوغلو کیطرح سلطان سے علانیہ برسر عناد تہا۔ سرویوں کو کہلا بھیجا کہ بابعالی کے برخلاف تم مجھ سے متحد ہو جاؤ۔ مگر روس نے جو اوس وقت ٹرکی کو فرانس کے برخلاف اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کر رہا تھا اور سابق میں ٹرکی کو مشکلات سے بچانے کا خواہشمند تہا۔ سرویوں کو اس اتحاد سے منع کر دیا۔ سرویا اس نصیحت کیوجہ سے یا ملا پاشا کے بعد ازان راہ راست پر آجانے کیوجہ سے اس اتحاد سے تو باز رہے مگر ترکوں کی اطاعت ماننے سے برابر انکار کرتے رہے۔ اور مقابلہ کیلیئے تیار ہو گئے۔ کل قوم کو جارج نے ترکوں پر طرح طرح کے بہتان لگا کر سخت برافروختہ کر دیا ہوا تھا۔ اور اوس محسن کش قوم نے ابھی چار سال ہی پیشتر چار برس کے ترکی سلوک کو فراموش کرکے اون بہتانوں کو سچ سمجھ لیا۔ اس غداری کو کیسے ضعف مزاج سے منسوب کریں مجبوراً دل تاسف کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ کاش ترک شروع میں ان لوگوں سے ویسا ہی برتاؤ کرتے تاکہ پہر کوئی غداری کرنے والا باقی نہ رہ جاتا۔ مگر ترکوں کی اسی مروت، انسانیت اور رحمدلی کا یہ پھل ہے کہ باوجود طرح طرح کے لاتعداد خطرات کے صدیوں ان کی

حکومت ابتک قایم ہے۔ حالانکہ اس اثنا میں سینکڑون ظالم قومیں اور حکومتیں نیست و نابود ہو چکی ہیں۔ اور کئی خاندان تاج و تخت شاہی سے محروم ہو گئے ہیں۔ قرا جارج کے عام اعلان کا جو اوس نے قوم کے نام مشتہر کیا حسب ذیل مضمون تھا۔

"ترکون نے سات برس سے اوپر کے ہر ایک سرب کو قتل کر دینے اور اون کی عورتون اور بچون کو غلام اور مسلمان بنا لینے کی حلف اُٹھائی ہے۔ اونکا منشا یہ ہے کہ سرب قوم کو بالکل فنا کر کے اونکی جگہہ دوسری قومیں سرویا میں آباد کرین۔ مگر کیا یہ وہی ترک نہیں جن کو ہمنے اوس وقت شکستیں دی تھیں جبکہ ہم بے ہتیار تھے۔ اب تو ہمارے پاس پانچسو توپین۔ سات قلعے اور چالیس ہزار مورچے ہیں جو ترکون کے خون سے تر ہو رہے ہیں۔"

جب سرب قوم راہ راست پر نہ آئے تو ۱۸۱۳ء میں ترکی فوج نے سرویا پر حملہ کر دیا اور نگوتین اور کلاڈووا میں سربون کو فاش شکستین دیکر بھگا دیا۔ اور سمورا اور ذالک کل علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ ان متواتر شکستون سے قرہ جارج کا حوصلہ بالکل پست ہو گیا اور وہ اپنے زر و دولت کو جو اوس نے بیشمار جمع کر لی تھی پہاڑون میں دفن کر کے ہنگری کو اور وہان سے روس کو بھاگ گیا۔ اس سے سربون کی رہی سہی ہمت ٹوٹ گئی۔ ترکون نے سمندریا اور بلغراد کو فتح کر لیا۔ اور پھر کل سرویا کے مالک ہو گئے۔ اور اکثر جنگی و قومی سردار آسٹریا کو بھاگ گئے۔ جو باقی رہ گئے گورنمنٹ نے انہیں گرفتار کر کے نظر بند کر دیا۔

ترکون سے یہ وہی غلطی ہوئی جیسی کہ وہ ابتدا سے مرتکب ہوتے چلے آرہے تھے۔ اونہون نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھکر کل سرگروہ باغیون سے ملک کو خالی کرانے کی بجائے نرمی اور دلاسا سے انہیں اپنا رفیق بنانے کی کوشش کی۔ مگر گرگ زادہ عاقبت گرگ شود۔ ترکی گورنمنٹ نے میلاش اوبرینووک کو جو قرہ جارج کے بہنوئی اکو جو دوسرے سردارون کے ساتھ ملک سے باہر نہیں گیا تھا علاقہ روڈنیک کا حاکم مقرر کیا۔ پر یہ حال یہ ہی تھا کہ چھوٹا سا ناسور تمام جسم پر پھیل گیا۔ اوس نے ۱۸۱۵ء میں سربون کو بغاوت پر آمادہ کر کے اوس البانوی فوج پر جو اوس کے علاقہ میں مامور تھی اچانک حملہ کر دیا۔ اور اسے شکست دیکر بھگا دیا۔

اس کے بعد ضلع بلغراد اور ولیوو کے باشندے بھی باغیون کے ساتھ شامل ہو گئے۔ جلاوطن جوق در جوق ہر طرف سے ملک میں واپس آنے لگے۔ غرضیکہ اوس سال کے ختم ہونے سے پہلے صرف قلعے ترکون کے قبضہ میں رہ گئے۔ باقی تمام صوبے پھر سرکشی منحرف ہو گئے۔ دوسرے برس (۱۸۱۶ء) سلطان نے دو زبردست فوجیں سرویا کی سرکوبی کے لیئے روانہ کیں۔ مگر پھر اونہیں سرحد پر ہی روک لیا گیا۔ اور آگے نہ جانے دیا گیا۔ ایسا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اوس وقت ٹرکی کی عیسائی رعایا میں عام ہیجان پھیلا ہوا تھی۔ اور اونہیں کامل یقین ہو رہا تھا کہ یہ اتحاد مقدس کے متحد بادشاہ یعنی فرمانروایان روس۔ آسٹریا و پروشیا ضرور اونکی بہتری کے لیئے کوئی تدبیر کرین گے۔ چنانچہ یہ پہلے ہی عیسائی فرمانروایون سے ذرا سا اشارہ ملتے ہی کل سلطنت میں فساد برپا کر دینے پر تیار بیٹھے تھے۔ ادہر باب عالی بھی ان متحدہ بادشاہون کی کانگرس کی کارروائی کو جو ویانا میں بیٹھی ہوئی تھی بنظر تردد دیکھ رہا تھا اور اسے اندیشہ تھا کہ دین مسیحی کے یہ مقدس بادشاہ اور پہلوان کہیں تعصب مذہبی سے اندھے ہو کر مسلمان ترکون کے ہی پیچھے نہ

پڑجائیں۔ اور اون کو یوروپ کی پاک سرزمین سے نکالنے کا فیصلہ نہ کر دیں اِس اندیشہ کی وجہ سے سلطان اپنی کل فوجی طاقت کو محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ اور سرولی رعایا سے لڑائی ستیزنا قرین مصلحت تصور نہیں کرتا تھا۔

او ہر دوسری طرف مرزا محمد علی فرزند فتح علیشاہ قاجار شاہ ایران کے فرزند نے روسیوں کو ایران سے سرحدی صوبوں سے نکال لینے کے بعد شاید اخوت اسلامی کے تقاضا سے مجبور ہو کر اس نازک موقعہ پر جب کہ سلطان کو عیسائیوں کیطرف سے خطرہ دامنگیر تھا فتح بغداد کا عزم کر کے کردستان اور آرمینیا پر حملہ کر دیا۔ اور عراق و فارس پر کئی لڑائیاں لڑا مگر اسی اثنا میں حاسدوں نے اسکو زہر سے ہلاک کر دیا۔ اور ایرانی لشکر واپس چلا گیا۔ فتح علیشاہ[1] کی یہ کارروائی اسلامی پہلو سے خواہ کیسی ہی معیوب کیوں نہ ہو۔ مگر پولیٹیکل لحاظ سے اوسپر کوئی الزام وارد نہیں ہوتا۔ اس بارہ میں ترک اور ایرانی دونوں یکساں ملزم ہیں۔ ناظرین کو صفحات ماقبل سے معلوم ہو چکا ہے کہ روس کے ایران پر غلبہ پانے اور اوس کے کئی صوبے لے لینے میں ترکی نے اوس کی کچھ کم امداد نہ کی تھی۔ اور یہ اونہی باتوں کا جواب تھا کہ آخری جنگ روم و روس کے وقت ۱۸۷۷ء میں شاہ ناصر الدین شہید نے سلطان سے بغداد کی واپسی کا مطالبہ کیا تھا۔ مگر پھر بھی اُسے آفرین ہے کہ سلطان کے کہنے سے مذہبی جہت اور پاس دوستی غرض کشتی پر غالب آگیا اور شاہ مرحوم ایسی مصیبت کے وقت ترکوں پر چڑھائی کرنے سے محترز رہا جس کا آخر پھل ملگیا۔ اور سلطان نے خاتمہ جنگ پر خطور کا علاقہ ایران کو دینا منظور کر لیا۔

الغرض ان وجوہات سے سلطان سرویوں پر حملہ کرنے سے محترز رہا۔ اور میلاس سرجوش تو جارج کی جگہ سرویا کا حکمران ہو گیا تھا۔ نامہ و پیام شروع ہو گیا۔ اوس نے بھی مصالحت کر لینے میں سلامتی دیکھی۔ اور رومیلیا کے پاشا مراشلی کے کہنے پر ایک ڈپیوٹیشن قسطنطنیہ بھیجا۔ جہاں روسی سفیر نے اوسکی بہت تائید کی۔ اور سلطان نے اپنی باغی رعایا سے ان اشخاص کے ساتھ صلح کر لی۔ سب کو عام معافی عطا کر دی گئی۔ مراشلی بلغراد کا پاشا بنایا گیا۔ اور اُسے تاکید کی گئی کہ سرویوں کو اپنی اولاد سمجھے۔ سرولی اعیان کے ملکی ذاتی اختیارات کو تسلیم کیا گیا۔ اور بارہ اعیان کی جنہیں رعایا منتخب کرے بلغراد میں ایک مجلس قائم کیگئی۔ اور تشخیص محاصل کا کام اوس کے سپرد کیا گیا۔ محاصل بے اہتمام کی تجویز کیئے گئے۔ اور رعایا کی مذہب اور رسم و رواج کی حرمت کا اقرار کیا گیا۔ یعنی درحقیقت سرویا کو پوری خود مختاری عطا کر دیگئی۔ میلاس کو اعلیٰ سردار منتخب کیا گیا۔ چند دیگر سرداروں نے اسکی مخالفت کی جن کو میلاس نے اپنے گماشتوں کے ذریعہ سے قتل کرا دیا یا وہ اوسکی دشمنی کی وجہ سے خود بخود ملک چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اس نے قرہ جارج کے دستور العمل کو بحال رکھا۔ اور جارج کے بیٹے کی پنشن مقرر کر دی۔ یہ واقعات ۱۸۱۷ء میں گذرے۔ سال آئندہ میں روس کیطرف سے یونانی رعایا کو آزادی پر آمادہ کرنے کی تحریک شروع ہوئی۔ اور قرہ جارج روسی قصبہ کیف سے جہاں وہ جا کر آباد ہو گیا تھا چھپ کر اپنے وطن کیطرف روانہ ہو گیا۔ اوسکا مدعا یہ تھا کہ سرویا پہنچ کر وہاں کے باشندوں سے بغاوت کرا دے۔ اور جب کہ ترکی کی توجہ اوسکو فرو کرنے میں

---

[1] فتح علی شاہ بھی عجب عجوبہ مخلوقات میں سے تھا۔ اوس کی داڑھی ایک گز سے زیادہ لمبی تھی۔ اور تین سو بیٹیوں کا باپ تھا۔ سنہ ۱۷۹۷ء میں تخت ایران پر بیٹھا اور سنہ ۱۸۳۴ء میں فوت ہوا۔ موجودہ خاندان قاجار کا بانی آغا محمد شاہ اسکا برادر زادہ تھا۔

مصروف ہوں۔ یونان کے کل باشندے باغی ہو کر ایشیا کے یونانی باغیوں کے معاون ہو جائیں۔ اسطرح تمام ملک میں بغاوت پھیلجانے پر ترک پھر ایشیا کو دھکیل دئیے جائینگے۔ اور ایا صوفیہ کے گنبد پر صلیب کا نشان نصب ہو جائیگا۔ مگر سرویا کی حد پر پہنچتے ہی قیلاسک کے آدمیوں نے انھیں قتل کر دیا۔ اور قیلاسک نے اوسکا سر قسطنطنیہ بھیجدیا۔ روس نے اسیوقت باضابطہ طور پر مشتہر کر دیا کہ اوسے جاسوس کے منصوبوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اور پھر سلطان نے قیلاسک کو اس خدمت کے صلہ میں اعلیٰ سردار بنا دیا۔ اور ۱۸۱۵ء میں وہ اسطرح سے سرویا کا خود مختار فرمانروا ہو گیا۔ مگر بظاہر اوس نے باب عالی کی تابعداری سے کبھی انحراف نہ کیا۔ اور سلطان نے بھی اوس سے کبھی تعرض نہ کیا۔ اور اسی کو غنیمت سمجھا کہ سرویا شتر بے مہار ہونے کی بجائے ایک شخص کے ماتحت تو ہے جو اپنی ذاتی اغراض سے مجبور رہ کر انقلاب پسند منصوبوں میں شریک ہونے سے محترز اور باشندوں کو قابو میں رکھے رہیگا۔ لیکن اسمیں بہت کم شبہ ہے کہ اگر بغاوت یونان کی وجہ سے سلطان کیلئے تازہ مشکلات نہ پیدا ہو جاتیں تو وہ اس امر کا یقین ہو جانے پر کہ "اتحاد مقدسہ" ترکی کے برخلاف کچھ نہیں کرنے کا ارادہ رکھتا ضرور قیلاسک کی مطلق العنانی کو روکنے کی کوشش کرتا۔ اب یونانی بغاوت کے حالات بیان کرنیسے پہلے اندرونی باغیوں کی دو زبردست جماعتوں کی بیخ کنی کا جو اوس تازہ بغاوت سے پہلے وقوع میں آئی ذکر کر دینا ضروری ہے ؎

محمد علی پاشا والئے مصر اور مملوکوں اور وہابیوں کی بیخ کنی

یہ دو زبردست جماعتیں وہابیوں اور مملوکوں کی تھیں۔ محمود کے مصری پاشا محمد علی نے جو موجودہ صدی کے مشاہیر مسلمان مدبروں اور فاتحین میں شمار ہوتا ہے آخر الذکر کو بالکل نیست و نابود اور اول الذکر کی پولیٹکل طاقت کو ہمیشہ کیلئے معدوم کیا۔ یہ نامور ۱۷۶۹ء میں مقدونیہ کے ایک قصبہ قوالہ میں پیدا ہوا تھا۔ اور ترکی فوج میں بھرتی ہو کر مصر میں آیا تھا۔ اوسکے ابتدائی کارناموں اور رفتہ رفتہ مصر کا پاشا ہو جانے کی کیفیت پہلے درج ہو چکی ہے۔ اوس نے اپنے صوبہ کی فوج کو یورپین[۱] طریقہ پر تیار کر کے اپنی طاقت کو خوب مضبوط کر لیا تھا اور مصر سے انگریزوں کو نکالدینے سے اوسکی عام شہرت ہو گئی ہوئی تھی۔

وہابیوں کی بغاوت کے ابتدائی حالات پہلے لکھے جا چکے ہیں۔ سلاطین کو بیرونی محاربوں اور اندرونی خرخشوں سے اسقدر مہلت کی یکسو ہو کر سرکوبی کرنے کی کبھی فرصت نہ ملی۔ کبھی کبھی سلطانی فوجیں حجاز سے نجد کو بھیجی جاتیں۔ جو پر جوش وہابیوں سے شکست کھا کر واپس آجاتیں۔ آخر وہابیوں کو اسقدر غلبہ ہو گیا کہ ۲۷ اپریل ۱۸۰۳ء کو انہوں نے مکہ معظمہ اور دوسرے برس مدینہ منورہ کو ترکوں سے فتح کر لیا۔ جہاں انہوں نے کئی بزرگوں کی مزاروں کے گنبد گرا دئیے۔ صرف مزار نبوی کا گنبد انکی کوششوں کے باوجود عمارت کی پختگی کیوجہ سے بچا رہا۔ سنت جماعت حاجیوں کو ان متعصبوں نے سخت تکلیفیں پہنچانا شروع کر دیا۔ جس سے تمام مسلمانوں میں عام جوش پھیلگیا۔ اور وہ گورنمنٹ سے اس بارے بہ بدرماں کے ذریعہ کا تقاضا کرنے لگے۔ خود سلاطین بھی بیفکر نہ تھے۔ انکی خلافت کا بہت کچھ انحصار حرمین شریفین کے قبضہ پر ہی تھا۔ مگر سلیم اور مصطفےٰ کو اندرونی مشکلات اور بیرونی حملوں نے

[۱] آرنولڈ کی تاریخ تبلیغ میں ایک فرانسیسی سیاح کا قول ہے کہ ... روزگار سے جنہوں نے مذہب اسلام قبول کر کے سلیمان نام رکھ لیا بہت مدد ملی تھی۔

رخصت نہ دی۔ البتہ جب سلطان محمود کو جنگ یونان کے فساد سے مخلصی ملی تو اوس نے محمد علی کو حرمین سے باغیوں کے نکالنے کا حکم دیا۔ محمد علی نے اِس خدمت کو بڑی خوشی سے منظور کر لیا۔ مگر ابھی تک اوسکی حکومت ملک میں مستحکم نہ ہوئی تھی۔ اور مملوک بدستور بالائی مصر میں موجود تھے۔ اوس نے ان اندرونی دشمنوں کے دفعیہ سے پہلے عرب پر چڑھائی کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور اِس امر کے درپے ہو گیا کہ جسطرح ہو پہلے مملوکوں کا ستیاناس کر دیا جائے۔ وہ مملوکوں کے تہور سے واقف تھا۔ اور جانتا تھا کہ میدان جنگ میں مقابلہ کر کے قطعی پامال کرنا خطرہ سے خالی نہیں۔ مگر اون کو پامال کرنا بھی ضروری تہا۔ لہذا اوس نے مکر و فریب سے دلی ارادہ اون کے ذریعہ سے کامیاب ہو گیا۔ پہلے اوس نے مملوکوں سے دوستی لگا رکھی تھی۔ اور اون کو دم دلاسا دے کر بالائی مصر سے رفتہ رفتہ قاہرہ میں آ جانے پر رضامند کر لیا۔ جب وہ سب وہان جمع ہو گئے تو اونکی عام دعوت کی۔ مملوک سرداروں کو دغا کا شان گمان تک نہ تھا۔ اونہوں نے دعوت قبول کر لی۔ اور بلاخدشہ قلعہ میں چلے گئے۔ محمد علی نے اپنے البانوی سپاہی قلعہ کی صحن کے چارون طرف چھپا رکھے تھے۔ جب مملوک وہان پہنچے تو قلعہ کا پھاٹک بند کر دیا گیا۔ اور البانوی سپاہیوں نے اوپر ناگہانی بندوقیں داغنی شروع کر دین۔ مملوک نہتے اور جگہ تنگ تھی۔ سینکڑون اسطرح سے ہلاک ہو گئے۔ باقیماندہ گرفتار کر لیے گئے اور پاشا کی حکم سے ایک ایک کر کے قتل کر دیے گئے۔ بارہ بارہ برس کے لڑکوں پر بھی رحم نہ کیا گیا۔ اور اون کے الحاح و زاری کی کچھ پروا نہ کی گئی۔ تمام کے مملوک تو اسطرح معدوم کر دیے گئے۔ قدر قلیل جو دوسرے شہروں میں تھے اون کو وہاں کے حکام نے قتل کر دیا۔ صرف دس چند جوان بچ کر حبش کو بھاگ گئے۔ اور جو گنتی کے آدمی باقی رہے تھے وہ پاشا کی فوج میں بھرتی ہو گئے۔ مملوکوں کا یہ قتل عام یکم اپریل سنہ ۱۸۱۱ء کو ہوا۔ جس کے بعد محمد علی کی حکومت مصر پر بالاستحکام شروع ہو گئی۔ اور اوسے کسی اندرونی دشمن کا خطرہ نہ رہا۔

ان سے فارغ ہو کر محمد علی نے اپنے فرزند طوسم پاشا کے زیر کمان وہابیوں کے مقابلہ پر فوج روانہ کی۔ جس نے ینبوع۔ آملہ جیدہ پر قبضہ کر کے مدینہ کے قریب بمقام صفرا وہابیوں کو شکست فاحش دی۔ اور مدینہ پر متصرف ہو کر وہاں کی کنجیاں سلطان کو بھیج دیں جس کو اس فتح پر ۳ جنوری سنہ ۱۸۱۳ء کو قسطنطنیہ میں دھوم دھام سے جشن کیے۔ دو ماہ بعد مکہ معظمہ بھی فتح ہو گیا۔ اور کعبہ اور شہر کی کنجیاں بھی پایہ تخت کو بھیجی گئیں۔ حرمین کے بعد طوسم وہابیوں کو حجاز کے باقی علاقہ سے نکالنے کیلئے ۱۸۱۵ء تک لڑائی کرتا رہا۔ اور آخر امیر وہابیان عبداللہ بن سعود بن عبد الوہاب نے طوسم پاشا سے صلح کر لی۔ مگر قسطنطنیہ جا کر سلطان سے معافی مانگنے سے انکار کر دیا۔ طوسم معاہدہ صلح سے تھوڑے عرصہ بعد فوت ہو گیا تھا۔ اور اوس کی جگہ محمد علی نے اپنے دوسرے بیٹے ابراہیم کو بھیج دیا ہوا تھا۔ ابراہیم نے امیر کے انکار پر اوس کے دار الخلافہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور اُسے گرفتار کر کے اپنے باپ کے پاس لے آیا جس نے باغی امیر کو قسطنطنیہ بھیج دیا۔ جہاں وہ بقول بعض ۱۸۱۸ء میں اور بقول کے ۱۹ مارچ ۱۸۱۹ء کو قتل کر دیا گیا۔ اور حجاز زمین سے وہابی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس فرقہ کے لوگ اب تک بھی نجد میں موجود ہیں۔ اور وہاں کی حکومت انہی کے ہاتھ میں ہے۔ مگر اب سلطان عبدالحمید خان ثانی الغازی کے حسن تدبیر اور احسان و مروت سے وہ خلافت کبریٰ عثمانیہ کے جان نثار بہی خواہ ہیں۔ چنانچہ امیر محمد ابن الرشید مرحوم نے ۱۸۹۷ء کی جنگ روم و یونان میں سلطان المعظم سے درخواست کی تھی کہ اوسے اپنی فوج میں کئی ہزار قبیلہ کے سپاہی پیش کی

اجازت دیجائے مگر ضرورت نہ ہونیکے باعث سلطان نے اوس کی درخواست شکریہ کے ساتھ نامنظور کردی تھی۔

اس مہم کی کامیابی سے محمد علی کی طاقت خوب مضبوط بنیاد پر قایم ہوگئی۔ اور ملک کی خوشحالی اور سلطنت کی آمدنی بڑھانے کیلیئے وہ ان کاموں کی تکمیل مین جنہین نپولین نے شروع کیا تھا متوجہ ہوگیا۔ اسکندریہ سے قاہرہ تک محمودیہ نہر کھود دی گئی۔ فرنچ فوجی افسروں اور انجینیروں کی نگرانی مین نظام و باقاعدہ فوج اور بیڑہ جہازات کی تعمیر کا انتظام کیا۔ اور جابجا صنعتی اور اسلحہ سازی کے کارخانے قایم کر دیئے ۱۸۱۵ء کی عام مصالحت کے بعد سینکڑوں فرنچ افسر جو نپولین کی فوج مین شامل تھے بیکار رہ گئے تھے جن مین سے اکثر کو محمد علی نے بھاری بھاری تنخواہین دیکر اپنا ملازم بنا لیا کل ملک مین سڑکوں کا جال پھیلا دیا۔ اور بیتاور مین جہازوں کی حفاظت و پناہ اور مرمت کیلیئے لنگرگاہ اور ڈاکس اور حوض جن مین جہاز تعمیر یا مرمت کیئے جاتے ہین بنا کر دیئے۔ محمد علی کو ان کاموں کیلیئے زر کثیر اور فوج کیلیئے آدمیوں کی ہمیشہ ضرورت رہتی تھی۔ روپیہ کیلیئے اوسنے سخت محاصل لگائے۔ اور فوجی خدمت رعایا پر لازمی کر دی۔ اس سے باشندوں کو تکلیف تو بہت ہوئی لیکن اس طریق سے وہ مستقل اور خوب قواعد دان فوج تیار کر لینے مین کامیاب ہوگیا جس فوج کی مدد سے بغاوت یونان اور خود محمد علی کی سرکشی کیوجہ سے کل دنیا پر ظاہر ہوگئی فتح حجاز کے بعد محمد علی کے فرزند نامدار ابراہیم نے نخلستان سیوح اور علاقجات کاردوفان۔ دارفور اور نوبیا فتح کرکے اپنے باپ کی مقبوضات تقریباً خط استوا تک بڑھا دیئے۔

سرویا اور حجاز کی مشکلات کا ابھی خاتمہ نہ ہوا تھا کہ ۱۸۱۶ء مین انگریزی امیرالبحر نے الجزایر کو قزاقوں کی ماتحت تاراج سے تنگ آکر جزایر پر گولہ باری کی۔ اور وہان کے ڈے کو انگریز قیدیوں کے چھوڑنے پر مجبور کیا۔ یہ بربری ریاستیں گو دراصل بالکل خودمختار ہوگئی ہوئی تھین۔ لیکن بظاہر برابر سلطان کے تابع فرمان متصور ہوتی تھین۔ سلطان کو اندرونی مشکلات کی وجہ سے اس گولہ باری کے معاملہ مین کچھ مداخلت کرنیکی فرصت نہ ملی۔ اور کسیطرح اوسے ضرورت بھی نہ تھی ۱۸۱۵ء مین انگلستان اور ٹرکی مین عہدنامہ ہوچکا تھا کہ اگر اول الذکر کبھی بربری قزاقوں کی سرکوبی کرے تو ٹرکی اسپر ناراض نہ ہوگی۔ مگر انہی دنون انگلستان نے جزایر ایونین پر مستقر قبضہ کر لیا۔ اور اس معاملہ مین بھی ٹرکی بالکل خاموش رہی۔ اور اس کے معاوضہ مین اپنی ماتحت پاشا علی کو علاقہ پرجہ ملجانے پر ہی خوشنود ہوگئی۔

علی پاشا

علی پاشا بھی اس صدی کے مشاہیر مسلمانوں مین سے گذرا ہے۔ اوس نے بھی محمد علی کیطرح اپنے زور بازو اور تدبر و استقلال سے اسقدر عظمت و طاقت حاصل کر لی کہ کچھ عرصہ تقریباً کل یونان تھسلی اور البانیا کا خودمختار فرمانروا رہا۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس قوم پر خدا ایکطرف سے نحوست وادبار بھیجا جاتا ہے۔ اوس کے مختلف اجزاء باہم متفق رہکر کل جسم کی طاقت کو بڑھانے کی بجائے خودغرضی نفس پروری اور کوتاہ اندیشی سے اپنی اپنی جگہہ میر میران بنکر کل جسم کی تباہی کا موجب ہوجاتے ہین۔ محمد علی نے اپنی لیاقت اور شجاعت سے بے نظیر عروج حاصل کیا۔ اور اپنی طاقت بھی بہت کچھ مضبوط کرلی۔ مگر اس طاقت و عروج سے جسد سلطنت کو جس کا وہ ایک عضو تھا مدد دینے کی بجائے الٹا اوس کی تباہی و بربادی کا کام لیا۔

غلطی علی پاشا والی یانینا سے سرزد ہوئی۔ اگر یہ دونوں پاشا نیک نیتی کے ساتھ اپنے آقائے نعمت سلطان محمود کی اعانت و امداد پر کمربستہ رہتے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سلطنت عثمانیہ اون تباہیوں سے ہی نہ محفوظ رہتی جو اسپر وارد ہوئیں بلکہ باغلب وجوہ اوسکی سابقہ عظمت و شوکت پھر عود کر آتی۔ مدد و اعانت تو درکنار اگر یہ دونوں جن کو قسام ازل نے دنیاوی عقل سے بھی معقول حصہ دے رکھا تھا سلطنت کی تخریب کو درپے اور اپنی ڈیرہ اینٹ کی جدا مسجد بنانے پر ہی مصر نہ رہتے تو پھر بھی سلطنت ایسی ضعیف نہ ہوتی اور اوس کے اعداء کو تباہی بخش غلبہ حاصل ہوتا۔ یونانیوں کی بغاوت کا محرک بہت سے اسباب تھے لیکن اگر علی پاشا علانیہ سرکشی پر کمربستہ نہ ہوجاتا تو غالباً عیسائی رعایا کی آتش بغاوت اسقدر جلد مشتعل نہ ہونے پاتی۔

علی[1] سنہ ۱۷۴۱ء کے قریب بالائی اپائیرس کے قصبہ طیبلن میں پیدا ہوا۔ اوس کا خاندان البانوی تھا جس نے عرصہ مدید سے اسلام اختیار کیا ہوا تھا۔ اوس کے باپ ولی بک نے بھائیوں کی ایذا رسانیوں سے تنگ آکر گھربار چھوڑ دیا۔ اور قزاقی اختیار کرلی۔ جب اوسکی جمعیت مضبوط ہوگئی تو اوس نے طیبلن واپس آکر اپنے بھائیوں کو قتل کردیا۔ اور اون کے کل املاک پر قبضہ کرلیا علی ابھی چودہ سال کا ہوا تھا کہ ولی بک مرگیا۔ مگر اوسکی بیوہ خامکو نے خاوند کا پیشہ نہ چھوڑا۔ ایک مرتبہ اوس نے قصبہ کردیکی پر حملہ کیا۔ باشندوں نے مقابلہ کرکے اوس کے ہمراہیوں کو بھگا دیا۔ اور وہ مع اولاد اون کے قابو آگئی جنھوں نے چھوڑنے سے پہلے اوسکی سخت بے حرمتی کی۔ علی اپنے والدین کا سپوت بیٹا تھا۔ اوس نے بھی اٹھارہ برس کی عمر میں رہزنی شروع کردی۔ اور قزاقوں (پال کاروں) کی معقول تعداد فراہم کرلی۔ چند برس اسطرح بسر کرنے کے بعد اوس نے بابعالی کی ملازمت اختیار کرکے قسمت آزمائی کی سنہ ۱۷۷۰ء کی بغاوت یونانیان اپنے آثار پیچھے چھوڑ گئی ہوئی تھی۔ اپائیرس کے اکثر زمیندار خودسر ہوگئے ہوئے تھے۔ اور قزاقوں نے مسافروں کی آمد و رفت بند کردی ہوئی تھی۔ سلطان کو ان خرابیوں کے انسداد کی نہ فرصت تھی۔ اور نہ اوس کے پاس اسقدر وسیع علاقہ کو راہ راست پر لانے کی طاقت۔ علی نے ملازمت سلطانی اختیار کرنے کے بعد ان خودسروں کا انتظام شروع کیا۔ اور ابتدا گھر سے کی۔ اوس نے ضلع ڈلوینو کے تین پاشاؤں پر جن میں ایک اوس کا خسر دوسرا بہنوئی اور تیسرا دوست تھا سرکشی کا الزام لگاکر اونھیں ہلاک کرادیا۔ اس کے صلہ میں اوس کو دربند پاشا (حاکم شوارع) کا خطاب عطا ہوا۔ اور صوبہ سے قزاقی کی بیخکنی کے لیے چار ہزار البانوی فوج بھرتی کرنے کا اختیار دیا گیا۔ اوس نے اکثر باغی سرداروں کو مغلوب کرکے اون کی املاک ضبط کرلیں۔ اور ضبط شدہ جائداد منقولہ کا کچھ حصہ ترکی وزراء اور بابعالی کو بھیج دیا۔ انھی دنوں آسٹریا اور ترکی میں لڑائی چھڑ گئی۔ اور اوس نے اس محاربہ میں لائق تعریف کام دیا۔ ترکی وزراء نے جن کو وہ ہمیشہ تحفہ تحائف دیتا رہتا تھا۔ اس کے صلہ میں اوسے تھیسلی کے ضلع ترکالہ کا پاشا بنادیا۔ اوس وقت علی نے اپنے اوس وعدہ کا ایفاء کیا جو اوس نے اپنی والدہ کے ساتھ اوس کے مرتے وقت کیا تھا۔ خامکو کو اپنی بے حرمتی کا آخری دم تک صدمہ رہا تھا۔ اور وہ بار بار اپنے بیٹے کو بدلہ لینے کی نصیحت کیا کرتی تھی۔ گورنری ملنے پر اوس نے

[1] مسٹر جان ڈیون پورٹ مصنف کتاب اپولوجی فار دی محمد اینڈ قرآن (جس کا اردو میں ترجمہ ہوچکا ہے اور مظاہر الحق کے نام سے موسوم کیا) نے اس کی مفصل سوانح عمری لکھی ہے۔ مؤلف

کر دی اور کارمند و اسکے باشندون کو تہ تیغ کرکے اون دیہات کو زمین کے ساتھ ہموار کرا دیا۔ اور جس شخص نے خاملکو کی پردہ دری کی تھی اوسے سیخ سے چھید وا کر زندہ دہکتی ہوئی کوئیلون پر کباب کیطرح بھنوا دیا۔ بعد ازان اوس نے چند ہی برسون مین اپنی مکر و حیلہ بیباکی و دلیری اور علانیہ و خفیہ خونریزی سے گرد و نواح کے چھوٹے چھوٹے پاشاؤن اور جاگیردارون کے علاقون پر قبضہ کر لیا۔ اور اسطرح اپایریس کی صدر مقام یانینا پر متصرف ہوگیا۔ اور وہان کی رہائش اختیار کر لی۔ مگر وہ باب عالی کو خراج بدستور بھیجتا رہا۔ اور اُسے ناراض ہونیکا موقعہ نہ دیا۔ ادہر عیسائی مسلمان دونون مذاہب کی رعایا کو حسن سلوک سے خوش رکھا۔ ادہر مسلمان درویشون کی صوفیانہ مجالس سماع و سرود مین بخوشی شریک ہوتا اور اودہر عیسائیون کے گرجون مین جاکر زبور اور حمد یہ گیت گایا کرتا۔ ملک مین امن قایم ہوگیا۔ اور تجارت کی فروغ سے باشندے مرفہ الحال ہوگئے۔ وہ اون لڑائیون کو جو فرانس کے انقلاب عظیم کے بعد دول یورپ مین برپا ہوگئی تہین بنظر غور دیکھتا رہا۔ اور اون سے اپنے مقبوضات کو وسیع کرنیکا فایدہ اوٹھایا۔ یہ پہلے لکھا جاچکا ہے کہ ۱۷۹۷ء مین ریاست وینس کی بربادی پر اوس کے وہ مقبوضات جو ایڈریاٹک مین اور اوس کے مشرقی ساحل پر واقعہ تہے فرانس کو مل گئے تہے۔ اسلئے فرانسیسی علی کے ہمسایہ ہوگئے۔ اور اون سے وہ اسطرح پیش آیا کہ اون کو مخلص رفیق ہونیکا یقین ہوگیا۔ مگر جب باب عالی نے فرانس کے برخلاف اعلان جنگ کیا تو علی نے ساحلی قصبہ بٹرنٹو پر قبضہ کر لیا۔ اور بہت زیادہ فوج سے بندر پریویسا پر حملہ کرکے اُسے بھی فتح کر لیا۔ اور وہان کی نصف آبادی کو تہ تیغ کر دیا۔ یہ دونون قصبے فرانس کو مل ہوئے تھے لیکن ابھی تک اُنہون نے اون پر قبضہ نہ کیا تھا پریویسا کو جاتے وقت رستہ مین بندر نیکوپولیس پڑا۔ اوس نے ویران کیا۔ وہان دو سو آدمی　　فرنچ سپاہی کا موجود تہی۔ اوس لئے لڑائی سے محترز رہا۔ اور اوس شہر پر تصرف نہ کیا۔ متذکرہ صدر دونون شہرون کو لینے کے بعد اوس نے جزائر ایونین کے فرنچ گورنر کو اطلاع دی کہ پہلے ان شہرون پر اس لیئے قبضہ کیا ہے کہ کہین انگلستان اور روس اونپر قابض نہ ہوجائین۔ اسی طرح کی چال کے لیئے اوس نے نیکوپولیس کو چھوڑ دیا تھا۔ باب عالی نے اوس کی ان فتوحات سے خوش ہوکر اُسے تین دُمون کے جھنڈے والا پاشا بنا دیا۔ مگر ساتھ ہی ترکی گورنمنٹ کو اوسکی روز افزون طاقت سے دل مین حسد و فتنہ بھی پیدا ہوگیا تھا۔ جس علی نے بیش بہا تحائف دیکر ان دیوان کو بھیجکر دور کر دیا۔

۱۸۰۳ء مین [illegible] باب عالی سے قبیلہ سولیان کی تباہی کی اجازت حاصل کی۔ یہ کوہستانی قبیلہ مسیحی المذہب اور یانینا کے شمالی علاقہ مین آباد تہا۔ ۱۷۹۰ء مین روسیون کے اغوا پر دیگر یونانی رعایا کیطرح اونہون نے بھی علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ اور علاقہ کے دشوار گذار ہونے کی وجہ سے اب تک مغلوب نہین کیا جاسکا تہا۔ علی نے بیشمار فوج سے اون کے علاقہ کا محاصرہ کرکے انہین محصور کر لیا مگر کئی مہینون تک اندر نہ داخل ہوسکا۔ آخر ایک درہ کے محافظ سولی سردار نے لالچ مین حملہ آورون کو رستہ دیدیا۔ آخر سولیون کو ۱۸۰۳ء مین مجبوراً مصالحت کرنی پڑی۔ اور یہ شرط قرار پائی کہ سولی اگر چاہین تو اپنا مال و اسباب لیکر مع ہتھیار اپنے وطن کو چھوڑ سکتے ہین۔ لیکن اونہون نے ابھی شروع ہی کیا تھا کہ علی کی فوج نے حملہ کرکے تقریباً سب کو نیست و نابود کر دیا۔ سولی عورتون نے ننگ و ناموس کو فاتحین سے محفوظ رکھنے کیلیئے دریا مین پہاڑون اور چٹانون گہاٹیون مین خودکشی کر لی۔ اور مرد مقابلہ کرتے کرتے

ہلاک ہوئے۔ صرف تھوڑے سے سولی بچے جو بمشکل جزایر آیونین پہنچے۔

سولیون کی تباہی سے جنہوں نے اپنے جھنڈوں پر صلیب کا نشان بنایا ہوا تھا یورپ کے متعصب عیسائیوں میں عام جوش پھیل گیا۔ اور کئی یوروپین اون کی بہادرانہ مدافعت اور مقابلہ کی وجہ سے اس بہادر قوم کی بربادی پر نہایت غمگین و متاسف ہوئے مگر یوروپین گورنمنٹیں نپولین کی طفیل اپنے مخمصون میں مبتلا تھیں۔ اور اسیوقت سولیون کی تباہی کو ٹرکی کے برخلاف چھیڑ چھاڑ کرنے کیلئے بہانہ بنانے کی فرصت نہ رکھتی تھیں۔ نہ ابھی جنونی چاہنے والے تو دہی خاموش ہو گئے۔ اور کہین اونکی شنوائی نہ ہوئی۔

باب عالی نے اس قسم کے صلہ میں علی کو رومیلی ولیسی کا خطاب عطا کیا۔ اس منصب کا رکھنے والا وزیر اعظم کی عدم موجودگی مین افواج سلطانی کا سپہ سالار ہوا کرتا تھا۔ اس منصب پر مامور ہوتے ہی وہ مقدونیہ و تھریس کے فرشلیون (قزاقون) کی سرکوبی کیلئے روانہ ہو گیا۔ اوس کو مخالفین کو توقع تھی کہ وہ اس کام مین کامیاب نہین ہوگا۔ جو غلط ثابت ہوئی۔ علی نے اسی ہزار سپاہ فراہم کر کے قزاقون اور باغیون کا ناک مین دم کر دیا۔ اور سب تنگ آ گئے کہ نیک چلنی کیلئے یرغمال دیکر اطاعت قبول کر لی۔ دو پاشاؤن پر الزام لگایا گیا کہ وہ باغیون کی درپردہ امداد کرتے ہین۔ وہ قتل کر دیئے گئے۔ اور رستے کھل گئے۔ اس مہم مین علی نے خود بھی بہت دولت جمع کر لی۔ کوئی شہر ایسا نہ تھا جس سے اوسنے تاوان اور ہرجانہ یا نذرانہ نہ لیا ہو۔ مگر جب سلطنت نے دیکھا کہ گورنمنٹ اوسکی کامیابی سے متردد ہو رہی ہے۔ اور باب عالی کو شبہہ ہے کہ مین آزادی کا ارادہ رکھتا ہون تو اوسنے دور اندیشی سے کام لیکر فوج کو رخصت کر دیا۔ اور تنہا واپس یانیہ چلا آیا۔ اور اپنے کوہستانی علاقہ مین کلی طور پر خود مختار حکمران ہو گیا۔ اوس کا دربار جاہ و تجمل اور زینت و زیبائش مین شاہی دربارون کی ہمسری کرتا تھا۔ قتل و غضب اور لوٹ کھسوٹ سے اوس نے بیشمار خزانے جمع کر لیے تھے۔ اوس کو ملک کی آمدنی بھی حسن انتظام اور قیام امن سے بہت بڑھ گئی ہوئی تھی۔ اکثر مورخین اوس کی دولت کا اندازہ دو ارب روپیہ کے قریب کرتے ہین۔ نپولین اور انگریز فرمانروایان مغرب برابر راہ و رسم اوسکی خط و کتابت ہوتی اور وہ باضابطہ طور پر نہ سہی عملاً اوس کے ساتھ اس طرح پیش آتے تھے کہ گویا وہ مطلق العنان فرمانروا ہے۔ عام خیال تھا کہ اوسکو کل البانیا تھیسلی یونان جزایر آیونین اور خلیج آرٹا کا مالک ہونیکی بڑی تمنا تھی۔ اور خلیج مذکور مین ہونیکی وجہ سے جنگ روم و یونان مین عام مشہور ہو گئی ہے۔ اور جسکو وہ اپنی سلطنت کا مرکز بنانا چاہتا تھا۔ ایک بیڑا تیار کرنے کا منتظر رکھتا تھا۔ اوس کے ہموطن البانوی ترکی افواج کے شجاع ترین سپاہی تھے۔ یانیا اور لونیو کے جنگلات مین جہازون کیلئے وافر اور بہترین لکڑی موجود تھی۔ اور یونانی جزیرون کے بہترین ملاح مشہور ہین جنہیں تنخواہ پیش کرین اور بحری فوج کے لیئے اوس کے پاس بہترین مصالح موجود تھا۔ باقی رہا روپیہ۔ اوسکی بھی کوئی کمی نہ تھی۔ لیکن اس توقع کا پورا ہونا محال تھا۔ باب عالی کی طبعی مخالفت کے علاوہ

سلہ خلیج مذکور کا دہانہ گو بہت تنگ ہے مگر خود اسقدر وسیع ہے کہ کل دنیا کے بیڑے اوس مین سما سکتے ہین۔ پریویسا اسی خلیج کے دہانہ کے شمالی ساحل پر واقع ہے۔ مولف

یوروپ کی مسیحی فرمانرواؤں کو بھی ایک نئی اسلامی طاقت کو جس کا شباب اون کے حق میں ہرگز خالی از خطرہ نہیں ہو سکتا تھا قائم نہ ہونے دیتی تاہم وہ آہستہ آہستہ اپنے کام میں مصروف رہا۔ اور سنہ ۱۸۱۹ء تک جو اوسکی فتوحات یا مقبوضات کا آخری سال تھا۔ اپنے علاقہ کو بڑھاتا رہا۔ آخری ٹکڑا علاقہ پرجہ کا تھا سنہ ۱۸۰۷ء میں پریویسا اور بٹرنٹو کے بعد علی قصبہ پرجہ پر بھی اگر روسیون نے اوسپر قبضہ نہ کر لیا ہوتا ضرور حملہ کرتا۔ معاہدہ تلسٹ کے بعد روسیون نے قصبہ مذکور فرانس کو واپس دیدیا جس نے وہان تھوڑی سی فوج متعین کر دی۔ باشندگان شہر کو شبہ ہوگیا کہ فرانسیسی فوج شہر کو علی پاشا کے حوالہ کر دینا چاہتی ہے۔ اسپر اونہون نے انگریزون کو درپردہ پیغام بھیجدیا۔ اور سنہ ۱۸۱۴ء میں اس شہر کا چارج اون کے حوالہ کر دیا کہ وہ کبھی ترکون کے سپرد نہ کیا جائے مگر اس صریح قرارداد کے باوجود انگلستان نے سنہ ۱۸۱۹ء میں پرجہ اور اوس کا علاقہ محفوظہ علی پاشا کے ہاتھ بیچدیا۔ اور اس کے معاوضہ مین سلطان نے جزائر ایونین پر انگریزون کے پھر مسلط ہوجانے پر اعتراض نہ کیا۔ پرجہ کے باشندون نے علی کی ماتحت رہنا منظور نہ کیا۔ اور جزائر ایونین میں جا بسے۔

دریں اثنا علی کی خودسری اور بیباکی مین دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔ اور کل دنیا میں یہ مشہور ہو رہا تھا کہ وہ سلطان کی حکومت سے بالکل آزاد ہے۔ آخر اوس نے خراج اور فوجی کمک سے بھی انکار کر دیا۔ اور اوسکی جرأت یہان تک بڑھ گئی کہ اسمٰعیل پاشا نام اپنے ایک مصاحب اور افسر کو جو یانیا سے اوسکی عداوت کے خوف سے قسطنطنیہ بھاگ گیا تھا۔ اور سلطان نے اوس کو خود اپنے دربار میں ایک عہدہ عطا کر دیا تھا فروری سنہ ۱۸۲۰ء میں دو آدمی بھیجکر خاص قسطنطنیہ میں قتل کرا دیا۔ اس سے سلطان کو اوسکی بیخکنی کا موقعہ ملگیا۔ اس سنگین جرم اور حرکت قبیحہ سے علی پولیٹکل لحاظ سے معتوب سلطانی نہیں بلکہ دینی لحاظ سے بھی مرتد و مجرم ہو گیا۔ شیخ الاسلام نے فتویٰ صادر کر کے اوس کو زبانی خارج از دین و مذہب اور خارج از پناہ حکومت قرار دیدیا۔ اور اوسے چالیس دن کے اندر سلطانی عدالت میں حاضر ہونیکا حکم دیا گیا۔ ادھر کل وفادار پاشاؤن اور دیگر رعایائے سلطانی کو خارج کرنیکا حکم ملگیا۔ علی نے انگلستان سے جو پہلے بھی اوسے کئی دفعہ مدد دیتا رہا تھا التجا کی کہ وہ سلطان سے اوسکی سفارش کرے اور اگر سلطان نہ مانے تو پھر فوجی مدد دے مگر انگلستان نے کسی ایسے شخص کی جسکا آفتاب اقبال ڈھلگیا ہو یا عنقریب ڈھلنے والا ہو پہلے کب مدد کی تھی کہ اب اوسکی کرتا۔ ادھر سے مایوس ہو کر وہ عیسائی رعایا کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان نے اوسکی گرفتاری کے لیے معقول تیاریان کی تھیں سمندر کی طرف سے کپودان پاشا نے پرجہ اور پریویسا پر حملہ کیا۔ اور بیس ہزار فوج لیکر خورشید پاشا موریا سے یانینا پر حملہ آور ہوا۔ شروع شروع میں علی کو خفیف سی کامیابی ہوئی مگر سلطان محمود کی مستعدی اور استقلال کا کچھ عکس اوس کے جرنیلون پر بھی پڑ گیا تھا۔ دوسری طرف اوس نے یہ کہکر سفارشیون کا منھ بھی بند کر دیا تھا کہ جو شخص اس باغی کے حق میں ایک لفظ بھی کہیگا اوس کا سر قلم کر دیا جائیگا۔ علی نے جیسا کہ وہ پہلے اکثر موقعون پر کیا کرتا تھا۔ اس دفعہ بھی اکثر ارکان دیوان کو زر خطیر بطور رشوت کے بھیجدیا تھا کہ وہ سعی سفارش کر کے سلطان کو راضی کر لین سلطان کی دوراندیشی نے یہ راستہ بھی بند کر دیا۔ آخری چارہ عیسائی رعایا کی امداد تھی۔ یونانیون کی مجالس اشتہاریا سے اونکا بھی بوجوہ سے تعلق چلا آتا تھا

یونانی قزاقون بلکہ سرلیون کو بھی مدد کیلیئے بلا بھیجا۔ اور امداد کے عوض اون کو آزادی دلانیکا اقرار کیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کہن سال قومی مکرام اور دشمن قوم وملت نے جو قبر مین پاؤن لٹکائے بیٹھا تھا عیسائیون کا جوش ابھارنے اور اون کے اندیشون کو مشتعل کرنے کیلیئے سلطان کے منظور نظر صاحب حالت آفندی کا خط مشہور کرکے ایک فرضی خط مشتہر کردیا جسمین لکھا ہوا تھا کہ عنقریب تمام عیسائی سلطان کے حکم سے تہ تیغ کردیئے جائینگے۔ یونانی عیسائی گو پہلے بھی بغاوت کرچکے تھے اور اب بھی خفیہ مجالس اور اون کے ممبر روسی تحریک سے بغاوت کا مادہ ملک مین پھیلا رہے تھے لیکن پھر بھی وہ ابھی تک علانیہ اُٹھ کھڑے ہونے پر تیار نہ تھے۔ بلکہ علی کی دعوت سے پہلے اکثر یونانیون نے خورشید پاشا ترکی سرعسکر کو اپنی خدمات پیش کین تھین۔ یہ پاشا فوجی معاملات مین بہت ہی لائق مگر ساتھ ہی تند مزاج اور اکھڑ طبیعت کا آدمی تھا۔ اوس نے یونانیون کی درخواست کو نفرت کے ساتھ رد کردیا۔ اس برتاؤ اور حالت آفندی کے مصنوعی خط کی اشاعت نے یونانیون کو رنجیدہ خاطر اور برافروختہ کردیا ہیٹیاریا کے ممبر پہلے ہی اون کو اکسا رہے تھے۔ اب علی پاشا کے قاصد بھی کل ملک مین پھیل گئے اور ان کے اغوا سے جب کہ ترکی افواج علی کے مقابلہ مین مصروف تھین۔ تمام یونان مین بغاوت کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اور مالڈیویا سے لیکر موریا تک کل یونانی ہتھیار اوٹھا کر گورنمنٹ کے مقابلہ پر کھڑے ہوگئے۔ علی کی اس غداری سے گو آخر ایک زرخیز صوبہ سلطان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور لاکھون مسلمانون اور اون کے معصوم بچون اور عورتون کا خون سفاک یونانیون کے ہاتھ سے پانی کیطرح بہ گیا۔ مگر اوس مکرام کو اوس سے کوئی فایدہ نہ پہنچا۔ اوسکی سرکوبی پر وہی نامور جرنیل مامور تھا جسنے سنہ ۱۸۱۳ء مین سرویا کی بغاوت کی بیخکنی کی تھی۔ خورشید پاشا نے یانینا مین اس بڈھے کا کئی مہینے محاصرہ کرکے ایسا ناک مین دم کردیا کہ آخر اُسے اطاعت مان لینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہ گیا۔ ۵ فروری سنہ ۱۸۲۲ء کو وہ شرائط اطاعت کی تصفیہ کیلیئے شہر سے باہر نکلا۔ مگر ترکی جرنیل کے کیمپ مین پہنچنے سے پہلے ہی اوسکی زندگی کا خاتمہ کردیا گیا۔ اور خورشید نے اوس کا سر کٹوا کر قسطنطنیہ بھیجدیا۔ جہان آخر آت میدان مین عبرت عامہ کیلیئے ایک ستون پر نصب کردیا گیا۔ یہ موذی تو اپنی کیفر کردار کو پہنچ گیا مگر یونانی باغی اپنے ہم مذہبون کی طفیل آخر اپنے مدعا مین کامیاب ہوگئے ☙

یونانیون کی بغاوت۔ مجالس ہٹیاریا۔ روسی سازش۔ یونانیون کی سفاکی۔ ابراہیم پاشا کی فتحیابی ☙

یونانیون کی یہ پہلی بغاوت نہ تھی۔ اس بغاوت کی تحریک بھی در پردہ اوسی سلطنت کیطرف سے ہوئی جو پہلے کرتی رہی تھی۔ اور جو پھر کھلم کھلا باغیون کی معاون ہوگئی۔ اس صوبہ کو اوسی سلطان نے فتح کیا تھا جسنے قسطنطنیہ کو فتح کرکے یونانی سلطنت کو ہمیشہ کیلیئے معدوم کیا تھا۔ مگر اس نیک نیت اور نہایت مجسم فرمانروا نے اپنے مذہب کے احکام کو مد نظر رکھکر محکوم و مغلوب یونانیون سے ایسا فیاضانہ سلوک کیا جسکی تاریخ عالم مین بہت کم نظیر ملتی ہے۔ اوس نے یونانیون کو پوری مذہبی آزادی عطا کی

اون کے بطریق کے اختیارات بحال رکھے۔ دنیاوی معاملات مین بھی اون کو یہانتک مراعات عطا رکین کہ تشخیص و وصول محاصل کا کام رعایا کے ہی منتخب کردہ اہلکارون پر چھوڑا گیا۔ اور ہر عیسائی آبادی اور محلہ کو مقامی (میونسپل) اور رفاہی معاملات کو سرانجام کے لیے کمیٹیان بنانیکا اختیار دیدیا یہی سلوک بعد ازان اور اوس سے پہلے دیگر عیسائی صوبون کے ساتھ ہوا تھا رفتہ رفتہ یونانیون پر یہانتک بھروسہ ہوگیا کہ وزارت اور سفارت کے مناصب جلیلہ پر بھی اونہین مامور کرنا شروع کر دیا گیا۔ اور جب صوبجات ڈینوب پر غیر ولایتی گورنر مقرر کرنیکا فیصلہ ہوا تو سلاطین نے اس کام کے لیے یونانیون کو ہی منتخب کیا مگر ان بکرامون نے دوستی اور اطاعت کے پیرایہ مین وہ دشمنی کی جو جانی دشمن بھی نہین کرتے۔ اور اپنے ہم مذہبون کے بغاوت پر اکسانے مین کبھی اپنی طرف سے ذرہ بھر کوتاہی نہ کی۔

رعایا پر انتظام مملکت مین خرابی پڑجانے کے بعد بیشک جبر و تعدی ہوتی تھی مگر جیسا کہ پہلے مفصل لکھا جاچکا ہے قانون اور رواج کا اسمین کچھ قصور نہ تھا۔ اور ترکی گورنمنٹ اور اوس کے اعلی اعمال بھی ایک طرح سے اس الزام سے پاک تھے۔ اونکا قصور یہی تھا کہ نگرانی مین کیون فرق آنے دیا۔ اصل جبر و تعدی کرنے والے وہی لوگ تھے جن کو ترکون نے عیسائی رعایا مین سے ہی منتخب کرکے خوجہ باشی کے نام سے سول انتظام پر مامور کر رکھا تھا۔ ان حضرات کی تعریف پہلے ہوچکی ہے جب تک ترک طاقتور رہے یہ لوگ اونکی پناہ مین رہکر اور اون کے نام سے اپنے ہم مذہبون اور ابنائے ملک کا خون چوستے رہے۔ اور جب عام بغاوت پر تیار ہوگئی تو خود مطلق العنان حاکم بنبیٹھے اور پھر اس طرح بھائیون کا گلا کاٹتے رہنے کے لیے باغیون کے ساتھ شامل ہوگئے۔

صوبہ پر ترکی تسلط ہوجانے کے بعد صرف دو جماعتین ایسی تھین جو اس اقتدار سے آزاد رہی تھین۔ ایک تو کوہستانی تھے جو کوہستان پنڈس اور پارناسس کی دشوار گذار گھاٹیون اور چوٹیون پر رہنے کی وجہ سے کبھی مغلوب نہ ہوسکے۔ اور انہون نے آہستہ آہستہ سر اٹھایا اور مقدونیا کے کوہستانیون کیطرح قزاقی کا پیشہ اختیار کر لیا۔ یہ لوگ اپنے ملک مین کلیپٹا یا پالی کاری (اگوم) کہلاتے تھے۔ دوسری جماعت جزائر اور ساحلی قصبات کے باشندون کی تھی جو اپنی طبعی ذہانت سے تجارت مین مصروف ہوگئے۔ اور اسطرح سے محکوم مشغول ہونے کی بجاے ترکون اور یورپینون کے درمیان تجارتی دلال اور متوسط بن گئے۔ اسی دوسری جماعت کے لوگ بیگر ممالک کے باشندون سے میل جول اور سفر و سیاحت سے بتدریج بلند خیال اور وسیع النظر ہوتے گئے۔ مقامی اغراض یا اپنے قبیلے کے معاملات کی محدود دایرہ سے آزاد ہوگئے۔ اور اونکی سمجھون کا دایرہ بہت وسیع ہوگیا۔ دیگر حصص کے باشندون کی نسبت اون کی تعلیم کا انتظام بھی عمدہ تھا۔ اس تعلیم سے وہ اپنے بزرگون کے کارنامون سے واقف ہوگئے۔ اور خطہ یونان کو پھر ویسا ہی ممتاز و مشہور اور آزاد بنانے کی خواہش اون کے دلون مین پیدا ہوگئی۔ بس اسی غرض کے لیے جو مجالس بنام ہٹیریا قایم ہوئین اون کی بنا پہلے جزیرون اور ساحلی قصبات ہی مین پڑی۔ آزادی کی یہ تحریک علم و دولت کے نشے سے اٹھنے والی کوہستانیون کے ہم پیشہ اسلحہ بردار [illegible] کی کوشش عیسائی سلطنتون کی امداد سے پائیہ تکمیل کو پہونچی۔

بغاوت یونان کی ابتدا اور اوسکی کامیابی قایم ہونے کے کئی اسباب ہین جن مین سے اہم ترین کو آگے بیان کیا جائیگا

دلچسپ پیرایہ مین بیان کیا ہے۔ انہین سب سے اول وہ اوس کو قرار دیتے ہین جو سطور مندرجۂ ذیل مین لکھا جاتا ہے۔ اون کا بیان ہے کہ:-

"ان اسباب مین سے سب سے مقدم، موثر ترین اور سب سے دیرپا سبب بلا شک و شبہ وہ احساسات اور جذبات تھے جو ہماری (یعنی انسانی) فطرت کے شریف ترین جذبات مین شمار ہوتے ہین" یعنی بالفاظ دیگر مقدم ترین باعث انسانی طبیعت کی شرافت طبعی کا قدرتی تقاضا (آزادی پسندی) تھا۔ اسکی تائید مین وہ یونانی مورخ ترکوپی کے مندرجہ ذیل الفاظ پیش کرتے ہین "ابتدائے محاربہ و مناقشہ سے وہ (یعنی یونانی قوم) خدا اور اوس کے بندون کے سامنے اپنا مدعا و مقصد یہی بتاتی رہی تھی کہ اجنبی کی محکومی کے جوئے کو توڑ کر اپنی قومیت اور اپنی آزادی کو جو مدتون سے چھن گئی تھین پھر زندہ اور تازہ کرے۔ اوس کا یہ بھی استغراق ملحوظ ہے کہ شاید وہ بزور بازو یونان سے اوس قوم کو جو مذہب اور نسل مین اوس سے متغایر تھی۔ اور جس نے صدیون سے اسکو محکوم بنا رکھا تھا اور جو آخر وقت تک اسے اپنا غلام اور اپنے ملک کو تلوار کی مفتوح سمجھتی رہی تھی خارج کر سکے"

اس کے بعد کریسی صاحب لکھتے ہین کہ "ان عام احساسات و جذبات کے علاوہ اکثر کے دلون مین ذاتی صدمات اور نقصانات کی یاد بھی کھٹک رہی تھی۔ مزید برآن یونانیون مین تعلیم کی عام اشاعت ہو جانے سے اور نیز اوس تحریک سے جو سلیم ثالث کے عہد مین تعلیم اور علمی اشتغال کو ملی تھی اس قوم مین شجاعت اور ذہانت پیدا ہو گئی تھی علاوہ برین اکثر یونانی اپنی قوم کی روز افزون تجارت مین مشغول ہو گئے تھے اور انہین مستعدی، اولوالعزمی اور جوانمردی کی اچھی عادات پیدا ہو گئی تھین چنانچہ جزائر اور ساحلی قصبات کے باشندون نے انیسوین صدی کے پہلے پندرہ برسون کی باہمی جدال و قتال اور نزاع سے جو یورپ مین دول مین برپا رہا خوب فائدہ اوٹھایا۔ مصر پر نپولین کی فوج کشی سے لیوانٹ مین فرنچ تجارت بالکل معدوم ہو گئی تھی۔ اور انگلستان کی تجارت بھی لڑائی کی وجہ سے درہم برہم پڑ گئی ہوئی تھی۔ اوس وقت فرانسیسیون کی جگہ یونانیون نے لیلی کل بحیرۂ روم مین ترکی جھنڈے کی حمایت مین اون کے جہازات پھیل گئے۔ بحیرہ کی کل تجارت اون کے ہاتھ مین آ گئی۔ اور بحری مشاغل کا ایسا چرچا ہو گیا کہ صرف دو جزیرون ہائڈرا اور سارا کے یونانیون کے کئی سو تجارتی جہاز جنپر بیس ہزار ملاح تھے سمندر مین چلتے تھے مالکان جہازات اور سوداگرون کی نئی جماعت ملکی انتظام مین خوجہ باشیون کی ہمسر اور رقیب ہو گئی۔ ان لوگون نے اپنے بچون کو تعلیم کے لیئے دیگر ممالک مین بھیجنا شروع کر دیا۔ اور اپنی قوم کی تعلیم کے لیئے نہ صرف جزائر بلکہ ایشیا کوچک اور خود قسطنطنیہ مین بھی مدارس کھول دیئے۔ بحری طاقت کے لیئے تو یہ سامان موجود تھا۔ بری فوج کی آراستگی کے لیئے کوہستانی قزاقون کے گروہ موجود تھے جو بیشمار ہونے کے علاوہ خود مسلح اور طبعی دلاور بھی تھے۔ رعایا ان لوگون اور اون کے پیشیون کو ذلیل سمجھنے کی بجائے جیسا محکوم ملکون مین اکثر ہوتا ہے انکو اپنے قومی پہلوان تصور کرتی تھی۔ ان ڈاکوون کے علاوہ یونان کے وسطی اور شمالی اضلاع مین مسلح دسیون کی ایک اور جماعت بھی موجود تھی یہ ایک قسم کی ملیشیا فوج تھی جو خود ترکون کی تجویز اور اجازت سے ڈاکوون کی سرکوبی اور قیام امن کے لیئے قائم کی گئی تھی۔ مقامی فوج مین صرف یونانی بھرتی تھے۔ اور اون کے افسر بھی یونانی تھے۔

یہ فوج اپنے اپنے علاقہ کی میونسپل حکام یا خوجہ باشیون کے علاوہ ترکی پاشا کی ماتحت ہوتی تھی۔ ان دستون مین عموماً اُسکو کلیفٹ بھی بھرتی ہوتے رہتے تھے جو پہاڑون سے اُتر کر مقامی حکام سے صلح کر لیتے - اور آئندہ قزاقی سے توبہ کر دیتے - یہ لوگ "مستحکم کلیفٹ" کہلاتے تھے - فوج کا سرکاری نام آرماٹولی تھا اس فوج کی جمعیت و نظام مین ایسی ترقی ہوتی گئی - کہ بغاوت سے چند برس پہلے ترکی گورنمنٹ کو فوج مذکور کی طرف سے کسیقدر خدشہ سا پیدا ہو گیا اور اوس نے اس فوج کی جمعیت کو کم کرنے کے لیئے بہت کوشش کی مگر اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر آرماٹولی سپاہی علانیہ باغی ہو کر مسلح یا وحشی کلیفٹون کے ساتھ جا ملے - ایک اور امر جس سے بغاوت کو بے اندازہ مدد ملی یہ تھا کہ سلطنت عثمانیہ کے دیگر حصص کی نسبت یونان مین عیسائی رعایا کی آبادی بہت ہی گنجان اور ہر ایک قبیلہ یکجا آباد تھا - اس نقص پر نپولین نے سینٹ ہلینا کی نظربندی کے دوران مین سخت اعتراض کیا تھا - معاملات مشرقی پر گفتگو شروع ہو جانے پر نپولین نے کہا تھا کہ "سلاطین عثمانیہ نے یونان وغیرہ صوبون مین ایک ہی قوم اور نسل کے عیسائیون کے جم غفیر کو یکجا رہنے دینے مین جنکی آبادی ان صوبون مین ترکون کی آبادی سے بدرجہا زیادہ ہے سخت غلطی کی ہے - اور یہی غلطی جلدی یا دیر بعد عثمانیون کی بربادی کا باعث ہوگی "

لیکن اگر دوسری عیسائی قومین مددگار نہ ہوجاتین تو ان قومی جوش سے بھرے ہوئے باغیون کی دلیری وشجاعت اگرچہ قابل تھی کچھ نہ بن سکتا جب ترک باغیون پر غالب آگئے تو کئی عیسائی قومین یونانیون کے سابقہ علم و ہنر اور عروج کو یاد کر کے اکثر مذہبی تعصب سے مجبور ہو کر اور ایک آدھ سلطنت محض خود غرضی اور ذاتی اغراض کو پورا کرنے کے لیئے باغیون کی حمایت مین کھڑی ہو گئی - اور اوس نے بقول کریسی دوسری قومون کے تعصب یا محبت سے اپنا الو سیدھا کرنے کو یہ خوب کام لیا چنانچہ مشہور بیباک اور صاف گو انگریز ادیب مسٹر ولیم کابٹ نے صاف کہدیا کہ "بغاوت یونان ایک ایسی لڑائی ہے جسے شاعرون اور رحمدل ہمدردون کے پرامیسری نوٹون کی قمار بازون نے روس کے فائدہ کیلیئے برپا کر رکھا ہے "

یونانی ۱۷۷۰ء کی ناکام بغاوت کے وقت سے ہی مزید کوششون کی فکر مین لگے ہوئے تھے - چنانچہ اون کے قومی شاعر مسمی ریگا نے جس کے گیتون نے لوگون کے جوش ابھارنے مین بہت مدد دی - اٹھارہوین صدی کے اختتام پر ترک حکومت سے آزادی حاصل کرنے کے لیئے کل یونانی قوم کو در پردہ آپس مین متفق کر لینے کی تجویز کی - اس غرض کے لیئے جا بجا خفیہ مجالس (ہٹیاریا) قایم کی گئین - اور ریگا کی نگرانی مین اس کام نے خوب ترقی کی مگر ۱۷۹۸ء مین اوس کے مرجانے پر یہ مجالس بھی مفقود ہو گئین ۱۸۱۴ء مین اڈیسہ (جنوبی روس کا بندرگاہ) کے یونانیون نے نکلس سکوفاس کی تحریک پر اس کام کو پھر تازہ کیا - اوس نے اس مجلس کا نام ہیٹیاریا فیلیکی یعنی مجلس دوستان مقرر کیا - اور اسکو ایتھنز کی علمی سوسائٹی سے جو خوب رونق پر تھی پیوند کر دیا اس طرح سے اسکو اپنی مجالس کے مقاصد کو کل خواندہ یونانیون مین فی الفور منتشر کرنے کا موقعہ ملگیا - اور ساتھ ہی یہ فائدہ ہو گیا کہ ترکون کو کانون کان خبر نہ ہوئی - جو مجلس کے علیحدہ رہنے پر شاید حاصل نہ ہو سکتا - تھوڑے ہی عرصہ مین نئی مجلس کے ہزارون ممبر ہو گئے - کئی یونانی روسی فوج مین افسر تھے انمین سے ایک میجر جنرل - ایک کرنیل - ایک کپتان تھا - اور ایک یونانی مسمی

کاپوڈسٹریا جو زار روس کا پرائیویٹ سکرٹری تھا۔ یہہ سب بھی انجمن شریک ہوگئے۔ بانیان انجمن کا بیان تھا کہ خود زار اور اوس کا ولی عہد۔ والیشیا کا یونانی گورنر اور کئی دیگر نامور اشخاص بھی اس مجلس میں شریک تھے۔ زار بظاہر ہمیشہ انکار کرتا رہا۔ بلکہ اوس نے کئی دفعہ کہا کہ میں ایسی باغی مجلس کا کبھی ممبر نہیں ہوسکتا۔ مگر اوس کے طریق عمل سے اسکا ابطال ہورہا تھا۔ اور نتیجہ یہہ ہوگیا کہ زار نے محض آسٹریا کے اعتراض سے بچنے کے لیئے باغیوں کی امداد سے احتراز رہنے کا بظاہر وعدہ کر دیا تھا۔ اس انجمن کی شاخیں جا بجا ہر ملک میں جہاں یونانی آباد تھے پھیل گئیں۔ اوس کا خزانہ میونخ (بویریا) میں تھا اور سینٹ پیٹرسبرگ میں اور مرکز قسطنطنیہ میں۔ اس خفیہ سوسائٹی نے اپنی علیحدہ خفیہ زبان، پوشیدہ علامتیں اور پراسرار و جوش انگیز رسوم مقرر کر رکھی تھیں ممبروں کے لیئے سات مدارج تھے تیسرے درجہ پر پہنچنے کے وقت ممبر کو حلف دیجاتی تھی۔ اس حلف سے سوسائٹی کے عام اصول و مدعا کی کیفیت معلوم ہوسکتی ہے حلف یہہ تھی میں قسم کھاتا ہوں کہ اپنے مذہب اور اپنے وطن کے لیئے لڑونگا میں اپنے مذہب اپنی قوم اور اپنے ملک کے اعداء سے نفرت رکھونگا۔ اون کو ایذا پہنچاؤنگا۔ اور اون کو بالکل نیست و نابود کر دونگا۔ ۱۸۱۸ء تک پیلوپونیس کے تقریباً تمام کلیفٹ سوریا کل باشندے یونانی ملاح اور سوداگر انجمن شریک ہوچکے تھے چنانچہ انھوں نے سلطنت ترکی جمعیت کو بغاوت کے لیئے کافی تصور کرکے زینتی احاج کو سردیا میں آتش فساد مشتعل کرنے کے لیئے جیسا کہ پیشتر مذکور ہوچکا ہے اسی سال کیف ہی سردیا کو روانہ کر دیا۔ بہارج کے قتل پر راز فاش ہوجانے سے معاملہ کچھ عرصہ کے لیئے پھر سرد پڑ گیا۔ اور روس نے علانیہ بے تعلقی ظاہر کر دی۔ مگر ہیٹاریا برابر اپنے کام میں مصروف رہی۔ آخر تین سال بعد ۱۸۲۰ء میں یورپ کے کل ممالک میں بالعموم اور اٹلی و ہسپانیہ میں بالخصوص آزادی کا خبط ابھر آیا۔ رعیت کے دماغ میں جنون کی حد تک سما گیا۔ اسی عام جوش سے فائدہ اوٹھا کر ہیٹاریا کے بانی مبانیوں نے بھی سن مذکور کے شروع میں عام بغاوت کی تیاریاں شروع کر دیں جس کا پھوٹ پڑنا زیادہ دیر تک ملتوی نہیں رہ سکتا تھا تاہم جیسا کہ لکھا جاچکا ہے اس کا فوری باعث وہی لڑائی ہوئی جو اوسی سال کے موسم بہار میں سلطان اور اوس کے ماتحت علی پاشا میں چھڑ گئی۔

سلطان یا اوس کے دیوان کو اس نئے خطرہ کا جو ہیٹاریا کی بدولت یونان میں دن بدن زیادہ خطرناک صورت اختیار کر رہا تھا کچھ علم نہ تھا ورنہ باغلب وجوہ وہ علی پاشا کی سرکوبی کو اور کسی وقت پر ملتوی کر دیتا۔ سلطان محمود نے اس وقت بظاہر سب طرف سے بےفکری ہونے کی وجہ سے اپنے عہد کے بےشمار صعب ترین کاموں میں سے ایک کو جو باغی اور خود سر ماتحت پاشاؤں کی قطعی سرکوبی کرنا تھا شروع کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ ان پاشاؤں نے سلطنت کے اندر ہی اندر اپنی علیحدہ سلطنتیں بنا رکھی تھیں اور اونمیں سے بعض کی حکومت خود سلطانی دربار کے جاہ و تجمل سے بڑھی ہوئی تھی سب سے زیادہ نامور و سرکش علی پاشا تھا اور اسیکی طرف پہلی توجہ کیگئی۔

ترکی افواج کی روانگی علی کی دلیری اور اوس کے یونانیوں کو بغاوت کی دعوت کرنے کی کیفیت لکھی جاچکی ہے یونانیوں نے ایک ہی وقت جنوب میں خاص یونان اور شمال میں مالڈیویا اور ولاشیا میں علم بغاوت بلند کرکے مسلمانوں کو

قتل کرنا شروع کردیا۔ جنوب میں اسطرح سے ابتدا ہوئی۔ کچھ ترکی فوج خورشید کی کمک کیلیئے موریا سے یانینا کو چلی جارہی تھی ۱۲ فروری
سنہ ۱۸۲۱ء کو باشندگان پطراس کی چند سپاہیون سے تکرار ہوگئی۔ مواد تو پہلے ہی سے پختہ تھا۔ یہ تکرار اوس کی پھوٹنے کیلیئے بہانہ
ہوگیا۔ باشندگان پطراس نے بغاوت کا جھنڈا اونچا کردیا۔ اور پھر گستونی۔ کالاوریتا وغیرہ قصبات متعلقہ بھی اون کے ساتھ شامل
ہوگئے۔ ضلع تری پولتزا کے قائممقام نے موریا کے تمام لاٹ پادریون و خوجہ باشیون کو بلا بھیجا کہ ادنہیں رفع فساد اور قیام امن
کی فہمائش کرے۔ ان کے دلمین چور تھا۔ سمجھے کہ جاتے ہی مروا دیئے جائینگے۔ نہ گئے۔ اور پطراس کے آرچ بشپ (اسقف)
مسمی جرمانوس نے مارچ سنہ ۱۸۲۱ء مین کالاوریتا جاکر عام اعلان کردیا کہ صلیب کی پادشاہی کا وقت آگیا ہے۔ پندرہ یونانی
نفیر اسقدر اس مفسد پادری کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے۔ اور اونہون نے دیہات ملحقہ کے اکثر ترکون کو کمال سنگدلی سے تہ تیغ کردیا
باقیماندہ بحال تباہ پیاٹو کو بھاگ گئے۔ چند دنون مین جرمانوس ۔۔۔۔ دس ہزار باغی لشکر کا کمانڈر ہوگیا۔ اور اسنے قلعہ پطراس کا
محاصرہ کرلیا۔ آخر یوسف پاشا حاکم سربس فوج لیکر پہنچگیا۔ اور باغی ہزیمت کھاکر منتشر ہوگئے۔ اس شکست کے باوجود ٹینا ارگیڈیا
اور سینیا وغیرہ علاقے یکے بعد دیگرے علم بغاوت بلند کرتے چلے گئے۔

علاقہ پونٹیا کے باغیون نے قصبہ لیواڈیا کو فتح کرکے وہان کے دو ہزار معصوم مسلمانون کو طرح طرح کے عذاب پہنچاکر ہلاک
کردیا۔ اور تھوڑے عرصہ مین ملک کے کل اطراف و جوانب مین یہ آگ بھڑک اٹھی۔ شمالیمن علم بغاوت سکندر ہپسلانٹی نے بلند کیا۔ یہ شخص تنہا اسکندرکا یا ہی سلطنت
کا صدر انجمن تھا۔ اوس نے اپنی کل زر و دولت اسی کام پر صرف کردی تھی۔ زار کی سازش و شرکت اوس کے افسرون کی
کارروائی سے ہی ظاہر ہورہی ہے بلکہ بعض مورخون کا تو یہہ بیان ہے کہ جب ہپسلانٹی نے زار سے دریافت کیا کہ کیا بغاوت
کیلیئے مناسب وقت یہی ہے تو اوس نے جواب دیا تھا کہ ” اگر کل یونان اُٹھ کھڑا ہو تو میرے کاسک اوسکی مدد کو روانہ ہوجائینگے“
۱۸ فروری سنہ ۱۸۲۱ء کو یہ مفسد دریائے پردتھ کو عبور کرکے مالڈیویا مین داخل ہوا۔ اور ۱۸ مارچ کو یاسی پہنچگیا۔ جہان اوسنے یہ اشتہار
دیوارون پر چسپان کرایا ” یونانیو! گھنٹہ بجگیا۔ اپنے مذہب اور اپنے ملک کا بدلہ لینے اور محکومی کا جوا اتار پھینکنے کا وقت پہنچگیا
ہے۔ سب طرفون سے ہمارے بھائی اور دوست ہماری مدد کو تیار ہین۔ سرویا۔ سولی۔ تمام باشندگان ایپائرس مسلح اٹھ رہے ہین
اور ہمین بلا رہے ہین۔ بڑھو۔ یونانیو بڑھو۔ انکے علاوہ ایک زبردست طاقت بھی ہمارے حقوق کی محافظ ہے“
اس تودہ کی اپیل پر مالڈیویا کے نمکحرام یونانی گورنر میکائیل سوزو نے صوبہ کی حکومت مفسد ہپسلانٹی کے سپرد کردی۔ اور
خود صوبہ کے معزز خاندانون کے نوجوانون کو ہتھیار بند کرکے جھنڈے تلے خادمان وطن کی فوج مین بھرتی کرنے مین مصروف ہوگیا
اور خود بھی اس پلٹن مین داخل ہوگیا۔ اس ” مقدس پلٹن“ نے یاسی کے مسلمان سوداگرون مین سے ایک کو زندہ نہ چھوڑا۔
اونکی عورتون اور بچون سے بھی بے حرمتی کرنے کے بعد یہی سلوک کیا گیا۔ اور اون کے مال و اسباب کو لوٹ لیا گیا۔ اس پلٹن کی
تیاری کا کام میکائیل کے سپرد کرکے ہپسلانٹی اس تحریک کیلیئے ولاشیا گیا۔ وہان بھی ایک ” مقدس پلٹن“ تیار ہوگئی۔ اور اسنے
بجنسہ اپنی مالڈیویا والی بہن کی طرح تقدس کا نتیجہ پندرہ مارچ کو گالاتز کے بے پناہ و غیر مسلح مسلمان سوداگرون کے خون بیگناہ سے لیا

مگر ولیشیا اور مالڈیویا میں یونانی بہت تھوڑے آباد تھے۔ صرف ہی لوگ وہاں تھے جو یونانی گورنروں کے عزیز یا متوسل تھے۔ اصل باشندگان کو اس تحریک سے کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی تھی۔ ان میں سے کوئی ہیپسلانٹی کے ساتھ نہ شامل ہوا۔ ادھر اوسکی بدبختی سے آسٹریا کو زار کے سمجھانے اور بہکانے کا موقعہ مل گیا۔ آسٹریا اوس وقت اٹلی کے چند صوبوں پر قابض تھی۔ اور وہاں کے اطالین باشندوں نے اوس کے برخلاف بغاوت برپا کر رکھی تھی۔ علاوہ بریں عام یوروپین رعایا کی رائے بھی شاہی حکومت سے ایسی منحرف ہو رہی تھی کہ تاجداروں کو نہ صرف تاج و تخت بلکہ زندگیوں کے بھی لالے پڑے ہوئے تھے۔ آسٹریا میں اتنی زیادتی تھی کہ وہ ویسی اندیشوں میں ہی نہیں واقعی خطرات میں بھی مبتلا تھی۔ اور ان خطرات نے اوسے ہر ایک قسم کے انقلاب پسند باغیوں کا سخت دشمن بنا دیا ہوا تھا۔ وہ سچے دل سے ٹرکی کی ہمدرد و معاون ہو گئی۔ اور اوس نے بغاوت پر سخط نارضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار ہی نہ کیا۔ بلکہ روس کو بھی سمجھا کر باغیوں کی امداد سے روک دیا۔ ہیپسلانٹی نے یاسی کی کامیابی پر زار کو خوشی و امید سے بھرا ہوا خط لکھا۔ زار اوس وقت بمقام لیباخ قیصر آسٹریا کے ساتھ کانفرنس میں شریک تھا۔ آسٹرین وزیر اعظم ایم ٹو وی مٹرنیخ نے زار کو ہیپسلانٹی کی (واقعی یا مصنوعی) خط و کتابت ازلیخ بیرلون۔ ہسپانیہ کے آزادی پسندوں اور اٹلی کے نو صیبوں کے ساتھ دکھا کر اوس سے عدم امداد کا وعدہ لے لیا۔ اور یونانی بغاوت روس کی امداد سے محروم ہو گئی۔

زار سکندر کو پیرانہ سالی اور مرض فرمنہ نے کمزور مزاج اور کاہل بھی بنا دیا تھا۔ اس وجہ سے بھی وہ یونانی مخمصہ سے علیحدہ ہو گیا۔ یاسی سے ہیپسلانٹی کی روانگی سے چند دن بعد روسی قونصل نے اپنی گورنمنٹ کے حکم سے اعلان کر دیا کہ "روس کو اس تحریک سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ یہ ادسی پاگلانہ پرجوشی کا جو اس وقت دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور نیز ایک نوجوان شخص کی ناتجربہ کاری اور بے سمجھی کا نتیجہ ہے"

اس سے دو دن بعد مالڈیوی امرا نے سوزو کو یاسی سے خارج کر دیا۔ اور کچھ عرصہ بعد زار نے ہیپسلانٹی کو فوجی رتبہ سے برطرف کر دیا۔ اور روسی سفیر نے سلطان کو اپنے آقا کی حیادت اور دوستی کا یقین دلا دیا۔ ہیپسلانٹی نے روسی گورنمنٹ کا ہاتھ اٹھا لینے سے حوصلہ ہار دیا۔ اور وہ بخارسٹ سے رمنکس کو چلا گیا۔ سلطان نے بیس ہزار فوج بغاوت کو فرو کرنے کے لیے بھیجدی۔ جو بمقام گالاٹز دریائے ڈینیوب کو عبور کر کے ولیشیا میں داخل ہو گئی۔ یاسی کی پلٹن نے جس میں پانچ سو آدمی تھے۔ دو جگہ ترکوں کا مقابلہ کیا۔ اور آخری معرکہ میں دریائے پروتھ کے کنارہ تباہ ہو گئی۔ اس سے فارغ ہو کر ترکی فوج نے ڈراگوشان کے رہ جانہ کو ترتیب ۱۹ جون ۱۸۲۱ء کو ہیپسلانٹی پر حملہ کیا۔ اور اس کی مقدس پلٹن کے بارہ سو آدمیوں کو نیست و نابود کر دیا۔ ہیپسلانٹی ٹرانسلوانیا کو بھاگ گیا۔ وہاں آسٹرین حکام نے اوسے گرفتار کر کے جون ۱۸۲۱ء میں قلعہ منکاز میں نظر بند کر دیا۔ جہاں وہ ۱۸۲۷ء تک مقید رہا۔

انگلستان نے شروع فساد میں ٹرکی کو روس کے برخلاف یونانی بغاوت میں مدد دینے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ لیکن سلطان کو اوسکی نیک نیتی پر جس نے حالیہ میں ہی جزائر یونین پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور علی پاشا کو باب عالی کے برخلاف اکثر جرأت دلاتا

رہتا تھا۔ شاک تھا۔ روس نے اس کی امداد کو قبول نہ کیا۔ واقعات مابعد سے ثابت ہو گیا کہ سلطان کی بدظنی غلط نہ تھی۔

زار روس کی بظاہر علیحدگی کی وجہ اوپر لکھی جا چکی ہے۔ رتے باک کر ہسپانیہ اور اٹلی کے فوضیانہ فسادوں کے انسداد و تدارک کے لیے تاجداران یورپ کی بمقام وآنا کانگرس منعقد کی تھی۔ اوس مین زار نے بغاوت یونان کے متعلق حسب ذیل الفاظ کہے :-

"ہم یہان انگریزی، فرانسیسی، روسی، پرشوی یا آسٹرین پالیسی پر غور کرنے کے لیے نہیں بلکہ کل کی سلامتی اور بہتری کے لیے عام پالیسی کی تصفیہ کے لیے جمع ہوئے ہین۔ اور اسی غرض کے لیے مینے اس "اتحاد مقدسہ" کی بنا ڈالی ہے۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ ٹرکی کے برخلاف مذہبی لڑائی کرنے سے بڑھ کر میرے اغراض اور میری قوم کی اغراض کے لیے کوئی چیز موافق نہیں ہو سکتی۔ اور یونانیون کی بغاوت سے مجھے اوس کا موقعہ بھی مل گیا تھا مگر جونہی مینے اس بغاوت مین فوضیانہ یعنی انقلاب پسندی کی علامت کو معلوم کیا مین اوسی وقت اوس سے علیحدہ ہو گیا۔ مجھے میرے ارادہ سے ہٹانے کے لیے کوئی کوشش باقی نہیں اوٹھا رکھی گئی۔ لیکن کسی کی نہیں چلی۔ خداوند کریم نے ۸ لاکھ سپاہی مجھ کو اپنی ذاتی امنگون کے پورا کرنے کے لیے نہیں بلکہ مذہب، اخلاق اور انصاف کی حفاظت اور ان اصولون کے قیام کے لیے عطا کیے ہین جن پر انسانی سوسائٹی کا دار و مدار ہے۔"

زار کی طرح دیگر تاجدار اور اونکی گورنمنٹین بھی شروع شروع مین باغیونکی امداد سے علیحدہ رہین۔ لیکن اون کی عام رعایا مذہبی تعصب اور نیز قدیم یونانیون کے علم و ہنر کے احسانات کو یاد کر کے باغیون کی ممد و معاون ہو گئی۔ فرانس، جرمنی اور انگلستان مین جابجا اونکی حمایت مین سوسائٹیان قائم ہو گئین، چندہ کی فہرستین کھولی گئین۔ اور باغیون کو نہ صرف روپیہ، اسلحہ اور سامان حرب سے مدد پہنچائی گئی، بلکہ سینکڑون پر جوش والنٹیر بن کر اونکے ساتھ شامل ہو گئے۔ چنانچہ عام مجاہدین کے علاوہ کئی نامور سپاہی اور ادیب بھی انگلستان سے یونان جا پہنچے۔ لارڈ کوکرین (انگریز) نے اپنی بحری لیاقت سے اون کو مدد دی۔ سر رچرڈ چرچ (انگریز) یونانی باغیون کا سپہ سالار بنا۔ جنرل گارڈن اور کپتان فرینک ایشنگز نے بھی اون کو قابل قدر فوجی کام دیا۔ عیاش منش اور رنگیلا مزاج انگریز شاعر لارڈ بائرن اور اوس کا دوست مسٹر ٹریلانی عام سپاہیون کی حیثیت مین باغیون کے ساتھ شریک ہو گئے۔ فرانس اور جرمنی سے بھی کئی مشہور آدمی باغیون سے جا ملے۔ اور وکٹر ہوگو جیسے مشہور ادیب اور شعرا بھی قلم و زبان اور روپیہ سے باغیونکی حمایت پر کھڑے ہو گئے۔ انصاف یہ کہنے پر مجبور کرتا ہے کہ مذہبی تعصب کی بجائے یہ لوگ زیادہ تر پرانے یونانیون ارسطو و افلاطون وغیرہ وغیرہ کے احسانات کو یاد کر کے اس دھن مین تھے کہ اونکی اولاد بھی جو مغل حملوں کی وجہ سے اب تک معذور رہی ہے آزاد ہو جانے پر بطور سابقہ علم و فضل کا مخزن و منبع ہو جائیگی۔ باغیون کے ساتھ شریک ہوئے تھے مگر صحبت و ہم جلیسی اور بعد کے سالہا سال کے تجربہ نے ان حامیون پر ثابت کر دیا کہ یونانیون سے جو توقع رکھی گئی تھی، وہ غلط تھی۔ یہ لوگ بحیثیت قوم اس مدد و حمایت کے ہرگز قابل نہ تھے۔ اونکی آزادی اور اس علیحدہ ریاست کا قیام کیے جانے سے جو دیگر طاقتون کے لیے مسلسل اور دائمی خطرہ کا باعث

بنی ہوئی ہے۔ اگر فائدہ پہنچا ہے تو صرف روس کو۔ یونانی آزادی سے فائدہ اوٹھانے کا مادہ ہی نہیں رکھتے تھے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ دوسری ریاستوں کو یہ فائدہ ہوا کہ مفت کا درد سر ہمیشہ کیلئے خرید لیا۔ اور ٹرکی کو ضعیف و کمزور کر دینے سے مشرقی مسئلہ کو ہمیشہ کے واسطے مخزن مشکلات بنا دیا۔"[1]

اس میں کوئی کلام نہیں کہ اگر یونانیوں کے حامیوں کو اون کے خواص معلوم ہوتے تو محض مذہبی حمیت سے بہت ہی کم لوگ اونکی مدد کو آتے چنانچہ کئی منصف مزاج مجاہد و حامی یونان آنے پر بہت پچھتائے۔ اور انہوں نے اپنے تاسف کو علانیہ ظاہر کر دیا۔ فرانسیسی مجاہدین کی ایک جماعت نے فرنچ امیر البحر متعینہ بحیرہ روم کو حسب ذیل خط لکھا: "فرانس سے چلنے سے پہلے ہمیں کہا گیا تھا کہ یونانی بڑے بہادر ہیں۔ اور شجاعت و مجد میں اپنے اجداد پر بھی فوقیت رکھتے ہیں۔ مگر یہاں آکر ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ لوگ کمال زر پرست ہیں۔ اور بطمع زر و زیورات جرائم شنیعہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور جہالت اور وحشت میں افریقہ کے حبشیوں کے ہم پلہ ہیں ہمیں براہ مہربانی فرانس پہنچا دیا جائے۔"

اسیطرح فرنچ امیر البحر بوجول نے ۲۲ دسمبر سنہ ۱۸۲۸ء کو یعنی جنگ نوارینو کے بعد اپنی گورنمنٹ کو حسب ذیل مراسلہ لکھا: "جب میں مشرق کو آیا تو یونانیوں کا بڑا حامی تھا۔ تجربہ نے میری رائے اور عقائد کو بدل دیا ہے۔ یہ لوگ حب الوطنی و شجاعت کے مادہ سے معرا ہیں۔ اور اون کی ہر شخص کی یہی خواہش و کوشش ہے کہ کسیطرح دولتمند بن جائے۔ فتنہ و فساد آرزو خصوصیت یہاں انتہائی درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ کل خرابیاں اور رسوم جاہلی و تعصبات کو تقریباً کل باشندے بحری قزاق ہیں۔ اور اگر دول یوروپ انکی سرکوبی نہ کرینگی تو دنیا کی تجارت اون کے ہاتھ سے کبھی محفوظ نہ ہوگی۔"

یونانی باغیوں نے سنہ ۱۸۲۹ء کو ارمنی باغیوں کیطرح مسلمانوں پر ہی دست تظلم دراز نہ کیا۔ بلکہ اپنے ہم مذہب متمولوں سے بھی قتل و تاخت و تاراج کی دھمکیاں دیکر روپیہ وصول کرتے رہے اور جو ہر بھی انکار کرتا۔ اوسے بیدریغ قتل کر دیتے۔

موریا میں سکندر یپسلانٹی کا چھوٹا بھائی باغیوں کا سرغنہ تھا۔ اوس نے قصبہ مونیمواسیا کا محاصرہ کیا۔ اور جان و مال کی حفاظت کا اقرار کرکے وہاں کے مسلمانوں کو شہر حوالہ کر دینے پر راضی کر لیا۔ مگر شہر میں داخل ہوتے ہی ایک متنفس مسلمان کو بلا تمیز عورت و مرد صغیر و کبیر زندہ نہ چھوڑا۔ فرنچ امیر البحر ہالگان سرکاری مراسلہ مورخہ سنہ ۱۸۲۲ء میں اسکی تصدیق کرکے لکھتا ہے کہ مسلمان باشندوں نے بدوران محاصرہ میں یونانی باشندوں سے ایسا سلوک کیا تھا جیسا بھائی بھائی سے کرتا ہے۔

ترکی افواج علی پاشا کی سرکوبی میں مصروف تھیں۔ اور موریا و شمالی یونان ترکی افواج سے تقریباً خالی ہو۔ میدان خالی ہونے کی وجہ سے بغاوت کا دائرہ دن بدن وسیع ہوتا گیا۔ اور موریا کی تقلید کرکے شمالی یونان کے باشندوں نے بھی علم بغاوت بلند کر دیا۔ مفصلات اور دیہات کے مسلمان بیدریغ قتل کر دیئے گئے۔ جو بچ رہے وہ شہروں میں پناہ گزین ہو گئے۔ باغیوں نے دیہات سے فارغ ہو کر شہروں کیطرف رخ کیا۔ اور یکے بعد دیگرے طویل یا قلیل محاصروں کے بعد انکو فتح کرنا شروع کر دیا۔ ۹ اگست سنہ ۱۸۲۱ء کو

[1] یہ الفاظ مسٹر میکالی کے ہیں جس نے انگریزی میں تاریخ عثمانیہ لکھی ہے۔ مؤلف

وہ شہر نوارینو پر قابض ہوئے اور وہاں وہ وہ ظلم و ستم کیے جو آنکھوں نے کبھی دیکھے اور نہ کانوں نے کبھی سنے تھے۔ چنانچہ خود ایک پادری مسمی فرانسٹریس کا بیان ہے کہ مسلمان نوجوان لڑکیاں ان قاتلوں اور سفاکوں کے ہاتھ سے اپنی عصمت کو بچانے کیلئے بے تحاشا سمندر کو دوڑی جاتی تھیں اور باغی پیچھے سے ان پر گولیاں چلا کر انہیں قتل و زخمی کر رہے تھے۔ منکوحہ عورتیں بچوں کو کندھوں پر اٹھائے ہوئے سراسیمہ و پریشان ادھر ادھر بھاگتی پھرتی تھیں۔ اور باغی ان کے کپڑے پارہ پارہ کر کے ان کو بے ستر کر رہے تھے۔ ستر عورتیں کہ جن میں اکثر سمندر میں کود پڑیں جن کو وہاں گولیوں کا نشانہ بنا دیا گیا۔ بچوں کے سر بندوقوں کے کندوں سے پھوڑ دیے گئے۔ اور شیر خوار لڑکے اور لڑکیاں کتوں کی لاشوں کی طرح سمندر میں پھینک دیے گئے۔

۵۔ اکتوبر سنہ مذکور کو باغی محاصرہ طویل کے بعد شہر تریپولتزا پر قابض ہو گئے اور تین دن رات وہ وہ ظلم کیے جن کے بیان سے قلم قاصر ہے۔ آٹھ ہزار مسلمان مرد اور اس سے زیادہ ان کی عورتیں اور بچے قتل کر دیے گئے۔ وحشیوں کو یہ بھی نہ ہو سکا کہ ان کی لاشوں کو ہی دفن کر دیتے۔ وہ کھلے میدان میں سڑتی رہیں۔ ہوا کے متعفن ہو جانے سے وبا پیدا ہو گئی اور کل ملک میں پھیل گئی۔ اس طرح سے منتقم حقیقی نے ان ظالم سفاکوں سے شہیدوں کے خون بے گناہ کا عوض لیا۔ انگریز مورخ فنلی وہاں موجود تھا۔ اس کا بیان ہے کہ یہ اس قتل عام کی نظیر کیا بلحاظ سفاکی و وحشیانہ درندگی اور کیا بلحاظ طول مدت تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

جب بے گناہوں کے قتل عام اور ان سفاکیوں کی خبر قسطنطنیہ میں پہنچی تو وہاں کے مسلمانوں میں عام جوش پیدا ہو گیا۔ اور وہ باغیوں کے مددگاروں یونانی باشندوں سے انتقام لینے کا مطالبہ کرنے لگے۔ مگر شیخ الاسلام نے وعظ و نصیحت سے مسلمانوں کا جوش فرو کر دیا۔ اور انہیں سمجھایا کہ گنہگاروں (یعنی موریا کے باغیوں) کا بدلہ ان کے بے گناہ ہمسایوں یعنی قسطنطنیہ کے یونانیوں سے لینا جو انصاف سے بعید اور اسلام کی شان کے خلاف ہے۔ اس مروت و احسان کا جو عوض یونانیوں نے ایک ہی مہینے بعد شیخ الاسلام شریف النفس کو دیا وہ ناظرین کو آگے معلوم ہو جائیگا۔ مسلمانوں کو جب کہ عام خونریزی سے روکنا ضروری تھا ویسے ہی باغیوں کی سازشوں اور ان کے شرکاء کی تفتیش و تحقیقات لازمی تھی۔ سلطان محمود نے مشتبہ یونانیوں کے مکانوں کی تلاشی اور ان کی کارروائیوں کی کامل تحقیق کا حکم دیا۔ ان تحقیقات سے بیشمار یونانی باشندے ہتھیاروں اور باغیوں کے ساتھ شریک پائے گئے۔ اور ثابت ہو گیا کہ یونانی بطریق گریگوری اور ایک اعلیٰ ملکی عہدہ دار موروزی جو سلطان کو بہت عزیز تھا باغیوں کے ساتھ شامل ہیں۔ سلطان نے دونوں کی بغاوت کی بنا پر ان کی گردن مارے جانے کا حکم صادر کیا۔ ۲۲ اپریل سنہ ۱۸۲۱ء کو بطریق اپنے محل کے دروازہ کے سامنے پھانسی دیا گیا۔ اور کئی آرچ بشپ اور یونانی اہلکار بھی اور اگرچہ بھی کیفر کردار کو پہنچ گئے۔

اکثر عیسائی مورخین کا بیان ہے کہ اس عتاب سلطانی کے بعد دیگر قصبات بالخصوص سمرنا میں ترک حکام نے کثیر التعداد یونانیوں کو بجرم بغاوت قتل و ہلاک کیا۔ اور بیشمار یونانی جان کے خوف سے اپنے گھر در چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مگر حق الامر یہ ہے کہ یہ بیان بہت مبالغہ آمیز ہے۔ ہتھیار لیے چند مجرم سمرنا میں پہنچ گئے ہوئے تھے جو باغی تھے انہوں نے یونانیوں کو حکومت کی طرف سے ورغلایا کر کے ان میں عام ہلچل پیدا کر دی۔ اور ارادہ قتل و غارت وسائل سے جمع کرنا شروع کر دیا۔ انکو صدموں میں آکر یونانی خاندان سمرنا کے

مہاجرت کر گئے۔ اور ہیٹیاریا کے بانی مبانیون نے یوروپ میں مشہور کر دیا کہ وہ ترکی حکام کے جور و ظلم سے تنگ آکر بھاگ آئے ہیں۔ ارکان ہیٹیاریا کی ان طلبیانہ کارروائیون کی تصدیق فرنچ قونصل مقیمہ سمرنا کے سرکاری مراسلات سے ہوتی ہے جو اوس نے وزیر بحری کو لکھکر بھیجی ہے۔ اسیطرح کل بلاد عثمانیہ میں یونانی اور اونکے حامی فتنہ و فساد کی آگ سلگاتے پھرے۔ اور عیسائیون سے طرح طرح کی دھمکیون سے روپیہ جمع کرتے رہے۔ مجمع الجزائر کے باشندے بھی شروع ہی سے اپنے بھائیون کے ساتھ شامل ہوگئے تھے اونہون نے بحری قزاقی اور سواحل کے مسلمانون کو قتل و غارت کرنیکا پیشہ اختیار کر لیا۔ ترکی بیڑہ میں زیادہ تر یونانی ملاح ملازم تھے بغاوت ہوجانے پر وہ سب کے سب کام چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اونکی جگہ نئے فوراً آدمی بھرتی نہیں ہوسکتے تھے۔ بحری طاقت اسطرح سے معطل ہوگئی۔ اور بحیرہ مجمع الجزائر میں باغیون کی شورہ پشتی میں حیرت انگیز ترقی ہوگئی۔ شیخ الاسلام کا ذکر اوپر ہوچکا ہے اوس کے وعظ و نصیحت سے مسلمانون میں اوس کے برخلاف عام نارضگی پیدا ہوگئی تھی جس سے مجبور ہو کر سلطان نے اوسے معزول کر دیا اور وہ مع کنبہ حجاز کو روانہ ہوگیا۔ جب اوس کا جہاز بحیرہ مجمع الجزائر میں پہنچا تو باغیون کے چند جہازون نے اوسے چارون طرف سے گھیر کر گرفتار اور کل مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ اوس وقت اون کو شیخ الاسلام کی موجودگی کا علم ہوا جسپر اونہون نے اوسے مع کنبہ گرفتار کر کے پہلے اوس کی بیٹیون کو اوس کے سامنے ذبح کیا پھر باقی مسلمان مسافرون کے ساتھ بھی یہی سلوک کر کے شیخ الاسلام کو سب سے پیچھے سخت عذاب کے ساتھ شہید کیا۔ اور اوس کے احسان کا اونسے یہ بدلہ دیا۔

بطریق کے قتل سے یونانیون میں اور جوش پیدا ہوگیا۔ ہائیڈرا اور سپارا کے متمول یونانی سوداگر باغیون کے ساتھ علانیہ شریک ہو کر ترکون کے مقابلہ کو لیئے جنگی جہازات کی تیاری میں مصروف ہوگئے۔ وہانکے ایک سوداگر لازاری کونڈوریاٹس نے پچاس لاکھ پونڈ چندہ دیکر دوسرے سوداگرون کو باین الفاظ مخاطب کیا۔

"تیس برس سے میں یہ مال و دولت جمع کر رہا ہون اب میں اسے اپنے ملک کی نذر کرتا ہون۔ اور اگر وہ یونان کی آزادی میں کارآمد ثابت ہو تو میں اپنے تئین بہت خوش نصیب سمجھونگا۔ میں امید کرتا ہون کہ ہائیڈرا کے کل متمول میری تقلید کرینگے لیکن اگر وہ ہاتھ کھینچیں تو کچھ پروا نہیں جنگی بیڑہ کی تیاری کیلئے تو میں تنہا ہی زر مطلوبہ دے سکتا ہون" یہ سنکر دوسرے سوداگرون نے بھی پچاس لاکھ پونڈ چندہ دیا کل تجارتی جہاز جنگی بنا لیئے گئے۔ اور اون پر صلیب کا مارکہ بلند کر دیا گیا۔ کل جزائر بغاوت میں شامل ہوگئے۔ اور باغی بیڑہ نے بحیرہ مجمع الجزائر میں کسی ترکی جہاز یا مسلمان کا نام و نشان نہ چھوڑا۔

روس کے پادری بھی بطریق کے قتل سے سخت برافروختہ ہوئے۔ اور اون کے تقاضے سے زار سکندر نے ایکطرف باب عالی کو سخت دھمکی آمیز خط لکھا کہ اگر عیسائیون کا کشت و خون اسیطرح جاری رہا تو اسے اونکی حمایت کرنی پڑیگی۔ اور دوسری طرف دول یورپ کو اسطرف توجہ دلائی۔ باب عالی نے جواب دیا کہ کسی سلطنت کو اوس کے اندرونی معاملات میں دخل نہیں۔ اور جو اتہام مسلمانون پر لگائے جاتے ہیں وہ درحقیقت عیسائیون پر وارد ہوتے ہیں۔ عیسائی باغی مسلمانون پر ناگفتہ بہ ظلم کر رہے ہیں اور زار عہد نامون کی صریح خلاف ورزی کر کے باغیون کو پناہ اور مدد دے رہا ہے۔ اس جواب کے ساتھ ہی باب عالی نے یونانی سا[illegible]

مسمی دربنج کو جو روسی سفارت کا صراف تھا اس جرم میں گرفتار کر لیا کہ وہ باغیوں کو روپیہ سے مدد دیتا ہے۔ اسپر روسی سفیر سٹروگ نوف ۸ اگست سنہ ۱۸۲۱ء کو قسطنطنیہ سے چلا گیا۔ مگر آسٹریا نے انگلستان کے ساتھ ملکر پھر صفائی کرا دی۔ اور زار کو باغیوں کی امداد سے روکدیا۔ مصطفیٰ کامل آفندی تاریخ جنگ روم و یونان میں لکھتے ہیں کہ انگلستان نے یہ توسط ٹرکی کی بہتری کیلئے نہیں کیا تھا۔ بلکہ محض اسلیئے کہ یونان پر روس کی حمایت قائم نہ ہو جائے۔ جب وہ روس کو روکنے میں کامیاب ہو گیا تو یونانیوں کو ممنون احسان بنانے کیلئے پہلے درپردہ اور بعد ازیں علانیہ انکا طرفدار ہو گیا۔ زار بعد میں بھی اس مسئلہ کے متعلق باب عالی سے نامہ و پیام کرتا رہا۔ اور آخر کار سنہ ۱۸۲۷ء میں قائممقام سفیر قسطنطنیہ بھیجکر سلطان سے درخواست کی کہ یونان کو تین ریاستوں میں تقسیم کر کے باشندوں کو وہی حقوق عطا کر دے جو ولیشیا اور مالڈیویا کو حاصل ہیں۔ مگر سلطان اور یونانیوں دونوں نے اس تجویز کو مسترد کر دیا۔ تریپولٹسا کے فتح ہونے سے پہلے خورشید پاشا نے بیرام پاشا کے زیر کمان بارہ ہزار البانوی فوج قصبہ مذکور کی کمک پر روانہ کی تھی۔ مگر یونانی باغیوں نے اتھرو رہتہ میں ہی نہایت فاش و بیجا پا کر دیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد ایتھنز پر بھی باغیوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور سنہ ۱۸۲۱ء کے ختم ہونے سے پہلے تمام موریا کل جزائر اور تقریباً تمام شمال یونان چند شہروں کے سوا ترکوں سے خالی ہو گیا۔ اور باغی سب جگہ غالب ہو گئے۔ مگر پھوٹ اور نا اتفاقی انمیں بھی زور پر تھی۔ انکی ہر ایک جماعت یہی چاہتی تھی کہ وہی سب کی سربرآوردہ ہو۔ صرف جزائر ہی باغی مرکزی حکومت کو قیام کے خواہاں تھے۔ انکی ہمت و کوشش سے بمقام اپی ڈارس کل جماعتوں کے وکلاء اور جنگی سرداروں کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اور ۱۳ جنوری سنہ ۱۸۲۲ء کو باضابطہ حکومت کی بنیاد قائم کی گئی۔ وضع قوانین کے لیئے دمیتریس ایسیلانٹی کی زیر صدارت مجلس وضع قوانین قائم کی گئی۔ انتظامی کاروبار علیحدہ کونسل کے سپرد کئے گئے۔ اور دو شخص وزیر مقرر کیئے گئے۔

علی پاشا کے مرجانے پر باغیوں کی سرکوبی کیلئے خورشید پاشا کی فوج فارغ ہو گئی۔ اور اوس نے شروع شروع میں باغیوں کو کئی شکستیں دیں۔ اوہر قپودان پاشا نے ۱۱ اپریل کو جزیرہ کیوس پر حملہ کر کے وہاں کے باغیوں کا قلع قمع کر دیا۔ اور کئی ہزار مفسد قتل کر دیئے گئے۔ مگر خورشید پاشا کی فوج متواتر لڑائیوں سے دن بدن کم ہوتی گئی۔ اور وہ خود بھی سخت زخمی ہو گیا۔ اُس وقت معالجہ کی فرصت کہاں تھی۔ ان زخموں سے وہ راہی ملک بقا ہو گیا۔ اور اوسکی فوج بھی آخر منتشر ہو گئی۔ ادہر شکست کیوس کا بدلہ لینے کیلئے یونانی باغیوں کے دو بحری کپتان کناریس اور نولو روس نے دو آتشی جہاز لیکر ترکی بیڑہ میں جو جزیرہ مذکور کے قریب ساحل چشمہ پر لنگر انداز تھا گھس گئے۔ اور اسمیں آگ لگا دی جس سے کئی ترکی جہاز تباہ ہو گئے۔ اور تین ہزار ترک ہلاک ہوئے۔ باقیماندہ جہاز ڈارڈنیلز کو واپس چلے گئے۔ جن کو وہاں مرمت کرنے کے بعد ترکی امیر البحر یونان کے ساحلی قصبہ ناپلیا کے محصورین کے واسطے جس کے محاصرہ کو بارہ مہینے ہو گئے تھے۔ رسد لیکر روانہ ہوا۔ مگر یونانی کپتان مالیس نے اسے جزیرہ ٹنی ڈوس سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ اور نومبر سنہ ۱۸۲۲ء میں کناریس نے وہاں ترکی بیڑہ کو پھر آگ لگا دی۔ اور آدھے جہاز تباہ ہو گئے۔ اس کے بعد ناپلیا بھی فتح ہو گیا۔ اور یونانی حکومت نے اُسے اپنا دار الخلافہ بنا لیا۔

سلطان نے سنہ ۱۸۲۳ء اور سنہ ۱۸۲۴ء میں کئی فوجیں باغیوں کی سرکوبی پر روانہ کیں۔ مگر اون سے کچھ نہ بن سکا۔

بیس ہزار ترکی فوج درہ تھرموپائلی سے گذر کر آگے بڑھی تو ادیسے ہیلی میں شکست فاش ملی۔ اور ایک دوسری فوج کو مقام کارنیتھیا میں سخت ہزیمت نصیب ہوئی جس میں دو ہزار ترک ہلاک ہوئے۔ ترکی بیڑہ نے جزیرہ سارا کو فتح کرکے وہاں کے باشندوں کو قتل کیا۔ اور کچھ فوج وہاں اتار دی جسکو ۱۸۲۱ء میں یونانی بیڑہ نے تہ تیغ کر دیا۔ دریں اثنا لارڈ بائرن بھی ۱۸۲۴ء میں یونان پہنچ گیا۔ اوس نے ۱۸۲۲ء میں ایک نظم لکھکر یونانی باغی پرنس الگزینڈر ماورو کورڈاٹو کو نذر کی تھی اس کے دیباچہ میں بائرن کے دوست شیلی نے اپنی گورنمنٹ اور قوم کو یونانیوں کی حمایت نہ کرنے پر سخت مطعون کیا تھا۔ اور لکھا تھا کہ روس یونان کو آزاد کرانے کا نہیں بلکہ اوسپر قابض ہونیکا خواہشمند ہے اور وہ اس لئے خاموش ہے کہ ترک اوس کے قدرتی اعداء اور یونانی اوس کے مجوزہ غلام آپس میں کٹ مر کر کمزور ہو جائیں اور پھر وہ دونوں کو شکار کرے۔ شیلی نے اپنی گورنمنٹ کو اس دیباچہ میں سخت ظالم اور ترکوں کے مشابہ تحریر کیا تھا۔ لارڈ بائرن ۱۸۲۴ء میں مسولونگھی کے محاصرہ میں وہاں کی مضر آب و ہوا سے بیمار ہو کر فوت ہو گیا

باغیوں کی قائم کردہ حکومت نے ہیدرا کے سوداگر کونڈوریوٹس کو اعلیٰ عاملانہ اختیارات عطا کر دیئے جسنے دوسرے فریقوں سے جدال و قتال کے بعد ناپلیا کو حکومت کا صدر مقام بنایا۔

مصری فوج کی کامیابی

اثنا میں برسوں میں جسقدر ترکی فوجیں ضائع ہو چکی تھیں کہ آخر گورنمنٹ بھی فوجیں بھیجتے بھیجتے تھک گئی۔ اور دولت [illegible] پڑ گئی۔ باغیوں کی سفاکیوں سے تنگ آکر مسلمانوں نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دینا شروع کر دیا تھا۔ اور کئی ہزار امن پسند یونانی مرد و زن کو تلوار کی گھاٹ اتار دیا تھا۔ مگر عیسائی پادریوں کے برعکس مسلمان علماء نے اس کارروائی پر فوراً نفرین کرنی شروع کر دی اور شیخ الاسلام نے علانیہ کہدیا کہ بیگناہ عیسائیوں کو قتل و ہلاک کرنے کی وجہ سے غضب الٰہی کا دریا موجزن ہو گیا ہے اصلی ترکوں کو متواتر ہزیمتیں ملیں ہی تھیں سلطان محمود نے ایشیائی صوبوں سے مزید فوج تیار کرنے کی بہت کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ جسپر اوسے اپنی مصری پاشا کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ جس کے پاس بے قاعدہ [illegible] کا کچھ نہ تھا بلکہ خوب تعلیم یافتہ اور باقاعدہ فوج موجود تھی۔ ۱۶ جنوری ۱۸۲۴ء کو فوجی کمک بھیجنے کیلئے اوس کے نام فرمان سلطانی صادر کیا گیا۔ اور ساتھ ہی موریا اور کریٹ کی گورنری اوس کو تفویض کر دی گئی۔

مصری فوج کی روانگی سے پہلے ۱۸۲۴ء میں مقام سینٹ پیٹرزبرگ دول یورپ نے مسئلہ یونان پر آپس میں بحث مباحثہ کیا تھا اور سلطان سے یونانیوں کو بقدر مزید رعایات دینے کی سفارش کی تھی مگر سلطان نے یونانیوں کی کامل [illegible] سے پہلے اون کو کوئی مزید رعایت دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اور ادھر انگلستان اور آسٹریا بدستور اسی رائے پر تھیں [illegible] نے زیادہ طول نہ پکڑا۔ اور سلطان اور اوسکی باغی رعایا کا سلسلہ یونہی جاری رہا۔ ۲۴ جولائی ۱۸۲۴ء کو محمد علی نے [illegible] کی حکم کی تعمیل میں فوج کا بھیجنا بخوشی منظور کر لیا۔ [illegible] ہم کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ اور [illegible]

پندرہ ہزار فوج ابراہیم کے زیر کمان دو برس کا سامان لیکر اسکندریہ سے روانہ ہوگئی۔ ابراہیم پاشا کو ۶۳ جنگی جہاز ہمراہ ہو لیئے۔ ابراہیم پہلے کریٹ گیا۔ یونانی وہاں کوئی کمک نہ بھیج سکے تھے۔ جزیرہ کے باغی باسانی مغلوب ہوگئے۔ اس کے بعد ترکی اور مصری بیڑے ایک دوسرے سے متفق ہوگئے۔ اور بحیرہ مجمع الجزائر سے باغیونکی بحری طاقت معدوم کر دی گئی۔ باغیوں کے مختلف مخالف فریق اس خطرہ کے وقت بھی آپس میں متفق نہ ہوئے اور بدستور ایک دوسرے کے ساتھ مصروف کارزار رہے۔ ابراہیم پاشا انکی اس نااتفاقی سے فائدہ اٹھا کر ۲۴ فروری ۱۸۲۵ء کو کریٹ سے موریا کی بندرگاہوں میں پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ بارہ ہزار باقاعدہ فوج تھی اوسکی فوج کی باقاعدگی اور اسلحہ کی عمدگی کا اثر فی الفور ظاہر ہوگیا۔ یونانیوں نے خشکی پر اترتے ہی ابراہیم پاشا کا مقابلہ کرنے کے تہیہ کی کھائی۔ پھر اس مصری جرنیل نے پیش قدمی کرکے ۱۸ مئی ۱۸۲۵ء کو ناوارینو فتح کرلیا۔ اور بعد ازاں آئندہ ایک سال کے اندر اندر ملک کے اندرونی علاقوں کے مشہور مقامات تسخیر کر لیئے۔ صرف نافلیا۔ ایتھنز اور مسولونگی باغیوں کے قبضہ میں باقی رہ گئے تھے۔

ابراہیم کے موریا میں داخل ہوتے ہی سلطان نے بھی رشید پاشا وزیر اعظم کے زیر کمان بیس ہزار فوج شمالی یونان کو بھیجدی تھی۔ رشید نے مسولونگی کا محاصرہ کر لیا جس میں آسٹرین انجینیروں نے اوسے بہت مدد دی۔ مگر اہالی شہر کو سمندر کی طرف سے برابر کمک باہر سے پہنچتی رہتی تھی۔ محاصرہ کو عرصہ گذر گیا۔ اور شہر فتح نہ ہو سکا۔ رشید نے ابراہیم پاشا کو بلا بھیجا جو سات ہزار فوج لیکر پطراس سے روانہ ہوگیا۔ محمد علی نے ۲۳ اکتوبر ۱۸۲۵ء کو گیارہ ہزار فوج ترکی بیڑہ پر اسکندریہ سے بھیجدی ہوئی تھی اوس کے پہنچتے ہی دشمن کا قافیہ تنگ ہوگیا۔ اور ۲۲ اپریل ۱۸۲۶ء کو مقام مذکور جو مغربی یونان میں باغیوں کا حصن حصین سمجھا جاتا تھا فتح ہوگیا۔ اس کے بعد ابراہیم پھر موریا واپس چلا گیا۔ اور رشید نے ایتھنز جاکر اوسکا محاصرہ کر لیا جو ۱۸۲۷ء کے جون مہینہ میں فتح ہوگیا۔ ان دونوں فتوحات میں ترکوں نے مفتوحین پر کسی طرح کا جبر و ستم نہ کیا بلکہ بڑی احسان و مروت سے پیش آئے کہ عیسائی مورخین بھی اوس کے مداح ہیں۔

الغرض ۱۸۲۶ء کے وسط تک سمندر اور خشکی پر دونوں جگہ باغیوں کی طاقت تقریباً معدوم ہوگئی۔ اور جیسا کہ مصیبت کے وقت اکثر ہوا کرتا ہے۔ باغیوں میں ان ہزیمتوں کیوجہ سے پہلے سے زیادہ پھوٹ پڑ گئی۔ خانہ جنگیاں شروع ہوگئیں اور سلطان کی کامل فتح اور باغیوں کی قطعی پامالی در حقیقت میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہ گیا تھا کہ عین اوس موقعہ پر یورپ کی تین عیسائی سلطنتیں انگلستان۔ روس اور فرانس باغیونکی حمایت میں میدان میں نکل آئیں۔ اور فتح کا ثمر سلطان کے ہاتھ سے چھین لیا۔

ینگچری فوج کی تباہی

بغاوت یونان کے اس آخری مرحلہ کے حالات بیان کرنے سے پہلے روس اور ٹرکی کے باہمی تعلقات اور سلطنت کے دیگر اہم واقعات کا جن کا مسئلہ یونان پر اثر پڑا تھا ذکر کر دینا ضروری ہے۔ سلطان محمود کے عہد حکومت کا سب سے مشہور واقعہ ینگچریوں کی تباہی ہے اس سے سلطنت کی فوجی آئین کی بالکل کایا پلٹ گئی۔ صدیوں کا کلنک دور اور آئندہ ترقی کے لیئے میدان صاف ہوگیا۔ ملک کی اندرونی اصلاح اور بیرونی دشمنوں کے

محافظت کرنے کے لیے ینگچریون کی تباہی اور فوج نظام کی قواعد و ترتیب اور اسلحہ مین کامل تغیر ہونے کی ضرورت پر پہلے کئی دفعہ بحث ہو چکی ہے سلطان سلیم ثالث کے بعد جس کو سب سے اول یوروپین طریق پر جدید فوج کی تیاری کا خیال پیدا ہوا۔ نہ صرف سال ۱۸۱۲ء کے محاربہ بلکہ بغاوت یونان مین بھی ینگچری فوج کا ناکارہ پن اور وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گیا تھا۔ اور برعکس اسکے مصری فوج کی فتوحات متواترہ نے یوروپین طریق و قواعد کی فوقیت اسی ساتھ ہی بدرجہ صحیح کر دیا تھا کہ جدید وقت و تنگیون سے عرب اور قبطی بھی ویسی ہی عمدگی سے کام نکلتا ہے جیسا کہ روسی یا فرانسیسی۔ اپنے مصری پاشا کی فوج کے مقابلہ پر جب سلطان اپنی سلطنت کے دیگر صوبون کی افواج کو دیکھتا تھا تو اوسکو سخت رنج و افسوس ہوتا تھا اور یہ دیکھکر دل مین سخت نادم ہوتا تھا کہ جو کام عثمانیہ دنیا کے بادشاہون کی طاقت و جرأت سے اب تک باہر رہا تھا۔ اسسے اوسکی ایک باجگذار پاشا نے باحسن وجوہ پورا کر لیا ہے۔ اوس نے اس قابل شرم اختلال کو دور اور ملکون کے بعد ینگچریون کا بھی نام و نشان باقی نہ چھوڑنے کا صمم ارادہ کر لیا۔ مگر وہ اس خود سر فوج کی جمعیت اور اوسکی شورہ پشتی سے بخوبی واقف تھا اوسکی سلطنت کا کوئی سال ایسا نہ گذرتا تھا جس مین ان شریرون کی بدولت اوس کے دارالخلافہ کا کچھ نہ کچھ حصہ آگ کی نذر نہ ہو جاتا تھا۔ یا اسی طرح اون کے مفسدانہ مطالبے پورا نہ کرنے پڑتے تھے۔ یہ بھی ناممکن تھا کہ جسطرح محمد علی نے دھوکہ سے مملوکون کو بلا کر قتل کر دیا تھا۔ اسیطرح ینگچری فنا کر دیئے جاتے۔ ہزارون کا اس طرح سے جمع اور معدوم کرنا قطعًا ناممکن تھا۔ اور اگر ممکن بھی ہوتا تو بھی سلطان محمود ایسی مکاری اور دغابازی کا کبھی مرتکب نہ ہو سکتا تھا۔ ساری عمر مین اوس سے کوئی ایسا فعل سرزد نہین ہوا جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہو کہ بشرط امکان وہ غداری اور مکاری سے کام لینے سے دریغ نہ کرتا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس تنازعہ کا فیصلہ آخر قسطنطنیہ کے کوچہ و بازار مین لڑائی سے ہوگا۔ اور بنا برین وہ فوج کے اوس حصہ کی تقویت مین مشغول ہو گیا جو بازاری لڑائیون اور ہنگامون مین سب سے زیادہ کارآمد پایا جاتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب سلطان محمود نے یہ سنا کہ نپولین کے جنرل مورت نے سنہ ۱۸۰۸ء مین میڈرڈ کے بازارون کو باغیون سے صاف کرنے کے لیے توپون سے کام لیا تھا تو یہ امر سلطان مرحوم کے دل پر ایسا نقش ہو گیا۔ کہ اسکو کبھی فراموش نہ ہوا۔ اوس نے اپنے توپخانہ کو درست کرنا شروع کر دیا اور بتدریج اوس مین ایسے افسر داخل کر دیئے جن کی وفاداری اور استقلال پر اسے کامل بھروسہ تھا۔ چنانچہ جب وہ اپنے عہد حکومت کے اٹھارھوین برس ینگچریون کے ساتھ آخری مقابلہ کے لیے تیار ہوا تو اوسنے قسطنطنیہ اور اوس کے قرب و جوار مین چودہ ہزار توپچی فراہم کر لیے ہوئے تھے۔ اور اون پر ایک ایسا کمانڈر متعین کر دیا ہوا تھا جسکی جان نثاری مین قطعًا کلام نہ تھا اس جنرل کا نام ابراہیم تھا مگر لڑائی کے دن سے بعد اوس کا نام قرہ جہنم (سیاہ دوزخ) پڑ گیا تھا۔ کیونکہ ایک تو اوس کا رنگ بھی سانولا تھا۔ اور دوسرے اوسنے لڑائی مین سرکش مفسدون کے برخلاف اپنی شرربار توپون سے ایسا کام لیا تھا کہ گویا دوزخ کا کوئی دہانہ کھل گیا ہے۔ محمود نے متوجہ ہونے پر ینگچریون کے آغا کے منصب پر بھی ایسا شخص مقرر کر دیا ہوا تھا جو ابراہیم آغا کی شجاعت سے بدل و جان متفق تھا۔ اس کا نام حسین تھا۔ وزیر اعظم محمد سلیم اپنے سلطان کا جان نثار فرمانبردار اور رفیق حسین

شخص تھا۔ علاوہ بریں وفادار ایشیائی سپاہیوں کی بھی معقول تعداد اسکودرا میں مقیم تھی جو ضرورت کے وقت فوراً قسطنطنیہ پہنچ سکتے تھے۔ محمود نے علماء کو بھی سمجھا بوجھا کر اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ اور ان کو اچھی طرح سے ذہن نشین کر دیا تھا کہ کسی وقت تو یہ فوج بے شک اسلام کی سچی خدمتگذار تھی مگر اب اوس کے بدترین دشمنوں میں ہے اور علماء اوسکی امداد کرنے سے اسلام کی تخریب کر رہے ہیں۔

سلطان نے کچھ عرصہ پہلے سے شیخ الاسلام کے منصب پر بھی ایسے شخص کو مامور کر دیا تھا جو ہر طرح سے اوسکی امداد و اعانت کو تیار تھا۔ ان انتظاموں سے فارغ ہو کر سلطان نے ینگچریوں کے معاملات میں رسم و قانون کے مطابق کارروائی شروع کی تاکہ اگر وہ سرکشی کریں تو تلوار سے کام لینے کا الزام اون پر وارد ہو۔ جون ۱۸۲۶ء کو شروع میں مفتی کے مکان پر علماء، وزراء، ارکان دولت اور سرداران فوج کی عظیم مجلس جمع ہوئی جس میں محمد سلیم نے سلطان کا فرمان سب کو پڑھ کر سنایا۔ فرمان مذکور کا فارسی ترجمہ تاریخ مصباح الساری سے ذیل میں درج کر دیا جاتا ہے:- از ہنگام ابتسام صبح دولت عثمانیہ رعایا و برایا در ظل رافت سایۂ حمایت سلاطین اسلام ثنا دو شاکر با عیش و جمعیت برآسایش و سلامت آباد عیش بودند بشوکت تمام ان اسلام پناہ بزدلو بکافہ نصارای عالم فتوحات بسیار کرده سلاطین کفره بملاحظۂ سپاه اسلام شجاعان اسلام را بمرتبۂ کمالات زبونی وصف نصیب و بر چهره رایات عالیات جنود عثمانی مرتسم بآیۂ نصر من الله و فتح قریب حسن سلوکی ینگچری بکمال اطاعت در سایۂ حج شریفۂ سلطانی دادمردی و مردانگی میدادند و بلاد قلاع کفار بدو روزگار بنصرت بنام ایشان می گشادند لهذا از طبقهای معقول بسلطانی نشان پرورش مرحمت بودند مدتیست این گروه با شکوه طریقۂ اسلاف خود را فراموش کرده ناهنجاری در روید مردی اپنا نهادند و بکار ملاعب و ملاهی مصروف و بر آزادی عصیان مالوف گشتند چندی معاش خویش بدست نا اهل و نالایق فروختند چنانکه آبا و اعزاز و اقبال خود از دست خود سوختند پس از وقوع این امور صحیح راه یافت حشمت و اقبال از ایشان روی برتافت حرارت و شجاعت از ایشان زائل گردید و از کسب فنون سپاهگری سراسر جاہل و کاہل شدند ہر گاه دشمنان ضعف و بی هنری سپاه ما مشاهده ساختند فرصت غنیمت شمرده دست تطاول دراز کرده بر کشور ما تاختند پس ای سپاه از این غفلت هشیار شوید و بحال اهلی خویش در روش پیشین بازگردید تا بر ملک خود حصار محکم از دشمنان گردیم و دشمنان بمیدان از دم تیغ آبدار کشیم باید دانست که فنون اختراعات قواعد جنگ و طریق استعمال آلات توپ و تفنگ که فرنگیان با آن چیره میکنند ہمہ آن را فرا گرفته بالا دست باشیم و سر دشمنان را در میدان کارزار بجا یاری حکمت عملی بر هم زنیم دشمنان گرچه ہمہ این تدبیر مرده بجا آورده اند شبهه نکنم

فرمان کے بعد وزیر نے خود حسب ذیل تقریر کی: شکستوں کی شرم اور بے انتہا زر و سامان کے نقصان سے تمام قوم کے دل محزون اور نادم ہو رہے ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی شرم کا مقام ہو سکتا ہے کہ یہ باغی یونانی جن کی ہمارے سامنے کبھی یہی حقیقت ہوا کرتی تھی جو سیلاب عظیم کے سامنے خس و خاشاک کی۔ آج کامیابی و نصرت کے ساتھ ہمارا مقابلہ کر رہے ہیں اور ہم اب تک آتش بغاوت کو فرو نہیں کر سکے۔ ینگچری فوج کے رجسٹر ناموں سے تو خوب بھرے ہوئے ہیں اور وہ سب سلطانی خزانہ سے تنخواہ لے رہے ہیں۔ لیکن اگر اون میں ایسے آدمیوں کی تلاش کریں جو قابل جنگ ہوں تو ایک بھی ایسا نہیں ملیگا۔ افسر حسب میدان جنگ کو روانہ ہوتے ہیں تو اون کے ماتحت منتظم فوج کی بجائے ہر قسم کے لوگوں کی

منتشر ہے تمہارا بھیٹر ہوتی ہے جو فنون سپاہگری سے محض نا آشنا اور تابعداری یا فوجی تعلیم سے قطعاً بے بہرہ ہوتے ہین اور اودہر دشمن کے جاسوس کھلم کھلا بندرون ہمارے درمیان منڈلاتے پہرتے ہین"

تمہید یہ تقریر کے بعد وزیر اعظم نے حسب ذیل فوجی اصلاحات پیش کین :- (۱) ینگچریون کے حقوق صرف اونہی لوگون تک قایم رہین گے جو اب زندہ ہین۔ جو شخص مرتا جائے اوسکی آسامی منسوخ ہوتی جائے گی (۲) ینگچریون کی ۱۹۶ رجمنٹین ہین۔ ہر ایک رجمنٹ مین سے ڈیڑہ ڈیڑہ سو آدمی منتخب کرکے اون کو یوروپین طریق پر فنون حرب اور قواعد سکھائی جاوے (۳) ترقی آیندہ باضابطہ ہوا کرے (۴) اون افسرون اور سپاہیون کو جنہون نے نمایان خدمت کی ہوگی علیحدہ پنشن دیجائے گی کل حاضرین نے ان تجاویز سے اتفاق کیا۔ اور شیخ الاسلام نے فتوے صادر کر دیا کہ جو کوئی شخص انکی مخالفت کرے گا یا فساد برپا کرنے کی کوشش کریگا۔ وہ سزا کا مستوجب ہوگا۔ مسودہ تجاویز پر سب نے دستخط کر دیئے۔ بعد ازان آغائے ینگچریان کی مکان پر بھیجدیا گیا۔ اور ہر پلٹن کے افسرون اور چیدہ سپاہیون نے اپنی اپنی پلٹن کیطرف سے اوسپر دستخط کر دیئے اور فوج جدید کے لیئے آدمی منتخب کرنیکا کام فی الفور شروع کر دیا گیا۔ اور ۱۲ جون ۱۸۲۶ء کو چار عالمون نے جن مین سے دو نظام جدید کے افسر تہے افسرون کو اسلحہ جدید کا پکڑنا اور مارچ کرنا سکھانا شروع کر دیا۔ مگر تین دن بھی نہ گذرے تھے کہ ینگچریون نے ۱۴ جون کی رات کو نکث عہد کرکے فساد برپا کر دیا۔ اور وزیر اعظم۔ اپنے آغا اور شیخ الاسلام کے مکانات لوٹ لئے۔ اور پھر شراب خانون مین گھس کر ساری رات طرح طرح کی بدمعاشیان کرتے رہے۔ سلطان اوسوقت محلسرا مین نہ تہا۔ باسفرس کے محل بشکطاش کو گیا ہوا تہا وزیر اعظم نے محلسرا جاکر سلطان کو مفسدون کی سرکشی کی خبر پہنچائی۔ وہ اونکو مقابلہ کے لیئے پہلے سے ہی تیار تہا۔ بشکطاش سے فوراً واپس آکر سنجق شریف (علم مقدس) کھولدیا۔ اور کل مسلمانون کو اپنے خلیفہ اور بادشاہ کے گرد جمع ہونیکا حکم دیدیا گیا جو خلوص نیت سے اپنے بادشاہ کے پاس جمع ہو گئے! ادہر فوج توپخانہ باسفرس کے قلعون کے محافظ اور ایشیائی سپاہی استنبول پہنچ گئے۔ ۱۵ جون کی صبحکو جب ینگچریون نے تمام شوارع و بازار سے جوق درجوق آتمیدان اور محلسرا سلطانی کیطرف بڑہنا شروع کیا۔ تو قرہ جہنم اور اوس کے گرلندازون نے چھرے دار گولون کی بارش شروع کر دی۔ اور ٹھوس گولون نے باغیون کے غول کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک چیر کر لمبے لمبے رخنے ڈالدیئے۔ اسپر باغی محلسرا کا رُخ چھوڑ کر آت میدان کو ہٹ گئی۔ اور وہان کچھ عرصہ نہایت ثابت قدمی اور شجاعت کے ساتھ مخالفون پر بندوقون سے آتشباری کرتے رہے۔ مگر بندوق توپ کا کہان تک مقابلہ کر سکتی تہی۔ ٹھوس اور کھلے گولون نے سینکڑون کو پرخچے اڑا دیئے۔ جسپر باقیماندہ زندان حاجی بکتاش (یعنے ینگچری) بانقاعدگی کے ساتھ اپنی بارکون کو ہٹ گئی اور اونکی دہس بندی کرکے وفادار سلطانی فوج کے متوقعہ دھاوے کی مدافعت کے لیئے تیار ہو گئے۔ مگر سلطان اور اوس کے افسرون نے فوج کو اس جوکھم مین نہ ڈالا۔ کہ حملہ کرکے بندوک سنگین بارکون کو فتح کرین۔ سلطانی توپخانہ بارکون کی بالمقابل صف آرا کر دیا گیا۔ اور نامراد مفسدون پر چھینٹے والے

لہ اتمیدان سراے قسطنطنیہ مین مقیم رہتی تہین۔

معمول گولون کی مسلسل بوچھار شروع ہوگئی۔ اس آتش سوزان سے بچنے کیلیئے کئی ینگچری جو سب سے دلاور تھے تلوارین لیکر بارکون سے باہر نکل آئے۔ بجز بیسیر اس کے کہ وہ کسیطرح کر بہاگ سکین تلوار یا گولون سے انہین ہلاک کردیاگیا۔ کہتی بدبختون نے رحم کی التجا کی جن کی کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ قرہ جہنم کا توپخانہ بارکون پر برابر گرجتا رہا۔ آخر کار عمارت کو آگ لگ گئی اور قسطنطنیہ کے باقیماندہ ینگچری اپنی بارکون کے ساتھ جلکر خاکستر ہوگئے۔ اور اس طرح سے وہ فوج جسنے صدیون سے گورنمنٹ کو بے بال و پر بنا رکھا تھا۔ اور جس نے اوس صبح اپنے شہنشاہ کی گستاخی کرکے اوس کے وزرا کو سر مانگے تھے ہمیشہ کیلیئے فنا و منعدم ہوگئی۔

مقتولین کی تعداد مین بہت اختلاف ہی۔ مگر سب سے زیادہ درست یہی روایت معلوم ہوتی ہے کہ اس لڑائی مین چار ہزار ینگچری ہلاک ہوئے۔ فتح کے بعد سلطان جو ابتک فوج کے ساتھ رہا تھا محلسرا کو واپس آگیا۔ قدم قدم پر رعایا نے خوشی کے نعرے بلند کیئے۔ خود سلطان کو اپنی سلطنت کی اشد ترین دشمنون کی بربادی سے جو کچھ خوشی ہوئی ہوگی۔ اوس کا اندازہ ناظرین باسانی کرسکتے ہین۔ وزیر اعظم اور حسین پاشا کے حکم سے تقریباً چھ سو مفسد پایۂ تخت مین قتل کیئے گئے۔ اور ۱۷ جون کو سلطان نے فرمان سلطانی صادر کرکے ینگچری فوج کا نام عساکر شاہانہ کی فہرست سے ہمیشہ کیلیئے محو کردیا۔ اونکی جو معدودے چند بارکین رہگئی تہین وہ انہین زمین کے ساتھ ہموار کردیاگیا۔ اونکے علم جلا دیئے گئے۔ اور طبل اور دیگین توڑ پھوڑ دیگئین۔ بفتوائے شیخ الاسلام نئی فوج بنام عساکر منصورۂ اسلامیہ کے قائم کیئے جانیکا حکم دیاگیا۔ اور وزیر حسین پاشا کو سرعسکر پاشا کا خطاب دیکر اوس کا کمانڈر انچیف (سپہ سالار) مقرر کیا گیا۔ فرمان کے آخری الفاظ یہ تہی۔ "جو کوئی شخص قولاً یا فعلاً قوم کے اس عام فیصلہ کے برخلاف کسی حرکت کا مرتکب ہوگا۔ اوسے فی الفور تہ تیغ کردیا جائیگا"۔ اس فرمان کی نقل تمام صوبون کے پاشاؤن اور گورنرون کو بھیجدیگئی۔ اور اونہون نے بہ تعمیل ارشاد ینگچریون کو موقوف کرکے نئی فوج بھرتی کرنی شروع کردی۔ اور جہان کہین ینگچریون نے کچھ بھی مخالفت کی۔ بیدریغ قتل کردیئے گئے۔ اندازہ لگایاگیا کہ پایۂ تخت اور صوبجات مین تین مہینون کے عرصہ مین چالیس ہزار ینگچری ہلاک ہوئے تہے۔

ینگچریون کا حاجی بکتاش کے مریدون سے بہت تعلق تہا۔ یہ درویش کمال متعصب۔ وحشی اور غلیظ ہونے کے علاوہ ہر قسم کی اصلاح اور ترقی کے بھی جانی دشمن تہے۔ اور جیسا کہ بے علم قومون مین اکثر ہوتا ہے ان جہلا کو عوام پر بہت رسوخ اور تسلط حاصل تہا۔ اپنے فوجی بہائیون کی حمایت مین یہ درویش فساد برپا کرنے کے درپے ہو رہی تھے کہ سلطان محمود نے لگو ناخن اونکا بھی قلع قمع کردیا۔ ۱۰ جولائی سنہ ۱۸۲۶ء کو ان فقرا کے تین بڑے سردار پہانسی دیدیئے گئے۔ اونکی کل تکیئے ضبط اور خانوادہ کا سلسلہ معدوم کردیا گیا۔ اور تمام فقرا قسطنطنیہ سے جلاوطن کردیئے گئے۔ اور ساتھ ہی اون کو حکم دیاگیا کہ آیندہ وہ اپنا پرانا لباس نہ پہنین۔

عیسائی دول کی مداخلت۔ عہدنامہ آق کرمان

اس کامیابی سے سلطان کو آئندہ کے لیئے بڑی بڑی امیدین ہوگئین۔ اور آپ نے اپنے استقلال و اقبال پر بہت کچھ بھروسہ کیا

۱۸ برسوں کی مسلسل تیاریوں اور صبر و تحمل کا اصلی ثمرہ ملگیا تھا اور وہ گویا اب اپنی سلطنت کا حقیقی فرمانروا ہوا تھا ینی چری کی بربادی سے فارغ ہوتے ہی وہ نئی فوج کی تیاری کے کام میں کمال مستعدی سے مصروف ہوگیا۔ ایک خاص کمیشن اس کام کے سرانجام کیلئے مقرر کیگئی۔ اور اوس کے اجلاس کے لیئے محلسرا سلطانی کے وسیع صحن میں خیمہ نصب کر دیئے گئے تاکہ سب کام خود سلطان کی آنکھوں کے سامنے ہو۔ پہلے اجلاس میں اُسنے حسب ذیل تقریر کی ہے جو مشکلات اور مزاحمتیں ینی چری اصلاحات کی راہ میں ڈالا کرتے تھے وہ اب دور ہوگئی ہیں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ آج سے اپنا کل وقت اور اپنی کل ہمت و طاقت اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کی ترقی اور اپنی رعایا کے امن و آسائش کیلئے سلطنت کی عمارت کو اپنی پاک مذہب کے احکام اور قانون کے اصولوں کی بنیاد پر قائم کرنے میں صرف کر دوں۔ پگڑی کی بجائے طربوش (ترکی ٹوپی) اور یورپین لباس کا رواج اُسی وقت سے شروع ہوا۔

۱۸۲۶ء کے ختم ہونے سے پہلے سلطان نے تیس ہزار فوج یورپین طریقہ پر قائم کر لی۔ دوسرے برس وہ ایک لاکھ بیس ہزار اور فوج تیار کرنے کا عزم رکھتا تھا۔ اور اُسکا منشا تھا کہ کل اڑھائی لاکھ مستقل فوج نظام جدید کے اصول پر تیار کرے۔ اور اگر اُسے چند برسوں کی بھی مہلت ملجاتی تو وہ ضرور اپنے مدعا میں کامیاب ہوجاتا۔ یہ درست ہے کہ اکثر مسلمان اصلاح کے معاملہ میں اوس کے معاون نہ تھے اور روشن خیال افراد سے اُسے جیسی کہ چاہیئے مدد نہ ملتی تھی۔ لہذا ہر ایک کام اوسے خود اپنی بے نظیر ہمت و کوشش سے کرنا پڑتا تھا۔ مگر اوس اکیلے کی ہمت بھی کچھ کم نہ تھی۔ وہ اب تک حیرت افزا کارنامے کر چکی تھی۔ اور ہر ایک فتح سے سلطان کو دیگر فتوحات کے حصول کے لیئے دس گنا وسائل بہم پہنچ جاتے تھے۔ صوبوں کے سرکش اور متمرد ترین پاشا جو تاج و تخت کی تابعداری کو بالائے طاق رکھکر خود مختار بنے ہوئے تھے مرکوب ہو چکے تھے۔ یا برطرف ہو چکے تھے۔ سب سے بڑا اشقی علی پاشا والیئے یانیا تھا جس کا سر عرصہ تک دیگر باغیوں کی عبرت کیلیئے آستانہ میں نصب رہا تھا۔ والی مصر مطیع اور مملوک نیست و نابود ہو چکے تھے۔ مالڈیویا اور ولیشیا کی بغاوت کامل طور پر فرو ہو چکی تھی۔ اور گو وہ یونان میں ابھی تک زوروں پر تھی۔ مگر صاف معلوم ہو رہا تھا کہ ابراہیم اور رشید پاشا کی افواج قاہرہ اوسکا بھی جلد تدارک کرلینگی۔ پس پرانے دستور و آئین کی موقوفی کے بعد نئے اور مجوزہ آئین و قوانین اور ضوابط کی پختگی اور بارآوری کے لیئے صرف اسکی ضرورت تھی کہ چند برسوں تک سلطنت بیرونی حملوں سے بچی رہی۔ سلطان محمود کی عہد حکومت کا قابل ترین مؤرخ اور فاتح فرانس جرنیل مولٹکی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ہے اگر ینیچریوں کی بربادی کے بعد ترکی کو دس برسوں کیلیئے بیرونی دشمنوں سے چین نصیب ہوجاتا تو سلطان محمود کی فوجی اصلاحات اس عرصہ میں کسقدر مستحکم ہو جاتیں۔ اور اس قابل عثمانی فوج کی مدد سے سلطان اپنے ملک کے انتظام میں ان جمہوری اصلاحات کو رائج و نافذ کرنے کے قابل ہو جاتا جو سلطنت عثمانیہ کے درخت کی سوکھی شاخوں میں نئی جان ڈالدیتیں اور خود سلطان کو اپنے ہمسایوں کے مقابلہ کیلیئے نہایت مضبوط بنا دیتیں۔ مگر روس نے سلطان کی فوجی اصلاحات کو نشو و نما پانے ہی نہ دیا جسسے ان سب پر پانی پھر گیا۔ سلطان محمود کی بد اختری اور اوسکی مجوزہ اصلاحات کی سود مندی کی

تصدیق خود اوس کے دشمنون کی زبان سے ہو رہی ہے۔ اس تھوڑے سے عرصہ مین ہی ملک کی کایا پلٹ گئی تھی۔ اور اگر چند اور مہلت ملجاتی تو بلاشک وشبہ ملک کو اون سے اور بھی بہت زیادہ فائدہ پہنچتا۔ روسی ۲۸-۱۸۲۹ء کے محاربہ مین جدید ترکی فوج کے کارنامون کو دیکھکر جسے قایم ہوئے ابھی ایک دو برس ہی ہوئے تھے۔ اور سلطان کا فوجی انتظام اور اصلاح گویا شروع ہی ہوئی تھی دنگ رہگئے۔ چنانچہ روسی مدبرین پرنس لیون وغیرہ نے سرکاری مراسلتون مین صاف صاف لکھدیا کہ یہ ہماری خوش نصیبی تھی کہ زار نے فوراً ترکی سے لڑائی کردی۔ ورنہ اور چند برسون کے بعد جدید ترکی فوج کا مقابلہ کرنا جسے اب بحالت طفولیت ہی مغلوب کرنا سخت مشکل ہو رہا ہے۔ بالکل ناممکن ہوجاتا۔"

ترکی کی بدنصیبی سے ینگچریون کی بربادی سے چند ماہ پیشتر روسی تخت پر نیا زار بیٹھ چکا تھا۔ زار سکندر اول کو انقلاب پسندون اور فوضیون سے اسقدر نفرت تھی کہ وہ اوسکی باقی تمام خواہشات اور منگون پر غالب ہوگئی ہوئی تھی اس وجہ سے وزیر آسٹریا کے سمجھانے سے وہ یونانی باغیون کی حمایت سے باز رہا تھا۔ مزید برآن آخر عمر مین مراق اور بیماری نے اوسمین وہ سکت اور اولو العزمی نہین رہنے دی ہوئی تھی جسکا فتوحات کی شوقین بادشاہ مین ہونا لازمی امر ہے۔ وہ دسمبر ۱۸۲۵ء مین فوت ہوگیا۔ اور اوسکی جگہہ اوسکا چھوٹا بھائی زار نکلس اول ۲۴ دسمبر ۱۸۲۵ء کو تخت پر متمکن ہوا۔ وہ عین عالم شباب مین تھا جوانی زورون پر تھی۔ اور فتوحات کی امنگین دلکو بیقرار کر رہی تھین۔ اوسنے تخت پر بیٹھتے ہی اپنے ہم مذہبون کی حمایت کی آڑ مین پیٹر اور کیتھرائن کی پالیسی کو تازہ اور اپنے ملک کے موروثی دشمن (یعنی ترکی) کو پامال کرنیکا عزم کرلیا۔ اس اپنی خواہش وامنگ اور جوشون کے تقاضا کے علاوہ ملک کی اندرونی حالت بھی اس امر کی مقتضی تہی کہ رعایا کی توجہ کو کسی خارجی معاملہ کی طرف منعطف کر دیا جائے۔ نکلس کی تخت نشینی پر سینٹ پیٹرز برگ مین خانہ جنگی برپا ہو گئی تھی جسکو تو جلد فرو کر دیا گیا۔ مگر ملک مین عام بے چینی بدستور موجود تھی۔ ملک سے باہر اس غرض کیلئے ترکی سے لڑائی شروع کر دینے سے بہتر کونسا کام ہوسکتا تھا۔ سرویا صوبجات ڈینوب اور دیگر معاملات کے متعلق باب عالی کے ساتھ عرصہ سے نامہ و پیام ہو ہی رہا تھا۔ روسی وزراء نے امور متنازعہ کے تصفیہ کیلئے تحکمانہ انداز سے تقاضا شروع کر دیا۔ اور گست ۱۸۲۶ء مین یعنی ینگچریون کی بربادی سے صرف دو مہینہ بعد سلطان کی فوجی کمزوری سے فائدہ اوٹھا کر جو پرانی فوج کو اپنے ہاتھ سے تباہ کرچکا تھا اور نئی فوج کا ابھی کچھ حصہ بھی تیار نہ ہوا تھا۔ باب عالی سے مطالبہ کر دیا گیا کہ سلطان نے ملالات ایشیا کی قلعون کو جنہین بروئے معاہدہ بخارسٹ دینے کا اقرار کرکے ابتک نہین دیا گیا۔ روس کے حوالہ کر دے۔ سرویون کو نئے انفرادی پولیٹیکل حقوق عطا کر دیئے جائین۔ اور صوبجات ڈینوب کے باشندون کو پھر وہی حقوق ومراعات دیدیئے جائین جو ۱۸۲۱ء کی بغاوت سے پہلے اون کو حاصل تھین۔ اور اس بغاوت کی وجہ سے چھین لیگئی تھین۔ عہدنامہ بخارسٹ مین ان قلعون کی حوالگی کی کوئی تصریح یا تفصیل موجود نہ تھی۔ مگر تکرار کے لیئے کچھ بہانہ تو چاہئے تھا۔ ایسا بہانہ عہدنامہ مذکور کی بعض مہمل عبارتون سے پیدا کرلیا گیا۔

دریں اثنا انگلستان علانیہ باغیوں کا طرفدار ہو گیا ہوا تھا۔ ۲۴ نومبر ۱۸۲۴ء کو باغیان یونان کی حکومت نے انگلستان سے بیچ بچاؤ کی درخواست کی ۔ اس کے جواب میں انگریزی وزیر خارجیہ جارج کیننگ نے ان کو یقین دلایا کہ انگلستان باغیوں اور سلطان میں بیچ بچاؤ کرنے اور جو تصفیہ قرار پائے اس کی تعمیل کا ضامن ہونے کو تیار ہے یعنی ثالثی کی درخواست کی منظوری کے ساتھ ہی باغیوں کو انگریزی حمایت کی درخواست کرنے کا بھی ایما کر دیا گیا۔ چنانچہ یونان کی باغی حکومت نے اگست ۱۸۲۵ء میں باضابطہ انگلستان کی حمایت تسلیم کر لی۔ اور انگلستان نے اپنے سفیر متعینہ قسطنطنیہ کو ان شرائط پر سلطان اور اس کی باغی حکومت کے درمیان مصالحت کرا دینے کی کوشش کرنے کی ہدایت کی کہ یونان کو اندرونی معاملات میں خود مختار ریاست بنا دیا جائے اور وہ سلطان کو سالانہ خراج ادا کرتی رہے۔ سلطان نے انگریزی توسط اور ان شرائط کو جو ترکی اغراض و اقتدار کے حق میں سخت مضر تھیں نہایت حقارت کے ساتھ مسترد کر دیا جس سے انگریزی گورنمنٹ ترکی سے سخت کھنچ گئی لیکن دیگر سلطنتوں کی کنارہ کشی کے باعث وہ اکیلی کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ عوض لینے کے لئے موقع مناسب کی تاک میں ہی بیٹھی ہوئی تھی کہ حسن اتفاق سے زار سکندر اول مر گیا۔ اور نکلس اس کا پرجوش نوجوان روس کا قیصر ہو گیا جسے کسی کے کہنے سننے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ خود ہی ترکوں کے خون کا پیاسا تھا۔ انگلستان ترکی کے برخلاف جھٹ روس سے مل گیا ڈیوک آف ولنگٹن کو اتفاق قائم کرنے کے لئے سینٹ پیٹرزبرگ بھیجا گیا۔ اور روسی مطالبات مذکورہ صدر کی تائید کی گئی لیکن اگر روس اکیلا بھی ہوتا تو بھی ترک کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ان مطالبات کو سن کر بگڑے تو بہت۔ مگر فوج کی عدم موجودگی کی وجہ سے لاچار تھے۔ سلطان کو مجبوراً ظالموں کے مطالبے تسلیم کر لینے پڑے۔ فریقین کے وکلا بسارابیا کے قصبہ آق کرمان میں جمع ہوئے۔ اور ۷ اکتوبر ۱۸۲۶ء کو یعنی روس نے غور و فکر کے لئے جو سات ہفتوں کی میعاد باب عالی کو دی تھی۔ اس کے آخری دن عہد نامہ پر دستخط کر دیئے گئے۔ اس معاہدہ کی رو سے جو عہد نامہ آق کرمان کے نام سے مشہور ہے عہد نامہ بخارسٹ کی تائید کی گئی۔ اور اہالی ولاشیا اور مالڈیویا کو وہی رعایتیں پھر دی گئیں جو ان کو ۱۸۰۲ء کے خط شریف اور عہد نامہ بخارسٹ کی پانچویں دفعہ کی رو سے عطا کی گئی تھیں۔ گورنروں کے متعلق قرار پایا کہ آئندہ امرائے ولاشیا و مالڈیویا اپنی جماعت میں سے انہیں منتخب کیا کریں۔ ہر گورنر سات برس تک اپنے عہدہ پر قائم رہا کرے۔ اور باب عالی کسی ہوسپوڈار (مالڈیویا اور ولاشیا کے گورنروں کا خطاب) کو روس کی بلا رضامندی معزول نہیں کر سکیگا۔ جو مالڈیویا کے امرا ۱۸۲۱ء کی بغاوت میں شریک ہوئے تھے اور پھر کیفر کردار سے ڈر کر روسی علاقہ میں بھاگ گئے تھے ان کو اب واپس آ جانے اور اپنی املاک و مقبوضات پر متصرف ہونے کی اجازت دی گئی۔ سرویا کے متعلق قرار پایا کہ صوبہ کی آئندہ حکومت کیلئے باب عالی اور سرولی قوم کے وکلا کی مشترکہ کانفرنس باہمی قرارداد سے ضروری ضوابط وضع کرے۔ اور پھر جو عہد نامہ کا جز متصور ہونگے بروئے فرمان سلطانی باضابطہ مشتہر کر دیئے جاویں۔ عہد نامہ کی رو سے حسب ذیل بنیادی اصول قائم کر دیئے گئے۔ سرولی رعایا کو کامل مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ وہ اپنے سرداروں کو خود منتخب کیا کرے گی۔ صوبہ میں خود مختار اندرونی سلطنت گورنمنٹ

(حکومت مجاز و مختار) قائم کی جائے گی۔ جو ضلاع سرویا سے جدا کر لیئے گئے ہین وہ پھر اوس کے ساتھ ملا دیئے جائین مختلف محاصل کو جمع کر کے ایک ہی محصول کر دیا جائے۔ تجارت۔ ہسپتالون۔ مدرسون اور مطابع کے قائم کرنے مین رعایا کو پوری آزادی ہوگی۔ اور سوا لوائے روس فوج کے جو قلعون مین متعین رہے کوئی مسلمان سرویا مین بودوباش نہین رکھ سکیگا۔ ان شرائط کے علاوہ اور بھی اسیطرح کی کئی منصر شرائط ٹرکی سے منوائی گئین۔ ازان جملہ ایک یہہ تھی کہ بربری قزاقون سے روسی تاجرون کو نقصان پہونچے۔ باب عالی کو اوسکا ہرجانہ ادا کرنا پڑے گا۔ اور اگر باب عالی کسی سلطنت کو جسے پہلے بحیرہ اسود مین جہاز رانی کی اجازت حاصل نہین آیندہ اس امر کی اجازت دے تو اجازت مذکور اسطرح دیگا کہ روسی تجارت کو کچھہ نقصان نہ پہنچ سکے۔

بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ محمود ایسا مستقل مزاج اور غیور سلطان تھا کہ اگر روس مسئلہ یونان مین مداخلت نہ کرنیکا صریح معاہدہ کر کے سلطان کو دھوکہ نہ دیتا تو وہ روس انگلستان کے اتفاق اور اپنی لاچاری کی مطلقًا پروا نہ کرتا اور ان شرائط کو کبھی منظور نہ کرتا۔ منظوری محض عدم مداخلت کے وعدہ کے معاوضہ مین دیگئی تھی۔

یہ عہدنامہ ہی بجائے خود سلطان کے لیئے کچھہ کم ذلت بخش نہ تھا۔ مگر اوس کے دشمنون کے دل ابھی ٹھنڈے نہ ہوئے تھے وہ اس سے بھی زیادہ سخت ذلتون کے سامان مین مصروف تھے جس کے لیئے بغاوت یونان کا اون کو خوب بہانہ ہاتھہ آگیا تھا۔ ڈیوک آف ولینگٹن ۴ اپریل ۱۸۲۶ء کو بمقام سینٹ پیٹرز برگ باغیان یونان کی حمایت کرنے کے متعلق روس سے معاہدہ کر لینے مین کامیاب ہوگیا۔ روس کو گانٹھنے کے بعد انگریزی گورنمنٹ فرانس۔ آسٹریا اور پرشیا کی طرف متوجہ ہوئی اور کسیقدر واسطہ ڈالکر اون سے بھی شرکت کی درخواست کی۔ یہ سلطنتین پہلے تو بہت بگڑین کہ روس اور انگلستان آپس مین خفیہ خفیہ ہی کھچڑی پکاتے رہے ہین۔ مگر آخرش مذہبی پاس غالب آگیا۔ اور اونہون نے بھی روس اور انگلستان کے تجویز کردہ مسودہ مطالبات پر دستخط کر دیئے اس مسودہ کی تمہید مین درج تھا کہ دستخط کنندہ سلطنتین باب عالی اور یونانیون مین مصالحت اور لڑائی کو ختم کرانے کے لیئے متفقہ کوشش کرنیکا اقرار کرتی ہین۔ اور مفصلہ ذیل تجویز کرتی ہین کہ سلطان یونان کو اندرونی انتظام کے لحاظ سے خود مختار ریاست بنا دے۔ اور یہ ریاست ٹرکی کو سالانہ خراج ادا کرتی رہے۔ یہہ مسودہ بایاد داشت انگریزی سفیر مسٹر سٹریٹ فورڈ کیننگ نے بتاریخ ۵ فروری ۱۸۲۷ء باب عالی کے سامنے پیش کر کے کہا کہ دول یورپ شرائط مجوزہ پر توسط کرنے کو تیار ہین۔ اسکا جواب ۱۰ جون ۱۸۲۷ء کو رئیس آفندی نے حسب ذیل دیا:۔

"یہ جلالت مآب اپنے اور اپنی رعایا کے درمیان کبھی مداخلت کو منظور نہین کرینگے۔ اور کہ آیندہ ایسی کسی تجویز اور درخواست کا جواب نہین دیا جائے گا۔"

اسی مہینہ ترکی افواج نے ایتھنز فتح کر لیا۔ اور باغیون کی رہی سہی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ انگلستان جو زمانہ حال کے مسئلہ آرمینیا کی طرح مسئلہ یونان کے وقت بھی روس سے بڑھ کر ٹرکی کا جانی دشمن بنا ہوا تھا اس جواب اور ایتھنز کی فتح سے بہت

جھنجلایا۔ اوس نے دول یورپ کے سامنے تجویز پیش کی کہ سلطان پر متفقہ عملی دباؤ ڈالا جائے۔ روس تو خود چاہتا ہی تھا۔ اوس نے اس تجویز کو فوراً منظور کر لیا۔ فرانس کا بوربون بادشاہ نپولین کے بعد انگلستان وغیرہ کی طفیل ہی میں پھر اپنے آبا و اجداد کے تخت پر بیٹھا تھا۔ وہ بھی انگلستان اور روس کے ساتھ شریک ہو گیا۔ آسٹریا اور پروشیا نے شمولیت سے انکار کر دیا۔ مگر ۱۸۹۸ء کے مسئلہ کریٹ کیطرح پاس مذہبی کے باعث ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ وہ ٹرکی کی مدد نہیں کریں گی۔ دول ثلاثہ کو اختیار ہے جو مناسب سمجھیں کریں۔ ان تینوں سلطنتوں نے ۶ جولائی ۱۸۲۷ء کو بمقام لنڈن آپس میں معاہدہ کیا کہ تینوں ملکر فریقین یعنی سلطان اور باغی یونانیوں میں فوراً جنگ ملتوی کرا دیں اور پھر قطعی تصفیہ کا انتظام کریں۔ قطعی تصفیہ کا بنیادی اصول یہ مقرر کیا کہ یونان کو ٹرکی سے جہاں تک اندرونی انتظام کا تعلق ہے جدا کر دیا جائے مگر سلطان بدستور شہنشاہ رہے اور یونان اُسکو سالانہ محصول ادا کرتا رہے۔ اور جب فریقین اس اصول کو تسلیم کر لیں تو نئی ریاست کی حدود کی تعیین کر دیجائے۔ اور اگر سلطان اس توسط کو قبول کرنے سے انکار کرے تو دول ثلاثہ یونانیوں سے سفارتی تعلقات قائم کر دیں۔ اور باغی صوبہ کو خود مختار ریاست تسلیم کر لیں۔ یہ شرائط فریقین کو سنا دیگئیں۔ اور اون کو ایک مہینہ کی مہلت دیگئی۔ یونانیوں نے جن کا خاتمہ نزدیک آ رہا تھا۔ ان شرائط کو اب بخوشی منظور کر لیا مگر غیرمند سلطان نے انہیں کمال غضب کے ساتھ مسترد کر دیا۔ سلطان نے بوجوہات معقول جواب دیا کہ جس ملک کو آزاد کرنے کی تجویز کی جاتی ہے۔ وہ کئی صدیوں سے سلطنت عثمانیہ کا جزو بنا چلا آتا ہے۔ اور جن کے ساتھ یہ سلطنتیں جو بظاہر باب عالی کی دوستی کا دم بھرتی ہیں۔ سفارتانہ تعلقات قائم کرنا چاہتی ہیں۔ اور جن کو وہ یونانی گورنمنٹ تسلیم کرنیکا ارادہ رکھتی ہیں۔ وہ ڈاکو محض اور اپنے جائز بادشاہ سے باغی ہیں۔ کیا دنیا کی تاریخ میں ایسی مداخلت کی پہلے سے کوئی نظیر پائی جاتی ہے جو جائز حکومت کے تمام اصولوں کی بلکہ قانون دول کے مخالف ہو جس قانون کی رو سے ہر آزاد سلطنت کو تمام اور ہر ایک اجنبی سلطنت کی بلا مداخلت اپنی رعایا پر حکومت کرنیکا استحقاق حاصل ہے۔ میں ان جائز حقوق سے ہرگز ہرگز دست بردار نہ ہونگا۔

سلطان کے عذرات ایسے معقول تھے کہ عیسائی مدبرین سے پہلے تو کوئی جواب نہ بن سکا۔ اور اگر ان میں انصاف و عدالت کا ایک ذرہ بھی ہوتا۔ تو یہ مداخلت کا نام نہ لیتے۔ مگر خود غرضی تعصب اور کینہ انصاف کو کبھی مدنظر نہیں رکھا کرتے۔ کیا ۱۷۹۸ء کی بغاوت آئرلینڈ اور اس سے پہلے کی بغاوت امریکہ یا ۱۸۵۷ء کی غدر ہندوستان میں انگلستان کبھی کسی غیر سلطنت کی مداخلت گوارا کرتا۔ یا روس پولینڈ کی بغاوتوں میں کسی کی دست اندازی روا رکھتا۔ ہرگز نہیں۔ یورپین مدبرین کوئی نظیر ایسی مداخلت کی پیش نہ کر سکے۔ بلکہ اس کے برعکس آپ یورپ کو تا ہمار چند برس پہلے ویانا کی کانگرس میں اٹلی اور ہسپانیہ کی تحریکوں کی برخلاف قدیم بادشاہی کی حکومت کو قائم رکھنے کا بالاتفاق رائے فیصلہ کر چکے تھے۔ یہ بیچارے جنہوں میں انگلستان کا وزیر اعظم کیننگ سب کا لیڈر اور پیشوا بنا ہوا تھا۔ یہ جدید عام اصول بھی قائم کرنے کی جرات نہیں کر سکتے تھے

کہ مظلوم کی ظالم کے برخلاف مدد کرنا جایز اور قابل تعریف امر ہے۔ وہ خاص ترکون کے برخلاف اونہی کو مشہور وزیر اعظم اجمار کو یہ ل کے عمل کو بطور سند پیش کر سکتے تھے جس نے سہی ہنیا ور پرپولینڈ کی جمہوری ریاست کے برخلاف اسکی کاسکسانتھون کی حمایت کو جایز قرار دیا تھا مگر ایک تو یہ الزامی جواب ہوتا جو کسی وقعت کے قابل نہیں ہوتا۔ دوسرے اس اصول کو قایم کر دینے سے ہر سلطنت معرض خطر مین پڑ جاتی۔ لہذا جو طاقت دراز دست ہوتی او سے اپنی ہمسایون کو ایسا اصول ہر مصیبت مین ڈالنے کا خاصہ بہانہ ملجاتا۔ یہی وجہ تھی کہ ۱۸۲۱ء مین یورپین مدبرون نے مداخلت کے اصول کو جھجکتے جھجکتے اور دل آزادیہ مین پیش کیا تھا۔ گو اس مداخلت کے آخر مین بار ور ہوجانے اور متداد زمانہ سے طبعی طور پر حجاب کے دور ہوجانے سے چند ہی برسون کے بعد یورپین دول نے ترکی اور دیگر ایشیائی و افریقی کمزور سلطنتون اور ریاستون کو دبانے کیلیے اس اصول کو ایک معمولی آلہ بنا لیا۔

اوس وقت عیسائی مدبرون نے بڑے غور و تامل کے بعد بڑی وجہ یہ پیش کی کہ خونریزی کے انسداد کیلیے وہ مداخلت کرتے ہین (بقول اکریسی جس کی کتاب قانون بین الاقوام مین اس مضمون پر مفصل بحث کی ہے) یہ وجہ انصافاً و قانوناً اس سے زیادہ کوئی کام نہین دے سکتی تھی کہ باہمی نامہ و پیام کا باعث بنایا جاتا۔ لارڈ ڈیوک آف ولنگٹن نے البتہ اس متنازعہ میں صاف صاف کہدیا تھا کہ سفاکی اور ظلم و ستم کے جو الزام ابراہیم پاشا پر لگائے جاتے ہین۔ اگر وہ درست ثابت ہوجائین تو پھر قوانین حرب کی وحشیانہ خلاف ورزی کو روکنے کیلیے عملی دہابرانہ مداخلت جایز ہی نہین بلکہ ضروری ہوجاتی ہے۔ مگر ڈیوک نے بھی قوانین حرب کی خلاف ورزی کو مداخلت کی وجہ قرار دیا۔ نہ کہ عام ہمدردی کے اصول کو۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب ۱۸۲۶ء مین ابراہیم نے باغیون کو پے در پے شکستین دین تو یونانی خود ہی اپنے اپنے دیہات کو آگ لگا کر ملک سے بھاگنے شروع ہوگئے۔ اور ان کی گماشتون اور معاونین نے یورپ مین یہ مشہور کر دیا کہ ابراہیم جون جون آگے بڑھ رہا ہے کل علاقہ کو پامال و برباد کرتا جاتا ہے۔ وہ مردون کو قتل کر دیتا ہے۔ عورتون کو لونڈیان بنا لیتا ہے اور لڑکون کو ختنہ کر کے مسلمان بنا رہا ہے اور اوس نے علانیہ کہدیا ہے کہ باقیماندہ یونانی آبادی کو وہ مصر منتقل کر دیگا اور اسکی جگہہ فیلون اور عربون کو آباد کر دیگا۔ ڈیوک آف ولنگٹن نے ان الزامات کو سنکر کہا کہ انکی تحقیقات ضرور کیجائے۔ اور اگر وہ درست پائے جاوین تو تینون طاقتون کو مداخلت کا حق حاصل ہوجائیگا۔ مگر جھوٹ آخر جھوٹ ہوتا ہے۔ یہ صرف بہتان ثابت ہوئے اور اونکی تائید مین کوئی شہادت نہ ملی اور نہ کسی نے دی۔ اور مجبور ہوکر دول ثلاثہ کو مداخلت کیلیے اور بہانے ڈھونڈھنے پڑے۔

دول ثلاثہ کے مدبرون نے عام ہمدردی انسانی کی حجت کے علاوہ جو فی زمانہنا کمزورون کو پامال کرنے کیلیے زبردستون کا معمولی بہانہ ہوگیا ہے مداخلت کی معقولیت اور جواز کی تائید مین دوسری دلیل یہ پیش کی کہ تمام ضمین مین سے ایک نے توسط

اور ثالثی کی استدعا کی ہے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ دو فریقوں میں سے ایک کی درخواست پھر خاصکر ایسی صورت میں جب کہ وہ فریق باغی و سرکش رعیت ہو۔ مداخلت کیلئے کبھی معقول وجہ نہیں ہو سکتی۔ آخر سارا دارومدار اس بات پر رکھا گیا کہ دوسری سلطنتوں کی رعایا کو جو لیونٹ کے سمندروں میں تجارت کرتی ہیں جب سے بغاوت شروع ہوئی ہے بحری قزاقوں کی تاخت و تاراج سے سخت اذیتیں اور نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور چونکہ نہ تو ٹرکی اور نہ یونان ان زیادتیوں کو جو اس بدامنی سے پیدا ہوتی ہیں روکنے کی طاقت یا خواہش رکھتی ہیں اس لیے ان سلطنتوں کو اپنی رعایا کی حفاظت کیلیے مداخلت کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ مگر (بقول کریسی) ایماندار مدبروں کی یہ حجت بھی بلحاظ موقع درست نہ تھی۔ ان تینوں سلطنتوں نے اس وقت مداخلت کی جب کہ سلطان کو باغیوں پر صریح غلبہ ہو چکا تھا۔ اور یہ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ تھوڑے سے عرصہ میں آتش فساد بالکل فرو ہو جائے گی۔ اور لیونٹ میں بدستور وہی امن قائم ہو جائے گا۔ جو صدیوں سے چلا آتا تھا۔ علاوہ بریں اگر انگلستان۔ روس اور فرانس نے فی الواقع محض بحری قزاقی کے انسداد کی نیت رکھتے تھے۔ تو یہ کام بہت تھوڑی سی بحری فوج سے سرانجام دیا جا سکتا تھا۔ اس قدر جہاز بھیجنے کی جنہوں نے نوارینو میں کام دیا کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور خاصکر سلطان کے جہازوں کو تباہ اور موریا میں فوجیں اتار کر وہاں کے قلعوں کو فتح کرنیکی بالکل احتیاج نہ تھی"۔

الغرض دول ثلاثہ کی یہ مداخلت قانون۔ انصاف اور رسم و رواج کے مخالف تھی۔ مگر روس تو خیر ترکوں کا موروثی دشمن تھا۔ اور وہ جو کچھ کر گزرتا تھوڑا تھا۔ انگلستان اور فرانس کا یہ فعل انکی ذاتی اغراض کے لحاظ سے بھی ان کے حق میں سخت نامناسب بلکہ مضر تھا۔ لیکن مذہبی تعصب اور انتقام کے جوش نے انکی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ اور انہوں نے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری۔ کئی صدیوں کے بعد صلیبی لڑائیوں کا منظر پھر دنیا کے سامنے نمودار ہو گیا۔ اور مسیحیت اسلام کی بیخ کنی کیلیے خم ٹھونک کر میدان میں نکل آئی۔

میعاد مقررہ گزر گئی۔ اور باب عالی نے کوئی جواب نہ دیا۔ دول ثلاثہ کے سفرا نے پھر مشترکہ یادداشت بھیجکر باب عالی کی رائے جس کے جواب میں باب عالی نے فقط اپنے جواب مؤرخہ ۹ جون کا حوالہ دیدیا۔ اور کچھ نہ کہا۔ اسپر ترکی کے یورپین سوداگروں کو روانگی کیلیے تیار رہنے کا اشارہ کر دیا گیا۔ اور تینوں سلطنتوں کے بیڑے ترکی و مصری بیڑوں اور عساکر کی فوجی کارروائی کو روکنے کیلیے باغی صوبہ کے سمندروں میں بھیجدیے گئے۔

اس متفقہ بیڑہ کی کمان انگریزی امیر البحر سر ایڈورڈ کاڈرنگٹن کے ہاتھ میں تھی۔ مصری کمانڈر ابراہیم پاشا اور مصری و ترکی بیڑے نوارینو میں تھے۔ انگریزی امیر البحر نے جو بقول مسٹر سیکا کی "بہادر مگر کسیقدر غیر محتاط اور جلد باز افسر تھا" ابراہیم پاشا کو چھ جولائی سنہ ۱۸۲۷ء کے عہد نامہ لنڈن کی نقل بھیجکر کہلا بھیجا کہ وہ یونانیوں کے برخلاف آئندہ کوئی کارروائی نہ کرے۔ ابراہیم نے جواب دیا کہ میں اپنے والد اور اپنے شہنشاہ کے حکم کے بغیر کسی اور کے حکم کی تعمیل نہیں کر سکتا۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ امیر البحر لڑائی پر تیار ہیں تو اس نے التوائے جنگ منظور کر لیا۔ لیکن یونانیوں نے فطری مکاری و غداری سے کام لیکر عہد نامہ کی حرمت کی کچھ پروا نہ کی

اور اپنا انگریز معاون افسر کپتان ہیسٹنگز کے زیر کمان کچھ فوج مقام سولون کو فتح کرنے کے لیئے جہان الجزائر مصری فوج متعیم تھی بھیجدی۔ جب ابراہیم کو اسکی خبر ملی تو اوس نے سولون کی ایک کے لیئے چند جہاز نوارینو سے بھیجدیئے جن کو متفقہ بیڑہ نے پیچھے نوارینو واپس کر دیا۔ ابراہیم صبر و شکر کرکے خاموش ہو رہا ـــ کچھ عرصہ بعد وہ کسی کام کے لیئے نوارینو سے موریا کی اندرونی علاقہ کو چلا گیا۔ اور انگریزی امیر البحر نے اوسکی عدم موجودگی کو غنیمت سمجھکر حالانکہ دول ثلاثہ اور ترکی مین سفارتانہ تعلقات برابر قایم اور دونوں باہم برسر صلح تھیں اور کوئی اعلان جنگ نہ ہوا تھا۔ ۲۰ اکتوبر ۱۸۲۷ء کی صبح کو ترکی و مصری بیڑہ پر حملہ کر دیا۔ اور بہانہ یہ بنایا کہ ترکون نے انگریزی قاصد پر جو امور متنازعہ پر گفتگو کرنے کے لیئے کشتی پر سوار ہو کر انگریزی بیڑہ سے ترکی بیڑہ کو گیا تھا گولہ چلایا تھا۔ متفقہ بیڑہ مین دس جنگی جہاز دس فرانگیٹ اور چند چھوٹے چھوٹے جہاز تھے۔ اور مصری و ترکی بیڑہ مین صرف چار جنگی جہاز۔ ۱۹ فرانگیٹ اور چند چھوٹے چھوٹے مرکب تھے۔ ترکی امیر البحر طاہر پاشا اور مصری کمانڈر محرم بیگ نے دشمن کے اچانک حملہ آور ہو جانے کے باوجود مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اور چار گھنٹون تک کمال شجاعت سے لڑتے رہے آخر جب کل جہازات تباہ ہو گئے تو طاہر پاشا ایک چھوٹی سی کشتی پر سوار ہو کر دشمن کے جہازات کے حلقہ مین سے نکل گیا۔ اور اس حادثہ مشومہ کی خبر قسطنطنیہ جا پہنچائی۔ متفقہ بیڑہ اچانک حملہ کر دینے کی وجہ سے دشمن کی نسبت گو بہت فائدہ مین تھا۔ مگر پھر بھی معرکہ مین اوس نے بھی بے نظیر مردانگی سے کام لیا۔ ترکی جہازات کے علاوہ جو سامنے تھے ایک طرف سے قلعہ نوارینو اور دوسری طرف سے جزیرہ سفاکتیریا کی باتریان بھی اوسپر گولہ باری کر رہی تھیں۔ اسی لیئے اُسے بھی بہت نقصان اُٹھانا پڑا۔ مسلمانون کے نقصان کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ صرف مصری ملاح ۶ ہزار شہید ہوئے۔

اس لڑائی سے یورپ مین عام تہلکہ برپا ہو گیا۔ قیصر آسٹریا نے سنتے ہی کہا یہ لڑائی نہین قتل عام تھا۔ ڈیوک آف ویلنگٹن بے اختیار پکار اوٹھا "یہ حادثہ نہایت نامبارک ہوا ہے" اس فقرہ کا اعادہ چند ماہ بعد ۲۹ ۱۸۲۸ء کو اجلاس پارلیمنٹ کے افتتاح کے موقعہ پر جارج چہارم شاہ انگلستان نے اپنی تقریر مین کیا۔ اور پھر یہ ایزاد کیا کہ اس مقابلہ پر جس کی مجھکو ہرگز توقع نہ تھی۔ مجھکو سخت افسوس ہے۔ لوگون کی زبان پر یہ فقرہ عام ہو رہا تھا کہ سلطان نے بری فوج تو اپنے ہاتھ سے تباہ کی اور بحری فوج کو اوس کے رفقاء نے نابود کر دیا۔ اس واقعہ سے چند سال بعد صوبجات متحدہ امریکہ کے پریسیڈنٹ مسٹر جیکسن نے بمقام واشنگٹن انگریزی سفیر سے کہا "انگلستان اور فرانس نے غلط پالیسی پر کاربند ہو کر روس کو اوسکی طاقت بڑھانے مین مدد دی ہے۔ اون کو واقعہ نوارینو مین سخت غلطی ہوئی۔ اور ایک دن یہ دونون سلطنتین روس کو نوارینو مین مدد دینے کی پاداش مین خون کے آنسو بہائینگی یہ پیشینگوئی بحر قرمانہ کے قریبا بعین پوری ہو گئی۔ انگلستان کے منصف مزاج اشخاص نے اس سینہ زوری اور جبر پر ایسی سخت ناخوشی ظاہر کی کہ وزارت کو مجبوراً کہنا پڑا کہ وہ امیر البحر کے فعل سے ناخوش ہے اوس نے احکام سے تجاوز کرکے یہ کارروائی کی ہے۔ اور اُسے واپس بلا لیا گیا[1]۔ مگر دوسری طرف ترکون کے ساتھ نامہ پیام

---

[1] امیر البحر نے وزارت کے اس الزام کو تسلیم نہ کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ مین نے صرف احکام کے مطابق کیا ہے (باقی دوسرے صفحہ پر)

کرتے وقت کل الزام ابراہیم پاشا پر لگایا کہ اوس نے عہدنامہ التواے جنگ کی خلاف ورزی کرکے متفقہ بیڑہ کو لڑائی پر مجبور کردیا مگر خود فرانسیسی امیرالبحر کی سرکاری تحریرات سے اس اتہام کی تردید اور انگریزی امیرالبحر کی جبرت انگیز اور مجنونانہ سینہ زوری کی تصدیق ہورہی ہے۔

جب یوروپ میں اس واقعہ سے سفدر ناخوشگی اور ناپسندیدگی کا اظہار ہوا تو اوسیوقت قسطنطنیہ میں اوسکی خبر پہنچنے پر غیظ و غضب کا دریا جیسا کچھ امڈ آیا ہوگا۔ اوس کا بآسانی قیاس ہوسکتا ہے۔ اگر ینگچری زندہ ہوتے تو باغلب وجوہ کل عیسائی باشندے تہ تیغ کر دیے جاتے۔ مگر نصفت شعار اور منتظم سلطان نے اپنی مسلمان رعایا کو خوب قابو میں رکھا۔ دول ثلاثہ کے وکلا نے یہ خیال کہ جنگ نوارینو نے باحمیت سلطان اور اوسکی غیور مسلمان رعیت کی کمرہمت بالکل توڑ دی ہوگی اب وہ شرائط توسط کو تسلیم کرلیں گے۔ واقعہ مذکور پر پیچ کا تاسف یا پشیمانی ظاہر کرنے کی بجاے سلطان پر شرائط مذکورہ کو ماننے کیلیے پہلے سے زیادہ دباؤ ڈالا۔ مگر سلطان اور اوس کے وزرا کا وہی دم خم تھا بحری طاقت برباد ہوگئی تھی۔ باغی ہنو میں اوسکی فاتح بری فوج تو بدستور موجود تھی۔ اوس نے اس وقت بھی توسط اور مداخلت کو قطعًا مسترد کرکے[1] دول ثلاثہ سے اوسکی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۳)۔ وزرا اب صرف اپنی بچاؤ کر لینے کیلیے مجبور ہوا کر رہے ہیں مگر متفق علیہ امر یہ ہے کہ وزارت اور امیرالبحر دونون قصوروار ہیں۔ وزارت نے اوسی لیے احکام دیے تھے جن کی عبارت سے بھی اونکے الفاظ اور نفس مضمون سے یہ پایا جاتا تھا کہ ترکون اور یونانیون میں اور لڑائی نہ ہونے دیکر امیرالبحر ترکون کے وسائل حرب زائل کردے۔ دوسری غلطی اونسے یہ ہوئی کہ ایسے تند مزاج اور سفلہ طبیعت شخص کو اعلی کمان دیدی۔ امیرالبحر کا عندیہ اسی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ نوارینو کے واقعہ سے پہلے ایکطرف تو اوسنے اپنے ماتحت کپتانون کو یہ حکم دیا کہ عثمانیہ بیڑہ کے برخلاف جو کارروائی کیجاے اوس میں بخوبی احتیاط رکھی جائے کہ وہ لڑائی کی نوبت تک نہ پہنچ جائے۔ اور دوسری طرف ابراہیم کو لکھا کہ اگر مجھے ترکی بیڑہ کو تباہ کرنے کا موقعہ یا بہانہ ملجائے تو میں اوسے کبھی ہاتھ سے نہ دونگا۔

[1] مشہور انگریزی مورخ الیسن تاریخ یوروپ کی جلد سوم میں جنگ نوارینو کے متعلق حسب ذیل لکھتا ہے "اس تمام لڑائی کا ہر پہلو اور اوسکی تمام متعلقہ امور نہایت ہی قابل شرم اور ذلت انگیز ہیں۔ دول ثلاثہ کے امرا بحرا اور اون کے وزرا کی بیجا اور جابرانہ کارروائیون کے ثبوت میں یہی کہدینا کافی ہے کہ ابراہیم پاشا نے اس لڑائی کا جو قصہ بیان کیا تھا اور ان امیرالبحرون پر جو الزام لگائے تھے اونکی ابتک تردید نہیں کیجاسکی۔ ترکی ۶ جولائی ۱۸۲۷ء کے معاہدہ کی پابند نہ تھی۔ اوسنے اوسے منظور نہیں کیا تھا۔ یہ صرف تین سلطنتون کی آپسمین قرارداد تھی۔ اور اسکے رو سے اونہون نے آپسمین یہ اقرار کیا تھا کہ خواہ ٹرکی مانے یا نہ مانے وہ فلان کام کرینگی۔ اس امر سے کسیکو انکار نہیں کہ بیشک متحدہ طاقتون ہی نے لڑائی میں ابتدا کی تھی۔ اور کہ اونکی جہازات کا صف جنگ میں مرتب ہوکر خلیج میں داخل ہونا ہی بصریح معاندانہ فعل تھا۔ ایسی صورت میں سلطان کا جواب بالکل حق بجانب اور درست تھا جو حسب ذیل ہے "یہ میرا قطعی آخری اور ناقابل تغییر ارادہ اور اٹل جواب یہی ہے کہ باب عالی یونانیون کے معاملہ میں کسی غیر سلطنت کی مداخلت کو ہرگز منظور نہیں کرتا۔ اور اون کے متعلق روز قیامت تک اپنی مرضی کے مطابق ہی کاربند ہوگا"۔

صریح معاندانہ فعل کے معاوضہ میں مندرجہ ذیل تین مطالبے جو انصاف و قانون کے رو سے بالکل بجا اور واجب تھی کیے گئے (۱) متحدہ طاقتیں یونانیوں کے معاملہ میں دست اندازی کرنے سے ترک جائیں (۲) باب عالی کو اوس کے تباہ شدہ جہازات کا معاوضہ دیا جائے (۳) ترکی حکومت کی جو بے عزتی کی گئی ہو اوسکی معافی مانگی جاوے۔ مگر زبردست سلطنتیں کمزور کے مقابلہ پر انصاف و قانون کو بہت کم مد نظر رکھا کرتی ہیں سفرا نے جواب دیا کہ چونکہ ۶ جولائی ۱۸۲۷ء کا معاہدہ اب تک نافذ العمل ہو۔ دول متحدہ مداخلت سے باز نہیں آ سکتیں۔ لڑائی میں ابتدا ابراہیم پاشا نے کی تھی۔ اسلیے باب عالی کسی معاوضہ کا مستحق نہیں۔ اور چونکہ باب عالی کو پہلے مطلع کر دیا گیا تھا کہ اگر اوس نے دول کے مشورہ کو نہ مانا یا حملہ میں اپنے خود ابتدا کر کے جنگ کو اٹل کر دیا تو اوسے جنگ نوارینو جیسے واقعہ کا متوقع رہنا چاہیے۔ اس لیے وہ اب معافی کا بھی مطالبہ نہیں کر سکتا۔ جہاں فریقین میں اسقدر اختلاف ہو وہاں کسیطرح کا سمجھوتہ تقریباً ناممکن تھا۔ دونون فریق اپنی اپنی بات پر قائم رہے۔ اور کشیدگی دن بدن زیادہ بڑھتی گئی۔ اور سفرا چلے جانے پر آمادہ ہو گئے۔ ترکی وزرا بخوبی سمجھتے تھے کہ اونکی سلطنت تینوں زبردست طاقتوں کا مقابلہ کرنے کی قوت نہیں رکھتی۔ آخر کار اونہون نے رفع نزاع کیلیے یہاں تک مان لیا کہ یونان بدستور سلطنت میں ہی داخل رہے تاہم باغیوں کو قطعی معافی دیدیجاے گی۔ محاصل و جزیہ کے کل بقایے معاف اور ضبط شدہ املاک واپس کر دیے جائیں گے۔ تمام سابقہ مراعات بحال کر دیجائیں گی۔ اور آئندہ یونانیوں پر نہایت نرمی سے حکومت کیجاے گی۔

سفرا نے مجوزہ شرائط کے سوا اور کوئی شرط منظور نہ کی۔ اور ۸ دسمبر ۱۸۲۷ء کو قسطنطنیہ سے چلے گئے۔ روسی سفیر البتہ چلا گیا۔ اور فرانسیسی و انگریزی سفرا جزائر ایونین کو۔ باب عالی نے تمام حجت کیلیے پھر بھی نامہ و پیام کا سلسلہ جاری کرنیکی کوشش کی۔ اور رئیس آفندی نے اس کے متعلق روسی سفیر کو تحریر بھیجدی۔ مگر اوسنے کوئی جواب نہ دیا۔ اور روس کی سرتوڑ فوجی تیاریوں اور سرحد پر روسی افواج کے اجتماع سے بالصراحت واضح ہو گیا کہ زار نکلس رفع نزاع اور مصالحت نہیں چاہتا بلکہ لڑائی کا سوال لینے پر تلا بیٹھا ہے۔ حالانکہ روس کی اوس وقت بظاہر سب سلطنتوں کے ساتھ صلح تھی۔ اور ایران کے ساتھ جو اوسکی لڑائی جاری تھی وہ بھی نومبر ۱۸۲۷ء میں مصالحت پر ختم ہو چکی تھی۔ لیکن وہ تابڑ توڑ نئے رنگروٹوں کو فوج میں بھرتی کرتا اور سلطنت عثمانیہ پر حملہ کرنے کیلیے بحیرہ اسود کے بندرگاہوں میں سامان حرب اور وسایل بار برداری جمع کر رہا تھا۔ ان مخالفانہ تیاریوں اور حقارت آمیز برتاؤ کے علاوہ اور بھی کئی معاملات دونوں سلطنتوں میں متنازعہ فیہ تھے۔ روس نے کئی قلعے ایشیا میں دبا رکھے تھے۔ اور معاہدہ بخارسٹ میں اون کے چھوڑ دینے کا حلفی اقرار کرنے کے باوجود اون پر بدستور قابض تھا۔ اسیطرح صوبجات ڈینیوب اور سرویا کے متعلق جو اختلافات اور تنازعات کبھی نہ ختم ہونے والا مخزن تھے۔ کئی امور پر جھگڑا تھا۔ آخر جب سلطان کو یقین ہو گیا کہ اوس کا موروثی دشمن آئندہ موسم بہار میں حملہ کرنیکا مصمم عزم رکھتا ہے۔ تو سلطان مرحوم نے بھی حفظ ماتقدم اور دشمن کے مقابلہ کیلیے تیاریاں شروع کر دیں۔ اور ۲۰ دسمبر ۱۸۲۷ء کو فرمان سلطانی صادر کر کے

تمام گورنروں، اعیانِ دولت اور مسلمانوں کو لڑائی کے لئے تیار رہنے کا حکم دیا۔ فرمان مذکور میں روس پر جو پچاس برس سے سلطنتِ عثمانیہ کا مسلسل دشمن چلا آتا ہے "بغاوتِ یونان کو برپا کرنے کا الزام لگایا گیا۔ اور بیان کیا گیا کہ متحدہ عیسائی سلطنتوں کی تجاویز کو قبول کرنا عیسائی رعایا کو خود بغاوت کی ترغیب دینا اور سلطنت و مذہب کو کفار کے حوالہ کر دینے کے برابر تھا جن کا اسلام کو برباد اور مسلمانوں کو پامال کرنے کے سوا اور کوئی مقصد و مدعا نہیں۔ پچھلی بار جو روس کے دعاوی قبول کر لئے گئے تھے وہ کسی طرح واجب اور درست نہ تھے مگر محض ضرورتِ وقت (یعنی بغاوتِ یونان اور اتحادِ دول ثلاثہ) نے مجبور کر دیا اور سلطان نے مسلمانوں کی حفاظت و سلامتی کے لئے اپنی مرضی کے بالکل برخلاف عمل پیرا ہو کر روس سے عہدنامہ (آق کرمان) کر لیا۔"

اس فرمان کے صادر ہوتے ہی دیوان نے تمام پاشاؤں اور بڑے بڑے شہروں کے اعیان کو بھی سلطنت کے خطرہ سے مطلع اور اس کو دفع کرنے کیلئے تیار رہنے کے واسطے مندرجہ ذیل خفیہ اعلان بھیج دیا۔ "سابقہ محاربوں میں اعدائے دین کا مدعا صرف چند صوبوں کو چھیننے کا ہوتا تھا۔ مگر اس لڑائی میں وہ سلطنتِ عثمانیہ کی کامل بربادی، عثمانیوں کو محکوم اور مساجد کو گرجا بنانے کا عزم رکھتے ہیں۔ پس تمام ایماندار مسلمان غریب ہوں یا امیر اس مشکل کے وقت اس امر کو ہی نظر انداز نہ کریں کہ جہاد ان پر فرضِ عین ہے اور اپنی جان و مال کو اس راستہ میں خرچ کرنے سے مطلق دریغ نہیں ہونا چاہئے۔ پیروانِ رسول امین اس دنیا اور نیز آخرت کی سعادت حاصل کرنے کیلئے اس کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں رکھتے۔"

سلطان محمود بیڑہ کی تباہی، دول متحدہ کے طرزِ عمل اور بالخصوص روس کی اشتعال انگیز جبر و تحکم سے ایسا غضب آلود ہو گیا تھا کہ وہ بے سر و سامانی کے باوجود اس وقت دول متحدہ کے ساتھ لڑائی کر دینے پر آمادہ ہو گیا۔ مندرجہ بالا فرمان بھی اسی حالتِ غیظ و اشتعال میں صادر کیا گیا تھا۔ مگر وزراء اور مشیروں کے سمجھانے سے خود اعلانِ حرب کرنے سے باز رہا۔ لیکن روس ایسے موقعہ کو کب ہاتھ سے جانے دیتا تھا۔ اس نے فوجی تیاریوں کے مکمل ہوتے اور موسم سرما کے گذرتے ہی ۲۶ اپریل ۱۸۲۸ء کو سلطان کے برخلاف اعلانِ حرب کر دیا۔ زار کی اس کارروائی پر خود ایک انگریز مؤرخ[1] مسٹر میکانکی جو کچھ تحریر کرتا ہے۔ اس کا ترجمہ ذیل میں درج کر دیا جاتا ہے "زار نے لڑائی کیلئے جو وقت منتخب کیا اس سے اس کی نیت کا پتہ ملتا ہے۔ متحدہ سلطنتوں کے ہاتھ سے عثمانیہ بیڑہ کی تباہی اور یونان کے عملی طور پر آزاد ہو جانے کو ابھی کل چھ مہینے ہوئے تھے۔ اور اس قلیل عرصہ میں ان نقصانات کی کچھ زیادہ تلافی کر سکنا جو ٹرکی کو سات برس کی مسلسل لڑائی سے پہنچے تھے بالکل ناممکن تھا۔ سلطان کے پاس ساحل کی حفاظت اور سمندر کے راستہ سے آمد و رفت اور خبر رسانی کا سلسلہ قائم رکھنے کیلئے ایک جہاز موجود نہ تھا۔ برعکس اس کے روس کا ایک بیڑہ بحیرہ روم میں موجود تھا اور دوسرا سیواسٹوپول سے نکل کر بحیرہ اسود پر قابض ہو گیا ہوا تھا۔ ینگی چریوں کی بربادی کے سبب سے ترکی فوج پیدل کا دایاں بازو کٹ گیا تھا۔ ابھی دو برس نہ ہوئے تھے اور اس نقصان کے علاوہ سلطان اس خسارہ میں بھی تھا کہ

[1] اس مؤرخ نے ۱۸۷۸ء تک خاندانِ عثمانیہ کی تاریخ تحریر کی ہے +

اکثر بہ لحاظ خیال کے مسلمان اس قدیم تیرچ کی تباہی سے دل میں سلطان سے بہت ناراض ہو رہے تھے۔ اور اونکی یہ ناراضی جیسی کہ توقع تھی محاربہ میں بہت مضر ثابت ہوئی۔ الغرض جس وقت زار نے سلطان پر حملہ کیا اوس وقت وہ دو ایسی مصیبتوں میں مبتلا تھا جن سے بڑہ کر بادشاہ کے لیئے کوئی مصیبت نہیں ہوسکتی۔ اور وہ مصیبتیں یہ تہین کہ اوس کے پاس نہ فوج تھی نہ خزانہ۔ باقی رہا دیگر دول کی امداد کا آسرا سو انگلستان و فرانس اور آسٹریا سے وہ علانیہ اوس کے دشمن کے ساتھ موافق تہین اور باقی دول بالکل نیوٹرل اور بے تعلق بنی ہوئی تہین۔ پس اتنے خساروں اور کمزوریوں کے ہوتے ہوئے یہ بات پر تعجب نہین کہ ترک کو محاربہ میں شکست کیسی لگی۔ بلکہ اسپر تعجب ہے کہ وہ بچ کیسے رہا۔ ایسی صورت میں اون وجوہات تمنازعہ پر جن کو روس نے اعلان کا باعث بتایا تھا غور کرنا چنداں فایدہ بخش نہیں۔ وہ برسوں سے تیاریاں کر رہا تھا اور محض بہانے ڈہونڈ رہا تھا ترک خواہ عہدناموں کی کیسی پوری پوری تعمیل اور خواہ روس کی کیسی ہی تابعداری کرین جب تک یورپ اور ایشیا میں ایک بھی صوبہ اون کے پاس موجود ہے روسیون کو لڑائی کے لیئے بہانے اور حجتیں بہم پہنچانے کی کچھ کمی نہیں تاہم بسبیل اجمال روسی شکایات کا یہان ذکر کر دیا جاتا ہے۔

۱ سب سے پہلے حسب معمول یہ شکایت تھی کہ باب عالی نے معاہدوں کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور قانون بین الاقوام کے ضوابط کو بالائے طاق رکھدیا ہے بحیرہ اسود اور باسفورس میں ۱۸۲۶ء کے معاہدہ کے برخلاف روسی تجارت کے رستہ میں مشکلات ڈالتا رہا ہے۔ روس اور ایران میں مصالحت ہوجانے کی مزاحمت کرتا رہا ہے۔ اور سب سے آخر یہ الزام لگایا گیا کہ بالفعل خود تسلیم کیا ہے کہ آق کرمان کا معاہدہ محض صرف دفع الوقتی کے لیئے کیا تھا۔ اور اسکی شرایط کو پورا کرنیکا شروع سے ہی کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ ان سب باتوں اور خلاف ورزیوں کے لیئے اعلان جنگ کیا جاتا ہے۔

۲ باب عالی نے اور تو سب الزاموں کی تردید کر کے اُلٹا روس کو ان بدعہدیوں کا مرتکب بنایا۔ مگر معاہدہ آق کرمان کی متعلقہ شکایت کی نسبت خاموش رہا کیونکہ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے سلطان نے غضب میں آکر ۲۰ دسمبر ۱۸۲۷ء کے فرمان میں بیشک وہ بات لکھدی تھی جس کی روسیون نے شکایت کی تھی لیکن یہ معتبر ذرایع سے تصدیق ہو چکا ہے کہ سلطان نے عہدنامہ پر دستخط کرتے وقت اوسکی شرایط کو نیک نیتی اور صدق دل سے منظور کر لیا تھا۔ مگر جب پہلے روس نے حالانکہ وہ بغاوت یونان میں مداخلت نکرنیکا اقرار کر چکا تھا صریح بدعہدی کر کے اپنی جہازات نوارینو بھیج دیئے تو پھر سلطان بھی آق کرمان کے عہدنامہ کی پابندی سے آزاد ہو گیا۔ تاہم اس صادق الوعد اور شریف النفس مسلمان بادشاہ نے فرمان میں یہ نہ کہا کہ آیندہ وہ اس عہدنامہ کی تعمیل نہیں کرے گا۔ بلکہ صرف اپنی مجبوری کو ظاہر کیا کہ باوجود نا واجب ہونیکے اس لیئے روس کو مطالبہ ماننے پڑے۔ اور اس فقرہ کو بھی بعد ازاں ترکی گورنمنٹ واپس لے لینے پر آمادہ ہوگئی تھی۔ لیکن پابند عہد اور ایماندار روسی گورنمنٹ کو جسے تمام دنیا جانتی ہے کہ کبھی اپنی بات پر قائم نہین رہی۔ اور جب چاہتی ہے عہدناموں کو بالائے طاق رکھدیتی ہے۔ خاصہ بہانہ ملگیا تھا اسنے کوئی عذر نہ سنا اور اعلان حرب کر دیا۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ اس کتاب میں محاربہ کے مفصل حالات جو بجائے خود کئی جلدوں میں سماتے ہیں قلمبند کرنے کی مطلق گنجائش نہیں۔ شائقین کرنیل چیسنی کی کتاب "محاربہ روس و روم ۱۸۲۸ء و ۱۸۲۹ء" اور سر ایلیسن کی تاریخ یورپ کی تیسری جلد میں اس کے متعلق دلچسپ معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ تاہم مختصر بتا دیا جاتا ہے کہ گو ترک طرح طرح سے خسارہ میں تھے۔ بیڑہ جہازات مفقود اور فوج ابھی تک غیر منتظم، ناقواعد دان اور اس میں زیادہ تر کمسن لڑکے جن کو سلطان نئی طرز کی سپاہ گری سکھانا چاہتا تھا داخل تھے۔ تاہم انہوں نے اپنے ملک و مذہب کی کمال شاندار شجاعت و مردانگی سے محافظت کی۔ اور اگر آخر میں مغلوب ہوئے تو محض ان تین وجوہ سے، مشیروں میں اختلافات تھا، جنگ کا نقشہ ٹھیک نہ باندھا گیا تھا، اور فوج کے سپاہی و افسر ابھی نو آموز تھے۔ باوجود اس کے وہ دو برس تک تن تنہا روس کے قابل ترین سپہ سالاروں اور چیدہ ترین افواج کا مقابلہ کرتے رہے۔ اور جب تک غنیم کا ایک جیش بحیرہ اسود کے بندر برغاس میں اور دوسرا بحیرہ روم کے بندر اینوس میں نہ پہنچ گیا تب تک اس غیر مساوی لڑائی سے ہاتھ نہ اٹھایا نہیں اس وقت بھی نہیں بلکہ اس وقت دست بردار ہوئے جب کہ دول یورپ بالخصوص انگلستان اور آسٹریا کے سفرائے متعینہ قسطنطنیہ نے بھی مصالحت کے لیے متفق ہو کر زار نکولس کو اور سلطان کو کسی طرح سے جبراً صلح کے لیے مجبور کر دیا۔ مگر اس محاربہ کی داستان شروع کرنے سے پہلے جو دو برس جاری رہا یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بغاوت یونان کا کیا حشر ہوا۔

ابراہیم پاشا نے دول ثلاثہ کے اصرار پر پہلے ہی جنگ ملتوی کر دیا تھا۔ جنگ نوارینو کے بعد تو بالکل ہی خاموش ہو جانا پڑا۔ تاہم اس نے اپنے والد کے بلا حکم موریا کو خالی کرنے سے انکار کر دیا۔ یونانیوں نے دول ثلاثہ کی تائید سے ۱۱ اپریل ۱۸۲۷ء کو باضابطہ حکومت قائم کر لی۔ زار کا پرائیویٹ سکرٹری کونٹ کاپوڈسٹریا اعلیٰ حاکم بنایا گیا۔ ۲۷ ارکان کا سینیٹ اس کی امداد کے لیے قائم کر دیا گیا۔ اور فرانس، انگلستان اور روس نے کاپوڈسٹریا کے لیے مالی امداد دینے کے علاوہ اس گورنمنٹ کے دربار میں اپنے اپنے سفیر بھی مقرر کر دیے۔ یعنی اسے باضابطہ اور باقاعدہ گورنمنٹ تسلیم کر لیا۔ ترکی مصری افواج نوارینو، مودون، کورون اور پیٹراس وغیرہ قصبات میں خاموش بیٹھی تھیں۔ کچھ عرصہ بعد رسد کی قلت سے ان کو تکلیف پہنچنی شروع ہو گئی۔ باہر سے دول متحدہ کے بیڑے کوئی کمک یا رسد نہ آنے دیتے تھے۔ ادھر ملک ویران ہو رہا تھا۔ اور اس سے کوئی جنس دستیاب نہیں ہو سکتی تھی مگر پھر بھی مصری کمانڈر نے جانے کا نام نہ لیا۔ آخر دول متحدہ نے مصری فوج کو موریا سے جبراً نکالنے کا کام فرانس کے سپرد کر دیا۔ اور فرانسیسی لشکر ساحل موریا کی طرف روانہ ہو گیا۔ محمد علی کو جب اطلاع ملی تو اس نے بیٹے کو کہلا بھیجا کہ تین طاقتوں کا مقابلہ ناممکن ہے۔ بغاوت کو دور کر دینے سے تم اپنا فرض ادا کر چکے۔ اب واپس چلے آؤ۔

اس پر ابراہیم نے ۹ اگست ۱۸۲۸ء کو دول متحدہ کے سفراء سے عہد نامہ تخلیہ کر لیا جس کی رو سے قرار پایا کہ ابراہیم اور اس کی فوج اپنے ہی جہازوں پر مصر کو واپس جائے۔ اسیران جنگ کو حوالہ کر دے۔ اور صرف بارہ سو سپاہی ان قصبات کی حفاظت کے لیے جن میں ترک رہائش پذیر ہیں پیچھے چھوڑ جائے۔ اس معاہدہ سے ۲۲ دن بعد فرنچ جنرل میزن کے زیر کمان

نوارینو کے سامنے پہونچ گئی۔ اور بمقام پٹیالدی جہازون سے خشکی پر اتری۔ مصری فوج ۲ ستمبر کو جہاز پر سوار ہونی شروع ہو گئی۔ اور ترک باقی کل قصبات چھوڑ کر پیٹراس مین جمع ہو گئے جب متذکرہ صدر بارہ سو سپاہیون کے علاوہ کل مصری فوج موریا سے چلی گئی۔ تو ۱۶ نومبر ۱۸۲۸ء کو دول ثلاثہ نے باضابطہ طور پر اعلان کیا کہ صرف خونریزی کو روکنے کے لیے موریا کو فرنچ فوج بھیجی گئی ہے۔ اور جب تک قطعی تصفیہ اور مصالحت نہ ہو لے یونان اون کی عارضی حمایت مین رہیگا باب عالی سے درخواست کر دیگئی کہ وہ اس معاملہ کی متعلق دول ثلاثہ سے دوستانہ سمجھوتہ کر لے۔ مزید برآن ان طاقتون نے یونان کی متعلق آپس مین حسب ذیل فیصلہ کیا۔ یونان باب عالی کو پندرہ لاکھ قرش سالانہ خراج دیا کرے تینون سلطنتین ریاست کی حکومت پر کسی عیسائی شہزادہ کو منتخب کر کے مامور کرین مسلمان مالکان اراضی یونان سرزمین سے خارج کر دئیے جائین اور اون کو زمینون کا معاوضہ ادا[۵] کر دیا جائے۔

اس اعلان کی بناء پر فیصلہ کرنے کیلیئے دول ثلاثہ کے سفراء ۱۶ جون ۱۸۲۹ء کو پھر قسطنطنیہ مین داخل ہوئے مگر باب عالی اور یونان دونون نے اس قرارداد کو منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ اور باغی بدستور ترکی علاقہ پر حملہ کرتے رہے اس نزاع کا تصفیہ آخر محاربہ روم و روس کے ذریعہ ہوا۔ اور عہدنامہ ادریانوپل کی رو سے یونانیون کو کامل آزادی مل گئی ۔

لہ سطور مندرجہ بالا سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ کریٹ مین بھی فرانس۔ انگلستان۔ روس اور اٹلی پچھلے دنون اسی مندرجہ بالا پالیسی پر کاربند ہو کر اپنے مدعا مین تقریبًا کامیاب ہو گئے ہین۔ اور نومبر ۱۸۹۸ء مین اس جزیرہ کو ترکی حکام فوجی و ملکی سے بالکل خالی کرا لیا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ سلطان محمود لاکھون جانون اور کروڑون روپیہ کو فدا و ضایع کرنیکے بعد رضامند ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یونان قطعًا علیحدہ ہو گیا۔ اور موجودہ خلیفۃ المسلمین نے بلا محاربہ شرائط مان لینے سے جزیرہ کو اپنی شہنشاہیت سے قطعًا جدا نہ ہونے دیا۔ اور غالبًا اسی وجہ سے یہی دول باوجود کھلم کھلا تعصب اس موقعہ پر ظاہر نہین کر سکین کہ یونان۔ سرویا۔ رومانیا وغیرہ کی طرح کریٹ سے بھی مسلمان باشندون کے اخراج کو لازمی شرائط قرار دیتین۔ گو عملی طور پر مسلمانون کا اب بھی وہان گذارہ مشکل ہو سکیگا۔ اور غالبًا کل مسلم آبادی ہجرت کر جائیگی جسکا سلسلہ ابتدائے بغاوت سے شروع ہی۔ اس مسئلہ کی آخری تصفیہ محولہ بالا پر دکیل مورخہ ۲۸۔ نومبر ۱۸۹۸ء مین جو رائے مین نے ظاہر کی تھی وہ بعینہ ذیل مین درج کر دیجاتی ہے:۔

"مسئلہ کریٹ عملی طور پر منفصل ہو گیا ہے۔ شروع نومبر مین تقریبًا کل ترکی فوج اور اہلکار جزیرہ سے واپس چلے گئے۔ اور تمام دفاتر پر ہر چہار دول متحدہ کے افسر قابض ہو گئے کریٹ کو اس طرح سے سلطان المعظم کی براہ راست حکومت سے نکل جانے پر عام افسوس ظاہر کیا جا رہا ہے۔ اور اکثر کی رائے مین یہ دست برداری سلطان کی سخت کمزوری پر دلالت کرتی ہی۔ لیکن اگر وہ اس تنازعہ کے ابتدائی حالات پر غور کر لیتے تو غالبًا اونہین ایسی رائے قائم کرنیکا موقعہ نہ ملتا۔ یہ ظاہر ہے کہ دنیا مین کوئی سلطنت ایسی طاقتور موجود نہین ہے جو تین یا چار متفق سلطنتون کا مقابلہ کر سکے۔ پس اگر کوئی اور وجہ نہ ہوتی اور سلطان محض چارون سلطنتون کے دباؤ سے مجبور ہو کر کریٹ کو چھوڑنے پر رضامند ہو جاتے تو بھی اون پر کمزوری کا الزام کسی طرح وارد نہین ہو سکتا۔ لیکن زیر بحث معاملہ مین دول کی اتفاق کے علاوہ ایک اور بھی بھاری وجہ موجود تھی۔ یا باب عالی جنگ روم و یونان سے چند ماہ پہلے ۱۸۹۶ء کی اخیر اور ۱۸۹۷ء کو (باقی دوسرے صفحہ پر)

محاربہ روس و روم و عہد نامہ ایڈریانوپل

متذکرہ صدر کمزوریوں اور خساروں کے باوجود سلطان محمود نے اس محاربہ میں ایسی مستعدی اور کارآزمائی ظاہر کی کہ دشمن دوست سب حیران رہ گئے روس نے ایسی جرار فوج سے حملہ کیا تھا کہ کل یورپ کو چند دنوں میں ٹرکی کی قسمت کا تصفیہ ہو جانے کی یقینی توقع تھی بحیرہ اسود اور بحیرہ روم میں سلطان کی بحری طاقت نہ ہونے کے برابر تھی برعکس اس کے فرانگیٹوں اور دیگر چھوٹے جہازوں کے علاوہ روس کے سولہ مصافی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۹) شروع میں کریٹ کو اندرونی خودمختاری عطا کرنے اور وہاں سے ترکی افواج کو واپس بلا لینے کا وعدہ کر چکا تھا۔ اور اسی وعدہ کی بنا پر دول یورپ نے اپنی نگرانی میں ملکی انتظام کے لئے ترکی فوج کی جگہ چند ارمنی فوجی پولیس قائم کرنی شروع کر دی تھی۔ یونان کی شورہ پشتی سے اس وعدہ کی تعمیل میں اس قدر توقف پڑ گیا کہ عوام بلکہ اکثر خواص کو بھی وعدہ کا وجود ذہن سے بالکل فراموش ہو گیا۔ اور ممکن ہے کہ بعض کو یہ بھی خیال ہو گیا ہو کہ باب عالی اس توقف و التوا سے فائدہ اٹھا کر اکثر دول سے بھی کسی طرح ایفائے وعدہ سے انغماض کر جائے گا۔ مگر ایسی توقع رکھنے والے نہ اسلامی صداقت اور خاص کر ترکوں کی سخن پروری سے ناواقف ہونگے۔ ہاں یہ ممکن تھا کہ ترکی فتوحات سے یونان کے دعاوی کے باطل اور اوسکی سازشوں کے بے اثر ہو جانے سے چونکہ کریٹ کے باغیوں کی کمر ہمت ٹوٹ گئی تھی۔ اور باب عالی وہاں تھوڑے سے تردد کے ساتھ امن و انتظام قائم کر سکتا تھا۔ اگر دول یورپ جو بظاہر ترجیح شہر کیلئے دست انداز ہوئی تھیں۔ چاہتیں تو باب عالی کو معاملات کی صورت بدل جانے کی وجہ سے ایفاء وعدہ کی پابندی سے آزاد کر دیتیں۔ مگر اونہوں نے مذہبی تعصب یا ذاتی اغراض سے مجبور ہو کر ایسا کرنا پسند نہ کیا۔ اور ایفائے وعدہ کا اصرار کیا۔ اور سلطان المعظم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر وہ چاہتے تو اپنے ہمعصر مسیحی تاجداروں کی طرح طرح طرح کی حجتیں پیش کر سکتے تھے۔ اور انکار کر دینے سے یورپ کے میگزین میں آگ لگا سکتے تھے۔ مگر جس طرح پہلے امر سے اونکو اونکی طبعی حق پسندی اور اسلامی تہذیب نے روک دیا اسیطرح دوسرے امر سے فطری امن پسندی اور عامہ خلائق کی بہتری و سلامتی کی خواہش مانع آئی۔ اور جلالتمآب نے کل دنیا پر واضح کر دیا کہ اس خود غرضی حرص طمع تعصب نفسانی اور نفس پروری کے پرآشوب زمانہ میں بھی اسیر مردان خدا موجود ہیں جو فتنہ و فساد سے سخت متنفر۔ امن کو دل سے عزیز رکھنے اور بات کا پاس کرنے والے ہیں۔ اور یہی تو خاص وہ نہیں ہیں جو بظاہر مدعیان تہذیب و تمدن کہلا رہے ہیں۔ اور قیام امن کیلئے تخفیف مصارف فوجی کے بیانگ دہل اعلان شایع کر کے اپنی طامعانہ اور غاصبانہ اغراض و مقاصد اور کارروائیوں کو دنیا کی نظر سے چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ اوصاف اگر پائے جاتے ہیں تو اوسی قوم میں جسے بالعموم سفاک خونخوار اور وحشی و ظالم کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

جن لوگوں کو خیال ہے کہ سلطان نے محض کمزوری اور دباؤ سے کریٹ کو خالی کیا ہے۔ اونکی تسلی کیلئے انگلستان کے مشہور سربرآوردہ اخبار ٹائمز کا ایک یہی فقرہ کافی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اگر سلطان کو تھیسلی میں کسی طرح سے امداد کا خفیف سا بھی اشارہ ملتا تا تو وہ بہر حال دول کے مطالبہ کی دھمکیوں کی خس برابر پروا نہ کرتے اور اونہیں ہنسی میں اڑا دیتے۔ اخبار مذکور کا یہ ریمارک

جہاز بحیرہ اسود میں اور ایک بیڑہ جس نے جنگ ناوارینو میں کام دیا تھا۔ اور جس میں چھوٹے جہازوں کے علاوہ گیارہ معمولی جہاز تھے۔ بحیرہ مجمع الجزائر میں موجود تھا۔ اور اس بحری اقتدار سے روس نے محاربہ میں بے انتہا فائدہ اٹھایا۔ فریقین کی بری طاقت میں بھی بڑا فرق تھا۔ روس نے ایک لاکھ ۸۵ ہزار فوج جنرل وٹ گن سٹین کے زیر کمان جنوبی ماسکو سے اپنا جاتے وقت نپولین کے جیش عظیم کو خوب پامال کیا تھا۔ یورپین میدان جنگ کو روانہ کی۔ اور اگر وہ چاہتا تو اس سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۰) جیسا کہ روس کے الفاظ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے۔ گو تعصب اور دلی بغض سے مبرا نہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ سلطان اگر اسی پاس سخن سے مجبور نہ ہوتے تو تقاضا کنندہ دول کریٹ کو اسی آسانی سے خالی نہ کرا سکتیں۔ بلکہ شاید بالکل ہی نہ کرا سکتیں۔

کریٹ ایسے باموقعہ اور جنگی لحاظ سے نہایت کارآمد جزیرہ کا سلطان کے فوجی تصرف سے نکلجانا بیشک سخت قابل افسوس ہے مگر سلطان کا یہ فعل حکمت عملی سے بھی خالی نہیں۔ انکی بحری طاقت ابھی کمزور ہے کہ وہ خود اوس کے قبضہ سے دیگر بلاد محروسہ کی حفاظت کرنے کوئی ایسا بڑا کام نہیں لے سکتے تھے۔ اور چونکہ یہ کمزوری بصورت موجودہ سالہائے مدید تک دور نہیں کی جاسکتی تھی۔ اس لیے نہ صرف آئندہ میں بھی اسکا قبضہ چنداں مفید نہیں ہو سکتا تھا۔ اون خود مختار ایشیائی و افریقن ریاستوں کی طرح جو ابھی تک دول یورپ کے تصرف سے محفوظ ہیں سلطنت عثمانیہ کی بھی نہ صرف خیر ہے بلکہ بہتری اسی میں ہے کہ دول یورپ کی آپس میں سٹ پٹ ہوا کرے اور اون کے جنگ جدال ہوا کرتے ہیں۔ ان دول کے باہمی تعلقات میں دنیا کے ہر ایک حصہ میں آئے دن جو مزید گتھیاں پڑتی چلی جا رہی ہیں۔ اور اون کے اغراض جابجا ایک دوسرے سے نہ فقط رقیبانہ بلکہ مخالفانہ و معاندانہ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ وہ اصحاب دانش پژوہ سے پوشیدہ نہیں۔ کریٹ پر سلطان المعظم نے چار طاقتوں کو یکساں حقوق کے ساتھ قابض کرا دینے سے انکے تعلقات باہمی کو اور زیادہ پیچیدہ اور نازک بنا دیا ہے۔ ہندی میں عام مثل ہے کہ ساجھے کی ہنڈیا چوراہے میں پھوٹا کرتی ہے پس اگر یہ ہنڈیا جلد کوئی رنگ لے آئے جس کا مزا سلطان خود علیحدہ رہکر چپکے سے لوٹتے رہیں۔ تو چنداں تعجب خیز نہیں ہوگا۔

البتہ ہر چہار دول کے مذہبی تعصب اور خاصکر انگلستان کی غلط پالیسی پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔ کچھ عرصہ ہوا لارڈ سالسبری نے اپنی ایک تقریر میں بیان کیا تھا کہ سلطنتیں عموماً بے جا حرص وطمع اور اپنی ذمہ داریوں کو بے اندازہ بڑھاتے چلے جانے سے برباد ہوا کرتی ہیں۔ یہ تنبیہہ بیشک نہایت قابل تعریف اور معنی خیز تھی۔ مگر افسوس خود لارڈ ممدوح بھی اسپر جیسا کہ چاہئیے کاربند نہیں ہوتے۔ اور کریٹ کے معاملہ میں تو اونہوں نے اسکی صریح خلاف ورزی کر کے اپنے ملک کی ذمہ داریوں کو بہت ہی بڑھا دیا ہے۔ جو مسئلہ مصر اور مسئلہ چین کے پیچیدہ تنازعات کے ساتھ ملکر شاید اچھا اثر پیدا نہ کریں۔ انگلستان کی رعیت دوسری سلطنتوں نے حالانکہ وہ خود بھی کروڑوں مسلمان رعایا پر حکمران ہیں۔ کریٹ میں اپنے مذہبی تعصب کی باگ اسقدر ڈھیلی کر دی ہے کہ اون کے مقبوضہ کنڈیا شہروں میں مجوزہ جدید جھنڈا میں کچھ ایسی تجویز کی گئی ہے جسے کوئی مسلمان ہرگز منظور نہیں کر سکتا۔ اوسپر صلیب کا نشان لگایا گیا ہے۔ اور علاوہ بریں وردی مذکور کی قطع اور رنگ وہ پسند کیے ہیں جو کریٹ کے عیسائی باغیوں اور یونانیوں کی (باقی دوسرے صفحہ پر)

زیادہ بھی بھیج سکتا تھا۔ مگر زار نے صوبجات پولنڈ، فنلینڈا اور یوکرین میں بھی زبردست افواج مقیم رکھنا ضروری تصور کیا
اُدہر ایشیا کے ترک مقبوضات پر حملہ کرنے کیلیے پرنس منس شیکوف کے ماتحت ۱۰۴ ہزار فوج بھیجدی گئی۔ اس جرار فوج کے مقابلہ
کیلیے سلطان محمود مرحوم صرف ۴۸ ہزار فوج جمع کر سکا۔ اس میں جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے زیادہ تر کم سن لونڈے سپاہی
تھے۔ کیونکہ سلطان کو خیال تھا کہ کم عمر لڑکوں کو یورپین طرز و آداب سکھانے سے ترکوں ایسی نفرت نہیں ہو سکتی۔ پرنس کی
جنرل بیرن آموکی جو کل معاہدہ میں ترکوں کے ساتھ ہو کر لڑتا رہا تھا۔ اور انگریز کرنیل جیسی لکھتے ہیں کہ وہ پرانی ترکی فوج کو
شاندار جاہ جلال کے مقابلہ پر ان لونڈوں کی پلٹنوں کو دیکھکر سخت مایوسی پیدا ہوتی تھی۔ پرانے مسلمان سپاہیوں کی سرتاپا خشنما
شجاعت خوب صورت اسلحہ اور شاندار سج دہج کا نام و نشان نہ پایا جاتا تھا۔ تاہم اس نئی فوج میں ایک صفت تھی جس کی طفیل
وہ سابقہ زمانہ کی بیشمار ترکی فوجوں پر بدرجہا زیادہ فوقیت رکھتی تھی۔ اور وہ صفت یہ تھی کہ یہ فوج حکم مانتی تھی۔ اس قواعددان
فوج کے علاوہ سلطان نے ایشیائی صوبوں سے تقریبًا ایک لاکھ جاگیری سپاہی اور مجاہد جمع کیے۔ مگر یورپین صوبجات
میں اوسکی اصلاحات سے ایسی ناراضی پھیل رہی تھی کہ انسے بہت کم مدد ملی۔ خصوصًا صوبہ بوسنیا سے جہاں کے مسلمان شجاعت و
نبرد آزمائی میں شہرہ آفاق تھے۔ ایک سپاہی نہ ملا۔ البتہ فوج توپخانہ وافر اور بخوبی قواعددان ہی نہیں بلکہ اپنے بادشاہ
کی سچی ہوا خواہ اور جان نثار بھی تھی۔ مزید برآں ترکی افواج کو ان شہروں کے مسلمان باشندوں سے بھی جن کا روسیوں نے
محاصرہ کیا حسب معمول قابل قدر مدد ملتی رہی۔ ۱۸۲۸ء میں زیادہ تر محاصرے ہی کیے گئے۔ کھلے میدان میں کوئی
لڑائی نہ ہوئی۔

حسین پاشا سر عسکر کے پاس ابھی کل فوج جمع نہ ہوئی تھی کہ روسی شہزادہ وٹگنسٹین دریائے پروتھ سے عبور کر کے جاسی
پر قابض ہو گئے۔ اور مالڈیویا کے ہوسپوڈار جین سٹورڈا کو گرفتار کر لیا۔ ۱۲ مئی کو وہ بخارسٹ پر قابض ہو گئے اور
دونوں صوبوں پر روسی دخل و ضبط ہو گیا۔ بعد ازاں روسی سپہ سالار نے فوج کا ایک ڈویژن جنرل روتھ کے زیر کمان
سلسٹریا کی طرف اور دوسرا جنرل وبالاٹ کے زیر کمان تبرئیلا اور اسماعیل پر حملہ کرنے اور وہاں سے مشرقی بلقان کی طرف بڑھنے کے
لیے بھیجا۔ فوج حملہ آور کو روسی بیڑہ رسد و سامان حرب برابر پہنچاتا رہا۔

حسین پاشا نے پیشقدمی کر کے اوس روسی فوج کو جس نے سلسٹریا کا محاصرہ کر لیا ہوا تھا پسپا کر دیا۔ مگر بتاریخ ۲۷ جون
مقام تبرئیلا کی فوج نے ۲ دن کی مردانہ مزاحمت اور مدافعت کے بعد جس میں چار ہزار روسی ہلاک ہوئے۔ دوسرے ڈویژن کے سامنے
ہتھیار ڈال دیئے۔ جس کے ساتھ ہی مقام ماچین پر بھی روسیوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور اونکی پیشقدمی کیلیے دریائے ڈینیوب کا

بقیہ حاشیہ صفحہ (۳۹۱) وہ ریزوں کے ہیں حالانکہ یہیں سو (جسپر روسی فوج قابض) اور کینیا (جہاں ترکی فوج متصرف ہیں) کے مسلمانوں کا
طریق عمل نہایت پسندیدہ رہا ہے۔ کینڈیا میں البتہ انگریزی کمانڈر مسٹر جیمس ایلیٹ نے منشا ظاہر کیا ہے کہ وہ شہر کنڈی کی جدید چند ارمن میں
زیادہ تر مسلمان بھرتی کرے گا۔ لیکن عملی عمل کے وقت آنے تک اوسکی رائے میں بھی تغیر آ جائے +

رستہ کھل گیا۔ بریلہ کے بعد مقامات اسحاقچہ طلچہ اور کستنجہ نے بلا مقابلہ حملہ آوروں کی اطاعت قبول کر لی۔ اور روسی دریائے ڈینیوب سے گذر کر بلگیریا میں داخل ہوگئے۔ اور ورنا کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اس وقت زار نکلس خود کمان لینے کیلئے بلگیریا پہنچ گیا۔ اور بارن ڈیبچ کو اپنا ہیڈ کوارٹر مقرر کیا۔ وہاں سے اس نے شوملہ پر جہاں حسین پاشا کے زیر کمان ۴۰ ہزار فوج موجود تھی پیشقدمی کی۔ اور اسکی سٹنبول پر جس سے قسطنطنیہ کا رستہ کھل گیا قبضہ کر لیا مگر بیماری اور فاقہ سے زار کی فوج کا قافیہ تنگ ہو رہا تھا۔ پھر فوج جنرل روڈیگر کے زیر کمان تھی شوملہ کی فوج نے وہاں کے جرنیل ندکور کو اسکی سٹنبول سے نکال دیا۔ در ینولا ورنا کا محاصرہ پوری سرگرمی کے ساتھ قائم اور اپنی فوج کا دل بڑہانے کیلئے خود زار وہاں موجود تھا مگر روسیوں کی بحری طاقت کے بے انتہا غلبہ اور محاصرہ کی سختی کے باوجود تپوران پاشا محصور بندرگاہ کو رسد پہنچانے میں کامیاب ہوگیا۔ اور دوسری طرف وزیر اعظم بیس ہزار فوج بطور کمک لیکر قریب پہنچ گیا۔ لیکن تپوران کی کامیابی اور وزیر اعظم کی کوشش روسی روپیہ۔ ورنا کے کمانڈر عمر ورنلی کی غفلت اور یوسف نایب کمانڈر کی غداری کے سامنے بیسود ثابت ہوئیں آخر الذکر کمانڈر نے حالانکہ شہر میں رسد وافر[1] اور ۔۔۔ فوج موجود تھی۔ اور کمک قریب پہنچ گئی تھی۔ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۲۸ء کو شہر زار کے ہاتھ بیچدیا۔ یعنی بطمع زر غنیم کے سامنے ہتھیار ڈالدیئے۔ اور شہر اوس کے حوالہ کر دیا۔ اس غداری کے بعد یہ ملت فروش فوراً ایک روسی جہاز پر اڈیسہ کو چلا گیا۔ اور نکلس نے اسی نمکحرامی کے صلہ میں کریمیا میں وسیع جاگیریں دیدیں۔ اس فتح پر یورپ میں ٹرکی میں پہلا محاربہ ختم ہوگیا۔ اور فریقین میں فتح و شکست کا موازنہ تقریباً ایسا مساوی رہا کہ روسیوں کے نقصانات پر لحاظ کر کے بقول بیرن مولکی یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ آیا روسی غالب رہے ہیں جنہوں نے ورنا لیلیا ہے۔ یا ترک جنہوں نے حملہ آوروں کو سلسٹریا اور شوملہ کے مقابل سے مار کر بھگا دیا۔

گر ایشیا میں یہ کیفیت نہ ہوئی۔ روسی بیڑہ نے جو بعد میں ورنا کے محاصرہ میں جا شریک ہوا۔ بحیرہ اسود کے مشرقی ساحل کے بندر اناپہ کو فتح کر لیا۔ بعد ازاں پرنس منشیکوف نے اوس کے متصلہ بندر اپوٹی کو فتح کیا۔ اور پھر پرنس کو جانشین جنرل پاسکیوچ نے قارص اور اس کے بعد اخالتزک کے میدان میں تیس ہزار ترکی فوج کو فاش شکست دیکر قصبہ اخالتزک پر قبضہ کر لیا۔ اور موسم سرما کے آنے سے پہلے بہلرانی فاتحانہ قابلیت سے آردہان۔ اخالخالیکہ۔ ہرت و نظر پر قلعہ اور قلعہ وابا دین کو بھی تسخیر۔ اور دوسرے برس ایشیا کو چک پر حملہ آور ہونے کیلئے رستہ بالکل صاف کر لیا تاہم یورپ میں میدان جنگ کی ناکامی سے روس سخت خفیف اور دوسرے برس اِن حقوں کی بدنامی دہونے کیلئے بیتاب ہو رہا تھا۔ اور خدشہ سے لرزتا کر رہا تھا کہ کہیں کوئی اور طاقت اس داغ کو مٹنے سے پہلے ثالثی پر آمادہ نہ ہوجائے۔ انگلستان کا وزیر اعظم ڈیوک آف ولنگٹن

[1] شہر اور قلعوں کی فصیلوں پر ۲۱۰ توپیں نصب تھیں۔ اور ان کے لیے گولہ بارود کافی موجود تھا۔ مزید برآن گو روسی توپوں نے چند مورچوں پر شگاف کر دیئے تھے مگر ابھی تک حملہ نہیں کیا تھا۔ اگر حملہ کیا گیا ہوتا تو اس سے بھی یوسف کی نمکحرامی کچھ پردہ پڑ جاتا یہ محاصرہ ۹۰ دن رہا تھا ✦

کیتھولک رعایا کے مطالبات حقوق اور دیگر مخصوصوں میں مبتلا تھا۔ فرانس کا بادشاہ چارلس دہم روس کے ہاتھوں پر بکا ہوا تھا۔ پرشیا کیطرف سے بھی کسی قسم کا خدشہ نہ تھا۔ ایک آسٹریا کی سلطنت باقی تھی جس کے دخیل ہونیکا کسیقدر خدشہ تھا۔ کیونکہ ہمسایہ ہونے کے باوجود اوس کا قابل وزیر اعظم جنوب مشرقی یوروپ میں روس کے مقبوضات کی وسعت کو آسٹریا کے حق میں کبھی مفید نہیں سمجھ سکتا تھا۔ چنانچہ یوروپین سیاسیات میں روسیوں کے ناکام رہنے پر آسٹریا خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ اونکا بیان تھا کہ روس نے مخالف کی طاقت کا صحیح اندازہ نہیں کیا تھا۔ اور اسی لیے اوس کو ترکی سے اسیطرح واپس ہٹنا پڑا ہے جس طرح نپولین کو ماسکو سے واپس ہونا پڑا تھا مگر جب انہیں روس کے ابتدائی فتوحات کی خبریں پہنچیں تو اونکی خوشی رنج سے بدلگئی۔ اور آسٹریا کے وزیر مٹرنخ نے انگلستان، فرانس اور پرشیا سے استدعا کی کہ دول یوروپ بیچ بچاؤ کرکے فریقین میں صلح کرادیں۔ انگلستان نے اس تجویز کو بنظر استحسان دیکھا۔ مگر فرانس نے ٹکا سا جواب دیا۔ چارلس دہم نے لکھا "میں روس سے متحد رہنا چاہتا ہوں۔ اگر زار آسٹریا پر حملہ کرے تو میں اپنی حدود سے تجاوز نہیں کرونگا۔ اور حسب اقتضائے وقت کاربند ہونگا لیکن اگر آسٹریا روس پر حملہ کرے گی تو میں فی الفور آسٹریا پر حملہ کردونگا"

زار کو جب اس نامہ و پیام سے مطلع کیا گیا تو گو اسے ایک گونہ یہ اطمینان ہوگیا کہ آسٹریا کا کسی اور سلطنت نے ساتھ نہیں دیا۔ اور وہ تنہا ایسی جلد کچھ نہیں کرسکے گی۔ تاہم اسے معلوم ہوگیا کہ اگر وہ اپنے دشمن سے کچھ فائدہ اوٹھانا چاہتا ہے تو اسے لازم ہے کہ جھٹ پٹ دشمن پر ایسی کامل فتح حاصل کرے جس سے وہ براہ راست صلح کی سلسلہ جنبانی پر مجبور ہوجائے اور پیشتر اسکے کہ آسٹریا تنہا یا اوروں کو ساتھ ملاکر ثالثی اور مداخلت کا عزم کرے من مانی شرائط پر اوس سے عہدنامہ لکھوالے جب ایک دفعہ ایسا ہوگیا تو پھر وہ شرائط یوروپ کو خواہ کیسی ہی ناگوار کیوں نہ ہوں۔ وہ اونکی منسوخی کے لیے ہتھیار نہیں اوٹھائیگا۔ بہار میں ۱۸۲۹ء میں سابق سپہ سالار کو معزول کرکے مارشل ڈیبیش[1] کو اعلیٰ کمان سپرد کیگئی۔ اور اوسنے سال اول سے زیادہ اور بہتر فوج لیکر ڈینیوب کو عبور کیا۔ یہ جرنیل اپنے آقا کے منشاء کو بخوبی سمجھتا تھا۔ چنانچہ ٹھیک اسی طرح عمل پیرا ہوا جس سے منشاء مذکور جلد پورا ہوسکے۔ بیرن مولٹکی اس کی پیشقدمی اور کارروائی کی نسبت حسب ذیل جامع و مختصر ریمارک کرتا ہے "اوسنے صرف ایک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اور صرف ایک میدان پر لڑائی کی۔ اور اسی سے اپنے دشمن کی سلطنت کے عین قلب میں پہنچگیا جب وہ وہاں پہنچا تو اوس کے پاس فوج محض برائے نام تھی۔ لیکن اس نام اور شہرت سے آیا کہ اس فاتح کا مقابلہ ناممکن ہے"

مارشل ڈی بیٹش نے دریا سے عبور کرکے ۱۸ مئی ۱۸۲۹ء کو سلسٹریا کا محاصرہ کیا۔ دریا کی طغیانی اور مقام مذکور کے رسد کی ناکہ بندی سے اوسکو وہاں تک پہنچنے میں بہت دقتیں پیش آئیں۔ محاصرہ کو ابھی چند ہی دن ہوئے تھے کہ رشید پاشا وزیر اعظم نے سالگذشتہ کی جزوی فتوحات سے دلیر ہوکر جارحانہ پہلو اختیار کیا۔ اور سلسٹریا کو کمک پہنچانے کے لیے شوملا سے

[1] یہ جرنیل پرشیا کا نژاد تھا چند برس اپنے ملک میں فوجی خدمت کرنیکے بعد زار سکندر اول کا ملازم ہوگیا تھا۔

روانہ ہو کر مقام پراودی کے قریب بتاریخ ۲ مئی روسی جنرل روتھ کو شکست دی۔ اور پھر قصبہ مذکور کا محاصرہ کر لیا۔ اس معرکہ میں ترکی فوج نے کمال شجاعت اور دلاوری ظاہر کی مگر افسروں کی نا قابلیت کی وجہ سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکی۔ ڈی بٹش نے پراودی کے محاصرہ کی خبر سنکر سلسٹریا کے محاصرہ پر جنرل کرسکی کو مامور کیا۔ اور خود فوج کا زبردست دستہ ہمراہ لیکر روسی فوج محصور کی کمک کو روانہ ہو گیا۔ اور چند نشاندار کوچ کر کے شوملہ اور پراودی کے درمیان ایک مناسب مقام پر قابض ہو گیا۔ جہاں سے نکالنے کیلئے وزیر نے اسطرف کا رخ کیا۔ اور ۱۱ جون کو فریقین میں قلعہ شوملہ کے میدان میں مقابلہ ہو گیا۔ لڑائی دیر تک ہوتی رہی۔ اور کبھی فتح کا پلڑا کبھی ایکطرف اور کبھی دوسری طرف کو جھک جاتا رہا۔ آخر ترکوں کو کامل زک پہنچی۔ اسلیئے نہیں کہ ترکی سپاہی روسیوں سے کمزور ثابت ہوئے۔ بلکہ محض اس لئے کہ ڈی بٹش بحیثیت سپہ سالار رشید پاشا سے زیادہ قابل تھا۔ وزیر اعظم ہزیمت خوردہ فوج کے ساتھ شوملا کو ہٹ گیا۔ اور وہاں اُس سے ایک ایسی غلطی سرزد ہو گئی جسکا خمیازہ سلطنت عثمانیہ کو بری طرح سے اٹھانا پڑا۔ اوسنے یہ سوچکر کہ روسی سپہ سالار مزید پیشقدمی کرنیسے پہلے ضرور شوملہ پر حملہ کرے گا۔ اور یہاں اوسکے مقابلہ کیلئے کافی فوج نہیں ہے تقریباً تمام اون دستوں کو جو کوہ بلقان کے مختلف دروں کی حفاظت پر مامور تھے شوملہ بلا لیا۔ اور دروں کی نگہبانی پر تھوڑے تھوڑے سے سپاہی رہنے دیئے۔ اس مہلک غلطی سے ڈی بٹش کو سلسلہ کوہ بلقان سے جسے اب تک سد سکندری اور ناقابل گذر سمجھا جاتا تھا گذر جانیکا موقعہ ملگیا۔ چنانچہ سلسٹریا کے سر ہوتے ہی جسے جنرل کرسکی نے ۲۶ جون کو ماہ کر کے فتح کیا جسوقت وہانکی محاصرہ کنندہ فوج آزادی ڈی بٹش سے آملی اوسنے بلقان کو عبور کرنے کی تیاری کر لی۔ اور اس دلیرانہ پیشقدمی سے محاربہ کا فیصلہ کر دیا۔ لیکن یقینی امر ہے کہ اگر بحیرہ اسود اور بحیرہ مجمع الجزائر ترکی بیڑوں سے خالی اور اول الذکر روس اور دوسرا اوس کے معاونوں اور بیڑوں کے امرا بحر کے تصرف میں نہ ہوتا تو ڈی بٹش اوس چیرہ دستی کے باوجود جو اُسے اپنی اعلیٰ قابلیت سے حاصل ہو گئی تھی۔ بلقان کو عبور کرنے کی کبھی جرأت نہ کرتا۔ اس بحری اقتدار سے اوس کیلئے بہت آسانیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ فروری میں روسی بیڑہ نے بحیرہ اسود کے مغربی ساحل کی مشہور بندرگاہ سیزوپول کو جو بلقان کے جنوب میں واقع ہے۔ اچانک حملہ آور ہو کر فتح کر لیا تھا۔ اور جولائی میں روسی بیڑہ وافر سامان حرب اور رسد لیکر خلیج برغاس میں پہنچ گیا تھا جس سے ڈی بٹش کی فوج کو پہاڑی دروں میں سے گذرتے وقت اپنے ساتھ رسد و گودام کی گاڑیاں نہ لیجانی پڑیں۔ وہ خواہ بحیرہ اسود کے ساحل کیطرف پیشقدمی کرتا۔ یا بحیرہ مجمع الجزائر کے ساحل کیطرف سمندر کے رستہ اسکو ہر قسم کا سامان پہنچ سکتا تھا بلکہ اوس کیلئے پہلے سے پہنچا دیا گیا تھا۔ ڈی بٹش نے وزیر کی فوج متعینہ شوملہ کی نگرانی کرتے رہنے کیلئے دس ہزار فوج شوملا کے بالمقابل چھوڑ دی۔ اور بقیہ ماندہ کو لیکر آگے بڑھ گیا۔

مگر لڑائی کے علاوہ بیماری و تعاقب سے اسقدر آدمی ضائع ہو چکے تھے کہ باوجودیکہ ڈینیوب سے گذرتے وقت وہ ڈیڑھ لاکھ فوج ساتھ لایا تھا متذکرہ صدر دس ہزار کو پیچھے چھوڑنے پر اوس کے پاس صرف تیس ہزار آدمی باقی رہ گئے تھے جو اہم کام کیلئے کم

یہ فوج بہت کم تھی لیکن انہی سوچ لیا کہ فتح سلسٹریا اور قلعہ شمنو اسے غنیم بہت کچھ مرعوب ہوگیا ہو اہے - اور جب وہ دیکھیگا کہ روسی اوس مزاحمت سے بھی عہدہ بر آئے ہین جو ناقابل گذر سمجھی جاتی تھی تو اون کے اوسان چھوٹ جاینگے اوسکا یہ خیال غلط نہ نکلا - اور اوسکی پیشقدمی کا اخلاقی اثر اوس کے عین حسب توقع پڑا - مزید برآن انہی اچھی طرح سے معلوم تھا کہ قسطنطنیہ اور دیگر بڑے بڑے شہرون کے علاوہ البانیا اور رومیلیا کی افواج کے افسرون مین بھی بے حد نارضی اور شورش پھیلی ہوئی ہے انہی باتون سے حوصلہ پکڑکر اُسنے آخر تاریخ ۱۱ جولائی اپنی فوج کو متعدد دستون مین تقسیم کرکے اونہین نے الفور ا ور چوری چوری پہاڑ کو مختلف درون کیطرف بڑھا دیا - جو نو دن کے بعد علیحدہ علیحدہ درون سے گذر کر پہاڑ کے جنوب مین پہنچ گئے اسمین ملکی ترکی نگرانی کنندہ دستون کی جمعیت ہی کیا تھی - وہ خفیف سی مزاحمت کی نقد تیغ کر دیئے گئے - اور جب روسیون نے مشرقی بلقان کی چوٹیون سے خلیج برغاس کی روشن سطح پر اپنے جہازون کے جھنڈون کو لہراتے دیکھا تو اونکی پرجوشی اور مسرت کا کوئی حد وحساب نرہ گیا - اور اون کے قدم ایسے ہلکے اٹھنے لگ گئی کہ گویا سامنے کوئی غنیم موجود ہی نہین - یا اگر کوئی ہے تو کچھہ حقیقت نہین رکھتا - اور فی الحقیقت اونکی پیشقدمی ایک مسلسل فاتحانہ کوچ بن رہی تھی لیکن ایسا ہونیکے اونکی حالت دن بدن سخت سقیم اور خطرناک بنا رہا تھا - مرض سہال اور طاعون جنہین ساتھ لائے تھے ہر روز سینکڑون کو لقمۂ اجل بنا رہے تھے - مگر بدقسمتی سے یہ کمزوری ترکون کو معلوم نہ تھی - اونہین خیال تھا کہ کم ازکم ایک لاکھہ روسی بلقان سے عبور کرآئے ہین - اور یہ یقینی امر ہے کہ وہ شوملہ چھوڑنے سے پہلے وزیر کی فوج کو ضرور نیست ونابود کرآئے ہونگے - واثر ولی قسمت سے عقل وہوش اور دیگر حواس کے ساتھہ ہی ترکون کی قوت باصرہ مین بھی فتور آگیا تھا - تصبہ سیپوری کے پاشانے ایک افسر ڈی تبلش کی فوج کی جمعیت معلوم کرنیکے لئے روانہ کیا جس نے بعالم خود دیکھا واپس آکر جواب دیا "دشمن کے سرونکی نسبت جنگل کے پتون کا شمار زیادہ آسان ہے" اللہ اکبر - مبالغہ بھی ہو تو ایسا ہی - خداوند کریم اس ایشیائی شاعری اور مبالغہ پسندی کا ستیاناس کرے یہ نہ ہزارون گھرانون کا ہی نہین سینکڑون سلطنتون کا بھی ستیاناس کرچکی ہے - مگر زیادہ تر افسوس ون نااہلون پر ہے جنہون نے مسلمان کہلانیکے باوجود صرف شخص واحد کی روایت پر اعتبار کرلیا - حالانکہ شریعت نے اوس سے سواد دسنے معاملہ کی صداقت کی امتحان کیلئے دو بالغ وعاقل مردون کی شہادت کو ضروری اور لازمی قرار دیدیا ہے - اس خبرنے رہے سہے ہوش غایب کردیئے - اور روسی سیپوری - برغاس اور انجمین بندر آیدوس پر تقریبا بلا مزاحمت قابض ہوگئے - ساحل سے ڈی تبلش اندرون ملک کیطرف بجانب ایڈریانوپل کوچ کیا - اور ۲۰ - اگست ۱۸۲۹ء کو حالانکہ انہین ایک لاکھہ باشندے اور دس ہزار سپاہ موجود تھی - یورپین ٹرکی کے سابق دارالخلافہ اور زمانہ حال کے دوم شہر (ایڈریانوپل) نے بے بہانہ اسے کم وبازدہ ازخفیف ولاچار روسیون کی اطاعت قبول کرلی اور وہان سے ڈی تبلش نے چند دستہ روانہ کرکے دیموتیکا - اسپالا - اور بحیرۂ مجمع الجزائر کے بندر آینوس پر قبضہ کرلیا جس سے اوس کا میمنہ بحیرہ مذکور کے ساحل پر بمقام آینوس قلب بمقام ایڈریانوپل اور میسرہ بحیرۂ اسود کے ساحل پر بمقام برغاس مین

قایم ہوگیا۔ اور قسطنطنیہ۔ باسفرس اور ڈارڈنیلز اوسکی لپیٹ مین آگئے۔ ڈی تبش نے اس موقعہ پر نہایت دوراندیشی اور فرزانگی سے کام لیا۔ اونہون نے اپنی کسی سپاہی کو ترکی قصبات پر قابض ہونے وقت یا رومیلیا مین سے گذرتے وقت باشندون پر ذرا سی بھی سختی کرنے دی۔ اور جو اسکا مرتکب ہوتا اوسکو سخت سزا دیتا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ احسان فراموش عیسائی باشندون نے تو خیر لازمی طور پر خوش ہونا تھا مسلمان باشندون نے بھی جب دیکھا کہ اونکا ننگ و ناموس اور جان و مال سب طرح سے محفوظ ہے اور اونکے مذہبی اور معاشرتی معاملات مین کسیطرح کی دست اندازی نہین کیجاتی تو وہ اپنے اپنے کاروبار مین مصروف ہوگئے۔ اگر ڈی تبش ایسا نہ کرتا تو اوسکی قلیل المقدار اور بیمار فوج مسلمان باشندون کے ساتھ ہی متفرق لڑائیان کرنے مین نیست و نابود ہوجاتی۔ اس تمام کمزوری کے باوجود اونہون نے مرعوب دشمن پر اپنی طاقت کا خوب سکہ بٹھا رکھا۔ اور قابل تعریف مصنوعی استقلال و خود اعتمادی اور توجہی نمایش سے روز افزون ضعف اور سخت خطرناک اندیشہ کو بڑی عمدگی سے چھپایا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر قسطنطنیہ پر پیشقدمی کیگئی تو یہ راز زیادہ عرصہ نہان نہین رہیگا قسطنطنیہ مین اوسکی مورچہ بندی کی مضبوطی اور استواری کے علاوہ اب اسقدر فوج جمع ہوگئی تھی۔ اور وہان کی مسلمان آبادی جو روسی فوج کو دیکھتے ہی لازمی طور پر سر فروشی پر کمربستہ ہوجاتی اسقدر زیادہ تھی کہ وہ وہان کامیاب ہونیکا خواب مین بھی گمان نہین کر سکتا تھا۔ مزید برآن عقب مین بمقام شوملا وزیر کی فوج اوس روسی فوج سے جو اوسکی نگرانی کیلیے چھوڑی گئی تھی بہت زیادہ تھی۔ اور بازو پر اسکودری کا پاشا مصطفے تیس ہزار جان نثار البانوی فوج کے ساتھ موجود تھا۔ یہ پاشا ابتک باب عالی کے احکام کی تعمیل سے انکار کرتا رہا تھا مگر اسکا زمانے کے برابر قائم رہنے پر بھروسہ کرنا صریح حماقت تھی یہیں ڈی تبش کو بیٹھے بٹھائے جو عجب خطرناک مخمصہ مین پھنس گیا تھا اب صرف دو صورتین ہین صلح یا تباہی۔ اور حصول صلح کیلیے اسکو بظاہر کمال سرگرمی سے مشغول پیکار رہنا لازمی تھا۔ لیکن اگر اوس کے طالع یاور نہ ہوتے تو یہ بناوٹ بھی کب تک نبھ سکتی تھی۔ اوسکی خوش قسمتی سے قسطنطنیہ مین سخت تشویش اور بدامنی ہی مستولی نہین ہو رہی تھی۔ بلکہ ترکی مدبرین اور اکثر یورپین سفرا بھی روسی فوج کی اصل حالت سے محض بیخبر تھے۔ ڈی تبش کی اس کمال خطرناک اور جھوٹی فاتحانہ پیشقدمی کے برعکس ایشیا مین روسیون کو واقعی فتوحات حاصل ہوئی تھین۔ گو تصفیہ محاربہ پر کلہم اول الذکر ہی کا اثر پڑا اسی ۱۸۲۹ء کو محاربہ کے شروع مین ترکون نے اخالتزک پر حملہ کرکے شکست کھائی۔ اور روسی جنیلون نے اونکا تعاقب کرکے پہلے ارض روم اور پھر طرابزون کے پاشا کو پے در پے شکستین دین۔ اور آخر کو سغان لوک کو عبور کرکے چند معرکون کے بعد بتاریخ ۹ جولائی ارض روم کو فتح کر لیا جس کے بعد پاسکیوچ نے طرابزون کیطرف پیشقدمی شروع کر دی۔ ان دو طرفہ ہزیمتون کی خبر وان سے دار الخلافہ مین سخت ہلچل برپا ہوگئی جس سے فایدہ اوٹھا کر چند بدبختان ازل اور بدخواہان ملک و ملت نے جو ینگچریون کے ہوا خواہ تھے اس موقعہ نازک پر سلطان و سلطنت کے برخلاف بغاوت کرادینے کا انتظام کر دیا۔ مگر سلطان کو بروقت خبر لگ گئی۔ اور اوس کے اعلے پولیس افسر خسرو پاشا نے قتل عام کرکے اس سازش کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا۔ پاشا موصوف نے اس موقعہ پر بہت سختی سے کام لیا

نہ تھی۔ کام لیا۔ اور یہ کوشش کی کہ کوئی مجرم نہ بچ جائے۔ خواہ ایسا کرنے میں سینکڑون بیگناہ ہلاک ہوجائین لیکن اس سختی سے گو ناراضی کا علانیہ اظہار موقوف ہوگیا۔ مگر اندر ہی اندر اوسکی آگ زیادہ تیزی کے ساتھ پھیلتی گئی۔ اور سبکو یقین ہوگیا کہ اگر آج نہین تو کل یہ مواد ضرور پھوٹ پڑیگا۔ اور اگر اسمین شہر باشندون کے ہی ہاتھ سے غارت یا معدوم ہوجائے تو کچھ بعید نہین۔ اکثر سپاہی بھی میدانِ جنگ یا مقبوضہ قلعون سے دار الخلافہ کو بھاگ آئے ہوئے تھے۔ اور انکی شورہ پشتی سے سب کو زیادہ اندیشہ تھا۔

انگریز مؤرخین کا بیان ہے کہ یورپین سفراء بھی ٹرکی بیش کی جمعیت کی نسبت اُسی مغالطہ مین تھے جو ترکون کو ہورہا تھا۔ چنانچہ اِس امر کی تصدیق کسیقدر اون خطوط سے بھی ہورہی ہے جو فرنچ اور انگریزی سفراء نے ڈی بیش کو لکھے تھے۔ لیکن یورپین دول کے سفراء کی معمولی چالون کے لحاظ سے اگر کسی شخص کو اِس امر کے ماننے سے انکار ہو۔ اور اُسکو شک ہو کہ سفراء نے کوریا انمین سے اکثر یا بعض نے باوجود علم بناوٹی سہم و اندیشہ سے کام لیا تھا تو ہمارا شک کرنے مین اُسکو بالیقین غلطی پر نہین کہا جاسکتا۔ بہرحال یہ یقینی امر ہے کہ سفراء نے ٹرکی دربار پر جو پہلے سے ہی کچھ کم مرعوب و مرہوب اور حواس باختہ نہین ہورہی تھی سخت زور ڈالا کہ روس خواہ کیسی کڑی شرطین پیش کرے سلطان کو قبول کرکے پر رضامندی کرکے سلطنت کو کامل تباہی سے بچالو۔ اولوالعزم محمود اس بزدلانہ نصیحت کو ماننے سے عرصہ تک انکار کرتا رہا۔ اور جیسا کہ کریسی نے لکھا ہو کاشکہ اوس وقت اپنے مردانہ مشورہ سے سلطان کے مردانہ عزم کی پابندی کرتے رہنے کیلیئے اوس کے پاس ایک بھی وفادار دوست موجود ہوتا۔ مگر افسوس ایسا کوئی شخص موجود نہ تھا۔ برعکس اسکے سلطان پر چارون طرف سے صلح کرلینے کے مشورون اور تقاضون کی بھرمار ہورہی تھی۔ وہ جوانمرد تنہا کب تک ثابت قدم رہتا۔ آخر مان گیا۔ اور انعقادِ صلح کیلیئے خاص وکلاء روسی کیمپ کو بھیجدیئے گئے۔ ۲۹ اگست سنہ ۱۸۲۹ء کو جنگ ملتوی ہوگیا۔ اور پھر پرشیا اور انگلستان کی وساطت سے قطعی عہدنامہ صلح کی شرائط طے کیگئین۔ اور ۱۴ ستمبر سنہ ۱۸۲۹ء کو فریقین کے وکلاء نے عہدنامہ اڈریانوپل پر دستخط کردیئے۔

اس کے روسی یورپ مین بدستور دریاء پروتھ دونون سلطنتون مین حد فاصل رہا۔ مگر دریائے ڈینیوب کے دہانے اور وہان کے جزائر روس کو ملگئے جس سے وہ وسط یورپ اور بالخصوص آسٹریا کی تجارت کی اس بحری رستہ کے ناکہ کا مالک ہوگیا۔ دریائے ڈینیوب کے ڈلٹا (مثلث) کے اُس ساحل کیلیئے جو ترکی علاقہ کی طرف تھا قرار دیا گیا کہ وہ سات سات میل تک غیر آباد رکھا جائے۔ باقی تمام یورپین فتوحات واپس کردیگئین۔ اسیطرح ایشیا مین کیا گیا۔ مگر اناپا۔ پوٹی اضلاع اخالتزک و اخالکالکی روس نے اپنے پاس رکھے۔ حالانکہ زار نے اعلانِ جنگ مین حلفیہ بیان کیا تھا کہ وہ ہرگز کوئی علاقہ نہین لینا چاہتا۔ اِس علاقہ کے لینے سے جو دریائے کور کے طاس کے بالائی حصہ کو متصل ہے۔ علاقہ کاکیشیا کے جنگجو و بہادر باشندے نہ فقط ٹرکی بلکہ بحیرہ اسود کے بندرگاہون سے بھی جہان سے انہین بارود ہتھیار بہم پہنچتے رہتے تھے جدا ہوگئے۔ اور اِسطرح سے

اس علاقہ کے حصول سے روس نے بحیرۂ خضر اور بحیرۂ اسود کے درمیانی علاقون کے باشندون کو مطیع فرمان بنانے کیلئے راستہ صاف کرلیا۔ جارجیا۔ امریٹیا۔ منگریلیا اور گوریل کی نسبت بطور تاکید مزید عہدنامہ مین لکھا گیا کہ یہ اور کئی دیگر علاقہ جات کو جو عرصہ دراز سے دوام کیلئے روس سے ملحق ہین۔ ولیشیا اور مالڈیویا کے لیے قرار دیا گیا کہ آئندہ یہ ہسپوڈار مدت العمر کیلئے مقرر ہوا کرین۔ اور سلطان خاص خاص صورتون کے سوا موقوف نہ کیے جا سکین۔ اور اوس حالت مین بھی روس و باب عالی دونون کی متفقہ منظوری لازمی ہے۔ دریائے ڈنیوب کے شمالی (بائین) ساحل پر گرگیو وغیرہ مقامات مین جسقدر ترکی قلعے ہین اون کو مسمار کر دیا جائے۔ کوئی ترک افسر ان صوبون کے معاملات مین مداخلت نہ کرے۔ اور آئندہ کوئی مسلمان ان مین رہائش نہ رکھے۔ جو اس وقت وہان موجود ہین وہ ڈیڑہ برس کے اندر اپنے املاک فروخت کرکے ہجرت کر جائین۔ کچھ مزید مراعات سابقہ مراعات و شرائط کے علاوہ تھین جن کی تجدید پھر اس عہدنامہ مین کیگئی۔ الغرض یہ ایسے نام شہنشاہت زیر قلیل الحق سالانہ خراج کے سوا ان صوبون کو ٹرک سے یکطرح سے مطلق آزاد کر دیا گیا۔ اور خراج کی نسبت بھی یہ کر لگا دیگئی کہ تاریخ عہدنامہ سے دو سال تک نہ لیا جائے۔ سرویا کی نسبت شتم دفعہ مین لکھا گیا کہ عہدنامہ آق کرمان مین اہل سرب کی نسبت جو شرائط قرار پائی تھین اون پر فی الفور عملدرآمد کیا جائے۔ اور سلطان خط شریف صادر کرکے جسکی نقل ایک مہینہ کے اندر دربار روس کو بھیجدی جائے شرائط مذکورہ کی قطعی تصدیق کر دین۔ روسی تجارتی جہازون کو بحیرۂ اسود سے بحیرۂ روم جانے کی آزادی دیگئی۔ اور قرار پایا کہ باب عالی روسی سوداگرون کے نقصانات کے معاوضہ مین ایک کروڑ ساٹھ لاکھ فرنک چار قسطون مین ادا کرے۔ جو روسی رعایا تاجر ٹرکی مین مقیم ہون یا سیاحت کرین وہ ٹرکی قوانین یا حکام کی تابع نہ ہونگے بلکہ روسی سفرا اور قونصلین کے احکام کے پابند ہونگے۔ ترکی حکام کسی روسی جہاز مین خواہ وہ ترکی سمندر مین ہو یا کسی کی بندرگاہ مین داخل نہ ہونگے۔ روسی تاجر (حالانکہ اوس وقت ٹرکی مین ایک روسی تاجر نہ تھا۔) صرف اسباب پر تین فیصدی محصول دین گے۔ باب عالی کل خطا کارون کو عام معافی عطا کرے۔ اور پچاس لاکھ پونڈ تاوان جنگ دس قسطون مین دے یعنی اس کے پاس فوجی۔ بحری و اندرونی درستی کیلئے کوئی روپیہ نہ رہنے دیا جائے۔ پہلی قسط کی وصول پر روسی اڈریانوپل خالی کر دینگے دوسری کی وصولی پر بلقان سے عبور کر رہین گے۔ اور آخری قسط کی وصول پر عثمانیہ قلمرو سے قطعًا باہر ہونگے یعنی بالفاظ دیگر دس برس ولیشیا اور مالڈیویا پر قابض رہین گے۔

یونان کی نسبت سلطان نے عہدنامہ لنڈن کی شرائط اور دول کے تصفیہ کو منظور کر لینے کا اقرار کیا۔ اور دو ان چند مہینون کی باہمی نامہ و پیام کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ یونان کو بالکل آزاد قلمرو بنا دیا جائے۔ ٹرکی کی طرف اس کی حد خلیج وولو اور خلیج آرٹا کے درمیان قائم کیگئی جس سے تھیسلی و البانیا ٹرکی کے سرحدی صوبے بن گئے۔ جزائر یوبیا۔ اسپوراڈیس اور سائکلاڈیس بھی نئی ریاست کے حوالہ کیے گئے۔ جزائر ایونین[1] انگلستان کی تحویل مین رہے۔ اور کریٹ اور دیگر جزائر باب عالی کے پاس

[1] ان جزائر کا سابق مین پہلے کئی دفعہ ذکر ہو چکا ہے۔ یہ تعداد مین سات ہین۔ کارفو۔ سفالونیا۔ زانٹی۔ سینٹاموا۔ اتھاکا۔ سیریگو۔ پیکسو

رشوت دیئے گئے انہیں سے کریٹ کو سلطان نے مصر کے پاشا کی ولایت میں شامل کر دیا ہوا تھا سلطان نے اس تصفیہ کو سنہ ۱۸۳۰ء میں منظور کر لیا۔ اور اوس وقت سے سلطنت عثمانیہ کے پہلو میں ایک اور بغلی گھونسہ موجود ہو گیا جس نے اپنے [illegible] کی طفیل سنہ ۱۸۸۲ء میں خود مختاری کو بھی حاصل کر لیا۔ اور سنہ ۱۸۹۷ء میں ترکوں سے شکست اٹھانے اور تاوان جنگ ادا کرنیکے باوجود سنہ ۱۸۹۷ء کے اخیر میں چار ایسا اندرونی دول یورپ (فرانس، انگلستان، روس اور اٹلی) نے جزیرہ کریٹ کو بھی جسکی وجہ سے ہی سال ماقبل میں ہنگامہ کارزار برپا ہوا تھا شاہ یونان کے دوسرے فرزند جارج کے حوالہ کر دیا یعنی انکو آخر کار یونان سے ملحق ہو جانیکیلئے رستہ تیار کر دیا۔

عہدنامہ ایڈریانوپل کی شرائط ہی ایسی سخت اور ذلت بخش تھیں کہ معمولی جسارت کا فرمانروا بھی انہیں دیکھ کر چشم پر آب ہو جاتا۔ یہ جاننا چاہیئے کہ محمود مرحوم جیسے غیور اور جری کو ایسی ذلت کا مقابلہ کرنا پڑا۔ چنانچہ جب انہوں نے اس عہدنامہ پر دستخط کیئے تو اوس جوانمرد کا استقلال اور حوصلہ جو بڑے بڑے خطرات سے نہ گھبرایا تھا قائم نہ رہسکا۔ اوسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے

بقیہ حاشیہ صفحہ (۳۹۹) یہ مجموعہ یونان کے مغرب میں واقع ہے کارفو سب سے بڑا ہے۔ رقبہ ۱۴۳ میل مربع اور آبادی تقریباً [illegible] لاکھ ہے یہ جزائر سنہ ۱۸۰۱ء تک سلطنت وینس کے مشرقی حصہ کے ماتحت رہے۔ بعد ازاں اٹلی کے جنوبی ضلع کالابریا کے ڈیوک نے ان پر قبضہ کر لیا پھر متعدد تغیرات اور انقلابات کے بعد پندرہویں صدی میں وینس کی جمہوری ریاست نے ان پر قبضہ کر لیا۔ معاہدہ کامپوفورمیو کے رو سے سنہ ۱۷۹۷ء میں وینس کے مقبوضات کا آسٹریا و فرانس میں تقسیم ہو جانا اور ان جزائر کا نپولین کے حصہ میں آنا اور پھر ترکی روس اور فرانس کے پاس رہنے کے بعد انگلستان کے زیر قبضہ ہو جانیکا متن میں ذکر ہو چکا ہے۔ سنہ ۱۸۵۸ء میں باشندگان نے جو سب کے سب یونانی کلیسا کے تھے۔ انہی عیسائی حکمران سلطنت یعنی انگلستان کی حکومت و حمایت کے برخلاف بغاوت کر دی جسے وہاں کے انگریز گورنر سر ہنری وارڈ نے بزور شمشیر فرو کر دیا۔ مگر ناراضی بدستور زوروں پر رہی جسپر مسٹر گلیڈسٹون کو خاص کمشنر بنا کر تحقیقات اور رعایا کا عندیہ معلوم کرنیکے لیئے موقعہ پر بھیجا گیا۔ باشندوں نے یکزبان ہو کر کہا کہ جب تک ان جزائر کو یونان سے ملحق نہ کر دیا جائیگا اور انگلستان قبضہ نہ چھوڑیگا ہم کبھی رضامند اور مطمئن نہیں ہونگے۔ انگلستان کہ جس نے یونان کو ترکی سے آزاد کرا کر مستقل سلطنت بنانے میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا یہ جواب تازیانہ عبرت تھا مگر افسوس مذہبی یگانگت ہمیشہ پالیسی پر غالب آ جاتی ہے ورنہ ترکی کے باغی ہمسایوں کی مدد کرنے سے اب تک باز نہیں آیا اور اس طرح سے اپنے رستہ میں کانٹے بوتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ سب سے آخری ترکی علاقہ جسپر اوس کی نظر عنایت مبذول ہوئی ہے جزیرہ کریٹ ہے۔ اور دیکھئے ابھی کس وقت یہ جابرانہ اور

متعصبانہ مداخلت ختم ہوتی ہے ۔ خیر یہ تو جملہ
معترضہ تھا جب انگلستان کو یقین ہوا کہ
باشندے اپنے عزم سے کبھی نہیں ٹلیں گے تو سنہ ۱۸۶۴ء
تک اُن جزائر یونان کے حوالہ کر دیئے
(مؤلف)

اوڈرا ایسا مایوس و شکستہ دل ہوگیا کہ کئی ہفتون تک اپنی بابنفرسی محل واقع تھراپیا سے باہر نہ نکلا۔ تکمیل معاہدہ سے کچھ دنون بعد روسی سپہ سالار کی طاقت کی قلعی سب پر کھل گئی۔ اوس وقت سلطان کو جو اور رنج پہنچا ہوگا۔ وہ بآسانی قیاس کیا جاسکتا ہے اور اسمین کوئی کلام نہیں کہ اگر ایسا معاملہ کسی یوروپین بادشاہ کو پیش آتا تو وہ فوراً عہدنامہ وغیرہ کو بالائے طاق رکھکر اپنے دشمن کو ملیامیٹ کر دیتا۔ یا کم از کم عہدنامہ سے فوراً منحرف ہو جاتا۔ مگر محمود کے دل مین اوس کے اسلامی اخلاق نے ایسی انحراف کا خیال تک بھی نہ گذرنے دیا۔ خواہ عام دنیادار کچھ ہی کیون نہ کہین۔ اور اہل یوروپ اپنی بے ایمانیون کے باور ہوتے رہنے پر کتنی ہی خوشی و فخر کیون نہ ظاہر کرین۔ مگر یہ امر یقینی ہے کہ صدہا سے دشمنون اور صعب ترین دشمنون کے نرغہ مین مبتلا۔ اندرونی مشکلات مین محصور اور زمانہ کی ترقیات جدیدہ مین پسماندہ ہونیکے باوجود سلطنت عثمانیہ کا اب تک موجود و قائم رہنا اسی ایمانداری نیک نیتی اور پاس سخن کی طفیل ہے یہ اخلاقی خوبیان جو اسلام کا لازمی خاصہ ہین اگر ان مین نہ ہوتین تو خواہ وہ مادی ترقی کے معراج پر ہی کیون نہ پہنچ گئے ہوتے اونکا وجود اب تک بالیقین ناپید ہوگیا ہوتا۔

روسی فوج مین وبا اسقدر زورون پر تھی کہ صلح کا عہدنامہ ہونے تک ڈی اب سک کو بابین صرف پندرہ سولہ ہزار سپاہی رہگئے اور جب ایڈریانوپل سے روانہ ہونیسے پہلے نومبر مین اوسنے اپنی فوجکا عام جایزہ لیا تو بمشکل تیرہ ہزار سپاہی بہم کرے اوس مین جمع ہوسے اس سال کے محاربہ مین دیگر روسی جنیلون کی فوجون کو بھی وبا و طاعون سے ایسا ہی سخت نقصان پہنچا۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ان دو اڑہائی لاکھ روسیون مین سے جو بلاد عثمانیہ پر حملہ آور ہوئے تھے صرف دس یا پندرہ ہزار روسی دریاء پروتھہ کو پھر عبور کرکے اپنے ملک کو واپس گئے۔ یعنی اونکی تقریباً ساری کی ساری فوج اس دوسرے محاربہ مین تلف ہوئی۔ عہدنامہ ہوجانیکے بعد سکوترلے (البانیا کا صدر مقام ہے) کے پاشا نے اوس قبول کرنیسے انکار کر دیا۔ یہ پاشا ینگچری تھا۔ اور اوس کے پاس تیس ہزار البانوی فوج جمع تھی۔ سلطان کے حکم پر ملک تیت کو باغیون کی حملہ سے بچانے کے لئے لڑائی مین شریک نہین ہوا تھا۔ وہ کوتاہ اندیش جرأت اور اولوالعزمی کے استقلال سے تنہا یہ تجویز کی توقع تھا۔ یہ جانتا تھا توقع رکھے بیٹھا تھا کہ سلطان ضرور روس سے مجبور ہوکر پھر سابقہ انتظام اور اونکی ینگچریون کو بحال کر دینے کی شرط پر اوسکی رضا اور یہ ماتحتون سے مدد کا منتظر ہوجائے گا۔ مگر سلطان نے ایک عارضی مصیبت سے بچنے کے لیے سلطنت کو قیام سے ناامید ہونا منظور نہ کیا۔ اور جب اوسقدر معلوم ہوا کہ آخر عہدنامہ ہوگیا۔ پاشا مذکور کچھ عرصہ انکار پر ثابت قدم رہا۔ اپنی البانوی فوج سے روسیون پر حملہ کردینے کی دہمکی دیتا رہا۔ مگر کیا اوس کمبخت نے کچھ بھی نہ۔ کل مورخ تسلیم کرتے ہین کہ اگر وہ حملہ کر دیتا تو ڈی اب سک کی فوج مین سے ایک متنفس زندہ نہ بچتا۔ حملہ کردینے کی صورت مین اوسپر غالباً کوئی الزام بھی وارد نہین ہو سکتا تھا۔ بہرحال اگر یہ شخص وفاداری کو ہاتھ سے نہ دیتا۔ یا بعد مین ہی روسیون سے لڑائی کر دیتا۔ بلکہ اگر اور کچھ بھی نہ ہوتا صلح کی ہی سلسلہ جنبانی نہ ہوتی۔ اور سلطان پہ مستعد صلح کیلئے روسی سپہ سالار کے پاس سفیر بھیجنے کے لئے مستعد ہوا تو ڈرالا

تو روسیون کا نجرآ آگے بڑہ سکتے تہے اور نہ پیچھے جا سکتے تھے صرف باہمی خاتمہ کر دیتی۔ اور اس محاربہ کا انجام ترکون کے حق مین بہتر ہوتا اور جس طرح سات برس پہلے کہ پیرو کے مقام پر روکنے والے محاربے میں جس مین پطرس اعظم نرغے میں پھنس گیا تھا۔ بدرجہا بہتر اور مفید ہوتا۔ یورپ مین میدان جنگ مین اسطرح سے کامیاب ہوتے سے ٹرکی ایشیائی علاقہ مین روسی جرنیل پاسکیوچ کی فتوحات کو باوجود محاربہ کو ۱۸۳۰ء تک آسانی روس کے برخلاف قایم رکھ سکتی۔ اور سنہ ۱۸۳۰ء وہی برس ہے جس مین اہالیان پولینڈ نے روسی حکومت کی جوئے کو گردن سے اتار پھینکنے کیلئے کسی دوسرے کی مدد کے بغیر اپنی ہمت سے آخری جان توڑ کوشش کی تھی۔ اور زار نکلس اول کو اوس کو مقابلہ کے لیئے اپنی کل طاقت سے کام لینا پڑا تھا۔ اور ڈیبی آب سک اس مقابلہ مین ہلاک ہوا تھا۔ ادہر فرانس مین دوسرا انقلاب عظیم اسی سال ظہور پذیر ہوا تھا جس سے خاندان بوربون کا آخری بادشاہ چارلس دہم جو روس کا بہت معاون تھا معزول کر دیا گیا تھا۔ الغرض اگر اگست ۱۸۲۹ء مین ایک معتبر قاصد بھی ایڈریانوپل سے قسطنطنیہ پہنچ جاتا۔ یا سلطان محمود چند روز اور اپنے عزم پر مستقل رہتا جس صورت مین بھی یقینًا اصل حقیقت کچھہ دنون بعد معلوم ہو جاتی اور اسطرح یہ لڑائی ۱۸۳۰ء تک طول پکڑ جاتی تو دنیا کی تاریخ کا کل رنگ ہی بدل جاتا۔ پولینڈ غالبًا آج پھر ہمین آزاد ریاست دکھائی دیتا مصر کی بغاوتون اور مصری مسئلہ کا نام بھی نہ سننے مین نہ آتا معاہدہ خونکار اسکلہ سی کبھی وقوع مین نہ آتا۔ نہ انگلستان اور فرانس کو ۱۸۵۴ء مین روس کے برخلاف لڑائی کرنی پڑتی نہ مسئلہ مشرقی اسقدر طول پکڑتا نہ سلطنت عثمانیہ یورپ۔ افریقہ اور بحیرہ روم مین آج دنیا کو اسقدر محدود نظر آتی۔ اور نہ یورپین مسیحی طاقتون کی رقابت اور حرص وطمع جو نہ صرف مسلمان اور غیر یورپین اقوام کے لیئے ہی وبال جان ہو رہی ہین بلکہ کل دنیا کا امن اور خود انکی اپنی سلامتی بھی اس رقابت اور حرص کیوجہ سے سخت خطرہ و اندیشہ کی معرض ہو رہی ہے آج اسقدر جولانیون پر ہوتین۔

جنرل مفلکی کا بیان ہے کہ روسیون کو ایڈریانوپل تک پہنچنے کیلئے پچیس کروڑ روپیہ اور پچاس ہزار آدمی خرچ کرنے پڑے تھے۔ باینہمہ اونکی حالت ایسی نازک ہو رہی تھی کہ اگر محض خوش قسمتی مددینہ ہوتی تو اس کل خرچ پر پانی پھر گیا تھا۔ اس عجیب و غریب کامیابی پر روسی گورنمنٹ کا دماغ عرش پر پہنچ جانا طبعی امر تھا۔ اوسے یہ بالکل فراموش ہو گیا کہ باعث فتح تو کجا ایک وقت تجبر سیٹ واپسی کی امید بھی موہوم ہو رہی تھی۔ گورنمنٹ مذکور کی تعلی اس باضابطہ مراسلہ سے جو ۱۲ فروری ۱۸۳۰ء کو روسی وزیر خارجہ نے زار کے بھائی کو لکھا بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ اوس کے الفاظ حسب ذیل ہین:۔

"قسطنطنیہ پر پیشقدمی کرنا اور سلطنت عثمانیہ کو برباد کر دینا محض ہماری مرضی پر منحصر تھا۔ کوئی دوسری طاقت ہماری مزاحم نہ ہوتی نہ کسیطرح کے اندیشہ و خطرہ سے ہمین مقابل ہونا پڑتا۔ مگر زار کی رائے مین سلطنت مذکور کو اسقدر کمزور کرکے یورپ مین قایم رہنے دینا کہ روس کی حمایت قبول کر لینا اوس کیلیئے ضروری ہو جائے۔ اور آئندہ وہ ہماری خواہشون کے مطابق کار بند ہوا کرے ہماری پولیٹیکل و تجارتی اغراض کیلیئے اوس سے بہتر ہے۔ کہ ہم ایک وسیع علاقہ اپنی سلطنت مین ملحق کر لیتے یا سلطنت عثمانیہ کی بجائے چھوٹی چھوٹی عیسائی ریاستین قایم کرا دیتے۔ جو ریاستین یقینی امر ہے کہ تھوڑے سے عرصہ کے بعد ہی طاقت ور

اور صنعت و حرفت اور ثروت مین ہماری رقیب اور ہم پلہ ہو جاتین"

افسوس روسی گورنمنٹ اس پالیسی پر بھی قائم نرہی اور بہ کا خمیازہ اوٹھا رہی ہے۔ کونٹ نیسلروڈ روسی وزیر خارجہ اور نزانکلس کے آخری قیاس کی تصدیق رومانیا اور بلگیریا کی موجودہ حالت سے بخوبی ہورہی ہے جو اگرچہ ابھی تک روسیا کی رقیب نہین ہوسکین مگر اس کوشش مین مصروف ہین۔ اور کم از کم اوسکی دست نگر نہین رہ گئین۔ باقی رہا یہ امر کہ آیا ان عیسائی صوبون اور اونکی رعایا کو جو ٹرکی سے آزاد ہین فے الواقع پہلے سے کوئی زیادہ آسایش حاصل ہوگئی ہے۔ اسکا جواب سرویا و یونان وغیرہ کے دیوالیہ پن اور متواتر اندرونی فتنہ و فساد اور خود عیسائی نویسندگان کے بیان سے بالوضاحت مل رہا ہے۔ تازہ ترین آزاد صوبہ بلگیریا کی کیفیت بست سالہ عہد حکومت سلطان عبدالحمید خان مین مفصل درج ہے سرویا اور رومانیا کی بھی حالت اخبار خوان پبلک سے پوشیدہ نہین۔ یونان کی نسبت ترکون کے مہا دشمن ڈیوک آف ارگائل کو سنہ ۱۸۹۷ء مین تسلیم کرنا پڑا تھا کہ یہ یونانی گورنمنٹ یورپ بھر مین بدترین گورنمنٹ ہے۔ اس وقت بھی جو کچھ اسکی کیفیت ہے وہ تاریخ جنگ روم و یونان[1] سے معلوم ہو سکتی ہے +

انتزاع الجزائر اور فرانس کی بے ایمانی

نپولین کی دوبارہ ہزیمت کے بعد فرانس کا تاج و تخت سنہ ۱۸۱۵ء مین پھر پرانے خاندان بوربون کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ لوئی ہشتم دہم نے عنان حکومت ہاتھ مین لیتے ہی لیوانٹ مین پھر اقتدار کو بہ سابقہ منزلت دلانیکی کوشش شروع کر دی شام کے مارونی عیسائیون سے ارتباط بڑھایا گیا اور بیت المقدس کے متبرک مقامات کی حمایت کی تجدید کرکے قبر مسیح کے گرجے کے راہبون کے وظیفے مقرر کر دیے گئے دوسری طرف سلطان کو اسکی مجوزہ اصلاحات مین مدد دینے کے علاوہ محمد علی پاشا مصر کو اوسکی فوج۔ مدرسون۔ سلحہ خانون اور کارخانون کیلئے اسر۔ پروفیسر اور انجینیر بہم پہنچا کر فرانس کا دوست بنا لیا گیا۔ مگر نپولین کے انحطاط کے زمانہ مین انگلستان اور روس کا غلبہ اس طرف اسقدر بڑھ چکا تھا کہ لوئی ہشتدہم کی کوششین چندان بار ور نہوئین ان دونون سلطنتون کے علاوہ آسٹریا کو بندر وینس پر اور اٹلی کو بندر جنوا پر قابض ہو جانے کی وجہ سے جو دونون شہر زمانہ وسطی مین ایسی زبردست بحری جمہوری ریاستون کے صدر مقام تھے کہ دنیا مین اور کوئی بحری طاقت اوس وقت اونکی ہم مقابل نتھی بحیرہ روم کے کنارہ پر بامو قعہ منفذ مل گئے تھے۔ اور ان سے فایدہ اوٹھا کر ان دونون رومن کیتھولک سلطنتون نے بحیرہ مذکور کے سواحل پر جابجا قونصل خانے۔ گودام گھر اور کنائس تیار کر لیے تھے۔ ان حالات کو دیکھکر فرنچ گورنمنٹ پر واضح ہو گیا کہ وہ روس یا انگلستان کے اتحاد کے بغیر لیوانٹ مین پھر سابقہ اقتدار حاصل نہین کر سکتی۔ اوسنے لوئی شانزدہم کی اوس پالیسی کو جو اوسنے معزولی سے پہلے سلطنت عثمانیہ کے متعلق اختیار کرلی تھی پسند کرکے روس کے اتحاد کو ترجیح دی۔ اور یہ ارتباط چارلس دہم کے عہد مین جو اپنے بھائی لوئی ہشتدہم کے بعد ۱۸۲۴ء

[1] المعروف بحاربات تھسیلی +

تخت نشین ہوا جسقدر بڑھ گیا تھا۔ اوسکا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ یونان کے معاملہ مین گو دست اندازی پہلے انگلستان نے کی تھی مگر اُسے آزادی درحقیقت اسی انبساط نے دلائی تھی۔ اور یہ بھی پہلے سے فیصلہ ہو چکا تھا کہ اگر انگلستان مخالفت کرے تو روسی و فرنچ بیڑے انگریزی بیڑہ پر حملہ کر دین۔ عام افواہ ہے کہ زار اور چارلس مین ٹرکی کی تقسیم کا بھی سمجھوتہ ہو گیا تھا۔ چارلس نے زار کا قسطنطنیہ پر قابض ہو جانا منظور کر لیا تھا۔ اور زار نے چارلس کو فرانس کی حدود کو قدرتی سرحد یعنی دریائے رہائن تک وسیع کر لینے کی اجازت دیدی تھی۔ چارلس نے اپنے مین ایسا کر سکنے کی طاقت نہ پائی۔ کیونکہ اس صورت مین اُسے آسٹریا اور پرشیا سے نبرد آزما ہونا پڑتا۔ مگر حرص خاموش بھی بیٹھنے نہین دیتی تھی شکار کیلئے چارون طرف نظر دوڑائی۔ جو قدرتی طور پر ٹرکی پر پڑی جسے حال مین ہی اوس کے رفیق نے بہت ضعیف کر دیا ہوا تھا۔ عہدنامہ ایڈریانوپل سے تخمیناً گیارہ مہینے بعد فرانسیسی بیڑہ نے الجزائر پر حملہ کر کے ۵ جولائی ۱۸۳۰ء کو اوسپر قبضہ کر لیا۔ اور اس طرحسے براعظم افریقہ مین بھی ترکی مقبوضات کی انتزاع کی بسم اللہ شروع ہو گئی۔ شمالی افریقہ کی ان بربری ریاستون کے سلطانی حکومت سے عملی طور پر آزاد ہونیکے متعلق پہلے مفصل لکھا جا چکا ہے۔ تاہم وہان کا ڈے سلطان کو اپنا شہنشاہ اور خود کو اوسکا ایک عامل تسلیم کرتا تھا۔ اس غصب سے اس نے دو لاکھ میل مربع کا رقبہ اور تقریباً پچاس لاکھ کی آبادی رکھنے والا علاقہ ترکی حکومت سے جہانتک معاملات سے پایا جاتا ہے ہمیشہ کیلئے نکل گیا۔ مگر فرانس کو بھی یہ غصب کچھ پھلا نہین۔ اس ملک کو باجمعیت مسلمانون کو زیر کرنے مین اوسے جو جو کچھ مشکلات پیش آئین اور نامور محب ملک و ملت عبدالقادر نے اپنے وطن کی آزادی کو قائم رکھنے کے لیے جو جو انمردیان دکھلائین۔ ان کے بیان کیلیے ایک دفتر درکار ہے۔ انکا مختصر ذکر نیبو چراغ اسلام کے ترجمہ مین کیا گیا ہے۔ خلاصہ کلام فرانس کا اقتدار کہین بارہ پندرہ برس گذرنیکے بعد قائم ہوا۔ لیکن باوجودیکہ قبضہ کو اب تقریباً ساٹھ برس ہو گئے ہین۔ اس زرخیز صوبہ کی آمدنی وہان کے اخراجات کو بھی مکتفی نہین ہوتی۔ اور گورنمنٹ فرانس کو خاص فرانس کی آمدنی سے اس مقبوضہ پر روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اور کثیر التعداد فوج رکھنی پڑتی ہے ✦

سلطان بوجہ مسافت۔ اندرونی شورشون اور بحری کمزوری کی وجہ سے اس غصب کو روکنے سے بالکل عاجز تھا۔ تاہم اوسنے طاہر پاشا کو چند جہاز دیکر الجزائر کیطرف بھیجدیا۔ جو کچھ عرصہ بعد بے نیل مرام واپس آ گیا۔ چارلس اس بے ایمانی اور غداری کے بعد جو اُسنے اپنے ملک کے قدیم رفیق سے کی زیادہ عرصہ تخت پر نہ رہا۔ اسی سال کی جولائی مین انقلابی بغاوت شروع ہو گئی۔ اور سال کے ختم ہونے سے پہلے اُسے تاج و تخت خاندان اوریلینز کے شہزادہ لوئی فلیپ کے حوالہ کر دینا پڑا۔ اس حادثہ نے روس کے اتحاد کو جو چارلس کی معزولی سے بہت ناراض ہو گیا تھا چھوڑ کر انگلستان سے انبساط بڑھایا۔ اور ایک جدید عہدنامہ کے روسے جو کانفرنس کے بعد لنڈن مین ہوا۔ یونان اور اوس کے متصلہ جزائر کے رومن کیتھولک باشندونکی حمایت سے دستبردار اور اس شرط پر خوش ہو گیا کہ کیتھولک گرجون اور فرنچ مشنون کے املاک بحال اور رومن کیتھولک

بستیوں کو قائم رکھا جائے۔ اور ان کے حقوق و مراعات میں دست اندازی نہ کی جائے۔ بعد ازاں روس نے ٹرکی کو اکسانا شروع کیا کہ پولنڈ کی بغاوت سے فائدہ اٹھا کر روس پر حملہ کر دے۔ مگر جب یہ معاملہ دوسری یورپین طاقتوں کے کان تک پہنچ گیا تو وہ صاف مکر گیا۔ اور اپنے سفیر کو جس کی معرفت باب عالی کو اکسایا گیا تہا۔ واپس بلا لیا۔ اور اس بے ایمانی اور بزدلی سے لارڈ بائرن کے اون الفاظ کی صداقت کو جو اس نے یونانیوں کو مخاطب کر کے فرانسیسیوں کی بے ایمانی، طوطا چشمی اور خود غرضی کی نسبت کہے تہے صاف طور پر ثابت کر دیا۔ الجزائر کے غاصبانہ اور اس نامردانہ روش سے فرانس مسلمانوں کی نظروں میں اور بھی ذلیل ہو گیا۔

محمد علی کی بغاوت و جنگ قونیہ۔ روسی امداد۔ عہد نامہ خونکار اسکلہ سی۔ بغاوت مکرر۔ سلطان محمود کی وفات۔ ترکوں کی نہضت۔ عبد المجید کی تخت نشینی اور تصفیہ نزاع مصر

کل مورخین کا اتفاق ہے کہ یونان کی آزادی، الجزائر کی علیحدگی اور عہد نامہ اڈریانوپل کے باوجود اگر سلطان محمود ثانی کو دس برس بھی امن و آرام کے مل جاتے تو وہ اپنی اصلاحات کو مکمل کر لیتے اور سلطنت کو دوبارہ مضبوط بنا دینے میں کامیاب ہو جاتے۔ لیکن کاتبان تقدیر نے اس بلند ہمت کی قسمت میں ایک دن کیلئے بھی آرام یا یکسوئی حاصل ہونا نہیں لکھا تھا۔ الجزائر ایسی خالص اسلامی علاقہ پر کفار کے قابض ہو جانے سے اسلامی دنیا میں محمود کے اقتدار کو جو ضعف پہنچا تھا وہ حملہ کنندہ فرنچ سپہ سالار مارشل بورمونٹ کے اس اعلان سے جو اوس نے عرب باشندوں کے نام شائع کیا تھا اور بھی بڑھ گیا تہا۔ مارشل مذکور نے اعلان میں ظاہر کیا تھا کہ وہ الجیریا کو ترکوں کی غلامی سے آزاد کرانے کیلئے آیا ہے۔ یہ قاعدہ ہے کہ بد قسمتی عموماً ناہموار و لغزش ہوتی ہیں۔ ترکوں کی جبلت اور قومی غرور تو مشہور ہی ہے۔ یہ غرور سلطان کے حق میں اور وبال جان ہو گیا۔ انہیں سلطنت کی کمزوری اور متواتر قومی نقصانات کو اپنی ذاتی کمزوریوں پر محمول نہیں کرنے دیتا تھا۔ بلکہ تمام مصیبتوں کو سلطان کی فرنگیانہ بدعتوں اور پرانے رسم و رواج کی ترک سے منسوب کرتا تھا۔ مسلمان تقلید کے فقیر رہتے کو اپنے مذہب کا لازمی جزو سمجھے ہوئے تہے۔ اور مذہب کو ایسا نازک آبگینہ بنا رکھا تھا کہ ذرا ذرا سے معاملہ سے اوس کے چکنا چور ہو جانے کا یقین رکھتے تہے۔ چنانچہ جسقدر کوئی شخص راسخ الاعتقاد اور بزعم خود پکا مسلمان تہا۔ اوسیقدر اوس کا دل اس جدت یا بدعت پسند بادشاہ کی اطاعت سے زیادہ منحرف ہو گیا تہا۔ بوسنیا اور البانیا کے مسلمان جو کہ دیگر صوبوں کے مسلمانوں سے زیادہ جنگجو اور سرفراز تہے۔ ویسے ہی سب سے زیادہ متعصب یا تنگ خیال بھی تہے۔ اور اس لیے سنہ ۱۸۲۰ء اور سنہ ۱۸۲۱ء و ۱۸۲۲ء میں جابجا جو بغاوتیں ہوئیں ان میں اہالی بوسنیا و البانیا کی بغاوتیں سب سے زیادہ سخت تھیں۔ بغداد میں بھی سخت بغاوت برپا ہو گئی تھی۔ اور باشندگا

قسطنطنیہ کی تاریخی دار الخلافہ میں متواتر آتشزدگیوں سے ظاہر ہو رہی تھی۔ لیکن سلطان کا عزم و استقلال اور اُس کے وزیر اعظم رشید پاشا کی قابلیت ان بغاوتوں پر بآسانی غالب آگئی۔ اور اس طرح سلطان کی حکومت ان صوبوں پر پہلے سے زیادہ استحکام کے ساتھ قائم ہو گئی۔ مگر ساتھ ہی یہ نقصان ضرور ہوتا رہا کہ سلطانی خزانہ اور فوجی طاقت کو سنبھلنے کا موقع نہ ملا۔ تاہم سلطان اصلاح کے کام میں بھی برابر مصروف رہا۔ اوسکی یہ مساعی صرف فوج اور ملکی انتظام تک ہی محدود نہ تھیں۔ بلکہ طرز معاشرت اور آداب شاہی میں بھی اوسنے یورپین رسم و رواج کا نفاذ شروع کر دیا تھا چنانچہ ان برسوں میں اوسنے ملکی و فوجی خدمات کے صلہ میں عطا کیے جانے کے لیے نشان افتخار کا طبقہ قائم کیا۔ اور سنہ ۱۸۳۱ء میں عثمانیہ راہنما کے نام سے پہلا ترکی اخبار شائع کرایا۔ مذکورہ صدر اندرونی بغاوتوں کے فرو ہونے کے سلطان کو اصلاحات کیطرف یکسو ہو کر متوجہ ہونے کی فرصت ملی ہی تھی کہ محمد علی والیئے مصر کی امنگوں نے نہ صرف اون اصلاحات کو ہی معرض التوائے میں ڈالدیا بلکہ سلطنت کی بنیاد کو بھی متزلزل کر دینے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ آقا و ملازم کا یہ تنازعہ جسے مصری محب وطن مصطفیٰ کامل آفندی جسم و قلب کا تنازعہ لکھتا ہے اسلام کی پولیٹکل طاقت اور خود ترکی و مصر کیلیئے جیسا کچھ مضرت بخش تھا۔ وہ دونوں ملکوں کی موجودہ حالت سے صاف واضح ہو رہا ہے آفندی موصوف اس مخاصمت پر اپنی کتاب مسئلہ شرقی میں ان بے نظیر اور قابل غور الفاظ میں دلی رنج و تاسف کا اظہار کرتے ہیں :۔

"یہ وہ تنازعہ ہے جس کا ذکر سنتے ہی عثمانیوں اور مسلمانوں کے دلوں پر سخت حیرت و افسوس چھا جاتا ہے۔ تابعین و متبوعین میں جسقدر واقعے پھوٹ اور تنازعہ کے گذرے ہیں۔ یہ اون سب سے زیادہ سخت اور اہم تھا۔ یہ جھگڑا گویا خلافت اسلامیہ کے جسم اور اوس کے قلب کے درمیان تہا۔ اس منحوس مخاصمت اور نزاع سے جو مصیبتیں دولت عثمانیہ اور مصر پر وارد ہوئی ہیں اون سے مسلمانوں اور عثمانیوں کو یہ سبق ہمیشہ کے لیئے ملگیا ہے کہ کسی مجموعہ کے اعضاء کا باہمی بگاڑ صرف مجموعہ کے لیئے ہی نہیں بلکہ فرداً فرداً اوس کے ہر ایک عضو کیلیئے بھی مصائب غالبہ اور بلیات جسیمہ میں مبتلا ہونے کا باعث ہے۔"

محمد علی کی بحری طاقت نوارینو کے معرکہ میں بالکل معدوم ہو گئی تھی۔ مگر اس سرگرم و مستعد البانوی نے اِس کمزوری کو تھوڑے ہی عرصہ میں رفع کر دیا۔ اور کئی جنگی جہاز تیار کر لیئے۔ اوسکی بری فوج کی نظام کی عمدگی کا پہلا ذکر ہو چکا ہے۔ جنگ نوارینو کے بعد اُسنے اپنے آقا اور یورپین دول کے تنازعات اور روسی محاربہ میں کوئی دخل نہ دیا۔ اور اس فرصت کو وقت کو ملک کے اندرونی استحکام میں صرف کیا۔ اوسنے مصر کی تمام اراضی پر اپنا مالکانہ قبضہ کر لیا۔ یہ اراضیات تین حصوں میں منقسم تھیں۔ کچھ مسجدوں اور خانقاہوں کے نام وقف تھیں کچھ پر ملوک قابض تھے۔ اور باقیماندہ پر ایسے اشخاص کے ملک میں تھیں۔ ملوکوں کی مقبوضہ اراضیات پر تو اُسنے بذریعہ فتح اونکی وارث اور جانشین ہونیکی حیثیت سے

مالکانہ تصرف کر لیا۔ اور دیگر اراضیات پر مالکوں اور مساجد وغیرہ کو نقد معاوضہ دیکر۔ اوس نے صرف ملکیت پر ہی قناعت نہ کی بلکہ کاشت کا بھی خود ہی انتظام کرنا شروع کر دیا۔ اور اس طرح سے ملک کا فرمانروا ہونیکے ساتھ ہی مصر کا واحد مالک اور واحد کاشت کار بھی ہو گیا۔ اور ملک کی ہر ایک پیداوار کا نرخ اوسکی مرضی پر منحصر ہو گیا۔ اجناس خوردنی کی کاشت کو کم کرا کر اوس نے جا بجا کپاس کی کاشت کا انتظام کیا۔ ان تدابیر سے اوس نے اپنی آمدنی کو تگنے سے زیادہ بڑھا لیا جو مزدور کی اجرت قطع کرنیکے بعد افواج بری و بحری کی تکمیل۔ انہار وغیرہ کی تیاری اور کارخانوں اور کلوں کے قیام پر کھلے دل سے خرچ کیجاتی تھی۔ اس سے اوسکی طاقت بہت بڑھ گئی۔ لیکن ساتھ ہی فلاحین یعنی ملک کے قدیم کاشت کاروں کی حالت جو اب محض مزدوروں کی حیثیت میں رہ گئے تھے۔ ایسی ردی ہو گئی۔ کہ کئی فلاح اپنی اپنی زیر کاشت اراضیات کو جو انہیں ہندوستان و پنجاب کے کاشت کاروں اور زمینداروں کی طرح جان و مال سے کم عزیز نہ تھیں چھوڑ چھاڑ کر شام کو بھاگ گئے۔

ازدیاد قوت اور اس کے مقابلہ پر سلطان کی کمزوری سے محمد علی کے دل میں نیک نیتی اور اسلام[1] کی پولیٹیکل طاقت کو بحال رکھنے کی غرض سے یا جیسے کہ بعض عیسائی مورخین کا بیان ہے خود غرضی اور ذاتی منفعت کے خیال سے اپنے مقبوضات کو اور زیادہ بڑھانے اور اونکی حکومت کو اپنے خاندان میں موروثی بنانے کی خواہش پیدا ہوئی۔

جنوب کی طرف وہ سوڈان و نوبیا کو فتح کر کے خط استوا تک اپنی حکومت بڑھا چکا تھا۔ اوس طرف ترقی و پیشقدمی کی مزید گنجائش نہیں رہ گئی تھی۔ افریقہ میں ایک ہی طرف تھی۔ جدہر مصر کی حدود بڑھائی جا سکتی تھی۔ شمال مشرق میں سمندر اور مغرب میں لق و دق صحرا تھا۔ افریقہ سے باہر شام و حجاز ایسے ملک تھے جنپر آسانی پیشقدمی ہو سکتی تھی۔ اور یہ دونوں عثمانیہ فتوحات سے پہلے کئی صدیوں تک مصر کے ماتحت ہی نہیں رہ چکے تھے۔ بلکہ جیسا کہ نپولین کے حملہ کے واقعات میں بتایا جا چکا ہے شام اور مصر ایک دوسرے کے لازم و ملزوم سمجھے جاتے تھے۔ اور نہر سویز کے جاری ہو جانیکے باوجود اب بھی سمجھے جاتے ہیں۔ پس ملک گیری کی امنگ پیدا ہونے پر یہ لازمی امر تھا کہ محمد علی کی نظر سب سے پہلے شام پر پڑتی۔ سلطان محمود نے بغاوت یونان میں مدد دینے کے صلہ میں کریٹ کے صوبہ کی گورنری اوسے عطا کر دی تھی۔ عہدنامہ اڈریانو نوپل کے بعد محمد علی نے شکایت کی کہ اس کے عوض اوسے شام کا صوبہ عطا ہونا چاہیے تھا۔ باب عالی نے اس درخواست کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جس سے محمد علی اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لیئے مناسب موقعہ اور کسی حجت کو ہاتھ آجانیکا منتظر ہو بیٹھا۔ سنہ ۱۸۳۱ء میں اوس کے چند فلاح شام کو بھاگ گئے۔ اس صوبہ پر عبداللہ پاشا مامور تھا۔ محمد علی اور اس میں پہلے بڑی دوستی تھی۔ مگر چند برسوں سے محمد علی اس وجہ سے ناراض ہو گیا ہوا تھا کہ عبداللہ مصر کی پیداوار کو ناجائز طور پر شام میں لانے والوں کی حمایت کیا کرتا تھا۔ محمد علی نے عبداللہ کو مفرور فلاحوں کی واپسی کے لیئے لکھا۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ سلطان کی رعایا اوس کی سلطنت کے جس حصہ میں چاہے رہ سکتی ہے۔ وہ کسی خاص صوبہ میں رہنے پر مجبور نہیں کیجا سکتی

---

[1] اس کی توضیح آگے کیجائے گی۔ مؤلف

اس انکار سے محمد علی کو فوج کشی کا بہانہ مل گیا۔ اور اوس نے اپنے فرزند ابراہیم کو تیس ہزار فوج دے کر شام کی طرف بھیجدیا۔

سلطان کو جب اس فوج کشی کی خبر پہنچی تو اُسنے فرمان شاہی صادر کر کے مصر کے پاشا کو اس مہم سے باز آجانے اور اپنی شکایات کو بارگاہ سلطانی میں عرض کرنیکا حکم دیا۔ اور ساتھ ہی وعدہ کیا کہ اوسکی نفس بلفظ پوری پوری تشفی کر دیجائے گی۔ لیکن محمد علی کے سر پر ملک گیری کا جن سوار تھا۔ اوسنے اپنے شہنشاہ کے فرمان اور الطاف آمیز وعدہ کی کچھ پروا نہ کی۔ جسپر محمود نے باغی کی سرکوبی کیلئے سلطانی افواج اور بیڑہ جہازات کی روانگی کا حکم دیدیا۔ محمد علی نے بڑی فوج کے علاوہ سات مصافی اور کشتی دیگر جہاز بھی اس مہم پر مامور کیے تھے۔ ابراہیم نے غزا، یافہ اور حیفہ کو یکے بعد دیگرے چند ہفتوں میں فتح کر کے عبداللہ پاشا کا عکہ میں خشکی اور سمندر دونوں طرف سے محاصرہ کرلیا۔ عبداللہ نے سلطانی کمک کے انتظار میں کئی ہفتوں تک حملہ آوروں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ مگر جب کوئی کمک نہ پہنچی تو رسد و سامان حرب کی قلت اور سپاہ کی ہلاکت سے مجبور ہو کر اُسنے ۲۷ مئی سنہ ۱۸۳۲ء کو شہر حوالہ کر دیا۔ اور اطاعت قبول کرلی۔ ابراہیم نے اُسکو مصر بھیجدیا جہاں اوسکے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا گیا۔

صوبہ شام کی کلید (عکہ) پر قبضہ ہو جانیکے بعد ابراہیم نے دمشق پر پیشقدمی کی۔ اور اوسکی دیواروں کے نیچے ایک زبردست سلطانی فوج کو شکست دیکر جو علی پاشا والیئے دمشق کی زیر کمان اوس کے انتظار میں وہاں مقیم تھی بلا مزاحمت شہر میں داخل ہوگیا۔ ۱۱ جولائی کو حلب کے گورنر محمد پاشا نے بیس ہزار فوج سے جن میں سے ۷ ہزار جدید انتظام کے سپاہی تھے بمقام حمص ابراہیم کی پیشقدمی کو روکنے کی کوشش کی مگر شکست فاش کھائی۔ اور اُسکا کل کیمپ و سامان بیس توپیں اور پانچ جھنڈے ابراہیم فاتح کے ہاتھ آئے۔ پاشا کے خیمہ سے وہ خط و کتابت بھی جو باب عالی اور اوسکے مابین ہوئی تھی ابراہیم کو ملگئی۔ جس میں باب عالی نے محمد علی کے برخلاف اسرار اوسنے ظاہر کیے ہوئے تھے کہ ابراہیم کو انہیں پڑھ کر بہت غصہ آگیا۔ اور اُسنے اپنی پیشقدمی کو جاری رکھنے کا عزم کرلیا۔ حمص کی ہزیمت کی اطلاع ملنے پر سلطان محمود نے جدید ۳۰ ہزار فوج حسین پاشا کے زیر کمان جس نے ینگچریوں کے نیست و نابود کرنے میں سلطان کو نمایاں مدد دی تھی ابراہیم کے مقابلہ پر روانہ کی۔ مصری فوج نے انطاکیہ اور اسکندرون کے درمیان بمقام بیلان اوسپر حملہ آور ہو کر اپنے توپخانہ کی طفیل سے ہی کامل فتح پائی کہ اسکے بعد حسین کی پاس بمشکل دس ہزار سپاہ باقی رہ گئی۔ باقی سپاہ کچھ ہلاک ہو گئی اور کچھ منتشر۔ یہ لڑائی ۲۹ جولائی کو ہوئی۔

ان متواتر شکستوں سے تنگ آکر سلطان نے اپنے باغی گورنر سے مصالحت کر لینے کی کوشش کی اور اس غرض کیلئے کئی کانفرنسیں بھی ہوئیں۔ مگر اون سے محمد علی کے شام کے چاروں ضلعوں کے ملنے پر مُصر رہنے کی وجہ سے کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اور سلطان نے محمد رشید پاشا کو البانیا سے بلا کر جہاں کی بغاوت اُسنے تازہ تازہ فرو کی تھی ایشیائی افواج کی کمان اُسکو سپرد کر دی۔ ابراہیم سلسلہ کوہ طارس کو عبور کر کے جو شام کو ایشیائے کوچک سے جدا کرتا ہے بمقام قرمانیہ خیمہ زن تھا۔ سلطان

کی فوج میں ساٹھ ہزار آدمی تھے مگر پہلے سابقی لشکروں کیطرح اسمین بھی زیادہ ترخام اور غیر قواعد دان یا نو آموز رنگروٹ تھے جو فوجی فنون سے بے بہرہ ہونیکے علاوہ لڑائی کے بھی چندان مشتاق اور اپنے سلطان کے کچھ بہت ہوا خواہ نہ تھے۔ مزید برآن افسر بھی تقریباً ناکارہ محض تھے۔ اس کے برعکس مصری فوج اور اوس کے کمانڈر ابراہیم کی قابلیت اور مہارت کمال کے درجہ پر پہنچی ہوئی تھی۔ اس اختلاف عظیمہ کو مدنظر رکھنے سے مصری افواج کی متواتر فتحیابی کوئی تعجب نہین ہوسکتا۔ فریقین مین قونیہ کے قریب سخت معرکہ آرائی ہوئی آخر چھ گھنٹون کی خونریز لڑائی کے بعد ترکی فوج شکست کھاکر بھاگ گئی۔ اور رشید پاشا وزیر اعظم اسیر ہوگیا جسکو ابراہیم نے مشرقی آداب کے مطابق خود پہلے سلام کرکے اپنی فوج کی کمان بطور نام نہاد اوسکے سپرد کردی کیونکہ رشید جسکی ماتحت بغاوت یونان مین بھی ابراہیم کام کرتا رہا تھا وزیر اعظم ہونیکے لحاظ سے نہ صرف ابراہیم بلکہ اوس کے باپ محمد علی سے بھی جو خواہ فاتح باغی تھا مگر پھر بھی تاحال ایک عثمانیہ صوبہ کی گورنر کی حیثیت رکھتا تھا منزلت ومرتبت مین بہت زیادہ تھا۔

اس فتح اور رشید پاشا کی اسیری سے کل نہ صرف خود وہ تھی کی ترکی بھی ابراہیم کی فوج مین شامل ہوگئی اور بظاہر قسطنطنیہ تک بڑھے جانے اور سلطان محمود کو معزول کردینے کے لیئے رستہ بالکل صاف ہوگیا لیکن یہ خیال صرف اونہی یوروپین لوگون کا تھا جو مصر مین موجود تھے اور مشرقی معاملات کو مغربی خیالات اور دستور کی عینک سے دیکھتے تھے۔ محمد علی یا اوس کے بیٹے کو اس امر کا اوس وقت تک وہم وگمان بھی نہ گذرا تھا۔ یہ محض فرنسیسیون کا اپنا وہم تھا کہ محمد علی سلطان کو معزول کرکے نیا خاندان قایم کرنا چاہتا ہے۔ تمام عثمانلی عثمان کے خاندان کو مقدس اور محترم سمجھتے ہین یہی وجہ ہے کہ ابتک خود خاندان کے برخلاف ترکی مین کبھی بغاوت کا اقدام تو درکنار اوسکا خیال تک بھی نہین کیا گیا۔ ورنہ ایسا ہونا ممکن ہی نہین۔

محمد علی کی خواہش صرف یہ تھی کہ اوسکی ماتحت ولایت کا رقبہ بڑھ جائے اور سے اسپر اپنے مرضی کے مطابق حکومت کرنے کی آزادی حاصل ہوجائے اور اس آزادی کے عوض اوسکو صرف خراج دینا پڑے۔ ممکن ہے اوسکے ساتھ ہی اوسکے دل مین اپنی طاقت وقوت دیکھکر اس امر کیخواہش بھی جاگزین ہوگئی ہو کہ جسطرح عباسیہ خلافت کے زمانہ مین عباسیہ خلفاء کے بعض ماتحت گورنرون نے عظیم الشان طاقت وشوکت حاصل کرلی تھی اسیطرح وہ بھی عثمانیہ خلافت کا ایک ویسا ہی طاقتور امیر ہوجائے۔

یوروپین طاقتین بالخصوص روس ابراہیم کی مسلسل فاتحانہ پیشقدمی سے متشدد وحیران سا رہگیا۔ اور اوسی یہ خطرہ پیدا ہوگیا کہ محمد علی کمزور وکہن سال سلطنت عثمانیہ کو نیچے پچھے ٹکڑون کو جمع کرکے جسکی رگین پیرانہ سالی کی وجہ سے سرد پڑگئی تھین جدید عرب سلطنت قایم کرنیکا ارادہ رکھتا ہے جس کی نئی نئی قوت وطاقت اور تازہ تازہ جوش وولولہ اور شجاعانہ فتوحات عیسائی سلطنتون اور خاصکر روس کے حق مین بہت خطرناک ہوگا۔ وہ یہ نہ سمجھا کہ یہ ہنگامہ ایک ماتحت پاشا

کی سرکشی سے زیادہ وقعت نہین رکھتا۔ بہرحال اسی سلطان کو مشکور اور ٹرکی مین اپنا اقتدار بڑہانیکے لیئے عمدہ موقع ملگیا انگلستان کیلیئے بھی یہ نہایت مناسب موقع تہا۔ اور سلطان روس کی نسبت اوسکی امداد اور مداخلت کو بدرجہا زیادہ پسند کرتا مگر ایک تو وہ آیرلینڈ کی بغاوت کی مخمصہ مین پھنسا ہوا تھا۔ دوسرے وہان ابھی تک یہ دستور رائج تہا کہ بنظر کفایت امن کے وقت بری و بحری فوج کے اکثر سپاہی گھرون کو بہیجدیئے جاتے تھے۔ حالانکہ پھر بوقت ضرورت جلدی مین سامان اور ضروری تعداد فراہم کرنے مین اسقدر زیادہ خرچ آجاتا تہا جسکی تلافی کئی برسون کی کفایت و تخفیف سے نہین ہوسکتی تھی۔ اسی کفایت کی وجہ سے انگلستان اوس وقت سلطان کو مدد دینے کے قابل نہ تہا۔ جو امر روس کی عین خوش نصیبی کا نشانہ تہا۔ روسی گورنمنٹ نے فوراً جنرل موراویف کو خاص سفیر بناکر قسطنطنیہ بہیجدیا۔ اور سلطان کو کہلا بہیجا کہ روس اوسکی مدد کو ہر طرح سے تیار ہے۔ اودہر فرنچ سفیر ایڈمرل روسین نے ابراہیم پاشا کو پیشقدمی سے رک جانیکا پیغام بہیجکر باب عالی کو تحریک کی کہ وہ باغی گورنر کے مطالبات مانکر اوس سے صلح کرے۔

دریںولا ابراہیم بروصہ تک پہنچگیا۔ اور اپنا منشا اسکودار (قسطنطنیہ کا ایشیائی مضافات) تک بڑہے جانیکا ظاہر کرکے کہا کہ وہان پہنچکر مین علماء دین کو مدعو کرونگا کہ سلطان محمود اور میرے باپ مین جو تنازعہ برپا ہے اوسکا تصفیہ کرین۔ بروصہ سکودر اور خشکی کے رستہ سو سو میل سے زیادہ فاصلہ پر نہین ہے۔ ابراہیم کے وہان پہنچ جانیسے محمود کو سخت خوف پیدا ہوگیا۔ فرانس اور انگلستان نے فوجی امداد دینے پر آمادگی ظاہر کی تہی۔ تو وہ ایسی امداد دینے پر بروقت دیسکتی تہی اس کے برعکس روس کے پاس اڈیسہ اور سباسٹوپل مین کافی فوج سامان حرب و رسد اور جہازات موجود تہے۔ اور روس کے سفیر نے روسی امداد کو پیش بہی کردیا ہوا تھا۔ سلطان نے مجبوراً اپنے دشمن کی دستگیری منظور کرلینے کی ذلت گوارا کی جب موقع گذر گیا تو فرنچ سفیر اور اوسکی گورنمنٹ کی آنکھ کھلی۔ رونیر نے ایکطرف اپنی گورنمنٹ کو بیڑہ بہیجنے کی درخواست کی۔ اور دوسری طرف سلطان پر زور ڈالا کہ وہ روسی امداد قبول کرنیسے انکار کردے۔ سلطان نے اس امر کو منظور کرلیا اور محمد علی سے مصالحت کرنیکے لیئے خلیل پاشا سلطان کیطرف سے مصر بہیجدیا گیا۔ مصری گورنر نے اوسکی احترام مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نکیا۔ مگر اپنے پہلے مطالبون کو کم کرنا تو درکنار اور زیادہ کردیا کہ ایشیائے کوچک کا صوبہ اڈنہ بہی شام کے ساتھ اوسکی ولایت مین شامل کردیا جائے۔ یہ معاملہ ابھی طے نہ ہوا تھا کہ ۲ فروری ۱۸۳۳ء کو فرانسیسی امیر البحر روسین قسطنطنیہ پہنچگیا۔ اور سلطان کی کمک کیلئے چند جہاز بہی ساتھ لایا۔ اس سے تیسرے دن روس کے چار جنگی جہاز ۲۰ فروری کو سباسٹوپل سے باسفرس کے دہانہ پر پہنچگئے۔ اور کچھ ہزار روسی سپاہ خشکی پر اتر آئی۔ اس سے ناظرین پر واضح ہوگیا ہوگا کہ روس نے سلطان کے انکار بعد کو نظر انداز کرکے اوسکی پہلی منظوری سے فایدہ اوٹہانے مین کچھ بہی درنگ نہ کیا۔ فرنچ امیر البحر روسی بیڑہ کی آمد سے بہت بگڑ گیا۔ اور واپس چلے جانے کی دہمکی دی۔ لیکن آخر پر رضامند ہوگیا کہ روسی بیڑہ بندر سیزبول کو ہٹ جائے۔ پھر انگریزی سفیر لارڈ پانسان بائی اور رئیس آفندی کے اتفاق رائے سے مندرجہ ذیل

شرایط مصالحت کیلئے تجویز کین :- (۱) ابراہیم سلطنت عثمانیہ کے ان صوبون کو جنپر محمد علی نے کوئی دعوے نہین کیا خالی کردے (۲) روسی بیڑہ باسفورس سے چلا جائے - (۳) محمد علی کو ضلع عکہ - یروشلیم اور طرابلس دیئے جائین (۴) اور وہ سلطان کی فرمانبرداری اور وفاداری کا ازسرنو حلف اوٹھائے -

یہ شرایط امیرالبحر کے ایک ایڈیکانگ ریاورم کی معرفت محمد علی کے پاس بھیجی گئین - اور اُسے کہلا بھیجا گیا کہ بصورت انکار فرانسیسی اور انگریزی بیڑے متفق ہوکر اُسپر حملہ کردین گے - مگر اس دہمکی کے باوجود اوسنے ان شرایط کو قبول کرنیسے انکار کردیا - اس انکار کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ دُرنجابیک فرنچ سفیر متعینہ قسطنطنیہ سلطان کا طرفدار تھا مگر فرنچ قونصل جنرل متعینہ مصر محمد علی کا حامی تہا - اور فرانس کی تائید کے مواعید سے اوس کا حوصلہ بڑہاتا رہتا تہا جس سے محمد علی کو فرنچ سفیر کی دہمکی کے بے بنیاد ہونیکا یقین ہوگیا تھا چنانچہ ۸ مارچ کو اوسنے تجاویز مندرجہ بالا کا حسب ذیل جواب دیا :-

"کس استحقاق کی بناء پر میرے حق مین ایسی کڑی شرطین تجویز کیجاتی ہین - کل قوم میرے ساتھ ہے - اور صوبجات رومیلیا اور اناطولیا کے تمام باشندون کو بغاوت پر آمادہ کردینا صرف میری مرضی پر منحصر ہے - کل عثمانیہ قوم کی فاتحانہ سے مین تغیرات عظیم پیدا کرسکتا ہون - اس امر کے باوجود کہ مجھسے بیشمار وعدے کیئے جاچکے ہین - اور مین ہر موقعہ پر فتحیاب ہوتا رہا ہون مینے صرف شام پر قناعت کی - اور ان وعدون پر بھروسہ کرکے ٹرکی کو مزید جانی و مالی نقصانات سے محفوظ رکہنے کے لیئے اپنی افواج کی پیشقدمی کو روکدیا میری اس سلامت روی و اعتدال پسندی کا یہ صلہ دیا جاتا ہے کہ مجھے اوس علاقہ کو بھی چھوڑ دینے کیلئے کہا جاتا ہے جسپر مین قابض ہون - کیا یہ فیصلہ میری پولیٹیکل حیات کے خاتمہ کے مترادف نہین ہے "

متذکرہ صدر فتوحات سے جو اُسے بآسانی حاصل ہوگئی تہین سرمست ہوکر وزیر پاشا زعم کہ کل مسلمان عایا اوس سے سلطنت عثمانیہ کی نشان کو بحال کرنے کی توقع رکھتی ہین - محمد علی کی نیت ہوگئی تہی کہ سلطان محمود کو معزول کرکے اوس کے بیٹے عبدالمجید کو تخت پر بٹھادے اور خود اوس کا وزیر اعظم ہوکر کل سلطنت پر حکمرانی کرے - چنانچہ اوس نے یہ تجویز فرانس اور روس کے سامنے پیش بہی کردی - مگر اونہون نے اُسے منظور نہ کیا - اس سے اوس عام خیال کی پوری تردید ہو رہی ہے کہ محمد علی خود سلطان بننے یا خودمختار بادشاہی قایم کرنے کی خواہش رکھتا تہا - اس خیال کی تردید اوس ایک خط سے بہی ہوتی ہے جو اُسنے لوئی فلپ شاہ فرانس کو نومبر ۱۸۳۲ء مین لکھا تہا - اور نیز اوس گفتگو سے بہی ہو رہی ہے جو ۱۸۳۳ء مین اوسنے ایک فرانسیسی سیاح سے کی تہی - اسے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اوسکا بڑا ادعا اپنے زیر حکومت علاقہ کی توسیع تہی - اس موقعہ پر اوس گفتگو کو بجنسہ درج کردینا نامناسب نہ ہوگا :- "سلطان کو اوسکے صوبہ بغداد سے کیا فایدہ پہنچ رہا ہے - اوسے وہان سے ایک پیسہ کی آمدنی نہین - برعکس اسکے اوسے وہان کے پاشاؤن کی امداد کیلیئے اکثر فوجین بھیجنی پڑتی ہین - لیکن پہر بہی شورہ پشت رعایا وقتاً فوقتاً وہانکے گورنرون کو محصور یا معزول اور بعض کو قتل کرتی رہتی ہے

اگر وہ یہ صوبہ چھوڑ دیں تو میں ان سے بہت بڑا خراج ادا کروں۔ اور اس ادائیگی کے باوجود بھی فائدہ میں رہونگا کیونکہ عراق عرب اور صحرا میں امن قائم ہو جانے سے ہندوستان کی تجارت پھر اسی راستہ سے شروع ہو جائیگی۔ وہاں سے ایک راستہ ہندوستان کو جاتا ہے اور دوسرا مصر کو۔ یہ راستہ کل دنیا یورپ۔ باب عالی اور میرے لیے یکساں سود مند ثابت ہو۔ مگر انگلستان نہیں چاہتا کہ میں وادی فرات میں ایسی پولیس (یعنی امن قائم کرنے والی) کا کام دوں۔ وہ تو مجھے دریائے نیل میں بھی اس عہدہ پر نہیں دیکھ سکتا جیسے کہ ۱۸۳۳ء میں روس قسطنطنیہ میں تھا۔ میرا ایسا ہونا گوارا نہیں کر سکتا تھا اور اس مخالفت کے لیے اون کے پاس چند وجوہات بھی نہیں مگر ان سے میں ہمیشہ متعجب ہوتا رہا ہوں کہ تم نے اپنے نے بھی قسطنطنیہ میں میری موجودگی کو پسند نہ کیا۔ ایسا کر کے تم نے اپنا بہت نقصان کیا ہے۔"

لیکن اسمیں کوئی شک نہیں کہ اسکی بیجا حرص و طمع اور اپنے خاندان کے استحکام کی خواہش نے سلطنت عثمانیہ اسلامی کی پولیٹیکل طاقت کو فی الحقیقت ویسا ہی نقصان پہنچایا جیسا کہ ہندوستان کی مغلیہ سلطنت کو اودھ جیسے صوبجات کے اکثر گورنروں اور عمال کی بغاوت اور خود مختاری سے پہنچا تھا۔ اور اگر وہ ابھی اس حرکت پر جیسا کہ خط لکھنے کا افندی لکھتا ہے آخر وقت تک نادم و متاسف ہوتا رہا ہو تو کوئی تعجب نہیں ہو سکتا مگر اس بحث کو چھوڑ کر پھر سلسلہ داستان شروع کیا جاتا ہے۔

پیشکردہ شرائط کو مسترد کرنے کے ساتھ ہی محمد علی نے ابراہیم کو پیشقدمی شروع کر دینے اور مطالبات کی کامل منظوری تک نہ رکنے کا حکم بھیجدیا۔ ابراہیم نے اورفہ پر قبضہ سے سکوٹری کی طرف روانہ ہو گیا۔ ادھر سلطان محمود نے روسی گورنمنٹ کو کمک بھیجنے کیلئے کہلا بھیجا جس نے ۵ اپریل ۱۸۳۳ء کو دس ہزار فوج سکوٹری میں اتار دی۔ روسی جنگی جہازوں کی نگرانی میں باسفورس کے قلعوں کو درست و مکمل کیا گیا۔ اور ۲۴ ہزار روسی فوج نے دریائے ڈینیوب کی طرف بھی کوچ شروع کر دیا۔ انگلستان اور فرانس کے سفراء نے سلطان کو اس روسی امداد و مداخلت کے نتائج بد اور خطرات سے متنبہ کر کے محمد علی کے مطالبات کے کچھ حصہ کو قبول کر لینے کی تاکید کی۔ اور سلطان نے اونکی سفارش پر صوبجات دمشق و حلب کا دینا منظور کر لیا۔ غرض سفیر خود یہ پیغام لیکر ابراہیم کے پاس گیا۔ جس نے اپنے باپ کا حکم دکھا کر بمشکل یہ تسلیم کیا کہ وہ اور آگے نہیں بڑھیگا۔ محمد علی آدانہ کے صوبہ پر بدستور مصر رہا۔ سلطان نے اس مطالبہ کو بھی بتاریخ ۵ مئی ۱۸۳۳ء منظور کر لیا اور ساتھ ہی اون تمام اشخاص کو جو ابراہیم کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ عام معافی عطا کر دی۔

مسٹر مینبرز کی رائے ہے کہ اگر دول مغربیہ کے مدبرین کے دماغ قسطنطنیہ میں روسی فوج کی موجودگی سے نہ چکرا گئے ہوتے تو وہ غالباً اس سراسر مضر اور منحوس عہدنامہ کی کبھی تکمیل نہ ہونے دیتے جس سے نہایت خطرناک نتائج کے سوا اور کچھ برآمد نہیں ہو سکتا تھا۔ اس عہدنامہ سے ایک آبی پاشا کی طاقت جسکی قابلیت اور ثروت کو حقیقت سے بہت زیادہ سمجھ لیا گیا ہو انتہا سے اندازہ بڑھ گئی اس سے وہ سلطنت بہت ہی کمزور ہو گئی جسکا مضبوط رہنا دول مغربیہ (فرانس و انگلستان) کیلئے

لازمی سبب برابر ہے۔ اور بالآخر اس معاہدہ کی طفیل سلطان اور محمد علی مین مدامی عناد قایم ہوگیا۔ جو امر روس کے سوا اور کسی کے حق مین مفید نہین تہا۔ مگر روس نے ایک ہی فایدہ نہ اوٹہایا۔ بلکہ سلطان سے ایسا عہدنامہ بھی لکھوالیا۔ جو روس کے حق مین نہایت کارآمد تہا۔ یہ معاہدہ خونکار اسکلہسی کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ اوس پر مقام مذکور مین جہان روسی فوج مقیم تھی۔ ۸ جون ۱۸۳۳ء کو دستخط ہوئے تہی۔ اس کے رو سے فریقین نے اقرار کیا کہ ملک کو اندر یا باہر جہان ضرورت ہو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔ لیکن روس کی امداد کیلیئے سلطان کو فوج بھیجنے کی احتیاج نہین۔ اس کے عوض وہ روس کی دشمن سلطنتون کے جہازات کو ڈارڈنیلز اور باسفرس مین سے گذرنے دے۔ یعنی اندرونی فساد کے موقعہ پر خواہ اوس کے ہی گماشتون نے برپا کرایا ہو۔ اور بیرونی محاربہ کی صورت مین بہی روس کو تو برابر ٹرکی مین فوج بھیجنے کا اختیار ملگیا لیکن ٹرکی کو روس مین فوج بہیجنے کی اجازت نہ دیگئی فرانس اور انگلستان فوراً اس معاہدہ کی تہ کو پہنچگئی۔ اور اون کو معلوم ہوگیا کہ اس کے رو سے قسطنطنیہ اور سلطنت عثمانیہ کی آزادی زار کی مرضی پر موقوف رہگئی ہی۔ اونہون نے اسکی منسوخی کیلیئے بہت زور لگایا مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر روسی فوج جہازون پر سوار ہوکر روس کو اور ابراہیم کا لشکر طارس سے عبور کرکے شام و اذنہ کے علاقہ کو چلاگیا۔ لیکن سلطان محمود نے ان دوستانہ تعلقات سے جو روس سے قایم ہوگئے تہی فایدہ اوٹہانے مین حتی المقدور کوتاہی نہ کی۔ اور عہدنامہ ایڈریانوپل کے رو سے جو کئی برسون کے لیئے روس کا مواخذہ قایم ہوگیا تہا۔ اوس سے بہت کچھ مخلصی کرالی اس کے متعلق ۲۹ جنوری ۱۸۳۴ء کو سینٹ پیٹرزبرگ مین نیا عہدنامہ ہوا۔ جس مین روسیون نے ولیشیا اور مالڈیویا سے فوج واپس منگوا لینے کا اقرار کیا۔ اور تاوان جنگ کے تیسرے حصہ کی نقد وصولی کے عوض علاقہ قاف کی ضلع و قصبہ آخالت زک کو لینا منظور کرلیا۔ اور بالآخر بقیہ تاوان جنگ کی ضمانت مین صرف سلسٹریا پر قابض رہنے کی شرط کی گئی۔

سر ایڈورڈ کریسی کا بیان ہی کہ یہ معاہدہ کوتاہیہ کے تکمیل کے وقت جس کے رو سے مصر کو جدید صوبے دیئے گئے یوروپ مین عام رائے یہ ہوگئی تہی کہ ٹرکی کا سنبہلنا ناممکن ہوگیا ہے۔ سلطان اسکی طاقت بحال کرنیکے لیئے جو کوششین کرتا رہا اور کر رہا ہے وہ بعینہ ویسی ہین جیسی کہ مردہ مین جان ڈالنے کیلیئے کیجاتی ہین۔ بلکہ اکثر سلطان محمود کو اوس سلطنت کو جلد فنا کرنیکا باعث سمجہنے لگے تہی۔ اونکی رائے مین اوسنے پرانے طریقہ کے چند باقیماندہ ذریعہ ہائے حیات کو تو منہدم کردیا۔ مگر اونکی جگہ نئی روح نہین پہونک سکا تہا۔ اور اسمین کچھ شک نہین کہ اگر محمود نہایت شریفانہ مستعدی اور اعلیٰ قابلیت کا صاحب نہ ہوتا تو وہ قونیہ کی لڑائی ایسی کامل تباہی کے بعد اپنے ملک کی اصلاح اور اسکی زندگی سے ضرور مایوس ہوجاتا۔ پہلے بیرونی حملہ اور اندرونی اور پھر ایک باغی گورنر نے اوسکی افواج کو نیست و نابود اوسکی سلطنت کو پارہ پارہ کردیا اور کارلوز اور کنارجہ کے معاہدون سے بہی زیادہ ذلت بخش معاہدون کے ماننے پر مجبور کردیا تہا۔ ان مصائب حالات کے

دیکھکر اگر وہ خود بھی اس امر کا معترف ہوجاتا کہ وہ اوس مدعا میں جسکے حصول کیلئے وہ مدت العمر ساعی رہا ناکام رہا ہے۔ تو کچھ تعجب نہیں ہوسکتا تھا۔ اصلاح کیلئے اون کے دریا بہا دیے گئے۔ ملک کی پرانی رسم و رواج اور دستور وآئین پر پانی پھیر دیا گیا۔ اور اسکی خاطر رعیت کی قومی حمیت اور مذہبی خیالات کا بھی پاس نہ کیا گیا۔ مگر ان تمام اصلاحات سے مطلوبہ مدعا اب تک حاصل نہ ہوا تھا۔ لیکن محمود ان قلیل التعداد واقعی بڑے آدمیوں میں سے تھا جو خوب سوچ سمجھکر اختیار کیگئی مہم میں ناکام رہنے سے شکستہ دل نہیں ہوجاتے۔ بلکہ اونکی مستعدی اور جدوجہد میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ وہ اچھی طرح سے جان گیا تھا کہ قدیم طرز حکومت سے بربادی یقینی ہے۔ پس اوسنے اپنے ذرائع کو بہبودی کی جادہ اختیار کرلینے دیکر خود آرام کرنے سے بچا اور لڑنے والوں کی طرح اکسار کردیا۔ وہ تاڑ گیا تھا کہ اس عام ناراضی کی تہہ کے نیچے اونکی مسلمان رعایا کے دلوں میں سچی اطاعت شجاعت اور قومی حمیت کی دبی چنگاریاں برابر موجود رہیں۔ اور وہ اس کام کی قدرت سے بھی بے خبر نہ تھا۔ مزید برآں اپنی فاتح قوم کے تعصبات کی باوجود اسکی بے نظیر فرزانگی اور فراخدلی نے یکساں و منصفانہ برتاؤ سے عیسائی رعیت کی تسخیر قلوب کی پالیسی کی اہمیت اور ضرورت واضح کرکے اسے سرکار کا شعار بھی بنادیا تھا۔ الغرض نیکنامی اور بدنامی کی کچھ پروا نہ کرکے وہ فوج کی درستی تجارت کی ترویج تعلیم کی اشاعت۔ رعایا کے جان و مال کی حفاظت۔ رعایا کے مختلف گروہوں کے باہمی امتیاز نامناسب کو مٹانے اور آہستہ آہستہ اون دقتوں سے نجات اور بوجھوں میں سب سے زیادہ تکلیف دہ اور آزردگی پیدا کرنے والوں کو جو خصوصاً عیسائی رعایا کو پیش تھے رفع کرنے میں مشغول رہا۔ اور اس مادہ کے تمام یوروپین سیاح سلطان کے اس جوانمردانہ عمل اور اوسکے نیک نتائج کو بیان کرتے ہیں۔ اونکی تحریروں اور بیانات سے انگلستان وغیرہ میں ترکوں کی نسبت لوگوں کے خیالات بہت کچھ نیک ہوگئے چنانچہ جب ۱۸۳۹ء میں محمد علی کے ساتھ پھر سلطان کی لڑائی ہوگئی تو انگلستان کی گورنمنٹ کی امداد کا باعث جو اوسنے سلطان کو دی گو زیادہ تر ذاتی خود غرضی ہی تھی۔ لیکن اس نیک خیال کا بھی اوس میں کچھ نہ کچھ دخل ضرور تھا جو نیک خیال اپنے آپ پر بھروسہ کرنے والے اور اپنی عزت اور خود داری کا پاس رکھنے والے خود بخود غیروں میں بھی پیدا کرلیتے ہیں۔"

سلطان نے صلح ہوتے ہی اپنی فوج کے کئی افسر فوجی تعلیم و تربیت کیلئے مختلف یوروپین افواج میں بھیجے زیادہ تر پولیس اور نیز اندرونی حفاظت کا کام دینے کیلئے ایک قسم کا قومی ملیشیا قائم کیا۔ جابجا سڑکیں تعمیر کرائیں۔ اور ملک کو مہلک وباؤں سے محفوظ رکھنے کیلئے بنادر اور سرحدوں پر قرنطینہ کا انتظام کیا۔ اور جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے عیسائی رعایا کو بھی ہر امر میں مسلمان رعایا کے ہم پایہ بنانے میں ساعی رہا۔ اسکے متعلق اوسکے اپنے الفاظ حسب ذیل ہیں "ہمارا منشا اور ارادہ یہ ہے کہ مسلمان صرف مساجد میں مسلمان سمجھے جائیں۔ اور اسیطرح عیسائی صرف گرجوں میں اور یہودی صرف اپنے معبدوں میں عیسائی یا یہودی تصور کیے جائیں۔ اپنی اپنی عبادتگاہوں سے باہر جن میں وہ سب کے سب ایک ہی

کی پرسِش کرنے مین ۔ وہ یکسان پولیٹکل حقوق اور پدرانہ حمایت وحفاظت سے بالمساوات متمتع ہون "

ناظرین کو صفحاتِ ماقبل سے معلوم ہو چکا ہے کہ نہ فقط ترکی گورنمنٹ بلکہ اسلام کا ابتدا سے یہی مسلک رہا ہے اس اصول سے جو انحراف ہوتے رہے ہین اونکے ذمہ وار زیادہ تر خود عیسائی فریقین کے عوام کی جہالت ۔ اور کسیقدر مسلمان حکومتون کے عمال ہین ۔ مگر پھر بھی عیسائی رعایا کو ہمیشہ اسلامی حکومتون مین وہ آسانیان اور فوائد اور آسایش حاصل رہی ہے جو اکثر عیسائی گورنمنٹون کے ماتحت مسلمان یا غیر مذہب رعایا کو کبھی نصیب نہ ہوئین ۔ لیکن افسوس عیسائی رعایا اور عیسائی سلطنتون کیطرف سے مسلمانان اور بالخصوص ترکی کو جو ہمیشہ کا صلہ ملتا رہا اور مل رہا ہے ۔ وہ سخت قابل شرم و افسوس ہے ۔ اسلامی حکومتون نے اقتدار و طاقت کے زمانہ مین اپنے محسن کشون کو سلامت رہنے دیا تھا ۔ اور کیون اون سے وہی برتاؤ نہ کیا جو اندلس ۔ ہنگری ۔ ریاستہائے بلقان ۔ صقلیہ ۔ اٹالیا اور یونان مین مسلمانون کے ساتھ اور آمریکہ و آسٹریلیا مین وہانکے دیسی باشندون سے یوروپین عیسائیون نے کیا ہے ۔ مسلمان حکمرانون کو صرف ترکی مین ہی نہین بلکہ ہندوستان وغیرہ مین بھی غیر مذہب محکوم رعایا سے یہی عوض ملا ہے ۔ اندلس سے اسلامی حکومت اور مسلمانون کی بربادی کا باعث ذاتی ناقابلیتون کے بعد جو ہر جگہ اول سبب ہوتی رہی ہین یہی رعایا کی غداری ہے ۔ ہندوستان سے چغتائی خاندان کی معدومیت کا بڑا باعث مسلمان امراء کی سرکشیون کے علاوہ کون نہین جانتا کہ مرہٹون اور سکھون کی ناممکنہ بغاوتین نہین لیکن باینہمہ جیسا کہ مین پہلے لکھ چکا ہون غیر مذہب و غیر قوم رعایا کی قطعی بیخکنی بھی ذاتی قابلیتون اور ذاتی مستعدی کے جاتے رہنے پر کسی کار آمد نہین ہو سکتی ۔ ہسپانیہ نے امریکہ مین یہی کیا تھا لیکن آج وہ اوس عظیم الشان براعظم مین ایک انچہ زمین کی مالک نہین ۔ اور گو انکی اس کارروائی سے امریکہ مین عیسائیون کے سوا اور کوئی مالک اراضی و مالک ملک نہین رہگیا تاہم ان عیسائیون کا باہمی عناد اور عناد اور مخاصمت کچھ کم نہین جو عیسائی اور مسلمان حکومتون مین رہتا چلا آیا ہے پس خواہ کوئی روش اختیار کیجائے یہ دنیا کسی صورت مین دار المحن ہونیسے خالی نہین ہو سکتی ۔ اگر کل دنیا کا ایک مذہب ہو جائے پھر بھی انسانی فطرت کی طفیل یہی جھگڑے اور جنگ و قتال برپا رہین ۔ اسی نتیجہ ہر حال مین یکسان ہے تو پھر چند روزہ آسایش کی توقع کیلئے سفاکی پر کمربستہ ہونا اور روسیاہی خریدنا صریح نادانی ہے اور اس لیئے اسلام نے جو انسان کو سچی شرافت اور شایستگی سکھاتا ہے غیر مذہب اور غیر قوم رعایا پر ہر طرح کی زیادتی اور سختی سے قطعی ممانعت کر دی تھی ۔ اس ممانعت کا ایک اثر اگرچہ یہی ہو کہ حاصل کردہ عروج و اقتدار کو قائم اور دیر تلک رکھنے کیلئے بطور رد عمل تحریک مد مقابل کا ہونا لازمی ہے جسکی عدم موجودگی مین غالب فریق کا جلد کاہل و آرام طلب ہو جانا یقینی امر ہے ۔ اس بحث کو یہین چھوڑ کر مین پھر بر سر مطلب آتا ہون ۔

دور اندیش اور سچے مسلمان بادشاہ کی ان اصلاحون سے جہان ہر جگہ کم و بیش بگڑتے رہے ۔ قومی علیحدگی کی تحریکین البانیا اور بوسنیا مین پھر فساد ہو گئے ۔ علماء درکنار ۔ درویشون کا طبقہ جو پہلے دنون مین سخت انجانی بے تعصبی اور مصلحت اندیشی

میں نظیر نہیں رکھتا تھا سب سے زیادہ برافروختہ ہو رہا تھا۔ اور یہی تنگ خیالی اور تعصب کو علانیہ ظاہر کرنے کو ہی بڑی فخر کی بات سمجھتا تھا چنانچہ ایک دن سلطان محمود غلاطہ کے پل سے گذر رہے تھے کہ ایک درویش نے ان کو روک کر ان الفاظ مخاطب کیا "کافر بادشاہ کیا ابھی تک وہ بدعتوں سے تو ابھی تک سیر نہیں ہوا۔ تجھے اپنی ناسزا حرکات کا خدا کے سامنے جواب دینا پڑے گا۔ تو اپنے اجداد کے رسم و رواج کو معدوم، اپنے مذہب کو برباد اور اپنے اور ہمارے سروں پر رسول خدا کا غضب نازل کر رہا ہے" سلطان نے خدام کو حکم دیا کہ یہ پاگل ہے۔ اسے ہٹا دو۔ یہ سنکر درویش نے جواب دیا "پاگل میں نہیں۔ تو اور تیرے مشیر پاگل ہو گئے ہیں مسلمانو۔ دوڑو یہ خدا کی روح جو مجھے تحریک کر رہی ہے اور جس کی مجھے اطاعت لازمی ہے۔ اوس نے مجھے حکم دیا ہے کہ حق الامر صاف صاف کہدوں۔ اور اسکے عوض مجھے اولیاء کا صلہ عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے" خدام نے اسکو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ مگر اوس کے رفقاء نے اوس کی قبر پر گنبد بنا دیا اور وہ عرصہ تک زیارتگاہ عوام رہی۔

ان حالات کی رفتار میں پھر محمد علی کی امنگوں سے رکاوٹ پڑ گئی تاہم توقع میں دلی صفائی ہرگز نہیں ہوئی تھی۔ اور محمود نے صرف دفع الوقتی کیلئے عہد نامہ کوتاہیہ کی شرائط کو قبول کیا تھا۔ فریقین کی کدورت آخر ۱۸۳۹ء میں پھر لڑائی شروع ہو گئی۔ اور اس دفعہ بھی اسکا حقیقی باعث محمد علی کے غاصبانہ ارادے اور افعال تھے۔ گو اپنی طرف سے سلطان بھی حجت اور بہانہ ملنے کا منتظر تھا۔ ۱۸۳۸ء کے شروع میں شام کے باشندے محمد علی کی جابرانہ حکومت سے ناراضی کے آثار دکھانے لگے مگر نابلس، بیت المقدس اور حبران کے کوہستانیوں نے جبری فوجی خدمت کے قاعدے کو منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ اور شام کے علاوہ یمن و حجاز میں بھی جنکا انتظام بھی محمد علی کے سپرد تھا مصریوں کے برخلاف عام سازش برپا ہو گئی۔ محمود نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھکر محمد رشید کے ماتحت ایک جرار فوج سیواس میں جمع کر دی۔ اتنے میں ابراہیم نے بغاوت کو فرو کر دیا۔ اور ضلع رقہ (جو دریائے فرات پر واقع ہے) اور آورفہ پر جو فرات کے پرے ہے قبضہ کر لیا۔ مگر فریقین میں مقابلہ نہ ہوا۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کے بالمقابل پڑے رہے۔ ادھر محمد علی نے سرور کائنات کے مزار مقدس سے ترک سپاہیوں کا پہرہ ہٹا کر اوسکی جگہ مصری سپاہی مقرر کر دئے۔ اور ساتھ ہی خراج دینے سے انکار کر دیا۔ ترکی سپاہیوں کا پہرہ اٹھ جانے سے سلطان کی خلافت کو سخت صدمہ پہنچتا تھا۔ اور وہ اس امر کو کبھی گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن لڑائی شروع ہونے سے پہلے زبانی فہمائش و تہدید سے کام لینا مناسب سمجھا گیا۔ نامہ و پیام شروع ہو گیا۔ محمد علی نے دریں اثناء فرانس اور انگلستان کو جو دونوں روس کی سابقہ مداخلت کی وجہ سے ہر وقت ہوشیار ہو گئے ہوئے تھے لکھا کہ روس سلطان کو اکسا رہا ہے۔ ہم دونوں اوسکے برخلاف آپس میں اتحاد کر لیں۔ فرانس و انگلستان نے اس تجویز کو مسترد کر دیا۔ مگر فریقین میں صلح کرانے کے لئے یہ دستور ساتھ ... جب محمد علی نے درخواست پیش کی کہ اوس کے زیر حکومت صوبوں کی گورنری اوسکی اولاد میں انہی اختیارات کے ساتھ جو اسے حاصل ہیں موروثی کر دیجائے۔ اور پیش کرتے وقت اوس نے حسب ذیل الفاظ کہے "یہ جب مجھے کی ذات اور اپنے نظام

کہ اس منصب پر بحال رہنے کیطرف سے اطمینان حاصل ہوگیا تو مین یہ تمام سرکشی چھوڑ دونگا۔ اور اوس وقت اپنی کل بحری و بری افواج باب عالی کے اختیار مین کر دونگا۔ اور اپنے آقا سلطان کا زبردست مددگار اور مؤید ہو جاؤنگا۔

محمود نے صرف مصر اور عکہ و طرابلس کی حکومت کو موروثی بنانا منظور کیا۔ محمد علی اسپر رضامند نہ ہوا۔ اور شام مین مزید فوج بہرتی کرنی شروع کر دی۔ اوس وقت روس نے انگلستان اور فرانس کو شام اور مصر کا بحری محاصرہ کرنیکی تحریک کی۔ اور ساتھہ ہی اپنا منشا ظاہر کیا کہ اگر وہ متفق نہ ہونگے تو روس اکیلا یہ امر کر گذرے گا۔ انگلستان اور فرانس نے اس تجویز کو نہ مانا۔ اور صلح صفائی سے ہی معاملہ کو سلجھانیکے درپے رہکر اعلان کر دیا کہ فریقین مین سے جو ابتدا کریگا وہ اوسکے برخلاف ہو جائینگے۔ مگر سلطان نے روس کے ایما پر جو ۱۸۳۳ء کیطرح کمک بہیجنے کی تیاریان کر رہا تہا محمد علی کو آخری حکم بہیجا کہ وہ مزار مقدس پر ترکی پہرہ کو قایم کر دے خراج باقاعدہ ادا کرنا منظور کرے۔ اور مصر کی بادشاہی کے دعوؤن سے دست بردار ہوکر جسقدر حقوق اسے عطا کیئے جائین اونپر رضامند ہو جائے۔ اسکا جواب نفی مین ملنے پر سلطان نے اپنے سپہ سالار اور امیر البحر کو سرکش گورنر پر جو ۹ جون ۱۸۳۹ء کو قرار دیا گیا حملہ کر دینے کا حکم دیدیا۔ بری فوج دریائے فرات کے قصبہ بیر مین پہلے سے جمع تہی۔ اور بیڑہ بہی گذشتہ مین کئی برسون کی محنت و کوشش سے ۳۶ چہوٹے بڑے جہازات جنمین ۲۰ مصافی تہے تیار کر لیئے گئے تہے۔ مگر غداری اور خیانت نے سلطان کی کل تیاریون پر پانی پہیر دیا۔ ۲۴ جون ۱۸۳۹ء کو جب حافظ پاشا ترکی سپہ سالار نے بمقام نزیب ابراہیم پر حملہ کیا تو سالم کی سالم پلٹنین اور رسالے جن کے افسران پہلے سے رشوتین لی ہوئی تہین سلطانی لشکر کو چہوڑ کر دشمن سے جا ملے۔ ایسی صورت مین مقابلہ کیا ہو سکتا تہا ترکی فوج شکست کہا کر بہاگ گئی اور کل توپخانہ (۱۰۴ توپین) کیمپ، سامان و رسد جنگی میگزین جنمین ۲ ہزار بندوقین تہین میدان جنگ مین چہوڑ گئی۔ بیڑہ کی گت اس سے بہی بری ہوئی۔

قپودان پاشا احمد فوزی کو سلطان نے بتاریخ ۸ جون وفاداری اور جان نثاری کی حلف لیکر قسطنطنیہ سے روانہ کیا۔ مگر شام کے بنادر پر حملہ آور ہونیکی بجائے ۱۱ جولائی کو وہ مجمع الامم کل بیڑہ لیکر شام کے سواحل سے اسکندریہ کی طرف روانہ ہوگیا اور ۱۳ جولائی کو وہان پہنچکر کل جہازات محمد علی کے حوالہ کر دیئے۔ مگر سلطان محمود کو متذکرہ صدر شکست اور واقعہ نمکحرامی کے سننے کا رنج نہ اوٹھانا پڑا۔ اوسکی صحت مسلسل محنت اور وزارت کی کاوش و تردد سے بگڑ گئی ہوئی تہی۔ یکم جولائی ۱۸۳۹ء کو قریب سو کی صدمے کے قسطنطنیہ مین پہنچنے سے پہلے اوسکا طایر روح جسد خاکی سے پرواز کر گیا۔ اور ایک فتحی اولوالعزم اور جانباز جس نے قوم اور ملک کیلئے اپنے وسطی عیش و آرام کو حرام کر دیا تہا۔ دنیا کے دون سے رخصت ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

سلطان کی وفات پر چند تحریرون نے خود ترکی اور بلاد غرب مین یہ افواہ اوڑادی کہ محمود کی صحت کثرت شراب پینے سے بگڑ گئی تہی۔ اور یہی عادت بد اوسکی موت کا باعث ہوئی۔ مگر مسلمان اطبا ہی نہین بلکہ وہ عیسائی ڈاکٹر بہی جو شاہی معالج تہے اس اتہام کی قطعی تردید کرکے سلطان مرحوم کی اعلے دماغی قوتون اور اسکی مسلسل محنت کی نسبت

شہادت دیتے ہیں۔ ان ڈاکٹروں کے نام میکارتھی اور کانسٹن ٹائین فرہ تھوڈوری ہیں۔

محمود کے بعد اوسکا بیٹا عبدالمجید تخت نشین ہوا جس کے ذاتی اوصاف اور حالات بیان کرنے سے پہلے مصری معاملہ کے انجام اور سلطان مرحوم کی اصلاحات کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ محمود کی وفات پر دار الخلافہ میں کسیقدر بے چینی کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ مگر خسرو پاشا کے حسن انتظام سے وہ فوراً رک گئے۔ اور اس کے صلہ میں نوجوان سلطان نے جو عجب خطرناک موقع پر تخت نشین ہوا تھا خسرو کو وزیر اعظم مقرر کر کے کل اختیارات اوس کے سپرد کر دیئے۔ احمد فیضی کا بیان ہے کہ وہ اس تقرری سے ناراض ہو کر محمد علی سے جا ملا تھا۔ اسی کپتان پاشا نے سکندریہ جانے سے پہلے فرنچ امیرالبحر سے حسب ذیل گفتگو کی تھی "خسرو نے اراجانی سے وزارت کے منصب پر تصرف کر لیا ہے۔ وہ روس کے ہاتھ پر بکا ہوا ہے۔ اور اس لیے سلطان محمود کے دوستوں کو تباہ کرنے اور محمد علی کے برخلاف لڑائی شروع کرنیکا خواہشمند ہے تاکہ روس کو سلطنت عثمانیہ میں دخل ہونے اور اقتدار قایم کرنیکا موقع ملجائے۔ بنا برین میں نے حافظ پاشا اور محمد علی کے ساتھ ملکر لڑائی کو ختم کرانے۔ اور اسطرح روس کے اختصاصات کے رستہ میں رکاوٹ قایم کرنے اور اون سازشیوں کو جو حکومت پر متصرف ہو گئے ہیں برطرف کرنیکا عزم کر لیا ہے۔" فرنچ امیرالبحر نے اسے بہتیرا روکا مگر فیضی نے نہ مانا۔ اور ترکی بیڑہ کو سکندریہ لے گیا۔ جس غیر مترقبہ امداد سے محمد علی نہایت متعجب و مسرور ہوا۔ یورپین قونصلوں نے اوس بیڑہ کو قسطنطنیہ بھیجنے کی فہمائش کی جس کے جواب میں اوس نے کہا کہ جب تک خسرو کو برطرف اور مصر کی حکومت کو موروثی تسلیم نہ کیا جائیگا میں اسکو واپس نہیں کرونگا۔

عبدالمجید ایک تو بالطبع امن پسند تھا۔ دوسرے غنیم کا پلڑا بہت بھاری ہو رہا تھا۔ ان حالات پر غور کر کے باب عالی نے ۲۷ جولائی ۱۸۳۹ء کو فیصلہ کیا کہ حرمین شریفین کا قبضہ واپس لیکر شام اور مصر پر محمد علی کا موروثی قبضہ تسلیم کر لیا جائے۔ باب عالی یہ تجاویز محمد علی کو ارسال کرنے ہی والا تھا کہ ۲۷ جولائی کو انگلستان۔ فرانس۔ آسٹریا۔ پرشیا اور روس نے مشترکہ یادداشت پیش کر کے باب عالی کو اطلاع دی کہ ان پانچوں سلطنتوں نے اس تنازعہ کے تصفیہ کا عزم کر لیا ہے اور سلطان سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اونکی صلاح کے بغیر کچھ نہ کرے۔ باب عالی نے اس مداخلت و ثالثی کا شکریہ ادا کر کے بیان کیا کہ اس امداد سے ہر طرح بہتری کی امید ہے۔

لیکن یہ پانچوں طاقتیں جیسا کہ ان دنوں میں آرمینیا اور کریٹ وغیرہ کے مسائل میں بھی دیکھا جا رہا ہے آپس میں کچھ بھی متحد و متفق نہ تھیں۔ ہر ایک کی اغراض مختلف تھیں۔ اور ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ فیصلہ اوس کے حسب منشاء ہو۔ انگلستان۔ آسٹریا اور پرشیا کا منشاء تھا کہ صوبہ شام سلطان کو واپس دلا دیا جاوے۔ فرانس اسکے مخالف تھا۔ آسٹریا نے تجویز پیش کی کہ کانگرس کر لو۔ اسے روس نے منظور نہ کیا۔ فرانس اور انگلستان نے کہا کہ ہمارے جہازوں کو ڈارڈنیلز میں داخل ہو جانے دیا جائے۔ اسپر آسٹریا اور روس نے اتحاد سے علیحدہ ہو جانے کی دھمکی دی۔ انگلستان نے تجویز پیش کی کہ محمد علی کے مقبوضہ

بناور کا محاصرہ کرلیا جائے۔ فرانس نے اسمین شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ انگلستان نے پھر دوسری تجویز پیش کی کہ قسطنطنیہ کی حفاظت کیلئے پانچون سلطنتین اپنی کچھ کچھ فوج بھیجدین۔ اسے بھی فرانس نے قبول نہ کیا۔ اس اختلاف کا یہ نتیجہ ہوا کہ انگلستان اور فرانس کے اتحاد مین جو ۱۸۳۰ء سے یوروپ مین امن قایم رکھنے کا باعث ہو رہا تھا خلل پڑ گیا اور یہ اشتراک یوروپ کی تین طاقتور ترین حکمرانون کے عین منشاء کے مطابق تھا۔ فرانس اوس وقت عجب کشمکش مین مبتلا تہا۔ اوسکی قدیمی پالیسی ٹرکی کے قیام کی موید تھی۔ اور جدید تعلقات نے شاہ فرانس اور گورنر مصر مین گہری دوستی پیدا کر دی تہی۔ اس مخمصہ سے بچنے کیلئے لوئی فلپ کے جدت پسند دماغ نے نئی پالیسی گھڑلی۔ اوسنے سوچا کہ ٹرکی کا سب سے بڑا دشمن روس ہے جس کے مقابلہ کیلئے ٹرکی مین کافی طاقت موجود نہین نہ اب اسقدر طاقت اسمین پیدا کیجا سکتی ہے۔ اسکا اب یہی علاج ہے کہ محمد علی کو طاقتور بنا کر روس کے برخلاف ٹرکی کے لیئے ایک زبردست پشت پناہ تیار کر دیجائے۔ یعنی اوسکی رائے مین سلطان اور پاشا دونو کی موجودگی سلطنت عثمانیہ کے قیام کیلئے ضروری تہی ×
× لیکن وہ یہ نہ سمجھا کہ جب اصل اور پشت پناہ یا قلب لشکر اور عقب مین ہی دشمنی ہو تو سلطنت کی حفاظت کسطرح ہوسکے گی۔ اور اس دشمنی کا برابر قایم رہنا باہمی تعلقات کو تابع و متبوع کے سوا کسی تعلق اور وضع کے سوا خواہ کسی وضع مین قایم کیا جانا یقینی امر تہا۔ مزید برآن اس پالیسی سے فرانس پر یہ الزام بھی وارد ہوسکتا تہا۔ کہ وہ ...... محض مصر مین اپنا اقتدار بڑھانیکے لیئے پاشا کی حمایت کر رہا ہے

انگلستان کی پالیسی حسب معمول خوب برجستہ تھی۔ وہ ایسی روش پہ تہا کہ کسیکو گرفت کا موقعہ ہی نہ ملے اور اپنا فایدہ بھی پیدا ہوتا رہے۔ وہ محمد علی کی طاقت کو جو اپنی کاشت کردہ اجناس کپاس وغیرہ کی تجارت سے انگلستان کا تجارتی رقیب بن گیا ہوا تھا۔ اور انگلستان کو بحیرۂ قلزم اور وادی فرات کی راہون سے فایدہ نہین اوٹھانے دیتا تہا۔ اور جس کی زیادہ طاقتور ہو جانے سے انگلستان کے ایشیائی مقبوضات کو بھی سخت اندیشہ ہوسکتا تہا۔ زیادہ نہ بڑھنے دینے بلکہ کم کرانیکے درپے تہا۔ اور اس اپنی ذاتی غرض کو مد نظر رکھکر سلطان کو اوسکے مغصوبہ صوبجات جنپر وہ خود دیگر دول کی رقابت کی وجہ سے متصرف نہین ہوسکتا تھا۔ واپس دلادینے سے ٹرکی مین اپنا اقتدار بڑھا لینے کا دوسرا فایدہ اوٹھانا چاہتا تھا۔ روس پران دونون ملکون کے اختلاف کو دیکھکر کچھ ایسی خوشی چھا گئی کہ کچھ عرصہ کے لیئے اوسے اپنی کل آرائے اور تجویزین جو وہ ٹرکی کے برخلاف رکھتا تھا فراموش ہوگئین۔ روس اور انگلستان مین خفیہ نامہ و پیام کے ذریعہ سے اتفاق ہوگیا کہ فرانس کے بغیر اور اگر ضرورت ہو تو اوسکے علی الرغم اس مسئلہ کا تصفیہ کر دیا جائے۔ روس کو فرانس کی طرف سے اندیشہ پیدا ہوگیا تھا کہ لوئی فلپ کے سر مین نپولین کی تقلید کی ہوا بھر گئی ہے۔ اس اتفاق کے بعد چارون سلطنتون نے فرانس سے اپنی جداگانہ پالیسی کو چھوڑ دینے کی درخواست کی گو در باطن اونکا یہی منشا تہا کہ وہ متفق ہو اور چارون سلطنتین اوسکی شمولیت کو بغیر خود ہی اس مسئلہ کا تصفیہ کرکے فرانس کی تنہائی ظاہر کرین۔ چنانچہ فرانس نے

کسیطرح کی اطلاع دیئے یا اُسے شمولیت کیلئے لکھے بغیر دول اربعہ نے باب عالی کے ساتھ ۱۵ جولائی سنہ ۱۸۴۰ء کو معاہدہ کر لیا۔ اور اس کے رو سے قرار پایا کہ سلطان محمد علی کو مصر کی پاشائی علی الدوام اور ضلع عکا کی گورنری تاحیات اس شرط پر عطا کرنے پر رضامند ہیں کہ محمد علی دس دن کے اندر اس تصفیہ کو قبول کرے اور فی الفور اپنی افواج شام عرب اور کریٹ وغیرہ سے واپس بلا لے۔ اگر وہ اس تصفیہ کو قبول کرنے میں دس دن کا توقف کرے تو عکا کی گورنری کا حق زائل ہو جائیگا۔ اور بالآخر اگر وہ قطعی انکار کر دے تو اُسکے کل حقوق زائل ہو جائیں گے۔ اور معزولی کا حکم صادر کر دیا جائے گا۔ جسکی تعمیل چاروں طاقتیں اور ٹرکی کی افواج متفق و متحد ہو کر کرینگی۔ فرانس کو جب یہ اطلاع ہوئی تو وہ مارے غصہ کے آپے سے باہر ہو گیا۔ اکثر مؤرخین کا اسپر اتفاق ہے کہ اسکی نیت نیک تھی مگر پالیسی کے غلط ہونے کو بھی سب تسلیم کرتے ہیں۔ اور تھیئرز نے فی الفور عظیم الشان تیاریاں شروع کر دیں۔ اور اپنی بات کی پچ نباہنے کیلئے اکیلا ہی کل یورپ کے مقابلہ کیلئے آمادہ ہو گیا تاہم انگلستان کے دلیر وزیر اعظم لارڈ پامرسٹن نے ان تیاریوں کی کچھ پروا نہ کر کے انگریزی بیڑہ کو جو امیر البحر سٹاپفورڈ اور امیر نیپیئر کے زیر کمان تھا محمد علی کے انکار کر دینے کی صورت میں شام کے بنادر پر حملہ کرنیکا حکم بھیجدیا۔ اس بیڑہ نے جسکے ساتھ چند آسٹرین اور ترکی جہاز بھی شامل ہو گئے تھے۔ ۹ ستمبر سنہ ۱۸۴۰ء کو بیروت پر گولہ باری شروع کر کے ۹ ہزار ترکی فوج کو جو بیڑہ پر سوار تھی خشکی پر اتار دیا۔ کوہستانی قبائل دروز اور مارونی جو مصری حکومت کی سخت گیری اور زیادہ ستانی سے تنگ آگئے ہوئے تھے فوراً سلطانی افواج کے ساتھ مل گئے۔ اور مصری فوج اور اُسکے رفقا میں پھوٹ پڑ گئی۔ بیروت کے مصری حکام کو عرب پاشا پر بیوفاداری کا شبہ ہو گیا جسنے انگریزی امیر البحر کے سامنے ہتھیار ڈالدیئے۔ اور مالٹا کو بھیجدیا گیا۔ چند دنوں کے بعد مصری کمانڈر سلیمان پاشا پر واضح ہو گیا کہ اگر اُسنے بیروت کو جلد خالی نہ کر دیا۔ تو پھر ابراہیم پاشا کو جا ملنے کیلئے جسنے اپنے باپ اور گورنمنٹ فرانس کے کہنے پر جنگ نزیب کے بعد پیشقدمی نہیں کی تھی کوئی راستہ نہیں رہجائے گا۔ اور ترکی افواج کل راستوں کو روک لینگی۔ وہ ۱۰ اکتوبر کو بیروت خالی کر کے ابراہیم کیطرف چلدیا۔ اس پہلی ہی پسپائی کا یہ اثر ہوا کہ مصری فوج سے سپاہی جوق درجوق بھاگنے شروع ہو گئے۔ ترکوں اور انکے معاونین نے یکے بعد دیگرے ٹائر، طرطوس، طرابلس، صیدا، اور جبیل پر قبضہ کر لیا۔ اور ۳ نومبر کو شام کی کلید یعنی عکہ کا بحری و بری محاصرہ کر لیا گیا۔ چند گھنٹوں کی ہی گولہ باری سے قلعہ کے میگزین میں آگ لگ گئی۔ اور آدھی فوج اُسکے ساتھ اُڑ گئی جسپر باقیماندہ فوج نے ہتھیار ڈالدیئے۔ اور شہر جسکا بھی کچھ حصہ معدوم ہو گیا تھا فاتحین کے حوالہ کر دیا۔ محمد علی نے یہاں بیشمار سامان حرب و ضرب اور رسد جمع کی ہوئی تھی جسکی بربادی پر اسکی تمام امیدوں کا خاتمہ ہو گیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر امیر البحر نیپیئر نے اسکندریہ کا رُخ کیا۔ اور وہاں پہنچکر محمد علی کو کہلا بھیجا کہ ہٹ دھرمی پر قائم رہنے کی صورت میں اسکندریہ کا بھی وہی حشر ہو گا جو عکہ کا ہوا ہے۔ یہ دھمکی کام کر گئی۔ اور محمد علی نے جسکو یہ بھی یقین ہو گیا تھا کہ اکیلا فرانس کل یورپ کے برخلاف اُسکی کچھ مدد نہیں کر سکتا۔ ۲۷ نومبر سنہ ۱۸۴۰ء کو صرف مصر کی موروثی گورنری پر قناعت کر کے

شام، عرب اور کریٹ تو مصری افواج کو واپس بلالینا منظور کر لیا۔ اور اون کو واپس بلالیا۔ اور ترکی بیڑہ قسطنطنیہ کو واپس بھیجدیا۔ بابعالی نے اس معاہدہ کو انگریزی سفیر لارڈ پانسن بائی کے اصرار پر منظور کرنے سے انکار کردیا اور محمد علی کی جگہ مصر کی گورنری پر ایک اور شخص کو نامزد کر کے محمد علی کو بالکل بیدخل کر دینے کا عزم ظاہر کیا۔ لیکن آخر دیگر دول نے جنمین اب فرانس بھی آسٹریا کی تحریک سے فوجی تیاریون سے باز آکر شامل ہو گیا تہا۔ بابعالی کو چند مہینون کے نامہ وپیام کے بعد رضامند کر لیا۔ اور سلطان نے ۱۳ فروری ۱۸۴۱ء کو فرمان شاہی صادر کیا کہ مصر کی حکومت محمد علی اور اوس کے خاندان مین موروثی رہیگی۔ لیکن بابعالی کو اختیار ہوگا کہ ایک امیر کے مرنے پر محمد علی کے خاندان مین سے جسکو چاہے امیر مقرر کرے۔ مزید برآن یہ قیود بھی لگائین کہ گورنر مصر کبھی ۱۸ ہزار سے زیادہ فوج نہ رکھے۔ اور محاصل اوسیطرح تشخیص اور وصول کرے جسطرح ٹرکی مین کیئے جاتے ہین اور چوتھا حصہ بطور خراج بابعالی کو بھیجدیا کرے اور بوقت ضرورت فوجی امداد دیا کرے۔ محمد علی نے ان شرائط کو ماننے سے قطعی انکار کر دیا۔ اور فرانس مین پھر جوش بڑہ گیا۔ لیکن مترنیخ آسٹریا کے وزیر اعظم نے بیچ بچاو کر کے رشید[۱] پاشا کو جو محمد علی کا بہت مخالف تھا برطرف اور رؤف پاشا کو وزیر اعظم مقرر کرا دیا۔ اور سلطان نے جدید فرمان صادر کر کے حکومت مصر کی جانشینی کیلئے وہی قاعدہ منظور کر لیا جو ٹرکی مین رائج ہے۔ اور جس کے روسے سلطان کے مرنے پر خاندان کا سب سے بڑا رکن تخت نشین ہوتا ہے۔ اور خراج کا تصفیہ بابعالی اور مصر کی باہمی قرارداد پر چھوڑ دیا گیا۔ محمد علی نے ان شرائط کو بتاریخ ۱ جون ۱۸۴۱ء قبول کر لیا۔ اور مصری تنازعہ کا خدا خدا کر کے تصفیہ ہو گیا۔ دول یورپ نے لنڈن مین ۱۳ جولائی ۱۸۴۱ء کو عام معاہدہ کر کے اس تصفیہ کو تسلیم کر لیا۔ اور ساتھ ہی آبنائے ڈارڈنیلز اور باسفورس کے متعلق اتفاق رائے سے یہ دو دفعات وہمین ایزاد کر دین:-

یہ دفعہ اول۔ جلالتمآب سلطان روم اعلان کرتے ہین کہ وہ اپنی سلطنت کے قدیم دستور کے مطابق اس امر کا پختہ عزم کرتے ہین کہ صلح کے وقت وہ کسی اجنبی طاقت کے جنگی جہازون کو آبنائے باسفورس اور ڈارڈنیلز مین داخل نہین ہونے دین گے۔

دفعہ دوم۔ اور دوسری طرف جلالتمآب ملکہ برطانیہ کلان آیرلینڈ قیصر آسٹریا بادشاہ ہنگری و بوہیمیا شاہ فرانس شاہ پرشیا اور قیصر روس سلطان المعظم کے اس عزم کی درست کرنے اور اصول متذکرہ صدر کی نگہداشت کرنے کا اقرار کرتے ہین۔ اس عہدنامہ کے روسے یورپین دول نے ٹرکی کی سلامتی کا ذمہ اوٹھا کر اوسکو پہلی دفعہ باضابطہ طور پر اپنی حفاظت وحمایت اور اتالیقی مین لیلیا۔ اور بقول سٹانلی لین پول ٹرکی کو اس حفاظت و اتالیقی سے جو کچھ فایدہ حاصل

[۱] خسرو پاشا تقرری سے چند ماہ بعد فرانس کے اصرار پر معزول ہو گیا تہا۔ اور اوس کی جگہ رشید وزیر اعظم بنا دیا گیا تہا۔ مولف

وہ توقعات مابعد سے بخوبی ظاہر ہو رہا ہے کہ شاگرد کے عصار کی قطع برید کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے ۔

عدن پر انگریزی قبضہ

دارڈنیلز اور باسفورس کو باضابطہ طور پر ترکی سمندر تسلیم کر لیا جانا ترکی کے حق میں نہایت مفید تھا کیونکہ قانون بین الاقوام کے رو سے عموماً کل بحری رستے اور سمندر کسی واحد سلطنت کے تصرف و قبضہ میں شمار نہیں ہوتے۔ لیکن پھر بھی عہدنامہ خونکار اسکلہ سی روس کو ترکی کے اندرونی معاملات میں خاص صورتوں کے پیدا ہونے پر مداخلت کا جو استحقاق حاصل ہو گیا تھا وہ ابھی تک بدستور قائم تھا۔ اور اس نئے معاہدہ سے اوسکی تاثیر میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا اس فروگذاشت کی اصلاح کیلئے ترکی۔ انگلستان اور فرانس کو بارہ برس بعد لاکھوں جانیں اور کروڑوں روپیہ پانی پھیرنا پڑا تاہم انگلستان متعدد اخلاقی مفاد کی حصول کے ماسوا اس موقعہ پر بھی مادی فائدہ اوٹھانے سے نہ چوکا جسطرح اوسنے روس سے ترکی کے مغلوب ہوجانے پر قبلی معاہدہ صلح میں امداد اور دستگیری کے بہرے دیکر ۱۸۷۸ء میں ترکی سے قبرس کا جزیرہ قابو کر لیا تھا۔ اوسیطرح ۱۸۳۹ء میں محمد علی کے بر خلاف مدد دینے کی لالچ دلاکر نوجوان اور ناتجربہ کار سلطان عبد المجید اور اس کے مشیروں سے بحیرۂ قلزم اور بحیرۂ ہند کی کلید یعنے عدن کو حاصل کر لیا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اُس زمانہ والے اپنے وعدہ کو (گو ہمیں بھی بہت سی مزید ذاتی اغراض جن کی اوپر توضیح ہو چکی ہے مد نظر رکھہ لیگئی تھیں) کسیقدر پورا کر دیا۔ اور ۱۸۴۰ء میں عملاً کہلا دغا دی۔ بعضے عدن کی نسبت لکھا ہے کہ سلطان سے براہ راست حاصل کیا گیا تھا لیکن انگریزی مورخوں کے قول کی پیروی کیجائے تو یہ لکھنا چاہیے تھا کہ انگلستان نے اس اہم مقام کو وہاں عرب شیوخ سے جو ترکی کے ماتحت تھے غصب کرکے ترکی کو اس غصب پر رضامند کر لیا۔ یا بالفاظ دیگر اُسے اُسی وقت غصب کیا جبکہ ترکی میں مصر کے فتنہ کا اہتمام کیطرح اعتراض و مزاحمت کرنیکی نہ تو طاقت تھی اور نہ ایسا کرنا محمد علی کے فساد کی وجہ سے قرین مصلحت۔ اس موقعہ پر روسی مورخ کی[1] روایت کو بجنسہ نقل کر دینا شاید نامناسب نہ ہوگا جو حسب ذیل ہے:

ایسٹ انڈیا کمپنی کو (یا برٹش گورنمنٹ) اپنے جہازوں کے دخانی کوئلوں کا گودام قائم کرنیکے لیے ایک سٹیشن کی ضرورت تھی جیسا یہ ضرورت محسوس ہوئی۔ اوسی زمانہ میں جنگی لحاظ سے عدن کی اہمیت بھی جو باب المندب کی کلید ہے اچھی طرح تمام واضح ہو گئی تھی۔ چنانچہ انگریز ناخدایان نے جو خیالی پلاؤ ہی نہیں پکاتے رہتے بلکہ جس کام کی سودمندی محقق ہو جائے اوسے فوراً کر گذرتے ہیں خواہ کسیقدر جان و مال کا نقصان ہو ایسے اہم مقام پر قبضہ کر لینے کا عزم کر لیا پہلے اونہوں نے اسپر بالجبر قابض ہو جانیکا ارادہ کیا مگر اسطرح ترکی سے بگاڑ ہو جانیکے اندیشہ سے بالآخر تدبیر و حیلہ سے کار براری مناسب خیال کی۔ اور یہ چال چلے۔ ایک بڑا جہاز موسومہ دایرہ دولت جسپر انگریزی علم لہرا رہا تھا۔ عمداً ساحل عدن کی قریب غرق کر دیا گیا۔ عرب بسر شکار کو کب ہاتھ سے جانے دیتے تھے۔ اونہوں نے چاروں طرف سے اس جہاز کو گھیر ڈال لیا۔ اور کرنے

[1] اس کارارکی ایک روسی فوجی افسر سٹیڈر دوفت ہے جسکی تحریر کا ترجمہ لفٹنٹ کرنیل گروان نے انگریزی میں کیا ہے۔ مؤلف

اہل جہاز کو قتل کر کے کل مال و اسباب لوٹ لیا۔ اور عورتوں کو جو جہاز پر تھیں پکڑ لیگئے۔ انگریزی گورنمنٹ نے کپتان ہینس کو عدن بھیجا کہ انگریزی علم کی اس بیحرمتی کے معاوضہ و نقصان کے بدل کا مطالبہ کرے۔ کپتان مذکور کو سمجھا دیا گیا کہ وہ پہلے تو شیخ عدن کو خوب دھمکائے اور جب وہ سہم جائے تو اُسے مقام مذکور کی فروخت پر آمادہ کرے کپتان نے جنگی جہاز عدن کے سامنے لاکر کھڑے کر دیئے اور شیخ سے معاوضہ طلب کیا جسنے گولہ باری کے خوف سے غرق شدہ جہاز کے نقصانات کا معاوضہ دینا منظور کر لیا۔ اور زر مطلوبہ ادا کر دیا۔ کپتان نے روپیہ لے لینے کے بعد بندر عدن اور علاقہ ملحقہ کی فروخت کا سلسلہ چھیڑ دیا۔ شیخ نے زر ادا کردہ اور جہازی محاصل کے بدل میں جو اُسے ملا کرتے تھے۔ اور فروخت کے بعد اوسکی یہ آمدنی زائل ہو جاتی ساڑھے بارہ ہزار روپیہ مزید بعوض بندر کو بیچنا ان قبول کر لیا۔ اور اس مضمون کا بیعنامہ لکھا گیا۔ لیکن ابھی اوسکی تکمیل نہیں ہوئی تھی اور شیخ کو کوئی پیسہ نہیں دیا گیا تھا کہ کپتان ہینس کے مترجم نے شیخ کی مُہر چرا لی جسی بیعنامہ پر لگا کر ایک کوڑی ادا کئے بغیر بیعنامہ کو مکمل کر لیا گیا۔ اور بہادر کپتان صاحب بیعنامہ کو جیب میں داخل کر کے کل روپیہ اُٹھوا کر جہاز کو واپس آگئے۔ اور شیخ سے الوداعی ملاقات کی بھی کچھ پروا نہ کی۔ مگر جب اس امر کی اطلاع محمد علی کے ایک نائب کو جو عدن کے متصلہ علاقہ پر مامور تھا ہوئی تو اوسنے خود عدن پر قابض ہو جانے کی تیاری شروع کر دی جسپر انگلستان نے سلطان کو گورنر مصر کے برخلاف مدد پیش کی۔ سلطان نے اسے بخوشی منظور کر لیا۔ اور اس مدد کے معاوضہ میں فی الفور انگریزی فوج عدن پر قابض ہوگئی۔ اور بہیانک لگی نہ پھٹکری انکے روسے قانون اور از روئے قبضہ دونوں طرح سے انگلستان عدن کا مالک ہوگیا۔ دنیا تماشا کی بات یہ ہے کہ جہاز کے مالک کو بھی کسیطرح کا معاوضہ نہ دیا گیا۔“

اس مادی اور دیگر اخلاقی فوائد کے علاوہ اس اعانت کی صلہ میں انگلستان کو بابعالی کے مشوروں اور ملک میں اسقدر اقتدار حاصل ہوگیا تھا کہ یہ کہنا مبالغہ میں داخل نہیں کہ کوئی کام انگریزی سفیر کے بلا استصواب نہیں کیا جاتا تھا۔ اور کل بنادر کی تجارت انگریزوں کے تصرف میں ہوگئی تھی *

سلطان محمود کی صلاحات

سلطان مرحوم نے اپنے ملک کی جو بیشمار قابل قدر خدمات کیں اونمیں سے ایک یہ بھی تھی کہ اُسنے اون شہزادوں کی تعلیم و تربیت میں جنکی نسبت غالب گمان تھا کہ وہ اوسکے بعد تخت نشین ہونگے حتی الامکان کسیطرح کی کوتاہی نہ کی۔ لیکن عام مسلمانوں کی متعصبانہ جہالت اور مخالفت کی وجہ سے اونکی ایسے وسیع طرز پر تربیت نکر سکا جو اُسکی بڑی خواہش تھی۔ اور اسیوجہ سے وہ نقص جو محلسرا کی رہائش اور عورتوں اور کنیزکوں یا متعصب ملاؤں کی صحبت سے پیدا ہوتے ہیں کچھ نہ کچھ ان شہزادوں کی طبیعت میں باقی رہے۔ مرحوم کے زندہ فرزندوں میں سب سے بڑا عبد المجید تھا۔ اوسکی عمر تخت نشینی کے وقت صرف ۱۶ برس کی تھی۔ جو عمر کامل تعلیم و تربیت کی باوجود دیہی لڑکی ایسی سلطنت کی کٹھن اور خطرناک حکمرانی کیلئے بہت ہی تھوڑی تصور ہوتی

مزید برآن اس نوعمر فرمانروا مین وہ عزم شہامت اور مستعدی بہی نہین تہی۔ جو ہر فرمانروا کیلئے اگر وہ ملک کیلئے مفید ہونا چاہتا ہو ضروری ہے۔ تاہم ایک بڑی خوبی یہ رکہتا تہا کہ طبعًا ذہین اور غیر متلون مزاج ہونیکے علاوہ فرمانبردار اور سعادتمند فرزند تہا۔ محمود نے مرتے وقت اُسے آخری نصیحت یہ کی تہی کہ اصلاح کی تکمیل اور اپنی رعایا کی جملہ اقسام کی حالت کو بہتر اور اون کے خیالات کو روشن بنانے سے غفلت اور کوتاہی نکرے۔ اسی غرض کیلئے سلطان مرحوم نے اوسے اصلاحی تدابیر و نتائج دیکے اصول بتائے اور اونکی اہمیت پہلے سے ہی بخوبی ذہن نشین کر دی تہی۔ خوش قسمتی سے مشیر بہی ایسے ملگئے۔ جو روشن خیال اور اصلاح کے دل خواہان تہے۔

محمود نے نظم و نسق سلطنت کے ہر شعبہ اور شاخ مین جو تغییر و تبدیل کیئے اونکو مفصل قلمبند کرنیکے لیئے ایک دفتر درکار ہے۔ بنا برین صرف زیادہ اہم اصلاحات کا مختصر بیان درج کر دیا جاتا ہے۔ نہایت ضروری اور کمال اہم فوجی اصلاحات کے بعد سب سے اول کام جو سلطان محمود نے شہریون کی ظالمانہ غلامی سے رہائی پاتے ہی کیا وہ یہہ تہا کہ فرمان شاہی صادر کرکے پولیٹیکل مجرمونکی جائیداد ونکی ضبطی کے دستور کو موقوف کر دیا اور گورنرون سے موت و حیات کا اختیار چہین لیا۔ قبل ازین تمام ایسے شخصونکی جائیداد جنکو پولٹیکل جرائم کی علت مین موت یا جلاوطنی کی سزا دیجاتی ضبط کرلیجاتی تہی۔ جس قبیح دستور سے یہی نہین کہ مکروہ ترین قسم کے مخبرون اور جاسوسون کی ایک وسیع جماعت قائم ہوگئی ہوئی تہی۔ بلکہ حکومت کو بہی ہر وقت ظالمانہ افعال کی تحریک و تحریص ہوتی رہتی تہی۔ پاشا اور بعضے گورنران علاقہ کو اس سے پہلے یہ خدائی اختیار حاصل تہا کہ اونکی انگلی کے اشارہ پر انسان فورًا ہلاک کر دیا جاتا تہا۔ محمود نے تاکیدی اور قطعی احکام نافذ کر دیئے کہ آئندہ جب تک باضابطہ تحقیقات کے بعد قاضی (یعنی مجسٹریٹ یا جج) حکم سزا نافذ اور حکم سزا پر اپنا دستخط ثبت نکرے کوئی پاشا۔ یا آغا یا اور عہدہ دار کسی شخص کو خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم موت کی سزا نہین دے سکتا۔ بلکہ قاضی کا فیصلہ بہی ناطق نہین ہے۔ ملزم اوس کے فیصلہ کی اپیل پہلے ایشیا یا یورپ (اناطولیا یا رومیلیا) کے قاضی عسکر کے پاس اور پہر خود سلطان کی خدمت مین کر سکتا ہے۔

سلطان نے ان منصفانہ احکام کو نافذ کر دینے پر ہی قناعت نکی۔ بلکہ اپنے افعال سے بہی اصلاح کی بنیاد قائم کی۔ انتظام سلطنت کی محنت و مشقت سے دل چرا کر ہر وقت محلسرا مین گہسے رہنے کی بجائے وہ دیوان کے اجلاس مین باضابطہ شریک ہوتا۔ یہ بدرواج دو صدیون سے سلیمان قانونی کے وقت سے شروع ہوا تہا۔ اور جیسا کہ پہلے لکہا جا چکا ہے سلطنت کے تنزل کا ایک یہ بہی بہاری سبب تہا۔ اوقاف کی خرابیون مین سے بہی اکثر کا انسداد کرکے اوسنے اونکا انتظام گورنمنٹ کی نگرانی مین کر دیا۔ مگر افسوس عام نارضگی کے زیادہ خطرناک ہو جانے اور کٹ ملاؤن کو مخالفت کا مزید بہانہ ملجانے کے خوف سے وہ قسطنطنیہ کو بری کی نیک نظیر سے فائدہ اوٹہا کر اوقاف کی آمدنیون کو جو بلا استثناء

ہر جگہ زیادہ تر منفعت خوروں، کاہلوں اور غاصبوں کی بھینٹ چڑھ رہی ہیں استحکام سلطنت و ملت کیلئے سرکاری مصرف میں لانے کی جرات نہ کر سکا۔ لیکن پہر بہی آفرین ہے کہ فوجی جاگیروں کے معاملہ میں جو سلطنت کی محاصل کے حصہ کثیر کو دبائے ہوئے تہیں اوسنے کسی خدشہ کی پروا نہ کی۔ ان فوجی جاگیروں تیماروں اور زعامتوں سے عرصہ دراز سے وہ غرض حاصل نہیں ہوئی تہی جسکے لئے وہ قائم کیگئی تہیں۔ اوسنے یکقلم ان کل جاگیروں کو ضبط کر کے بیشمار خرابیوں کے منبع کو مسدود اور سلطنت کی آمدنی کو اضعافاً مضاعفہ بڑہا لیا۔ اون مقامی سرداروں کے اختیارات کی بیخکنی کی جو دره بیک کا خطاب رکہتے تہے۔ اور جاگیری طریقہ کے بگڑنے سے سلطنت کے تقریباً ہر حصہ میں چہوٹے چہوٹے خود مختار بادشاہ بن گئے ہوئے تہے کچھ کم ہمت و جرات اور اہمیت کا کام نہ تہا۔ یہ لوگ اسقدر بیشمار اور اسقدر شوره پشت ہو گئے ہوئے تہے کہ سلطان جنت مکان آسانی یا سرعت کے ساتھ اس مدعا میں کامیاب نہ ہو سکا اس غرض کیلئے بیشمار معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ اور عرصہ تک بغاوتوں کا بازار گرم رہا۔ لیکن تجدد کا استقلال رفتہ رفتہ اس خرابی پر بہی غالب آگیا۔ اور بالآخر کل سلطنت میں جزیرہ قبرص ایسا علاقہ رہ گیا جہانکے دره بیکوں کو سابقہ اختیارات شاہانہ حاصل رہے۔ مالی مشکلات کی سلجھاؤ میں بہی اوسنے بیشتر مہارت اور قابلیت ظاہر کی۔ اور اس معاملہ میں قابلترین وزیر سے بہی گوئے سبقت لیگیا۔ اوسنے تمام ایسے محاصل جن سے آمدنی تو بہت کم ہوتی تہی مگر رعایا یا رعایا کی بعض اقسام کو اون سے سخت تکلیف پہنچتی تہی یکقلم موقوف کر دیا۔ اور ۲۲ فروری ۱۸۴۰ء کو فرمان سلطانی جاری کر کے رسد وغیرہ لینے کو ممنوع کر دیا جو سرکاری عہده دار متعدد مقامات میں سے گذرتے یا دوره کرتے وقت باشندوں سے لیا کرتے تہے سخت ممانعت کر دی جس کی تقلید ۱۷ برس تک ہندوستان میں منصف مزاج انگریز گورنر بہی نہ کر سکے اور ۱۸۵۷ء میں اگر کی بہی تو صرف ایک صوبہ ہی کے بیدار مغز حکمران مسٹر ٹامسن نے مالگذاری و محاصل کی بانصاف تشخیص کی قسط کے علاوہ دوسرے سب طرح کے تحصیل اور وصولیوں کو ناجائز قرار دیدیا۔ اس فرمان کے چند الفاظ حسب ذیل ہیں:

"یہ کسی سے مخفی نہیں کہ اپنی تمام رعایا کو اذیت رسان کارروائیوں کے برخلاف مدد دینا۔ اور اونکے بوجہوں کو بڑہانے کی بجائے ہلکا کرتے رہنے کی کوشش کرنا اور اونکے آسائش و اطمینان کو یقینی کرنا مجھ پر فرض ہے پس یہ ظالمانہ افعال خداوند کریم کے حکم اور میرے شاہانہ احکام کے صریح منافی اور نقیض ہیں۔"

خراج یعنی[1] جزیہ جسے کریسی اور کل عیسائی مؤرخ تسلیم کرتے ہیں کہ نہایت ہلکا اور سبک ہوتا تہا اور جسے اوس مزید برآں اسکے معاوضہ میں جزیہ دہندگان ہر طرح کی فوجی خدمت سے معاف ہو جاتے تہے گو مقدار میں ہلکا ہوتا تہا

[1] جزیہ کا صرف فوجی خدمت کا بدل ہونا اس سے مزید تر صحیح ہو جائیگا کہ یونانی اور ناٹولی جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے خراج یا جزیہ بالکل ادا نہیں کرتے تہے کیونکہ وہ فوجی خدمت دیا کرتے تہے۔ برعکس اسکے قولو اوریا کے ترک اور مسلمان جو خاص وجوہ کی وجہ سے فوجی خدمت سے معاف کر دیئے گئے تہے برابر جزیہ ادا کرتے تہے۔ کیا اسکے بعد بہی مخالفین کو جزیہ کی حقیقی ماہیت کے سمجھنے میں کسی طرح کی غلط فہمی ہو سکتی ہے۔ مؤلف

لیکن عرصہ دراز سے سرکاری محصلین کی بدروشی اور ٹھیکیداروں کے باعث غیر مسلم رعایا پر ظلم و ستم کرنے کا آلہ بن گیا ہوا تھا۔ متذکرہ صدر فرمان میں عادل و منصف سلطان نے اوسکی تحصیل و تشخیص کے پرانے طریقہ کو بھی منسوخ کر دیا اور حکم دیا کہ آئندہ اوسکی وصولی کیلئے ہر ضلع میں ایک خاص کمیشن مقرر کیجائے جسمین قاضی اور مسلمان گورنر کے علاوہ کیبان یعنی ہر ضلع کی غیر مسلم رعایا کے منتخب کردہ میونسپل ممبر بھی شامل ہون۔ انکے علاوہ اور بھی کئی مالی اصلاحیں کیگئیں جنکا تذکرہ طوالت کا باعث ہوگا۔ یہ انہی اصلاحات کی طفیل تھا کہ یونان۔ والینیا۔ مالڈیویا۔ سرویا۔ مصر۔ شام۔ علاقہ کا کیشیا اور البانیا کی آمدنیان بالکل بند ہوگئی تھیں۔ اور اسکے برعکس فوجی و دیگر اصلاحات معاہدون اور تاوانون کیوجہ سے پہلو کی نسبت خرچ بہت بڑھ گیا تھا لیکن پھر بھی سلطان مرحوم کو کبھی قرض لینے کی ضرورت نہ پڑی۔ اور کل خرچ آمدنی سے کبھی بڑھنے نہ پایا۔ اور مزید خوبی یہ کہ رعیت پر کبھی سختی نہ ہوئی۔ بلکہ اوسکی کئی سختیان دور ہوگئیں۔ خلیفہ مرحوم کی ایک اور بیدل اصلاح یہ تھی کہ اوسنے شاہی دربار اور گورنمنٹ کے تمام اور عملہ کو بہت سادہ مگر مستحکم بنا دیا۔ بیشمار اسامیان جو محض مفت خورون اور خوشامدیون کی شکم پری کا ذریعہ تھیں موقوف کر دیں۔ اور تاکہ کفایت شعاری اور ملکی خیر خواہی کی ابتدا قایم ہو تخفیف کا کام پہلے اپنے شاہی محلات سے شروع کیا۔ تمام ایسے خدام یا عہدہ دار جنکے متعلق کوئی کام نہ تھا۔ اور تمام ایسے تنخواہدار اور عہدہ دار جو کسی مفید کام پر مامور نہ تھے بیدریغ منسوخ اور موقوف کر دیئے۔

سلطان مرحوم رحمدل بھی پرلے درجہ کا تھا بچون سے اسکو نہایت الفت تھی۔ اور یہ ایسی الفت ہے کہ ظالمون اور بیرحمون میں شاذ و نادر ہی پائی جاتی ہے۔ الغرض یہ ایسی امور ہیں قوم و ملت کی طفیل ہے کہ دنیا میں اب تک عثمانیہ خلافت قایم و موجود ہے۔ اور اس میں کوئی شبہہ نہیں ہو سکتا کہ خداوند نے ایسی نیک بندہ کو اوسکی مساعی حسنہ اور بیدل جانکاہیون کا اوسکے صلہ عطا فرمایا ہوگا۔ اور رسول مقبول کے دربار میں اوسے ممتاز منزلت حاصل ہوگی

اللّٰہم اغفرہ و ارحمہ۔

قدیم و جدید ترکی علم و ادب

ناظرین کو صفحات ماقبل سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ سلطان محمود کا عہد حکومت ایک طرح سے اختلاف قدیم تنگ خیال اور بیجا و متعصب تقلید پسند گروہ اور تعلیم یافتہ اسلامی وسیع خیالی پیدا کار رہنما ہو کر عصر ایجاب زمانہ کو پورا کرسکنے کی قابل بننے کیلئے لازمی استعداد و قابلیت کی حصول کیلئے کوشش کے باہمی جدوجہد کا زمانہ تھا۔ فریقین میں سالہا سال ایسی سختی سے مقابلہ و مجادلہ جاری رہا کہ عرصہ تک وثوق کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ کون فریق غالب آئیگا۔ مسلمانونکی خوش قسمتی سے سلطان مرحوم کا استقلال اور مضبوطیء عزم و ثبات خطرات عدیدہ و مشکلات عجیبہ کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے بعد آخر غالب آگیا۔ اور انقلابی زمانہ اسطرح سے بخیریت منقضی ہو کر رہا کیونکہ اس سے بڑھکر خیریت کیا ہوسکتی ہے کہ خاندان عثمانیہ اس انقلابی جدوجہد میں غرق ہو جانے سے

محفوظ اور بالآخر کامیاب تا) ترقی و اصلاح ضروریہ کا دور شروع ہو گیا۔ پولیٹیکل اور مذہبی خیالات کے بدلنے پر قوم کے لٹریچر میں بھی لازمی طور پر تغیر عظیم پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی کیفیت ترکی لٹریچر کی ہوئی جس کے متعلق اسموقع پر سلطان اور نئی اصلاحات کے دورہ کے حالات شروع کرنے سے پہلے چند سطور کا لکھدینا شاید نامناسب نہوگا۔

محمد چہارم کے عہد کے حالات میں لکھا جا چکا ہے کہ ترکی شعراء نے ایرانی طرز کی تقلید شروع کر دی تھی۔ اور نابی نے صائب کی فلسفیانہ اور اخلاقی انداز کی ترکی میں نہایت خوبی سے نقل اُتار کر اپنے قومی لٹریچر میں اوسے رائج کر دیا تھا۔ احمد ثالث کے عہد (۱۷۰۳ء-۱۷۳۰ء) میں سب سے مشہور شاعر ندیم گذرا۔ جو ممتاز ترین قدیم شعراء میں شمار ہوتا ہے۔ اوسکا اپنے انداز تحریر کا جو تمام متقدم ایرانی و ترکی شعراء کی طرز سے مختلف تھا خود ہی موجد تھا۔ اور اب تک کسیکو اوسکی نقل و تقلید کی ہمت نہیں پڑی۔ اوسکی غزلوں میں نہایت ہی موزون اور برمحل الفاظ کی بے نظیر نشست کی خوبی کے علاوہ ایک بڑا وصف یہ تھا کہ ان سے سامعین کے دلوں کو ایسی شگفتگی اور فرحت بخش تازگی پیدا ہوتی ہے کہ اور کوئی ترکی شاعر اس رنگ کو ایسی عمدگی سے نہیں نبھا سکا۔ غزلوں کے علاوہ اوسنے بہت سے قصائد بھی لکھے جو نفعی کے قصائد سے زیادہ لطیف اور شاندار ہیں اور ان سے کم نہیں۔ اور ساتھ ہی اسکے سوا عمدگی مذاق اور سہل و آسان تشبیہ و استعارہ کا وصف رکھتے ہیں۔ اسکی زندگی کے حالات اسکے سوا بہت کم معلوم ہیں۔ کہ وہ قسطنطینیہ میں رہا۔ اور ابراہیم پاشا وزیر اعظم نے اوسکو اپنے قایم کردہ کتب خانہ کا محافظ مقرر کر دیا تھا۔ اور کہ وہ ۱۷۳۰ء تک ابھی زندہ تھا۔ اسکے ساتھ قدیم عثمانیہ لٹریچر کا کلاسیکل زمانہ ختم ہوا۔ اس لٹریچر کے فروغ کی ابتدا نفعی سے ہوئی۔ اور ندیم کی وفات پر ختم ہوا یعنی احمد اول کی تخت نشینی (۱۶۰۳ء) سے لیکر احمد ثالث کی عزل (۱۷۳۰ء) تک تا۔

محمد فاتح کے وقت تک کے قدیم ترکی نثر نویسوں کا بھی پہلی جلد میں مجمل ذکر ہو چکا ہے۔ اوس سے بعد کے چند مشہور ناثروں کا مختصر ذکر اس جگہ کیا جاتا ہے۔ سلیمان اول کے عہد میں علی چلپی نے جو انسائیکلوپیڈیا نویسی کا بھی گویا مجدد ہے۔ انوار سہیلی کا فارسی سے ترکی میں منظوم ترجمہ کیا۔ جو ہمایون نامہ کے نام سے مشہور ہے۔ علی چلپی کے بعد سعدالدین مشہور ناثر گذرا۔ وہ مراد ثالث کا (سنہ ۱۵۷۴ء سے ۱۵۹۵ء تک حکمرانی کی) اتالیق تھا۔ اوسنے اپنے شاگرد کے لیے خاندان عثمانیہ کے اولین نو تاجداروں کی تاریخ لکھی۔ اور اسکا نام تاج التواریخ رکھا۔ عثمانیہ ترکوں نے اپنی قوم کے شاہی خاندان اور اپنی سلطنت کے واقعات کو ضبط تحریر میں لانے سے کبھی لاپروائی نہیں کی یہی وجہ ہے کہ اونکے پاس اس نامور سلطنت کی مکمل تاریخ سلسلہ وار موجود ہے۔ تاج التواریخ اس تاریخی سلسلہ کی پہلی کڑی ہے۔ اور نہ فقط رنگینی عبارت بلکہ تاریخی صداقت کے لحاظ سے بھی نہایت ممتاز اور بے نظیر مانی گئی ہے۔ اس عالم مورخ کی بعض فقرات کا ترجمہ فتح قسطنطنیہ[1]

[1] تاج التواریخ کے اوس حصہ کا ترجمہ جو فتح قسطنطنیہ کے متعلق ہے کتاب حالات قسطنطنیہ کے ایک ضمیمہ میں بجنسہٖ درج کر دیا گیا ہے۔ مؤلف۔

کے حالات میں ہو چکا ہے۔ یہ کتاب از اول تا آخر مسجع یعنے نثر منظوم میں لکھی گئی ہے اور جا بجا سر برآوردہ ترکی و فارسی شعراء اور خود مصنف کے اپنے اشعار و قطعات کو درج کر دینے سے اوسکی رونق اور دو بالا ہو گئی ہے۔ معلم الکتابہ

بعد سے شاہی مؤرخون میں سے نامیہ صاحب کا کچھ ذکر ضمناً محمد چہارم کے حالات میں ہو چکا ہے۔ خاص ذکر کے لائق ہے۔ اوسکی کتاب میں سنہ ۱۰۹۱ء سے لیکر سنہ ۱۷۰۴ء تک کے واقعات درج ہیں۔ اور گو لا ادبیری اور شگفتگی میں اوسکی تحریر کسی سے کم نہیں۔ لیکن تاج التواریخ کے برعکس اوسکی عبارت نہایت سادہ اور صاف ہے۔ پیچ در پیچ اشارون کنایون اور تشبیہون و استعارون کا نام تک نہیں۔

اولیا افندی بھی جسے ترکون کا ابن بطوطہ یا ابن جبیر یا سر جان منڈیول[1] کہنا غلط یا مبالغہ آمیز نہیں ہو سکتا مشہور ناثر اور سیاح گذرا ہے۔ اوسنے پرانی دنیا کے تینون عظیم براعظمون میں دور و نزدیک کئی سفر کیئے اور آخر قسطنطنیہ واپس آکر اپنے کل مشاہدات اور تجربون کو ایک ضخیم کتاب میں قلمبند کیا جس کا ترجمہ تقریباً کل یوروپین زبانون میں ہو چکا ہے۔ مگر افسوس ہندوستان یا ایران کے مسلمانون میں شاید دس شخص بھی زمانہ حال کے اس بلند ہمت مسلمان سیاح کے نام تک سے واقف نہیں ہونگے۔ ہندوستان کے مسلمانون اور اونکی زبان سے اس اجنبیت اور لاپروائی کے قابل شرم نقص کا دور ہٹانے کیلیئے مؤلف کتاب ہذا انشاء اللہ عزیز سفرنامہ اولیا افندی کا ترجمہ عنقریب شائع کرنیکی کوشش کریگا۔

حاجی خلیفہ نے بھی جو سنہ ۱۶۵۸ء میں فوت ہوا اور جسے بعض اوقات کاتب چلپی بھی پکارتے ہیں تاریخ علم الرجال جغرافیہ اور دیگر مضامین پر بہت سی بیش قیمت کتابین تحریر کین سنہ ۱۷۲۸ء میں ترکی میں پہلی مطبوعہ کتاب جو ایک عربی لغات کا ترکی ترجمہ تھی شائع ہوئی۔ ترکی میں پہلا چھاپہ خانہ ندیم کے مربی ابراہیم پاشا نے قائم کیا تھا جسکا انتظام اور نگرانی ایک ہنگری نو مسلم کے سپرد تھی۔

پرانی طرز کے چار بڑے شاعرون میں سے آخری شیخ غالب ہے۔ جو سلطان سلیم ثالث کے وقت میں گذرا۔ اوسکی کتاب حسن و عشق ترکی ذہانت اور نازک خیالی کے بہترین آثار میں شمار ہوتی ہے۔ فضولی نفعی۔ اور ندیم کیطرح شیخ غالب نے بھی تقلید کو عیب جانکر اپنی ایک خاص طرز اختراع کی۔ جو تمام سابقہ شعراء کے انداز سے بالکل ممیز ہے۔

سلطان محمود کے عہد میں ملکی قانون اور رسم و رواج کیطرح ترکی لٹریچر کا بھی نیا دور آغاز ہو گیا۔ اور اسپر بھی جدید یعنے یوروپین رنگ چڑھنا شروع ہو گیا۔ اور آخر رفتہ رفتہ بالکل یوروپین مذاق کے مطابق ہو گیا۔ اس تغیر کے ابتدا

---

[1] اس نامور انگریز سیاح نے تمام مصر فلسطین ترکستان۔ ہندوستان اور چین وغیرہ کی سیاحت میں ۳۴ برس صرف کیئے اور پھر لنڈن واپس آکر اپنا سفرنامہ انگریزی۔ لاطینی اور فرانسیسی میں شائع کیا۔ گر اوس میں ناممکن و محال قصون افسانون کو بھی جا بجا ٹھونس دیا ہے۔ سنہ ۱۳۰۰ء میں پیدا اور سنہ ۱۳۷۲ء میں فوت ہوا۔ اوسکا انگریزی سفرنامہ پہلی مرتبہ سنہ ۱۴۹۹ء میں طبع ہوا۔ مؤلف

جیسا کہ قاعدہ ہے نظم کی نسبت نثر میں پہلے ہویدا ہوئے۔ اس انقلاب زمانہ کے مشہور ترین شعراء وصفی وعزت مولا اور شناسی خان تو ہیں فقط اور پیدا ہیں۔ وصفی پہلا ترکی شاعر ہے جس نے قسطنطنیہ کی عام بول چال یعنی ٹکسالی زبان میں شعر کہنے کی کوشش کی۔

انیسویں صدی کے وسط میں ترکی لٹریچر کا انقلابی زمانہ ختم ہو کر جو نیا قالب اوس نے اختیار کر لیا تھا اوس کی تکمیل کا دور شروع ہو گیا۔ اور نئے قالب میں روح بھی نئی ڈال دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی لٹریچر نہ فقط ظاہری شکل و صورت بلکہ مذاق و انداز اور سپرٹ میں بھی ایسا بدل گیا ہے کہ آجکل کے مشہور ترین ترکی ادیب کی نظم یا نثر کو موجودہ صدی کے پہلے ربع کا ادیب اول تو سمجھ ہی نہ سکتا۔ اور اگر بمشکل اوس کا مطلب سمجھ بھی لیتا تو اس طرز و مذاق کو سخت ناپسند کرتا۔ چند عشروں میں یکبارگی ایسا تغیر عظیم فرانسیسی زبان اور لٹریچر کے پڑھنے سے جس کا رواج صدی کے صرف تیسرے ربع میں ہی عام ہوا تھا۔ واقع ہوا۔ اس مغربی زبان کی تعلیم کا فی الواقع حیرت انگیز اثر پڑا ہے۔ چنانچہ آجکل جو ترک علمی میدان میں شہرت کا طالب ہو۔ اوس کی تمامتر کوشش اسی پر منحصر ہو گی کہ تحریر میں سلاست اثر ہو لیکن آورد اور تصنع کی بو تک نہ پائی جائے تحریر بھی تقریر کی طرح بلا تکلف اور عین فطرت کے مطابق ہو۔ پرانی مسجع نویسی اور لمبے چوڑے استعاروں اور کنایوں کا نام و نشان نہیں رہ گیا۔ اون کی جگہ سیدھے سادھے اور صاف صاف الفاظ نے لے لی ہے۔ لکھنے والے کو اب بھی الفاظ کی تلاش کرنی پڑتی ہے۔ مگر رنگینی اور شوخی کیلئے نہیں بلکہ اسلئے کہ ایسے الفاظ منتخب کیے جائیں جو نویسندہ کے مدعا کو صحیح ترین اور بہترین طریق سے ظاہر کر سکیں۔ ڈراما (ناٹک) نویسی کا بھی جسے پہلے ترکی میں کوئی جانتا تک نہ تھا عام رواج ہو گیا ہے۔ اور بڑے بڑے مستند نویسندوں نے لٹریچر کی اس شاخ کو پسند کیا ہے۔ نظم بھی تقریباً یورپین طرز کی ہو گئی ہے اور غزلوں و قصیدوں میں ایک ہی وزن اور ردیف و قافیہ کی پابندی تقریباً بالکل مفقود ہو گئی ہے۔ زبان میں بھی اسی طرح بہت کچھ تغیر ہو گیا ہے۔ اکثر پرانے الفاظ بیقاعدہ ہونے کی وجہ سے متروک ہو گئے ہیں۔ اور بیشمار الفاظ کے معانی میں جدید خیالات اور تصورات کو ادا کرنے کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے جن کے اظہار کیلئے زبان میں پہلے کوئی انتظام نہ تھا کم و بیش رد و بدل کر دیا گیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب دیگر تغیرات بلا مزاحمت نہ ہو سکے تو زبان ایسی پیاری چیز میں قدیم رسم و رواج کے فدائی کب آسانی سے تبدیلی ہونے دیسکتے تھے۔ پرانے ترکی لٹریچر اور ایرانی طرز کے فدائیوں اور نظام قدیم کی چیزوں سے نفرت کرنے والوں نے ان تغیرات کی بڑے زور سے مخالفت کی۔ بلکہ اب تک کرتے ہیں مگر زمانہ کی رفتار کو کون روک سکتا ہے۔ اس دنیا کے لوازمات میں ہمیشہ تغیر و تبدیل اور اونکی تجدید ہوتے رہنا عین فطرت انسانی ہے۔ ترکوں کی خوش نصیبی تھی کہ محکومی سے پہلے اونہوں نے ترقی یافتہ اقوام کی خوبیوں کو جن کے خداوند کریم کی نظروں میں محبوب ہونے کا بدیہی ثبوت اونکی یہی ترقی ہے لینا شروع کر دیا۔ اور اسطرح محکومی کے خطرہ کو بہت کچھ مٹا دیا۔ ورنہ اگر آجتک بھی پست خیالی تنگ نظری اور استبداد میں چند سے اور مبتلا رہتے تو آج اکثر ایشیائی اقوام کی طرح اونکی آزادی بھی زمانہ گذشتہ کی کہانی ہو چکی ہوتی

ان مخالفوں نے زور بہت لگایا لیکن آخر میدان ہار گئے۔ اور پیرس نے فیراز کی جگہ لیلی۔ مگر اسی پر اکتفا کرکے ترقی کو دور کو روک نہیں دیا گیا بلکہ سلطان عبدالحمید خان ثانی غازی کی بیدارمغزی اور سچی حب الوطنی اور ساتھ ہی قوم کی مزید خوش قسمتی سے اب دس بارہ برس سے پیرس کی جگہ برلن کے حوالہ کردیگئی ہے۔ اور جسطرح اب سے بیس برس پہلے قسطنطنیہ کے ہر گلی کوچہ اور بازار میں پیرس کے نازک خیال اور لطیف طبع بانکوں کی زبان یعنے فرنچ سنائی دیا کرتی تھی۔ آج اوسیطرح دوکان دوکان پر مستعد و جفاکش اور نازک خیال کو چھوڑکر علمی جد وجہد کو مقدم سمجھنے والے بہادروں اور اعلے درجہ کے صناعوں تاجروں سائنٹیفک ماہروں۔ ہر فن و علم میں کمال رکھنے والوں اور منتظیر سپاہیوں کی قوم یعنے قوم جرمن کی زبان بولی اور سنی جاتی ہے۔ جو اس امر کا بین ثبوت ہو کہ خوش نصیب ترک اور اونکا حقیقی غمخوار اور سچا خیر خواہ ملک و ملت فرمانروا اپنی قوم کو ہر میدان کیلئے تیار کرنے کی ضرورت اور ترقی کے جملہ وسایل تدابیر سے واقف ہی نہیں بلکہ اول الذکر کو پورا اور آخر الذکر سے استفادہ کرنے میں بھی کسیطرح کی کوتاہی نہیں کر رہا۔ اور یہ اسی کمال دوراندیشی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم ٹرکی ایسی سلطنت کے نہ صرف دارالخلافہ بلکہ دور دراز مقبوضات میں بھی جہاں چند برس پہلے علم و فضل کا نام و نشان مفقود تھا اور یہی کیسکو نہیں مشرقی اقوام اور بالخصوص مسلمانوں کو تعلیم و تعلم کا فدائی دیکھ رہے ہیں محض کتابی و دماغی تعلیم نہیں جو قوم کی سینکڑوں ضرورتوں میں سے صرف ایک کو پورا کرتی ہے بلکہ بطریق احسن صنعت و حرفت اور دستکاری و فنون کی ادنے و اعلے تعلیم کے بھی جسکا انتظام صرف سرکار کی مدد پر منحصر نہیں بلکہ وہ ذاتی ہمت و کوشش سے ہو رہی ہے۔

سلطان محمود جنت آشیان نے قوم کو اونکی مخالفت کے باوجود پستی و تنزل سے نکلنے اور ترقی کرنیکے وسایل سے آگاہ کیا۔ اور نئی عمارت کی بنیادیں تیار کیں۔ اوس کے بیٹوں کے عہد میں دوراندیش وزراء نے اس عمارت کو اور بڑھایا۔ اور چونکہ فرانسیسیوں کی زبان و خیالات موجودہ ضروریات کی جمیع لوازم کو ساتھ لیے ہونیکے علاوہ بہت کچھ ایشیائی مذاق سے مشابہت رکھتی تھی اوسکو اپنی قوم کی تعلیم کیلئے پسند کیا جس سلسلہ استفادہ کو باحسن طریق قایم رکھکر سلطان عبدالحمید نے اپنی قوم کو اپنے پاک مذہب کی حقیقی اور خالص تعلیم اور اوس کے برکات سے مستفید کرتے رہنے کے ساتھ ہی اوس قوم کا شاگرد اور شاگرد رشید بنا دیا ہے جسکی دنیا کے ہر میدان میں حیرت انگیز ترقی کو دیکھکر اور تو اور انگریز اور فرنچ تک انگشت بدندان ہو رہے ہیں۔ یہ اسی شاگردی کا اثر ہے کہ قوم کی حقیقی تعلیم و تربیت کے معاملہ میں جو منتظیر تجربہ کیا اور جو کارروائی عملی طور پر طرابلس الغرب اور کردستان ایسے صوبجات عثمانیہ میں شروع ہوگئی ہے اوسکا عشر عشیر بھی ہندوستان و ایران تو کیا کئی یورپین ممالک تک میں نہیں پایا جاتا۔ مگر کجا بود اشہب کجا تاختم۔

یوروپین اور بالخصوص فرانسیسی رنگ نمایاں طور پر جن ترک مصنفوں کی تحریروں میں پہلے پہل دکھائی دیا وہ عاکف اور رشید پاشا ہیں۔ لیکن اصلاح کے اس ابتدائی مرحلہ کو کمال تک پہنچانیکا فخر شناسی آفندی کو حاصل ہے جو ۱۸۷۱ء میں فوت ہوا۔ اس میدان میں کمال بک شاعر اکرم بک اور ضیا بک نے شناسی کو منتظیر مدد دی۔ کمال بک ٹرکی کے

قابل ترین اور کمال ذہین دیوان میں شمار کیا گیا ہے۔ اور اوسکے اوصاف و کمالات علمی کو سب معترف ہین۔ اکرم بک سعد اللہ
مین قسطنطنیہ کے سول کالج مین لٹریچر کا پروفیسر تہا۔ حامد بک ترکی ڈرامانویسون مین ممتاز ترین گنا جاتا ہی۔ فرانسیسی
مذاق کے غلبہ کے زمانہ مین ترکی شاعری کا رنگ و انداز اور اوس مین کمال رقت انگیز اور گرمی بہری ہوتی تہی۔ اور ترکی
شاعر زیادہ تر عیاشی ہوی پہول۔ ناکامیون اور ہجوم افکار کے رنج و صدمہ سے گہل گہل کر عنقریب آغوش لحد مین لٹنے والی
نازنین لڑکی پر رقت انگیز مضامین پر طبع آزمائی کیا کرتے تہی جن کی سرشیرین مگر حزن آلود نظمون کو پڑہ کر خود بخود
یہ خیال پیدا ہوجاتا تہا کہ ایک بیمار بیکس رحمدل قوم اپنے انجام کو قریب پہنچتا ہوا دیکہکر جس انجام کا و بلا خوف و خطر انتظار
کر رہی ہے۔ لیکن جسکے ٹلجانے کی کوئی توقع نہین رہگئی۔ غالباً بعالم بیخبری و محویت بلا کسی قصد کے اس تصور سے اطمینان
حاصل کر رہی ہے کہ تمام خوبصورت چیزون کا بہی آخر انجام ویسا ہی بھیانک موت ہی۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ ترکی قوم اور اوس کی شعرا
خیالات و تصورات کی اب یہ کیفیت نہین رہگئی۔ ایسے دس پندرہ برس پہلے پولیٹیکل اور تمدنی حالت ہی ایسی مایوسی بخش
ہورہی تہی کہ اگر جدید فرانسیسی شاعری کی زنانہ نازک طبعی اور رقت انگیزی کا اثر نہ بہی ہوتا۔ تو بہی خودبخود قوم اور اوسکے
انشا پردازون پر گرد و پیش کے حالات دیکھکر مایوسی کے طاری ہوجانیکے لئے کافی اسباب موجود تہے۔ لیکن اب جرمنون کے
مردانہ لٹریچر کے اثر اور ذاتی استحکام و اولوالعزمی کے عمل سے ترکی لٹریچر اور نظم مین پہر وہی شجاعانہ عزم و استقلال اور
مردانہ شگفتگی۔ فاتحانہ امنگین حب الوطنی کا جوش اور مستقبل میں نصرت کی باتین ٹپک رہی ہین۔ جو فاتح شام و مصر و ایران
عرب جانبازون کی تحریرون سے ٹپکا کرتی تہی۔ اور گو فتح تہسلی سے ڈیڑہ سال ہی بعد کریٹ کو نکلجانیسے بظاہر حوصلے پہر
کسیقدر سرد پڑ گئے ہین۔ لیکن ایسی خفیف ناکامیون سے اب اس نئی جوش مین جو فتحمندی کا پیش خیمہ ہے کوئی فرق
نہین پڑسکتا۔ واللہ خیر الناصرین ٭

باب (۱۴)

سلطان عبد المجید کی ملکی فوجی اصلاحات تنظیمات۔ اوسکے عہد حکومت کے ابتدائی چند برسون کے واقعات۔ روسی غصب و سینہ زوری۔ محاربہ کریمیا عہدنامہ پیرس۔ خط ہمایون۔ سلطان عبد العزیز کی تخت نشینی۔ محاربہ کریٹ

رومانیا و سرویا کی آزادی ۔ سلطان کا سفر یورپ ۔ پیرس کا عہدنامہ پیرس کے اہم حصہ کو منسوخ کر دینا ۔ ہرزیگوینا میں فساد ۔ ملک کا دیوالہ ۔ سلطان عبدالعزیز کی معزولی اور شہادت ۔ مراد پنجم کی تخت نشینی اور عزل ۔ موجودہ خلیفۃ المسلمین عبدالحمید خان ثانی الغازی کی تخت نشینی ۔ اون کے عہد کی مختصر تاریخ ۔ اور خاتمہ کتاب ۔

یہ پہلے لکہا جا چکا ہے کہ گو سلطان عبدالمجید مین کتنی کمزوریان بمقتضائے سن بالطبیعت تہین لیکن ایک بڑا وصف رکھتا تھا کہ اپنے باپ کا سعادتمند اور فرمانبردار بیٹا تھا اور ملک کی خوش نصیبی سے اپنے باپ کو تا بقدر ذرا بہر پورا پورا بہروسہ تہا چنانچہ تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہی مصری مشکلات کو باوجود پہلا کام جسکی طرف وہ متوجہ ہوا وہ باپ کی شروع کردہ اصلاحات کی تکمیل تہی ۔ اسغرض کیلیے اوسنے تمام سابقہ اور جدید اصلاحات کو یکجا ایک فرمان مین جمع کر دیا ۔ اور یہ فرمان ۳ نومبر ۱۸۳۹ء کو رشید پاشا نے ایک شاہی محل موسومہ گلخانہ مین سلطنت کو تمام بڑے بڑے عہدہ دارون ۔ کل مذہب کا مقتدا اون اور جملہ سفرائے ممالک غیر کے روبرو پڑہ کر سنایا ۔ یہ فرمان اسی محل کے نام سے فرمان گلخانہ کے نام سے مشہور ہے اور اسکو تنظیمات بھی کہتے ہین ۔ کیونکہ سلطنت کی نظم و نسق کے متعلق اسمین جدید وضع کردہ بنیادی قوانین اور آئین منضبط تہے ۔ یہ فرمان بسبب طوالت بجنسہ درج نہین کیا جا سکتا ۔ صرف اسکے اہم مطالب کے اندراج پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔ سلطان نے تمہید مین بیان کیا کہ یہ فرمان اسغرض سے شایع کیا گیا ہے ۔ جدید قوانین سلطنت عثمانیہ کو صوبجات کیلیے معقول انتظام کے فوائد اور خوبیون کو حاصل کرنے کی کوشش کیجائے ۔ ان قوانین کے اہم مطالب حسب ذیل ہونگے ۔ اول سلطنت کی جملہ رعایا کی جانون اور اونکی ناموس عزت اور املاک کی کامل حفاظت کا بندوبست کیا جائے ۔ دوم محاصل کی تشخیص اور وصولی کیلیے کل سلطنت مین یکسان اور باقاعدہ طریقہ مقرر کیا جائے ۔ سوم اسیطرح فوج کیلیے سپاہیون کی بہرتی اور فوجی خدمت کی میعاد کی تعیین کا باقاعدہ بندوبست کیا جائے ۔ چہارم اجارہ کا قاعدہ منسوخ کر دیا جائیگا ۔ پنجم ۔ ہر ایک شخص کی حسب حیثیت محاصل وصول کیئے جائینگے ۔ ششم ۔ ہر ایک صوبہ کی ضرورتون کے حسب حال بری و بحری افواج کے اخراجات کی مقدار کی تعیین کیلیے قانون وضع کیئے جائینگے ۔ ہفتم ۔ آیندہ ہر ملزم

کی تحقیقات و تجویز بروئے شریعت مطہرہ علی الاعلان ہوا کرے گی اور جب تک باضابطہ حکم سزا قاضی کی عدالت سے صادر نہ ہو کوئی شخص خفیہ یا علانیہ زہر سے یا کسی اور طرح ہلاک نہیں کیا جائیگا کسی شخص کو دوسرے کی ناموس اور عزت پر دراز دستی نہیں کرنی دیجائے گی خواہ وہ کوئی ہو (۸) ہر ایک شخص اپنی ہر ایک طرح کی جائیداد پر کامل قبضہ کا استحقاق رکھتا ہے۔ اور اُسے اپنی جائیداد کے انتقال کی پوری پوری آزادی حاصل ہو۔ کوئی اسکی مزاحمت نہیں کرسکیگا (۹) اسیطرح مجرموں کے بیگناہ ورثاء اپنے شرعی حقوق سے محروم نہیں کیے جائینگے۔ اور مجرموں کی جائیداد ضبط نہیں کیجائے گی۔

۱۰ ان شاہی مراعات سے ہماری جملہ رعایا بلا تمیز مذہب و قومیت بلا کسی استثنار کے مستفید ہوگی۔ دیگر معاملات و مسائل کے متعلق جنکا روشن خیال اور بیدار مغز صاحب کی اتفاق رائے سے تصفیہ ہونا لازمی ہے ہماری کونسل عدالت عامہ (جس میں حسب ضرورت نئے رکن بڑھا دیئے جایا کرینگے) خاص خاص تاریخوں اور دنوں کو جنہیں ہم مقرر کر دینگے ہمارے وزراء اور اعیان سلطنت کے ساتھ ملکر حفاظت جان و مال اور تشخیص محاصل کے متعلق بنیادی قوانین وضع کرنیکے لیے اجلاس کیا کریگی۔ اور ان مجالس میں ہر ایک شخص کو اپنے خیالات کے اظہار اور اپنی رائے دینے کی پوری آزادی حاصل ہوگی جنگی حیثیت سے ضوابط کے متعلق جنگی کونسل قانون وضع کرے گی یہ کونسل سرعسکر کے محل میں اجلاس کیا کریگی جس وقت یہ قوانین تیار ہو جائیں گے تو ہم اون کو اپنے شاہی دستخط سے مزین کر کے انکے نفاذ کا حکم صادر کر دینگے اور چونکہ یہ جدید آئین محض مذہب و حکومت اور قوم و سلطنت کے استحکام و تقویت کے لیے تجویز کئے گئے ہیں ہم اقرار کرتے ہیں کہ کوئی ایسا امر نہیں کرینگے جو اسکے نقیض ہو۔

سلسلہ واقعات کو شروع کرنیسے پہلے اصلاحی تجاویز کے عملدرآمد کے متعلق چند الفاظ لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے سلطان گو کم عمر بلکہ طبیعتاً عشرت پسند تھا لیکن ساتھ ہی نرم دل منصف مزاج اور نیک نیت بھی تھا۔ اُسنے فرمان صادر کرنے کے بعد فوراً ہی عملی کارروائی بھی شروع کر دی میں سب سے پہلے فوجی اصلاح کا ذکر کرتا ہوں۔ ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ سلطان محمود کو روسیوں اور مصریوں کے مقابلہ کے لیے مجبوراً بالجبر اور جلدی میں بھرتی کئے گئے نو عمر مسلمان لڑکوں کی پلٹنیں جن کی کچھ تربیت بھی جلدی کی وجہ سے نہ ہوسکتی تھی بھیجنی پڑتی رہی تھیں۔ اور اسی وجہ سے ۱۸۳۹ء کو محاربہ نزیب کے ماسوا جس میں ایسی ترکی سپاہ بھی شامل تھی جسکو کئی مہینے تربیت مل چکی تھی۔ دیگر محاربوں میں سلطانی عساکر ترک او ٹھا کر بھاگ جانیکے سوا اور کچھ کام نہ دیا کرتے تھے۔ خط شریف کے صدور پر فوج بھرتی کرنیکا باقاعدہ طریقہ قایم کیا گیا۔ مگر اس کے مطابق فوج کی ترتیب جدید کا کام کئی برسوں کی مسلسل محنت کے بعد رضا پاشا سرعسکر کے وقت ۱۸۴۳ء میں کہیں جاکر مکمل ہوا۔ فوج دو قسموں میں تقسیم کیگئی۔ ایک نظام یعنی ایسے سپاہی جو مامور بخدمت ہوں۔ دوم رویف یعنی ایسے سپاہی جو نظام کی میعاد پوری کر چکے ہوں۔ اور بوقت ضرورت یا عند الطلب حاضر ہونے کی شرط سے گھروں کو واپس کر دیئے گئے ہوں سلطنت

فوجی اضلاع میں تقسیم کیگئی۔ اور ہر ضلع کے لیئے فوج کی تعداد معین کر دیگئی۔ اور قاعدہ مقرر کیا گیا کہ منشاء خود اگر کافی رنگروٹ بھرتی نہ ہوں تو کمی جبریہ فوجی خدمت کے اصول کے مطابق پوری کیجائے۔ چنانچہ یہ خدمت ہر مسلمان کے لیئے جسکی عمر بیس برس یا اس سے زیادہ ہو لازمی کر دیگئی۔ نظام کی خدمت کی میعاد تین برس اور ردیف کی سات برس مقرر کیگئی ردیف کو اوقات مقررہ پر اپنے اپنے ضلع کی چھاؤنیوں میں مشق و قواعد کیلیئے حاضر ہونا پڑتا ہے۔ گزشتہ جنگ روم یونان کے طرح اور نیز ماندہ اور محاربہ کریمیا کے وقت کو مورخین بھی ترکی سپاہی کے اوصاف سپاہیانہ کے معترف اور ترکی افسروں کی نااہلیت اور خیانت کے سخت شاکی ہیں۔ مگر بعض دوراندیشوں نے سالہا ہی کا یہ بھی کہدیا تھا کہ یہ خرابیاں ایسی ہیں کہ عمدہ انتظام سے خود بخود رفع ہو جائینگی۔ کیونکہ جب شجاعت اور فرمانبرداری قومی اوصاف ہوں اور ملک میں فوجی تعلیم کیلیئے سرکاری مدارس موجود ہوں تو اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ عمدہ افسروں کو بہم پہنچانیکے لیئے وافر مصالحہ موجود ہے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ اعلے حکام ہر وقت ذہین اور قابل اشخاص کی تلاش میں رہیں۔ اور انکی قدر افزائی کرتے رہیں۔"

انکا یہ قیاس بہت کچھ گزشتہ جنگ روم و روس اور خصوصاً سنہ ۱۸۹۷ء کی محاربہ روم و یونان میں درست ثابت ہو گیا۔ ترکی افسروں نے ثابت کر دیا کہ وہ بھی جنگی اوصاف اور افسری کے لوازمات میں کسی قوم کے افسروں سے کم نہیں رہ گئے۔ ترکی میں فوجی نظم و نسق اصولاً اب بھی یہی ہے۔ پہلے یہ تھا کہ جو مسلمان نوجوان چاہتے پچاس پونڈ دیکر فوجی خدمت سے سبکدوش ہو سکتا تھا۔ اب ایسا نہیں رہ گیا۔ لیکن اس انتظام کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ فوجی خدمت اور سلطنت کی حفاظت کا کل بوجھ صرف مسلمانوں اور انمیں بھی زیادہ تر ترکوں پر ہے۔ عیسائی مطلقاً آزاد ہیں جسکا لازمی نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کی آبادی کم اور انکی کاروبار غیر ترقی ہوتے جاتے ہیں۔ اور عیسائی آبادی زیادہ اور روز بروز فارغ البال ہیں اور اور زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔ اور انہیں خاص عنایت و مرحمت اور رعایت کا شکر ہونے کی بجائے شرارتوں پر آمادہ رہتے ہیں جسکے لیئے انہیں کثرت تمول۔ کثرت آبادی اور کثیر الفرصتی کی وجہ سے کافی وسائل بہم پہنچتے اور کافی تحریکیں ہوتی رہتی ہیں اور پھر الٹے یہ بھی شکایت ساتھ ہی کرتے ہیں کہ ہمکو فوجی خدمت میں نہ لینے سے ترک ہمارے پالٹیکل حق کو تلف کر رہے ہیں۔ اور غالباً اسی آخرالذکر شکایت کا موقعہ نہ دینے کے لیئے فرمان گلخانہ سے تھوڑا ہی عرصہ بعد یہ فرمان صادر کر دیا گیا تھا کہ عیسائی فوجی خدمت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ مگر افسوس! اسوقت انکو لیئے بھی لازمی نہ کر دیا گیا۔ عیسائی ایسے نادان نہ تھے کہ محض فوجی نمود کیلیئے اپنی عمر کا ایک معقول حصہ ملک و وطن کی حفاظت کے لیئے دیتے اور اپنے کاروبار کو چھوڑنے پر آمادہ ہو جاتے کسی نے اس اجازت سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اور وہ قانون نسیاً منسیاً ہو گیا۔ اور تعجب ہے کہ پھر کبھی کسی مدبر و وزیر حتی کہ ہمارے کمال دوراندیش خلیفۂ اعظم عبدالحمید خان نے بھی اس مسئلہ کیطرف توجہ نہیں کی۔ حالانکہ انگریز تقریباً ڈیڑھ سو برس سے غیر قوم و غیر ملک کے لوگوں سے جو محض بطمع زر یعنے بطور سبیل معاش فوج میں بھرتی ہوتے ہیں فوجی خدمت لے رہے ہیں۔ اور اون کو

تھوڑی سی گورہ فوج کے ساتھ انہی لوگوں کو ہموطنوں بلکہ ہم قوموں اور ہم مذہبوں کے مقابلہ پر کھڑا کرکے اور انکے ذریعہ سے ہندوستان عمدہ مثال
پچاس لاکھ مربع میل علاقہ فتح اور چالیس کروڑ آدمیوں کو محکوم بنا چکے ہیں اس پالیسی کی کامل کامیابی کا اس سے بڑھکر
کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔ مگر باین ہمہ سلطان اعظم اور انکے وزراء کا اوس سے مستفید ہونے کی کوشش کرنا کیا سخت تعجب خیز بلکہ نہایت
قابل افسوس نہیں ہے۔ اونکے ماتحت تقریبًا ڈیڑھ کروڑ عیسائی آباد ہیں جن سے کم از کم دس لاکھ سپاہی حاصل ہوسکتی ہیں۔
اسیطرح تقریبًا اسیقدر عرب وغیرہ ہیں جن سے فوجی خدمت نہیں لیجاتی۔ یا وہ نہیں دیتے۔ لیکن اسطرف کئی برسوں سے
امیر المومنین کی توجہ مبذول ہے۔ اور کردوں اور عراق عرب و شام کے اکثر عرب قبائل سے فوجی خدمت نہایت باقاعدگی اور
اسی پیرایہ میں لیجانی شروع کر دیگئی ہے کہ ان خودسر اور شوریدہ پشت نیم وحشیوں کو اس پابندی سے بھڑکنے اور بگڑ جانیکا
بھی اندیشہ نہیں رہ گیا۔ بلکہ وہ خوشی اور شوق سے یہ کام دینے لگ گئے ہیں۔ البتہ خاص عرب کی مسلمان آبادی ابھی سلطنت
کو کوئی کام نہیں دے رہی۔ مگر جدید تدبیر یہ ہو رہی ہے کہ شیوخ کے بیٹوں کو دار الخلافہ میں فوجی تعلیم دلانی شروع کرکے تکمیل تعلیم
عرب نوجوانوں کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی کرتے رہنے سے وہاں بھی اپنا کام کر رہی ہے۔ اور کامل یقین ہے کہ اگر خدا نے
چاہا تو چند ہی برسوں میں یہ شکایت بھی نہیں رہ جائیگی کہ عیسائی آبادی سلطنت کے وطن کی حفاظت کا کام کیوں نہیں دیتی
انسب کی تعلیم میں جسقدر مستعدی سے کوشش کیجا رہی ہے وہ ناظرین کو اسی سے معلوم ہو جائیگا کہ صرف ۱۸۹۵ء میں تخمینًا
ایک ہزار نوجوان سلطنت کے جنگی و بحری اعلیٰ کالجوں سے لفٹنٹی اور کپتانی کے امتحان میں جو یورپ کے کالجوں کے امتحانات سے
زیادہ مشکل نہ سہی کم بھی نہیں کامیاب ہوئے ہیں۔ اور مزید تکمیل کے لئے کوئی سال ایسا نہیں گذرتا جس میں سو سوا سو افسر
اور پاس شدگان یا زیادہ تر جرمنی اور کسیقدر دیگر ممالک کو بھیجے جاتے ہوں۔ واللہ الموفق وعلیہ التکلان۔

عبدالمجید دو باتوں میں اپنے باپ سے زیادہ خوش نصیب تھا۔ ایک تو اسے عمر پاشا ایسا قابل و لائق سپہ سالار ملگیا
جسنے البانیا، کردستان، بوسینیا اور دیگر صوبجات کی بغاوتوں کو جو مجوزہ اصلاحات سے بار بار ظاہر ہو کر برپا ہوگئی تھیں
فرو کر دیا۔ بلکہ محاربہ کریمیا و ڈنیوب میں بھی روس مدبر کے خوب دانت توڑے۔ اوس میں بڑی خوبی یہ تھی کہ جنگی قابلیت
اور ذاتی شجاعت کے ساتھ ہی رحمدل اور نیک ہونے میں بھی ممتاز تھا۔ دوسری خوش نصیبی یہ تھی کہ اوسے محاربہ مصر کے خاتمہ سے
۱۸۵۳ء تک بیرونی محاربہ میں مبتلا نہ ہونا پڑا۔ اور اسطرح اسے ضروری اصلاحات کے نفاذ اور جدید فوجی انتظام کو مستحکم کرنے
کیلئے کافی فرصت و مہلت ملگئی۔ جسکی اسکے مرحوم باپ کو ہمیشہ تمنا رہی مگر حاصل نہ ہوسکی۔ مزید خوش نصیبی سے اسکے عہد میں انگلستان
کیطرف سے ایک واقعی نیک نیت، بلند ہمت، وسیع خیال اور پورا ہمدرد بنی نوع انسان سفیر قسطنطنیہ میں مامور رہا۔ جو اگرچہ عیسائی
ہونے کی وجہ سے اپنے مذہب والے ہمذہبوں کی طبعی طور پر بہت کچھ حمایت کرتا تھا۔ مگر اس حمایت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ
عیسائی رعایا کے ساتھ بہتر سلوک کئے جانے کو نیک نیتی سے ٹرکی کیلئے مفید یقین کرتا تھا۔ انہی اوصاف کی بدولت اوسے
سلطان اوسکے وزراء اور روشن خیال ترکوں پر بہت بڑا ایسا اقتدار حاصل ہوگیا تھا۔ جو اوس سے پہلے یا بعد کسی عیسائی سفیر کو

نصیب نہیں ہوا۔ ترک اُسکو ایلچی اعظم کے نام سے پکارتے تھے۔ یہ سفیر سر سٹریٹ فورڈ کیننگ تھا۔ جو ۱۸۵۲ء میں لارڈ سٹریٹ
فورڈ ڈی ریڈکلف ہوگیا۔ اسکا اقتدار اوسکی گورنمنٹ کی اغراض و مقاصد کیلئے بھی بے اندازہ فایدہ بخش ثابت ہوا۔ یہ نامور
انگریزی مدبر ۱۷۸۶ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۸۰۷ء میں یونیورسٹی کی ڈگری حاصل کرنیسے پہلے صیغہ خارجیہ میں ملازم ہوگیا اور
دوسرے برس اوس مشن کا سیکرٹری ہو کر کوپن ہیگن گیا۔ جو ڈنمارک کے ساتھ مصالحت کرنیکے لیے گئی تھی۔ انگریزی بیڑہ نے
نپولین کی فتوحات کو برگشتہ بنانے میں ڈنمارک کا بیڑہ غرق کر دیا تھا۔ اور اس سے دونوں میں بگاڑ ہوگیا ہوا تھا۔ ۲۳ برس کی عمر
میں وہ خاص سفیر بنکر قسطنطنیہ گیا۔ اور اپنی گورنمنٹ کی کسیطرح کی تحریک یا ہدایت کو بغیر خود ہی جد و جہد کر کے ۱۸۱۲ء میں
روس اور ٹرکی میں عہدنامہ بخارسٹ کرا دیا جس سے روس کو نپولین کی بربادی کے لیے ڈنیوب سے فوج ہٹانیکا موقعہ ملگیا۔ بعد ازان
سوئٹزرلینڈ آسٹریا۔ اور صوبجات متحدہ امریکہ اور روس میں انگریزی سفیر رہکر ۱۸۲۵ء میں پھر قسطنطنیہ مقرر ہوا۔ اور یونانیون
کو آزادی دلانے میں ساعی رہا۔ ۱۸۲۹ء میں انگلستان واپس آیا۔ ۱۸۳۱ء میں یونان کی نئی ریاست کی حدود کی تصفیہ کرنیکے
پھر ٹرکی بھیجا گیا۔ اس سے فارغ ہو کر میڈرڈ گیا۔ اور آخر ۱۸۴۱ء کو انجھوین چوتھی مرتبہ قسطنطنیہ بھیجا گیا جہان وہ ۱۸۵۸ء تک انگریزی
سفیر رہا۔ وہ ۱۸۸۰ء میں فوت ہوا۔ یہ سفیر سلطان عبد المجید کا ذاتی دوست بھی تھا اور ممکن ہے سلطان مذکور کی کمزوری نے
بھی سٹریٹ فورڈ کو بہیر جاری ہوجانے میں کسیقدر مدد دی ہو۔ لیکن اصلاحات کے بارہ میں خود سلطان کا عزم بھی خوب مستحکم
تھا۔ فرمان گلخانہ کے شائع ہونے سے کچھ عرصہ بعد مصری تنازعہ کی بدولت مخالف اصلاح جماعت کو اسقدر غلبہ ہوگیا کہ اصلاحات
کیطرف سے مایوسی ہوگئی لیکن تنازعہ مصر کو طے ہوجانے اور کنیگسکی کے آجانے پر سلطان کا اقتدار خوب مضبوط ہوگیا۔ رشید پاشا پھر
وزیر اعظم مقرر کر دیا گیا۔ اور اصلاح کا کام شروع ہوگیا۔ جو ایماندار و منصف مزاج اور حامی عیسائیان ریشمال کو مقدس جانتا تھا؛
روس کو کبھی گوارا نہیں ہو سکتا تھا۔ ان اصلاحات سے خرابیون کے دور ہوجانے پر ٹرکی کا مضبوط ہوتے جانا اور اندرونی
فسادون کی مفقودگی پیدا خلت کے بہانہ کی گنجائش کا بتدریج معدوم ہوتے جانا یقینی امر تھا۔ اوسکی تو قدیم سے یہی پالیسی تھی
کہ خود ملک کے اندر خرابیان برپا کرکے پھر ان خرابیون کو علانیہ مداخلت کی حجت بناتا رہے۔ روس کی در پردہ مخالفت کی علاوہ
اپنی اپنی سلطنت کے اقتدار کو فوقیت دلانیکے لیے دیگر دول عظام کے سفراء کی باہمی رقیبانہ چالیں اور سازشیں وغیرہ سب
ڈہا رہی تھیں۔ اور اس مصنوعی تحریک و ہلچل سے جو روش کہ ابتک بدستور قایم ہے غریب سلطنت کا کچومر نکلا جارہا تھا۔ ایسا
موقعہ پر منصف مزاج مسٹر الڈمنٹ اولیپر مندرجہ ذیل قابل غور ریمارک کرتے ہیں:۔ ترکی حکومت میں بلاشک کئی اہم نقائص رہے
ہیں۔ مگر اصلاح کی خواہش کمی ہر سو جانب سے ہویدا ہو رہی تھی۔ جب خواہش کو یورپین سفراء کی مدافعانہ چالون نے یکسر خاک
بے اثر کر دیا۔ کوئی بہتر سے بہتر انتظام کیسا ہی واعلی کیوں نہ ہو ایسی کڑی آزمائشون اور مشکلات کی مسلسل بوچھاڑ سے نقصان
اوٹھائے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ چہ جائیکہ ٹرکی ایسی سلطنت کو نقصان نہ پہنچتا۔ اوسکا اپنے فرضی دوستون اور حقیقی دشمنون کی
مہربانیون کے باوجود ابتک کامل تباہی سے بچا رہنا ہی اس امر کا بین ثبوت ہے کہ باوصف ان تمام عیوب کے ٹرکی بالیقین چند

نہایت بیش قیمت اور نادر اوصاف رکھتی ہو جنکا اثر اگر رکاوٹین نہ پیدا ہوتی رہین تو انکی نسبت بدرجہا زیادہ عمدہ پیرایہ مین ظاہر ہو جائے اور بالآخر ہم عیسائیون کو یہ کبھی نہین فراموش کرنا چاہئیے کہ عبدالحمید نے اپنی رعایا کو ٹالریشن (کل دیگر مذاہب کو غیر معاندانہ نگاہ سے دیکھنا۔ بے تعصبی) کے خیال سے مانوس کر دیا۔ اسکا ثبوت لارڈ شیفٹسبری کی اس تقریر سے[1] جو انسے ۱۱ مارچ ۱۸۹۶ء کو دارالامرا مین کی تھی۔ ملتا ہے جس مین انہون صاف تسلیم کر لیا ہے کہ روس زیادہ تر اپنے ترکی کے معاملات مین مداخلت کرتا ہے کہ وہ انکی بے تعصبانہ پالیسی پر رشک کرتا ہو۔ اور نہین دیکھ سکتا کہ جو وصف اوس مین نہین۔ وہ اسکے دشمن مین موجود ہو۔ یہ درست ہو کہ ترکی مین گاہ گاہ (مثلاً قتل بلغار وغیرہ) عیسائیون کو قتل عام ہوتے رہتی ہین مگر تحقیقات پر اسکے بانی مبانی خود عیسائی ہی پائے جاتے ہین۔ جو محض اس غرض سے کہ ترک مشتعل ہو کر ایسا کرین منشاء خود یا دوسرونکی تحریک سے خود پہلے مسلمانون پر ایسا ظلم وستم کرتے ہین۔ تاہم ان اتفاقیہ امور سے یہ مسلمہ امر واقع نہین چھپ سکتا کہ سالہاسال سے ترکی مین جمیع مذاہب کو کامل آزادی حاصل ہے۔ بلکہ عبدالمجید اور عبدالعزیز کے عہد مین ایک عیسائی فرقہ دوسرے عیسائی فرقہ کے سخت ظلم سے بچایا جاتا رہا ہے۔ اگر عیسائی فرقون پر ترکون کی حفاظت کا ہاتھ نہ ہوتا تو وہ آپسمین ہی کٹ کٹ کر فنا ہو جاتے۔ الغرض تمام رکاوٹون اور مشکلات کے باوجود اصلاحی کارروائی اسی مستعدی سے جاری رکھی گئی کہ عبدالحمید کے عہد حکومت کے پہلے چند برسون مین ترک نے حیرت انگیز ترقی کر لی۔ تمام قدیم صنعتین تازہ ہوگئین تجارت اور سوداگری نے خوب فروغ پایا۔ اور اس امید کے پورا ہونے کی غالب توقع ہوگئی کہ ترکی بالآخر یورپ مین عادات وخیالات کے رنگ مین رنگی جائے گی ۱۸۸۹ء مین تعلیمی کونسل قایم کیگئی اور اس سے تھوڑا ہی عرصہ بعد سلطان نے **یونیورسٹی** قایم کرکے پرائمری مدارس کے سلسلہ کو وسیع کر دیا۔ اور جنگی طبی وزراعتی کالج قایم کر دیئے۔ وہ دن گذر چکے تھے جب کہ ترکی یورپ کیلئے خطرہ کا موجب تھی۔ وہ اب فاتح سلطنت نہین رہ گئی تھی۔ وہ کسی دوسری قوم یا ملک کی آزادی کو چھیننے کی خواہشمند نہین رہ گئی تھی۔ اسکی بڑی آرزو یہی تھی کہ جو کچھ اوس کے پاس رہ گیا ہے اوسے رہنے دیا جائے اور وہ مغربی یورپ کی ترقیون سے استفادہ کرکے اپنی حالت کو درست کرے۔ اس خواہش کی معقولیت اور اسکے قابل تعریف ہونے مین کسیکو کلام نہین ہو سکتا۔ بعض یہ اعتراض کرسکتے ہین کہ یورپ مین مسلمان سلطنت کا ہونا خلاف سرشت اور عجیب نامعقول تناقض ہو۔ مگر یہ دنیا ہے ہی تناقضونکا گھر یعنی اون چیزون کا گھر جو ہماری محدود عقلون کے مطابق تناقض ہین۔ ممکن ہو وہ دراصل متناقض نہ ہون۔ مزید برآن یہ سمجھ مین نہین آتا کہ بحیرہ مارمورا اور دریا ڈینوب کے درمیان ایک اسلامی حکومت کی موجودگی سے عیسویت مین کونسی خرابی پڑ رہی ہے؟ یہ سچ ہے کہ ترکون نے بزور شمشیر اور باستحقاق فتح یہ منزلت حاصل کی تھی۔ مگر کونسی فاتح وغالب سلطنت ہو جسکی نسبت یہی نہین کہا جاسکتا۔ اور اگرچہ پانچسو برسون کی قبضہ سے کوئی استحقاق جیسا کہ بروئے پولیٹیکل اخلاق اوس کا مفہوم سمجھا گیا ہے نہین پیدا ہوتا تو پھر دنیا مین کوئی بھی

[1] یہ تقریر رسالہ مقدمہ مظالم آرمینیا مین درج ہے۔ مولف

اتفاق قائم نہیں رہ سکیگا۔

مگر افسوس پہلے تو صرف ایک یا دو سلطنتیں ان منصفانہ دلائل سے متاثر ہونے سے ناقابل تھیں اب تقریبًا کل دنیا پر یہی ہوا پھر گئی ہے اور بلا استثناء ہر غالب یورپین قوم کمزوروں کے خون کی پیاسی ہو رہی ہے۔ ٹرکی کی اس حیرت انگیز اندرونی و فوجی ترقی سے روس کو اندیشہ ہو گیا کہ اگر اسکا جلد تدارک نہ کیا گیا تو پھر ٹرکی کا شکار ہمیشہ کیلئے ہاتھ سے نکل جائیگا۔ اور یہی اندیشہ اب بھی یورپین دول کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ ٹرکی کو اپنے بیدار مغز فرمانروا کے ظل عاطفت میں پنپنے اور مضبوط ہونے کیلئے ایک دم کی بھی فرصت دیں۔ فرق یہ ہے کہ عبدالمجید کے وقت یہ اندیشہ زیادہ تر صرف روس ہی کو تھا اور اب عبدالحمید کے زمانہ میں روس کے ساتھ اور بھی کئی سلطنتیں اس آتش حسد و بغض سے کباب ہو رہی اور ٹرکی کا قافیہ تنگ کر رہی ہیں۔ روس کو دلکا بخار نکالنے کیلئے ۱۸۴۸ء میں موقعہ ملگیا مگر ٹرکی کی صلح پسندی سے لڑائی نہ ہو سکی۔ مگر جب ایک فریق عزم کر چکا ہو۔ دوسرا کب تک پہلو بچا سکتا ہے آخر ۱۸۵۳ء سے میدان کارزار گرم ہو گیا جس میں انگلستان اور فرانس کو بھی اپنی ذاتی اغراض کی حفاظت اور رائے عامہ کی پشتیبانی کے لیئے ٹرکی کا رفیق ہو کر روس سے جنگ کرنا پڑا۔ اور آخر روس کو نیچا دیکھنا پڑا۔ اگرچہ با ایں ہمہ وہ اپنے مدعا میں بہت کچھ کامیاب ہو گیا۔ اور ٹرکی کو اس محاربہ کی بطفیل یا انکی مہربانی سے ایک لازوال اور سخت مہیب بلا یعنے بیرونی قرضہ کی چاٹ چمٹ گئی جس نے اپنی ظاہری دلفریبیاں سے سادہ لوح ترکوں کے دل و دماغ میں اپنے پنجے کچھ ایسی سختی سے گاڑ دیئے کہ وہ بالکل مدہوش ہو کر اس کے والہ و شیدا ہو گئے۔ اور اسی شیفتگی نے دوستوں کو دشمن اور دشمنوں کو سلطنت اور اسکی اجزاء (مصر وغیرہ) کے لئے حیات کا مالک بنا دیا۔ مگر محاربہ کریمیا کے شروع کرنے سے پہلے اس وقت تک کے مشہور واقعات بالاجمال بیان کر دینے ضروری ہیں۔ یہ

ابتدائی چند برسوں کے واقعات

عبدالمجید کے پہلے ہی سن جلوس میں سرویا کے سابق گورنر کا چھوٹا بیٹا میکائیل سند گورنری حاصل کرنیکے لئے قسطنطنیہ گیا۔ اس واقع کی کسیقدر تشریح ضروری ہے۔

ناظرین کو یہ تو معلوم ہے کہ ۱۸۳۰ء میں سلطان محمود نے سرویا کو ایک طرح سے کامل آزادی عطا کر کے انکو اپنے خاص طرز حکومت منظور کی تھی۔ اور میلاسک آبرینوویچ اس ریاست کا حکمران بنایا گیا تھا۔ اس شخص نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی جاگیرداری کے سلسلہ کو معدوم کرنے پر کمر چست کر لی۔ اور سلطان محمود کی مشکلات سے فایدہ اٹھا کر چند ملحقہ اضلاع کو سرویا میں شامل کر لیا۔ سلطان نے بامر مجبوری اس غصب سے چشم پوشی کی۔ اس سے میلاسک کا حوصلہ اور حرص میں اور اضافہ ہو گیا اور اسنے محاصل درآمد و برآمد کی آمدنی پر خود متصرف ہو کر دیگر محاصل کی شرح بڑھا دی اور اکثر سرکاری املاک پر قبضہ کر لیا۔ رعایا اس ظلم سے تنگ آگئی اور ۱۸۳۵ء میں بغاوت کر کے میلاسک سے قوم کے حقوق و مراعات کی نگہداشت اور احترام کی سند حاصل کر لی۔ اور ۱۸۳۸ء میں سلطان نے سرویا کے انتظام کیلئے جدید آئین وضع کر کے میلاسک کے اختیارات کو بہت محدود کر دیا۔

میلاسک نے روس اور انگلستان کے پاس فریاد کی۔ مگر کسی نے مدد نہ کی۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر اُسنے مقابلہ کرنے کی کوشش
کی۔ مگر خود رعایا بھی اوس سے ناراض تھی۔ اور سلطان نے محض سرویون کے بچاؤ کیلیئے نئی آئین قایم کی تھی۔ اوسے مجبوراً
۱۳ جون ۱۸۳۹ء کو حکمرانی سے دستبردار ہونا پڑا۔ اوسکی جگہہ اُسکا بڑا بیٹا میلان مقرر کیا گیا۔ جو چند دنون بعد مرگیا۔
اور سرویون نے میلاسک کے دوسرے بیٹے میکائیل کو منتخب کیا۔ جو سند حکومت حاصل کرنیکے لیئے قسطنطنیہ گیا۔ عبد المجید اُس سے
مہربانی کے ساتھ پیش آیا۔ اور تحایف دیکر اُن سے مالا مال کرکے اُسکو واپس کیا۔

فساد شام

سنہ ۱۸۴۱ء مین شام کے مغربی علاقہ کے دروزون اور مارونیون مین خانہ جنگی برپا ہو گئی۔ یہ دونون عرب
قبائل ہین۔ دروز گو اپنے تئین اسمعیلیہ کہتے ہین مگر بت پرستون سے انکا مذہب کچھ ہی متفاوت رہتا ہے
اس قبیلہ کی شورہ پشتی مین اب تک کوئی تخفیف نہین ہوئی۔ ابھی دو تین سال کا ذکر ہے کہ حکومت کو بزور شمشیر انکی بغاوت
فرو کرنی پڑی تھی۔ انمین اب اسلام کی اشاعت بھی شروع ہو گئی ہے اور ترکی حکومت انکو انکے مذہب پر قایم رکھنے اور
اونکے عقاید کو انکے دلون مین راسخ کرنیکے لئے جابجا مساجد و دینی مدارس قایم کر رہی ہے۔ ان لوگون پر جبریہ فوجی خدمت
کا قانون بھی جاری کر دیا گیا ہے اور چند سال ہوئے صرف بغاوت اسی قانون کی مخالفت مین کیگئی تھی۔ مارونی کیتھولک عیسائی امت
اس خانہ جنگی کے انطفا پر عمر پاشا مامور کیا گیا جو بالیقین اس مہم مین پورا کامیاب ہو جاتا۔ مگر یکبیک غیبت اور بامدار
مسیحی دول کسی اندرونی فساد کا سلطانی افواج کے ذریعہ فرو کیا جانا کب گوارا کر سکتے تھے۔ اونکے تقاضا و اصرار پر عمر پاشا
واپس بلا لیئے گئے۔ اور مصالحت کرا دینے کا کام یورپین قونصلون پر چھوڑ دیا گیا جنکو ہمدردانہ مشورے اپنے ہم مذہبون
پر عرصہ تک کچھ اثر نہ کر سکے اور ۱۸۴۵ء تک آتش فساد مشتعل رہی۔ آخر یہی فیصلہ ہوا جو ہمیشہ فساد کے موقعہ پر جو ترکی مین عیسائی
رعایا کی طرف سے ہو تجویز کیا جاتا ہے اور جسکو عموماً باب عالی منظور کر لیا جاتا ہے۔ دونون قبیلون کو ایکطرح سے نیم آزادی عطا کردی گئی
اور ہر ایک کیلیئے اونہی مین سے علیحدہ علیحدہ اعلیٰ سردار مقرر کر دیئے گئے۔ مسیحی بھائیون سے یہ سلوک کرنیکے ساتھ ہی ذاتی مفاد کو
بھی نظر انداز نہ کیا گیا۔ فساد کو شروع ہوتے ہی انگلستان اور پرشیا کی پروٹسٹنٹ حکومتون نے سلطان سے یروشلم مین اپنے ہم مذہبون
کیلیئے بھی ایک پروٹسٹنٹ بشپ (لاٹ پادری) مقرر کرا دیا۔

سرویا

سنہ احسان فراموش میکائیل نے تھوڑے ہی دنون مین سلطانی نوازشات کو فراموش کرکے اپنی ماں
کے صلاح و مشورہ سے باپ کی پالیسی اختیار کر لینے جس سے ترک اور سرب دونون اوس سے بگڑ گئے۔ قوم نے
اوسے دو دفعہ شکست دیکر سرحد پار ہنگری کیطرف بھگا دیا۔ اور عارضی گورنمنٹ قایم کر لی جسنے ۱۸۴۲ء مین قرہ جارج کے
پوتے سکندر پٹرووچ کو حکمران منتخب کیا۔ باب عالی نے اس انتخاب کو منظور کر لیا۔ اور روس کے اعتراض کے باوجود اس منظوری
کو بحال رکھا۔ روس پٹروویچ کی پارٹی کو اسلیئے ناپسند کرتا تھا کہ وہ اسکی اغراض کی مخالف تھی۔

ایران سے تنازعہ۔ عیسائیون کو چند شخصی مراعات کا عطا کیا جانا سنہ ۱۸۴۲ء

سے متعلق ایران اور ترکی مین بگاڑ ہوگیا اور دونون ملکونکی سرحدی افواج مین تلوار بھی چل گئی۔ مگر انگلستان اور روس نے ثالث بنکر باہم مصالحت کرادی۔ اسی سال والیشیا کی مجلس امراء نے بتاریخ ۱۴ اکتوبر اپنے حکمران اسکندر گھیکا کو معزول کرکے بیبسکو کو گورنر منتخب کیا۔ باب عالی نے اس انتخاب کی مخالفت کی۔ مگر رد نے اندر رہی۔ اس نئے گورنر نے ریاست مین کئی اصلاحات رائج کین سنہ ۱۸۴۳ء مین البانویون نے تنظیمات کے اوس حصہ سے جو فوجی بھرتی کے متعلق تہا ناراض ہوکر بغاوت کردی۔ اسے عمر پاشا نے جسکی اعلی قابلیت کے جوہر تب ہی سے نمایان ہونے شروع ہوگئے تھے باسانی فرو کردیا بغاوت کے دوران مین مسلمان البانوی باغیون نے کئی عیسائی البانیون کے دیہات کو لوٹ لیا تھا جس سے یورپ کو ایماندار پادریکو شور و غل برپا کرنیکا خاصہ بہانہ ملگیا۔ لیکن باب عالی کے استقلال اور سلامت روی نے انکو اشتعال انگیز وعظ ونصیحت کا یورپ مین مدبرون پر اثر نہ ہونے دیا۔ اسی سال ماہ اگست مین قسطنطنیہ کے چند جوشیلے مسلمانون نے ایک ارمنی نومسلم کو جو پھر عیسائی ہوگیا تہا قتل کر دیا۔ یورپ کے متعصب عیسائی اس واقع سے جیسے کچھ بپھرے ہونگے ناظرین اوسے باسانی قیاس کر سکتے ہین۔ مگر صلح کل اور واقعی رعیت پرور ترکی گورنمنٹ نے سنہ ۱۸۴۴ء مین قانون نافذ کر دیا کہ ہر شخص کو اپنے مذہب مین کامل آزادی حاصل ہے۔ اگر کوئی مسلمان اپنا آبائی مذہب ترک کر دے یا نومسلم پھر اپنا قدیمی مذہب اختیار کر لے تو اوس سے کوئی تعرض نہین کیا جائیگا۔ ورنہ بطور سابق وہ قتل کا مستوجب ہوگا۔ اسکے ساتھ ہی تفتیش جرائم مین عقوبت رسانی کا قاعدہ۔ کئی اذیت دہ محاصل اور جزیہ **جو غیر مسلمانون سے لیا جاتا تھا موقوف کر دیا گیا۔** اور حکام عمال کو تاکید کر دیگئی کہ عدالتون مین غیر مسلم کی شہادت بھی ویسی ہی مستند اور مقبول ہوگی جیسی کہ مسلمانون کی۔ اسلام اور اوس کے بانی اور خلفائے راشدین نے اس بارہ مین مسلم وغیر مسلم مین کوئی تمیز نہین رکھی۔ ناظرین کو اس بیان کی تصدیق حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور یہودی مدعی وقاضی کے مشہور واقعہ سے جو انہی کے زمانہ خلافت مین گذرا تہا بخوبی ہوسکتی ہے متذکرہ صدر واقعہ سے بعد آجتک یہ کوئی معاند ترکون پر الزام نہین لگا سکا کہ کسی شخص کو ترک اسلام کی وجہ سے حکام یا رعایا نے قتل کیا ہو۔ لیکن عیسائیون کی بلند خیالی اور بے تعصبی کا اسی واقعہ سے پتہ مل سکتا ہے کہ سنہ ۱۸۴۶ء مین قسطنطنیہ کے کیتھولک ارمنون نے اپنے ان بھائیون کو جو امریکن پروٹسٹنٹ مشن کے پادریون کی کوشش سے صرف پروٹسٹنٹ ہوگئے تھے عیسویت کے دائرہ سے خارج نہین ہوئے تھے بہت بری طرح سے ذلیل ور کئی ایک کو قتل بھی کر دیا۔ اسی سنہ ۱۸۴۶ء مین باب عالی کو معلوم ہوا کہ البانیا کے کوہستانی اضلاع کے اکثر باشندے صرف برائے نام مسلمان ہین۔ درصل اسلام سے محض بے بہرہ ہین۔ مگر بجائے اس کے کہ وہ انکی اصلاح کا جبر کرتا جیسا کہ بعض متعصب عیسائی مورخون کا بیان ہے۔ اوس نے انکی ہدایت ورہنمائی کے لیئے علاقہ مذکور مین صالح اور نیکو کار علما بھیجدیئے جسکا یہ اثر ہوا کہ آج اون البانیون سے بڑھ کر راسخ الاعتقاد اور مذہب ملت بہت کم مسلمان ہونگے۔

سنہ ۱۸۴۵ء مین جبل لبنان کے دروز اور مارونی قبیلہ کی خانہ جنگی کی آگ جو برابر سلگتی رہی تھی پھر مشتعل ہوگئی۔ دونون

قبائل جبل لبنان کے علاقہ میں رہتے ہیں۔ دروزیوں نے مارونیوں پر اچانک حملہ کرکے بہت سوں کو تہ تیغ کر دیا۔ اس خونریزی کی ذمہ داری اور مسئولیت یورپین گورنمنٹوں کے سر تھی جنہوں نے ٹرکی کو علیحدہ رکھکر خود انتظام کرنیکا ذمہ لیا تھا۔

اصلاحی کارروائی بھی برابر جاری تھی۔ دیگر معاملات سے فارغ ہوکر سلطان نے تعلیم کیطرف توجہ کی۔ باضابطہ طور پر عثمانیہ یونیورسٹی قائم کرکے اسکو سرکاری تحویل میں رکھا گیا۔ عام تعلیم کیلئے تین مدارج مقرر کئے گئے ابتدائی۔ درمیانی و اعلیٰ۔ ابتدائی تعلیم کا تو کم و بیش ملکیں انتظام پہلے سے موجود تھا۔ باقی دونوں مدارج کیلئے از سر نو بندوبست کرنا پڑا۔ تعلیمی اصلاح ۱۸۴۶ء میں نافذ کیگئی۔ دوسرے برس انتظامی صیغہ کے تمام سرکاری عہدہ داروں کے فرائض اور ذمہ داریوں کی تشریح و تعیین کیلئے باضابطہ کوڈ (مجموعۂ قواعد و ضوابط) شائع کیا گیا۔ اور اسی سال ماہ اپریل تجارتی معاملات و مقدمات کے انفصال کیلئے پہلی مرتبہ مشترکہ عدالتیں قائم کیگئیں یعنی ایسی عدالتیں جنمیں ایک مسلمان اور دوسرا یوروپین عیسائی جج ہو۔ اور وہ دونوں ملکر مقدمات کی سماعت اور تصفیہ کریں۔ بطور یوروپین ممبر انکے یوروپین تجار میں سے دو ممبر اور دو تاجر اور دوسری طرف باب عالی نے دس معزز مسلمان منتخب کیے کہ باری باری اجلاس کیا کریں۔

اسی سال یونان کی ننھی ریاست اور ٹرکی میں شاہ یونان کی حماقت و سفارتی تعلقات ٹوٹ گئے۔ یونانی فوج کے ایک کرنیل مسمی قراتاسوس نے جو بادشاہ کا ایڈی کانگ بھی تھا عثمانیہ سفیر متعینہ اتھنز سے ٹرکی جانے کیلئے پروانہ راہداری مانگا۔ یہ شخص پہلے طوائف الملوکی کا سرغنہ رہ چکا تھا۔ سفیر نے پروانہ دینے سے انکار کر دیا۔ یونانی گورنمنٹ نے سخت الفاظ میں باب عالی کے پاس شکایت کی۔ جو اس حقیر ریاست کو استعمال نخوت الفاظ سے بہت ناراض ہو گیا۔ اور اپنے سفیر کو یونان سے واپس بلا لیا۔ اور شاہ اوتھو والئ یونان کو جسنے ترکی سفیر کی بھی بے حرمتی کی تھی کہلا بھیجا کہ اگر باضابطہ طریقہ سے معافی نہ مانگی گئی تو یونانی باشندگان ٹرکی سے بہت سی مراعات واپس لے لی جائیں گی۔ اور ساحلی تجارت سے جو ہمیشہ یونانیوں کے ہاتھ میں تھی۔ محروم کر دیا جائیگا اور آئندہ کسی یونانی کو دارالخلافہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائیگا۔ یہ یہ پیام کیم سنوائی تھا۔ خاندان کا شہزادہ او تھو ایسا سر کا سید نا کیسی ہو سکتا تھا کہ اپنی حرکات پر نادم ہو۔ وہ اکڑ بیٹھا۔ اور معاملہ بتدریج طول پکڑ کر لڑائی تک نوبت پہونچ جانیکا اندیشہ ہو گیا۔ اس تنازعہ میں تنہا فرانس یونان کا معاون تھا۔ اس معاونت کی کنہ اب تک سمجھ میں نہیں آئی۔ باقی کل طاقتیں معہ روس باب عالی کے حق بجانب ہونیکی معترف تھیں۔ اور آخر ازیں کئے بادشاہ یونان نے ۱۸۴۷ء میں ٹرکی سے سرکاری طور پر معافی مانگ لی۔ نہ تھے بہادر یونان کا اپنے سابق آقا پر یہ پہلا وار تھا جو بسوخالی گیا اور شاید یہی سبب ہے کہ اسکی ٹرکی کی مخالفت کی ہمیشہ ہی تمنا قائم نہیں اور اُٹھانے لگا اور گو اپنے لیپا لاک باپوں کی نظر عنایت سے ۱۸۸۱ء میں تھیسلی و ۱۸۹۷ء کر انجیر میں انجیلطرح سے کریٹ کا الٹا بھی لے لگیا ہے لیکن بیاتشہ ہی اپنی درگت بھی کسی دفعہ اچھی طرح سے کرا چکا ہوا۔

قومی حقوق کا مطالبہ

جو حقوق کہ اہل اسلام نے اتنی مخصص ہونے کے باوجود چھٹی صدی عیسوی میں جبکہ کل دنیا پر تاریکی چھائی ہوئی تھی بنی نوع انسان کو ہر ایک فرد کو فرداً فرداً اور من حیث القوم عطا فرمائے اور ان کی تعلیم دی تھی صدہا سال یورپ بارہ سو برس کے بعد کئی صدیوں کی تعلیم و تہذیب سے مستفیض ہو کر ان کی قدر و قیمت اور ان کے طالب ہوئے مگر خود مختار اور مطلق العنان بادشاہوں اور خود غرض و نفس پرست امراء جن کے ظلم و ستم اور بیدردانہ لاپروائی نے عام رعایا کو ان حقوق کی ضرورت اور شدت سے محسوس کرا دی تھی یہی سبب ہے کہ انہوں نے وہ حقوق عطا کرنے منظور نہ کئے۔ امریکہ کے یورپین آبادکاروں کی کامیاب بغاوت اور فرانس کا اول انقلاب انہی باتوں کا نتیجہ تھا اس انقلاب کی فرانس کے شاہی خاندان اور اکثر امراء کے علاوہ دیگر عیسائی تاجداران یورپ نے جس زبردست مخالفت اور مزاحمت کی تھی وہ پہلے بیان ہو چکی ہے۔

امریکہ کے آزادی پسند دیگر یورپین مہاجر بادشاہ کی رعیت نہ رہنے اور صرف اکیلے شاہ و گورنمنٹ انگلستان کے مدمقابل ہونے سے کامل طور پر اپنے مدعا میں کامیاب ہو گئے اور وہاں انسان کے پیدائشی حقوق حریت مساوات اور اخوت پر عملدرآمد شروع ہو گیا۔ فرانس کے بلند ہمت نبیان آزادی بھی کچھ عرصہ تک اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب رہے مگر چند ہی برسوں کے بعد نپولین کی شہنشاہیت نے مساوات کرنے کا سلسلہ یکقلم کر دیا۔ گو یہ شہنشاہیت خود رعایا نے اپنے پیارے سپہ سالار کو دی تھی اور دوسرے شہنشاہوں سے جداگانہ اس کا بہت کچھ مختلف تھی۔ اور پھر آخر مخالفان آزادی کا جتھا غالب آ گیا اور واٹرلو کی شکست کے بعد فرانس میں تقریباً ویسی ہی پرانی طرز کی بادشاہی جیسی کے دور کرنے کیلئے یہاں کے باشندوں نے بغاوت کی تھی قائم کر دی گئی لیکن آزادی اور حریت کا جو بیج بویا جا چکا تھا اُسکو اب کوئی جابرانہ طاقت تلف نہیں کر سکتی تھی چنانچہ ۱۸۳۰ء میں نہ فقط فرانس کے باشندوں نے پھر بادشاہی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی بلکہ یہ تحریک جرمنی، اٹلی اور ہنگری میں بھی بڑے زور سے پھیل گئی۔ اور انگلستان تک بھی جہاں ایک نیک دل عورت کے فرمانروا ہو جانے کی بدولت گورنمنٹ نے خود بخود ہی رعایا کو بہت سی مراعات عطا کر دی تھیں اس تحریک کے اثر سے محفوظ نہ رہا۔ فرانس کے اس دوسرے انقلاب کی جو اسی طرح سے عالمگیر ہو گیا تھا مفصل تاریخ درج کرنے کی نہ اس کتاب میں گنجائش ہے اور نہ ایسا کرنا اسکے مدعا میں مخل تاہم ضمناً یہ بتا دینا بیجا نہ ہوگا کہ فرانس میں اس دفعہ بھی باشندوں کی رائے غالب آ گئی اور بادشاہی توڑ کر جمہوری سلطنت قائم کر دی گئی۔ جرمنی میں جابجا فساد ہوئے اور خاص برلن میں شہر داروں نے ایسی سختی سے آزادی کا مطالبہ کیا کہ شاہ پرشیا اول (موجودہ قیصر جرمن کے دادا) کے ہوش و حواس باختہ ہو گئے لیکن آخر چند زبردست اور مستقل مزاج مشیروں کی تائید و اعانت سے وہ رعایا کی شورش پر غالب آ گیا۔ اور بادشاہی قائم رہی۔ بسمارک کو سب سے پہلے اسی تنازعہ میں بادشاہ کی طرفداری کرنے کی وجہ سے عام شہرت حاصل ہوئی تھی۔ آسٹریا اور بالخصوص ہنگری میں موجودہ قیصر آسٹریا کے چچا کی حکومت کے خلاف بغاوت کا جوش خطرناک حد تک بڑھ گیا جسکو انجام روسی افواج کی مدد سے فرو کیا۔ ترکی اس عام تحریک کو بڑی دلچسپی سے

دیکھتی رہیں مسلمانوں کو انکی مذہب اور نسلیون سے یہی حقوق جن کے لیے عیسائی رعایا کٹ مر رہی تھی عطا کر رکھے تھے اور انکو کسی مطالبہ کی ضرورت نہ تھی۔ اسلیئے ترکی گورنمنٹ اس بارہ میں بالکل بے فکر تھی اور اُسے یہ کوئی اندیشہ نہ تھا کہ کہیں اوسکی رعایا پر بھی یوروپین رعایا کا اثر نہ پڑ جائے۔ بلکہ اسکے برعکس اوسکو یوروپین سلطنتوں اور بالخصوص اپنی ایک قدیمی دشمن آسٹریا کی ان اندرونی مشکلات اور تنازعات سے اپنی بہتری کی بھی کسقدر امید ہو گئی تھی لیکن جسطرح یونان کے عیسائیوں نے فرانس کی پہلے انقلاب سے متاثر ہو کر بابعال کے برخلاف عام تحریک شروع کر دی تھی۔ اسیطرح یہ دوسری تحریک بھی کی سے ایک اور عیسائی صوبہ میں جو دوسرے صوبوں کی نسبت یوروپ والون سے زیادہ میل ملاپ رکھتا اور دو یوروپین سلطنتوں کے متصل واقع تھا اپنا اثر ڈالے بغیر نہ رہی یہ صوبہ مالڈیویا تھا۔ وہانکے اسپیڈرز نے رعایا پر سخت جبر و ستم کیئے تھے زمینداروں اور رعایا نے اس سے بگڑ کر ہنگری اور پولینڈ کے باشندوں کی بغاوت کی تقلید کر دی۔ مالڈیویا سے آزادی پسندی کا سیلاب والیشیا میں داخل ہوا جہانکے باشندوں کے مطالبات اہالی مالڈیویا کے مطالبات کیطرح صرف اسی پر محدود نہ تھے کہ اونکے سابقہ حقوق میں جو بڑے عہد نامجات انکو حاصل ہیں اور عمال نے انمیں بے انتہائی کی ہے پھر بحال کر دیئے جائیں بلکہ ہنگری اور پولینڈ والونکی طرح بالکل جمہوری رنگ میں رنگے ہوئے تھے وہ چاہتے تھے کہ [illegible] کیطرح والیشیا میں جمہوری ریاست بنا دیا جائے۔ والیشیا کے گورنر پرنس بسکو نے قومی مجلس کی رائے سے بغاوت سے پہلے جو دہقان غلاموں کو آزاد کر دیا تھا اور ۱۸۴۳ء میں محاصل پیسٹ کو یکسان کرنیکے لیئے مالڈیویا سے معاہدہ کیا تھا۔ انہی دنوں اوسنے حکم نافذ کیا کہ کاشتکار مالکان اراضیات کو سال میں چھ دن مفت زرعی کاروبار میں مدد دیا کریں۔ اور پھر ۱۸۴۷ء میں قومی مجلس کو معطل کر دیا پہلے حکم سے کل کاشت کار بگڑ رہے تھے۔ دوسری کارروائی سے کل آبادی ناراض ہو گئی۔ آزادی حریت یا خودسری کی ہوا تو چل ہی رہی تھی۔ رعایا نے بغاوت کر دی۔ پرنس بسکو نے بتاریخ ۲۳ جون ۱۸۴۸ء مطالبات کو قبول کر کے آئین جدید کو منظور کر لیا۔ مگر رعایا کا اس سے اطمینان نہ ہوا جسپر وہ ملک سے بھاگ گیا اور پرجوش نوجوانوں نے ۲۶ جون کو عارضی حکومت جمہوری اصول پر قائم کر کے صوبجات ٹرنسلوینیا بسربیا اور بوکووینا کو دعوت دی کہ اہالی والیشیا کے ساتھ ملکر ایک قائم بالذات ریاست رومانوی سلطنت کے نام سے قائم کریں۔

بابعال نے انتظام فساد اور اپنے حقوق شہنشاہی کی حفاظت کیلیئے فی الفور عمر پاشا کے ماتحت معقول فوج اور ایک کمشنر کو ان صوبجات میں بھیجا۔ اور سختی سے کام لینے کی بجائے لطف و دلاسا سے تمام شورش کو فرو کر دیا۔ مگر روس ایسے موقعہ کو کب خالی جانے دیسکتا تھا۔ عارضی گورنمنٹ کی تقرری سے دوسرے ہی دن ۱۲ ہزار روسی فوج سرحد سے عبور کر کے مالڈیویا میں داخل ہو گئی۔ بابعال نے اس کارروائی پر معترض ہو کر بلیمینا بتاریخ ۱۲ اگست دونون فوجون کو منقسم کر دیا۔ عارضی گورنمنٹ کے کارکن اس دو طرفہ نوکجھونکی سے گھبرا کر بھاگ گئے۔ اور اُنکے بھاگ جانیسے چند دن ہی بعد ساٹھ ہزار روسی فوج والیشیا پر قابض ہو گئی سلطان کو اپنی طبعی صلح پسندی اور اندرونی اصلاحات کیلیئے قیام امن کی ضرورت کی وجہسے روس کی اس دست اندازی کو وجہ جنگ

بنا ہیں سے احتراز کرکے نامہ و پیام سے اس مسئلہ کو سلجھانے کی کوشش کی ۔ چنانچہ ۱۸۴۹ء میں صوبجات ڈینیوب کے متعلق دونوں
سلطنتوں میں بمقام بالٹا لیمان حسب ذیل شرائط قرار پائیں: ۔ ولاچیا اور مالڈیویا کے ہوسپوڈار دونوں کو سات سات
برس کیلئے سلطان نامزد کیا کرے ۔ چند ترمیموں کے بعد سابقہ قوانین و ضوابط تنظیمیہ کو پھر کامل طور پر رائج کیا جائے ۔ سرحد
دونوں سلطنتوں میں سے ہر ایک کی ۲۵ ہزار سے لیکر ۳۵ ہزار تک فوج ان صوبوں میں مقیم رہے ۔ قیام امن کے بعد
انتظام کی تکمیل تک دونوں ملکوں کی دس دس ہزار فوج رہے ۔ ان صوبوں کیلئے دیسی ملیشیا فوج قایم کی جائے ۔ معاملات
ریاست کی نگرانی اور انتظام کنندہ کمیٹیوں کے ممبر مقرر کرنیکے لئے ایک روسی اور ایک ترکی کمشنر رہے ۔ اور یہ صورت سات
برس تک قایم رکھی جائے ۔ اس قرارداد کے رو سے سٹرزلی نو ولاچیا کا اور گھیکا مالڈیویا کا ہوسپوڈار مقرر کیا گیا ۔

اس عہدنامہ کی سیاہی ابھی خشک بھی نہ ہوئی تھی کہ ٹرکی کیلئے اسی انقلابی تحریک کی طفیل ایک اور مخمصہ پیدا ہو گیا
روسی و آسٹرین افواج نے جب ہنگری کی محب وطن جماعت کو تہ تیغ کرکے آزادی و حریت کو جڑ دن سے اکھاڑ کر پھینک دیا اور ہنگرین
قوم کو کوئی امید باقی نہ رہ گئی تو انکا جم غفیر پناہ لینے کیلئے ٹرکی کو بھاگ گیا ۔ مشہور محب قوم کاسوتھ جو کل ہنگری قوم کا لیڈر تھا
بم اور ڈمبنسکی بھی ان پناہ گزینوں میں شامل تھے ۔ دربار روس و آسٹریا نے سلطان سے مطالبہ کیا کہ ان لوگوں کو جو زار اور
قیصر کی نظروں میں سخت مجرم اور غدار تھے حوالہ کر دیا جاوے ۔ جو مرادف تھا کہ ان کو موت کے منہ میں جھونک دیا جائے
عبدالمجید نے پناہ گزینوں کو حوالہ کرنے سے صاف انکار کرکے کل دنیا پر ثابت کر دیا کہ خواہ ترکی میں اور کتنی کمزوریاں ہوں مگر
مہمان نوازی اور سچی شرافت و انسانیت میں وہ اپنے جد امجد ارطغرل رہت باد کا لائق فرزند ہے ۔ صاف انکار پر آسٹریا اور
روس نے کہا کہ حوالہ نہ کرو ۔ ان کو ٹرکی سے ہی نکال دو ۔ سلطان نے اسکو بھی مردانگی سے بعید سمجھکر قبول نہ کیا ۔ جسپر آسٹریا اور
روس کے مقتدران سیج فرمانروا سخت غضب آلود ہو گئے ۔ روس نے ٹرکی سے سفارتی تعلقات منقطع کر لئے ۔ اور لڑائی
اٹل ہو گئی ۔ مگر اس وقت انگلستان کی گورنمنٹ پر ایسے لوگ مامور تھے جو اپنے ملک کی حقیقی بہتری اور وقتی اغراض کو اچھی
طرح سے سمجھتے تھے ۔ وہ اس معاملہ میں سلطان کے موید ہو گئے اور سلطان کی امداد کیلئے ۱۳ نومبر ۱۸۴۹ء کو انگریزی بیڑہ دانڈنلز
کے دہانہ کے قریب خلیج بیسیکا میں لنگر انداز ہو گیا ۔ ایسی صورت میں روس اپنے خفیہ ارادوں کو پورا کرنیکے لئے جنگ کرنا مناسب
نہ سمجھا اور چند مہینوں کے نامہ و پیام کے بعد روس اور ٹرکی میں پھر بظاہر صفائی ہو گئی ۔ سنہ ۱۸۵۰ء میں روسی افواج صوبجات
ڈینیوب سے واپس منگوا لی گئیں ۔ اور سلطان نے ہنگرین اور پولش پناہ گزینوں کو آسٹریا کی سرحد سے دور رکھنے کیلئے ایشیا کوچک میں
نظر بند کر دیا جس نظر بندی کو وہ سنہ ۱۸۵۱ء میں روس کی مخالفت کے باوجود رہا کر دئیے گئے اور کاسوتھ معہ رفقاء امریکہ کے جہاز
سے بلاد غرب کو روانہ ہو گیا ۔ اس حقیقت کی خلش زار نکلس کے دل سے دور نہ ہوئی ۔ اور آئندہ جونہی موقع ملا اسکا عوض لینے کا مصمم ارادہ کر لیا
جو چار برس کے بعد محاربہ کریمیا کی صورت میں ظاہر ہوا ۔ مگر اس محاربہ کا قریبی سبب ایک اور تنازعہ کو بتایا گیا ۔ اس محاربہ اور سبب کو
کے حالات شروع کرنے سے پہلے اس جگہ چند دیگر اہم واقعات کا ذکر کر دینا ضروری ہے ۔ تاکہ پھر سلسلہ کو توڑنا نہ پڑے ۔

معاملات مصر

محمد علی پیرانہ سالی اور طوالت مرض سے ایسا کمزور ہو گیا کہ اس نے ۱۸۴۸ء کے شروع میں عنان حکومت اپنے فرزند ابراہیم کو سپرد کر دی جس نے ستمبر ۱۸۴۸ء کو قسطنطنیہ جا کر سلطان المعظم سے گورنر جنرل کی سند باضابطہ حاصل کی۔ مگر اسے زیادہ عرصہ حکومت کرنا نصیب نہ ہوا۔ اور اسی سال کے نومبر مہینے میں فوت ہو گیا۔ باب عالی نے محمد علی کے منشا کے مطابق اس کی جگہ اس کے بھتیجے عباس پاشا کو مقرر کر دیا۔ یکم اگست ۱۸۴۹ء کو محمد علی بھی مر گیا۔ اور باب عالی کو مصر کی طرف سے کوئی اندیشہ نہ رہ گیا۔ عباس میں اپنے چچا یا دادا کی اولوالعزمی کا عنصر بھی نہیں پایا جاتا تھا۔ ترکی گورنمنٹ نے اس وقت تو اسے بہت غنیمت سمجھا۔ مگر محمد علی اور ابراہیم کے بعد مصری گورنروں کی پست ہمتی تنگ خیالی اور عشرت پسندی کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ اب مصر اور اس کے توابعات نہ حقیقت ترکی کے ماتحت ہیں اور نہ خاندان خدیویہ کے۔ بلکہ ایک تیسری غیر مذہب اور غیر قوم طاقت کل نیک و بد کی مالک بنی ہوئی ہے اگر خدیو مستقل مزاج اور دور اندیش ہوا کرتے تو یہ وسیع سلطنت ترکی کو نہیں اسلام کے قبضہ میں تو رہتی۔ قابل گورنر ترکی کو اگر مداخلت نہ کرنے دیتے تو ساتھ ہی یہ بھی تو یقینی امر تھا کہ کسی یورپین طاقت کو بھی ایسا نہ کرنے دیتے۔

جون ۱۸۵۰ء میں سلطان نے فرمان نافذ کیا کہ آئندہ سے مصر میں کیتھولک، یونانی کلیسیا، پروٹسٹنٹ اور یہودی چاروں قوموں کے افراد سے وہی کے عوض جو باشی ہر صوبہ میں ان افراد کی حیثیت جائداد کے لحاظ سے تشخیص محاصل وصول کرکے اپنے بطریق یا حاکم باشی کی معرفت خزانہ سلطانی میں داخل کیا کریں۔ اصلاحی کارروائی کو برابر جاری رکھ کر ۱۸۵۱ء میں باب عالی نے سلطنت کے تمام صوبجات کو پھر باہم متفق و متحد کرنے کی طرف توجہ کی۔ اور خاص کر مصر پر شاہانہ حقوق کو کامل طور پر قائم کرنے کے لیے بہت کوشش کی گئی۔ عباس پاشا نے ایک انگریزی کمپنی کو اسکندریہ سے قاہرہ تک ریلوے بنانے کا ٹھیکہ عطا کیا۔ باب عالی نے اسے گورنر جنرل کے اختیارات سے متجاوز قرار دیکر اس کی مخالفت کی۔ اور کہا کہ ایسے معاملہ کی بدولت انگلستان اور مصر میں تنازعہ ہو جانا غیر غالب نہیں۔ جس صورت میں یہ ضروری ہو جائیگا کہ یا خود ترکی انگلستان کے مطالبات کی ذمہ دار بنے۔ یا انگلستان با اختیار خود اپنی حق رسی کرلے۔ عباس نے باب عالی کے اعتراض کو تسلیم کرکے امتیاز کی اجازت سلطان سے حاصل کرلی۔

فرمان گلخانہ کے ضوابط آہستہ آہستہ تمام صوبجات میں باختلاف ان کی صلاحیت و استعداد کے لحاظ سے یکے بعد دیگرے اور علیٰ قدر ضرورت رائج کئے جا رہے تھے۔ ۱۸۵۲ء میں باب عالی نے عباس کو حکم دیا کہ ان ضوابط کو فی الفور مصر میں رائج کرے۔ گویا اس امر کا اعلان تھا کہ مصر کیلئے قوانین وضع کرنے کا اختیار صرف سلطان کو ہی حاصل ہے۔ عباس نے تنظیمات کو نافذ کرنے سے کوئی انکار نہ کیا۔ مگر چند جزئیات پر معترض ہوا جن میں سب سے اہم دفعہ تھی جس نے گورنر سے سزائے موت کا اختیار چھین لیا تھا۔ عباس اس دفعہ پر بہت اڑا۔ بلکہ آخر اس معاملہ میں یورپ کی دول عظام کے پاس بھی فریاد کی۔ لیکن آخر چند مہینوں کے بحث مباحثہ کے بعد اسے اس مسئلہ کو بھی مان لینا پڑا۔ اور تنظیمات از اول تا آخر مصر میں نافذ کر دی گئیں۔

اسی سال یہ قاعدہ مقرر کیا گیا کہ سلطنت کے تمام صوبوں میں باشندوں اور شہروں کی شکایات جمع کر کے سلطان کے پاس بھیجنے کیلئے خاص کمشنر دورہ کیا کریں۔ اسی سال قسطنطنیہ میں علوم ادبیہ اور علوم حکمیہ کی پہلی اکیڈیمی قائم کی گئی اور اسی سال مقامات مقدسہ کے متعلق وہ تنازعہ شروع ہوا جو آخر محاربہ کریمیا کا باعث ہوا۔

محاربہ کریمیا

لیکن یہ تنازعات محض بہانہ تھے، لڑائی کی اصل وجہ وہی قسطنطنیہ کے حصول کی خواہش تھی جو سب سے اول پیٹر کے دل میں پیدا ہوئی تھی زار نکلس نے جیسا کہ صفحات ما قبل سے ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے معاہدہ یونان، معاہدہ ایڈریانوپل کے بعد اس خیال کی تکمیل کیلئے آہستگی و ملاطفت کی پالیسی اختیار کی جب یہ چال ناکام رہی اور محمد علی کی طفیل ٹرکی کی طاقت مضبوط ہونی شروع ہو گئی تو اُس نے پھر کیتھرائن کی پالیسی پر عملدرآمد شروع کر دیا مگر انگلستان اور فرانس کی علانیہ اور آسٹریا کی درپردہ رقابت نے اسے اور بلاوجہ ٹرکی پر حملہ کرنے کے راستے میں کئی مشکلات پیدا کر دی تھیں اس لیے سب سے پہلے زار نے انگلستان کو ساتھ لانے کی کوشش کی ۱۸۴۴ء میں وہ انگلستان گیا اور وہاں لارڈ ایبرڈین وزیر خارجہ، سر رابرٹ پیل وزیر اعظم اور ڈیوک آف ولنگٹن سے ٹرکی کے متعلق لمبی چوڑی گفتگوئیں کیں اور اپنا خیال ظاہر کیا کہ اس سلطنت کا زوال قریب پہنچ گیا ہے۔ لارڈ ایبرڈین جو بعد میں وزیر اعظم ہو گیا زار کا پرانا دوست تھا زار کے انگلستان سے واپس جانے پر اوسکے وزیر خارجہ کونٹ نسلروڈ نے اپنے آقا کے خیالات و تجاویز کو ایک یادداشت میں قلمبند کر کے اوسے انگریزی گورنمنٹ کے پاس بھیجدیا۔ یہ مراسلہ ۱۸۵۳ء تک مخفی رہا۔ اور کسی کو اس کا علم نہ ہو سکا۔ محاربہ کریمیا سے پہلے انگلستان اور روس اور دیگر دول میں لمبی چوڑی خط و کتابت ہوتی رہی تھی اوس زمانہ میں ٹائمز کو اس مراسلہ کا پتہ لگ گیا اور اوس نے اسے شائع کر دیا اوس وقت لارڈ ایبرڈین وزیر اعظم تھا۔ دارالامرا میں ٹائمز کے بیان کی صداقت کے متعلق سوال ہونے پر لارڈ مذکور نے تسلیم کیا کہ دس برس ہوئے شہنشاہ زار کی تجاویز کو یہاں تک کان دیکر سنا کہ شاہ مذکور کو اپنے خیالات باقاعدہ پر باضابطہ مراسلہ میں درج کر کے بھیجنے کی ترغیب ملی۔ اگر ٹائمز کو اس مراسلہ کی خبر نہ ہو جاتی تو گورنمنٹ اوسے کبھی ظاہر نہ کرتی۔

زار کی یہ تحریک لارڈ ایبرڈین کی موافقت کے باوجود دیگر انگریزی وزرا کی مخالفت کی وجہ سے بے اثر رہی اور زار ٹرکی کے برخلاف کوئی کارروائی نہ کرسکا ۱۸۴۸ء کی بغاوت وینشیا و مالڈیویا سے بھی وہ اس وجہ سے فائدہ نہ اٹھا سکا مگر وہ اپنی چالوں میں برابر مصروف رہا۔ اوسے یقین تھا کہ وہ ایک نہ ایک دن انگلستان کو ساتھ ملالینے اور یا کم از کم کنارہ کش رہنے پر رضامند کریگا۔ آسٹریا کو بغاوت ہنگری میں اوس نے اسی لیے مدد دی تھی کہ آسٹریا ممنون احسان ہونے کی وجہ سے روس کی پیشقدمی بجانب قسطنطنیہ کی مزاحمت کے قابل نہ رہ جائے۔ چنانچہ آسٹریا کو اس طرح سے شکر گزار و احسان مند بنانے کے بعد روس نے ٹرکی کو زیر کرنے کی اپنی کل مختلف الانواع چالوں کی ریشہ دوانی شروع کر دی پرشیا کا بادشاہ ولیم اول اسکا عزیز رشتہ دار اور دوست صمیم تھا آسٹریا ہنگری کی بغاوت کی وجہ سے آنکھ اونچی نہیں کر سکتا تھا۔ فرانس انقلاب دوم کی وجہ سے کمزور ہو رہا تھا۔ اکیلا انگلستان

باقی تھا۔ ایکطرف تو پیر روسی جادو کا دام پھیلانے کی کوشش شروع کیگئی اور دوسری طرف مانٹی نیگرو کے بطریق دانیلو کو جو ملکی حاکم بھی تھا، روس بلاکر ٹرکی کے برخلاف بغاوت کرنیکا اشارہ کر دیا گیا۔ اس تحریک قسیس نے اشتعال دیا اور جبل سود کے تمام عیسائی کوہستانیوں نے علم بغاوت برپا کر دیا۔ باب عالی نے فی الفور جرار لشکر عمر پاشا کے ماتحت سرکشوں کی سرکوبی کیلئے بھیجا عساکر سلطانی اور باغیوں میں کئی لڑائیاں ہوئیں اور آخر باغی سب جگہ پامال کر دئیے گئے۔ لیڈر دیکھے منصوبے گئے ہیں حسب الحکم واویلا مچانیکا خاصہ بہانہ ملگیا۔ اور روس و آسٹریا نے آنکھیں دکھانی شروع کر دیں لیکن آسٹریا کی خفگی مصنوعی تھی اسکے ذریعہ علم ترجیح کی پالیسی اندرونی انتظام ملک کے متعلق خواہ کیسی ہی نا بدتر ہو خارجیہ پالیسی میں وہ نہایت قابلیت دکھاتا رہا تھا۔ بظاہر اسنے روس کو خوش کرنیکے لئے باب عالی کو دھمکیاں دیں۔ مگر در باطن ایما کر دیا کہ باغیان جبل سود کے ساتھ نرم برتاؤ کیا جائے تاکہ روس کو مشکلات جدیدہ کے پیدا کرنیکے لئے بہانہ نہ ملسکے۔ آسٹریا نے پیام ۱۸۵۳ء میں کیا اور دوسرے برس باب عالی نے آسٹریا کی نصیحت مانکر باغیان جبل سود کی غداری سے درگذر کر دیا۔

یہ معاملہ ابھی درپیش ہی تھا کہ ۱۸۵۰ء میں فرانس نے پہر دوبارہ مقامات متبرکہ کا مسئلہ[1] چھیڑ دیا۔ فرانس کو ان مقامات پر جو حقوق حاصل تھے انکا مفصل ذکر ہو چکا ہے اور یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ کلیسیاء یونانی کے پادریوں نے اکثر حقوق کو غصب کر لیا تھا۔ ۱۸۰۸ء میں قبر مسیح کا گرجہ جل گیا۔ اسے یونانیوں نے اپنے خرچ سے تعمیر کیا اور اس گرجہ کے قبضہ کی بدولت رفتہ رفتہ کل مقدس مقامات پر متصرف ہو گئے۔ فرنچ گورنمنٹ متواتر اس غصب کی شکایت کرتی رہی لیکن روس کی پشت پناہی سے کلیسیاء یونانی کے معتقدوں کی طاقت اور رسوخ اسقدر بڑھ گیا تھا کہ باب عالی فرانس کی شکایتوں پر کوئی توجہ نہ کرتا رہا۔ ۱۸۴۸ء کے انقلاب نے بادشاہی کو توڑ کر فرانس میں جمہوری حکومت قائم کر دی تھی۔ نپولین بونا پارٹ کا بھتیجا ۱۸۴۸ء میں اسکا پریسیڈنٹ مقرر ہوا۔ اسنے مئی ۱۸۵۰ء میں باب عالی کو توجہ دلائی کہ سابقہ فرامین پر غور کر کے حق حقداروں کو دلایا جائے۔ ٹرکی گورنمنٹ روس کی کارروائیوں سے برافروختہ تو ہو ہی رہی تھی۔ اسنے فریقین کے دعاوی کی تنقیح اور کاغذات متعلقہ کی پڑتال کیلئے عیسائی اور مسلمان عہدہ داروں کی ایک مشترکہ کمیشن مقرر کر دی جسنے ۱۵ جولائی ۱۸۵۱ء سے کارروائی شروع کی۔ فرانس نے آٹھ مقامات کی تولیت کا دعوے کیا۔ روس کو ان مقامات کا پہر رومن کیتھولک راہبوں اور پادریوں کے تصرف میں چلا جانا کب گوارا ہو سکتا تھا۔ اسنے فرانس کے دعاوی کو باطل کرانیکے لئے بہت زور لگایا۔ کمیشن نے کئی مہینوں کی بحث و مباحثے کے بعد فرانس کے حقوق کو تسلیم تو کر لیا مگر ساتھ ہی تجویز پیش کی کہ مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ صورت موجودہ کو قائم رکھا جائے صرف اتنا کر دیا جائے کہ لاطینی کنیسہ مریم میں اور یونانی کنیسہ مقام صعود میں داخل ہو سکا کریں۔ سلطان نے اس فیصلہ کو منظور

---

[1] یہ مسئلہ دراصل ۱۸۴۸ء میں چھیڑا تھا مگر انقلاب کی وجہ سے اس کے متعلق کوئی کارروائی نہیں ہو سکی تھی۔ اوس وقت فرنچ سفیر نے شکایت کی تھی کہ یونانیوں نے بیت اللحم کے گرجہ سے ایک نقرئی ستارہ جو مسیح علیہ السلام کے مقام ولادت کے نشان میں لگا ہوا تھا اٹھا لیا ہے اور اس سے کنیسہ کی بیحرمتی کی ہے۔ مؤلف

فرمان جاری کر دیا۔ اور نپولین نے جو دسمبر ۱۸۴۸ء میں دس برس کے لیے جمہوری حکومت کا ڈکٹیٹر (حاکم اعلیٰ) اور دسمبر ۱۸۵۲ء میں عام رائے سے شہنشاہ بنایا گیا۔ اس فیصلہ کو اگرچہ اوس میں فرانس کے بہت سے دعاوی نظر انداز کر دیئے گئے تھے محض دنیا کی امن کو قائم رکھنے اور جھگڑا نہ بڑھنے دینے کیلئے منظور کر لیا۔ مگر روس نے جو خواہ مخواہ بگاڑ کرنے پر ادھار کھائے بیٹھا تھا۔ اور کریمیا کے علاوہ یوروپین ٹرکی کی سرحد پر بھی بیشمار فوج اور ذخائر حرب فراہم کر چکا تھا۔ اس فیصلہ کو منظور نہ کیا۔ ایک عیسائی مورخ مسٹر سیکائی اس موقعہ پر نہایت برجستہ اور منصفانہ ریمارک کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"اس مسئلہ کے متعلق ٹرکی پر دو رخی چال چلنے کا الزام لگایا گیا تھا کہ ایک طرف وہ فرانس کو اور دوسری طرف روس کو راضی رکھنے کی کوشش کرتی رہی لیکن یہ اسکے اعداء کا محض بہتان ہے۔ بمصداق گوشت خر دندان سگ آمد مرسنا کیتھولک یا کلیسائے یونانیوں کو باہمی تنازعات سے کوئی ذاتی تعلق نہ تھا۔ اوسنے دونوں فریق کو مقامات متنازعہ کا تھوڑا تھوڑا حصہ دیکر راضی کرنیکی اپنی کوشش کی کہ وہ دونوں کو کان سے پکڑ کر فلسطین سے باہر نکالنے کی طاقت نہیں رکھتی تھی۔ جو کہ درست اور مناسب علاج اس جھگڑے کے تصفیہ کا تھا"

زار نے بوجوہات متذکرہ صدر اسموقعہ کو ٹرکی پر حملہ کرنیکے لیئے نہایت مناسب تصور کرکے پرنس منشیکوف کو خاص سفیر بناکر قسطنطنیہ بھیجا۔ اور ایسے مطالبات کیئے جن کو سلطان کبھی منظور نہیں کر سکتا تھا۔ یہ شہزادہ خلاف معمول سفارت کئی فوجی افسر ہمراہ لیکر ۱۱ فروری ۱۸۵۳ء کو سینٹ پیٹرز برگ سے روانہ ہوا۔ اور ۲۸ کو قسطنطنیہ پہنچا۔ سب سے اول آتے ہی اوسنے فواد پاشا وزیر خارجیہ کی برطرفی کا مطالبہ کیا۔ اور پھر یہ تجویز پیش کی کہ سلطان اپنی تمام کلیسا یونانی کی تابع رعایا پر زار کی مذہبی و دینوی حمایت کو قبول کرکے اور روس کے ساتھ دائمی اتحاد کا معاہدہ کرے۔ وزراء دولت اس عجیب و غریب مطالبہ کو سنکر جس سے سلطان کی قریب کروڑ عیسائی رعایا روس کے ماتحت ہو جاتی تھی ششدر رہ گئے۔ یہ گفتگو ایک ماہ تک برابر جاری رہی۔ اور درمیان جبل اسود کا معاملہ منفصل ہو گیا۔ اور نپولین نے مقامات متبرکہ کے متعلق ۱۸۵۲ء کو قرار کیلئے روس کی کئی مطالبات منظور کرلیئے مگر اس سے مطمئن ہونے کی بجائے روس کی حرص اور بھی بڑھ گئی۔ چنانچہ اوسکے خاص سفیر نے نہایت گستاخانہ انداز سے بھرے دیوان میں جاکر اپنا الٹی میٹم ترکی وزراء کو پیش کیا۔ اور پانچ دن کے اندر جواب باصواب کا مطالبہ کیا۔ اس الٹی میٹم میں حسب ذیل مطالبات کیئے گئے۔ (۱) جیسا کہ معاہدہ قنارجہ کے رو سے روس کو کلیسا یونانی کا حامی تسلیم کیا گیا تھا اسیطرح اب اس حمایت کو تسلیم کیا جائے (۲) کلیسائے یونانی اور روسیہ کی کل مطالبات دربارہ مقامات متبرکہ تسلیم کیئے جائیں (۳) قسطنطنیہ کا یونانی بطریق اعظم جب تک کہ صریح بدچلنی یا کمال غداری کا مرتکب نہ ثابت ہو اپنے عہدہ سے برطرف نہ کیا جائے۔ اور اس صورت میں بھی سلطان پہلے زار سے استصواب کیا کرے۔ اس وقت تک سلطان باختیار خود بطریق کو معزول کر سکتا تھا۔ جیسا کہ وہ اب بھی کر سکتا ہے۔

پہلے مطالبہ میں معاہدہ قنارجہ کا حوالہ بالکل غلط دیا گیا تھا۔ اسکے رو سے روس کو صرف یہ حق حاصل ہوا تھا اوسکی

پہلے کافی تشریح ہوچکی ہے اعادہ کی ضرورت نہین۔ اسجگہ صرف ایک اعلیٰ محقق انگریز کی رائے درج کردینا کافی ہوگا۔ ڈاکٹر تلمور لکھتے ہین کہ تمام سابقہ معاہدون کی روسے ٹرکی نے جو کچھ تسلیم کیا تھا۔ اوسکا لب لباب یہ تین فقرات ہین:۔

اول۔ یہ کہ تمام زائرین۔ پادری اور مسافر کسیطرح کا ٹیکس وغیرہ کے بغیر بحفاظت تمام بلاخوف وخطر یروشلیم اور مقامات متبرکہ کی زیارت کرسکتے ہین (دوم) یہ کہ موجود الوقت گرجہ متعلقہ سفارتخانہ کے علاوہ روس قسطنطنیہ کے فلان خاص محلہ مین بقدر نئے گرجے بنا سکتا ہی۔ سنہ ۱۷۴۰ء مین فرانس سے جو معاہدہ ہوا تھا۔ اوسمین بھی ایک اسی مضمون کی دفعہ درج ہے (سوم) یہ کہ زار کو نہین بلکہ بابعالی بدستور مسیحی مذہب کا حامی ومحافظ رہیگا۔ زار کو مداخلت کا صرف اسقدر استحقاق دیا گیا تھا کہ وہ فلان کلیسا اور اوس کے پادریون کے حق مین بابعالی کے پاس سفارش کرسکتا ہے۔ جن سفارشون کو مخلص بنظر رفاقت بابعالی نے توجہ سے سننے کا اقرار کیا تھا"۔

یہ الٹی میٹم پرنس مذکور نے بتاریخ ۵ مئی سنہ ۱۸۵۳ء سیلے بوٹا ورلنا کوٹ پہنے ہوئے بابعالی کے پیش کیا۔ ۱۳ مئی کو ٹرکی گورنمنٹ نے لارڈ سٹریٹ فورڈ ڈی ریڈکلف انگریزی سفیر اور ایم ڈی لاکور فرنچ سفیر کے مشورہ سے صاف انکاری جواب دیا جسپر منشکوف نے اپنے مطالبات کا پھر اعادہ کرکے ۱۸ مئی کو ان دھمکی آمیز الفاظ پر نامہ وپیام کو ختم کیا "چونکہ ترکی گورنمنٹ نے کلیسائے یونانی کی حفاظت ونگہداشت کیلئے معقول ضمانت دینے سے انکار کردیا ہی۔ اسلیئے اب زار خود اوسکا انتظام کریگا"۔ وہ ۲۱ مئی کو کل ہمراہیون سمیت قسطنطنیہ سے واپس چلا گیا۔ اور یہ دھمکی دیتا گیا "کہ مین اس دفعہ لمبے کوٹ مین آیا تھا۔ اب وردی پہنے عنقریب واپس لوٹونگا"۔

لارڈ ایبرڈین کی نسبت لکھا جاچکا ہی کہ وہ روس کا طرفدار تھا۔ لیکن دوسرے وزراء اوس سے زیادہ دوراندیش اور اپنے ملک کی حقیقی بہتری کے موجبات سے واقف تھے۔ اور وہ ٹرکی کا قیام انگلستان کیلئے نہایت ضروری سمجھتے تھے۔ انکا یہ عزم زار کی ایک بیجوقانہ حرکت سے اور پختہ ہوگیا۔ نکلس نے انگلستان کو اپنے ساتھ شریک کرنے کیلئے جنوری اور فروری سنہ ۱۸۵۳ء مین انگریزی سفیر متعینہ سینٹ پیٹرز برگ سر ہملٹن سیمور سے چند ملاقاتین کین۔ اور ہر ملاقات مین اپنا عندیہ تھوڑا تھوڑا کرکے ظاہر کرنیکے بعد آخری ملاقات مین اپنا دلی راز صاف صاف بتا دیا۔ اوسنے کہا کہ ٹرکی ایک بیمار بلکہ نہایت ہی بیمار شخص کے مشابہ ہے۔ ہمین اوسکے ترکہ کے انتظام کیلئے پہلے سے تیار رہنا لازمی ہے۔ بیمار کی حالت ایسی نازک ہی کہ ہم دیکھتے دیکھتے رہجائینگے اور اوسکا دم اچانک نکلجائیگا۔ اور اوس وقت اگر پہلیسے کچھ انتظام نہ کرلیا گیا ہوا تو سخت ابتری پھیل جائیگی"۔ نکولس کی اس گفتگو کا گویا یہ لب لباب تھا کہ اگر کوئی شخص بیمار پڑجائے تو اوسکے ورثہ سے قطع نظر ہمسایون کو چاہیئے کہ بیمار کے گلے کفن کے اوسکا گلا گھونٹ دین اور منقول کا کل مال ومتاع اور مویشی آپس مین بانٹ لین۔ اسی انداز سے نکلس نے بھی ٹھیک اسیطرح کی تجویز پیش کی۔ اوسنے کہا "ہمسایہ ریاستین تو اب بھی میری حمایت مین بطور آزاد ریاست ہین۔ سرویا کا بھی یہی انتظام کر دیا جائے۔ صوبہ بلگیریا کو بھی اسیطرح کی ریاست بنا دیا جائے۔ انگلستان کیلئے مصر جیسا کچھ ضروری ہی وہ مجھ سے پوشیدہ نہین

کریٹ کی نسبت بھی یہی خیال ہے۔ انگلستان ان دونوں کو بخوشی لے سکتا ہے۔ قسطنطنیہ پر نہ انگلستان یا کسی اور سلطنت کو کبھی قابض نہیں ہونے دے سکتا خواہ ہمیں اسکے لیے لڑائی ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ نہ میں خود اسپر مالکانہ تصرف کرونگا۔ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ بعض حالات سے مجبور ہو کر مجھے اوسپر کچھ عرصہ کیلیے بطور امین متصرف رہنا پڑ جائے۔ میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ کوئی اور سلطنت قسطنطنیہ پر قابض نہ ہو بلکہ پرانی بازنطینی سلطنت کے قیام کے بھی مخالف ہوں۔ نہ یونان کو بقدر وسیع دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ زبردست ریاست ہو جائے اور اس کو میں بالکل ہی ناپسند کرتا ہوں کہ ٹرکی کے مقبوضات کو چھوٹی چھوٹی جمہوری ریاستوں میں منقسم کیا جائے جو کاسوتھوں، مازینیوں[1] اور دیگر یوروپین انقلاب پسندوں کا ملجا و ماوا بنجائیں۔ میں نے تم کو اپنا عندیہ صاف صاف دوستوں اور شریفوں کی طرح بتادیا ہے اگر انگلستان اور مجھ میں اتفاق ہوجائے تو دوسروں کی مجھے کچھ پروا نہیں "دوسروں" سے اوسکی مراد بقول بعض آسٹریا و فرانس اور بقول دیگر صرف فرانس سے تھی۔ آسٹریا بظاہر اوسکے ہاتھ میں ایسی کٹ پتلی بن رہی تھی کہ دوسرا قول زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے جب سے نپولین سوم شہنشاہ ہوا تھا زار کو اوسکی طرف سے بہت اندیشہ ہو گیا تھا اور اسے خیال تھا کہ کہیں وہ بھی چچا کیطرح اودھم برپا نہ کردے۔ چنانچہ اس گفتگو سے ایک مہینہ پیشتر ہی اوسنے سلطان کو کہلا بھیجا تھا کہ اگر مقامات مقدسہ کے متعلق فرانس کی دھمکیوں کی مزاحمت کیلیے ٹرکی کو مدد کی ضرورت ہو تو روس کی کل افواج سلطان کی خدمت میں حاضر ہیں۔

انگریزی سفیر نے اپنی گورنمنٹ کو کل گفتگو کی نقل بھیجکر اپنی رائے یہ لکھی کہ زار اپنے دل میں قطعی فیصلہ کر چکا معلوم ہوتا ہے کہ ٹرکی کے خود بخود برباد ہونیکا تو نہیں۔ اوسکو برباد کرنے کا وقت پہنچ گیا ہے۔ سفیر مذکور نے زار کو بھی یہ قابل تحسین جواب مودبانہ پیرایہ میں دیا تھا کہ طبیب اور فیاض آدمیوں کا شعار بیمار و کمزور کو سہارا دے کر مدد دینا ہوا کرتا ہے نہ کہ مرتے کو مارنا۔ زار نے یہ کہا تھا کہ میں تم سے بڑھ کر ٹرکی کی زندگی کا بڑا خواہشمند ہوں مگر وہ مر چکی ہے اور ہم مردہ میں جان نہیں ڈال سکتے۔ خوش قسمتی سے انگریزی گورنمنٹ کی اوس وقت وہ پالیسی نہ تھی جو اب چند برسوں سے ہو رہی ہے اوسنے اس غاصبانہ بانٹ میں شریک ہونے سے بھی انکار کیا۔ بلکہ زار کو بھی اوسکے غاصبانہ ارادوں پر سرزنش کی۔ لارڈ کلیرنڈن نے ۵ مارچ ۱۸۵۳ء کو وزارت خارجیہ کا چارج لیتے ہی اوسیدن اپنے سفیر کو زار کی تجویز و گفتگو کے متعلق تحریر کیا کہ ان چند برسوں میں ٹرکی کے زوال کی علامتیں کوئی زیادہ نمایاں یا زیادہ سریع نہیں ہوگئی ہیں بلکہ برعکس اسکے ٹرکی میں ابھی تک بہت کچھ قوت مدافعت کی لیاقت موجود ہے۔ اور اصلاح کا میلان مفقود نہیں انتظامی خرابی اور عمال کی رشوت بیشک موجود ہے اور بہت موجود ہے مگر وہ ابھی نہیں اور نہ وہ اس حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ سلطنت کے وجود کیلیے بھی خطرہ پیدا ہوگیا ہو جیسا کہ بعض کے ساتھ سختی سے برتاؤ نہیں کیا جاتا بلکہ بہت رعایات جو سلوک ترکی

[1] مازینی اٹلی کا مشہور محب وطن گذرا ہے۔

حکومت کر رہی ہے۔ وہاں چند گورنروں کو جو ٹرکی کو وحشی طاقت کہتے اور بنظر حقارت دیکھتے ہیں نمونہ کا کام دے سکتا ہے۔ اللہ اکبر یہی سلطنت جس نے مصر و کریٹ کے قتلہ کو ایسی عالی ظرفی اور بے چشمی سے مسترد کر دیا تھا آج نہ صرف مصر پر ہی قابض ہے بلکہ مصر کے متعلقات پر اپنا شاہی اقتدار قائم کر رہی ہے۔ اور کریٹ کو بھی بصد آبرو ترکوں کے قبضہ سے نکالنے کا باعث ہوئی ہے۔ کیا زمانہ کی کوئی نیرنگی اس سے زیادہ عجیب و غریب ہو سکتی ہے؟

انگلستان کی طرف سے ٹکا سا جواب پاتے ہی زار نے فرانس کی طرف رجوع کر کے یہی تجویز نپولین کے سامنے پیش کی۔ مگر وہاں بھی اسکی دال نہ گلی۔ نپولین کئی وجوہات سے زار کے ساتھ متفق نہیں ہو سکتا تھا۔ دونوں اگرچہ بادشاہ تھے لیکن ایک عام امر کی راہ سے ہوا تھا اور دوسرا موروثی استحقاق سے۔ اس لیے پرانی طرز کے بادشاہوں اور جمہوری بادشاہوں میں باہمی کدورت کا پیدا ہو جانا لازمی امر تھا۔ نپولین سمجھتا تھا کہ بہرحال دونوں طرزوں میں سے ایک کو مغلوب ہونا پڑے گا۔ اور طبعی طور پر نہ صرف ذاتی مفاد بلکہ اپنے قائم کردہ اصول کی کامیابی کیلئے اسکے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ وہ روس کی طاقت کو نہ بڑھنے دے۔ اوس وقت نپولین عین عالم شباب میں تھا۔ اور زار پیرانہ سال اور بیمار۔ یہی نہیں کہ آخری زمانوں میں اسکی حالت جو گستی تھی اسکی دماغی توازن کو کمزور کر کے اسکو غیر مستقل مزاج نہیں بنا دیا تھا۔ وہ اپنے ملک کو ایک نقصان کو اچھی طرح سے سمجھتا تھا۔ مزید برآں جمہور نے باتفاق رائے اسکو بادشاہ منتخب کیا تھا۔ مگر قوم کا ایک حصہ اوسکا سخت مخالف تھا۔ یہ حصہ تعداد میں اگرچہ تھوڑا سا تھا لیکن صاحب علم و عمل اور جمہوری خیالات پر مشتمل تھا۔ بنا بریں دول یورپ میں اپنا وقار قائم کرنے اور اس مخالفت کو بے حقیقت بنانے کیلئے اوسے کسی نہ کسی میدان میں اور بالخصوص میدان جنگ میں نمایاں کامیابی کا حاصل کرنا ضروری ہو رہا تھا۔ زار کی طامعانہ پالیسی نے اوسکو یہ موقعہ دیدیا۔ اور ذاتی اغراض کی حفاظت کیلئے انگلستان کو بھی جو اوس وقت روس کی پیشقدمی کے خطرات سے واقف ہو گیا تھا اسکے ساتھ شامل ہونا پڑ گیا۔

زار ان شاطرانہ چالوں میں ناکام رہنے سے ایسا کھسیانا ہو گیا کہ مغربی طاقتوں کے علی الرغم ٹرکی پر حملہ کرنے کا عزم کر لیا۔ اسے امید تھی کہ انگلستان و فرانس اگرچہ اوسکے ساتھ شریک نہیں ہوئے مگر یہ بھی امید نہیں کہ وہ ٹرکی کے مددگار ہو جائیں گے۔ چنانچہ روسی وزیر خارجہ نے اسیدن جب کہ اسکا خاص سفیر قسطنطنیہ سے روانہ ہوا۔ دول یورپ کو اطلاع بھیجدی کہ روسی افواج عنقریب صوبجات ڈنیوب میں داخل ہونے والی ہیں۔ اور کہ جب تک روسی مطالبات تسلیم نہ کئے جائیں گے وہ ان پر قابض رہیں گی۔ روسیا سلطنت عثمانیہ کے کلیسائی یونانی کے معتقدوں پر ویسی ہی حمایت کا مستدعی ہے جو فرانس کو سلطنت مذکور کے کیتھولکوں پر حاصل ہے۔ اس حمایت سے سلطنت عثمانیہ کے اندرونی معاملات میں ہر وقت مداخلت کرتے رہنے کا کوئی استحقاق حاصل نہیں ہوتا۔

اس اعلان پر فرانس و انگلستان نے بنظر احتیاط اپنے بیڑے جزیرہ ٹینی ڈوس کو بھیجکر اپنے سفراء کو اختیار دیدیا کہ وہ عند الضرورت سلطان کی حفاظت کیلئے ان بیڑوں کو قسطنطنیہ بلا سکتے ہیں۔

اس اعلان سے چند ہفتوں کے بعد زار نے بتاریخ ۲۰ جون ۱۸۵۳ء اپنی رعایا کے نام عام منشور صادر کر کے اوس میں بیان کیا

"مجوزہ پیشقدمی کا مدعا صرف پاک مذہب کے حقوق کی حفاظت ہے۔ ٹرکی نے ان حقوق کو بہت کچھ پامال کر دیا ہے اور اب وہ انہیں بالکل ہی منہدم کر دینے کا ارادہ رکھتی ہے یہ نیم صلح و آشتی سے ٹرکی کو بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانی اسلئے ہم مجبور ہیں کہ ڈینیوبی صوبجات میں فوج بھیجنی پڑ گئی ہے۔ لیکن وہ لڑائی شروع کرنے یا فتوحات کی غرض سے نہیں بلکہ محض ان حقوق کی نگہداشت کی مطلوبہ ضمانت حاصل کرنے کیلئے بھیجی جائیگی"

یورپین طاقتوں بالخصوص روس کی ڈھٹائی شروع چشمی۔ بدیہی موجود چیز سے انکار اور ہٹ دھرمی الظہر من الشمس ہے مگر اس وقت روس نے اپنی سابقہ کرتوتوں اور بےحیائی کو بھی مات کر دیا۔ اور روز روشن میں آفتاب کے وجود سے انکار کر دینے کا کمال کل دنیا کو دکھلا دیا۔ عیسائی رعایا کو جو مذہبی آزادی حاصل تھی۔ اوس سے کسی متعصب سے متعصب عیسائی کو بھی انکار نہ تھا لیکن پھر بھی اعتراض کی کوئی گنجائش باقی نہ رکھنے کیلئے سلطان نے زار کے متذکرہ صدر منشور سے تقریباً تین ہفتہ پہلے ۶ جون کو فرمان شاہی صادر کر کے یونانی عیسائیوں کے تمام مذہبی حقوق و مراعات کی مزید تصدیق کر دی ہوئی تھی جسکو یا وزار نے بالکل نظر انداز کر دیا۔ دنیاوی اغراض کیلئے دین کو بہانہ بنانے اور دین فروشی کی کیا کوئی اس سے بڑھ کر مثال ہو سکتی ہے مسٹر میکاتھی لکھتا ہے کہ دنیا رہتی ہے اس مراسلہ کی عنوان سے ہی ٹپکتی تھی اس فرمان کے ساتھ ہی سلطان نے انگلستان اور فرانس سے مدد کی درخواست کر دی تھی جن کے بیڑے ۱۳ جون کو خلیج بسیکا میں پہونچ گئے۔ روسی فوج جنرل لڈورز کے زیر کمان ۲ جولائی کو پروتھ عبور کر کے مالڈیویا میں داخل ہو گئی۔ اور رشین گورنمنٹ نسلرڈ نے اس کارروائی کی معقولیت اور برجستگی کی تائید میں ایک مراسلہ دول یورپ کو بھیجدیا۔ انگلستان اور فرانس نے اوسکی دلائل کی تردید کر کے اسے غاصبانہ حرکت قرار دیا اور اس اہم مضمون جواب سے دنیا کو خیال ہو گیا کہ اس معاملہ میں فرانس و انگلستان کا متفق ہو جانا غیر غالب نہیں۔

انگلستان اور فرانس نے سلطان سے درخواست کی کہ وہ روس کے اس فعل کو وجہ جنگ قرار نہ دیں۔ انگلستان کی گورنمنٹ کا خیال تھا کہ شاید ابھی نامہ پیام سے ہی معاملہ رفع دفع ہو جائے آسٹریا بھی مخمصہ میں گرفتار تھی احسان و مروت روس کے ساتھ دینے

---

[1] روس نے جیسی کچھ صلح آمیز پالیسی ٹرکی کے ساتھ اختیار کر رکھی تھی۔ اوسکی کیفیت ایک معزز انگریز رزیڈنٹ کے بیان سے جو جرمن کے چند آزاد شہروں کیطرف قسطنطنیہ میں مقیم تھا معلوم ہو جائیگی۔ اوسنے سر بیسی سے زبانی بیان کیا کہ ۱۸۳۶ء میں انگریزی گورنمنٹ نے درخواست توپ خانہ۔ ایک کاریگر نئی قسم کے بان اور بکتر گرنے بنانیوالا۔ ایک ہینگے گولے تیار کرنے والا اور چند کاریگر باسفورس کے قلعوں کو مضبوط کرنے میں باب عالی کو مدد دینے کیلئے بھیجے مگر روسی سفیر کے مشتعل ہوکر ان افسروں کو کوئی کام نکرنے دیا۔ روس کو باب عالی پر ایسا اقتدار حاصل تھا۔ کہ وہ اپنے دارالخلافہ کے بحری رستہ کی حفاظت تک بلا زنکلس کی خلاف مرضی کرنے کی جرأت نکر سکتا تھا۔ انگریز افسر دو انجینیر پانچ برس قسطنطنیہ رہے اور اس عرصہ میں انہوں نے اور انگریزی سفیر نے کئی مرتبہ اپنی خدمات پیش کرکے مدد کرنے کی کوشش کی لیکن روسی سفیر کی مخالفت کچھ نکرنے دیا آخر ایک انجینیر جو دو غیر مستعمل لفٹنٹ کو لیکر انگلستان واپس چلا گیا اور دوسرا افسر ایرانی سرحد پر متقرر کر دیا گیا اور اس نقشہ ادلی اونی شخص بھی جانتا تھا کہ روس کیلئے باسفورس کی حفاظت نہایت کرنے دینا اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ باب عالی روس کے حکم ماننے پر مجبور رہے۔

مجبور کرتا تھا۔ اور ملکی اغراض اوسکے مخالفون کے ساتھ شریک ہونے پر۔ اوسنے اس معاملہ کے تصفیہ کیلیے دول یورپ کی کانفرنس جمع ہونے کی تجویز پیش کی۔ پرشیا۔ آسٹریا۔ روس۔ انگلستان اور فرانس کے وکلا ویانا مین جمع ہوے۔ اور اونکے فیصلہ کو جو ۳۱ جولائی کو کیا گیا زار نے بتاریخ یکم اگست منظور کر لیا۔ مگر ٹرکی نے پہلے تو اس بنا پر کہ اوسی کے متعلق جو کانفرنس ہوا اوس مین اوسکے وکلا مدعو نہ کیے گئے تھے۔ اس فیصلہ کو بالکل مسترد کر دیا مگر بعد ازان چند ترمیمین پیش کر کے اونکو قبول کرلیے جانے کی صورت مین فیصلہ کو مان لینے پر رضامند ہوگئی۔ زار نے ان ترمیمون کو بتاریخ ۷ ستمبر نامنظور کر دیا جسپر آسٹریا باقی طاقتون سے علیحدہ ہوگئی۔ اور اوسنے بطور خود ایک خاص سفیر قسطنطنیہ بھیجکر سلطان کو سمجھایا کہ وہ کانفرنس کے فیصلہ کو منظور کرلے۔ اس فیصلہ کے رو سے سلطان کو عیسائی رعایا کے حقوق بالصراحت تسلیم اور مقامات متبرکہ مین روسی پادریون کے اقتدار کے متعلق روسی مطالبات عطا کرنے پڑتے تھے۔ روس نے دریائی صوبجات ڈینیوب پر مالکانہ تصرف کر کے اپنا عمل دخل کر لیا تھا جولائی مین ہوسپوڈارون کو حکم دیا گیا کہ آیندہ خراج قسطنطنیہ نہ بھیجا کرین۔ بلکہ روسی گورنمنٹ کے حوالہ کیا کرین جبتک فوجی قبضہ رہے ترکی بادشاہت کے حقوق معطل رہینگے۔ انگریزی گورنمنٹ نے ان صوبون سے اپنے قونصل واپس بلا لیے تھے۔ اور ادھر ترکون مین عام جوش پیدا ہوگیا تھا یہی وجہ تھی کہ اگر سلطان چاہتا بھی تو کانفرنس کے فیصلہ کو منظور نہین کر سکتا تھا۔ ہر روز بازارون مین اشتہار پر جوش عبارتون مین لکھے ہوے شہر کی دیوارون پر چسپان کیے جاتے جن مین صلح پسند وزرا پر نفرین کرنیکے بعد سلطان سے جہاد کے اعلان کی درخواست ہوتی۔ علما مین بھی رفتہ رفتہ عام جوش پھیل گیا اور کہا جانے لگا کہ اگر جہاد کا اعلان جلد نہ کیا تو معزول کر دیا جاویگا جسپر ترکی گورنمنٹ نے زیادہ عرصہ خاموش رہنا قرین مصلحت نہ سمجھکر بعجلت تمام فوجین وارنا کو بھیجنی شروع کر دین۔ ادھر روسی بھی صوبجات مقبوضہ مین اپنی جمعیت مضبوط کر رہے تھے۔ [illegible] ۱۳ ستمبر کو دو انگریزی اور دو فرانسیسی جہاز ڈارڈنیلز مین داخل ہوگئے۔

زار کے انکار پر سلطان نے ایک مجلس جس مین عیسائی و مسلمان اعیان و ارکان سلطنت کا دیوان کلان ۲۶ ستمبر کو منعقد کیا جسنے بالاتفاق اعلان جنگ کے حق مین فیصلہ کیا۔ اور ۵ اکتوبر سنہ ۱۸۵۳ء کو سال ہجری کے غرہ کو تمام مساجد مین سلطان کی طرف سے جنگ کا اعلان پڑھ کر سنا دیا گیا۔ دریاے ڈینیوب کی ترکی افواج پر امور جنرل عمر پاشا[1] مامور تھا اسنے روس کے کارنامے

[1] اسکاول وسکو آسٹریا کے سرحدی صوبہ کروشیا کا ایک قصبہ تھا اوسکا باپ آسٹرین فوج کا ایک افسر تھا۔ اور ابتدائی عمر مین اپنے آبا و اجداد کی طرح یہ بھی عیسائی تھا۔ اور اسکا نام میکائیل لٹاس تھا۔ اوسنے قصبہ تھرن کے فوجی مدرسہ مین تعلیم پائی۔ مدرسہ سے نکلکر فوج مین بعہدہ کیڈٹ بھرتی ہوا۔ پھر اپنے ضلع کی سڑکون و پلون کا نایب انسپکٹر مقرر رہا ۲۳ برس کی عمر مین اچانک سرکاری ملازمت چھوڑ کر ہمسایہ ترکی صوبہ بوسنیا مین چلا گیا۔ اور وہان اسلام قبول کر کے عمر نام رکھ لیا۔ اور ایک مسلمان تاجر کے لڑکون کا اتالیق ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد اپنے شاگردون کے ساتھ قسطنطنیہ گیا۔ اور وہان کے فوجی مدرسہ مین مدرس مقرر ہوگیا۔ مدرس ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ خسرو پاشا وزیر جنگ اوسپر مہربان ہوگیا اور اوسنے اسکو اپنے سٹاف مین لے لیا۔ اور پھر اپنی بھتیجی سے جو بہت متمول تھی اوسکی شادی کر دی۔ صوبجات ڈینیوب مین بارہا اوسنے [illegible]

انگلستان کے مشہور افسانہ نویس مسٹر ہنیا الڈورٹ نے ناول کے پیرایہ میں کمال شرح و بسط سے اور بہت کچھ چند اضافہ
کے ساتھ جو ناول کی غرض کیلئے ضروری تھی بالکل تاریخی حیثیت سے بیان کئے ہیں ناظرین کو اوسکے ناول سے جنگ
اور محاربہ کریمیا کے حالات بالوضاحت معلوم ہو سکتے ہیں۔ عمر پاشا نے روسی سپہ سالار جنرل گورچکاف کو دیدی کہ اگر
نہیں ہو جس کے محاربہ کے وقت روسی ... سلطانی اعلان سے مطلع کرکے اوسنے جلد جانب
ڈینیوب کو خالی کر دینے کیلئے پندرہ دن کی مہلت دی جس کے جواب میں زار نے بھی یکم نومبر کو اعلان جنگ صادر کرکے اوس میں
بھی پہلے منشور کی طرح دین کی خوب دہائی دیدی کی۔ اور نخت سیاہ درون منافقوں کی طرح اوسکی عبارت میں صحف الہی کی طرز کا
پورا پورا اتباع کیا۔

عمر پاشا نے ترکی افسروں کے خلاف معمول ربع صدی کے بعد پہلی مرتبہ میدان جنگ میں پیش قدمی کرنیکا
مردانہ پہلو اختیار کیا۔ اور پہلے ترکی سپہ سالاروں کی طرح مدافعت پر رہکر روسی حملہ کا انتظار کرنے کی بجائے خود ڈینیوب کو عبور
کرکے روسیوں پر مردانہ وار حملہ کر دیا۔ اوس نے ۴ نومبر ۱۸۵۳ء کو بمقام آولٹنی تسترا اور ۱۵ نومبر کو بمقام سالی ٹیٹا جنرل گورچکاف
کو پے درپے دو فاش شکستیں پہنچائیں۔ مسٹر ہنیا الڈورٹ نے اپنے منشا کے مطابق تاریخی ناول میں ان شکستوں کی مفصل کیفیت درج
کرنیکے ساتھ ہی روسی سپہ سالار کی سراسیمگی اور روسیوں کے شکستہ حوصلے اور ساتھ ہی اچھی طرح سے قلعی کھولی ہے ان معرکوں
میں فریقین کا چنداں زیادہ نقصان نہ ہوا مگر بیشک ان فتوحات سے نہ صرف یورپ در روس بلکہ خود ترکی گورنمنٹ کو بھی
اپنی فوجی صلاحیت کی قدر و منزلت بخوبی معلوم ہو گئی۔ اور ترکی سپاہ میں مطلوبہ خود اعتمادی اور خود داری پیدا ہو گئی جن
اوصاف کا لڑائی میں کامیاب ہونیکے لئے لازمی اور اہم عنصر ہونا صاف ظاہر ہے۔ ایشیائی میدان جنگ میں بھی ترکی سپہ سالار
عبدہ پاشا کو عظیم الشان نمایاں فتوحات حاصل ہوئیں۔ اور روسیوں کو پیچھے ہٹنا پڑا اور روسیوں کے مضبوط قلعہ سینٹ نقولا پر
قابض ہو گیا۔

فرانس اور انگلستان نے اعلان جنگ ہونے پر اپنے بیڑے خلیج باسفورس سے قسطنطنیہ کے متصل باسفورس کے قصبہ بیکوس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵۸۔ وہ کچھ عرصہ جنرل خزانہ کوئی کا یاور رہا۔ پھر خسرو پاشا نے اوسے ولیعہد شہزادہ عبدالمجید کا اتالیق انشا مقرر کرا دیا۔
۱۸۳۲ء میں وہ اوس فوج میں شامل تھا جو ابراہیم پاشا کے مقابلہ پر بھیجی گئی تھی۔ تین برس بعد شام کے ایک ضلع کا کمانڈر مقرر ہوا۔
۱۸۵۳ء سے جنگ محاربہ کریمیا کے اختتام تک والیشیا بوسنیا۔ والیشیا میں روس سے کی مزید کریمیا اور آرمینیا میں جو نمایاں خدمات کیں ان کا متن میں
ذکر درج ہے۔ محاربہ کریمیا کے بعد بغداد کا گورنر جنرل مقرر ہوا مگر معتوب ہو کر جلاوطن کر دیا گیا لیکن پھر دوسرے ہی برس واپس
بلا لیا گیا۔ ۱۸۶۱ء میں اوسنے ہرزیگووینا اور بوسنیا کی بغاوت کو مچھر دبایا اور اس سے فارغ ہو کر سرکش باشندگان مانٹی نیگرو پر حملہ کیا
اور اون کے صدر مقام سیٹنجی کو فتح کر لیا۔ ۱۸۶۹ء میں وہ عملی خدمت سے مستعفی ہو گیا۔ مگر وزارت کے عہدہ پر اعزازاً بحال رہا۔ ۱۸۷۱ء میں
بمقام پلائکی پیدا اور ۱۸۷۱ء میں بمقام قسطنطنیہ فوت ہوا۔ سوانح عمری ...

بندر کو بھیج بیٹھے۔ اُنہوں نے بشرط ضرورت بحیرۂ اسود میں بھی داخل ہوجانیکا حکم دیدیا۔ مگر اس کارروائی کے باوجود وہ مصالحت کرادینے کی کوششوں سے ابھی تک دست بردار نہ ہوئے۔ اور اون کو اس معاملہ میں بالآخر کامیاب ہوجانیکا سنیوپ کی غدارانہ قتل عام تک ایک طرح سے پورا پورا یقین رہا۔ روس نے اعلان جنگ میں صاف اقرار کیا تھا کہ وہ اس محاربہ میں جو اس کے خلاف منشاء ترکی کے ساتھ شروع ہوگیا ہے خود کسی جگہ پیشقدمی نہیں کریگا۔

اس اقرار اور نیز صداقت آمیز نامہ و پیام کا بھی پابند رہا ہونے کی وجہ سے ترکی کی رفیق طاقتوں نے ترکی جنگی جہازوں کی حفاظت کرنے جو بحیرۂ اسود یا اوسکے بنادر میں موجود تھے کوئی انتظام کرنا ضرور نہ سمجھا۔ ترکی بیڑہ کا بڑا حصہ روسی بیڑہ کے زیادہ طاقتور ہونے کی وجہ سے سنیوپ کے بندرگاہ میں سات فریگیٹ تین کارویٹ اور دو چھوٹے دخانی جہاز چھوڑ کر قسطنطنیہ واپس آگیا تھا۔ زار نکلس نے بری شکستوں سے کھسیانا ہوکر اپنے قول و اقرار کو بالائے طاق رکھدیا۔ اور روسی امیر البحر ناخموف نے جسکے پاس چھ صفی، دو فریگیٹ اور چار دخانی جہاز تھے۔ کہر اور دھند سے فائدہ اوٹھا کر جس کی وجہ سے ترکوں کو حملہ آوروں کی آمد کا پتہ نہ ملا۔ بتاریخ ۳۰ نومبر اور بقول بعض ۱۸ نومبر کو ترکی جہازوں کے بالکل قریب پہنچکر تابڑ توڑ گولہ باری شروع کردی۔ ترکوں نے ناگہان دشمن کی گرفت میں آجانیکے باوجود جو کچھ ممکن تھا کمال دلاوری سے مقابلہ کیا اور اطاعت گزینی پر موت کو ترجیح دیکر جب تک کل بیڑہ تباہ نہ ہوگیا برابر لڑتے رہے۔ صرف ایک دخانی کشتی اس عام تباہی سے بچکر اس واقعہ جانگداز کی خبر قسطنطنیہ تک پہنچا سکی۔ بیڑہ کو تباہ کرنیکے بعد روسی جہازوں نے قصبہ سنیوپ پر بھی گولہ باری کرکے وہانکے کئی ہزار باشندوں کو معدوم کردیا۔ بیڑہ اور شہر میں تقریباً پانچ ہزار جانیں روسی غداری کی نذر ہوئیں۔ ترکی امیر البحر عثمان پاشا سخت مجروح ہوکر روسیوں کے ہاتھ اسیر ہوگیا تھا۔ وہ سباسٹوپول لیگئے اور وہاں وہ چند دنوں کے بعد زخموں سے فوت ہوگیا۔ لڑائی سے کچھ عرصہ بعد تک ترکی ملاحوں کی لاشیں سمندر ساحل پر پھینکتا رہا۔ بندر میں دو انگریزی تجارتی جہاز بھی لنگر انداز تھے وہ بھی اس گولہ باری سے غرق ہوگئے۔ اکثر انگریزی مورخین انگریزی اور فرنچ کمانڈروں کو ملعون کرتے ہیں کہ یہ مانا کہ وہ روسیوں کے دزدانہ حملہ کی وجہ سے سنیوپ کو ترکی بیڑہ کی مدد پر نہیں پہنچ سکتے تھے مگر ہوسکتا اونکے پاس کیا جواب ہے کہ اطلاع ملنے پر انہوں نے روسی بیڑہ کو سباسٹوپول واپس جاتے وقت پکڑنے کی کوئی کوشش نہ کی۔ وہ یہ عذر پیش نہیں کرسکتے کہ روس کے ساتھ انکی گورنمنٹوں نے ابھی تک اعلان جنگ نہیں کیا تھا۔ روس نے صریح بدعہدی اور نقض عہد کرکے سنیوپ پر حملہ کیا تھا۔ اور آداب جنگ کے مطابق انگریزی و فرنچ کمانڈر کا یہ فعل جو سب حیثیت میں بالکل حق بجانب اور راستی پر ہوتے۔

سلطان نے اس واقعہ کی خبر سنتے ہی فرانس اور انگلستان سے اپنے بیڑے بحیرۂ اسود میں بھیجنے کی درخواست کی اور تقریباً ایک مہینہ کے نامہ و پیام کے بعد یہ بیڑے ۳ جنوری ۱۸۵۴ء کو بحیرۂ اسود میں داخل ہوگئے جسپر روسی بیڑہ سمندر چھوڑ کر مختلف روسی بنادر میں پناہگزین ہوگیا۔ لیکن روس کی اس سخت بے ایمانی کے بعد بھی ترکی کے عیسائی رفقاء بالخصوص انگریزی گورنمنٹ ایک عیسائی بھائی سے بگاڑ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے۔ انگریزی گورنمنٹ کو اس تامل کی بڑی وجہ لارڈ ابرڈین کی عدم موافقت تھی

وہ نہیں چاہتا تھا کہ روس اور انگلستان میں لڑائی ہو۔ اور مسٹر کوبڈن[1] اور مسٹر برائٹ[2] ایسے جلیل القدر مشاہیر بھی جو کہ اس صدی کے پہلے نصف حصہ کے گلیڈسٹون اور آرگائیل تھے یہ کہتے تھے۔ عام لوگ ان کے اس خیال سے متفق ہوں یا نہ ہوں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کر رہے تھے اور ان کی رائے تھی کہ یہ روس کو بلا مزاحمت باسفورس اور قسطنطنیہ پر قابض ہو جانے دینا چاہیے۔ یورپ میں مسلمانوں کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ ان کا درست مقام ایشیا ہے۔ یہ پالیسی محض غلط اور مضحکہ خیز ہے کہ انگلستان کی اغراض و مفاد ٹرکی کے قیام کی متقاضی ہیں۔ اسی طرح یہ خیال بالکل لغو ہے کہ ٹرکی ہماری تجارت کی بڑی منڈی ہے۔ ایسے ملک میں جہاں کوئی کام نہ شان نہ موجود ہو تجارت کو کیا فروغ ہو سکتا ہے۔ ٹرکی کے عیسائیوں کیلئے بدتر سے بدتر عیسائی گورنمنٹ بھی اسلامی حکومت سے زیادہ مفید اور بہتر ہوگی۔"

یہ تقریر مسٹر ملکورٹ نے ۷ اگست ۱۸۷۸ء کو پارلیمنٹ میں کی تھی۔ اس کے جواب میں لارڈ پامرسٹن وزیر خارجہ نے کہا:

"ٹرکی کی حالت ایسی بوسیدہ نہیں جیسی کہ مسٹر کوبڈن نے بیان کی ہے۔ ان کی قیام میں مدد دینا ہمارے لئے ضروری ہی نہیں بلکہ واجب ہے اور ان کی ایمان و صداقت کی وجہ سے حق بھی ہے۔ پچھلے تیس برسوں میں وہ زیادہ مستحکم اور مستقل ہونے کی بجائے زوال سے تنزل اور انحطاط کی طرف جا رہی ہے۔ سیاسی، سوشل اور اقتصادی معاملات میں اور بالخصوص مذہبی بے تعصبی میں اسقدر ترقی کی ہے کہ دنیا کے کسی اور ملک نے نہیں کی۔ پس اس

---

[1] رچرڈ کابڈن ایک غریب دہقان کا بیٹا تھا۔ وہ چھوٹی عمر میں ہی یتیم ہو گیا اور اپنے چچا کے پاس جو لندن میں سوداگر تھا۔ اس کی پرورش کی۔ بعد ازاں وہ مانچسٹر کے ایک کارخانہ میں جہاں چھینٹ اور ریشم بنائی جاتی تھی حصہ دار ہو گیا اور اپنے کارخانہ کی طرف سے گاہ گاہ ملک میں گشت کیا کرتا تھا۔ چند برسوں کے بعد مصر، یونان اور ٹرکی کی سیاحت کی اور ۱۸۳۵ء میں شمالی امریکہ گیا۔ وہاں سے واپس آکر اس نے ایک رسالہ انگلستان، آئرلینڈ اور امریکہ کے نام سے اور ایک رسالہ بنام روس ۱۸۳۶ء میں شائع کیا۔ ۱۸۳۷ء میں پارلیمنٹ کی ممبری کیلئے ناکام کوشش کرنے کے بعد فرانس، بلجیم اور سوئٹزرلینڈ کی سیر کی اور دوسرے برس جرمنی گیا۔ وہاں سے واپس آکر محاصل غلہ کی منسوخی کیلئے کوشش شروع کی۔ ۱۸۴۱ء میں وہ ممبر ہو گیا۔ اس نے اپنی پرجوش تقریروں سے عام کی رائے کو اپنے موافق بنا لیا اور آخر ۱۸۴۶ء میں محاصل کو منسوخ کرانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے پیدائش یورپ کا سفر کیا جس سے واپس آنے پر ۱۸۴۸ء میں انتخاب ملک نے بصلہ خدمات اس کو ستر ہزار پونڈ عام چندہ سے فراہم کر کے نذر کئے۔ وہ آزادی تجارت کا بڑا حامی اور جنگ کا سخت دشمن تھا۔ ۱۸۰۴ء میں پیدا اور ۱۸۶۵ء میں فوت ہوا۔

[2] جان برائٹ ایک کارخانہ دار کا بیٹا تھا۔ وہ محاصل غلہ کے مسئلہ میں کابڈن کا بڑا حامی رہا۔ ۱۸۴۳ء میں پہلی مرتبہ ممبر ہونے کی کوشش کی اور ناکام رہا۔ مگر دوسرے انتخاب میں کامیاب ہو گیا۔ ۱۸۶۸ء میں وہ ان ڈیوٹیشن میں شامل تھا جو وزارت گلیڈسٹون کے پاس یہ درخواست لیکر گیا تھا کہ وہ جنگ جوئی کے خیالات چھوڑ دے۔ یہ شخص بھی کابڈن اور گلیڈسٹون کی طرح سخت متعصب اور ترکوں اور مسلمانوں کا جانی دشمن تھا۔ ۱۸۷۸ء کے معاہدہ میں بھی اسنے روسیوں کی طرفداری اور سلطنت عثمانیہ کی مخالفت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی۔ سات سو برس پہلے ہیڈ بریک بنا ہوتے ہیں ۱۸۱۱ء میں پیدا ہوا تھا۔

(متعلقہ)

حامیانہ خیالات [illegible] کو درست تسلیم کرنے کی بجائے جس ترکی کی تقسیم اور منقسم کرنے کی تدبیر انکی طرف سے شوق سے استعمال کرتے ہیں یا ترکی کو مردہ یا قریب المرگ بیمار قرار دینے کی بجائے جو زندہ سمجھا جا سکتا ہو۔ میں علانیہ کہتا ہوں کہ اگر تم یہی کرو کہ جو حریص اوس میں دخل ہونا چاہتے ہیں۔ اون کو دخل نہ ہونے دو۔ اور جو اوس میں موجود ہیں اور اوسکی بہتری کے لیئے کام کر رہے ہیں۔ اونکو اونکے حال پہ چھوڑ دو۔ اور تم دوسری طرف اپنی توجہ کو منعطف کرو تو تم یورپ میں اور کئی ایسے ملک پاؤ گے جو فی الحقیقت [illegible] بہت سی بیماریوں [illegible] ہو جانیکے خطرہ میں ترکی سے بدرجہا زیادہ مبتلا ہیں جیسے دوست [illegible] ملک [illegible] بہرحال اس سے کسی کو انکار نہیں ہوگا کہ ترکی میں کوئی پولنڈ یا [illegible] موجود نہیں ہے۔ اسی [illegible] نے ۱۷ مارچ ۱۸۷۷ء کو پارلیمنٹ میں علی رؤس الاشہاد بیان کیا کہ ترکی کے مختلف المذاہب اقوام [illegible] کا کام صرف مسلمانوں کی حکومت ہی [illegible] ہے اس کے علاوہ ہم اپنی قومی تیاریاں کر رہے ہیں کہ ترکی کو روس کے چنگل میں گرفتار رہنے دیں [illegible] دنیا کو [illegible] اعلی سلطنت کو قدموں پہ ذلیل ہونے سے محفوظ رکھیں اور یورپ کو حقوق اور اقوام کی آزادی کی حفاظت کریں۔

ایسی پرجوش اور صادق [illegible] وزراء کی موجودگی کے باوجود انگریزی گورنمنٹ اپنی وزیر اعظم اور [illegible] وغیرہ جیسے خطیبوں کی مخالفت کی وجہ سے تمام حجت کی [illegible] روس سے اعلان جنگ نہیں کر سکتی تھی۔ ۵ دسمبر ۱۸۷۷ء کو [illegible] انگلستان [illegible] اور پریشانی [illegible] دریافت کیا کہ وہ کن شرائط پہ صلح کے نامہ و پیام کیلئے آمادہ ہو سکتا ہے [illegible] نے ۱۴ دسمبر کو جواب دیا کہ صلح کیلئے [illegible] بنیادی اصول لازمی ہیں۔ روس علی الفور [illegible] ترکی اور روس میں جو معاہدے پہلے ہو چکے ہیں نظر ثانی کی جائے [illegible] تمام مذاہب کو [illegible] مذہبی آزادی [illegible] اور [illegible] کے متعلق قطعی تصفیہ کیا جائے [illegible] جواب روس کے پاس بھیجا اور ۹ جنوری ۱۸۷۸ء کو [illegible] نے قیام صلح کیلئے آخری کوشش [illegible] لکھا کہ وہ اپنی [illegible] پالیسی پر زیادہ اصرار نہ کرے [illegible] جواب دیا [illegible] روس کی فوجی [illegible] جنگ کی متقاضی ہو رہی ہے۔ اس لیئے وہ اپنے مطالبوں کو نہیں چھوڑ سکتا [illegible] انگلستان اور فرانس [illegible] ثابت ہو گیا کہ روس [illegible] ترکی کے حقوق کی [illegible] نہیں [illegible] لارڈ [illegible] فرانس اور دیگر [illegible] اصرار [illegible] انگریزی گورنمنٹ نے وہ گفتگو جو [illegible] انگریزی سفیر [illegible] ہوئی تھی [illegible] شائع کر دی تھی جسکو پڑھنے سے کل انگریزی قوم میں [illegible] روس کے ساتھ لڑائی کرنے کی خواہش بڑے زور سے پیدا ہو گئی تھی ۱۸۵۴ء کے محاربہ [illegible] روس کیطرح [illegible] انگریزی قوم کے جوش ہمدردی کو [illegible] ترکی گورنمنٹ کا کوئی اعلان [illegible] موجود نہ تھا۔ [illegible] قومی [illegible] بالکل آزاد تھی × × × جب آزادی کی [illegible] کیلئے [illegible] رفاقت کی بدولت محاربہ کریمیا کے دوران میں [illegible]

قائم ہو گئی تھی، عام جوش کے علاوہ خود قوم کی مزاج کا مشیر اعلیٰ بھی جیسا کہ آگے ظاہر ہو جائیگا۔ روس کی منافقانہ چالوں سے سخت بیزار ہو رہا تھا۔ ادھر زار اپنی گفتگو کے شائع کر دیئے جانے سے جسکی رازداری کی اوسنے سخت تاکید کی تھی۔ اور بلا زور ختم ہو گیا اور اس برافروختگی نے اوسے مآل کار پر غور و فکر کرسکنے کے قابل ہی نہ رہنے دیا۔ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ اوسے کو بدرجۂ مجبوری کی مخالفت سے یہ یقین بھی ہو گیا تھا کہ انگلستان کا ارادہ پکا رہیگا تا محال نہیں غیر مطلب نصرت رہے۔ اور دوسری طرف پرشیا آسٹریا اور فرانس زار کے اون حقارت آمیز اشارات سے جو اوسنے انکی نسبت اس گفتگو میں کیئے تھے بہت آزردہ ہو گئے تھے۔ غرض معاملہ سفور ٹے کی حد سے گذر گیا۔ ۲۷ فروری سنہ ۱۸۵۴ء کو فرانس اور انگلستان نے روس کو ایک الٹی میٹم بھیجا جسکا زار نے ۷ مارچ کو کچھ جواب دینے سے انکار کر دیا۔ اور ۲۸ مارچ سنہ ۱۸۵۴ء کو فرانس اور انگلستان نے زار کے برخلاف باقاعدہ اعلان جنگ کر دیا۔ اس اعلان سے پہلے دونوں سلطنتوں نے باب عالی کو بتاریخ ۱۲ مارچ اپنی امداد کا یقین دلا دیا تھا۔ ۱۰ اپریل سنہ ۱۸۵۴ء کو ٹرکی، فرانس اور انگلستان میں جارحانہ و مدافعانہ اتحاد کا معاہدہ ہو گیا جسکے رو سے انگلستان نے پندرہ ہزار اور فرانس نے پچاس ہزار فوج ٹرکی کی مدد کیلئے بھیجنے کا اقرار کیا مگر جنگی ضرورتوں کیوجہ سے اکیلے فرانس کو دو ایک لاکھ فوج بھیجنی پڑی تھی۔ عہدنامہ میں دونوں رفیق سلطنتوں نے روس سے صلح ہو جانے سے پانچ ہفتوں کے اندر اپنی افواج واپس بلا لینے کی بھی تصریح کی تھی۔ انگریزی اور فرنچ فوج معاہدہ ہوتے ہی گیلی پولی پہونچنی شروع ہو گئی۔ وہاں سے اوسکا بڑا حصہ وارنا کو بھیج دیا گیا اور کچھ فوج تھیسلی اور اپائرس کے یونانیوں کی بغاوت کو فرو کرنے پر مامور کی گئی اور اوسنے تھوڑے ہی عرصہ میں ان صوبوں میں امن قائم کر دیا۔

اعلان جنگ کر لینے کے بعد فرانس اور انگلستان نے پرشیا اور آسٹریا کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی۔ مگر اول الذکر نے تو صاف کہدیا کہ وہ کسی فریق کا ساتھ نہیں دیگا۔ اور دوسری نے (آسٹریا) پالیسی اختیار کی کہ آخر دونوں فریق کو ناراض کر دیا۔ کبھی وہ عہد کرتی کہ انگلستان و فرانس کے ساتھ شریک ہو جائے مگر پھر جلدی ہی اس ارادہ کو ملتوی کر دیتی۔ اوسکی طاقت اور وسعت اب کی نسبت بہت زیادہ تھی جرمنی کے کئی حصے اور نیز اٹلی کا بہت سا حصہ بھی اوس وقت اوسکے پاس تھا۔ اٹلی کا باقی علاقہ کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا جن میں سب سے بڑی پیڈمونٹ اور سارڈینیا کی ریاست تھی۔ اس ریاست کے وزیر اعظم کیوور نے کمال دوراندیشی سے تاڑ لیا کہ مغربی یوروپ کی دونوں طاقتور سلطنتوں کو مددگار و معاون بنانے کیلئے یہ نہایت عمدہ موقع ہے۔ چنانچہ وہ جلد جلد کر کے اس اتحاد میں شامل ہو گیا۔ اور متحدہ سلطنتوں کو جنہیں فوجی امداد کی سخت ضرورت درپیش تھی کریمیا کے معارکہ میں مدد دینے کیلئے پندرہ ہزار فوج بھیجدی۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ پیرس کی کانفرنس میں اوسکے وکلاء بھی شریک کیے گئے اور آخر سنہ ۱۸۵۹ء میں جب کہ ایکطرف پرشیا نے حملہ کر کے آسٹریا سے کئی جرمن صوبے چھین لیے اسی ریاست نے بھی نپولین سوم کی مدد سے جو کہ کریمیا کے دوران میں آسٹریا کی طفلانہ کارروائیوں اور متلون مزاجیوں سے سخت ناخوش ہو گیا تھا آسٹریا کو اطالین مقبوضات سے بیدخل کر دیا۔ اور اسطرح آسٹریا کو اس بارہ ہی برسوں میں اپنی ناکارہ

پالیسی کا ثمرہ مل گیا کیونکہ انہیں جنوبی صوبے اونکی حکومت سے نکل گئے۔ اور ساتھ ہی جرمن ریاستوں کی نگہبانی کے خطاب سے بھی محروم ہو گئی۔ مگر آپس کے مذہبی و نسلی رقابت کی جوش مار ہی ہے جرمنی کے متوفی مدار المہام پرنس بسمارک اور زار روس نے ترکی کے بارہ بہ نکلے بعد ... اپنے ملک فتوحہ صوبوں کے معاوضہ میں .... ترکی سے صوبجات بوسنیا اور ہرزیگووینا دلا کر اسکی تسلی کی۔ روس نے تشفی کردی۔ مگر جیسا کہ قرائن اور آثار بتا رہے ہیں یہ بیماری اور یہ ابال بھی اپنا پھل دیئے بغیر نہ رہے گی موجودہ شہنشاہ جوزف کی آنکھیں بند ہوتے ہی اس تمام سلطنت کا شیرازہ کے پراگندہ ہو جانے میں کسی کو شک نہیں۔ یہ بات بھی تحقیق ہو چکی ہے کہ محاربہ کریمیا کی طرح سنہ ۱۸۷۷ء کے محاربہ میں بھی انگلیس کے فرزندان زار اسکندر کا ترکی کے عیسائیوں کی حمایت و حفاظت کا ادعا کرنا محض بہانہ تھا۔ جرمنی آسٹریا اور روس کے تینوں شہنشاہوں نے سنہ ۱۸۷۲ء میں بیسر بیا اور باطوم خود لینے اور صوبجات بوسنیا اور ہرزیگوینا آسٹریا کو دلانے کے لئے روس کے ترکی پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس تجویز کی بناء اسطرح پہ قائم ہوئی تھی کہ محاربہ کریمیا میں پرشیا کے دول متحدہ کو صاف جواب دے دینے سے روس اور اوسکے تعلقات پولیٹیکل طور پر بھی نہایت دوستانہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ اسی دوستی کی وجہ سے روس نے سنہ ۱۸۶۶ء میں پرشیا کو آسٹریا پر حملہ کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ اور اسی وجہ او نیز بدلا لینے کیلئے سنہ ۱۸۷۰ء میں فرانس پر بھی اوسے فوج کشی کرنے کی عام اجازت دیدی تھی۔ جنگ میں پرشیا کے کامیاب ہو جانے پر زار نے اول تو معاہدہ پیرس کے اوس حصہ کو جو بحیرہ اسود میں روس کی بحری طاقت کو محدود رکھنے کے متعلق تھا کمال بیباکی سے خود ہی مسترد کر دیا۔ اور پھر آسٹریا سے محاربہ کریمیا میں عدم شرکت کا انتقام لینے کا عزم کر کے پرشیا کو اسکی اطلاع دی۔ اور وجہ یہ لکھی کہ روس کی فوج بیکار رہنے سے اکتا گئی ہے۔ پرنس بسمارک نے اس تجویز کو ناپسند کر کے روس کو آسٹریا کے مشورہ سے ترکی پر حملہ کرنیکا اشارہ کیا۔ اور اسطرح تینوں بادشاہوں میں اتحاد ثلاثہ ہو گیا۔ اور اس اتحاد نے ترکی کے متعلق وہ فیصلہ کیا جو اوپر درج ہو چکا ہے۔

پرشیا کے عدم اتفاق سے تمام منصف[1] مزاج یورپ میں سخت متعجب ہو رہے تھے۔ مگر پرنس بسمارک ایسے مدبروں سے نہ تھا جو کہ ملک کی بہتری جیسا انصاف و ایمان کو مخل ہونے دیں بشرطیکہ اونکے اپنے ملک کی بہتری ہوتی ہو۔ وہ دوسری سلطنتوں کی

[1] ہماری ملکہ معظمہ کے مرحوم شوہر بھی انہی کے زمرہ میں شامل تھے جن کی بے نظیر ریاست بازی کمال دور اندیشی اور اعلیٰ مدبرانہ قابلیت مندرجہ ذیل خط سے جو شہزادہ موصوف نے محاربہ کریمیا کے دوران میں شاہ بلجیم کو لکھا تھا بخوبی واضح ہو رہی ہے۔ تمام یورپ کی (جس میں بلجیم اور جرمنی بھی شامل ہیں) اہم ترین اغراض سلطنت عثمانیہ کی آزادی اور سلامتی کی متقاضی ہیں۔ اور یہ امر اونکی بہتری کیلئے اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ روس کو شکست دیکر اوسکی خوب گوشمالی کیجائے۔ کیونکہ سب سے بڑھکر کمزور ریاستوں کیلئے یہ تعلیم نہایت ہی بیمار کن اور اہم ہو گی کہ جب کبھی کوئی زبردست ہمسایہ اونکو تنگ کرنا چاہے تو کل یورپ اونکی مدد پر کھڑا ہو کر ظلم کنندہ کا منہ توڑ دے۔ افسوس انگلستان میں بھی ایسے مدبر اور ایسے جوانمرد کا اب اس قدر قحط ہو گیا ہے کہ اونکے مدبر کمزوروں کی امداد سے دست بردار ہی نہیں ہو گئے بلکہ جب ریسوں سے قطع پیدا اور تقسیم میں بھی دوسری طاقتوں کے ساتھ بخوشی شریک ہونے لگ گئے ہیں۔

بربادی اور لاکھوں کی خونریزی کی بجز کچھ پروا نہیں کیا کرتا تھا سنہ ۱۹۰۸ء کی خونریزیاں اور ٹرکی کی عام تباہی کا اصل
باعث جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے وہی تھا۔ اسی نے سنہ ۱۹۰۵ء میں کمال غرض سے کہ اٹلی فرانس کے ساتھ متحد
ہو بلکہ اس کے برخلاف ہو جائے فرانس کو ٹرکی کے شمالی مقبوضہ ٹیونس پر قبضہ کر لینے کا ایما کر دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اٹلی
جرمنی و آسٹریا کے اتحاد میں شامل ہو گئی۔ اور اس سے پیشتر انگلستان اور فرانس میں ہمیشہ عدم اتفاق قائم رکھنے کی سعی اور انگلستان
کو مصر پر قابض ہو جانے کا اشارہ کر دیا تھا۔ ٹرکی کے مقبوضات کو کسی طرح تقسیم کرا کر یورپین سلطنتوں میں باہم پھوٹ
ڈالو اسکے ساتھ ہی اوسنے یہ امر بھی مدنظر رکھ لیا تھا۔ اور اسی لئے اوسنے جرمنی کو کسی سلطانی علاقہ پر قبضہ نہیں کرنے
دیا تھا کہ جب سلطان کو دیگر سب یورپین سلطنتوں بلکہ اپنے سابقہ رفقا۔ فرانس و انگلستان کے غصہ کا باعث سمجھا اونکی
دوستی اور رفاقت کی کیفیت اچھی طرح سے معلوم ہو جائیگی۔ تو وہ لازمی طور پر اسی سلطنت کا طرفدار ہو جائیگا جس نے
اونکے ساتھ ایسا برا سلوک نہ کیا ہوگا۔ یہی سلطنت اونکو جرمنی کے سوا کوئی دکھائی نہ دیگی۔ اسطرح جرمنی ایک ایسی
طاقت کو اپنے ساتھ متحد کر سکیگی جس کی فوجی طاقت ان صداقتوں کی وجہ سے بھی دنیا کی کسی سلطنت سے کم نہ ہوگی۔ جرمنی اپنی اس
پالیسی میں جیسی کچھ کامیاب ہوئی ہے وہ آج کل دنیا ملاحظہ کر رہی ہے۔ چونکہ اس کتاب میں سلطان عبدالحمید کے عزل کے
بعد کے واقعات کو جو پینتیس سالہ عہد حکومت اور سلطنت کی دیگر تاریخ بالا [illegible] ہو چکے ہیں بالتفصیل درج
کرنا مقصود نہیں۔ اسلئے جرمن شاطر کی ان چالوں کی مختصر کیفیت اسجگہ درج کر دینا مناسب سمجھا گیا ہے جس کے بعد پھر
اصل داستان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

دولت عثمانیہ کی بحری قوت بہت ضعیف زیادہ تھی کہ اعلان جنگ ہوتے ہی فرنچ و انگریزی بیڑوں نے تمام تر سمندر [illegible]
جو روس کی سلطنت کے سواحل تک تھے تعرض کر لیا۔ بحیرہ اسود کے روسی بیڑہ کی روپوشی کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اپریل سنہ ۱۸۵۴ء میں
متحدہ بیڑوں نے جنوبی روس کے تجارتی بندر ادیسہ کے فوجی بندر پر گولہ باری کی مگر شہر اور تجارتی بندر کو کوئی صدمہ
پہنچنے دیا۔ بحیرہ مذکورہ کے علاقہ قاف کے ساحل پر اناپہ روسی گرد قلعہ اور سوخوم قلعہ میں روسیوں نے بستیاں قائم کر لی
ہوئی تھیں۔ اونکو وہ اپنے ہاتھ سے خالی کر کے ساحل کو چھوڑ گئے۔ متحدہ طاقتوں کا ایک بیڑہ سر چارلس نیپیئر کے زیر کمان
بحیرہ بالٹک میں داخل ہوا جس نے بحیرہ مذکورہ کے شہر روسی بندرگاہ کرونسٹاٹ کی ناکہ بندی کر لی اور جزیرہ الینڈ پر فوج اتار کر
بتاریخ ۱۶ اگست سنہ ۱۸۵۴ء وہاں کے قلعہ بومارسنڈ پر قبضہ کر لیا۔ اور سنہ ۱۸۵۵ء میں بندر سویابورگ پر گولہ باری کی۔ سر چارلس نیپیئر کو
خیال تھا کہ روسی قلعے نہایت احتیاط سے محفوظ کئے گئے ہیں اونپر گولہ باری سے کچھ اثر نہیں ہوگا۔ اور اس کے برعکس اونکی
باتیریوں سے جہازوں کو صدمہ پہنچنے کا قوی احتمال ہے۔ اس اندیشہ سے کہ بحیرہ بالٹک میں کوئی نمایاں کارگذاری نہ دکھا
جس کا اوس سے امید کیگئی تھی۔ بحیرہ ابیض میں متحدہ بیڑے نے مقام [illegible] کے [illegible] پر آتشباری کی۔ اور [illegible]
بیڑے نے بحیرہ اوخوٹسک میں مشرقی سائبیریا کے بندر پر گولہ باری کر کے پیٹرو پاولووسک کے [illegible] خانہ کو مسمار کر دیا اور پھر [illegible]

آگے بڑھنے اندر داخل ہوکر اوس کے کنارے کی روسی بستیون کو برباد کرنیکا ارادہ کیا مگر اسکی تعمیل نہ ہوسکی۔

دریائے ڈینیوب پر شروع نومبر ۱۸۵۳ء کی لڑائیون کے بعد موسم سرما کی وجہ سے روسی و ترکی افواج مین لڑائی ملتوی ہوگئی ہوئی تھی۔ عمر پاشا نے بمقام ویڈن ڈینیوب کو عبور کرکے روسیون پر جو حملہ کیا تھا وہ ۱۸۵۴ء کے محاربہ کے شروع مین جاری تھا۔ عثمان پاشا کا بھی جو سرویا کے محاربہ کو بکامیابی ختم کرنیکے بعد چند ماہ ویڈن مین مقیم رہے تھے اسیطرح کرنیکا ارادہ تھا مگر وزیر جنگ کی نامنظوری سے مجبور ہوگئے تھے۔ سردی کے گزر جانے پر فریقین مین پھر لڑائی شروع ہوگئی۔ عمر پاشا دریائے ڈینیوب کے شمالی کنارہ پر ویڈن کے ہی قریب بمقام کالافت مقیم رہے تھے۔ روسیون نے ایک طرف تو ان کو وہان سے واپس ہٹانیکے لیے کالافت پر حملہ کردیا۔ اور دوسری طرف دریائے ڈینیوب کی نچلی حصہ کے مشہور قلعہ سلسٹریا کا دریا سے گذر کر محاصرہ کرلیا۔ عمر پاشا نے دونون مین ہی غنیم کو پسپا ہٹا دیا مگر سلسٹریا کا محاصرہ اپریل سے شروع ہوکر برابر جون تک قائم رہا۔ اور اس اثنا مین روسی فوجنے شہر کو فتح کرنیکے لیے کئی حملے کیے۔ مگر ان کے قابل کماندار موسیٰ پاشا اور اوس کے دو نائب انگریز افسرونکی جوانمردی اور لیاقت کے سامنے اونکی کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی۔ ان دونون افسرونکی شجاعت جوانمردی استقلال اور قابلیت کی تمام مورخ تعریف کرتے ہین۔ ان انگریز افسرون مین سے ایک کا نام نسمتھ اور دوسرے کا بٹلر تھا۔ جو نامور موسیٰ پاشا محاصرہ کے آخری دنون مین شہید ہوگیا۔ انگریزی اور فرنچ فوجین گیلی پولی سے آبنائے دار دانیال پہنچ گئی تھین کہ اگر روس سلسٹریا کو فتح کرلین تو متحدہ فوج اونکی پیشقدمی بجانب بلقان کی مزاحمت کرے۔ مگر روس متواتر شکستین اوٹھانیکے بعد جون ہی مین اونکی ہمت ہار جانے سے مجبور ہوگئین۔ جون مین محاصرہ سے دست بردار ہوکر بقیہ روسی فوجین ڈینیوب کو پھر عبور کرگئے۔ اور روسیا مین اونکی حالت ایسی نازک ہوگئی کہ اگر آسٹریا آڑے نہ آجاتی تو عمر پاشا اور تھوڑے دنون مین اون کو بزور شمشیر صوبجات ڈینیوب سے خارج کردیتا۔

آسٹریا نے روس کی عزت برقرار رکھنے کیلئے اپنی فوج ان صوبون مین بھیجدی۔ اور متحدہ دول اور ٹرکی کے سامنے تجویز پیش کی کہ انعقاد صلح تک یہ صوبے اوس کے تصرف مین رہنے دئے جائین۔ روسی اور ترک دونون وہان سے اپنی فوجین واپس منگوالین۔ انگلستان و فرانس نے باین توقع کہ شاید اسی رعایت سے آسٹریا اتحاد مین شریک ہوجائے سلطان کو اس تجویز کے مان لینے کا مشورہ دیا۔ اور اوسکے مطابق آسٹریا اور دول متحدہ مین معاہدہ ہوگیا۔ دونون صوبون پر آسٹرین فوج عارضی طور پر قابض ہوگئی۔ روسی و ترکی فوجین اپنی اپنی ملک کو واپس چلی گئین۔ اور ڈینیوب پر لڑائی ختم ہوگئی۔ آسٹرین فوجونے اس قبضہ کے دوران مین رعایا پر جو جو جبر و ستم کیے مسٹر نیالڈ نے اون کے پوست کندہ حالات متذکرہ صدر ناول مین تحریر کیے ہین۔ دول متحدہ نے شروع شروع مین محض صوبجات ڈینیوب کو روسیون سے خالی کرانیکے لیے اعلان جنگ کیا تھا جو کہ روسی افواج کی واپسی سے حاصل ہوگیا تھا۔ مگر اب نپولین اور انگریزی گورنمنٹ کی رائے بدل گئی تھی۔ اونہون نے دنیا کے امن کے قیام کیلئے لگے ہاتھ روس کی طاقت کو اچھی طرح سے کمزور کردینا ضروری تصور کیا۔ اور یہ فیصلہ ہوا کہ اس غرض کیلئے کم ازکم سباسٹوپل کے مضبوط قلعہ کو جسے کیتھیرائن نے قسطنطنیہ کا پہاٹک کہا تھا مسمار کردینا ضروری ہے۔ یہ فیصلہ ہوتے ہی انگریزی اور ترکی افواج کے

سپہ سالاروں کی کونسل نے بتاریخ ۲۱ جولائی ۱۸۵۴ء بمقام وارنا کیا۔ محاصرہ کریمیا سے قبل کی ڈیڑھ صدی میں روس ایسی حیرت انگیز ترقی کی تھی کہ دول متحدہ کا روس سے متوحش ہو جانا کسی طرح بیجا نہیں تھا۔ زار پیٹر اول کی تخت نشینی پر ۱۶۸۹ء میں روس کی آبادی ڈیڑھ کروڑ تھی کیتھرائن ثانی کی تخت نشینی پر ۱۷۶۲ء میں اڑھائی کروڑ اور ۱۷۹۶ء میں اوسکی وفات پر تین کروڑ ساٹھ لاکھ ہو گئی اور سکندر اول کی وفات پر ۱۸۲۵ء میں ۵ کروڑ اسی لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ وسعت سلطنت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس عرصہ میں روس نے سویڈن کی نصف سے زیادہ سلطنت ملحق کر لی تھی پولنڈ سے اسقدر علاقہ غصب کیا تھا جو کل سلطنت آسٹریا کے برابر تھا یورپین ٹرکی سے پرشیا کے برابر اور ایشیائی ٹرکی سے کل یورپین ٹرکی یونان اٹلی اور ہسپانیہ کے برابر اور ایران سے انگلستان کے رقبہ کے مساوی علاقہ فتح کر کے اپنے مقبوضات میں شامل کیا تھا۔ محاربہ کریمیا سے قبل تک صرف ۶۴ برسوں میں اوسنے اپنے مقبوضات وسیع یورپ کے برابر مزید علاقے فتح کیے تھے۔ اور برلن، ڈریسڈن، میونک، وائنا اور پیرس کیطرف یعنی بجانب مغرب پانسو میل قسطنطنیہ کیطرف یعنی بجانب جنوب مغرب پانسو میل سٹاک ہولم کیطرف یعنی بجانب شمال مغرب ۶۳۰ میل اور طہران یعنے جنوب مشرق کیطرف ایک ہزار میل بڑھا لیا تھا۔ یہی حالات دیکھکر یورپ کے تمام منصف مزاج انگریزوں کی یہ پختہ رائے ہو رہی تھی کہ بنی نوع انسان کی مشترک اغراض کیلئے روس کے لا انتہا جبر و ستم کو روکنے کیلئے لڑائی نہایت ضروری ہو گئی ہے۔

جنگی کونسل کے فیصلہ کے مطابق انگریزی اور فرنچ فوج وارنا سے پانسو جہازوں پر سوار ہو کر ۱۴ ستمبر ۱۸۵۴ء کو کریمیا کے مغربی ساحل بندرگاہ یوپاٹوریا میں داخل ہو گئی۔ ۲۰ ستمبر کو حملہ آوروں اور روسی فوج کے درمیان بمقام الما پہلی لڑائی ہوئی روسی ہزیمت یاب ہو کر میدان سے بھاگ گئی۔ اور سباسٹوپول کا رستہ صاف ہو گیا اس اچانک حملہ سے روسیوں کے ہوش و حواس معطل ہو گئے تھے نپولین کی فوجکشی یعنے ۱۸۱۲ء سے ابتک کوئی غنیم اونکی قلمرو میں داخل نہ ہوا تھا اور کریمیا کی حفاظت کیلئے مضبوط جنگی بیڑہ جہازات اور بیشمار مستحکم قلعوں کے علاوہ زار نے وہاں ایک فوج بھیج رکھی تھی کہ اسے یہ خیال تک بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ دول متحدہ کبھی اس جزیرہ نما پر حملہ کرنے کا عزم کرینگی۔ مگر دول متحدہ نے نہ فقط حملہ ہی کر دیا تھا بلکہ زار کی فوج زار کی ایک جرار فوج کو فاش شکست بھی دیدی تھی۔ اور روسی بیڑہ اس سے زیادہ کام نہ دے رہا تھا کہ سباسٹوپول کے بندرگاہ میں پناہ گزین ہو کر اوسکے دہانہ کو چند جہازوں کے غرق کر دینے سے غنیم کے لئے بند کر دے۔ خود سباسٹوپول کی حفاظت کا بندوبست کا انتظام ایسا ناقص تھا کہ اگر حملہ آور جنگ الما سے بعد بلا تاخیر اوسپر پیشقدمی کر دیتے تو وہ بآسانی اسے فتح کر لیتے لیکن انگریزی سپہ سالار لارڈ ریگلان جسنے شروع صدی کے محاربات ہسپانیہ میں ڈیوک آف ولنگٹن کا کام دیا تھا اور اوس کے ماتحت افسر چالیس برس کی مسلسل امن و صلح کیوجہ سے اپنی سابقہ مہارت اور قابلیت کا بہت سا حصہ فراموش کر چکے تھے۔ اون کو فن حرب کے متعلق سخت غلطیاں سرزد ہوتی رہیں کم و بیش یہی کیفیت فرنچ سپہ سالار مارشل سینٹ آرناڈ کی تھی۔ البتہ اسقدر فرق ضرور تھا کہ اسکی گورنمنٹ اور صیغہ جنگ کی ایسی حالت نہ تھی جیسے کہ برعکس انگریزی گورنمنٹ اور اسکا صیغہ جنگ

فوجی معاملات تا اوسی مذکورہ صدر وجہ کی باعث تقریباً بے بہرہ و نابلد ہو گیا ہوا تھا۔ مگر عام سپاہیوں کی طبعی شجاعت اور استقلال سے ان نقصوں کی بہت کچھ تلافی ہو رہی تھی۔ متحدہ افواج کی ناقابلیت اس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ چند مہینوں کے محاصرہ سباسٹوپول کے بعد جب انگلی گورنمنٹوں نے بابعالی سے نئی فوج بھی وہاں بھیجنے کی درخواست کی اور سلطان نے عمر پاشا کو اس کام پر مامور کیا تو عمر پاشا نے صاف کہلا بھیجا کہ جب تک میری رائے دوراندیشوں کے برابر نہ سمجھی جائے میں اس مہم میں شریک نہیں ہونگا۔ اور استعفا دیدونگا۔ وہ انگریزی فرنچ اور اطالین سپہ سالاروں کی غلطیوں کو برابر دیکھتا رہا تھا اور اسے اندیشہ تھا کہ اگر اوسکی ایک اسے رہی تو غلبہ ہمیشہ انہی سپہ سالاروں کی غلط چالوں کو رہیگا۔ اور اسطرح اوسے انکے فیصلوں کے مطابق عمل کرنا پڑے گا جو عمداً یا غلط ہونے کی وجہ سے اوسکی عزت کو بھی بٹہ لگا دینگے۔ متحدہ گورنمنٹوں نے پہلے تو اس مطالبہ کو قبول کرنیسے انکار کردیا۔ مگر آخر ضرورت نے تسلیم کرنے پر مجبور کردیا۔ اور عمر پاشا کے کریمیا پہونچتے ہی لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا

الغرض لارڈ رگلن اور سینٹ ارناڈ نے فتح آلما سے فائدہ اوٹھاکر فوراً سباسٹوپول جھپٹنے کی بجائے پہلے ساحل پر کسی مناسب مقام پر ہیڈکوارٹر اور قاعدۃ الجیش بنا لینا ضروری سمجھا۔ اور بغرض کیملیو بل کلاوہ کے بندر کی طرف روانہ ہو گئے۔ ریٹولا روسی عارضی سراسیمگی اور گھبراہٹ سے ہوشیار ہو کر حفاظتی انتظام میں سرگرمی کے ساتھ مصروف ہو گئے تھے۔ اونہوں نے چند دنوں میں عاملوں کی بے سوچی خیانت اور لاپرواہی کی تلافی کر دی۔ سپاہی شہری اور ملاح مورچوں کے بنانے میں لگ گئے اور حیرت انگیز قلیل عرصہ میں سباسٹوپول کے گرد مورچوں کے سلسلے قایم اور اونپر توپوں کی قطاریں نصب ہوگئیں۔ ان مورچوں میں سے قلبی مورچہ مستولی مورچہ بیدان کے دونوں مورچوں اور قلعہ مالاکاف نے محاصرہ کے دوران میں عالمگیر شہرت حاصل کی۔ انبر معمولی توپوں کے علاوہ بیڑہ کی تمام توپیں بھی جہازوں سے اوتار کر چڑہا دی گئیں۔ اور پندرہ ہزار بحری سپاہ جو اپنے بیڑہ کی تباہی کا انتقام لینے کیلئے تلملا رہی تھی شہر کی محافظ فوج کے ساتھ شامل ہو گئی۔ متحدہ فوج نے بل کلاوہ کے رستہ آگے بڑھ کر سباسٹوپول کے جنوب میں ڈیرے ڈالدیئے اور تین طرف سے سباسٹوپول کا احاطہ کرلیا۔ مگر شہر کی شمالی جانب محصورین کیلئے برابر کھلی رہی۔ شہر کے شمال میں سباسٹوپول کا بندرگاہ تھا۔ اور اسپر روسیوں نے پل بناکر اوس فوج سے جو میدان میں تھی تعلق قایم کر لیا تھا۔ ایسی صورت میں سباسٹوپول کبھی محصور شہر تصور نہیں ہو سکتا تھا۔ بلکہ فریقین کی نسبت یہ کہنا زیادہ درست ہو سکتا تھا کہ وہ دیسی فوجیں بالمقابل ڈیرے ڈالے ہوئے نہیں تھیں جن کو عقب سے برابر کمک رسد پہنچ سکتی تھی۔ متحدہ فوج کو بندر بل کلاوہ۔ اور بندر کامیش کے رستہ سامان پہنچتا تھا۔ سباسٹوپول کے محاصرہ کی کارروائی میں کئی دفعہ روسیوں کی میدانی فوج مارچ ہوئی۔ چنانچہ اوس کے ساتھ ۲۵۔ اکتوبر کو بمقام بلکلاوہ خونریز معرکہ آرائی ہوئی۔ جس میں روسیوں کو آخر پسپا ہونا پڑا۔ یہ معرکہ انگریزی فوج سواران کے متہورانہ دھاوے کی بدولت جس میں لائیٹ بریگیڈ کے دو تہائی سوار ہلاک و مجروح ہو گئے تھے۔ انگریزی فوج کے کارناموں میں ہمیشہ کیلئے مشہور رہیگا۔ ۵ نومبر کو روسی فوج نے بہ تعداد کثیر انکرمان کی انگریزی چھاؤنی پر صبح کی تاریکی میں اچانک حملہ کر دیا۔ مگر فرانسیسی کمک کو بروقت

پہنچ جانے سے سخت نقصان اٹھا کر پسپا ہوئے۔ اس معرکہ میں چار ہزار فرانسیسی و انگریز اور دس ہزار روسی ہلاک ہوئے۔ سباسٹوپل کو فتح کرنا آسان نہ تھا، ایک طرف محاصرہ کنندہ فوج سرنگیں کھودنے مورچے تیار کرنے اور باتریاں آگے بڑھانے میں مصروف تھی، اور دوسری طرف محصورین جنرل ٹوٹل بین کی زیر نگرانی شہر کے استحکامات کو مضبوط اور نئے مورچے تیار کرنے میں مصروف تھے۔ بالآخر متحدہ افواج شدت سرما کی ناگفتہ بہ مصائب اور سختیوں کے باوجود زار کی افواج کو گھیر کر ایک گوشے میں بند کر دینے میں کامیاب ہو گئیں۔ سردی کے علاوہ بالخصوص انگریزی فوج کو محکمہ کمسریٹ کی نااہلیوں اور ٹھیکیداروں کی بے ایمانی سے سخت تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں، ہر طرح کا سامان گرم پارچات، ادویات اور سامان رسد بالاکلاوا میں بافراط موجود تھا، لیکن چند میلوں کے فاصلہ پر انگریزی فوج کے سینکڑوں بہادر سپاہی سباسٹوپل کے سامنے سردی بھوک اور بیماری سے ہلاک ہو رہے تھے۔ اپنی بہادر فوج کی یہ نامرادی اور بیکسی دیکھ کر ٹائمز کے جانباز نامہ نگار رسل[۱] نے دنیا بے خبر رہ سکتا اور نہ کسی لومۃ لائم کی پروا کر کے میدان جنگ سے عمال کی بدنظامی اور فوج کی مصائب کے درد انگیز بیانات پوسٹ کر کے بھیجنے شروع کر دیئے جن کو پڑھ کر قوم سخت غضبناک ہو گئی کہ فروری ۱۸۵۵ء میں لارڈ ابرڈین کی وزارت مستعفی ہو گئی۔ لارڈ پامرسٹن وزیر اعظم بنایا گیا، پارلیمنٹ کی تحقیقات کا ایک خاص کمیشن مقرر کر دیا گیا اور اس شور و شغب و ہنگامہ و واویلا کا یہ اثر ہوا کہ بدنظامی کی بہت کچھ اصلاح ہو گئی۔ مسٹر گلیڈسٹون نے جو پامرسٹن کی وزارت کا ایک رکن تھا، اس کمیشن کے مقرر کئے جانے کی مخالفت کی، اور جب اس مخالفت میں کامیاب نہ ہوا تو وزارت سے مستعفی ہو کر ترکی کی مخالفت پر کمربستہ ہو گیا۔

۲ دسمبر ۱۸۵۴ء کو آسٹریا نے فرانس اور انگلستان سے روس کے برخلاف جارحانہ و مدافعانہ اتحاد کا معاہدہ کیا لیکن سابق اس عہد کا بھی ایفا نہ کیا، پندرہ جنوری ۱۸۵۵ء کو فرانس اور انگریزی بیڑوں نے بحیرہ اسود اور بحیرہ آزاف کے روسی ساحل کی ناکہ بندی کر کے تجارتی جہازوں کی آمد و رفت بھی بند کر دی۔ ۲۶ جنوری کو شاہ سارڈینیا نے دول متحدہ سے اتحادی معاہدہ کر کے جنرل مارمورا کے زیر کمان پندرہ ہزار فوج کریمیا بھیج دی۔ فروری میں ۲۵ ہزار ترکی فوج بھی عمر پاشا کے زیر کمان کریمیا پہنچی جس کو ساحل پر اترتے ہی بمقام یوپاٹوریا روسی فوج سے مقابلہ کرنا پڑا، ۱۷ فروری ۱۸۵۵ء کو سخت شکست دی، اور پھر سباسٹوپل پہنچ کر ایسا انتظام کیا کہ سباسٹوپل سے الواقع مسدود ہو گیا۔

۲ مارچ کو زار نکلس کے اچانک مر جانے سے یورپ کو جلد صلح ہو جانے کی توقع ہو گئی، اور گو اس کے فرزند سکندر ثانی کے پہلے الفاظ یہ تھے کہ ہماری کوششوں کا مدعا وہی ہوگا جو پیٹر اول، کیتھرائن، سکندر اول اور ہمارے مرحوم باپ کا تھا، لیکن یہ بھی توقع بالکل ہی غلط ثابت نہ ہوئی۔ آسٹریا کے ایماء پر فریقین کے وکلاء پندرہ مارچ کو پھر ویانا میں جمع ہوئے، مگر روس نے بحیرہ اسود میں اپنی بحری طاقت کو محدود کئے جانے کو منظور نہ کیا، اور کانفرنس ۲۶ اپریل کو برخاست ہو گئی۔ روسی سفیر نے اس مطالبہ کے جواب میں کہا تھا کہ پہلے سباسٹوپل کو فتح کر لو پھر ایسے مطالبہ کرنے کی جرأت کرنا۔ اپنے سفراء کی اس تعلی کے

۱ اس لڑائی کی تاریخ ۱۸۹۹ء کے رسالہ نیشنل ریویو میں ہے کہ مسٹر رسل ٹائمز کے نامہ نگار نے مفصل سپاہ کو لارڈ ریگلان اور ان کا سٹاف ناواقف ... اچھی طرح پیش نہ آیا تھا اور یا دفتر مفصل یہ کرنے کا الزام لگایا ... انتظام اور کارروائیوں پر نکتہ چینی کی اور لارڈ ریگلان کی موت کا باعث درحقیقت یہی کینہ ... ہے۔

باوجود نوجوان ہونے کے جو ۳۶ برس کی عمر میں اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا۔ اچھی طرح سے جانتا تھا کہ ملک کی اندرونی حالت صلح کی سخت متقاضی ہے مگر جھوٹی شیخی اور مصنوعی خودداری اس امر کے اعتراف سے مانع تھی جس کی بدولت ہزاروں معصوم لقمۂ اجل ہو گئے۔

سباسٹوپول کا محاصرہ کا کام برابر جاری تھا اور سارڈینیا نے ۱۵ ہزار فوج میدان جنگ کو بھیجدی تھی۔ اسی دوران میں نپولین سوم اور ملکہ وکٹوریا نے ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کی۔ ۲۴ مئی کی رات کو روسیوں نے شہر سے نکلکر افواج متحدہ پر دو شب خون مارے مگر نقصان کثیر کے ساتھ پسپا کر دئیے گئے۔ اس کے بعد متحدہ افواج نے ایک دستہ بھیجکر کرچ اور ینی قلعہ کو مسمار کر دیا۔ ادہر متحدہ بیڑہ نے آزوف پر قابض ہو کر طاگان رگ کو گولہ باری سے منہدم کر دیا۔ ان قلعوں کی بربادی سے روسیوں کے پاس پیریکاپ کے سوا اور کوئی اسٹیشن رسد و گودام کا نہ رہ گیا۔ دوسری طرف ترکوں نے بحیرہ اسود کے مشرقی ساحل کے بندرگاہ میں داخل ہو کر چرکسوں سے بغاوت کرا دی تھی۔ علاقہ قارص کے ان محب وطن اور نجیب باشندوں کی اونکے تعلیم و فرمان امیر شامل کے کارنامے رینالڈز اور مسٹر اولیفینٹ نے اپنی تاریخی ناولوں میں بشرح و بسط تحریر کئے ہیں فرنچ فوج کی سپہ سالاری پیلسیئر کو ۱۶ مئی ۱۸۵۵ء سے جنرل کینروبیر کے بجائے سپرد تھی جس نے آتے ہی کہدیا تھا کہ وہ ضرور سباسٹوپول کو فتح کریگا ۷ جون کو حملہ کر کے انہوں نے مورچہ گرین میملون اور مضبوط مورچوں کو دا کر کے فتح کر لیا۔ اور ۱۸ جون کو فرانسیسیوں نے قلعہ مالاکوف پر اور انگریزوں نے قلعہ ریڈان پر دھاوا بولا لیکن ۳ ہزار آدمی کٹوا کر پیچھے ہٹا دئیے گئے۔ ۱۶ اگست کو اطالین فوج نے دریائے چرنایا کے مقام پر روسیوں کو فاش شکست دی۔ سباسٹوپول کے بھی آخری دن قریب پہنچ گئے تھے۔ ۲۴ گھنٹہ شہر اور مورچوں پر دن رات گولے برسائے جاتے تھے۔ محصورین میں جو ہلاکت برپا ہو رہی تھی اوسکا اسی سے قیاس ہو سکتا ہے کہ محاصرہ کے آخری ۳۰ دنوں میں صرف گولہ باری سے ۱۸ ہزار روسی ضائع ہوئے۔ مگر آفرین ہے روسیوں کی مشہورانہ شجاعت و ثابت قدمی پر۔ وہ آخری وقت تک ایسی بیخوفی سے لڑتے رہے کہ گویا اونکے جسم گوشت و خون کے نہیں فولاد سے بنے ہوئے تھے۔ خوف و ہراس یا جان کی حفاظت کا اونمیں نام و نشان نہ پایا جاتا تھا۔ وہ بالکل سر باختہ ہو رہے تھے۔ محاصرہ کے دوران میں فقط شہر پر پندرہ لاکھ گولے، غبارے اور بم پھینکے گئے۔ دوران ۳۳۶ دنوں میں اکیلے فرانسیسیوں نے پچاس میل لمبی خندقیں اور ۸۰ ہزار فیٹ طویل سرنگیں صرف ایک روسی قلعہ کے سامنے تیار کی تھیں۔ اور روسیوں کی جنگی آتشبازی اور گولہ باری کے باوجود جسکی آواز ۱۲-۱۴ میل تک چاروں طرف سنائی دیتی تھی۔ اپنی خندقوں کو بتدریج بڑھاتے گئے کہ مالاکوف صرف ایک سو فیٹ کے فاصلہ پر رہ گیا تھا۔ محاصرین کی گولہ باری بھی کچھ کم مہیب نہ تھی۔ اوسکی متواتر ضربات سے فصیلیں اور برج ہموار اور بعض پر وقت ۲۰ حصہ نابید ہو گئی تھیں۔ سینکڑوں روسی گولنداز اور ہزاروں سپاہی ہر روز ہلاک ہو رہے تھے۔ اور محصورین کو خندقوں کا بند کرنا تو در کنار اپنے مردوں کے اٹھا لیجانے کی بھی مہلت نہ ملتی تھی۔ فقط ایک دن میں ستر ہزار گولے شہر پر پھینکے گئے تھے۔ اب گویا انجام کا آغاز شروع ہو گیا تھا۔ ۸ ستمبر ۱۸۵۵ء کی دوپہر کو متحدہ افواج کی باتریاں یکبارگی خاموش

ہوگئیں۔ فرنچ مالاکوف پر اور انگریز ریڈان کے بڑے مورچہ پر ٹوٹ پڑے۔ فرانسیسی اپنے حملہ میں کامیاب ہوگئے۔ اور گو انگریز کچھ عرصہ تک میدان کو نہ لے سکے۔ اور روسیوں نے مالاکوف کو پھر فتح کرنے کے لئے پے در پے حملے کئے۔ مگر فرانسیسی ایک قدم پیچھے نہ ہٹے۔ اور سباسٹوپل فتح ہوگیا۔ روسی شہر کو تودہ خاک بنا کر خالی کرکے شمال کی طرف ہٹ گئے۔ اور سب چیزوں کو آگ لگاتے گئے دریں اثنا قلعہ کلبرن کو متحدہ بیڑوں نے اور قلعہ عشاکوف خود روسیوں نے اپنے ہاتھ سے تباہ کردیا۔

کریمیا اور ڈینیوب کی ان شاندار فتوحات کے مقابلہ پر ایشیائی میدان جنگ میں ترکوں کو افسروں کی نااہلی کی وجہ سے غنیم سے کئی شکستیں اٹھانی پڑیں۔ مگر قارص کی فوج نے کئی مہینے دشمن کا کمال مردانگی سے مقابلہ کیا۔ اس فوج کی رہنمائی اور امداد کیلئے دو انگریز جرنیل سیمانس ولیمز اور ٹیسڈیل اور ایک ہنگرین سمی کمیٹی بھی وہاں موجود تھے۔ روسی فوج اس شہر کا کئی مہینوں سے محاصرہ کئے ہوئے تھی لیکن کریمیا کے محاربہ نے ٹرکی یا اوسکے رفقاء کو ادھر متوجہ ہونے کی فرصت نہ دی۔ اور نہ محصورین کو کوئی کمک بھیجی گئی۔ باینہمہ ۲۹ ستمبر ۱۸۵۵ء کو انہوں نے شہر سے نکلکر روسیوں پر نمایاں فتح حاصل کی مگر محاصرہ نہ ٹوٹ سکا اور آخر بھوک اور فاقہ سے مجبور ہوکر ان غنیمت بہادروں کو جن کی تعداد بھی اب بہت تھوڑی رہ گئی تھی۔ ۲۵ نومبر ۱۸۵۵ء کو دشمن کے سامنے ہتھیار رکھدینے پڑے۔ فتح سباسٹوپل کے بعد عمر پاشا کو کمک کیلئے قارص کی طرف بھیجا تو گیا۔ مگر ابھی وہ دریائے سوخملکی پر اترتے ہی اوسنے پہلی خبر یہ سنی کہ قارص کے محصورین نے اطاعت تسلیم کرکے شہر غنیم کے سپرد کردیا ہے۔

متحدہ افواج کے سپہ سالاروں کا یہ توقف جنگی لحاظ سے گو سخت نفرین کے قابل تھا۔ لیکن پولیٹیکل لحاظ سے وہ مفید بھی ثابت ہوگیا۔ اس فتح سے روس کی فوجی عزت کچھ نہ کچھ بحال ہوگئی۔ اور وہ صلح کے نامہ پیام پر رضامند ہوگیا۔ ورنہ بصورت ثانی خواہ وہ بالکل ہی فنا کیوں نہ ہوجاتا اوسکی حمیت جاہلانہ سباسٹوپل کے فتح ہوجانے سے اور مشتعل ہوجاتی اور غالباً لڑائی اسقدر طول کھینچ جاتی کہ کل فریقوں کے لئے اوسکا نتیجہ بالآخر اچھا نہ ہوتا۔

فتح قارص کے بعد آسٹریا نے پھر صلح کی سلسلہ جنبانی کی۔ اور روس نے ۱۸۵۶ء کو شروع میں دول متحدہ کو پیش کردہ الٹی میٹم کی شرائط کو معاہدہ صلح کی بنیاد قرار دیئے جانے کو صورتاً تسلیم کرلیا جبکہ انعقاد صلح کیلئے آسٹریا۔ روس۔ فرانس۔ انگلستان ٹرکی اور سارڈینیا کے سفراء کی کانفرنس پندرہ فروری ۱۸۵۶ء کو پیرس میں منعقد ہوئی۔ اور ۳۰ مارچ ۱۸۵۶ء کو باضابطہ عہدنامہ صلح پر کل سفراء کے دستخط ہوگئے۔ پرشیا نے پہلے اس کانفرنس میں شامل ہونے سے انکار کیا مگر اجلاس شروع ہوجانے سے چند ہفتے بعد شریک ہوگئی۔ اس عہدنامہ کی تمام شرائط اور جو امور کے متعلق ضمنی معاہدہ کی دفعات بالتفصیل رسالہ سفر وضعہ مظالم آرمینیا میں درج کیجا چکی ہیں۔ اور جن مسائل میں روس یا دیگر دول نے صریح خلاف ورزیاں کیں۔ اونکی بھی اس رسالہ میں کافی توضیح کردیگئی ہے۔ یہاں صرف اسقدر لکھ دیا جاتا ہے کہ اس عہدنامہ کی بنیاد مندرجہ ذیل اصول قرار دیئے گئے تھے (۱) روس صوبجات ڈینیوب کی حمایت کے متعلق بالاشتراک یورپ کے دست بردار ہوکر اونکے اندرونی معاملات میں بھی کسی طرح کی مداخلت کرنیکے دعوی سے دستبردار ہو۔ (۲) ڈینیوب کی آمد و رفت کا جہاز رانی کا اتفاق رہیگا۔ اور اس امر کی نگرانی کیلئے ایک مستقل کمیشن مقرر

سنبھالنے کی جس میں کل دول متعاہدہ کے نائب موجود رہینگے۔ اور پھر سلطنت دیار ڈینیوب کو زمانہ پر دو دو چھوٹے جنگی جہاز مامور کرنے کی مجاز ہوگی۔ نیز روس نے سرحد کی درستی کو منظور کرکے ڈینیوب کے ڈلٹا کا کل علاقہ ٹرکی اور صوبجات ڈینیوب کو حوالہ کردینا قبول کیا (۳) بحیرہ اسود کو نیوٹرل یعنے ایسا سمندر قرار دیا گیا جو کسی سلطنت کے زیر قبضہ میں نہ ہو اور سب ملکوں کو اوس پر جہازرانی کا یکساں حق حاصل ہو۔ اوس میں تجارتی جہازرانی کی سب کو اجازت دیگئی۔ اور روس و ٹرکی سمیت کل قوموں کو وہاں جنگی جہاز داخل کرنے کی ممانعت کردیگئی۔ اور قرار دیا گیا کہ روس کے ساحل پر کوئی بحری یا جنگی سلحخانہ اور کارخانہ یا چوکی قائم نہ کی جائے۔ البتہ ٹرکی اور روس کو ساحل کی نگرانی کیلئے صرف دس دس چھوٹے چھوٹے جہاز رکھنے کی اجازت دیگئی (۴) وہ خط شریف[1] جو سلطان عبدالمجید نے فروری ۱۸۵۶ء میں صادر کرکے غیر مسلم رعایا کی مراعات کی تجدید و تصدیق مزید کی تھی عہدنامہ صلح میں شامل کیا گیا۔ مگر ساتھ ہی بالتصریح شرط کردیگئی کہ اس اندراج سے کسی سلطنت یا سلطنتوں کو فرداً فرداً یا بالاجتماع سلطان اور اوس کی رعایا کے باہمی معاملات میں مداخلت کرنیکا استحقاق حاصل نہیں ہوا۔

اسی عہدنامہ کی دفعہ ۷ کے رو سے ٹرکی کو یورپ کی دول متحدہ میں باقاعدہ طور پر شامل کر لیا گیا۔ اور پھر سلطنت نے سلطنت عثمانیہ کی آزادی اور اوس کے مقبوضات کی سلامتی کا احترام کرنے اور ضامن ہونیکا اقرار کیا۔ پندرہ اپریل ۱۸۵۶ء کو انگلستان فرانس اور آسٹریا نے ایک علیحدہ عہدنامہ کیا کہ سلطنت عثمانیہ کی سلامتی اور آزادی کو قائم رکھنے کا فرداً فرداً اور بالاجتماع عہد کیا مگر ان عہدوں کی جیسی کچھ نگہداشت کیگئی ہے وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ آج ۱۸۵۶ء کی نسبت ٹرکی کا رقبہ یورپ میں چوتھا حصہ اور افریقہ میں پانچواں حصہ بھی نہیں رہ گیا۔ اور ایشیا میں بھی قطع و برید کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔

تبصرہ اس معاہدہ پر روس کی شیخی بیشک بہت کچھ کرکری ہوگئی مگر مادی طور پر اسے کوئی دیرپا نقصان نہ پہنچا۔ اندریں حالات یہ سچ ہے کہ محض اخلاقی لحاظ سے جو صدمات اوٹھانے پڑے ہوں۔ اونکا بہت جلد تدارک کر لیا جا سکتا ہے۔ مسٹر لین پول نے بہت ٹھیک لکھا ہے کہ دول متحدہ نے اس فتح سے کوئی فائدہ نہ اوٹھایا۔ اون کو واجب تھا کہ روس کی سرحد کو کوہ قاف اور دریائے نیسٹر پر ہٹا کر پولینڈ کی ریاست کو پھر زندہ کرتیں۔ جو مغربی یورپ کو روسی تعصب کے برخلاف دیدبانی کے ہتیار کا کام دیتی رہتی۔ ایسا کرنے کی بجائے انہوں نے صرف بسربیا کا چھوٹا سا علاقہ ولشیا کو دلا دینے اور بحیرہ اسود میں روس کی بحری طاقت کو محدود کرنے پر اکتفا کیا۔ جس محدودیت کو اوس نے چودہ ہی برس بعد فرانس کے مغلوب و مفتوح ہوجانے پر کمال بیباکی سے مسترد کردیا۔ خود ٹرکی کو ان اخلاقی فوائد کے ماسوا کہ یورپ نے اوس کے اندرونی معاملات میں دخل نہ دینے اور اوسکی آزادی کو قائم رکھنے کا اقرار کیا۔ کوئی مادی فائدہ کسی طرح کا نہ ہوا۔ اوسے مغلوب دشمن سے نہ کچھ تاوان جنگ دلایا گیا اور نہ کوئی علاقہ۔ حالانکہ ایسی نقصاندہ فتح کے بعد فریق غالب کا حق تھا کہ کل سابقہ نقصانات نہ سہی اونکا کچھ نہ کچھ حصہ تو اوسے مغلوب فریق سے واپس دلا دیا جاتا۔ برعکس اسکے

[1] یہ فرمان سلطان نے عالی پاشا وزیر اعظم کے نام صادر کرکے اپنی تمام رعایا کو بلا تمیز مذہب و قوم مساوی حقوق عطا فرمائے۔ مزید براں عیسائیوں کو بلحاظ گورنمنٹ کے حقوق عطا کرکے اون کو فوج میں بھرتی ہونے کی بھی اجازت دیدی اور مختلف المذہب فریقین مقدمہ کے لیئے خاص مشترکہ عدالتیں قائم کیگئیں۔

اس محاربہ کی طفیل دو رفقاء کی مہربانی سے ٹرکی کو پہلی مرتبہ خارجی قرضہ کی بلائے بے درمان میں مبتلا ہو گئی جس کی زہر آلود
چاشنی نے بیس ہی برس میں سلطنت کو نیم مردہ بنا دیا یہی غیر مکمل کارروائی کی بدولت انگلستان اور فرانس بھی اس نتیجہ
سے کوئی مستقل فائدہ نہ اٹھا سکے۔ ورنہ آج ایکطرف روس کی ریلوے ہرات سے نوسے پچانوے میل کے فاصلہ پر اور روسی [illegible]
چترال سے بیس پچیس میل کے فاصلہ پر اور دوسری طرف روس کا سکہ پیکن اور پورٹ آرتھر میں دکھائی نہ دیتا تاہم انگلستان
کو اپنے سلطان کی یہ دستگیری و امداد خالی از فائدہ نہ رہی بلکہ جلد ہی اسکا ثمرہ پایا گیا کہ اگر ٹرکی اور انگلستان میں ایسے
برادرانہ تعلقات موجود نہ ہوتے تو غدر ۱۸۵۷ء میں انگلستان کو نہایت سخت نقصان اٹھانا پڑتا اس موقعہ پر ایک تو انگلستان
کا سر خرچ بے اندازہ بڑھ گیا۔ اور تجارت نو لقمہ تمام قلمرو عثمانیہ میں بے انتہا فروغ پا گئی۔ دوسرے ۱۸۵۷ء کے غدر ہندوستان
میں جو شر رج تو ہندوؤں کی مہربانی سے ہوا تھا۔ مگر زیادہ تر تباہی اپنی بے وقوفی سے مسلمانوں پر وارد ہوئی اس اتحاد نے وہ
کام دیا جو لاکھوں سپاہ نہیں دے سکتی تھی۔ ہندوستان کے اکثر مسلمان تو اس توقع میں تھے کہ سلطان روم انگریزوں کو نکالنے
اُنکی مدد کیلئے فوج بھیجیں گے۔ مگر اسکے برعکس جب سلطان عبدالمجید نے فرمان شاہی صادر کرکے مسلمانان ہندوستان کو اطاعت
و فرمانبرداری اور ملکہ معظمہ کی وفاداری کی تاکید اکید کی تو وہ اپنی نادانی سے متنبہ ہو گئے اور چہ معدودے چند تباہ ہو چکے
تھے سو ہو چکے۔ باقی کل مسلمان یہی نہیں کہ باغیوں کے ساتھ ملنے سے محترز رہے بلکہ سرکار انگلشیہ کی خدمت میں جان و مال سے حاضر
ہو گئے۔ اس سلطانی فرمان نے غدر کے آتش خیز مادہ میں انگریزوں کو جو بیش بہا کام دیا تھا۔ اوسکی تصدیق سر سالار جنگ اول
ایسے بلند منزلت مدبر اور باجبروت منتظم کے بیان سے ہوتی ہے اس مرحوم و مغفور حیدرآبادی وزیر اعظم کے چند فقرات سے یہ
عہد حکومت کی قیمہ مرتبہ مولوی رفیع الدین احمد صاحب تاریخ میں سلطان نے بیش بہا امداد اور بے نظیر سلوک سے انگلستان
کی مدد کا پورا پورا عوض اُتار دیا۔ مگر افسوس انگلستان نے دوسرے ہی برس اس برادرانہ مروت کا عوض بہت ہی بُرے پیرایہ
میں دیا۔

جدہ پر گولہ باری

سلطان نے ۱۸۵۶ء میں بردہ فروشی اور تجارت غلامان کی ممانعت کر دی تھی مگر حجاز کے عربیان حکم کی تعمیل سے
گریز کرتے رہتے تھے۔ جدہ کو فرنچ اور انگریزی قونصلوں نے اپنے منصبی اختیارات سے تجاوز کرکے خود مخالفت کرنی شروع کی
جس سے وہانکے پُر جوش مسلمان برانگیختہ ہو گئے اور انہوں نے ۱۸۵۸ء میں عام بلوہ کر دیا جس میں کئی عیسائی قتل اور چند
زخمی ہو گئے۔ انگریزی گورنمنٹ نے فوراً تو اپنی جہاز جدہ کو بھیجدیا۔ اور اسنے بارہ بیس گھنٹہ گولہ باری کرکے تقریباً تمام
قصبہ کو مسمار اور سینکڑوں بندگان خدا کو ہلاک کر دیا لیکن انگریزی اور فرنچ گورنمنٹوں کا غصہ ابھی فرو نہ ہوا اور ٹرکی سلطان
کو بھی وہاں ایک خاص کمیشن فوج دیکر بھیجنے پر مجبور کیا۔ اور ٹرکی عمال نے اپنے پاؤ سے مجبور ہو کر سینکڑوں عربوں کو گرفتار کرکے
انگریزی حکام کی سپرد کر دیا جنہوں نے انکو کمال بے رحمی سے قتل کر دیا اور پھر انہیں گورنمنٹوں کے ایماء پر قاضی اور عون الشریف مکہ معظمہ
کو بیڑی کے قسطنطنیہ بھیجدیا گیا۔

شام اس سال عدم مداخلت کی ایک اور نظیر قائم کیگئی یعنی انگلستان فرانس اور دیگر دول متعاہد کے اتفاق رائے سے سلطان کو اس امر کی رضامندی پر مجبور کر دیا کہ ولیشیا اور مالڈیویا باہم ملکر ایک ریاست ہو جائیں اور ایک حاکم کے ماتحت کر دیئے جائیں۔ چنانچہ ۱۸۵۹ء میں اس نئی ریاست نے جسکا نام رومانیا رکھا گیا تھا جرمنی کے شاہی خاندان ہوہن زولرن کے ایک شہزادہ چارلس کو اپنا حکمران منتخب کیا۔ سلطان وقت نے اس انتخاب کو منظور کر لیا۔ اور اس وقت سے یہ ریاست عملی طور پر ٹرکی سے بالکل آزاد اور یورپ کی دول متحدہ کی جماعت میں شریک ہو گئی۔ معاہدہ ۱۸۷۸ء کے رو سے اس ریاست کو سالانہ خراج کی مقدار چالیس ہزار پونڈ مقرر کیگئی تھی جسکو معاہدہ برلن نے موقوف کر کے رومانیا کو بالکل آزاد اور خود مختار بنا دیا۔ رومانیا کو معاملہ کے بعد ایماندار دول یورپ کو اپنی صفت احترام عہد کے اظہار کا جلدی ایک اور موقعہ ملگیا۔ جبل لبنان کے مارونی اور دروزی قبایل کے باہمی عناد و بغض اور قدیمی مخالفت کا کئی دفعہ ذکر ہو چکا ہے سنہ ۱۸۶۰ء میں ان فرقوں میں پھر خانہ جنگی شروع ہو گئی جس میں بھی مارونی قبایل کے برخلاف نیم مسلمان دروز قبایل کو بہت غلبہ حاصل رہا۔ اسی اثنا میں دمشق کے بعض شرارت انگیز اور مفسدہ پرداز عیسائیوں کی بدبختی سے دمشق میں فساد ہو گیا۔ اور وہاں کے ادنی درجہ کے مسلمانوں نے مشتعل ہو کر چند عیسائیوں کو قتل کر دیا۔ پابند قول و اقرار یعنی دول کسی مسلم قبیلہ کے غلبہ کو کب اطمینان سے دیکھ سکتی تھیں انگلستان۔ روس فرانس پرشیا اور آسٹریا نے جھٹ باہم کانفرنس کر کے قیام امن کے لیے دس ہزار فرانسیسی فوج شام بھیجنے کا فیصلہ کر دیا۔ پانچ طاقتوں کے متحدہ فیصلہ پر اعتراض کرنا فضول تھا۔ سلطان نے اون کو کہدیا کہ جو مناسب ہو کرو مگر دوسری طرف صوبہ شام کے گورنر کو رفع فساد کا تاکیدی حکم بھیجدیا کہ فرنچ فوج کو صوبہ میں داخل ہونیکے بعد پاؤں پھیلانے کا بہانہ نہ مل سکے۔ فواد پاشا نے فرنچ فوج کے پہنچنے سے پہلے ہی باحسن وجوہ امن قایم کر دیا۔ اور سرغنہ مفسدوں کی قرار واقعی گوشمالی کر دی۔ چنانچہ فرنچ فوج جب شام پہنچی۔ تو وہاں سب طرح سے امن و امان پایا۔ مگر باینہمہ فی الفور واپس چلے جانیمیں کسرشان سمجھکر شام کے بعض بڑے بڑے جنگی مقامات پر کچھ عرصہ کے لیے تصرف کر ہی لیا اور جب کوئی حجت باقی نہ رہ گئی۔ تو اپنا سا منہ لیکر جون سنہ ۱۸۶۱ء کو فرانس واپس چلی گئی۔ اوس وقت یورپ میں اقوام کو غائبانہ پالیٹکس میں ابھی پوری پوری مہارت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ ورنہ فقدان حجت کی کبھی شکایت نہ ہوتی۔ موجودہ زمانہ میں کسی یورپین طاقت کو یہی صورت پیش آنے دو پھر دیکھو وہ تا بہ قیامت قیام کیلئے حجتیں پیدا کر لیتی ہے کہ نہیں۔ حجتیں خود بخود پیدا نہ ہوں۔ انکو پیدا کر لینا بھی کچھ مشکل امر نہیں

اس تنازعہ کے فرو ہونیسے چند ماہ بعد سلطان عبدالمجید ۱۸ ذی الحج ۱۲۷۷ھ کو رنگ سرائے عالم جاودانی ہو گیا۔ اور اُسکا چھوٹا بھائی سلطان عبدالعزیز تخت خلافت پر متمکن ہوا۔

سلطان عبدالمجید گو شروع میں ہی نفاست پسند اور صلح جو طبیعت کا آدمی تھا۔ مگر آخری عمر میں اوسکی عشرت پسندی بہت ترقی کر گئی تھی۔ اوسکے حرم سرا میں علاوہ چھ سات سو بیبیوں کے بیشمار کنیزکیں موجود رہتی تھیں۔ اور احکام مذہبی کا بھی کچھ ایسا زیادہ پابند نہ تھا۔ بلکہ بعض اوقات اکل و شرب ممنوعات سے بھی پرہیز نہیں کرتا تھا۔ اور شاید یہی وجہ تھی کہ اوسکی اصلاحی کاروائی

نہیں کہا جا سکتے سو ثابت نہوتی۔ اور اکثر مسلمان اوسکے ذاتی نہال دیکھکر خلافت عثمانیہ سے آزردہ خاطر ہوگئے۔ لیکن اس سے یہ قیاس کرلیا جائے کہ وہ حمیت مذہبی سے بالکل ہی بے بہرہ تہا۔ یا اسلام کی شان شوکت کو ازدیاد کا خواہشمند نہ تہا اعتقادؔ وہ سچا مسلمان تہا عیب اگر تہا تو یہ کہ جیسا کہ شان خلافت کا تقاضا ہے بلکہ جیسا کہ ہر ایک مسلمان کو ہونا چاہئے تن پسندی اور عیش مزاجی کی وجہ سے احکام شریعت کا وہ ویسا عامل نہیں تہا۔ اوسکی مذہبی حمیت و غیرت کا اسی سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ فتح کریمیا کی خوشی میں ایک کروڑ دینار سے زیادہ خرچ کرکے مدینہ منورہ کی مسجد نبوی[1] کی عمارتوں میں بہت اضافہ کیا۔ اور ایک پانچواں دروازہ نیا بنوایا یہی عمارت ۱۲۷۷ھ میں مکمل ہوئی۔

سلطان مرحوم کے عہد میں سلطنت کی سالانہ اوسط مدخل و مخارج حسب ذیل تھی۔

آمدنی

خراج	ویرکو	عشر
[illegible] کروڑ [illegible] لاکھ	[illegible] کروڑ	[illegible] کروڑ
رسومات	خراج مصر	گمرک
[illegible] کروڑ	[illegible] کروڑ	[illegible] کروڑ [illegible] لاکھ
خراج سربیا	خراج مالڈیویا	خراج والیشیا
[illegible] لاکھ	[illegible] لاکھ	[illegible] لاکھ

مصارف

اخراجات افواج بری	نفقہ برادران سلطان	نفقہ سلطان
[illegible] کروڑ	[illegible] لاکھ	[illegible] کروڑ [illegible] لاکھ
مشاہرہ وظیفہ خواران	اخراجات قلاع و سامان جنگ	اخراجات افواج بحری
[illegible] کروڑ [illegible] لاکھ	[illegible] کروڑ	[illegible] کروڑ [illegible] لکھ
وظیفہ بعض اشخاص	اخراجات تعمیر عمارات	اخراجات سفراء و قناصل
[illegible] لکھ	ایک کروڑ	ایک کروڑ

میزان [illegible] کروڑ [illegible] لاکھ قرش یعنے تخمیناً [illegible] کروڑ روپیہ ‖ در باب حساب التزامات [illegible] کروڑ ۔

میزان ۱۰ کروڑ ۹ لاکھ قرش یعنی تخمیناً بیس کروڑ روپیہ

سلطان عبد العزیز کا عہد حکومت

عبد العزیز مرحوم ۹ جولائی سنہ ۱۸۳۰ء کو پیدا ہوا تہا۔ اوس نے تخت نشین ہوتے ہی اون عہدہ داروں کو جو فساد عہدہ کے موقعہ پر قید کیئے گئے تھے رہا کردیا۔ خائن دست عمال اور اہلکاروں کو برطرف کرکے کارگذار اور قابل آدمی اونکی جگہ مقرر کیئے۔ اور گزشتہ بنادر کے محاصل کا

---

[1] اسلام کی اس پہلی مسجد کی مختصر تاریخ ایک نسخہ سے حسب ذیل لکہتا ہوں۔

مورخین لکہتے ہیں کہ حضرت سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعثت سے تیرہویں سال مدینہ مشرفہ کے سمت مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی۔ روز دو شنبہ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱ ہجری مدینہ میں اپنے آفتاب جمال جہان آرا سے دوستکام کو روشن کیا۔ اور مکان قبا میں ٹہر کر وہان مسجد شریف کی پہلی بنا ڈالی۔ اور جماعت و علانیہ نماز پڑہی۔ ہر ایک شخص نے انصار سے آرزو کی کہ جب تک اقامت کیلئے محل تیار ہوگا تب تک حضرت ہمارے مکان میں سکونت فرماوین۔ آپ اونٹنی پر سوار ہوئے اور فرمایا جہان یہ ناقہ بیٹہہ جاوے وہی بہتر مقام ہوگا۔ اور مہار ناقہ کی چہوڑ دی۔ ارائی (دیکھو صفحہ ۴۷۱)

انہوں کو ارباب رتبے جاننیکا قاعدہ موقوف کردیا۔ سلطان کی ان مشفقانہ کارروائیوں اور نیز اونکی سادگی مزاج
اور منتظمانہ طرز معاشرت سے کل قوم کو سلطنت کے اقبال کے پہر تازہ ہوجانے کی کامل توقع ہوگئی۔ مگر افسوس قوم کی بدبختی سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۰) جو شہر مدینہ میں پہرتی ہوئی مالک بن نجار کے گہرون کے مقابل اس موضع سے بیٹھ گئی کہ جہان اب مسجد نبوی
کا دروازہ ہے۔ اور وہ زمین جائے مربد یعنی خرما جمع کرنے کی تہی۔ مالک اسکے یتیم سہل بن رافع تہا۔ آپنے اون کو قیمت دیکر وہ
زمین خرید فرمائی۔ اور جو اوسکے چند درخت اور چند کفارون کی قبرین تہین اونکو اکہڑواکر پہینکوا دیں۔ اور پہر زمین کو ہموار
کرکے اینٹ تیار کی۔ تمام صحابہ اسکی تعمیر کا کام کرنے اور حضرت سرور دین و دنیا بہی جنت سب کے ساتھ اوٹہاتے تہے جب اینٹ
تیار ہوگئیں تو خرمے کے درختون کو کاٹ کر انکے ستون اور شاخون ٹہنیون سے سقف بنائی۔ مسجد کا پایہ تین گز کا اور بلندی
سات گز کی تہی۔ قبلہ بیت المقدس کیطرف کیا تہا۔ جب کعبہ اللہ کی طرف قبلہ کرنے کا حکم ہوا تب اسکی بنا میں تبدیل کرکے
کعبہ کی طرف جہت قبلہ پہیر دیا۔ خارجہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو پہلی مسجد تعمیر فرمائی تہا
طول میں ستر ہاتہ اور عرض میں ساٹہ ہاتہ تہی۔ علمائے محدثین لکہتے ہیں کہ یہ پہلی بنا تہی۔ پہر دوبارہ تعمیر کی بنا میں حضرت
نے طول بہی سو ہاتہ اور عرض بہی سو ہاتہ رکہا تہا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کچہ تغیر و تبدل
نہیں ہوا۔ مگر سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بہت بڑہائی گئی۔ مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جیسی کہ خرمہ
کے ستون اور سقف بنائی گئی تہے اس دفعہ بہی ویسا ہی ہوا۔ سیدنا عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بڑی ترقی و
تبدیل بنا میں ہوئی۔ اسکی دیوارین نقشی پتہر اور گچ سے بنوائیں ستون بہی نقشی پتہر کے اور چہت چوب ساج سے مستحکم اور عمدہ
بنائی گئی۔ طول اسکا ایک سو ساٹہ اور عرض ایک سو پچاس ہاتہ کا کیا۔ اور دروازے جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے
میں چہ تہے ویسے ہی چہ رکہے۔ یہ تعمیر ساتوین محرم سنہ ۳۰ ہجری میں ظہور پائی۔ بعدہ خلیفہ ولید بن عبد الملک بن مروان نے
اپنے عہد میں مسجد مذکور کا طول دو سو ہاتہ کا اور عرض ایک سو ساٹہ ہاتہ کا بنوایا۔ دیوارون پر طلا کاری کروائی اور محراب
و مینار بنوائے۔ اور یہ کام عمر بن عبد العزیز عامل مدینہ منورہ کے اہتمام سے سنہ ۹۱ ہجری میں جلوہ افروز ہوا۔ عہد خلافت
بنی امیہ میں کچہ افزونی نہیں ہوئی۔ بعدہ ابو جعفر المنصور خلیفہ بنی عباسیہ نے مسجد نبوی کو علے صاحبہا الف التحیۃ والثنا بہت
وسیع کیا۔ صحن اور عمارت مدرسہ کتب خانہ رباط وغیرہ بنوائے۔ پہر سنہ ۱۶۱ ہجریہ میں ابو عبد اللہ المہدی خلیفہ بغداد نے مسجد شریف
کو وسیع کرنیکا حکم کیا۔ اور پچیس ہاتہ بڑہا کر سقف عمدہ مضبوط بنوائی۔ سنہ ۶۵۴ ہجریہ میں وہان کے فراش ابو بکر بن اوحد کے
غفلت سے چراغدانون کے روشن رکہنے میں ہوئی تہی .... سقف چوبی وغیرہ میں آگ لگی اور بڑا نقصان ہوا۔ پہر مستعصم باللہ
خلیفہ بغداد نے سنہ ۶۵۵ ہجریہ میں تعمیر از سر نو شروع کی۔ شہید ملک منصور نے ملک مصر سے بہت اسباب تعمیر روانہ کیا۔ اور ملک
شمس الدین والی یمن نے باب الاسلام کی چہت بہت عمدہ بنوائی۔ اسی عرصہ میں ملک منصور معزول ہوگیا۔ اور سیف الدین
والی مصر نے بہت اسباب اور معمار بہجوائے۔ اور چاہا کہ عمارت وسیع کرے۔ اسی مدت میں سنہ ۶۵۸ ہجریہ کیفیت باقی دوسرے صفحہ پر

سے سلطان کی یہ سادگی زیادہ عرصہ قائم نہ رہی۔ اور رفتہ رفتہ وہ اپنے بھائی سے بھی زیادہ عیش و عشرت میں منہمک ہو گیا
اور مزید بدقسمتی سے اسکے ساتھ ہی ساتھ اوسے نہج تدبر اور ریاست پر زعم بھی دن بدن زیادہ بڑھتا گیا۔ اور اوس میں

بقیہ حاشیہ صفحہ (۴۷۱) وہ مقتول ہوا۔ بعد ازاں ملک ظاہر رکن الدین مصر کا حاکم ہوا۔ اوس نے عمارت مسجد نبوی میں بڑا اہتمام کیا۔ صناعوں کو مصر سے روانہ کیا۔ لاکھوں دینار خرچ کر کے باب الرحمت او باب النساء تک تمام سقف پختہ سنگین بنوائی۔ مگر مسجد
۶۸۹
اوسی حال پر رہی۔ سنہ ۶۸۶ ہجریہ میں ملک ناصر الدین قلاوون الصالحی نے شرقی و مغربی جانب سقف کی تجدید تعمیر کی۔ ۷۰۶ ہجریہ میں قبلہ رخ سقف میں دو رواق زیادہ کئے گئے۔ سنہ ۷۲۹ ہجریہ میں ملک اشرف نے سقف تمامی وغیرہ عمارات کو مکمل کی مرمت کروا دی۔ سنہ ۸۵۳ ہجری میں ملک ظاہر جقمق کی حکومت کے اندر بہت سا تغیر و تبدل ہوا۔ سنہ ۸۸۱ ہجریہ میں حجرہ شریف کی ترمیم از سر نو ہوئی۔ اور مسجد نبوی کی دیواریں وغیرہ نئی بنوائی گئیں۔ سنہ ۸۸۶ میں ۱۳ رمضان کو آتش کا بارثانی صدمہ ہوا۔ شمس الدین رئیس الخطیب منارہ شرقیہ یمانیہ پر اذان سے لیکر ذکر و تسبیح کیلئے چڑھا۔ اور دوسرے مناروں پر بھی موذن چڑھے۔ اوس وقت ابر کی بڑی گھٹا اور چمک تھی۔ یکایک منارہ رئیسیہ پر بجلی گری۔ اور منارہ کو شق کر کے سمت مشرق نکل گئی رئیس کا دم تو اوسی وقت بند ہو گیا اور زبانہ برق سے مسجد کی سقف میں آگ لگ اوٹھی۔ لوگوں نے اگرچہ بجھانے میں کوشش کی مگر کچھ سود نہ ہوا۔ ساکنین اکناف اطراف مسجد گھبرا کر گھروں کو چھوڑ کر نکل گئے۔ مگر کوئی گھر نہیں جلا۔ باوجودیکہ بعض گھروں کا سقف حرم کے چھتوں کا تھا۔ اور چنگاریاں و شعلے اوپر جا رہے تھے مگر کچھ نقصان نہ ہوا۔ تحقیق روایت میں آیا ہے کہ مسجد نبوی کے جلتے وقت سفید پرندے بشکل فانوس آتش کے گرد پھرتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پرندے گھروں کو آگ سے بچاتے تھے غرضکہ دس گھڑی کے اندر تمام مسجد کی چھت و منبر و کتب خانہ وغیرہ اسباب جل گیا۔ مگر چند کتب جو شروع میں نکال کر صحن میں رکھی تھیں بچ گئیں۔ امیر مدینہ اس امر میں سلطان روم کے حکم کا منتظر رہا۔ اثنائے ماہ شوال میں شمس الدین سخاوی قاضی مالکیہ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے حجرہ شریف کی آگ بجھاؤ۔ صبح کو اسکی تنقیح ہوئی تو اوٹھ جالے میں آگ باقی تھی غرض وہ بھی بجھائی گئی۔ بعدہ تجویز ٹھیری کہ وہاں کا ڈھیر خاکستر جب تک نہ اوٹھایا جاوے آتش خفیہ رہنے کا اندیشہ ہے۔ پھر سبھوں نے متفق ہو کر چند معتمد آدمی اسکے نکالنے کیلئے مقرر کئے جب ڈھیر دور ہوا تو جواہر کے صندوق غلاف شریف تمام دیکھا یہ سب سالم نکلے۔ جب ملک اشرف سلطان مصر کو یہ خبر ہوئی تو لاکھوں ریال اور اسباب معمار بھیج کر سنہ ۸۸۸ ہجریہ میں تعمیر سقف مسجد شریف اور اوس کے چار دروازوں کے اطراف کی عمارت بنا دی۔ اپنا کئی سال کا خزینہ اس کار خیر میں صرف کیا۔ بعدہ سلطان سلیمان صاحبقران نے روضہ منورہ کا فرش سنگ مرمر کا بنوا دیا۔ سنہ ۹۴۶ ہجریہ میں ایک دیوار پختہ کھینچی گئی۔ تا حد زیارت عثمانیہ کی اصل قدیم عمارت سے ممتاز رہے۔ بعدہ سلطان عبدالمجید خان نے مسجد نبوی کے سامنے کے رخ میں گیارہ درجے مقابل گنبد تمالہ کے پختہ بنوائے۔ اونمیں صدہا ستون سنگ مرمر و سنگ سرخ و سنگ زعفرانی کے ہر ستون پانچ گز طویل مربع ایک ڈال پتھر کے ہیں کسی معدن میں تیار نہ ہوتے ہوں گے باقی دوسرے صفحہ پر

ایسی خود ستائی پیدا ہوگئی جو جنون کی حد تک پہنچی ہوئی تھی کیا یہ قوم سلطنت کی صریح بدقسمتی نہ تھی کہ وہی عبدالعزیز جسنے تخت نشین ہونے پر اپنے بھائی کی کل عورتون کو عدت کے بعد مطلق العنان کرکے نکاح کی اجازت دیدی ۔۔۔ اور تقریباً کل کنیزکون کو آزاد کرکے صرف ایک بیوی رکھنے کا منشا ظاہر کیا معزول ہونیکے وقت اوسکے حرم سرا مین ایک ہزار کے قریب بیبیان اور کنیزکین رکھتا تھا۔ اگر وہ ملک کی اندرونی صلاح پر اسیطرح برابر متوجہ رہتا جیساکہ شروع شروع مین ہوا تھا تو اسمین کوئی شک نہین کہ دنیا کے نقشہ پر ترکی مقبوضات آج اسقدر مختصر اور محدود نہ دکھائی دیتے۔ ابتدا مین وہ ذاتی وظیفہ کا کچھہ بہت سا حصہ سلطنت کے احکام پر خرچ کیا کرتا تھا مگر معزول ہونیسے چند سال پیشتر یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ وظیفہ مقررہ سے جو کئی رقم بھی اسکے ذاتی اخراجات کو مکتفی نہ ہوتی تھی شروع شروع مین اُسے فوجی و بحری درستی اور جنگی کشتیون اور ریلوے کی تعمیر کا شوق تھا۔ پھر عالیشان محلات اور کوٹھیون کی تعمیر اور آرائش کا شیدا ہوگیا۔ اور اُسکی خود نمائی۔ غفلت اور عشرت پسندی سے خائن و بدطینت اجنبی و ملکی عمال اور اجارہ دارون کو کروڑان روپیہ جو خارجی قرضہ سے بہم پہنچایا جاتا تھا ہضم کر لینے کا موقعہ ملگیا۔ اوسکی طبیعت و مذاق مین یہ حیرت انگیز تبدیلی سیاحت یورپ کے وقت سے ہونی شروع ہوئی۔ جہانکے لوازمات عیش و عشرت اور سامان تکلفات زیب و زینت نے اُسے ایسا گرویدہ بنا لیا کہ وہ بلاد مغرب کی ترقی و خوشحالی کے اصل بوعث کی تہ تک پہونچنے یا اون کو معلوم کرنے کے قابل ہی نہ رہا۔ بالفاظ دیگر اس جلیل القدر نیم ایشیائی اور نیم یوروپین فرمانروا پر بھی فرنگستان کی اس سیاحت اقامت چند روزہ کا وہی اثر ہوا جو خال خال مستثنیات کے ساتھہ بالعموم کل ایشیائی نوجوانون پر جو ایک دفعہ یورپ ہو آتے ہین پڑجاتا ہے۔ مگر اسے ہم ایشیائیون کی فطرت کا قصور نہین کہہ سکتے۔ جاپانیون نے ایسے الزام کیلئے کوئی گنجایش نہین رہنے دی۔ اور بغیرض وبے ریا خالص محب قوم و ملت مسیر عزیز احمد لکھنوی مقیم گلاسگو۔ حاجی گل محمد خان تاجر بریٹش گائینا اور کئی دیگر ایسے ہی نیک دل و شریف النفس ہندوستانیون نے بھی اپنے افعال و اعمال سے ثابت کر دیا ہے کہ ایشیائیون کی عام فطرت و طینت پر ایسا دھبہ لگانے کیلئے کوئی معقول وجہ موجود نہین اگر بعض ایشیائیون پر الٹا اثر ہوا تو اسکا باعث اونکی ذاتی کمزوری اور شخصی عیوب تھے اور یہ ایشیائی اقوام کی بدقسمتی تھی اور ہے کہ یورپ جانیکا زیادہ تر اتفاق ایسے ہی لوگون کو ہوا۔ اور ہو رہا ہے اسی سفر یورپ سے سلطان ایک اور خبط ساتھہ لائے۔ اون کو اپنے خاندان کے قانون وراثت کو بدلنے کی دُھن سماگئی۔ اور یہ کوشش کرنے لگے کہ آیندہ

بقیہ صفحہ ۲۷۱) مدور شمسہ شکل کے اوپر خوشنما سنگین گنبد بنوائے ہر گنبد کے حلقہ مین آیات قرآنی مختلف قطعون مین لکھی ہوئی ہین اور عجیب نقش و نگار سے طلایہ مین ہر ستون کے حلقہ ہائے پائین و بالا پر بقدر آٹھہ گرہ کے پیتل اور اوپر سونا چڑھا ہوا ہے مسجد نبوی کے اندر کی پشت پر کام مینا کاری کا بقدر دو گز کے چوڑائی مین سرخ و سبز و سفید بیل بوٹا اوس مین سنہری حروف آیات قرآنی بخط نستعلیق اور اسمائے رسول پاک لکھے ہوئے ہین بعض عبارت ایک نیچے جلی قلم سے لکھی ہوئی ہین غرضکہ اس حویلی کو ساتھہ یہ تعمیر جدید مسجد نبوی کو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے خداوند مجھے اور ہر ایک مسلمان کو اسکی زیارت نصیب کرے ۔

تاج و تخت باپ کے بعد بیٹے کو منتقل ہوا کرے۔ اور اگرچہ ان نئے ولیعہدوں نے اسی طرح کے حیلوں اور جوڑ توڑ سے خود بھی تاج و تخت سے محروم ہوگئے مگر پھر بھی یہ تسلیم نہ کرنا بیجا ہوگا کہ ترکی رسد اور سامان حرب کی فراہمی و تیاری کا ان کو آخری وقت تک شوق رہا۔ اور یہ اسی شوق کا نتیجہ تھا کہ ۱۸۷۷ء کی جنگ روم و روس میں سرویا اور مانٹی نیگرو سے ایک سال تک لڑائی کے جاری ہو جانے کے باوجود ترکی گورنمنٹ کو سامان حرب کے متعلق کسی طرح کا تردد نہ ہوا۔ ورنہ اس وقت خزانہ کی ناداری کی جو حالت تھی وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ اور اگر ایسی صورت میں لوازمات حرب بھی بہم پہونچانے پڑ جاتے تو سخت مشکل در پیش آتی۔ البتہ بحری بیڑا اور آہن پوش جہازات کی خرید اور تیاری پر جو کروڑوں روپیہ صرف کئے گئے تھے ان کا (اس جنگ میں کچھ مدد نہ ملی لیکن یہ سلطان مرحوم کا قصور نہ تھا۔ بلکہ امراء بحر اور جنگ کے منتظموں کا۔ جو اگر چاہتے تو اپنا حوصلہ و جرأت ہوتی تو سلطان عبد العزیز کے اس خاص صرف سے اپنے غنیم کے برخلاف بہت کچھ کام لے سکتے تھے۔

سلطان مرحوم کے ذاتی حالات کو چھوڑ کر جو پندرہ سالہ عہد حکومت کی اکثر خرابی میں جا بجا درج کر دیئے گئے ہیں میں اونکے عہد حکومت کے بڑے بڑے واقعات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ سب سے اول ایسا واقعہ ۱۸۶۶ء میں گذرا۔ مالڈیویا اور والیشیا یعنی رومانیا کے باشندوں نے یونانی حکمران کے برخلاف بغاوت کر کے اسکو معزول کر دیا۔ اور مجلس [illegible] کر کے اس ریاست کی مسند شاہ بلجیم کے بھائی کونٹ آف فلینڈرز کو پیش کی جس کی نامنظوری پر شاہ پروشیا[1] کے ایک چچا زاد بھائی پرنس چارلس کی طرف رجوع کیا گیا۔ اور اوس کی تقرری کا معاملہ کل آبادی کے سامنے پیش کیا گیا۔ باشندگان ریاست کی بکثرت رائے اس انتخاب کو پسند کیا۔ اور بعد ازاں باب عالی نے بھی دیگر دول کی درخواست پر ۱۸۶۸ء میں شہزادہ مذکور کی تقرری کو منظور کر لیا۔

اول بغاوت کریٹ

یہ معاملہ طے ہوا ہی تھا کہ کریٹ کے عیسائیوں نے یونانی گورنمنٹ کے اغوا سے علم بغاوت برپا کر دیا۔ اکثر مؤرخین کا بیان ہے کہ خود یونان کو بھی ایک اور زبردست سلطنت نے در پردہ مدد کا وعدہ دیکر اوبھارا تھا۔ بغاوت بھی زوروں ہی تھی کہ باب عالی نے یونان کی علانیہ امداد و اعانت باغیان سے شکایت کر کے باضابطہ طور پر اس روش سے باز آجانے کی فہمایش کی۔ مسیحی دول یورپ کا یہ ناز پروردہ فرزند ایک مسلمان گورنمنٹ کی فہمایش یا تنبیہ سے کب درست ہو سکتا تھا۔ اوس نے کچھ پروا نہ کی۔ جس پر دونوں ملکوں میں سفارتی تعلقات منقطع ہو گئے اور قریبا لڑائی اٹل ہو گئی جس کے چھڑ جانے پر باغلب وجوہ اور طاقتیں بھی اس کارزار میں شامل ہو جاتیں۔ مگر آخر حسن اتفاق غالب آگیا اور بہت اصرار کے نامہ و پیام کے بعد دول عظام (انگلستان، آسٹریا، فرانس، اٹلی، پروشیا اور روس) نے باتفاق رائے تاریخ ۲ جنوری ۱۸۶۹ء یونان کو نصیحت آمیز [illegible] لکھا کہ قانون بین الاقوام کے اصول جیسے کہ دیگر اقوام پر حاوی ہیں ویسے ہی یونان پر بھی ہیں۔ یہ قانون کسی ملک کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنے کسی ہمسایہ ملک پر حملہ کرنے کو اپنی حدود کے اندر سپاہیوں کی جماعتیں تیار ہونے یا اپنے بندرگاہوں میں

[1] ولیم اول شاہ پروشیا اسی سال ۱۸۶۶ء میں آسٹریا کو جنگ ہفت ہفتہ میں شکست دیکر جرمنی کا قیصر ہو گیا تھا۔ مؤلف

بہادروں کو مسلح ہوتے ہیں"۔

یونان جب یہ دیکھا کہ جن کی حمایت و امداد کی توقع تھی وہ بھی الٹے ہو گئے ہیں۔ یا ایسی حمایت انکی رائے میں بے موقع مصلحت نہیں رہ گئی تو وہ اپنی طفلانہ حرکات سے باز آ گیا۔ دول یورپ کی وساطت سے ٹرکی و یونان میں پھر صفائی تعلقات قائم ہو گئے اور سلطان نے باغی عیسائیوں کو اکثر مطلوبہ رعائتیں عطا کر دیں جس سے فتنہ فرو اور کریٹ کی پہلی بغاوت ختم ہو گئی۔ ان رعائتوں سے آزادی کی بنیاد قائم ہو گئی جس پر ۱۸۷۷ء، ۱۸۸۸ء اور ۱۸۹۵ء کی بغاوتوں کی مزید عمارت تیار ہوئی۔ اور آخر ۱۸۹۶ء میں حالانکہ اسی کریٹ کی بدولت سال ما قبل میں یونان اور ٹرکی میں لڑائی ہوئی تھی اور یونانیوں کو اسمیں پے در پے زکیں اٹھانے کے بعد باب عالی کو چھ کروڑ روپیہ تاوان جنگ اور صوبہ تھسلی کے مقبوضہ علاقہ کا ٹکڑا سامنے والیس دیکر صلح کرنی پڑی تھی۔ انگلستان، روس، فرانس اور اٹلی نے ہزار ہا معصوم و بیگناہ مسلمان مرد و زن اور اطفال کی سنگدلانہ خونریزی اور بقیۃ السیف مسلمانوں کی بیکسی اور درماندگی کی کچھ پروا نہ کرکے کریٹ کو سلطان کی ماتحتی سے عملی طور پر آزاد کرا دیا۔ اور اسی ہزیمت خوردہ کے بادشاہ کے دوسرے بیٹے کو وہاں کا گورنر یا ہائی کمشنر مقرر کر دیا۔ مگر یہ سب نمائشی کارروائی ہے۔ ان چاروں طاقتوں میں سے ہر ایک یہی چاہتی ہے کہ کسیطرح یہ اہم جزیرہ اسکو مل جائے۔ یہی وجہ ہے کہ کمشنر کے مقرر ہو جانیکے باوجود ان طاقتوں نے اپنا فوجی قبضہ جو ۱۸۹۶ء کے اخیر و ۱۸۹۷ء کے شروع میں بظاہر قیام امن کیلئے جزیرہ پر کیا گیا تھا۔ اب تک نہیں اوٹھایا بلکہ اسکے برعکس وہاں برابر جنگی سامان و ذخائر جمع کر رہے ہیں۔ اس آخری بغاوت کی ابتدائی حالات بست سالہ عہد حکومت کے ضمیمہ میں مندرج ہیں اور انتہائی کارروائی اخبار وکیل کی مندرجہ[1] حاشیہ تحریرات کے ضمن میں ایک حد تک درج ہو چکی ہے منکشف ہو جاویگی۔

---

[1] تخلیہ کریٹ کے متعلق جلالتمآب امیر المومنین کی کارروائی کی تائید کرتے ہوئے چند مہینے ہوئے وکیل نے یہ رائے بھی ظاہر کی تھی کہ ممکن ہے سلطان اعظم نے یہ بھی سوچ لیا ہو کہ جزیرہ مذکور کی جو عملی شاید اپنا رنگ دکھا جائے اور دول یورپ کی باہمی رقابت اور حرص و طمع اس جزیرہ کے تقسیم سے ایسی تیز اور مشتعل ہو جائے کہ اسکو ضبط کرنا تقریباً محال ہو جائے۔ اور اسطرح وہ آپس میں گتھ جائیں۔ تازہ ترین لاتعداد یورپین اخبارات کے مطالعہ سے اس قیاس کو اور تقویت پہنچ گئی ہے۔

المؤید لکھتا ہے یہ عام افواہ ہے کہ کریٹ عنقریب انگلستان اور روس میں اختلاف عظیم کا باعث ہونے والا ہے۔ کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک کو اندیشہ ہے کہ کہیں دوسرا اسپر اپنا عمل دخل نہ کر لے۔ اگر یہ افواہ درست ہو تو اس تفاؤل یا تطیر (نیک یا بد شگون) کے پورا ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاوے گا جو ہمارے ایک فاضل نامہ نگار نے کریٹ کی مستقبل حالت پر مضمون لکھتے ہوئے مندرجہ ذیل بیت میں ظاہر کیا تھا ۔ کریٹ یا اہل یورپ بالکل شعر + معظم انبار ہے مستعد الشعر ہے + اپنے اہل یورپ کریٹ تمہارا ہے یہ چنگاری ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اکثر بڑی سے بڑی آگ ایک چھوٹی سی چنگاری سے پیدا ہوتی ہے۔

اسی اخبار کا خاص نامہ نگار سکندریہ سے کہتا ہے کہ روسی کریٹ میں جنگی سامان بکثرت بھیج رہے ہیں۔ اس سامان میں

مسئلہ کریٹ ابھی منفصل نہ ہوا تھا کہ سرویا کی احسان فراموش اور نمک حرام حکمران پارٹی نے جو ترکی کے دشمنوں کے ہاتھوں بک چکی تھی۔ واویلا مچانا شروع کیا کہ جب تک بلگریڈ اور دیگر سرویائی قلعوں میں ترک فوج مامور رہے ہمارے صوبہ کی آزادی صرف نمائشی ہوگی۔ ترکی کے اعداء کی درپردہ حمایت اور تحریک سے آخر یہ معاملہ یہاں تک بڑھ گیا کہ سرویوں نے اس مطالبہ کے منظور نہ کئے جانے کی صورت میں تلوار سے کام لینے کی دھمکیاں دینی شروع کر دیں۔ جس پر انگلستان اور فرانس نے سلطان کو اس درخواست کو قبول کر لینے کی نصیحت کی۔ اور باب عالی نے اپریل ۱۸۶۷ء میں فرمان صادر کر کے ترکی افواج کو سرویا کے تمام قلعوں سے واپس منگوا لیا۔ اور اس طرح سے عیسائی بھائیوں کی امداد و حمایت سے یہ صوبہ بھی اپنے سابقہ حکمرانوں سے بالکل آزاد و خود مختار ہو گیا۔ صرف خراج کی کسر باقی رہی جسے عہد نامہ برلن نے اڑا دیا۔ اسی سال سلطان عبدالعزیز نے یورپ کی کئی ممالک کی سیر کی۔ اور لنڈن و پیرس میں کئی کئی دن قیام کیا۔ یہ پہلا عثمانیہ سلطان تھا جو بغرض سیاحت اپنی مملکت کی حدود سے باہر گیا۔ اور یورپ کی سیر کی۔ مگر اس پہلی ہی سیاحت کا جیسا نامبارک اثر سلطنت اور سلطان پر ہوا وہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ سیاحت یورپ سے پہلے ۱۸۶۳ء میں وہ مصر بھی گیا تھا۔ ۱۸۶۹ء میں پرنس آف ویلز اور ان کی بیگم قسطنطنیہ گئیں۔ سلطان نے نہایت تکلف کے ساتھ مہمانداری کی۔ اور ان کے اعزاز میں پہلی مرتبہ قسطنطنیہ میں بال ڈانس (ناچ کا جلسہ) دیا گیا۔

نہر سویز بھی اسی سلطان کے عہد میں تیار ہوئی۔ اسمٰعیل پاشا نے پہلے بلا اجازت سلطانی اس کا اجارہ فرانسیسی انجینئر ڈی لیسپس کو دے دیا تھا۔ مگر بعد میں سلطان سے باضابطہ اجازت حاصل کر لی۔ بلکہ اس کو اپنے طرز عمل سے ایسا خوش کر دیا کہ سلطان نے والی (یعنی گورنر جنرل) کے معمولی خطاب کی جگہ اسمٰعیل کو ۱۸۶۶ء میں خدیو کا خاص لقب عطا کر دیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۵ (۱) توپیں بھی شامل ہیں۔ مزید برآں روسی فوج کے افسروں کی بیویاں بھی ان کے پاس پہنچ گئی ہیں جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ فوج مذکور کو جزیرہ سے ہلانے کا کوئی ارادہ نہیں۔ یہی نامہ نگار ۲ جنوری کو لکھتا ہے کہ پرنس جارج کے اعمال سے واضح ہو رہا ہے کہ وہ درپردہ روس کے نائب کے [illegible] کارروائی کر رہا ہے۔ شہزادہ مذکور کو اس دن سے جب کہ انہوں نے جاپان میں زار [illegible] کی جان بچائی تھی روسی خزانہ سے چار ہزار پونڈ سالانہ وظیفہ ملتا ہے۔ روس کی طرح جو صدہا بیشمار سامان حرب بھیج رہا ہے انگلستان بھی کینڈیا میں جہاں اس کی فوج کی بڑی چھاونی ہے وافر ذخائر حرب جمع کر رہا ہے۔ اٹلی اور فرانس بھی اپنے رفقا کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔ الغرض اگرچہ دول کے بیڑے کریٹ سے رخصت ہو گئے ہیں لیکن ابھی تک تین مقامات سودا فوالڈرین اور رتھیمنو پر چاروں طاقتوں کا مشترکہ قبضہ موجود ہے۔ سیتیا سو پر صرف روس کا۔ ہرقلیون پر صرف انگریز۔ اسپنالونگا پر صرف فرانس اور کیسامو پر صرف اطالین قابض ہیں۔ روس کی کوشش ہے کہ وہ تنہا کل جزیرہ پر قابض ہو جائے۔ اور انگلستان چاہتا ہے کہ مصر کی طرح کریٹ بھی اس کے تصرف میں آ جائے۔ ان بیانات کی تصدیق ٹائمز مورخہ ۱۰ جنوری کے مندرجہ ذیل پیراگراف سے بخوبی ہو رہی ہے "مسلمان اور عیسائی سب کریٹ عالم کی حمایت میں امن و امان سے رہنے کو تیار (باقی دوسرے صفحہ پر)

اور ساتھ ہی شرائط کو دگنا کر دینے جانیکو منظور فرمایا اور حقیقت میں خدیوی مسند کی وراثت میں یہ تغیر کر دیا کہ باپ کے بعد بیٹا وارث ہوا کرے اس سے پیشتر مصر میں ترکی طریق وراثت رائج تھا سلطان کے بعد اسمٰعیل نے بھی یورپ کی سیر کی۔ جہاں اُسکی خودمختار بادشاہوں جیسی آؤبھگت کیگئی۔ ۱۸۶۹ء میں اوسنے نہر سویز کے افتتاحی جلسہ میں نہایت عظیم الشان جلسہ کیا جس میں قیصر آسٹریا اور ملکہ یوجینی اور پرنس آف ویلز بھی شریک ہوئے ان دونوں حرکات سے سلطان نے سخت کبیدہ خاطر ہوکر اپنے سفیر نامہ بھیجکر باز پرس کی۔ اور اوس نے طویل نامہ و پیام کے بعد آخر اپنی گستاخی سے تائب ہوکر باب عالی کی پیشگی رضامندی حاصل کر لیا۔

معاہدہ پیرس سے ترکی کو کوئی فائدہ حاصل ہوا تو یہی کہ بحیرۂ اسود میں روس کی بحری طاقت معدوم کر دیگئی تھی۔ اور آئندہ کیلئے اوسے وہاں جنگی جہاز یا اسٹیشن بنانے کی ممانعت ہوگئی تھی۔

اتحاد اسلام ۱۸۷۰ء میں فرانس کو شکست فاش ہوجانے پر جس لڑائی میں ترکی نے بالواسطہ یا بلاواسطہ کچھ دخل نہیں دیا تھا۔ روس کو اس پابندی سے آزاد ہونیکا موقعہ ملگیا جیسا کہ اسٹرن طاقتور رہا۔ وہ روس کو غیر ہو سے عہد نامہ پیرس کی احترام اور پابندی کرانے کو ہر وقت انگلستان کا ساتھ دینے کو تیار اور اسکام کے قابل بھی تھا مگر اکیلے انگلستان کو اس سخت بدعہدی کی مخالفت کرنیکی جراءت نہیں پڑی بلکہ اوسکی گورنمنٹ نے مسٹر گلیڈسٹون کی مہربانی سے روس کو اس بدعہدی کے قانوناً جائز بنانے کی تدبیر بتلا دی۔ اور فوری ۱۸۷۱ء کو لنڈن میں باضابطہ معاہدہ ہوکر عہد نامہ پیرس کی وہ دفعات جو بحیرۂ اسود کے متعلق تھیں منسوخ کر دیگئیں ترکی گورنمنٹ اکیلہ تو تھا اس لئے بیجا نئی کی مزاحمت کرنا قرین مصلحت نہ سمجھا۔ مگر اسے مغربی طاقتوں کی بیوفائی سے ایسا صدمہ پہنچا کہ عالی پاشا و فواد پاشا نے اپنی پالیسی کو بدلکر روس سے دوستی کر لینے کا عزم کر لیا۔ اور دوسری طرف یہ یقین کہ وہ اب کبھی یورپ میں قائم نہیں رہ سکتی۔ اس نقصان کی تلافی اعداء کے مقابلہ کر لینے کا فی طاقت بہم پہنچانے اور سلطنت کو قیام کر لینے عام اسلامی اتحاد اور خلافت کو زینت کو افریقہ و ایشیا میں مضبوط کرنے کی کوشش شروع کر دی چنانچہ اسی غرض کے لئے اوس کامل و فاضل اجل احمد فارس فندی کے اہتمام سے پہلا عربی اخبار الجوائب قسطنطنیہ سے شایع کیا گیا۔ انہی دنوں شاہ ناصر الدین شہید سیاحت یورپ سے فارغ ہوکر قسطنطنیہ گئے۔ اور دونوں مسلمان فرمانرواؤں میں اسلام اور مسلمانوں کی عام پستی اور انکے دوبارہ عروج و ترقی کے اسباب و ذرایع پر لمبی لمبی گفتگوئیں ہوتی رہیں۔ سلطان عبدالعزیز کی معلومات کی وسعت اور جنگی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۶) — ظاہر کر رہے ہیں لیکن کریٹ کا بطور سابق دول کی باہمی رقابت کا آماجگاہ رہنا بالکل قرین قیاس ہے۔ ہم ابھی سے یہ اندازہ نہیں کر سکتے کہ پرنس جارج کو شیب کرنے والا روس ہے اور یہ امر کچھ مطلب خیز نہیں کہ پرنس کا پہلا کام یہ تھا کہ اوسنے اون مدرسوں وغیرہ جون کا بنیاد ڈالی تھی مہر رکھا جو روس کے خرچ سے تعمیر ہونگے ؎

(از ڈیلی - ۳۰ جنوری ۱۸۹۹ء)

اسی سے اندازہ ہوسکتا ہو کہ مولانا بالا گفتگو کرنا ہین سے ایک کی اثنا مین سلطان مرحوم نے مسلمانان ہندوستان کی عام جہالت
اور ذلت کا بتاسف ذکر کرکے ارشاد فرمایا کہ ایک خدا کا بندہ سید احمد خان اونکو جگانے کی کوشش کر رہا ہے۔ خدا کرے کہ اسکی
مساعی بارور ہون۔ یہ اوس وقت کا ذکر ہے جب کہ سید مرحوم کو ہندوستان مین ہی ابھی عام شہرت حاصل نہین ہوئی تھی
مگر سلطان عبد العزیز شہید اسقدر مسافت بعیدہ کو حائل اور خود اسقدر بلند مقام و منزلت پر قایم ہونے کے باوجود کہ بڑے بڑے
جلیل القدر اشخاص کو بھی وہان تک مشکل رسائی ہوسکتی تھی اس عاشق قوم اور فدائے ملت کے اوصاف سے واقف ہوگیا تھا۔ افسوس
مسلمانون کی بد قسمتی سے یہی سلطان پھر ایسا غافل ہوا کہ چند ہی برسون کے بعد ایسے وہی کارروائیان جو خود اوسکی دار الخلافہ
مین اوسکے برخلاف کیجا رہی تھین سازشیون کے ذریعہ مقررہ سے ایک لحظہ بھر بھی پہلے معلوم نہ ہوسکین سلطانی ایام
سے اپیل پاشا نے سعید شرف کو لیئے اخبار مصر کو۔ اور جزایر محیط کے مسلمان فرمانروایون سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا
لیکن نتیجہ خاک بھی نہ نکلا کسی مسلمان فرمانروا یا کسی مسلمان قوم کے سربرآوردہ اشخاص کو ذاتی اغراض یا ذاتی لہو و لعب یا
عیش و عشرت یا تنگ خیالی کے تہ در تہ غلافون اور پردون سے باہر نکلنے کی توفیق نہ ہوئی۔ توفیق ہوتا تو درکنار اونکو خیال
تک بھی نہ کیا گیا یہ تدبیر تو یون بیکار گئی۔ اور دوسری تدبیر دو دھاری تلوار سے کم خطرناک نہ تھی نامرادی طالع سے ایسی
الٹی پڑی کہ سلطنت کی بیخ و بن تک لرز گئی۔ یہ تدبیر روسی دوستی کی تھی جسکی خطرناکی انگریزی شاعر کے اس مقولہ سے ظاہر ہوتی
ہے کہ یہ اگر تو دشمن سے ایکبار ڈرتا ہو تو دوست سے ہزار مرتبہ ڈرتا رہو۔ جن مدبرون نے یہ پالیسی اختیار کی تھی اون کے
خطرات پوشیدہ نہ تھے چنانچہ اونکا عندیہ اوس وقت کو نیم سرکاری اخبار ترکی لا نے مندرجہ ذیل الفاظ مین صاف صاف بتا
دیا تھا۔ ترکی نے اپنے قدیمی دشمن روس سے اسلیئے دوستی نہین کی کہ اسکو روسی گورنمنٹ کے دوستانہ ارادون پر اعتبار ہو بلکہ سے
بلکہ زیادہ تر اسلیئے کہ اسکو اندیشہ ہے کہ اگر روس سے لڑائی ہو تو اسکا کوئی مدد و معاون نہین ہوگا۔ بالفاظ دیگر ان مدبرون کا اصل
منشا یہ تھا کہ روس کو کبھی ناراض ہونیکا موقعہ نہ دیا جائے اور تعرض کرنیسے روس سے بظاہر دوستی رکھی جائے۔ مگر اس
پالیسی کو قایم رکھنے کیلیئے روسی سفیر سے لازمی طور پر زیادہ خلا ملا رکھنا پڑا۔ روسی سفارت پر اوس وقت جنرل اغناطیف ہیا عیسکا
تناطر مقرر تھا اس سے متواتر ربط و ضبط سے رفتہ رفتہ آخر سلطان پر جسکی کمزوریان اور نقائص پر وہ پورے طور پر واقف تھا ایسا اثر
حاصل ہوگیا کہ سلطان جدید پالیسی کی اصل غرض و غایت کو بالکل فراموش کرکے اغناطیف کے ہاتھ مین کٹھ پتلی بن گیا اور
اپنا ایسا مخلص دوست اور سچا خیر خواہ سمجھنے لگ گیا کہ اوسکے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کرتا۔ اور جو صلاح وہ دیتا اوسی پر کاربند ہوتا
اس مجنونانہ اعتماد و بھروسا اور دیوانگی کا اسی سے قیاس ہوسکتا ہو کہ جب ۱۸۷۵ء کے شروع مین بلگیریا کے مفسدون نے علم
بغاوت بلند کرکے کئی مسلمان دیہات کو خاکستر اور وہانکے باشندون کو تہ تیغ کردیا۔ اور ترکی گورنمنٹ نے اس بلوہ کے اطفا کیلیئے
باقاعدہ فوج نظام بھیجنی چاہی تو اغناطیف نے سلطان کو پٹی پڑھائی۔ اس فضول کام کیلیئے نظام فوج بھیجنے کی کیا ضرورت
ہے بےقاعدہ فوج کی چند پلٹنین کافی ہین۔ بلکہ اول تو یہ کافی ہے کہ مسلمان باشندون کو مسلح کردیا جائے۔ سلطان نے ایسا ہی کیا

اور جیسا کہ عنایت نے سوچ رکھا تھا مسلمان آبادی نے جو بھری بیٹھی تھی حکم ملتے ہی عیسائیوں پر سخت ظلم کیا بدلہ میں اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہ کی جسپر کل یورپ میں ترکی حکومت کے برخلاف عام تہلکہ مچ گیا۔ سلطان کو معزولی سے چند برس پہلے مشاورت پر قرض لینے رہنے اور آخر سود کی ادائیگی بند کر دینے کا بھی اسی نیک بخت نے مشورہ دیا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ کی زر دوستوں کو ترکی سے جیسے وہ دیوالیہ سمجھ بیٹھے تھے کوئی ہمدردی نہ رہ گئی بلکہ اسکی بربادی کے خواہاں ہو گئے۔

یہ کل ہمارا بیان مدبرانہ و وزیرانہ روش عالم عالی پاشا کی بیوقت موت سے وقوعہ ہوئیں۔ اگر خداوند کریم اُسے چند برس اور زندہ رکھتا تو یہ خیرخواہ وطن کی تدبیر و دوستی کی تدبیر و آئینی روش کا مالک تھی نہ سلطان عبدالعزیز کو یہ اقتدار حاصل ہو سکتا اور نہ ایسا تسامح مسلمانان کی تجویز بھی بالکل بیمانہ ہوتی۔ یہ دور اندیش محب قوم سنہ ۱۸۷۱ء کے موسم گرما میں فوت ہو گیا۔ اور اوس کے بعد کوئی ایسا شخص نہ رہ گیا جو قومی جہاز کی ناخدائی کر سکے۔ یا اگر کوئی موجود تھا تو اُسے سلطان پر اقتدار قائم کرنے کا سلیقہ نہ تھا عالی پاشا کے اعلیٰ تدبر اور بے نظیر مآل اندیشی کے ثبوت میں اوسکی وزارت کا ایک اہم واقعہ یہاں پر درج کر دینا بیجا نہ ہوگا اکثر ناظرین سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہوگا کہ ترکی میں دول اجنبیہ کے قونصلوں کو اپنے اپنے ملک کی رعایا پر جو ترکی میں ہو بہت سے اختیارات بھی حاصل ہیں بلکہ عدالتوں کو انہیوں پر مطلقاً کوئی اختیار حاصل نہیں۔ یہ حیرت انگیز مراعات سابقہ سلاطین نے جب کہ ترکی کی طاقت نہایت عروج پر تھی اور اُسے کسی یورپین طاقت سے کسیطرح کا خوف نہیں تھا۔ یورپین تاجروں کی حوصلہ افزائی کے لیے ممالک یورپ کی عاجزانہ درخواستوں پر عطا کی تھیں۔ یہی مراعات سب سے اول فرانس کو عطا ہوئیں۔ پھر اوسکی تقلید میں رفتہ رفتہ کل ممالک کو مل گئیں۔ یہ مراعات انگریزی میں کیپی ٹولیشنز اور ترکی میں امتیازات کہلاتی ہیں۔ ترکی کے طاقت کے کمزور ہوتے چلے جانے پر ان رعایتوں کی خرابیاں ظاہر ہونی شروع ہو گئیں۔ اور انکی آڑ میں اعداء کو ... اندازیوں کا خوب موقعہ ملگیا۔ ترکی گورنمنٹ کسی اجنبی سے خواہ وہ اوس کے ملک میں سلطنت کے برخلاف کیسے ہی سنگین جرم کا مرتکب ہو کسیطرح کی بازپرس نہ کر سکتی تھی۔ یہ دیکھکر کیتی تھیں ملکی بھی دول اجنبیہ کی رعایا بن کر ترکی قانون کی گرفت سے آزادی حاصل کرنے لگ گئے۔ عالی پاشا نے ان خرابیوں کے انسداد کیلئے ان عجیب اختیارات کی منسوخی کی تجویز کی جو صرف ترکی میں ہی اجنبیوں کو حاصل ہیں اور انکی بجائے سلطنت کے اندر کئی اصلاحیں اور حکومتیں بنی ہوئی ہیں کوشش شروع کی۔ اوسنے جون سنہ ۱۸۶۹ء میں دول یورپ کو باضابطہ مراسلہ بھیجکر اس بیجا رعایت کی خرابیاں واضح کیں۔ اور اوسکے استدعا کی کہ ان رعایت سے دست برداری منظور کر لیں۔

طویل نامہ و پیام کے بعد اپریل سنہ ۱۸۷۰ء میں چند دول نے بعض ترمیمیں منظور کر لیں۔ مگر یہ معاملہ ابھی منفصل نہ ہوا تھا کہ عالی پاشا فوت[1] ہو گیا۔ اور اس کے بعد سنہ ۱۸۷۶ء میں مدحت پاشا کو صرف اس قدر کامیابی ہوئی کہ دول نے فقط مصر میں ان رعایتوں کے کچھ حصہ سے دست بردار ہونا منظور کیا۔ یعنی قونصلوں سے دیوانی مقدمات کے انفصال کا اختیار لے لئے گئے۔ اور ایسے مقدمات کے لیے سنہ ۱۸۷۵ء میں مخلوط عدالتیں یعنی ایسی عدالتیں جنمیں چند مصری اور چند مختلف اقوام کے یورپین جج مقرر کیے گئے تھے قائم کی گئیں۔ اپنے اپنے ملک کی رعایا کے برخلاف فوجداری اختیارات قونصلوں کو برابر حاصل رہے۔ مگر مشترکہ عدالتوں

[1] اس امر نے دوا وربی ... (افریقہ اور یمن میں ...) کی بدولت عثمانیہ حکومت باقی ہے۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ کل افریقی مقبوضات عثمانیہ ... صرف برائے نام ماتحت رہگئے تھے۔ عالی پاشا نے ان خرابی کو دور کرنے کیلئے بسم اللہ طرابلس غرب سے شروع کی۔ ... باقاعدہ اردو میں ... ترکی عملداری کو دوبارہ ... کے طرابلس الغرب کو دوبارہ ترکی انتظام میں لیلیا۔ ورنہ آج وہ بھی مصر، تیونس اور الجزائر کیطرح عیسائی یورپین ریاستوں کے تصرف میں ہوتا۔ ... اسکا کار روائی کو دوسری ریاستوں ...

کو بھی فوجداری کے بابت جزوی اختیار دیئے گئے۔ یہ عدالتیں پہلے پانچ برس کے لیے قائم کی گئیں۔ پھر اسی طرح پانچ پانچ برس کے لیے توسیع ہوتی رہی۔ ۱۳ جنوری ۱۹۱۰ء کو آخری پانچسالہ میعاد کے گذر جانے پر اور ایک سال کی توسیع منظور ہوئی ہے جس کے بعد شاید یہ موقوف ہو جاویں۔ اور دیگر ممالک کی طرح مصر کی ملکی عدالتوں کو بھی اجنبیوں کے دیوانی اور کسیقدر فوجداری مقدمات کی سماعت و تجویز کا اختیار ملجائے۔ ٹرکی خاص کیلئے یورپ نے اس استحقاق کو چھوڑنا منظور نہ کیا چنانچہ وہ بھی ابتک اسی مصیبت اور بلائے عظیم میں مبتلا ہے۔ ان امتیازات کی مضرت کا اندازہ ناظرین کو ایک منصف مزاج عیسائی مورخ کے ان الفاظ سے بخوبی ہو جائیگا کہ کسی قوم کی خود مختاری کو پامال اور بدامنی سازشوں کا بازار گرم رکھنے اور اس کو نہ فقط دوسری قوموں بلکہ خود اپنی نظروں میں بھی ذلیل و خوار بنانے کیلئے اس رواج سے موثر کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا۔ یہ رسم مداخلت و دراندازی کرنے کے ذریعہ اور ٹرکی کے ساتھ دیگر یورپین سلطنتوں سے متمایز سلوک کرنے کی پالیسی کا ایک اہم جزو ہے جسکا پھل سلطنت عثمانیہ کی تباہی اور مشرق میں روس کی کامل کامیابی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔" (اڈمنڈ اولیور)۔

ان امتیازات کی مضرتیں اس حد تک بڑھ گئی تھیں کہ وہ ہمارے موجودہ امیرالمومنین عبدالحمید خان سے تخت نشین ہوتے ہی ایک جنگ عظیم میں مبتلا ہو جانیکے باوجود مخفی نہ رہیں اور اسی جنگ کے دوران میں ماہ نومبر ۱۹۱۴ء میں انہوں نے اس امر کی سخت شکایت کی کہ دول یورپ ٹرکی کی ان مراعات سے نہایت نامناسب فائدہ اوٹھا رہی ہیں مگر ایماندار یورپی طاقتوں پر محض زبانی شکایت سے کیا اثر ہو سکتا تھا۔ اور اون سے یہی عالی ظرفی کب ظاہر ہو سکتا تھا کہ ایک مسلمان سلطنت کا کسیقدر بھی ایسا اثر قبول ہو رہا ہو جانا گوارا کریں حتی کہ ۱۹۱۹ء کے معاہدہ فتح اختتام پر جب سلطان المعظم نے شرائط صلح میں ایک یہ بھی شرط پیش کی کہ فریق مغلوب امتیازات سے محروم کر دیا جائے۔ تو یوروپین دول نے محض پولیٹیکل نہیں مذہبی تعصب کی وجہ سے اس اندیشہ سے کہ کہیں دیگر ممالک کے امتیازات کی منسوخی پا ترمیم کیلئے بھی یہ ان کے امتیازات کی منسوخی یا ترمیم سے نظیر نہ پیدا ہو جائے اس شرط کو منظور یا اوسپر بحث کرنا تو درکنار اسکو سننا تک گوارا نہ کیا اور خلیفۃ المسلمین کو ان مہذب و ایماندار طاقتوں کے طاقتور جتھوں اور اتحاد کے سامنے صبر و خاموشی سے کام لینے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا اور اب آخری مرتبہ بمنزلہ حق الیقین واضح ہو گیا کہ ان ایمانداروں سے انصاف و عدالت کی توقع محض فضول ہے۔ اور تلوار کے زور کے سوا اور کسیطرح سے نہ تو اپنے موجودہ حقوق کی حفاظت ہو سکتی ہے اور نہ اون سے مغصوبہ حقوق واپس ملسکتے ہیں۔

عالی پاشا کے بعد محمود ندیم پاشا وزیر اعظم ہوا۔ مگر سلطان کو سب سے زیادہ اعتبار آحمد وافق آفندی پر رہا۔ جولائی ۱۸۷۲ء میں محمود معزول ہو گیا اور اوسکی جگہہ مدحت پاشا بغداد کا گورنر مقرر ہوا۔ اسنے سلطان کی فضول خرچی کو روکنے کی کوشش کی جسپر اوسے برطرف کر کے رشدی کو وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ ورنیو لا روسی سفیر کے غلو سے سلطان کو طریق وراثت کی بدلنے اور اپنے بھتیجے مراد کی جگہہ اپنے بیٹے یوسف عزالدین کو وارث سلطنت و ولیعہد بنانے کی خواہش نے بیچین بنا نا شروع کر دیا تھا

جس سے اونکی طرف سے محب وطن مسلمانون کے دلون مین اور کدورت پیدا ہوگئی - اتنے مین ۱۸۷۱ء آپہنچا - اور روس - آسٹریا اور جرمنی مین بعض ترکی مقبوضات کو ہضم کرنیکے لیئے وہ اتحاد ثلاثہ ہوگیا جسکا پہلے ذکر ہو چکا ہے اس اتحاد کے ہوتے ہی اوسپر عملدرآمد کرنے کی تیاریان شروع کرکے غصب کرلینے کی ابتدائی کاروائیون کا آغاز کر دیا گیا - ٹرکی کی احسان فراموش عیسائی رعایا صدیون سے اوس کو اعداء کے ہاتھ مین لیکر آلہ کا کام دے رہی تہی - اسی سے اب بھی راستہ صاف کرنیکا کام لیا گیا - آسٹریا اور روس کی تحریک سے پہلے جولائی ۱۸۷۵ء مین ہرزیگووینا کے عیسائیون نے بغاوت کردی پہر مانٹی نیگرو کے غدار کوہستانی مسلمانون کے دیہات پر لوٹ پڑے - اور تھوڑا ہی عرصہ بعد بوسینیا کے عیسائی بہی برسر فساد ہوگئے - باب عالی نے اونکی سرکوبی کیلیئے غازی مختار پاشا کو مامور کرکے نرمی اور آشتی کی روش کو بہی ہاتھ سے نہ دیا - اور چند ہفتون مین فساد رفع ہوگیا لیکن یہ امن اون طاقتون کی مہربانی سے جو ٹرکی کی اوٹ مین شکار کھیل رہی تہین زیادہ عرصہ تک مشکل قایم رہ سکتا تہا - اس تمہیدی کاروائی کے بعد اتحاد ثلاثہ کا ایک شاطر قیصر آسٹریا کے وزیر خارجہ آندراسی نے جنوری ۱۸۷۶ء مین پہلا پیادہ آگے کیا - اوسنے دول یوروپ کو ایک گشتی مراسلہ بھیجکر باغیون کو باب عالی سے چند رعائتین دلوانے کی استدعا کی اور اس خوف سے کہ کہین باب عالی اور غیر رازدار طاقتین شروع مین ہی ہتھے سے نہ اکھڑ جائین رعائتین بہت نرم اور سادہ تجویز کین جن کو باب عالی نے جو بیشتر ایسی کی رعائتین خود بخود چند ہفتہ پہلے باغیون کو عطاء کرچکا تہا - بخوشی تسلیم کرلیا - مگر اسکا ندار آسٹریا نے دوسری طرف در پردہ باغیون کو ان رعائتون سے انکار کردینے کا اشارہ کردیا - اور اونہون نے اسلیئے تحریک کی تعمیل مین بہی شرطیں پیش کین جن سے صوبجات بوسینیا - ہرزیگووینا پر ترکی حکومت کا ہی عملی طور پر خاتمہ نہین ہو جاتا تہا - بلکہ وہانکے مسلمان زمیندارون کے املاک کا بہی ایک حصہ کثیر جو تقریباً ۱/۳ اراضی کا مالک تہے عیسائی باغیون کے قبضہ مین چلا جاتا تہا - کونٹ آندراسی جو پہلی چال چل چکا تہا اب متمدنہ اخلاق و دیانت اور نمائشی ڈپلومیٹک ایمانداری کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوئے بغیر باغیون کے ان جدید مطالبات کی حمایت نہین کرسکتا تہا اسلیئے یہ کام اتحاد ثلاثہ کے دوسرے شاطر قیصر جرمنی کے وزیر پرنس بسمارک پر چھوڑا گیا - اور اونہون نے دول عظام اور ٹرکی کو بتاریخ ۱۱ مئی ۱۸۷۶ء ایک گشتی مراسلہ بھیجکر یہ تجویز پیش کی کہ بوسینیا و ہرزیگووینا کے باغیون کو تقریباً وہی رعائتین دلوائی جانے کی استدعا کی جو خود باغیون نے طلب کی تہین - فرانس و اٹلی تو فریب کھاکر ہمراہ ہوگئے - مگر انگلستان کی بصیرت خارجیہ کو اتحاد ثلاثہ کے مقصد و مدعا کی کچھ بھنک پڑ گئی ہوئی تہی - اوسنے تاڑ لیا کہ یہ سلسلہ بہی مدعا کے حصول کی تمہیدین ہین - چنانچہ اوسنے اتفاق کرنیسے انکار کردیا - یہ سلسلہ ابہی در پیش تہا کہ تیسرے شاطر نے بلگیریا مین جسکے باشندے مذہباً و قوماً روسیون سے بہت کچھ ملتے جلتے ہین اور جن کو وہ عرصہ دراز سے بغاوت کا سبق پڑہا رہا تہا شروع مئی ۱۸۷۶ء مین بغاوت کرادی اور شیطان سیرت بلغاری عیسائیون نے تمام احسانات کو فراموش کرکے کئی دیہات کے مسلمانون کو بلا تمیز مرد و زن بے خبر گلا ان کمال سفاکی سے تہ تیغ اور انکے مساکن کو خاکستر کردیا - اس بغاوت کو فرو کرنے پر آغا ضیف کے مشورہ سے چرکسی فوج اور مسلمان باشندے مامور کیئے گئے - جنکی ترکی بہ ترکی کاروائیون کو روس کے انگریز ہوا خواہون و دیاوریون نے متعصبانہ مبالغہ اور رنگ آمیزی سے

ایسی مہیب اور سنگدلانہ ظاہر کیا کہ انگلستان کو اکثر باشندے بھی جو قرضہ کے سود کو التوا سے پہلے ہی برگشتہ خاطر ہو رہے تھے ترکون
کے خون کے پیاسے ہوگئے۔ اور اسطرح روس نے ایک پتھر سے دو جانور شکار کر لیے۔ ایک تو اس بغاوت سے ترکی کیلئے مزید مشکلات پیدا کر دینا
اور ادھر انگریزی گورنمنٹ کو سازش سے کسیقدر رو گردان ہو جانیکی وجہ سے نہ فقط ... یورپ کے تین مقدس مہاتماؤن کی چکنی چپڑی
باتون اور مسیحانہ ہمدردی کے پھندے مین آنیسے متامل ہو رہی تھی بلکہ اسکے مخالف ہو جانیکا بھی اندیشہ تھا۔ انگریزی قوم مین عام
تحریک پیدا کی کہ مخالفت کو قابل نہ ہونے دیا اسکے ساتھ ہی کو ترک سرویا اور مانٹی نیگرو کی حکمرانون کو انگیخت کر دیگئی۔ اور ملک
کو بھلا کر اپنے دینی بھائیون کی امداد و دستگیری کے بہروپ سے ترکی کے شکار مین شریک ہونیکے لیے جنگی تیاریان کرنے لگ گئے۔ ادھر دیگر
ہمسایہ دول کے علاوہ روس کی ان بیدینی معاندانہ چالون اور گٹھ جوڑون کے باوجود سلطان عبدالعزیز کی وارفتگی مین کوئی فرق نہ
پڑا بلکہ اسی مکار دشمن کی چالاک سفیر پر اب پہلے سے زیادہ قابو ہوگیا۔ اور ہمدردی گورنمنٹ خفیہ و علانیہ چالون اور سازشون سے
سلطنت کی بیخکنی کر رہی تھی۔ اور ادھر اسکا سفیر سلطان کی ناک کا بال بنا ہوا اپنے دلفریب مگر زہریلے مشورون سے سلطنت کی بنیاد
مین سرنگ لگا رہا تھا۔ اس مہلک بھولپن کے ساتھ ہی سلطان مرحوم کے دماغ مین انکی قابلیت مدبری کا کچھ ایسا زعم سما رہا تھا
کسی حقیقی خیرخواہ کی گفتگو تک سننے کی برداشت نہ تھی۔ یہ رنگ دیکھکر محب ملک جماعت سے زیادہ صبر نہ ہوسکا سلطان کو معزول کرنیکی
صلاح کیگئی۔ اور آخر ۳۰ مئی ۱۸۷۶ء کو بروز سہ شنبہ سلطان عبدالعزیز بہ جبر مگر بسہولت بلا فساد ہنگامہ تخت سے اتار دیئے گئے۔ اور
سلطان عبدالمجید کا بڑا بیٹا شہزادہ مراد جسکو چند روز پیشتر سے عبدالعزیز نے سخت حراست مین کردیا ہوا تھا مراد خامس کے نام سے تخت پر

ۂ بدقسمت ... ترکی کی چھٹی اور رفتہ رفتہ اسکی جائداد ... گر گئی کہ ۱۸۷۵ء تک اسکی مقدار ساڑھے ... کروڑ پونڈ ہوگئی جسکا زیادہ حصہ
ملک ملت کی مزید بدبختی سے ممالک غیر اور بالخصوص لندن سے حاصل کیا گیا۔ سلطنتون کے قرضہ کو عموماً قومی قرضہ کہا جاتا ہے جتنی اسکی مقدار زیادہ
ہو اسیقدر ملک کو زیادہ خوشحال تصور کیا جاتا ہے مگر ترکی کا قرضہ یہ چیز نہ تھی ... یہ ضرور کہ قومی یادداشت اسلیے کہا جاتا ہے
کہ اسکا بڑا حصہ ابنائے ملک سے ہی حاصل ہوتا ہے اور کسیقدر اسلیے کہ چونکہ اسے گورنمنٹ نے جو تمام ملک کیلئے قوم کی نائب ہوتی ہے ملک کی بہتری کیلئے بندوبست
کیا ہوتا ہے اسکی ادائیگی کی ذمہ دار بھی قوم ہی ہوتی ہے اسی تشریح سے یہ قرضہ ملک کی خوشحالی و ثروت کا معیار تصور ہونیکی وجہ معلوم ہوسکتی ہے
کیونکہ اگر قرضہ ابنائے ملک سے حاصل کیا گیا ہو تو اسکی کثیر مقدار ہی ابنائے ملک کی تمول کی بین شہادت ہوگی۔ اور اگر باہر سے حاصل کیا گیا ہو تو یہ صاف ظاہر
ہے کہ جبتک غیر مدبرون کو کسی ملک کی خوشحالی اور انتظام ملکی پر اعتبار نہ ہو وہ بھی اپنے روپیہ کو جوکھم مین نہین ڈال سکتے یہ امر بھی کہ اعتبار دولت مندی
ہے لیکن بدقسمتی سے ترکی کا قرضہ صرف باہر سے ... مین لیا گیا قرضہ ہے اور اسکی مقدار کی زیادتی اسکی خوشحالی کا معیار نہین ہوسکتی تھی کہ ذرائع آمدن
سلطنت ... پہونچنے کی وجہ ... اسراف و فضول ... ترکی کے ... روپیہ ... کیا
... ایک بالکل نئی آزمائش تھی جسکی ... کی ادائیگی کی ... بیحد مسرت ... ابنا
... وقت ... سود ادا کرنے ... لگا ...
... جانتے تھے ... ملک کی آمدنی ... استعداد ... ترکی
... اسکے سود کو ... کہ سود کی ادائیگی ... چنانچہ ... ۱۸۷۵ء مین ... فرمان ... کہ نصف سود ...

بٹھلا دیا گیا۔ سلطان معزول کا سفر سے محل طوپ قپو مین نظر بند کئے گئے۔ جہان گیارہ ل ہو چٹھے دن بروز اتوار ۱۷ جمادی اول ۱۲۹۳ھ مطابق ۴
جون ۱۸۷۶ء کو انکی لاش خاص کمرہ مین بیجان پائی گئی۔ ترکی گورنمنٹ نے اوس وقت تو یہ ظاہر کیا کہ سلطان مرحوم نے خودکشی کی
مگر بعد مین یہ اچھی طرح بخوبی متحقق ہو گیا کہ سلطان مرحوم کو خود شہید کیا گیا تھا لیکن اس گناہ کبیرہ کے ارتکاب یا اسکے مشورہ مین سلطان
مراد کو مطلقاً دخل نہ تھا۔ یہ سب کارروائی معزول کنندہ جماعت نے بزعم خود محض ملک کی بہتری اور اس امر کے انسداد کیلئے کہ بلوہ نہ ہو جائے
منشاء خود کی تھی ؛

سلطان مراد کا عزل۔ موجودہ خلیفۃ المسلمین کی تخت نشینی اور خاتمہ کتاب

اس نوجوان و مستعد شہزادہ کی تخت نشینی پر قوم کو بگڑی کے سنورنے کی بہت کچھ امیدین ہو گئین اور اوسکے ابتدائی افعال سے ان امیدون کو بہت سی تقویت پہنچ گئی۔ شہنشاہ نے اپنے ذاتی وظیفہ مین سے تین لاکھ پونڈ کم کر دینے کے علاوہ کئی سلطانی معادن کی آمدنی بھی خزانہ کے سپرد کر دی۔ اور عمال حکام کے نام اصلاح حال کیلئے تاکیدی احکام صادر کرکے خود بھی امور مہام سلطنت کے انصرام مین قابل تعریف گرمی سے مصروف ہو گیا۔ مگر اُسے تخت پر بیٹھے زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا کہ سلطنت کے تفکرات کے ہجوم کے ساتھ ہی ناگہان ایک شدید مرض (سرسام) نے بھی حملہ کر دیا جس سے وہ جانبر تو ہو گیا لیکن نقاہت و کمزوری نہایت درجہ کی ہو گئی۔ وہ اس مرض سے ابھی شفا یاب نہ ہوا تھا کہ وزراء کو نئے سلطان سے بھی موجودہ مشکلات کو سلجھانے کی امید نہ رہی۔ اور اوسکی فرمانروائی کو وہ سلطنت کیلئے مضر خیال کرنے لگے۔ چنانچہ وہ ابھی صاحب فراش ہی تھا کہ اُسکے دیوانہ ہو جانے کی خبر مشہور کر دی گئی۔ اور آخر چند ڈاکٹرون سے اسکی تصدیق کرا کر ۳۱ اگست ۱۸۷۶ء کو اُسے بھی معزول کر دیا گیا۔ لیکن اس تصدیق کے فرضی ہونے مین کسیکو کلام نہین اور اسی سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ مراد کے عزل کی اصل وجہ کچھ اور ہی تھی جسکی نسبت ابتک مختلف روایتین مشہور ہین انمین سے ایک یہ ہی روایت کسیقدر معقول اور درست معلوم ہوتی ہے کہ وزراء کو جو سلطان عبدالعزیز کے طور دیکھ چکے تھے سلطنت کی بہتری کیلئے سلطانی اختیارات کا محدود کیا جانا ضروری تصور کرتے تھے توقع تھی کہ نئے سلطان کو اس امر کے تسلیم کرنے سے کوئی عذر نہ ہوگا۔ مگر جب سلطان مراد نے خلاف توقع اس امر کو منظور نہ کیا تو انہون نے جنکے حوصلے ایک برس اور برسون کے حکمران بادشاہ کی معزولی مین کامیاب ہو جانے سے بہت کچھ بڑھ گئے تھے اور اُسکے مقابلہ پر ایک نئے سلطان کو معزول کر دینا کوئی بڑی بات نہ تھی اُسکو معزول کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ اور دنیا کے سامنے کوئی حجت پیش کرنیکے لئے مراد کے مرض خفقان مین مبتلا ہو جانیکا شگوفہ چھوڑ دیا اس نئے خیال کی جماعت وزراء کی بیباکی کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب انہون نے اپنا ارادہ سب سے ولیعہد سلطنت یعنی سلطان مراد کے چھوٹے بہائی شہزادہ عبدالحمید کو مطلع کیا اور انہون نے اپنے بہائی کے عزل سے اتفاق کرنے کا انکار کر دیا تو انسے صاف طور پر کہدیا گیا کہ اگر وہ انکار پر مصر رہا تو گورنمنٹ جو مراد کے عزل کا قطعی فیصلہ کر چکی ہے تمہارے استحقاق کی کچھ پروا نہ کرے گی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۲)۔ ادا کیا جائیگا اور باقی نصف کے لیئے تمسک دیئے جاینگے۔ مگر اس نصف کیلئے بھی روپیہ کہان سے آتا۔ ایک ٹکڑی ادا نہ ہوئی تھی کہ حکم جولائی ۱۸۷۶ء کو صاف اقرار کرنا پڑا کہ جبتک اندرونی مشکلات سے نجات نہ ہو تب تک ادا نہین ہو سکتا۔ زردار پہلے ہی بہت بیٹھ چکے تھے ساتھ ہی [illegible] غضب کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اور ترک جیسے کہ ۱۸۵۴ء مین انگریزون کی نہایت عزیز تھے ویسے ہی بے عزت ہو گئے [illegible]

تمہارے چھوٹے بھائی کو تخت پر بٹھا دیگی اس کے ساتھ ہی اس شریف النفس شہزادہ کو روسیکہ بڑے بھائی کے فوراً تبع مجنون ہونیکا بھی معتذکرہ سدرطبی تصدیقوں اور دیگر بطایف الحیل سے یقین دلا دیا گیا ہے پھر آخر وہ رضامند ہوگیا سلطان مراد کی تین ماہ کی حکومت کے بعد ۳۱ اگست ۱۸۷۶ء کو معزول اور سلطان عبد الحمید[1] تخت خلافت پر رونق افروز ہوگئے۔ اس وقت سلطنت عثمانیہ اور خلافت بیہ اندرونی و بیرونی اعداء و مخالفین اور مشکلات عدیدہ وخطرات میں جیسی کچھہ مبتلا تھی۔ اور ایکبہ دہم تاسید کے لحاظ کرنیسے یہ کہنا ہر طرح مبالغہ میں داخل نہیں ہوسکتا کہ یہ خداوند کریم کی خاص عنایت تھی جو ایسا دوراندیش منتظم مستقل مزاج و مجبور طبع اور رحم مجسم سلطان اسلام کے اس آخری حصین حصین اور واحد مقصد سلطنت کے تاج و تخت اور مسند خلافت پر متمکن ہوا و نیز

[1] زمانہ کی اس پالیسی پر میں کچھہ کہنے کی ضرورت نہیں دیکھتا شہزادگی کے زمانہ کے کتاب یا عہد حکومت میں ہمیشہ کیلئے نہ ہی کم از کم ابھی اور عہد جدید کیلئے سلطان وقت کو اختیارات بہ بیشتر قایم رہنے کی ضرورت اور یورپ میں آئین و حکومت کو رواج دینے کی مضرت بالوضاحت ثابت کرچکی ہیں۔ اور اس مسئلہ پر میں اپنی یونان سرویا وغیرہ کے خود مختار ہونے پر کافی بحث کرچکا ہوں لیکن یہ بتا دینا ضروری ہے کہ حضرت سلطان عبد الحمید نے ان زمانہ کی مخالفت کرنیمیں تہور کی طرح جلد بازی سے کام نہ لیا بلکہ شروع شروع میں جو کچھہ وہ کہتے ہو اس سے اتفاق کرتے رہے حتی کہ پارلیمنٹ کی تجویز کو نہ صرف منظور ہی کرلیا بلکہ وہ پھر جلد آ بھی ہو جانے دیا لیکن رفتہ رفتہ معاملات سلطنت سے واقفیت پیدا کرنے اور اپنی طاقت و قدرت کو مستحکم کرنیسے ایک لحظہ کیلئے ہی غافل نہ رہے اور جب چند مہینوں میں حیرت انگیز حکمت عملی سے اپنی پوزیشن کو خوب مضبوط کرلیا تو کل شورہ پشت اور خود سر وزراء کو چند مہینے کے اندر دربادشاہ کر دیا ان کے چلے جانے کے بعد بار بار دولت عثمانیہ کو چند ضروری مشورہ و مکاتب سے علاوہ کر دیا اور کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا ایسے انقلاب کی کارروائی کو پرا پہاڑی پیچھے دیا۔ اور اہالی یورپ بالخصوص انہیں سے حکام اس تدبیر کا نام ظاہر کرنیکے لیے پارلیمنٹ کی ایک اجلاس ابھی ہونے نہیں دیا

[2] تخت نشین ہوتے ہی اپنے خاندان کے افراد سے جس شریف النفس سلطان نے جو سلوک کیا وہ اس وقت کی ایک تاریخ کی سند بخوبی ہو سکتے ہیں صحیح ہو جائیگا۔ بہرحال سلطان تخت نشینی کے بعد سلطان عبد العزیز خان مرحوم کے متعلقین کا رسالہ مقرر فرمایا سلطان عبد العزیز خان مرحوم کی والدہ کو چالیس ہزار قرش [illegible] یوسف عز الدین آفندی فرزند اکبر سلطان مرحوم کو دس ہزار قرش [illegible] جلال الدین آفندی کو [illegible] ہزار قرش [illegible] شوکت آفندی کو [illegible] ہزار قرش [illegible] الدین آفندی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اس مین ... بہت کم شبہ ہے کہ اول تو وہ بالکل ہی معدوم ہو گئی ہوتی۔ یا کم از کم اس قابل نہ رہتی کہ کبھی ہوتی کہ اوسکے پھر سنبھلنے کی کچھ بھی امید باقی رہجاتی۔ برعکس اوسکے ان ۲۲ برسون مین سلطنت کو پے در پے سخت صدمے پہنچتے رہے ہین اور کوئی سال ایسا نہین گذرنے پایا جس مین یوروپ کے مسیحی شکاریون نے سلطنت کا کوئی نہ کوئی ٹکڑا ہضم نہ کر لیا ہو یا ملک کے کسی نہ کسی حصہ مین مہیب و خطرناک فساد برپا نکرا دیئے ہون۔ مگر باین ہمہ سلطنت نے حقیقی ترقی و استحکام کے میدان مین جو حیرت انگیز اور اعجاز نما ترقی کر لی ہے وہ واقفکارون سے پوشیدہ نہین اور اسکا کچھ شمہ سنہ ۱۸۹۷ء کی محاربۂ روم و یونان مین ظاہر ہو چکا ہے۔ ایک مصری اخبار نے جلالت مآب کی ۵۸ وین سالگرہ ولادت پر "الاسلام بالخلیفہ" کی لطیف و عجیب سرخی لکھنے کے بعد حضور ممدوح کے کارنامون کا جو نقشہ اور انکی خدمات اسلامی کا سچا فوٹو چند عربی ابیات مین کھینچا ہے اوس سے کسی منصف مزاج کو اختلاف نہین ہو سکتا۔ وہ شعر حسب ذیل ہین:

اتتہ الخلافۃ منقادۃ — الیہ تجرر اذیالہا
فلم تک تصلح الا لہ — ولم یک یصلح الا لہا
ولو رامہا احد غیرہ — لزلزلت الارض زلزالہا

سرویا اور ریاستہائے مونٹی نیگرو نے سلطان مراد کے عہد مین ہی یکم جولائی سنہ ۱۸۷۶ء کو اعلان جنگ کرکے اپنے آقا و محسن کے ساتھ عداوت کی طرح ڈالی تھی۔ مگر اول الذکر کو روسیون کی علانیہ امداد کے باوجود پے در پے شکستون کے سوا اور کچھ نصیب نہ ہوا۔ اور سلطان عبدالحمید کو تخت نشین ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ انہی مصالحت کی التجا کرنی پڑی۔ مگر سلطان معظم نے کمال عالی ظرفی سے اوسکی خطاؤن سے درگذر کر دیا۔ سنجق شریف[1] بھی اس لڑائی مین بھیجا گیا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۴)۔ اور دن بدن سلطان کی دلعزیزی بڑھتی جاتی ہے۔ اور دولت کو خوب مالا مال کرنے مین بڑی کوشش فرمایا کرتے۔ و نفیدات و لحاظات جو اگلے زمانہ مین تھا بین سلطان و وزرا کے تھے سب برطرف کر دیئے گئے۔ اور اب سلطان وزراء کو اپنے حضور مین بٹھلا کر اون سے مقدمات ملکی مین بحث کرواتے ہین۔

[1] یہ نشان مقدس سبز اطلس کا ہے۔ چار لفافون مین لپٹا ہوا ہے جو مخمل کے ہوتے ہین۔ اور وہ ملفوف ایک اونٹ کے خریطہ مین بحفاظت تمام دھرا ہوا ہے اور یہ نشان مطہر چار گز بلندی کا ہے اور حضرت خلیفہ سیوم رضی اللہ عنہ کے دست مبارک کا خاص طلائی حروف سے اسپر کامل قرآن شریف لکھا ہوا ہے کیس کو یارا ہے کہ خوبی و برکت و بزرگی اس نشان مقدس کی بیان کرے۔ آثار شریف مین جہان یہ نشان رکھا ہوا ہے اور بھی بہت سے تبرکات ہین * * * * * * * * * * مثل نعل اسپ و دندان مبارک آنحضرت و موئے مبارک و کمان و شمشیر مقدس وغیرہ موجود ہین۔ اور یہ نشان خاص حضرت امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کے دست مبارک کا تیار کیا ہوا ہے اور کپڑا اس نشان مطہر کا حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک کا پردہ ہے۔ اور وقت جنگ کریمیا کے یہ نشان متبرک روانہ کیا گیا تھا جسکا ثمرہ و نتیجہ سب پر ظاہر ہے جب یہ نشان (باقی دوسرے صفحہ)

اس کتاب میں بجمیع حالات آپ کی عہد خلافت کے حالات بالاختصار یا بالتشریح درج کرنے کی احتیاج سے بری ہوکر
تالیفات یا ترجمہ کردہ کتابوں نے مستغنی کر دیا ہے خواہشمندوں کو گزشتہ ۲۲ برس کی مفصل تاریخ اور اہم واقعات محقق
روم و روس کے حالات غازی عثمان پاشا پلیونا کے کارنامے مقبوضات عثمانیہ کی موجودہ اور حالات اعلیٰحضرت امیرالمومنین کے
عہد سعادت مہد کی ترقیوں اور انکے اوصاف حمیدہ و اخلاق محمدیہ کی پوری پوری کیفیت بیست سالہ عہد حکومت
و فتوحات روم محاربات پلیونا مقرر قصہ مظالم آرمینیا حالات فلسطین ترکی کی موجودہ حالت اور ترکی انگلینڈ اور یونان
اور محاربات تفصیل وغیرہ کتب سے معلوم ہو سکتی ہے یوروپین پالیسی دربارہ خلافت عثمانیہ کے جو مزید اسرار
معلوم ہو چکے ہیں وہ اس کتاب میں مناسب مقامات پر درج کر دئے گئے ہیں۔ آخر میں میں ناظرین سے آمین کی استدعا کرکے یہ
دعا پر اپنی کتاب کو ختم کرتا ہوں کہ خداوند کریم اپنے حبیب روحی فداہ کے صدقہ تمام مسلمانوں کو حاکم ہوں یا محکوم سچی تہذیب
و شائستگی کے انوار سے جو محض شریعت غرا محمدیہ کی عاقلانہ پیروی اور اس کے احکام کے اسرار و نکات اور مسائل کے دقائق
کو سمجھنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے منور کرے اور ان کو آپس میں متحد و متفق اور ایک دوسرے کے سچے غمگسار اسلام کے پیرایہ خادم اور تمام
ملت کے حقیقی ہوا خواہ بننے کی توفیق عطا کرے اور ان کو سچے مسلمانوں کے اوصاف سے متصف کرکے ان میں پھر ویسے ہی قابل
مدبر منتظم سپہ سالار اور لیڈر پیدا کرے جیسے کہ قرون اولیٰ میں مسلمانوں میں پائے جاتے تھے اور اس وقت کے مسلمانوں کی
طرح باقی مسلمانوں کو بھی مبارک لیڈروں کی پیروی اور ان کے ارشادات کی توفیق و ہمت عطا فرمائے۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ [illegible]
الحمد للہ رب العالمین ✲

تمت بالخیــــــر

مطبوعہ [illegible] بازار امرتسر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۵) والدہ ملت کو واپس آتا ہے اس وقت سلطان اور وزیر اعظم مسند سے اٹھ کر دعا کرتے ہیں [illegible] تک استقبال کرتے ہیں
اور سلطان یا وزیر اعظم اپنے سر پر لئے ہوئے مقام مذکورہ تک لا کر عبادت قدیم رکھدیتے ہیں چنانچہ [illegible] کی لڑائی میں یہ نشان
اس کی برکت اور کرامت سے [illegible] اسلام نے باغیوں پر فتح پائی جبکہ یہ نشان میدان جنگ میں ایستادہ ہوتا ہے اسکے گرد
تمام سپاہی [illegible] تمام سرداران فوج اسکے سامنے با ادب دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور بوسہ دیکر میدان جنگ میں
قدم دھرتے ہیں ✲